بسم اللہ الرحمن الرحیم

سٹرڈ نمبر

اسے ۸ ۷ ۴

# الناظر

ایڈیٹر - ظفر الملک علوی

| جلد ۲۴ | ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء | نمبر ۱۳۶ |
|---|---|---|

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر - اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اردو کی بہترین کتابیں

## مرزا غالب مرحوم

- اردوئے معلےٰ عہ/
- عود ہندی ۱۲/
- دیوان غالب یا کت دانشتہ ہدیہ سے/
- نکات غالب عہ/

## سرسید احمد خان مرحوم

- تفسیر القرآن جلد عہ/
- خطبات احمدیہ ۶/
- آثار الصنادید للعہ/
- مضامین تہذیب الاخلاق للعہ/
- مکمل مجموعہ لکچر للعہ/
- اسباب بغاوت ہند ۶/

## نواب محسن الملک مرحوم

- مضامین تہذیب الاخلاق للعہ/
- مجموعہ لکچر للعہ/
- آیات بینات ۳ جلد معہ/

## مولوی عنایت اللہ عباسی

- تاریخ الاسلام للعہ/
- الاسلام عہ/
- زاہدہ عہ/
- نشتر سخن سے/

## مولانا آزاد مرحوم

- آب حیات سے/
- دربار اکبری عہ/
- سخندان فارس سے/
- نگارستان فارس سے/
- نیرنگ خیال ۱۲/
- دیوان ذوق ۶/

## مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

- راحت نانی عہ/
- رسوم دہلی عہ/
- تسخیر شوہر ۱۲/
- مہر افروز بیگم ۱۰/
- النساء ہادی النساء عہ/
- لغات النساء للعہ/
- علم اللسان ۸/

## مرزا حیرت دہلوی

- تفسیر الرسول ۶ جلد سے/
- کتاب شہادت ۲ جلد سے/
- قصہ حاجی بابا اصفہانی ۶/
- روز الیم برشاکال ہے/
- الف لیلہ دنیا زاد ہے/
- الف لیلہ شہر زاد ہے/

## مولانا حالی مرحوم

- حیات جاوید مجلد عہ/
- یادگار غالب سے/
- حیات سعدی عہ/
- دیوان حالی عہ/
- مقدمہ شعر و شاعری عہ/
- مسدس حالی عہ د ۸/
- جواہرات حالی عہ/
- بیوہ کی مناجات ۲/

## مولانا شرر مرحوم

- حیات انیس ۶/
- ایشیائی شاعری عہ/
- نور جہاں بیگم ۸/
- ٹیپو سلطان عہ/
- حیدر علی سلطان عہ/
- اردو کی ڈالی ۳/
- اردو کا گلدستہ عہ/

## مولانا اسلم جیراجپوری

- حیات حافظ عہ/
- حیات جامی ۸/
- علوم عرب عہ/
- خواتین عہ/

## مولانا نذیر احمد مرحوم

- ترجمۃ القرآن المقابل سے/
- حمائل شریف مترجم سے/
- ما لب القرآن عہ/
- الحقوق والفرائض عہ/
- اجتہاد عہ/
- مبادی الحکمۃ عہ/
- رویائے صادقہ عہ/
- موعظہ حسنہ عہ/
- ابن الوقت عہ/
- ایامیٰ عہ/
- فسانۂ مبتلا عہ/
- مراۃ العروس ۱۰/
- بنات النعش ۹/
- توبۃ النصوح ۹/
- منتخب الحکایات ۶/
- چند پند ۶/
- مجموعہ نظم بے نظیر عہ/
- مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد عہ/

## مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی

- سیرۃ الصدیق عہ/
- علمائے سلف عہ/
- اسلامی اخلاق [illegible]

## مولانا شبلی مرحوم

- سیرۃ النبی جلد اول مجلد عہ/
- جلد دوم مجلد عہ/
- آغاز اسلام ۸/
- الفاروق سے/ و ۶/
- سیرۃ النعمان عہ/
- الغزالی عہ/ و عہ/
- المامون عہ/
- سوانح مولانا روم ۶/
- سفرنامہ مصر و شام و روم عہ/
- مضامین عالمگیر عہ/
- رسائل شبلی عہ/
- مقالات شبلی عہ/
- موازنہ انیس و دبیر سے/
- شعر العجم جلد اول سے/
- 〃 جلد دوم عہ/
- 〃 جلد سوم عہ/
- 〃 جلد چہارم عہ/
- 〃 جلد پنجم ۶/
- مجموعہ کلام شبلی اردو ۱۲/
- کلیات فارسی ۶/
- اسلامی حکومت ۲/
- اسلامی مدارس ۴/
- مثنوی صبح امید ۴/

## مولانا ذکاء اللہ مرحوم

- تاریخ ہندوستان جلد عہ/
- تاریخ عہد انگلشیہ سے/
- آئین قیصری عہ/
- کرزن نامہ ۶/
- صحیفہ فطرت عہ
- محاربات عظیم ۸
- تعلیم الانتظام ۸
- فلسفہ امثال عہ
- اہل عرب کا جبر و مقابلہ ۶/
- معادن الحساب ۱۲/

## مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

- الانسان ۶/
- الاستدلال سے/
- حکمت عملی سے/
- تسہیل البلاغت سے/
- تمنائے دید ۱۰/

## مولوی عنایت اللہ دہلوی

- تزک تیموری عہ/
- حالات قسطنطنیہ عہ
- تاریخ اندلس و مغرب الاقصیٰ ۳/
- حالات عراق عرب و عجستان ۶

952

# سنہ ۱۹۳۲ء کی جدید کتابیں

## تبرکات آزاد

**نگارستان فارس** - یہ آبحیات کے طرز پر شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے جسمین ردو دکی سے لیکر واقف بٹالوی تک ۱۰۴ با کمال شعراء کے حالات و کلام پر نہایت دلآویز پیرایہ مین تبصرہ کیا گیا ہے قیمت صہ روپے ۱

**سیر ایران** - اسمین روزنامچہ ایران اور وہ دلچسپ لکچر ہے جو آزاد مرحوم نے سفر ایران سے واپسی پر لاہور کے ایک بڑے جلسہ مین معززین شہر کے روبرو بیان کیا تھا قیمت عہ

**جانورستان** - جسمین علامہ نفیسی کی تحقیق کے مطابق درندون پرندون اور چرندون غرضکہ ہر قسم کے جانورونکے رکھنے پالنے اور سدھانے کے طریقے ایسی پیاری زبان مین لکھے ہین کہ ایک ایک فقرہ پر دل سے داد نکلتی ہے قیمت ۱۰ر

## مطبوعات انجمن ترقی اردو

**نکات الشعرا** - یہ اردو شعرا کا تذکرہ میر تقی میر کی تالیف ہے شعرا اور ان کے کلام کے متعلق میر صاحب کی رائین اور زبان کے خاص نکات پڑھنے کے لائق ہین قیمت ۲ر

**محاسن کلام غالب** - مرزا غالب کے کلام اردو پر علی گڑھ کے نامور فرزند ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم کا فاضلانہ تبصرہ قیمت عہ

**تذکرۂ شعرائے اردو** - یہ میر حسن دہلوی مصنف بدر منیر کا لکھا ہوا ہے جو بعد تصحیح و تنقید جناب مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی شائع ہوا ہے قیمت عہ

**نفح الطیب** - علامہ مقریزی کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے اسلامی ہسپانیہ کی تاریخ اسپین کے معلومات کا خزانہ کہنا چاہیے خلافت اندلس کے ہر مورخ کو اس کی خوشہ چینی کرنا ہوتی ہے قیمت سے

## مطبوعات دار المصنفین

**اسوۂ صحابہ** - مولفہ مولوی عبد السلام ندوی جسکی پہلی جلد مین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عبادات و اخلاق کے پر اثر واقعات درج کیے گئے ہین۔ اور دوسری جلد مین ان کا نظام سیاسی۔ ان کے ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہے نیز تفسیر حدیث فقہ اسرار دین تصوف وغیرہ علوم جو عہد ان کے عہد مبارک مین پیدا ہو چکے تھے ان کا مفصل بیان درج کیا گیا ہے قیمت جلد اول سے جلد دوم للعہ

**سیر الصحابیات** - از مولوی سعید انصاری۔ اسمین ازواج مطہرات بنات طاہرات اور اکابر صحابیات کے سوانح زندگی اور انکے علمی مذہبی اخلاقی کارنامون کی تفصیل درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے عہد اسلام مین عورتون کس مرتبہ کی خواتین موجود تھین قیمت عہ

## متفرقات

**داغ جگر** - حضرت جگر مرادآبادی کا تازہ دیوان ہے جسے مرزا احسان احمد بی اے وکیل اعظم گڈھ نے مرتب کیا اور ایک مفصل مقدمہ مین حضرت جگر کے کلام پر نہایت لطیف تبصرہ کیا ہے قیمت عہ

**حزن اختر** - سلطان عالم واجد علی شاہ کی یہ وہ نادر مثنوی ہے جسمین انھون نے اپنے زمانۂ قید فرنگ کے تمام حالات لکھے ہین۔ ابتدا مین مولانا عبد الحلیم شرر کا دلچسپ مقدمہ ہے جس سے واجد علی شاہ کے اصلی حالات زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے قیمت عہ ر

**مکاتیب اکبر** - حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے خطوط جناب عزیز لکھنوی کے نام قیمت عہ

**النات اردو** - از خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی قیمت عہ

ملنے کا پتہ - انڈین بک ایجنسی لکھنؤ

# افرادِ تمثیل

**وینس کا ڈیوک۔**

**برابنیتیو۔** رکنِ مجلس۔

**دیگر اراکینِ مجلس۔**

**گریتیانو۔** برابنیتیو کا بھائی۔

**لوڈوویکو۔** برابنیتیو کا رشتہ دار۔

**اوتھیلو۔** ایک شریف مور۔ حکومت وینس کا ملازم۔

**کاسیو۔** اوتھیلو کا نائب۔

**ایاگو۔** اوتھیلو کا سابق نائب۔

**روڈریگو۔** وینس کا ایک شریف۔

**مونٹینو۔** اوتھیلو سے پہلے قبرس کا حاکم۔

**مسخرا۔** اوتھیلو کا ملازم۔

**دسدیمونا۔** برابنیتیو کی بیٹی اور اوتھیلو کی بیوی۔

**ایملیا۔** ایاگو کی بیوی۔

**بیانکا۔** کاسیو کی داشتہ۔

**ملاح۔ قاصد۔ نقیب۔ افسر۔**

**شرفا۔ سازندے۔**

**خدمتگار۔**

**منظر۔** وینس۔ بندرگاہ قبرس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# النّاظر

نمبر ۱۳۹ جلد ۲۴ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

## عَرَفتُ رَبّی بِفَسخِ العَزائِم

یکم اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو جبکہ تمام ہندوستان مین مسلمانون نے عام ہڑتال اور جلسے کرکے حکومت انگریزی سے "ترک تعاون" کا اعلان کیا تھا مین نے بھی ترک تعلق کے عنوان سے ایک مضمون لکھکر الناظر اور اوس کے متعلقہ کاروبار سے علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا چنانچہ اس مضمون مین مینے لکھا تھا کہ

"تحریک خلافت میں پر تقریباً ایک سال سے مسلمانان ہند کی تمام قوت و توجہ صرف ہورہی ہے اب ہمین اس منزل پر لے آئی ہے کہ محض زبان و قلم کی جنبش اور غلامانہ عرض و منت سے کام لینا کافی نہین بلکہ ہر اس شخص سے جو خلافت اسلامیہ کو زوال سے بچانا، اماکن مقدسہ کی حرمت برقرار رکھنا اور توحید کو تثلیث کی حکمبرداری سے آزاد کرانا چاہتا ہو، قربانی کا مطالبہ ہے مہاتما گاندھی کی سرکردگی مین ترک تعاون یا عدم اشتراک عمل کی جو تجویز اہل ملک کے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکے مخاطب تنہا وہی لوگ نہین ہین جو خطابات، اعزازی عہدون اور کونسل کی نشستون سے سرفراز ہین — یہ تو محض ابتدائی منزل ہے اس کے بعد کی منزلین اس سے زیادہ عمومیت لیے ہوے ہین — بلکہ اون لوگون پر جنھون نے تحریک خلافت کے متعلق ہر قسم کی جدوجہد جاری رکھنے کا حلف لے رکھا ہے نہایت عظیم الشان ذمہ داری اس طریقے سے عاید ہوتی ہے ۔ اپنے دوسرے احباب کے

متعلق اگرچہ مین کوئی رائے ظاہر کرنا مناسب نہین سمجھتا لیکن خود مین مجبور ہون کہ اب دوسرے مشاغل پر اپنی ہمت صرف کرنے سے قاصر ہون۔

خود را بشاہدی بپرستیم زین سپس
در راہ عشق جادۂ دیگر کنیم طرح "

اسی مضمون مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر تھا کہ آیندہ کے لیے اس کل کاروبار کے متعلق کیا کیا انتظامات تجویز کیے گئے ہین لیکن قبل اس کے کہ الناظر کا دوسرا پرچہ نئے اہتمام سے شائع ہو، ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو الناظر پریس سے پانچسو روپیہ کی ضمانت اس خطا پر طلب کی گئی کہ ۱۹۔ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء کو جو یوم خلافت منایا گیا تھا اوس کے لیے مساجد مین پڑھنے کی غرض سے ایک دعا اور وہ خلافت کمیٹی کے واسطے الناظر پریس نے چھاپی تھی۔ الناظر پریس مین ۱۹۔ مارچ کے بعد سے بہت سے اہم کاغذات تحریک خلافت کے متعلق چھپے تھے اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ گورنمنٹ صرف پانچ سو کی ضمانت پر اکتفا کرتی اور یہ امر میری استطاعت سے قطعًا باہر تھا کہ مین الناظر پریس کی طرف سے بیش قرار رقمین داخل کرتا اور اون کو ضبط ہو جانے دیتا اس بنا پر مجبورًا پریس کو بند کرنا پڑا۔ الناظر کے متعلق چونکہ حکومت کی طرف سے ایک بار کے سوا کبھی کسی قسم کا اعتراض نہین اوٹھایا گیا اس لیے مجھے امید تھی کہ کسی دوسرے مطبع سے اوس کی اشاعت کا انتظام بہ آسانی ہو جائیگا خصوصًا جبکہ جدید انتظام کے ماتحت الناظر ایک ایسے شخص کے سپرد کیا گیا تھا جس کے دامن پر سیاسیات مین حصہ لینے کا کوئی داغ موجود نہ تھا۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے مل کر مین نے چاہا کہ دوسرے مطبع مین چھاپنے کا ڈیکلریشن داخل کرنے کی اجازت حاصل کر لی جائے۔ مگر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب سے جس دن ملاقات کی نوبت آئی اوس سے غالبًا دو روز قبل مسٹر ولوبی ڈپٹی کمشنر کھیری کے قتل کا واقعہ پیش آچکا تھا اور اس سبب سے تمام اینگلو انڈین حکام صوبہ کی طرح صاحب موصوف بھی اس واقعہ سے حد درجہ متاثر تھے اس تاثر کے باعث اونھون نے صاف صاف کہدیا کہ بغیر ضمانت داخل کیے الناظر کو کسی دوسرے مطبع مین چھاپنے کی بھی اجازت نہ دی جائیگی۔ اسی ملاقات مین مجھ پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ یکم اگست سنہ ۲۰ء کو رفاہ عام کے عظیم الشان جلسے مین جو نامکمل تقریر مین نے ترک موالات کی تجویز پیش کرتے ہوے کی تھی، اوسکی بنا پر مجھپر مقدمہ چلایا جائیگا۔ ان حالات مین الناظر کو بند کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

الناظر اور الناظر پریس دونون کو بند کر کے کانگریس مسلم لیگ و خلافت کانفرنس کے خاص اجلاسون کی شرکت

کے لیے کلکتہ چلا گیا اور سابقہ تہیہ کے بموجب جس کا حوالہ مضمون ترک تعلق ہے آخر مین دیا گیا تھا وہین سے مہاتما گاندھی کے ساتھ شریک سفر ہو جانا چاہیے تھا مگر جب مہاتما جی سے گفتگو آئی تو اون کی راے سے عزم سفر ملتوی کر کے مجھے لکھنؤ واپس آنا پڑا جہان ۲۹-ستمبر کو زیر دفعات ۱۲۴ الف- ۱۵۳ الف و ۵۰۰ میری گرفتاری عمل مین آئی اور تقریباً تین ہفتے تک حوالات مین رہنے کے بعد ۲۳- اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دو سال کی سزا پا کر فتح گڈھ سنٹرل جیل مین پہونچا دیا گیا-

زندانِ فرنگ کے مشاہدات و تجربات کا مفصل تذکرہ ہر چند کہ بجاے خود دلچسپی و سبق آموزی سے خالی نہین مگر مضمون ہذا سے غیر متعلق ہونے کی بنا پر یہان نظر انداز کیا جاتا ہے- البتہ اس موقع پر صرف اتنا عرض کر دون گا کہ علاوہ دیگر ذرائع کے لیڈر اور ہمدم دو روزانہ اخبارون کے مطالعے سے واقعات و حالات برابر معلوم ہوتے رہتے تھے اور جو تبدیلیان وقتاً فوقتاً صورت حال مین واقع ہوتی رہین- نیز خود دوران اسیری مین جو اثرات میری رفتار ذہنی، صحت جسمانی اور قواے عمل پر پڑے اون سب کو ملحوظ رکھ کر ضروری ہوا کہ آیندہ زندگی کے نظام عمل پر از سر نو غور و خوض کیا جاے- گذشتہ تجربات نے اگرچہ بخوبی یہ امر عیان کر دیا تھا کہ عنان زندگی جس کے قبضہ و اختیار مین ہے تمام انسانی عزائم اوسی کی مرضی مطلق کے تابع ہین اور اس لحاظ سے حقیقتاً مستقبل کے بارہ مین کچھ سوچ بچار فضول تھا تاہم بتقاضاے فطرت رہائی سے چند ماہ قبل شبانہ روز یہی فکر دامنگیر رہنے لگی اور بالآخر جب یکم جولائی ۱۹۲۲ء کو مین جیل خانے سے باہر نکلا تو بزعم خود ایک مکمل نظام عمل ساتھ لایا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اس تمام کاروبار سے قطع نظر کر کے مجھے ہمہ تن کھدر کی ترویج مین منہمک ہونا چاہیے- کہ ترک موالات کے موجودہ تعمیری نظام عمل مین میرے نزدیک یہی سب سے اہم مفید اور زود اثر شق تھی جس پر اپنے حالات و خیالات موجودہ کی بنا پر مین اپنی ساری ہمت و توجہ صرف کر سکتا تھا

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ایک طرف تو باوجود فکر و تلاش کوئی شخص ایسا نہ ملا جو اس بار عظیم سے مجھے سبکدوش کرنے پر آمادہ ہوتا دوسری طرف تھوڑے ہی دنون کے تجربے سے یہ اندوہناک حقیقت منکشف ہوئی کہ جن احباب کے ساتھ مل کر اسیری کے قبل کام کیا جا رہا تھا اونھین اس قسم کے تعمیری کام سے حقیقتاً و عملاً کوئی دلچسپی نہ تھی- اگر صرف کاروباری مشکل حائل راہ ہوتی تو شاید مین کھدر کی خاطر اسے بھی گوارا کر لیتا کہ کاروبار کو کلیتہً بند کر دیا جاے اور اوس صورت مین زبان اردو کی خدمت کا جو سلسلہ اس کے ذریعے سے جاری ہے وہ یقیناً

کرتا ہون کہ اس کا مقصود اظہار حقیقت سے زیادہ خود اپنے جذبۂ انتقام کا مظاہرہ تھا۔ اس لیے مین دلی افسوس کے ساتھ اس عبارت کو واپس لیتا اور جناب راجہ صاحب کی خدمت مین عذر خواہی کرتا ہون۔ امید ہے کہ جناب ممدوح اسے قبول فرما کر مجھے رہین منت بنائین گے۔

میرے ایک نہایت ہی عزیز و محترم دوست نے جن کی رایون کو مین ہمیشہ بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہون اوسی زمانے مین مجھے اس لغزش کی طرف توجہ دلائی تھی مگر اوس وقت مجھے اپنی غلطی محسوس نہین ہوئی ورنہ اب سے بہت پیشتر اعتراف کر لیا جاتا۔ خدائے کریم سے دعا ہے کہ اپنے رحم و کرم سے اس قصور کو معاف فرمائین اور اس قسم کی نفسانیتون سے ہمیشہ محفوظ رکھین۔ آمین ثم آمین

ظفر الملک

# ماہ گذشتہ

دسمبر کی مجلس آرائیون کا مرکز اب کی صوبہ بہار کا مشہور مقام گیا تھا۔ جو گوتم بدھ کی عظیم الشان شخصیت سے نسبت تاریخی رکھنے کی وجہ سے برادران ہنود کا ایک نہایت ہی مقدس معبد گاہ ہے۔ کانگریس جمعیتہ العلما اور خلافت کانفرنس کے علاوہ تقریبًا تیس اور مجلسون کے سالانہ اجلاسون کی شرکت کے لیے ہزارون اشخاص تمام اقطاع ہند سے جمع ہوے تھے اور شہر کے باہر دریا کے کنارے ایک وسیع و ویران قطعہ پر سواراج پوری، حریم شریعت اور خلافت آباد کے نام سے جو آبادیان ان تینون مجالس کے شرکا کی بسائی گئی تھین اون سے ایک بڑے میلہ کی سی چہل پہل تھی جس سے ہر شخص نے بقدر ذوق واستطاعت لطف حاصل کیا۔ صوبۂ بہار مین اس سے پیشتر کبھی اتنا بڑا قومی اجتماع نہین ہوا اس لیے منتظمین کو اہتمام وانتظام مین گوناگون مزاحمتون اور دشواریون کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ پس اگر بعض امور مین اون سے کوتاہی ہوئی ہو یا زائرین قومی کو کبھی کبھی تھوڑی سی زحمت برداشت کرنا پڑی ہو تو اوسپر تعجب اور غصہ نہ کرنا چاہیے۔ خلافت آباد کی صاف اور ستھری فضا کے رہنے والون کو یقینًا شکایت کا موقع نہین۔ حریم شریعت کی عروسانہ آرائشین ممکن ہے کہ علماے مقدسین کی ثقاہت وسادگی کے منافی پڑتی ہون لیکن منتظمین کے حسن انتظام اور مذاق لطیف پر ضرور دلالت کرتی ہین اور جب اسی کے ساتھ اس واقعہ کو پیش نظر رکھا جاے کہ جملہ مہمانان حریم شریعت کو برابر بلامعاوضہ مرغن اور لذیذ کھانے کھلاے گئے تو میزبانان بہار کی فیاضانہ مہمان نوازی مین کوئی کسر باقی نہین رہتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ مہمانون کے رخصت ہوجانے پر خود میزبانون کے ہمسایہ یہ کہکر حق شماتت ادا کررہے ہون کہ

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

سواراج پوری مین نہ تو خلافت آباد جیسی صفائی تھی نہ حریم شریعت کا سا ٹھاٹھ۔ لیکن لیلاے قومیت کے دیوانون کی پر شور نالہ زنی کی بدولت حقیقی زندگی کے آثار یہین نمودار تھے۔ سردی کی راتون مین نصف شب تک دریا کے کنارے کھلے میدان مین جمع ہوکر قومی لیڈرون کی تقریرین سننا کوئی آسان کام نہین مگر سواراج کے شیدائیون کی جماعت کثیر کے لیے یہ ایک معمولی بات تھی اور ہمارے قومی لیڈرون

ہمت و سرگرمی لائق صد آفرین ہے کہ دن بھر کمیٹیون اور مشورہ کے جلسون مین مصروف بحث و گفتگو رہنے کے بعد بجاے اس کے کہ تھک کر طالب آرام ہوتے راتون کو اوس سے زیادہ چاق و چست نظر آتے اور اپنی دھوان دھار تقریرون سے کانگریس کے نمایندون کو مستفیض کرتے تھے۔

داخلۂ کونسل یا یون کہیے کہ شرکت انتخاب کے مسئلہ نے ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا اور کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہونے کے وقت سے کارکنان کانگریس کی جمعیت کثیر حصول سوراج کی تمام عملی کوششون سے فارغ ہو کر ہمہ تن اس فروعی بحث مین منہمک تھی۔ اجلاس کانگریس کے موقع پر بھی جملہ نمایندون، کارکنون اور قومی لیڈرون کی توجہ اسی پر صرف ہوتی رہی۔ کانگریس کے علاوہ جمعیۃ العلماء اور خلافت کانفرنس کے شرکا مین بھی نمایان اصحاب کار اسی جنگ زرگری مین مشغول رہے۔ اور چونکہ جمعیۃ العلمار کا اجلاس کانگریس اور خلافت کانفرنس کے جلسون سے پہلے شروع ہو گیا تھا اس لیے حامیان کونسل کو پہلا مورچہ یہین جمانا پڑا۔

علماے مقدسین کی مقتدر مجلس مین اگرچہ صرف محدود اور خاص قابلیتون کے اصحاب شریک ہو سکتے ہین تاہم اُس کی کارکن جماعت مین طبقۂ علمار کے بعض بزرگ اور نیز چند غیر عالم اصحاب ایسے موجود تھے جو کانگریس یا خلافت کانفرنس کے سیاسی اکھاڑے کے پورے مرد میدان ہین۔ اور ان کی بدولت جمعیۃ العلمار کو اس مسئلے کے تصفیہ مین کافی کشمکش مین مبتلا ہونا پڑا۔

مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا سید سلیمان ندوی ایک طرف کوشان تھے کہ جمعیۃ العلماء داخلۂ کونسل اگر نہین تو کم از کم شرکت انتخاب کی موافقت مین فیصلہ صادر کرے۔ اور ان کوششون کی رہنمائی وہ بزرگ قوم فرما رہے تھے جن کی مسیحا نفسی پر ملک کے ہندو مسلمانون کا اتفاق ہے اور جنھین مہاتما گاندھی نے چلتے وقت گویا اپنا وصی و جانشین قرار دیا تھا۔ مولانا آزاد سبحانی دوسری طرف ساعی تھے کہ کونسل اور شرکت انتخاب کا دروازہ جمعیۃ العلمار کے فتوے سے مسلمانون پر یک قلم مسدود ہو جائے کہ یہی مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات کا اصلی منشا تھا۔ صدر جمعیت العلمار جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی اور مولوی عبد الرؤف صاحب دانا پوری صدر مجلس استقبالیہ دونون کی رائین اون کے صدارتی خطبون سے ظاہر ہو چکی تھین اور اون کا رجحان فریق اول کے موافق تھا لیکن بالآخر جب جمعیۃ العلمار نے فتوے صادر کیا تو وہ فریق ثانی کی خواہشات کے عین مطابق تھا۔ گو اتنی

کسر باقی رہ گئی کہ جمعیت کی تجویز مین شرکت انتخاب و داخلہ کونسل حرام یا ناجایز قرار پانے کے بجاے صرف ممنوع کہا گیا۔

جمعیت العلما کے فیصلے نے مسئلۂ کونسل کا وہی حشر کیا جو جرمن کے ساتھ برق کیا کرتی ہے۔ حامیان کونسل کے غم و غصہ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کانگریس کمیٹی مین اس مسئلے پر بحث ہو رہی تھی اور صدر کانگریس نے بعض مسلمانون کو اظہار خیال کی دعوت دی تو ہمارے ایک دوست جو بیرسٹری کی قربانی چڑھا چکے ہین آپے سے باہر ہو گئے اور اُنھون نے اس بُری طرح جمعیت العلما کے طرز عمل سے اپنی بیزاری ظاہر کی کہ ہندو لیڈرون تک کو اونھین ملامت کرنا پڑی ہمین جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو دلی صدمہ ہوا مگر در اصل بچارے بیرسٹر کا اس مین زیادہ قصور نہین ہے۔ عام طور پر ہمارے تمام سیاست دان دوست یہ چاہتے ہین کہ علما اور جمعیۃ العلما دونون اون کے اشارہ ہاے انگشت پر کام کرتے رہین تا کہ جب کبھی اون کو عامۃ المسلمین پر اثر ڈالنے یا غیرون کا منہ بند کرنے کے لیے فتوون کی ضرورت ہو تو یہ حضرات تعمیل ارشاد کر دیا کرین اور مجلسی و اجتماعی کامون سے علما کی رزہ نیہ علیحدگی اپنے منصب جلیلہ کے دشوار واہم فرایض سے اون کی یکسر بے پروائی اور مختلف الخیال علما کی باہمی جنگ آرائی کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ قوم و ملت کی رہنمائی و رہبری کے اصلی مستحق و سزاوار ہونے کے باوجود اون کے بجاے دوسرون کے ہاتھون مین قوم کی باگ چلی جاے۔

غنیمت ہے کہ اس نازک وقت مین جمعیۃ العلما نے اپنا حق ادا کر دیا اور بعض اصحاب کی خواہش کے مطابق تصفیہ کو کانگریس اور خلافت کمیٹی کی راے پر نہین اوٹھا رکھا۔

کانگریس کے نمایندون پر بھی اس فیصلے کا بہت اثر ہوا گو مسلمان حامیان کونسل نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو یہ باور کرانا چاہا کہ جمعیۃ العلما کی یہ تجویز مسلمانون کے لیے واجب العمل نہین ہے۔ کانگریس کمیٹی اور پھر اجلاس کانگریس نے اگرچہ کثرت راے سے شرکت انتخاب کونسل کی تحریک کو مسترد کر دیا لیکن افسوس ہے کہ حامیان کونسل کی اقلیت نے اوس کو قبول کرنے کے بجاے اوس سے ناراض ہو کر ایک نئی پارٹی کی بنیاد قائم کر دی جس کا نام کانگریس خلافت سوراج پارٹی ہے۔ اعتدال پسندون اور آزاد خیالون کی کانگریس سے علیحدگی نے متحدہ قومیت کو جس قدر نقصان پہونچایا تھا اوس سے زیادہ اس نئی پارٹی کے قیام سے مضرت پہونچنے کا اندیشہ ہے اس لیے کہ اب کارکنان کانگریس کی ساری قوتین کسی نظام عمل

کی تکمیل پر صرف ہونے کے بجاے تمامتر باہمی زور آزمائی مین مشغول رہین گی۔ معتدلین اور اون سے زیادہ دفتری اقتدار کے حاملین اب تک جس چیز کے مقابلے سے گھبراتے تھے وہ ہمارا باہمی اتفاق تھا اس کا خاتمہ ہو جانے کے بعد اون کی مشکلات خود بخود رفع ہو جاتی ہین۔

مسئلہ کونسل کے بعد سب سے زیادہ اہمیت جس تجویز کو اجلاس کانگریس مین حاصل تھی وہ انگریزی مال کے مقاطعہ کی تجویز تھی۔ کانگریس کمیٹی مین یہ تجویز اگرچہ تھوڑی کثرت راے سے منظور ہو گئی تھی مگر اجلاس عام مین کامیابی نہ ہوئی۔ کانگریس کی تاریخ مین یہ ایک غیر معمولی واقعہ سمجھا جاتا ہے اور چونکہ اس تجویز کی حمایت وہی فریق کر رہا تھا جو کونسل کے مسئلے مین کمال درجہ غلو رکھتا ہے اس لیے اس حادثے کا خاص اثر اس پر ہوا جس کے بعد اوسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ہوا کا رخ کس طرف ہے اور مہاتما گاندھی کے مرتب کردہ نظام عمل کی حمایت کرنے والون کو باقی ماندہ تجاویز کے بارے مین کسی شدید مخالفت کا اندیشہ نہ رہا۔ کانگریس کے اجلاس کا زمانہ پہلے تین دن تھا۔ کلکتہ مین پانچ دن رہا اور اب کے پورے چھ دن صرف ہوے جن مین سے صرف ایک دن عام اجلاس نہین ہو سکا۔ اور حسب معمول جلسۂ آل انڈیا کانگریس کمیٹی ان ہر دو تجاویز پر تقریباً چار روز تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ بقیہ تجاویز مین سے خاص اہمیت کی یہ تجویز تھی کہ ملک کو سوراج قربانی کے لیے تیار کرنے کی غرض سے پچاس ہزار رضاکار ربا مندی اقرار نامہ و شرائط احمد آباد اور پچیس لاکھ روپیہ فراہم کیا جاے۔

مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات تقریباً تین سال سے اہل ملک کے سامنے ہے۔ اور پورے دو سال تک وہ اخبار ینگ انڈیا مین بذریعہ تحریر اور کثیر التعداد جلسون مین بذریعہ تقریر اپنے خیالات، اصول کار اور مصالح کی توضیح فرماتے رہے مگر ملک مین کے چند اصحاب ایسے شمار کیے جا سکتے ہین جنھون نے پوری طرح اوس کو سمجھا اور دل سے اوس کو قبول کیا ہو۔ ۲۴ فروری کے جلسۂ آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقدہ دہلی کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوے مہاتما جی نے خود نہایت مایوسانہ الفاظ مین اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا اور اس وقت جو صورت حال درپیش ہے اوس سے سواے اس کے کوئی دوسرا نتیجہ نکالا ہی نہین جا سکتا۔ اسکے یہ معنے نہین کہ نفس تحریک غلط یا ناقابل فہم و عمل ہے جیسا کہ بدنصیبی سے ایک جماعت کا خیال ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تہذیب مغربی کے تصادم و تشبہ سے خود ہمارے اندر جو خرابیان پیدا ہو چکی ہین وہ ایک دو سال کے جد و جہد سے اصلاح پذیر ہونے والی نہ تھین اس لیے باوجود اون تمام قربانیون کے

جو اہل ملک نے گذشتہ دو سال کے اندر کین کچھ تعجب کا مقام نہین کہ ہنوز منزل بہت دور ہے۔

جو لوگ آج حامی کونسل کہے جاتے ہین یہی سب حضرات بعض مستثنیات کے سوا کلکتہ کانگریس مین مہاتما جی کی تحریک ترک موالات سے مخالفت پر اپنی متحدہ قوت صرف کر رہے تھے۔ لیکن جب کانگریس نے کثرت رائے سے اوس تحریک کو قبول کر لیا تو ان حضرات مین سے اکثر نے مہاتما جی کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پندرہ مہینے کی مختصر مدت مین اس سرے سے اوس سرے تک سارا ملک بیدار ہو گیا۔ کاش اس وقت بھی یہی یکجہتی قائم رہتی تو اگرچہ ہم مہاتما جی کی رہنمائی سے محروم تھے مگر اس بیداری عام سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش مین کامیابی کی زیادہ اور یقینی امید ہو سکتی تھی۔ لیکن تفرق و نااتفاقی کی صورت مین بجز اس کے کہ حرمان و مایوسی حاصل ہو کیا امید کیجا سکتی ہے۔

ملک کی سب سے بڑی قومی مجلس کے سرآوردہ رہنماؤن کے درمیان اس قسم کا اختلاف پیدا ہونا ممکن ہے کہ بعض علماے سیاست کے نزدیک ہماری قوت و توانائی کا ثبوت اور ہمارے بالغ و راشد ہونے کا لازمہ ہو مگر واقفان کار اور نظر بازان حال کے لیے یہ نکتہ شناسی و عقل آرائی بمشکل قابل قبول ہو سکتی ہے اور اگرچہ ہمین یہ یقین کامل ہے کہ جس طرح بعض دانایان رموز سیاست کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت نہ ہوئی کہ ۱۹۲۲ء مین کانگریس کی قبر تیار ہو جائیگی۔ یا مہاتما گاندھی کنج گمنامی مین دفن ہو جائینگے اوسی طرح ۱۹۲۳ء مین کانگریس کے پاش پاش ہو جانے یا مسٹر راجا گوپال چاری کے رزمگاہ سیاست سے رخصت ہو جانے کی جو امیدین قائم کی گئی ہین وہ بھی بار ور نہ ہونگی۔ تاہم اس مین کچھ شبہہ نہین کہ ملک کے فلاح و بہبود اور قوم کی ترقی و نشو و نما کے لیے یہ اختلاف و انتشار حد درجہ خطرناک و مہلک ہے۔

جن اصحاب نے کلکتہ مین مہاتما جی کے نظام عمل سے اختلاف رکھنے کے باعث کانگریس سے علٰحدگی اختیار کر لی اور پھر ماڈریٹ (اعتدال پسند) یا ڈیماکریٹ (جمہوریت پسند) بنکر حکومت کی کونسلون مین شرکت پسند فرمائی اون کی جدائی سے اس نظام عمل کو کچھ کم نقصان نہین پہونچا جس کی بنا پر مہاتما جی نے ۱۹۲۰ء کے اندر بار بار [illegible] قومی تحریک مین شرکت کی دعوت دی۔ پھر بھلا اس کی کیا توقع ہو سکتی ہے کہ خود کانگریس کے کارکنون مین کشمکش پیدا ہو جانے کے بعد اوس کی تکمیل ممکن ہوگی۔

اگر مہاتما جی کی تحریک پر اون اصحاب کو اعتماد باقی نہین رہا [illegible] اون کے مخالف تھے اور اب بھی قولاً اگر نہین تو عملاً اوس کی بربادی کا سامان کر رہے ہین [illegible] یہ تھا کہ وہ صاف طور پر اوس سے

انحراف کا اعلان کر دیتے مگر خدا معلوم اس مین کیا مصلحت اندیشی ہے کہ ایک صاحب بھی کھل کر اپنا یعلون ظاہر نہین فرماتے ۔ بلکہ برخلاف اس کے یہ باور کرانے کی کوشش ہے کہ وہ اب تک اونھین کے نظام عمل پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہین اور اوسی کی تکمیل کے لیے یہ سب سازوسامان ہو رہا ہے ۔

راجا گوپال چاری صاحب کو اگرچہ اپنی خاموش اور فقیرانہ زندگی کے باعث یہ امتیاز حاصل نہین کہ مہاتما گاندھی کی طرح سارا ملک اون کا رتبہ شناس ہو لیکن جن لوگون نے ینگ انڈیا مین اون کی تحریرین دیکھین اور کانگریس مین اون کی تقریرین سنین وہ بخوبی اس بات کا اندازہ کر سکتے ہین کہ مہاتما جی کے بعد اگر کوئی شخص اون کی تحریک کی حقیقی رہنمائی کر سکتا ہے تو مدراس کا یہی مرد ضعیف و بیمار ہے ۔ اس لیے کہ اس مین ذرا شک وشبہ نہین کہ اونھون نے نہ صرف مہاتما جی کے طرز تحریر اور انداز تقریر کے اتباع کامل مین حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے بلکہ اون کے فلسفۂ اخلاق اور ضابطۂ کار کو بھی بدرجۂ اتم قبول کرنے مین وہ پوری طرح کامیاب ہوئے ہین ۔

کانگریس مین تفریق پیدا ہونے کا جو اندیشہ تھا اوس کو حتے المقدور ٹالنے کے لیے بعض رہنمایان ملک نے بخیال خود مفاہمت کی راہین نکالنا چاہین مگر اون کی تجاویز کثرت راے سے مسترد ہو گئین لیکن جب تک کہ نئی پارٹی عالم وجود مین نہین آئی تھی گمان غالب یہ ہے کہ تفرقہ کی حقیقی نوعیت اور اوس کے اثرات بد کی پوری اہمیت لوگون نے محسوس نہین کی تھی اب کہ یہ بلا سر پر آگئی ہے یہ توقع شاید بعید از قیاس نہین کہ کانگریس کی قلیل و کثیر دونون جماعتون مین از سر نو راہ مفاہمت کی تلاش کا خیال پیدا ہو۔ اور ایسی صورت مین کہ جدید پارٹی اپنے پیش روون کے مانند کانگریس کی وابستگی دامن سے بے نیازی کا اظہار نہین کرتی تمنا ہے کہ مردان سیاست مین سے کسی نکتہ رس کو ایسا نقطۂ اتصال ہاتھ آجاے جو آخر کار دونون جماعتون کو متحد کرنے مین کامیاب ثابت ہو۔ گو جہان اصولی اختلافات درپیش ہون سمجھوتہ کی امید کرنا عبث ہے ۔

مسٹر سیس مل کی اس راے کو حامیان کونسل کے اکثر نمانے کے لیے تیار تھے کہ مسئلۂ کونسل کی بحث کو سردست تین ماہ تک ملتوی رکھا جائے اور اس مدت مین سب لوگ متفق ہو کر بردولی کے مجوزہ نظام عمل پر کار پرداز ہون اور بعد ازان اجلاس خاص منعقد کر کے کانگریس سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرائین ۔ کانگریس کی تجویز متعلقہ سول نافرمانی مین چار ماہ کی مدت اس مقصد کے لئے رکھی گئی ہے کہ اوس کے

اندر پچاس ہزار رضاکار اور پچیس لاکھ روپیہ فراہم ہو جاے۔ اب اگر دونون فریق متحد ہو کر اسکے لیے سعی کرین اور کامیاب ہو جائین تو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ پھر کونسل کی طرف رخ بھی کیا جاے اس لیے کہ سول نافرمانی کے مقابلے مین کوئی تارک موالات کونسل کو لایق التفات نہین سمجھتا اور دخلۂ کونسل کی سب سے بڑی وجہ یہی ظاہر کی جاتی ہے کہ سول نافرمانی کے لیے راہ مسدود ہے۔ لیکن خدانخواستہ دونون کی متحدہ مساعی کے باوجود بھی یہ مدعا حاصل نہو تو اوس وقت بھی شرکت انتخاب کونسل کے لیے کافی وقت مل سکتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس جدید ناکامی کے بعد موجودہ مخالفین کونسل مین سے بہت سے اور اصحاب کونسل کی حمایت پر آمادہ ہو جائین جس سے موجودہ اکثریت اقلیت مین بدل جائے کہا جائیگا کہ کانگریس کے فیصلہ کی موجودگی مین یہ صورت مفاہمت کی نہین بلکہ جماعت قلیلہ کے لیے ایک زینہ تنزل کرنے اور اکثریت کے مقابلے مین گویا سر نیاز جھکانے کے برابر ہے لیکن ایسی صورت مین کہ حامیان کونسل کے اصول کو اس سے کوئی صدمہ نہین پہونچتا ملکی آزادی اور قومی سرفرازی جیسے اعلیٰ اور بلند مقاصد کے لیے اقلیت کی جانب سے اکثریت کی خاطر یہ کوئی بڑی قربانی نہین کہی جا سکتی۔ اگر حقیقت مین حامیان کونسل ترک موالات کے نظام عمل سے قطعًا بیزار ہو کر اس بہانے اوس سے اپنا پیچھا نہین چھڑانا چاہتے۔

مفاہمت کی ایک دوسری صورت یہ زیر بحث تھی کہ کونسل کے معاملے مین صوبجات کو آزادی عمل حاصل رہے اور حامیان کونسل اسے ماننے کو بھی تیار تھے مگر اکثریت نے اسے مسترد کر دیا لیکن اگر ایک مقتدر اقلیت کی راے کا احترام کر کے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کسی ایک صوبہ کو کانگریس کی منظور شدہ تجویز پر عمل کرنے کے لزوم سے مستثنےٰ کر کے اس بات کی اجازت دیدے کہ وہان کے کارکنانِ کانگریس انتخابات کونسل مین شریک ہون تو اگرچہ وہ صوبہ ایک بڑی حد تک کانگریس کے نظام عمل پر کاربند ہونے سے محروم رہیگا لیکن دونون طرقِ کار کے عملی نتایج کا موازنہ کرنے کا جو موقع اس طور پر کل اہل ملک کو حاصل ہوگا۔ وہ یقینًا خالی از منفعت نہین۔ اور جن لوگون کو ترک موالات کے موجودہ نظام عمل پر اعتماد کلی ہے اونھین توقع کرنا چاہیے کہ ایک صوبہ کا تجربہ ہونے کے بعد انشاء اللہ دوسرے صوبجات کے ارباب کار پھر کونسلوں کا نام بھی نہ لین گے۔ اور چونکہ باقی ماندہ تمام صوبجات مین کانگریس کے منظور کردہ نظام عمل پر ساتھ ہی ساتھ دونون جماعتون کی متحدہ کوششین صرف ہوتی رہین گی اس لیے امید ہے کہ جو نتایج مترتب ہون گے وہ

حامیان کونسل کے جذبات یاس کو امید کامرانی مین بدل دینے والے ثابت ہونگے۔ بےشبہہ سارے ملک مین یکسان قوت و توجہ سے ایک ہی نظام عمل کی تکمیل کے لیے کوشش کرنے سے جو شاندار نتائج پیدا ہو سکتے ہین اون مین کسی ایک صوبہ کی علحدگی سے بھی تھوڑا نقص واقع ہوجائے گا لیکن رہنمایان و کارکنان کانگریس کے درمیان جو شدید اختلاف رونما ہے اوسکا سدباب کرنے اور اوسکے مضر نتائج سے بچنے کے لیے یہ خرابی ناقابل برداشت نہ ہونا چاہیے بشرطیکہ جدید پارٹی کے رہنما اکثریت کی اس قربانی کو بنائے مفاہمت قرار دیکر خلوص و سرگرمی کے ساتھ دیگر تمام صوبجات مین کانگریس کے نظام عمل کی تکمیل کے لیے سعی فرمانے پر آمادہ ہوجائین۔

مہاتما گاندھی کے زیر اثر آنے کی وجہ سے کانگریس اب دو سال سے سرتاپا کھدر مین ملبوس ہوتی ہے۔ اور اسی کی برکت سے کانگریس کے اندر زمین پر نشست کا انتظام بھی کیا جاتا ہے جس سے علاوہ اس کے کہ پنڈال مین نشست کے لیے گنجایش خوب پیدا ہوتی ہے ایک ضمنی فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ کرسیون کی کھڑ کھڑ سے نجات مل گئی اور اب مقررین کی تقریرین پہلے سے زیادہ آسانی سے سنی جاسکتی ہین گو اس دفعہ کانگریس کا پنڈال اچھا نہ بننے کی وجہ سے اونکو شکایت پیدا ہوئی۔ ان فوائد کے ساتھ ساتھ اون لوگون کے لیے جو نعلین در نعلین پر عمل نہ کرسکے جوتون کی تلاش مین کافی زحمت کا سامنا تھا۔ لیکن مشرقیت کے اس اہتمام کے باوجود یہ امر قابل لحاظ ہے کہ پنڈال کے اندر جس قدر کتبے آویزان تھے اونکی تعداد کثیر انگریزی زبان مین تھی۔ ہوا خواہان اردو کو اس بات کی شکایت کا بجا حق حاصل ہے کہ پنڈال بھر مین اردو کا ایک کتبہ بھی نہ تھا حالانکہ ہندی کے بہت کتبے موجود تھے منتظمین اجلاس کانگریس کو حتے الامکان یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ جملہ صوبجات کے باشندون کو جس طرح کانگریس مین نمایندگی کا حق حاصل ہے اسی طرح جملہ صوبجات کی زبان کو پنڈال کے اندر نمایندگی کا موقع رہے اور اردو جیسی مشترک زبان کو تو اس بارہ مین سب پر فوقیت ہونا چاہیے

کانگریس مین ہمیشہ کی طرح اب کے پردہ نشین خواتین کے لیے ایک بالاخانہ الگ بنا دیا گیا تھا مگر اس صورت مین کہ پردہ نہ کرنے والی خواتین کے لیے صدر کے چبوترہ سے بالکل ہی قریب نشست کی گنجایش رکھی گئی تھی اس بالاخانے کے دروازے پر یہ کیون نہ لکھ دیا گیا کہ یہ پردہ نشینون کے لیے مخصوص ہے کہ اس مخلوط انتظام کے باعث کبھی کبھی چلمنین اولٹ جاتی اور بے پردگی ہوجاتی تھی۔

کانگریس کے جلسے عموماً ایک بجے سے شروع ہوکر مغرب کے بعد ختم ہوتے تھے جس کی وجہ سے اون مسلمانون

کے لیے جو فریضۂ نماز کو شرکت کانگریس سے مقدم جانتے ہین کافی دشواری پیدا ہوتی تھی۔ اول تو جلسے سے بار بار اوٹھنے اور سیکڑون آدمیون کے درمیان سے گذر کر نکلنے مین اہل جلسہ کی یکسوئی اور جلسہ کے سکون مین خلل پڑتا تھا۔ دوسرے بہت سے مسلمان اس ضرورت سے اوٹھ جانے کے باعث تقریرون کے بعض ضروری حصون کے سننے سے محروم رہتے تھے اور ایسے اصحاب کی بھی کمی نہ تھی جو کانگریس کی دلچسپیون مین منہمک ہوکر اپنے اہم ترین فرض کی ادائی سے قاصر رہتے تھے۔ اس لیے اگر آئیندہ سے کانگریس کا وقت اجلاس ۹ بجے سے ۲ بجے تک رہا کرے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ خلافت کانفرنس کے جلسے اوس صورت مین شب کو بآسانی ہوسکتے ہین۔ نیز کانگریس پنڈال کے احاطے مین نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ مخصوص کی جائے اور وہان ضروری سامان وضو و نماز مہیا کیا جائے۔

خلافت کانفرنس کا اجلاس کئی حیثیتون سے خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ترکون کی کامرانیون نے جہان مسلمانان ہند کو سالہا سال کے بعد مسرت و شادمانی سے ہم کنار ہونے کا موقع بخشا وہان حکومت قسطنطنیہ اور سلطان وحید الدین کے عزل و فرار اور لوزان کانفرنس مین اتحادیون کی روش سے نئی پیچیدگیون مین مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا کردیا تھا۔ اس بناپر توقع تھی کہ خلافت کانفرنس مسلمانونکی رہنمائی کے لیے حالات موجودہ پر لحاظ رکھکر سال رواں کے لیے اپنا نظام عمل مرتب کریگی۔ مگر عبرت و حسرت کا مقام ہے کہ اتنی ٹھوکرین کھانے پر بھی مسلمان نہین چونکتے۔ خلافت کانفرنس کی تجاویز کی ترتیب کا کام موجودہ دستور کے مطابق مجلس مرکزیہ خلافت کے متعلق تھا لیکن اوس کی قوتین بجاے اسکے کہ اس اہم ضرورت پر صرف ہوتین تمامتر نہایت ناپاک باہمی نزاعون پر رائگان ہوتی رہین۔ کئی مہینے پیشتر سے مجلس مرکزیہ کے مالی انتظام، روپیہ کے صرف بیجا اور بعض کارکنان مجلس پر قومی جرائد مین نکتہ چینیان ہورہی تھین جسکے جواب مین جماعت متصرفین کے ہم نوا مختلف تحریرون اور جلسون کے ذریعہ خاص خاص نقادون پر اعتماد رکھنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ مجلس مرکزیہ کے گذشتہ اجلاس دہلی مین خود اوس مجلس کے اندر ایک جماعت نے علم بغاوت بلند کیا جسکی بدولت دفتر بمبئی کی جانچ پرتال کے لیے ایک کمیشن مقرر ہوا۔ اس کمیشن نے جو رپورٹ مرتب کی وہ بعد مین کلکتہ کے جلسے مین پیش ہوئی لیکن ارباب حل و عقد کی راے مین وہ اس درجہ شر انگیز تھی کہ اوسکی تمام کاپیان تلف کردی گئین۔ مگر اصلاح طلب جماعت کو اس سے بھی تسکین نہ ہوئی اور مسودات سابقہ کی مدد سے اونھون نے پھر ایک رپورٹ مرتب کرکے گیا مین پیش کی جس پر کئی دن تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ اس مباحثے کے دوران مین دو باتین اچھی طرح سے واضح ہوگئین۔ اول یہ کہ

موجودہ عہدہ داران مجلس مرکزیہ کے درمیان اتحاد عمل کے بجاے نہایت شدید ذاتی اختلافات ہین جنکی اصلاح نہ ہونے کی صورت مین ناممکن ہے کہ مجلس خلافت کا کام قابل اطمینان طریقہ پر انجام پا سکے اور دوم یہ کہ مجلس خلافت کا گذشتہ نظم و نسق حد درجہ گندہ رہا جس کی بنا پر قطعًا ناممکن ہے کہ باہوش مسلمانون کو آیندہ مزید مالی امداد رسانی کی ہمت ہو۔ بدبختی سے ہم ہندوستانیون کے عمومًا اور مسلمانون کے خصوصًا اخلاق ایسے بگڑ گئے ہین کہ ہماری جس مجلس کا حال دیکھیے وہان اور طرح طرح کی ابتریون کے سوا مالی انتظام بالکل ناقص پایا جائیگا۔ مسلمانون مین افلاس و غربت کے باوجود ایثار و فیاضی کی روح اب بھی پژمردہ نہین ہوئی لیکن قومی مجالس کے کارکن صرف غریبون سے روپیہ وصول کرنا جانتے ہین اوسکو مصرف صحیح مین دیانت و امانت کے ساتھ صرف کرنا اور اوس کا باقاعدہ و منضبط حساب رکھنا ضروری نہین خیال کرتے جسکا نتیجہ سواے حرمان و مایوسی کے کیا ہو سکتا ہے۔ قومی ضروریات روز افزون ہین جنکے لیے بغیر سرمایہ کثیر فراہم کیے چارہ نہین مگر ازبراے خدا منتظمین و منتظمین مجالس اس پر بھی تو غور فرمائین کہ غریب مسلمان تنگی ترشی جھیل کر اور بسا اوقات اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ کاٹ کر جو رقوم فراہم کرتے ہین اونکا یان نہین تو کسی دوسری جگہ اونھین ضرور حساب دینا ہے۔ اور ہمارے رہنمایان قوم کی یہ ہمت مردانہ قابل داد ہے کہ جہان کہین کوئی شخص یا جماعت برسر حساب نظر آئی فورًا سب صاحب متحد ہوکر معاملات کو دبا دینے اور منظر عام پر لائے جانے سے روکنے کی انتہائی کوشش کرتے ہین ہم دیکھتے ہین اور صاف طور پر کہدینا چاہتے ہین کہ کانگریس اور خلافت کمیٹیون کے ارباب حل و عقد بھی دفتری اقتدار کے نمونے کا جو تسلط قایم کرنا چاہتے ہین یہ بالآخر خود اون کے لیے حد درجہ مہلک ثابت ہوگا اور کم سے کم اسکی موجودگی مین ناممکن ہے کہ اہل ہند اوس منزلت عالی پر فایز ہو سکین جو ترک موالات کے نظام عمل کی حقیقی غایت ہے۔ مہاتما گاندھی کی ساری جد و جہد کا یہ منشا نہین جیسا کہ اونھون نے بتکرار اور صاف صاف لکھا ہے کہ اہل ہند غیر ملکی دفتری اقتدار کے دست ستم سے آزاد ہوکر خود اپنے ملکی دفتری اقتدار کے پنجہ ظلم مین گرفتار ہون۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ حکومت کا دل پھیرنے اور اخلاقی انقلاب پیدا کرنیکے آرزومند و ساعی رہے ہین۔ کاش کارکنان خلافت و کانگریس بھی اپنے اندر حسن اخلاق پیدا کرنے کو تمام دوسری باتون پر مقدم سمجھین کیونکہ افراد و ہیئت اجتماعیہ دونون کی حقیقی فلاح و بہبود کا انحصار اسی پر ہے۔

خلافت کانفرنس مین محض کسی منتظم پر اعتماد کا ووٹ پاس کر دینا مسلمانون کے اطمینان کے لیے کافی نہین بلکہ وہ یہ جاننا چاہتے ہین کہ اگر گذشتہ پر خاک ڈالی جاتی ہے تو آیندہ کے لیے اصلاح کی کیا صورتین

نکالی گئی ہین۔

جمیعتہ العلما اور کانگریس کے فیصلون کی موجودگی مین خلافت کانفرنس مین مسئلہ کونسل کا نہ چھیڑا جانا نہایت مناسب ہوا۔ اگر برطانوی مال کے مقاطعہ کی تجویز کو کانگریس کے علے الرغم منظور کرنیکے بعد ظاہر ہے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ مانا کہ مسلمان اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے کھدر جیسی خاموش تحریک پر عمل پیرا ہونے کی اہلیت تام نہین رکھتے۔ مگر برطانوی مال کا مقاطعہ کیا آسان کام ہے۔ طیارہ فنڈ۔ سرمایۂ خلافت، جامعہ ملیہ اور انگورہ لیجن کے واسطے فراہمی سرمایہ بجائے خود اتنے بڑے کام ہین کہ تمام رہنمایان قوم و کارکنان خلافت کی متحدہ کوششون کے باوجود اسکی توقع نہین کہ اس سال کے اندر انکی تکمیل مقاصد ہوسکیگی۔ ایسی صورت مین بہتر ہوتا کہ کسی دوسرے خیال سے اگر نہین تو محض اجتماعی کوشش کے ناممکن العمل ہونے کی بنا پر اس بحث کو نہ چھیڑا جاتا۔

اجلاس کے دوران مین لوزان سے جو خبرین وصول ہوئین اونھون نے بعض رہنمایان قوم کو حد درجہ فکرمند و مضطرب بنادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کانفرنس نے ترکون اور انگریزون کے درمیان جنگ چھڑ جانے کی صورت مین فوراً سول نافرمانی توانین شروع کردینے کی تجویز بڑے جوش کے ساتھ منظور کی۔

اس تجویز پر عمل کرنے کا ممکن ہے کہ ابھی بہت دنون تک وقت نہ آئے مگر جب آجائیگا تو ہمارے خلوص وایثار کی آزمایش کا وہی اصلی وقت ہوگا۔ اللہ تعالے مسلمانون کو توفیق دین کہ وہ اسلام کی خاطر اپنے ترکی بھائیون کے دوش بدوش اس غیر تشددانہ جنگ مین مال و جان قربان کرنے پر آمادہ رہین۔

گیا خلافت کانفرنس کے صدر استقبالیہ ایک ہندو بزرگ تھے جو اس بات کا ثبوت ظاہر ہے کہ جو برادران وطن تحریک خلافت مین دل سے ساتھ ہین۔ کارکنان خلافت اونکی حوصلہ افزائی کے لیے بھی طیار رہتے ہین۔ لیکن اس قسم کی کارروائیون کا یہ غلط مفہوم نہ سمجھنا چاہیے کہ ہندو مسلمانون مین جیسے اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہے وہ بہار یا کسی دوسرے صوبہ مین فی الوقت پایا جاتا ہے۔

ہندوستان کی ان دونون بڑی جماعتون کے درمیان مین حقیقی پائدار اور وسیع پیمانے پر اتحاد پیدا کرنیکے لیے ضروری ہے کہ مسٹر سی آر داس صدر کانگریس کی اس تجویز پر عمل کیا جائے کہ دونون فرقون کے درمیان جو اسباب اختلاف ہین اونکی کامل تحقیق کرکے حتے الامکان دونون حلقون کے رہنماؤن مین ایک مفاہمت قائم ہوجائے اور پھر اس مفاہمت کو مؤثر بنانے کے لیے جمیعتہ العلما کی تجویز کے مطابق ہر ہر مقام پر مصالحتی بورڈ قائم ہون انتخاب کونسل یا برطانوی مال کے مقاطعہ پر توتین رائگان کرنیکے بجائے اگر پوری توجہ مسئلہ اتحاد اقوام ہند پر ہوگا اور ہندو مسلمانون کے

اتفاق پر خصوصاً صرف ہون تو یقین ہے کہ حصول سوا راج و تصفیۂ خلافت دونون مین کامیابی آسان ہوجائیگی اس لیے کہ تمام کمزوریون جملہ خامیون اور کل بیماریون سے زیادہ غیر ملکی دفتری اقتدار کا مقابلہ کرنے مین یہی چیز حائل راہ ہے۔ جب تک یہ مرض دفع نہ ہوگا ناممکن ہے کہ ہم منزل مقصود تک پہونچ سکین۔

مجالس کے دستور عام کے برخلاف ڈاکٹر مختار احمد انصاری صدر خلافت کانفرنس اور بابو دیپ نرائن سنگھ صدر مجلس استقبالی خلافت کانفرنس گیا دونون مین سے کسی صاحب نے خطبۂ صدارت تحریر نہین کیا تھا اس بنا پر اگرچہ ان کے خطبون مین کانگریس کے صدارتی خطبون کی سی عبارت آرائی نہ تھی تاہم ہر حیثیت سے دونون بزرگون کی تقریرین مناسب موقع اور مفید مطلب تھین خصوصاً ڈاکٹر صاحب کی تقریر جو ایک دن کے بجاے دو دن تک جاری رہی نہایت درجہ قابل داد تھی کہ اوس مین حالات حاضرہ اور واقعات گذشتہ دونون مین سے ہر ضروری مسئلے پر نہایت مدلل اور پر مغز بحث کی گئی تھی۔

جمعیۃ العلما کے زیادہ جلسون مین شرکت کا اتفاق نہین ہوا مگر جس جلسہ مین کونسل کے متعلق جمعیۃ العلما کی منظور کردہ تجویز کا اعلان کیا گیا تھا جناب مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی تقریر سے بہت لطف حاصل ہوا۔ اور اگرچہ مسئلۂ کونسل پر مسٹر سی آر داس نے جو فاضلانہ بحث کی تھی اوس کے تمام پہلوؤن پر مولانا کو بحث کرنے کا موقع نہین ملا تاہم حامیان کونسل کی طرف سے جس قدر دلائل شرکت انتخاب کی موافقت مین عموماً پیش کیے جاتے ہین صاحب موصوف نے اون سب کے نہایت مؤثر و مدلل جوابات بیان فرمائے۔ ارکان جمعیۃ العلما کے انتظامی اور عام جلسون مین اون لوگون کو جو نکہ شرکت کی اجازت نہین ہوتی جو عوام کالانعام کہے جاتے ہین اس لیے افسوس ہے کہ عام مسلمانون کو فریقین کے دلائل و براہین سنکر کوئی راے قائم کرنے کا موقع نہین ملتا مگر ارباب راے کا خیال ہے کہ مختلف الخیال علما کے باہم دست و گریبان ہونے کے واقعات کا نظر عام سے پوشیدہ رہنا ہی فی الحال مناسب ہے۔

ان مجالس کے ساتھ، بلکہ جب انہین سی دو کا وجود بھی نہ تھا مسلم لیگ کے جلسے بھی ہوا کرتے تھے مگر اس دفعہ وہ اس قومی میلے مین اپنی غیر حاضری سے ممتاز رہی۔ یاران دور افتادہ جنھین سال بھر مین صرف ایک بار لیگ کی یاد ستاتی ہے فرما مین گے کہ عہدہ داران لیگ کی غفلت اسکی ذمہ دار ہے اور اون سے پوچھا جائے تو وہ یہ ضابطہ کا عذر پیش کرین گے کہ وقت پر گیا سے دعوت نہین آئی۔ اور غالباً دونون ایک حد تک برسر حق ہین۔ مگر حقیقت حال کچھ اس سے زائد ہے جو انشاء اللہ آئندہ عرض کی جائیگی۔

# اورنگ زیب کے اصول و عمل

اورنگ زیب کے خطوط و فرامین سے صرف اُسکے آئین سلطنت، اصولِ حکمرانی، اور ممالک مقبوضہ کے نظم و نسق پر ہی کافی روشنی نہیں پڑتی، بلکہ شہزادوں کی تعلیم و تربیت اور درستیِ اخلاق و آداب اور فرائض شاہی کے متعلق بھی اسکے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ان خطوط و مراسلات کے علاوہ اوسکے ارشادات و خطابات جو اُسنے وقتاً فوقتاً اپنے امراے دربار و ارکین سلطنت کی تنبیہ و تادیب اور رہنمائی کیلیے بیان فرمائے وہ اصول حکمرانی اور ضوابطِ حکومت کا ایک مکمل دستورالعمل ہین جو ہر زمانہ مین سود مند اور قابل تقلید ہو سکتے ہیں۔ یورپ کے مورخین انکو دیکھکر انگشت بدندان رہجاتے ہیں۔ اونکی سمجھ مین نہیں آتا کہ کس طرح انکو اُس شخص کے خیالات و معتقدات کہ سکین جسکو وہ ایک جابر اور مکار بادشاہ ثابت کرنے میں اپنا تمام زورِ قلم اور تاریخی معلومات صرف کرچکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب کی پالیسی اور اُسکے کیرکٹر کے متعلق رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بیجا تعصب یا غیر ضروری جنبہ داری سے کام لیا گیا ہے، اور اس طرح اس بدقسمتی اور غلط فہمی کے شکار بادشاہ کو دوستون کی حمایت نے بھی اسی قدر نقصان پہونچایا ہے جس طرح مخالفین کی ہٹ دھرمی اور مخاصمانہ نکتہ چینی نے۔ اگر بے لاگ تحقیق اور مورخانہ نقادی سے کام لیکر اُسکی سیرت اور طریقۂ حکومت کے متعلق چھان بین کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اپنے طویل اور پُر آشوب زمانہ حکومت مین اُسنے کوئی کام ایسا نہین کیا جو ان خیالات اور فلسفیانہ ارشادات کے خلاف ہو۔

اُسکے طریقۂ زندگی اور پابندی اوقات کا اندازہ ذیل کے نہایت مکمل اور واضح احکامات و ہدایات سے ہوسکتا ہے جو اُسنے اپنے بڑے بیٹے کو ارسال فرمائے۔ ۱۶۵۴ء میں جب اورنگ زیب صوبہ داری دکن پر مامور تھا، اُسکا خلف اکبر سلطان محمد جسکی عمر اُسوقت صرف پندرہ سال کی تھی شاہجہان کی خدمت میں باریابی کی غرض سے اجمیر روانہ ہونے کی تیاریاں کررہا تھا، اورنگ زیب چاہتا تھا کہ نوخیز اور ناتجربہ کار سلطان محمد حضوری شہنشاہ میں، امراو عمائدین سلطنت کے سامنے اپنے طریقۂ عمل سے یہ ثابت کردے کہ اُس نے ایک قابل باپ کی نگرانی میں نہایت اعلیٰ تعلیم و

تربیت حاصل کی ہے اور شاہانہ ادب و آداب سیکھے ہیں۔ اس غرض سے اُسنے مفصلۂ ذیل ہدایات اپنے بیٹے کی رہنمائی کیلیے ارسال کیں، اور اُنپر پوری احتیاط کے ساتھ نہایت پابندی سے عمل پیرا ہونے کی اُسکو سخت تاکید تھی۔ وہ دستور العمل یہ ہے :-

" سفر و حضر میں تم کو ہمیشہ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ بارہ منٹ قبل بیدار ہونا چاہیے۔ اڑتالیس منٹ غسل اور دیگر حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہونے میں صرف کرو اور پھر فوراً ادائے نماز کیلیے کمرہ سے باہر نکل آؤ۔ نماز اور وظائف مقررہ سے فارغ ہونےکے بعد ایک پارہ کلام مجید کا ضرور پڑھو۔ اسکے بعد اندرونی کمرہ میں جاکر ناشتہ کرو۔ حالت سفر میں طلوعِ آفتاب سے اڑتالیس منٹ بعد گھوڑے پر سوار ہو۔ اگر اثنائے راہ میں شکار کھیلنے کا اتفاق ہو تو اسکا پورا اہتمام کرو کہ وقت مقررہ پر اپنے جائے قیام پر ضرور پہونچ جاؤ۔ وہاں پہونچکر اگر تمھارا دل چاہے اور کافی وقت میسر ہو تو عربی کا کچھ مطالعہ کرلیا کرو۔ ورنہ آرام کرو۔ بارہ بجکر بیس منٹ پر جب وقت زوال شروع ہوجائے تو نماز ظہر کی تیاری کرو۔ نماز ہمیشہ خیمۂ شاہی کے باہر باجماعت ادا کیا کرو۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر آرام کرو۔ اس عرصہ میں نماز عصر کا وقت ہوجائیگا۔ لیکن اگر کھانے کے بعد استراحت کے تم عادی نہیں ہو تو یہ وقت خطوط کے جوابات لکھنے میں اور فارسی نظم و نثر کی کتابیں پڑھنے میں صرف کیا کرو۔ نماز عصر پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر تک عربی کا مطالعہ کیا کرو۔ اور نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد دربار خاص منعقد کرو۔ شام ہونے سے اڑتالیس منٹ بعد تک دربار خاص میں رہا کرو۔ اسکے بعد دربار سے اُٹھکر ایک پارۂ قرآن شریف کی تلاوت بلا ناغہ کیا کرو۔ پھر دیوان خاص میں جاکر سوجاؤ۔ حالت سفر میں منزل پر پہونچکر تمام متذکرۂ بالا امور حسب ہدایت پابندی کے ساتھ انجام دو، لیکن علی الصباح سواری کے میدان میں اڑتالیس منٹ تک تیراندازی کی مشق اور چاندماری کرلیا کرو۔ اور طلوع آفتاب کے بعد جب پورا ایک گھنٹہ اور چوبیس منٹ گذر جائیں تو دربار عام منعقد کرو اور امور سیاسی و معاملات ملکی کے بارے میں صلاح و مشورہ کرنے میں اڑتالیس منٹ یا اس سے کم و بیش وقت صرف کیا کرو۔ بعد ازاں اگر کسی خاص اور اہم کام کے لیے مشورہ و تبادلۂ خیالات کی ضرورت ہو

تو امرائے خاص کو بلا کر اُنسے بنج کے طور پر صلاح لیا کرو۔ یا اتنا وقت مطالعۂ عربی میں صرف کرو۔ سفر کے دن دو پارے ورنہ تین پارے قرآن شریف کے پڑھا کرو۔ اگر منزل مقصود تک پہونچنے میں زیادہ وقت کی ضرورت ہو، تو نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی روانہ ہو جایا کرو اور راستہ میں ناشتہ کیا کرو، ورنہ قبل از روانگی ناشتہ سے نپٹ جاؤ۔ بیوقت یعنی صبح کو اُجالا ہونے سے قبل اور رات کو نو بجے بعد کبھی روانگی سفر کے لیے تیار نہ ہو۔ راستہ میں اگر تم شکار میں مشغول ہو جاؤ تو اپنی فوج کو بخشیٔ فوج کے ہمراہ جائے قیام پر بہت نزدیک راستہ سے روانہ کرو۔ اور شکارگاہ میں محض معدودے چند ہمراہیوں کو اپنے جلو میں رکھو!

چونکہ سلطنت مغلیہ کا استحکام بادشاہوں کی جنگی قابلیت، فنون سپہگری میں مہارت اور جنگی رغبت تشویق پر مبنی تھا، اور چونکہ اورنگ زیب خود نہایت اُولوالعزم جرنل اور جری سپاہی تھا، اسلیے اُسکو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ اُسکے لڑکوں کے دل و دماغ میں عیش پسندی اور آرام طلبی کے جراثیم سرایت نہ کر جائیں۔ چنانچہ وہ کوئی موقعہ اُنکو محنت و مشقت، فنون جنگ و اصول سپہگری کی طرف مائل کرنے کا ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتا تھا۔ شہزادۂ موصوف کو وہ نصیحت کرتا ہے کہ

"رفتہ رفتہ تم کو ہتھیاروں کے ٹھیک استعمال اور انکو اپنے بدن پر سجانے میں کامل دستگاہ حاصل کر لینا چاہیے۔ جسوقت تک پسینہ بالکل خشک نہ ہو جائے اپنے جسم سے فوجی لباس مت اُتارو اسلیے کہ ایسا کرنے سے بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے"

فوج میں نظام و ترتیب قائم رکھنے کے بارے میں وہ ہدایت کرتا ہے:۔

سوائے محمد طاہر (اتالیق) کے کسی دوسرے افسر کو یا بارہ ہزار سوار سے کم رتبہ کے منصبدار کو اپنی فوج سے آگے مت چلنے دو۔ دربار میں یا کوچ کے وقت ضروری گفتگو کیا کرو۔ جو لوگ حیثیت اور مرتبہ میں اس قابل نہیں ہیں کہ تم سے ہمکلام ہو سکیں، اُنکو نہایت نرمی اور ملاطفت سے ٹالدو۔ اس قسم کا طرز عمل اُنکے دل میں تمہاری جانب سے خوف اور وقعت پیدا کر دے گا"

انکے علاوہ اور بہت سی ہدایات ہیں جو بالخصوص شہزادوں کے لیے نہایت مفید اور حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔ شہزادہ کو شکار میں زیادہ وقت ضائع کرنے اور تعلیم کی غفلت برتنے پر سرزنش کرتا ہے

کبھی ترکی علوم کی تحصیل پر توجہ دلاتا ہے - پابندیِ نماز اور آئین و دستورِ شاہی کی نگہداشت کی تاکید کرتا ہے - انشا پردازی اور طرزِ عبارت کی اصلاح پر خاص طور سے اُسنے شہزادہ کو مطلع کیا ہے :-

" جبوقت تک الفاظ کے معنی اور محلِ استعمال کو بخوبی نہ سمجھ لو ہرگز استعمال نہ کرو "

غرض اُسکے تمام مرسلات اور فرامین اس قسم کے مفید اور نتیجہ خیز ہدایات و نصائح پر مشتمل ہیں جن پر عملدرآمد ہر زمانہ اور ہر حالت میں بادشاہوں سے لیکر معمولی آدمی تک کے لیے نہایت ضروری و کارآمد ہے -

---

بادشاہوں کی تعلیم اور طریقہ تعلیم کے متعلق اُسکے دلچسپ اور سبق آموز خیالات کا اندازہ اُسکی ایک تقریر سے ہو سکتا ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں -

جبوقت عالمگیر نے اورنگ طاؤسی پر صدر نشین ہو کر اوسکی زیب و زینت کو دوبالا کیا اور تاج شاہجہانی اپنے سر پر رکھکر عالمگیری کے شادیانے بجوانے لگا ' تو اوسکا غلغلہ سُنکر اوسکے ملازمین متوسلین قدیم جو ہندوستان کے دور و دراز مقامات ' اور ہمسایہ ممالک میں بود و باش رکھتے تھے حاضرِ دربار ہوئے تاکہ اپنی دیرینہ خدمات و احسانات یاد دلا کر خلعت اور انعام و مناصب جلیلہ و اکرام شاہانہ حاصل کریں - ان میں بادشاہ کے سابق اُستاد ملا شاہ بھی تھے - اورنگ زیب نے اپنے ابتدائے زمانہ طالب علمی میں عربی و فارسی کی چند کتابیں دیکھی تھیں - اس سلسلہ میں شاہجہاں نے اُنکے نام افغانستان میں کچھ جاگیر کردی تھی - جہاں آپ سکونت پذیر تھے - جب اورنگ زیب کی اپنے برادران یوسف پر کامیابی اور تختِ حکومت پر جلوہ فرما ہونے کی خبر آپ تک پہونچی تو فوراً ہی عازم ہندوستان ہوئے ' تاکہ اپنے حقوق جتا کر اُنکا صلہ حاصل کریں - تین ماہ تک آپ بلا ناغہ بلاکشان دربار کے زمرہ میں سب سے آگے نظر آتے رہے ' لیکن اورنگ زیب نے مطلق آپکی جانب توجہ نہ کی آخرکار جب بادشاہ اُنکی روزانہ حاضری سے عاجز آگیا تو ایک روز حکم دیا کہ آپ کمرۂ خاص میں تخلیہ کے وقت تشریف لائیں - آپ ہزاروں دلخوش کن امیدوں کو ہمراہ لیے ہوئے خلوت میں حاضر ہوئے - اُسوقت کمرۂ خاص میں بادشاہ کے علاوہ حکیم اعظم دانشمند خان دبیر کا آقا ) اور

تین چار دیگر نہایت سربرآوردہ اور باکمال ارکان سلطنت موجود تھے۔ مُلّاجی کو دیکھکر بادشاہ نے اُون سے خطاب کیا:۔

"فرمائیے ملاجی! آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کی یہ خواہش ہے کہ سلطنت کے کسی عہدۂ جلیلہ پر آپکو سرفراز کر دوں؟ اچھا پہلے میں آپکے دعوٰے قابلیت اور استحقاق اعزاز کو جانچنا چاہتا ہون۔ بیشک آپنے مجھکو مناسب اور موزوں تعلیم دی ہوتی تو آج میں آپ کی عزت کرنا اپنا فخر سمجھتا اور آپ کو ہر قدر و منزلت کا اہل جانتا۔ کسی اعلیٰ تربیت یافتہ شخص کی نسبت آسانی سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی مکمل اور مستحسن تعلیم اور دماغی نشو و نما کے لیے اپنے والدین کا زیر بار احسان ہے یا کسی استاد کا۔ لیکن آپ کے روبرو دزانوے شاگردی تہ کرنے سے مجھے کیا حاصل ہوا؟ آپ نے مجھکو یہ تبلایا کہ تمام فرنگستان (یورپ) ایک معمولی اور چھوٹا سا جزیرہ ہے اور وہاں پہلے تو پورتوغال کا بادشاہ سب میں زیادہ طاقتور تھا، لیکن اُسکے زوال کے بعد شاہ ہالینڈ، اور بعد ازاں شاہ انگلستان کی قوت بہت زبردست شمار کی جانے لگی۔ دیگر والیان یورپ مثلاً فرانس و اندلس کے متعلق آپنے میری معلومات میں یہ قابل قدر اضافہ کیا کہ اُنکی سلطنتیں ہندوستان کی کسی معمولی ریاست کے پلہ کی بھی نہیں ہیں اور سلاطین ہند کے مقابلہ میں اُنکی تمام شان و شوکت ایک ذرۂ بیمقدار کی حیثیت رکھتی ہے۔

"ہمایون۔ اکبر۔ جہانگیر۔ اور شاہجہان کا ہم مرتبہ کوئی بادشاہ صفحۂ ہستی پر نہین گزرا، اور ایران و کاشغر، چین و ماچین، اور دیگر ممالک کے حکمران فرمانروایان ہند کے نام سے کانپ اُٹھتے ہیں۔ آپ کی جغرافیہ دانی اور تاریخی معلومات لائق صد آفریں ہیں۔ کیا آپ کا یہ فرض نہیں تھا کہ دنیا کی ہر قوم کی خصوصیات اور اُنکی تاریخ سے مجھکو واقف کرتے، اُنکی دولت و قوت، اُنکے طریقۂ جنگ و جدال، سیرت و اطوار، مذہب، رواج، آئین حکومت اور اُنکے سیاسی اغراض و مقاصد آپ مجھکو بتاتے! اور تاریخ کا باقاعدہ مطالعہ کرنے کی آپ مجھکو ترغیب دیتے تاکہ میں سلطنتون کے قیام اور اُنکے عروج و زوال کے فلسفہ اور اسباب پر غور کرتا، اور اُن واقعات و اسباب اور غلطیون اور فرو گذاشتون سے واقفیت حاصل کرتا، جو دنیا میں بڑے بڑے سیاسی تغیرات اور عظیم الشان انقلابات پیدا کرنے کا باعث ہوی ہین۔ تاریخ اقوام کا صحیح اور وسیع مطالعہ تو کجا، آپکی تعلیم سے مجھے اپنے

مشہور عالم اسلاف اور سلطنت مغلیہ کے شہرۂ آفاق بانیوں کے نام بھی نہیں معلوم ہو سکے۔ اُنکے سوانح زندگی، اور واقعات گذشتہ اور اُنکی قابلیت و اُولوالعزمی (جس سے اُنھوں نے ایسی فتوحات حاصل کیں) کے متعلق آپنے مجھکو بالکل تاریکی میں رکھا۔ بادشاہوں کے لیے اپنے ہمسایہ قوموں کی زبانیں جاننا نہایت ضروری ہے، لیکن آپنے صرف زبان عربی سیکھنے کی ضرورت میرے ذہن نشین کی اور میرے وقت کا بیشتر حصہ ایک ایسی زبان کی تحصیل میں صرف کرایا جسکو کوئی شخص بغیر دس بارہ برس کی محنت شاقہ کے پورے طور سے حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ شہزادوں کا نصاب تعلیم کن مضامین پر مشتمل ہونا چاہیے۔ پس آپ نے میرا تمام وقت الفاظ کو رٹانے میں ضائع کیا، جس سے نہ کوئی فائدہ ہو سکتا ہے، نہ اُس میں کوئی دلچسپی ہے اور نہ یہ سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔ کیا آپ کو یہ لازم نہیں تھا کہ آپ مجھے اس امر کی جس کا جاننا بادشاہوں کے لیے ناگزیر ہے تعلیم دیتے کہ بادشاہ اور رعایا کے باہمی فرائض کیا ہونا چاہیے؟ یہ امر ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہنا چاہیے تھا کہ مجھے کسی وقت اپنے بھائیوں سے مجادلہ آرا ہونا پڑیگا اور بقاے زندگی و حصول سلطنت کیلیے (جو باہم لازم و ملزوم ہیں) تلوار اُٹھانا پڑیگی۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ فرمانروایان ہند کی اولاد و احفاد کو ایسے ناگزیر واقعات کا پیش آنا یقینی ہے۔ کیا آپنے کبھی مجھکو فنون جنگ کی، محاصرہ کرنے کی، اور فوج کو میدان میں ترتیب دیکر لڑانے کی تعلیم دی؟ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں نے آپ سے زیادہ عقلمند اور تجربہ کار لوگوں کی تربیت و تعلیم سے اس معاملہ میں استفادہ کیا۔ آپ اپنے قصبہ کو واپس جائیے اور آئندہ کسی شخص پر آپ یہ ظاہر ہونے دیجیے کہ آپ کون بزرگ ہیں یا آپ پر کیا بیتی ہے۔"

---

پروشیائی عظمت و اقتدار کے بانی مبانی، فرڈیرک اعظم کے متعلق لارڈ میکالے اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے کہ "ابتداے زمانۂ حکومت سے وہ سرکاری کاموں کی دیکھ بھال میں اس قدر منہمک رہتا تھا کہ جسکی نظیر دنیا کا کوئی حکمران نہیں پیش کر سکتا۔ لوئی چہاردہم شہنشاہ فرانس وزارت خاص کے فرائض خود انجام دیا کرتا تھا، اور تمام دفاتر و محکمہ جات اُسکے زیر نگرانی کام کرتے تھے۔ لیکن فرڈیرک کچھ اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وہ اسپر قانع نہیں تھا کہ اپنا وزیر خاص خود ہی رہے، بلکہ وہ بذاتہ یکہ و تنہا وزیر

تمام سلطنت کے لیے ہونا چاہتا تھا۔ حکام بالاترین محض اُسکے محرروں کے طور پر کام کرتے تھے اور اُنپر اُسکو اتنا بھی اعتبار نہ تھا جتنا کہ ایک محکمہ کا افسر اپنے زیر دست نشیوں پر کیا کرتا ہے۔ وزیرمال، سپہ سالار افواج، منصرم امور عامہ، معتمد تجارت، اور وزارت داخلیہ و خارجیہ، غرضکہ کُل اہم اور معمولی انتظامات کی نگرانی اپنے ذمہ رکھی تھی۔ اگر کوئی مسافر فوجی نمایش کی سیر دیکھنا چاہتا تو اُسکو براہ راست فریڈرک کے پاس درخواست بھیجنا ہوتی تھی، اور بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پروانہ اُسکو ملتا تھا"۔

نپولین اعظم کی خوش قسمتی سے اُسکو ایسے اچھے کارکن اور مشیر میسر آئے تھے کہ یورپ کا کوئی ملک اُنکے مثل اُس زمانہ میں نہیں لا سکتا تھا، لیکن دنیا جانتی ہے کہ وہ صرف نپولین کے احکام و فرامین لکھنے اور اُنکا اجراء کرنے کی ایک مشین تھے۔ معاملات سیاست، اور تدابیر جنگی میں اُسنے کبھی کسی وزیر یا سکرٹری کی رائے کو اپنی زبردست قوتِ تدبیر کے مقابلہ میں قابلِ وقعت نہیں سمجھا اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اُسکی پیش بندیاں اور تدابیر کبھی غلط ثابت نہیں ہوئیں۔

اس سے یہ سمجھنا نہیں چاہیے کہ ان مشاہیر کو اپنے ماتحتوں پر اعتبار نہیں تھا یا وہ انکو نا اہل سمجھتے تھے، بلکہ اسکا سبب یہ ہے کہ اُنکو اپنی ذاتی قابلیت اور قوت عمل پر زیادہ بھروسہ تھا۔ اورنگ زیب کی بدقسمتی سمجھیے یا مورخین کی ستم ظریفی، کہ اورنگ زیب کے انھیں خصائص نے، جو دوسرے لوگوں کے محاسن و محامد میں شمار کیے جاتے ہیں، اُسکی فرد جرم میں ایک اور نہایت سنگین الزام کا اضافہ کر دیا ہے۔ ہمارا مقصد اسوقت یہ نہیں ہے کہ ہم مورخین کے اس الزام کو جانچیں کہ اورنگ زیب کو اپنے کسی ملازم یا مقرب حتیٰ کہ اپنے بیٹوں اور دیگر اقارب پر بالکل بھروسہ نہیں تھا اور خلقۃً وہ نہایت شکی مزاج واقع ہوا تھا۔ ہم صرف ایک واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں، جس سے اصول حکومت اور فرائض شاہی کے متعلق اُسکے زرّیں خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کیوں اپنی آسایش اور صحت کو معرض خطر میں ڈالکر سلطنت کے معمولی سے معمولی کاموں کی نگرانی اور درستی میں ہمہ تن مشغول رہتا تھا۔

امور سلطنت کے انصرام میں اورنگ زیب کی ہمہ تن مشغولیت، اور شب و روز انہماک سے بعض ہوا خواہوں کو یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ اسکی وجہ سے بادشاہ کی صحت پر مضر اثر پڑے گا۔ اسکے علاوہ بادشاہ کی نگرانی کی وجہ سے، امراو اراکین اور عمال سلطنت کی ناجائز آمدنی اور

غیرہ جب اختیارات کے دروازے بند ہوگئے۔ چنانچہ ایک روز موقعہ پاکر مقرب ترین امراء میں سے ایک نے بادشاہ کو اسطرف توجہ دلائی، اور اسقدر محنت و مشقت سے باز رہنے کی اسکو ناصحانہ صلاح دی۔ اسکے جواب میں بادشاہ نے یہ فصیح و بلیغ اور نہایت پر مغز و معنی خیز تقریر ارشاد فرمائی کہ "بادشاہ کے ان فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق آپ لوگوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہونا چاہیے کہ مشکلات اور خطرات کے موقعوں پر اُسکا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو سب سے پہلے معرض ہلاکت میں ڈالے اور اگر ضرورت ہو تو اُن لوگوں کی حفاظت میں جو اُسکی نگرانی میں دیدیئے گئے ہیں تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے اپنی جان دیدے۔ تعجب ہے کہ یہ مہربان اور محتاط آدمی مجھکو ترغیب دے رہا ہے کہ رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال میرے لیے کوئی پریشانی یا فکر کا باعث نہیں ہونا چاہیے اور اُنکی بہتری کی تدابیر سوچنے میں میری ایک شب کی نیند بھی خراب نہ ہونا چاہیے۔ اور نہ اسوجہ سے میرا کوئی دن خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں صرف ہونے سے بچ سکے۔ اسکی رائے ہے کہ صحت جسمانی کے تحفظ کا خیال میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہونا چاہیے اور مجھے بالخصوص اُن اسباب و ذرائع کو تلاش کرتے رہنا چاہیے جو میرے ذاتی آرام و آسایش میں معین و مؤید ہوسکیں۔ بلا شک اُسکی یہ خواہش ہے کہ میں امور سلطنت کا انصرام کسی وزیر کے ہاتھ میں دیدوں۔ اُس نے ہرگز یہ خیال نہیں کیا کہ ایک بادشاہ کے گھر میں پیدا ہونے اور تخت حکومت پر متمکن ہونے کی وجہ سے گویا قدرت نے مجھکو اس خدمت پر مامور کرکے دنیا میں بھیجا ہے کہ میں یہاں اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کی خاطر زندہ رہوں اور مشقت کروں۔ کیونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں اپنی سہولیت اور آرایش کا صرف اُس حدتک لحاظ کروں جہانتک وہ عوام کی فلاح و بہبود سے متعلق ہیں۔ رعایا کی خوشحالی اور آسایش ہمیشہ میرے مدنظر رہنا چاہیے۔ اور انصاف و عدل کی خواہش، اقتدار شاہی کی بحالی اور تحفظ سلطنت کے علاوہ اور کسی غرض کیلیے انکو نظرانداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ شخص اُن نتائج کو نہیں جان سکتا جو میرے تساہل سے پیدا ہونگے، اور یہ اُن قبائح سے بالکل ناواقف ہے جو دوسروں کو اختیارات سونپ دینے سے معرض ظہور میں آئیں گے"۔

سترہویں صدی کے اس "ظالم و جابر" اور مطلق العنان بادشاہ کے ان خیالات کو پڑھیئے اور اس دور تہذیب و تمدن کے کسی شہرۂ آفاق ماہر تعلیم، یا کسی حریت نواز و آزاد خیال سیاسی

اہل الوائے کے خیالات سے موازنہ کیجیے۔ اور پھر سوچیے کہ کیا یہ انصاف کشی اور اخفائے حقیقت کی ایک مجرمانہ کوشش نہیں ہے کہ ہماری تمام تاریخی معلومات اور دماغی کد و کاوش صرف یہ ثابت کرنے میں صرف ہو ع

کہ عالمگیر ہندو کُش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

محمد حامی الدین خاں رفیق پروفیسر تاریخ مہاراجہ کالج (جے پور)

# غزل

تربت پہ وہ جو آ گئے عالم نیا ہوا　　پھولوں میں جان پڑ گئی سبزہ ہرا ہوا

پیوند پیرہن میں مرے جا بجا ہوا　　تھا قیس کے کفن کا جو ٹکڑا بچا ہوا

دیکھا گیا نہ اشکوں کا دریا چڑھا ہوا　　پانی برس رہا تھا کہ قاصد ہوا ہوا

شامت ہو کسکی کون یہ پوچھے کہ کیا ہوا　　صفدر کو جا رہا ہے کوئی کوستا ہوا

آئے نکالنے وہ مرے دل کی حسرتیں　　آئے اُجاڑنے کو مرا گھر بسا ہوا

وہ دیکھتے ہیں بوسے دئے قاتل کے ہاتھ میں　　خون شہید ناز بھی عطر حنا ہوا

رنگ چمن نہ پوچھیے ساقی کے ہجر میں　　ہر جام گل ہے خون جگر سے بھرا ہوا

تم نے دیا تھا داغ جو اے مہربان کبھی　　ہے آج تک وہ میرے جگر سے لگا ہوا

کیا طرز دلنوازی بیمار یہ بھی ہے　　بالیں سے اُٹھ گیا ہے کوئی کوستا ہوا

حصے میں آ گیا وہی سیماب برق کے　　جو اضطراب تھا مرے دل سے بچا ہوا

کیا کیا بناؤ بگڑے ہوئے تیوروں میں ہیں　　غصے میں بھی پیار کا نقشہ کھنچا ہوا

آ آ کے جا چکے کئی موسم بہار کے　　اب تک اسیر دام نہ کوئی رہا ہوا

داغ دل فسردہ ہے سینے میں اس طرح　　جیسے کوئی چراغ لحد ہو بجھا ہوا

کرتا ہے شکر خنجر قاتل کا بخیہ گر　　رہنے دے زخم دل کا ابھی منھ کھلا ہوا

پوچھا کسی نے حال جو صفدر کا یوں کہا
زندہ تھا رات صبح کو کیا جانے کیا ہوا

صفدر مرزاپوری

# اُردو کی نثر

غالباً دنیا کی کوئی زبان اتنی نو عمر نہین جتنی ہماری اُردو زبان ہر۔ زبان بھی انسان
کی طرح پیدا ہوتی ہر۔ جوان ہوتی ہر۔ بوڑھی ہوتی ہے۔ صاحب اولاد ہوتی ہر اور پھر مرجاتی ہر
اُس کی اولاد بڑھتی ہر اور مدارج زمانہ کے ساتھ نئی صورت مین موجود ہوتی ہر جسمین اگرچہ
کچھ آبائی ورثہ باقی رہتا ہر مگر سطحی طور سے وہ ایک نئی مخلوق سمجھی جاتی ہر۔ اگر یہ سلسلہ پیچھے کی طرف
بڑھاؤ تو آخر مین بابا آدم کی زبان پر ختم ہو کر ایک مرکز پر آجاتی ہر۔ اسی وجہ سے توریت نے غالباً غلط
نہین کہا کہ زبان کا اختلاف بابل کے منارے کے بننے کے وقت سے شروع ہوا ہر جسکو عام فہم
بنانے کے لیے جیسا کہ مذہبی کتابون کا قاعدہ ہوتا ہر موٹے پیرایے مین اس طرح بیان کر دیا ہر
کہ خدا کو منارۂ بابل کا بننا جو گویا اُس کی خدائی کے مقابل اعلان جنگ کے برابر تھا برا معلوم ہوا
اور اسی لیے اُس نے تمام مزدورون کی زبان مین اختلاف کر کے یہ سلسلہ مسدود کر دیا۔ اسکو نظر انداز
کر کے ہمین یہ ماننے مین پس و پیش نہین ہر کہ مخلوق کی ابتدا جس طرح ایک فرد واحد انسان سے ہوتی
ہر اسی طرح ایک زبان سے جب اُس کی اولاد کثرت یا ابتدائی خانگی جھگڑون سے باپ کے گھر مین
نہ سما سکی تو جس نے جدھر کا راستہ پایا روانہ ہو گئی۔ ان لڑکون نے اپنے نئے گھر مین ملک کی آب و ہوا
کے موافق ایک نئی معاشرت کی ابتدا کی۔ اس کی اولاد کثرت سے بڑھی اور اپنے اپنے مرکز کے دائرہ سے
پھیلتی گئی اور جیسے جیسے یہ پھیلی اُس کی گفتگو۔ رنگ روپ مین فرق آتا گیا۔ لہذا تاریخ کے رو سے
پہلی تقسیم سام۔ آریہ۔ اور مغول کی قرار پائی۔ سام وہ تھے جو اپنے گھر مین رہے اور ہم یہ بھی مان لیتے ہین
کہ وہ بابل تھا جو اولین گہوارۂ انسانی کہلاتا ہر۔ بابل وہی ہر جسکو آج کل ہم عراق کہتے ہین۔ اس کی
جغرافی کیفیت یہ ہر کہ مغرب کی طرف تا انتہائے اطلانٹک ایک مسلسل و مسطح میدان جسمین کوئی بڑا پہاڑ یا
سمندر حائل نہین چلا جاتا ہر۔ شمال و مشرق مین عراق کا میدان پہاڑون سے محدود ہر۔ ابتدائی نسل
جب پھیلی تو اس نے فطرتاً وہی راستہ اختیار کیا جو قدرتی رکاوٹون سے پاک تھا اور چنانچہ جیسا
واقعہ ہر سامی نسل کا پھیلاؤ مغرب اور جنوب کے رُخ عراق۔ شام۔ عرب۔ مصر اور افریقہ مین ہوا۔

مرور زمانہ سے جبل زگورس و جودی کے دامن سے لیکر تا منتہاے افریقہ سامی زبان نے رواج پایا اور آب و ہوا کے لحاظ سے اُن مین درجہ بدرجہ تبدل اور تناسل ہوتا رہا۔ سامی زبان کی شاخون مین ارامی۔ کلدانی۔ عبرانی۔ عربی قبطی۔ فنیقی۔ بربری۔ حبشی زبانین پیدا ہوئین جن مین سواے عربی کے نہ کوئی کثیر الاولاد ہوا اور نہ زندہ۔

دوسری شاخ آریہ جن کے مورث اعلیٰ نے جبال زگورس (موجودہ کوہ پشت کوہ) کے دشوار گذار قطعے کو عبور کر کے اپنے آبائی گھر سے بالکل قطع تعلق کر لیا تھا تبیہ لیا تھا اس پُر بہشت کوہ و میدان مین پھیلی جو ہمالیہ یورال پامیر اور کوہ قاف سے محدود تھا۔ اُن مین بھی وہی سلسلہ قائم رہا جو اُن کے بھائی سامیون مین تھا۔ اور امتداد ایام مین آریہ زبان کی شاخون سے سنسکرت۔ قدیم پارسی۔ یونانی۔ لاطینی۔ اسلاو زبانین پیدا ہوئین۔ اور پھر اُن کی اولاد در اولاد ہوئی بعضون کی پیدائش بہت پرانی ہے بعضون کی نئی۔ اس طرح اردو کا سلسلہ نسب یون بنتا ہے:-

زبان آدم علیہ السلام

- زبان سام
  - عربی۔ ارامی۔ عبرانی۔ کلدانی۔ حبشی۔ قبطی۔ بربری۔ فنیقی
- زبان آریہ
  - فارسی قدیم
    - فارسی جدید۔ کردی۔ زند۔ پشتو
  - سنسکرت
    - پراکرت
      - بھاشا
        - اردو
      - پنجابی۔ بنگالی وغیرہ
  - لاطینی
    - فرنچ۔ اطالین۔ ہسپانی
  - اسلاو
    - روسی۔ سروی۔ پولش وغیرہ
  - یونانی
    - جرمن وغیرہ
      - انگریزی
- زبان مغول
  - ترکی۔ جاپانی۔ چینی۔ سیامی وغیرہ
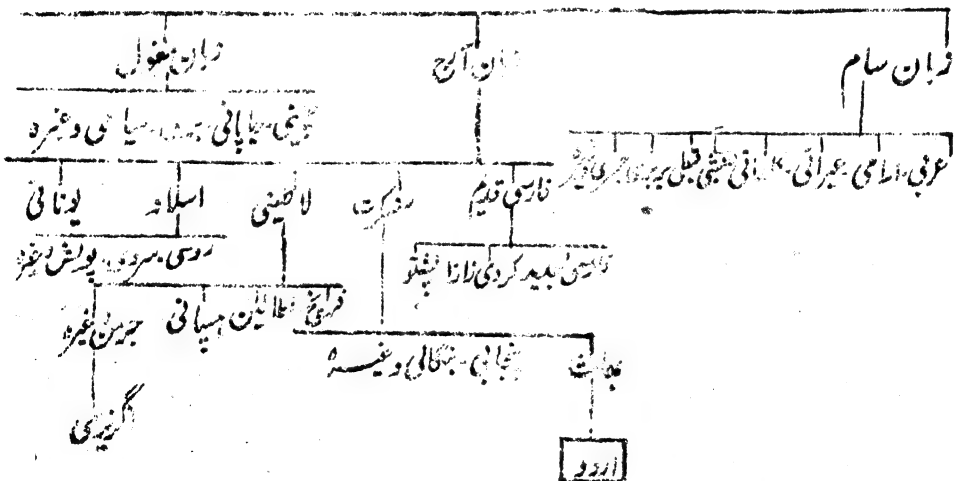
اس لحاظ سے اردو چوتھی پشت مین ہے اسکی ماں بھاشا ہے یعنی دوآبہ گنگا و جمنا کی اور ہندوستان کی زبان اور سنسکرت کی پوتی اور آریہ زبان کی پرپوتی ہے جسکی خالائین فرنچ جرمن ہسپانی فارسی جدید کردی پشتو پنجابی بنگالی وغیرہ مین اور جسکی صرف ایک چچیری بہن انگریزی ہے جو اس وقت عمر مین تقریباً اس کے برابر ہے اور جو زبان جرمن کی لڑکی ہے۔

(۱)

اس نوخیز زبان نے بعضون کا خیال ہو کہ شاہجہان اور اکبر کے گہوارۂ شفقت مین نشو ونما پائی اور بعض اس کو سلاطین تغلق و خلجی کی پروردہ بتلاتے ہین۔ خسرو نے جو کچھ بھاشا مین لکھا ہو وہ یقیناً ٹھیٹھ بھاشا نہین ہو اور اگرچہ صاف اُردو بھی نہین مگر اُردو کی بہن ضرور معلوم ہوتی ہو۔ مجھے یاد نہین آتا مگر بابر کا ایک اُردو شعر موجود ہو اور وہ بہت کچھ ہماری اُردو سے ملتا ہو۔ تو اگر ان دونون رایون کو پیش نظر رکھ کر سلطنت مغلیہ کے عہد مین اوسطاً اُردو کی ابتدا کہی جائے تو بیجا نہو گا۔ یعنی جو زبان آج ہندوستان مین برسر اوج ہو اُس کو پیدا ہوئے کل تین سو برس ہوتے ہین۔ اس نوخیز زبان نے اس تین سو برس مین کیا ترقی کی۔ اسپر مجھ سے زیادہ واقف کار دن نے قلم فرسائی کی ہو اُردو شاعری کے لیے آزاد کی آبحیات یا حالی مین ایک ہین۔ وبزرگ لالہ سری رام ایم اے کی لاجواب کتاب خمخانۂ جاوید کافی معلومات رکھتی ہو۔ اس مضمون کا جو موضوع ہو وہ لٹریچر کی دوسری شاخ یعنی نثر پر ایک سطحی نظر ڈالنا ہو۔

(۲)

سب سے پہلے لفظ اُردو کو دیکھنا ہو۔ اُردو ترکی لفظ ہو جسکے معنی کیمپ یا لشکر کے ہین (اور موجودہ ترکی فوجی اصطلاح مین آرمی کور کے مرادف) یعنی لشکر والون کی زبان۔ اور میر امن۔ آزاد۔ سرسید احمد سب متفق القول ہین کہ شاہجہان کی فوج مین مختلف قومون کی زبانون سے ملکر یہ زبان پیدا ہوئی ہو۔ بزرگون پر نکتہ چینی کرنا جسارت ہو۔ مگر مجھے اس قول سے قطعاً اختلاف ہو۔ اول تو یہ کہ دنیا مین شاہجہان سے پہلے بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ گذرے ہین جن کی فوج شاہجہان کی فوج کے آدمیون سے زیادہ قومون اور نسلون پر مشتمل تھی۔ مگر کسی لشکر نے کوئی زبان پیدا نہین کی۔ دوسرے لوگون کا یہ عام خیال غلط ہو کہ اگر کسی زبان مین کئی غیر زبانون کے الفاظ پائے جاتے ہین تو اُسکے یہ معنی ہین کہ وہ زبان کئی زبانون سے مخلوط ہو کر بنی ہو۔ عربی زبان مین کتنے مفرس الفاظ ہین۔ اسی طرح فارسی مین کتنے معرب ہین۔ انگریزی مین سیکڑون۔ فرانسیسی ہسپانی واطالوی الفاظ مین اور دنیا کی شاید کوئی زبان موجودہ تجارتی عالم مین آکر اپنے کو پاک دکھلا سکے۔ اصل یہ ہو کہ زبان مین امتیاز اور فرق زیادہ اسکے الفاظ فعلیہ و حرفیہ پر موقوف ہین۔ الفاظ اسمیہ کسی زبان مین خلط سے پاک نہین۔ فعل و حرف کے الفاظ سے ہی ایک زبان دوسری سے شناخت ہوتی ہو اور اپنی جداگانہ حیثیت قائم رکھتی ہو۔ مثلاً ایک شخص فرض کرو

کہ آفس کا بابو یہ کہے کہ "فلان شخص میرے انڈر مین ورک کرتا ہو" اس کو ہم یقیناً اُردو نہ کہین گے بلکہ لشکری زبان لیکن اگر وہ یہ کہے کہ آفس مین جلد آیا کرو ورنہ مین ہیڈ اسسٹنٹ سے شکایت کرون گا" تو اگرچہ آفس اور ہیڈ اسسٹنٹ کا غیر لفظ استعمال کیا ہو۔ مگر یہ جملہ اردو زبان کا جملہ ہو۔ پس ایسے فعل جیسے آنا۔ جانا۔ کھانا۔ پینا یا ایسے حرف جیسے۔ مین۔ کو۔ پر۔ یہان وہان وغیرہ جب ان مین کوئی تبدیلی کی جائیگی تو اُس وقت زبان کا مخلوط ہونا کہا جائیگا۔ اور ایسی زبان لال کرتی اور انگریزی دفترون مین بنگالی بابوؤن کے اندر رائج ہے۔ اس لحاظ سے مجھے اس مین بھی تامل ہو کہ ہماری زبان کو اُردو کہنا بجا ہو یا نہین یعنی جن معنون مین ہم اسکو لیتے ہین۔ اُردو ہرگز لشکری زبان نہین اور مناسب یہ ہو کہ اُردو کی جگہ یا تو نیا لفظ ہندوستانی یا قدیم لفظ ریختہ کا رواج دینا چاہیئے۔ معلوم نہین کہ اس کا نام اُردو کیون پڑا۔ اگر اس سے فوجی زبان سے مراد ہو یعنی ان ہندوستان کے مسلمانون کی زبان جن کا قدیم پیشہ سپہگری تھا تو خیر ورنہ اُردو کو اُردو اس حیثیت سے کہنا کہ یہ زبان مخلوط ہو سخت نادانی ہو۔

(۳)

اُردو کی نثر کا آغاز سب سے پہلے شاہ عبد القادر دہلوی سے ہوا ہو جنھون نے قرآن شریف کا ترجمہ اُردو زبان مین کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دولت مغلیہ آخری سسکیان لے رہی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کے بعد اُن کی اولاد رشید اس نئے طریقہ کو اختیار کرتی۔ مگر شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین وشاہ اسمٰعیل صاحبان نے جو کچھ تصانیف چھوڑی ہین وہ تمام کی تمام فارسی زبان مین ہین۔ اور اس بار کو میر امن دہلوی نے اُٹھایا جنھون نے پہلا اُردو فسانہ لارڈ ولزلی کی فرمائش سے لکھا اس کے بعد ہی اُردو کا وہ دلچسپ دور داستان نگاری شروع ہوا جس کے ابتدا مین مرزا رجب علی سرور صاحب فسانہ عجائب اور آخر مین پنڈت رتن ناتھ سرشار صاحب فسانہ آزاد ہین۔ داستان نگاری بُری چیز نہین۔ یہ تخیلات کی وہ شان ہو جس مین شعرا کی محدود پابندیون اور قیود سے آزادی حاصل ہوتی ہو۔ مگر مرزا رجب علی نے غالباً نثر نگاری کو پوری طرح نہ سمجھا۔ اور تک باندھنے ہی کو اپنا سب سے بڑا کمال جانا۔ غالب نے بڑا نہین کہا جو اُنھون نے مرزا کی تحریر کو بھٹیارون کی گفتگو سے تشبیہ دی۔ مرزا رجب علی سرور کا فسانہ اس حیثیت سے قابل لحاظ ہو کہ قصے کا پیرایہ نیا اور نرالا ہو

اور اُردو بھی اگر تک بندی کو نظر انداز کر دیا جائے تو بہت ثقیل اور گران خاطر تھین مرزا کے بعد کسی نے اور بجبل فسانہ نہ لکھا۔ فارسی اور عربی کا کثیر ذخیرہ پہلے سے موجود تھا اور صرف اسی کو اردو کا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی۔ قصّہ حاتم طائی۔ چہار درویش داستان امیر حمزہ وغیرہ اُردو کے لحاظ سے معمولی اور قصے کے لحاظ سے کہنہ اور فرسودہ ہین لیکن اُردو کی نثر نگاری مین جو چیز تمام عیوب سے مبرا ہے وہ پنڈت سرشار کا فسانہ آزاد ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انھون نے داستان گوئی کے ساتھ نثر نگاری مین جان ڈالدی۔ سنجیدہ مذاق۔ طبایع انسانی کے مختلف پہلوؤن کے خاکے یقیناً بے مثل ہین صرف عیب یہ ہے کہ بڑی لمبی داستان ہے اگو اُس زمانہ مین جب وثیقہ دارون اور چانڈو بازون کی تعداد زیادہ تھی لوگون کو اسکے پڑھنے کی فرصت رہی ہو مگر آجکل کی کاروباری نسل دنیا کے انہماک مین مشکل سے داستان آزاد کو لیکر بیٹھے گی۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد حسین آزاد کے آب حیات مین مشکل سے ایک شاعر کی نثر نگاری پر ریویو کیا گیا ہے۔ انشا۔ ذوق۔ امیر مینائی۔ سودا اور غالب جیسے شاعر تھے ویسے ہی نثار بھی تھے۔

غلام امام شہید۔ منشی غلام غوث (صاحب فغان بےخبر) سرشار اور سرسید کی درمیانی کڑی ہین اور ان کی کتاب کا تبصرہ زیادہ برین نیست کہ ایک سے نعت اور دوسرے سے خطوط اور مضمون بلا مطلب کے سوا کوئی بڑی گامزنی نہین کی۔

(۴)

دور جدید مین اردو زبان کی تقدیر سرسید نے کھولی۔ سرسید نے تمام مغلق اور مقفے عبارتون کو یک قلم برطرف کر دیا۔ اور مجھے شبہ ہے کہ اگر سرسید مقفے اور رنگین عبارت لکھنے کی کوشش کرتے تو کر بھی سکتے تھے۔ پہلی کتاب جو اُنھون نے خیالات جدیدہ کے پہلے لکھی ہے وہ صنادید عجم ہے۔ اور اسمین اگرچہ اُنھون نے کوشش اسی بات کی کی ہے کہ عبارت آرائی کرین۔ مگر بُری طرح ناکامیاب رہے۔ اور بعد کی سادہ آرائی مین بھی اگرچہ کمال حاصل نہ کیا مگر اسکی بنیاد رکھدی جسکو اُن کے پہلے ہم نشینون نے نہایت خوبی اور کامیابی سے انجام دیا۔ سرسید کی اُردو ذرا بھونڈی ہے اور حالی نے اسکی توجیہ یون کی ہے کہ وہ اس شخص کے الفاظ کے مانند ہے جو ایک جلتے ہوئے مکان کو دیکھ کر گھبرا جائے اور حالت اضطراری کے الفاظ جو اُس کے مُنہ مین آتے ہین بغیر اسکے کہ وہ اُنکی بلاغت اور فصاحت پر غور کرے چلا

---

عہ اسکا نام آثار الصنادید ہے۔ اڈیٹر

سرسید کی بقیہ تمام تصانیف مذہبی ہین۔ اُن کے مختلف مضامین جو اُن کے تہذیب الاخلاق رسالے سے جمع کیے گئے ہین۔ کتابی خانون مین ملتے ہین یہی اُن کی نثر نویسی کا پورا مرقع ہی۔ مذہبی تصانیف مین خطبات احمدیہ، ابطال غلامی، تفسیر اناجیل، تفسیر قرآن وغیرہ عام اس سے کہ ہم اُن کے خیالات کی کیسی ہی مخالفت کرین۔ سادگی کی وجہ سے اِن بزرگان دین کو اس حیثیت سے ہدایت کا ذریعہ ہو سکتی ہین کہ مذہبی لٹریچر کا اصل مقصد کہ عوام پر صاف اور کھلے الفاظ مین تشہیر ہو وہ ابتک کسی مولوی کے ذہن مین نہ آیا تھا۔ اُن کی تمام تحریر کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ پڑھنے والون کو نفس مضمون کے بجاے یہ جتا دین کہ ان کو کتنی عربی لغتین اور کتنی منطقی اور فلسفی اصطلاحین یاد ہین۔ وہ اُردو لکھتے تھے جو اُن کے سوا اور کوئی نہین سمجھتا تھا۔ رتن ناتھ سرشار نے ایسے ہی علما کی تحریر کا اپنے فسانے مین خوب خاکہ اُڑایا ہی۔ سرسید کے بعد مہدی علی، چراغ علی، حالی، شبلی نذیر احمد، ذکاء اللہ کی تصانیف علمی، مذہبی، تاریخی ہونے کے ساتھ یہ وصف رکھتی ہی کہ سب اسی اصول عام فہمی، سادہ آرائی اور مقصد مضمون پر مبنی ہین۔ نذیر احمد نے اُردو کو دہلی کے گھرانے اور محلسرا سے نکال کر شاہراہ پر ٹہلا دیا۔ جب تک اُردو اور دہلی زندہ ہی۔ لوگ اُن کے قصے کی کتابین کو پڑھینگے اور مزے لینگے۔ مگر ہر چیز کی ایک حد ہی۔ مولانا نے ترجمہ قرآن مین ایسی ہی سطحی اور عامیانہ اُردو کو ٹھونس دیا ہی۔ اور قرآن عظیم کی اعلیٰ متانت اور بلاغت کی مناسبت کا خیال نہین کیا۔ اُن کا ترجمہ قرآن ناپسندیدہ اور قابل تبدیل بلکہ تنسیخ ہے۔ دور سرسید مین ہماری نثر دو اور بزرگون پر ہے۔ ایک تو مولانا محمد حسین آزاد دوسرے سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ۔ ان دونون نے اُردو کو اپنے مذاق کے مطابق اور اپنے رنگ مین رنگا ہی اور اُردو کی سرفرازی کی ہی۔

(۵)

دور سرسید کے اختتام پر اگرچہ بہت سے اُردو نثر نویس تھے۔ مگر اُن مین قابل لحاظ صرف تین شخص ہین۔ ایک بوڑھے اور دو نوجوان۔ بوڑھے سے میرا مطلب یہ ہی کہ جنھون نے سرسید کی آنکھین دیکھی ہین اور ابتک ہم مین موجود ہین۔ لکھنؤ کا مشہور ناول نگار جو انگلستان کے سروالٹر اسکاٹ اور مصر کے جرجی زیدان کی طرح خشک تاریخ کو مضمون کی چاشنی مین ہمارے دسترخوان پر پیش کرتا ہے۔ عبدالحلیم شرر ہے۔ اس کی فہرست تصانیف اگر اسکاٹ اور جرجی زیدان سے بڑھ نہین تو کم بھی نہین

لوگ کہتے تھے کہ اڈیسن فلسفہ کو مقصورہ سے نکال کر مجمع احباب مین لایا۔ شرر نے تاریخ کے پیر فرتوت
کو نازنین دلچسپ ماہرو کے جلوے مین پیش کیا ہی۔ کون ہی جو حسن بن صباح کے فدائیون کا حال
جاننا نہین چاہتا مگر کون اسکو کامل ابن اثیر یا ابن خلدون کی زبانی سننے کا شوقین ہی۔ ہان فردوس برین
کے دلچسپ پیرایے مین ہم سب کو مشتاق بنا دیتا ہی۔ اسیطرح زوال بغداد۔ ماہ ملک۔ ملک العزیز ورجینا
فلورا فلورنڈا۔ منصور موہنا۔ لعبت چین۔ بابک خرمی۔ فاتح مفتوح۔ اسلامی زمانے کی جدا جدا تاریخین
ہین جو قصے کے پیرایے مین ہم کو اپنی قوم کی گذشتہ کارنامون کا زمانہ یاد دلاتی ہین۔ شرر کی فسانہ نویسی
مین جو کمی مجھے نظر آتی ہی وہ یہ ہی کہ اُن کے ہیرو اور ہیروین عموماً ایک ہی قطع کے لباس پہنے ہوئے
نظر آتے ہین۔ اور بعض جگہ اُنھون نے یوسف زلیخا اور سکندر نامہ کی بزم کا رنگ دے دیا ہے
جو موجودہ تہذیب جائز نہین رکھتی۔ اس مین ان کی تازہ ناولین دربار حرامپور۔ غیب دان دلھن
وغیرہ ہین، دو نوجوان نثر نگارون مین مسٹر سجاد حیدر اور خواجہ حسن نظامی ہین۔ سجاد حیدر کو مین
ذاتی طور سے نہین جانتا ہون مگر مین نے اُن کے مضامین خیالستان پڑھے ہین اُس مین زیادہ تر ترکی
اور انگریزی کی خوشہ چینی ہی مگر یہ بھی کمال ہی کہ دوسرے ملک کے پھول کو غیر مانوس آب و ہوا مین تر و تازہ
اُسی آب و نکہت سے باقی رکھے۔ اُن کی اُردو نہایت شستہ۔ دلچسپ۔ جدت آفرین ہی مثال کیلیے
اُن کا وہ حصہ لو جسمین عورت و مرد کے ابتدائی جذبات و کشش کا نقشہ کھینچا ہی۔ یہ ترکی زبان کا قصہ ہی
اور اصل مین یونان کی قدیم میتھیالوجی (روایات مذہبی) کے ایک دلچسپ قصے پر رنگ آمیزی کیگئی ہی
چونکہ میری نظر سے یہ مضمون اصل مین گذر چکا ہی۔ اس لیے مین کہہ سکتا ہون کہ ترکی قصہ ترکی مین اتنا
دلچسپ نہین جتنا یہ قصہ اُردو مین ہی۔ اور ایسی مثال بجز فٹز جیرالڈ کے ترجمہ رباعیات عمر خیام کے
جو اصل سے بہتر کہا جاتا ہی کہین نہین ملتی۔ خواجہ حسن نظامی کی شیرین کلامی اور انداز بیان واقعی
نرالا اور رمز پیرا ہی۔ نذیر احمد کی اُردو ایک زمانہ شناس بڑی بی بی معلوم ہوتی ہی۔ حسن نظامی کی اُردو
ایک شوخ طبع اور کمسن لڑکی۔ میرے خیال مین موجودہ اُردو کی بہترین انشا ہی کاش وہ اپنے سب مضمون جمع
کر کے شایع کر دین۔ مگر اتنی خرابی ہے کہ بعض پر تصوف اور سوفسطائیت کا بہت بھدا رنگ چڑھا ہوا
ہی اور جن کو میری طرح تمام صوفیانہ وارفتہ حرکتون سے بیزاری ہی۔ پسند نہ ہوگا۔

( ۶ )

اس مضمون کے لکھتے وقت میرے سامنے اُردو ادب کا مشہور پرچہ الناظر ہی جو میرے مکرم شاہ نذیر شفی کی توجہ اور عنایتون کا نتیجہ ہی۔ ہندوستان مین اُردو جرنلزم برسات کے کیڑے کی طرح اُبلتی ہے اور جہان غیر موافق ہوا لگی اور خاتمہ۔ الناظر کے پہلے کتنے رسالے اُردو کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور کتنے باقی ہین۔ مخزن مین نے آج پانچ سال سے نہین دیکھا۔ اور دوسرے رسالے ایسے گم ہوگئے کہ مجھے اُن کا نام بھی یاد نہین رہا۔ دلگداز نے مولانا شرر کی زندگی مین کئی پلٹے کھائے اور اب مولانا صدیق سلمہ اُن کے بیٹے نے اُسکے چلانے کا بیڑا اُٹھایا ہی۔ ابتک تو وہ کبھی سالانہ کبھی ششماہی قسط پر نکلا کیا۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا ہی کہ مولانا صدیق آئندہ سے اسے وقت پر نکالین گے۔ زمانہ ایک اور رسالہ ہے اور اچھا ہی بلکہ بہت اچھا ہی۔ مگر اڈیٹر صاحب کو نہ مین جانتا ہون اور نہ اُن کے رسالہ کی ہسٹری۔ اور اسواسطے نہین کہہ سکتا کہ یہ کب تک زندہ رہے۔ خیر۔ الناظر اگست کا پرچہ میری محترم شاہ صاحب کو معلوم ہی کہ مجھے ایک نظر نہین بھایا۔ اور مین نے جو کچھ نکتہ چینی کی ہی وہ ذاتیات پر مبنی نہین۔ بلکہ عزیز اُردو کی خاطر۔ ستمبر کا پرچہ بارے کچھ ترقی پر ہے۔ "دوشیزگان مغرب کا جزیرۂ عورستان" مین متحیر ہون کہ اُس کو کس درجے پر کہون۔ "گہے برطارم اعلیٰ نشینم۔ گہے بر پشت پاے خود نہ بینم" خیالات کی یہ بلند آفرینی اور پھر جاکر گرا کہان۔ لندن اور پیرس کے اسکر ( [illegible] ) مین۔ بہر حال بُرا نہین اور پرواز اور آورد غیر طبعی ہی۔ سید احمد رفاعی قدس سرہ۔ "معلوم نہین کہ صاحب مضمون کو اسپر روشنی ڈالنے کی ضرورت کیا پڑی تھی۔ کیا مولانا شرر کی کتاب الحکم الرفاعی اردو مین موجود نہین ہی۔" "ترک قلم" مین جدت ہی اور کسی کہنہ مشق کا معلوم ہوتا ہے۔ "دانست" میری سمجھ سے باہر ہی۔ اور مجھے اتنی فرصت نہین کہ اس پر غور کرون۔ حیات عالمگیر مین صاحب مضمون جلوہ گر کرکے دکھلانے والے ہین جس سے پروفیسر سرکار اور شبلی کی روح غالباً سبق لے گی۔ انتظار ہے۔ انگلستان کا جلوہ معقول نکتہ چینی اور اُردو کی نہایت لابدی خدمت ہی اور ہمارے شکریہ کے قابل۔

سید مقبول احمد الہ آبادی

| | |
|---|---|
| اُردو اگو راج چار سو تیرا ہے | شہرون مین رواج کو بکو تیرا ہے |
| پر جب تک انیس کا سخن باقی ہے | تو لکھنؤ کی ہے لکھنؤ تیرا ہے |

(حالی)

# فلسفۂ حرکت

**تمہید** قارئین کرام کو لفظ "حرکت" سے معًا یہ شبہہ ناشی ہوگا کہ اس سے مراد خدانخواستہ علم الحرکت ہے۔ یا وہ چیز ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی کے "علمیات" میں منجملہ "معاشیات" "ریاضیات" "مثلث" وغیرہ کے اپنا وجود رکھتی ہے۔ یا "طبعیات" کا وہ عنصر ہے جو بصورت شدت متحیل یہ آتش ہوجاتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس شبہ کے ساتھ ہی ساتھ مضمون کی خشکی کا تخیل بھی تغافل و بے نیازی کو دعوت دے اور ناچیز راقم الحروف کی ساری محنت محض سرسری ورق گردانی کی نذر ہوجاتے۔ پس اس کا ارتفاع اور دفع دخل کچھ ایسا زیادہ نامناسب بے لگا نہیں ہے۔ چنانچہ لفظ حرکت کا مفہوم یہاں پر وہ شئی ہے جس سے حیات کا وجود ہوتا ہے اور جس سے پوری زندگی رفتہ رفتہ متشکل ہوجاتی ہے اور جو جمود و سکون کا متضاد اور شورش و ہنگامہ آرائی کا مترادف ہو اور جسکا پورا تصور ہیجینی، تلاطم، طغیان، ہیجان، کشت و خون وغیرہ کی انقلابی ڈکشنری میں پنہاں ہے۔ ظلم و جبر، عدوان، سفک دم، توہین، تذلیل، وغیرہ جسکے محرکین ہیں۔ اور حریت آزادی، ایثار، فدویت جسکے نتائج ہیں۔

**تقسیم** حرکت کی تحریک ہمیشہ دو پہلو رکھتی آئی ہے، جنکو اسکی دو قسمیں بھی کہہ سکتے ہیں: پہلی انفرادی دوسری اجتماعی۔ یہ دونوں حیثیتیں باعتبار مدارج کے پیدا ہوتی ہیں اور انکی علحدگی صرف بلحاظ منازل کے ہے نہ باعتبار فرق کے۔ اور حرکتِ انفرادیہ کے لیے لازمی ہے کہ کسی نہ کسی وقت وہ حرکت اجتماعیہ کو وقوع میں لے آئے گویا حرکت کی پہلی منزل حرکتِ انفرادیہ ہے اور دوسری منزل جو منزل اول کا لازمی نتیجہ ہے حرکتِ اجتماعیہ ہے۔ البتہ یہ امر غور طلب ہے کہ ان ہر دو حرکتین کے وسطی مدارج کیا ہونا چاہیئے، اور وہ کونسی صورتیں ہیں جو حرکت انفرادی کے حرکت مجتمعہ تک پہونچنے کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں اور جنکے بغیر کوئی منفردہ حرکت مجتمعہ حرکت کا منہ نہیں دیکھ سکتی یا بہ الفاظ دیگر وہ شرائط و لوازم کون کون ہیں جو ایک حرکت کو اجتماعی صورت میں نمودار کرسکتی ہیں چنانچہ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلیے بہتر یہی ہوگا کہ مذکورہ سادی تقسیم میں دو اور

قسمیں بھی بڑھائی جائیں تاکہ یہ تقسیم فلسفۂ حرکت کے تمام پہلوؤں پر باحسن وجوہ حاوی ہوسکے اور حقیقت یہ ہے کہ فلسفۂ حرکت کے یہی چار عناصر ہیں جن پر حرکت کا وجود، ابتدا، ارتقا، اور اختتام منحصر ہے۔ یعنے:-

ا - حرکت انفرادیہ
ب - حرکت منفردۂ اجتماعیہ
ج - حرکت مجتمعۂ انفرادیہ
د - حرکت اجتماعیہ

**غایت** - قبل اسکے کہ ان اقسام کی تعریف و تفصیل کیجائے حرکت کی غایت و مراد کا بیان [illegible] اُنکی دلچسپی اور اہمیت کو اور گہرا کر دیگا - ہر چند کہ یہ بات کچھ زیادہ محتاج بیان نہیں کہ حرکت کی غایت کیا ہوتی ہے تاہم اس امر کی طرف توجہ دلانا کہ حرکت کا منشا کیا ہے تحصیل حاصل بھی نہیں کہا جاسکتا۔

حرکت کی فطرت، اپنی ہستی کا پورا پورا احساس کرلینا ہے۔ مختلف افراد کا یہ محسوس کرلینا کہ ہم کیا ہیں، ہماری ہستی اور ہمارے وجود کا منشا کیا ہے؟ کس قسم کے قیود و حدود میں گھرے ہوے ہیں، ہمارے مذہب، اخلاق، معاشرت، سیاست، مادیت، نسل، رنگ، زبان، وطن؟ وغیرہ لوازمات ہم سے کس قسم کے تمدن کے طالب ہیں؟ ہمارے ذاتی خصوصیات اور اضافی تعلقات کیا ہیں، ہماری ترقی کیا تعریف رکھتی ہے اور ہمارا تنزل کیا معنی رکھتا ہے؟ ہماری بقاء کے لیے کونسی چیزیں مضر اور ہماری فنا کے لیے کونسی چیزیں مفید ہیں - ہم کہاں ہیں اور ہمکو کہاں ہونا چاہیے؟ تنازع للبقا کے کس درجہ اور جہد للحیات کی کس منزل میں ہیں، آیا مائل بہ تنزل ہیں یا رو بترقی ہیں، آزاد ہیں یا غلام، اگر آزاد ہیں تو حقیقی طور پر اور اگر غلام ہیں تو کس قسم کے؟ خلاصہ یہ کہ یہ معلوم کرلینا کہ بحیثیت ایک قوم ہونے کے ہمارا وجود کس مقام پر ہے حرکت کی غایت کو پورا پورا ادا کر دیتا ہے اور حرکت کی آبرو یہی ہے کہ مذکورہ کُل لوازمات اُسکے جلو میں ہوں۔

**تعریف** حرکت کی ابتدا انفراد یا افراد سے متعلق ہے اور حرکت انفرادیہ احساس قومیت کی اُس شکل کا نام ہے جب کسی گروہ یا جماعت کے مختلف افراد اپنی قومیت کے متعلق اپنے اندر

ایک نہایت دُھندلا سا تصور پیدا کرتے ہیں اور سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم میں کیا کیا قوتیں مخفی ہیں اور ہمیں حیثت القوم ہماری کیا وقعت ہے - ہم کس قسم کی فضا میں ہیں اور ہمارا ماحول ہم سے کس قسم کے خیالات وافعال کا مستحق ہے - یہ محض شخصی احساس ہوتا ہے اور قومیت کے لحاظ سے اصولاً اسکو حرکت کا بچپن سمجھنا چاہیے اور اسی انفرادی احساس کو بیداری حقوق طلبی وغیرہ کے نام دیے گئے ہیں اور چونکہ تصور حرکت نہایت مدھم اور مبہم ہوتا ہے اسلیے نرمی اور اعتدال اسکے واسطے ناگزیر ہیں - تاہم اس حرکت شخصیہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نئی نئی آوازیں اور عجیب عجیب صدائیں اور غیر مانوس خیالات عدم سے وجود میں آتے ہیں - اختلاف شدید ہوتا ہے - اور علاوہ اُن لوگوں کے جو اس حرکت فردیہ کے تنہا حامل ہوتے ہیں، عام طور پر بے پروائی، تغافل اور استہزا بھی اسی مرتبہ پر ہوتا ہے جتنا اختلاف ہوتا ہے - گویا فطرتِ حرکت کی دایہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پہلے پہل قومیت کے کھلونوں سے روشناس کراتی ہے جنپر وہ لڑتے ہیں - ضد کرتے ہیں، چھینا جھپٹی کرتے ہیں، اور جھگڑا بکھیڑا کیا کرتے ہیں مگر چونکہ حرکت کی رفتار توالد وتناسل کی رفتار ہے کہ ایک مرتبہ متحرک ہوکر پھر کیا مجال ہے کہ بند ہو جائے یا رُک جائے اسلیئے رفتہ رفتہ قومیت کی نئی صدائیں پرانی اور اجنبی تخیلات سے مانوس ہوتی جاتی ہیں اور اُس گروہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ذہنی طور پر اس ابتدائی حرکت کے اصول وفروع کو منضبط کرلیتی ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نوعیت قومیت کے متعلق چند نقاط متحد علیہ ہو جاتے ہیں اور اصول خود بخود متشکل ہونے لگتے ہیں اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جاتا ہے جو پوری جماعت میں جذبات حیات پیدا کرنے کا خواہشمند ہو جاتا ہے - مگر چونکہ یہ جذبہ افراد سے آگے بڑھنے نہیں پاتا اور نہایت محدود ہوتا ہے لہذا عام قومیت ظاہر نہیں ہوتی ہرچند کہ چند افراد کا جذبۂ قومی متفقہ حیثیت سے قومیت کا سبق پڑھانا شروع کردیتا ہے - حرکت کی اس منزل کو حرکت منفردۂ اجتماعیہ کہتے ہیں اور یہ گویا حیات قومی کا دوسرا زینہ ہے - اس میں اختلافات تقریبًا نابود ہو جاتے ہیں - جمود عامہ میں ایک بےچینی پیدا ہوتی ہے - میٹھی نیند سونے والے کسی قدر چونکنے لگتے ہیں جلسوں اور رزولیوشنوں - کانفرنسوں اور کانگرسوں کی کثرت ہو جاتی ہے مگر حقیقی جذبہ ایک خاص گروہ اور ایک محدود طبقہ سے جو حرکتِ انفرادیہ کا ثمر ہوتا ہے، آگے نہیں بڑھنے پاتا - اور نمود ونمایش کے لیے ایک وسیع میدان، نیز شہرت وعزت کیلیے ایک

ء بعض جولاں گاہ مہیا ہو جاتی ہے۔ مگر اس منزل میں جو امر بہت زیادہ قابل غور ہے یہ ہے کہ تعین قومیت کا طبقہ اور طلب حقوق کا گروہ عموماً ایک ہی ہوتا ہے دو چار نہیں ہوتے۔ اور جو حیات کہ حرکت کے لیے لازمی ہے وہ منقسم نہیں ہوتی بلکہ اسکی ساری جدوجہد ایک ہی کائنات جد و جہد اور ایک ہی جذبۂ قومیت کے اندر محدود رہتی ہے اور جو خیالات کہ اس قسم کی حرکت اپنے ساتھ لاتی ہے اُنکے مدعی اور ذمہ دار وہی لوگ اپنے کو سمجھتے ہیں جو منفرداً اپنی معلومات سے اپنے حقوق کو محسوس کرتے ہیں اور حقوق شناسی کے بعد ہی حقوق طلبی کا آغاز کرتے ہیں۔ اور چونکہ مطالبات صاف و صریح اور زیادہ دور رس اور نتیجہ خیز نہیں ہوتے لہذا یہ منفرد اجتماع بہ نسبت حرکت کی اشاعت و تبلیغ کے اپنے طبقہ کے مخصوص و متعین افراد کو آزاد خیالی کی بنا پر ذاتی شہرت و شخصیت عطا کر دیتا ہے حریت کے سچے مفہوم اور طلب صادق سے یہ لوگ محروم ہوتے ہیں بیہودہ اور کورانہ تقلید کو بھی یہ طبقہ لبضمن ترقی سمجھتا ہے۔ جان دہی و جانستانی کا ولولہ مطلق اس میں نہیں ہوتا۔ اصلاح و درستی کا صرف شور و غل مچانا آتا ہے۔ عزم و ارادہ کی قوت مفقود ہوتی ہے اور اس منزل میں "حرکت" گویا لڑکھڑا کر چلنا سیکھتی ہے لیکن اس حالت پر ایک مدت گزرتی ہے۔ حرکت اپنے دورِ ارتقاء میں نئے نئے احساسات کو جلوہ دیتی ہے۔ زمانہ ہمیشہ رخ باستقبال رہتا ہے۔ آیندہ نے ہمیشہ موجودہ اور گذشتہ پر ترجیح پائی ہے۔ قومیت کا جذبہ زور پکڑ آجاتا ہے۔ اپنی ہستی کا احساس زیادہ گہرا ہونے لگتا ہے۔ دنیا کے حالات و واقعات متاثر کرتے ہیں۔ اور ایک نئی جماعت پیدا ہوتی ہے جو پچھلے طبقہ کے افراد پر نکتہ چینی کرتی ہے۔ منفرد اجتماعیہ کے دور کے افراد کو خلوص و ایثار سے معرا ہونے کا الزام دیتی ہے۔ اُنکو ذاتی نام و نمود اور جاہ و ثروت کا طالب ٹھیراتی ہے۔ تقلید و تصنع کو کفر سمجھتی ہے۔ اپنے خاص قومی خصوصیات پر عمل پیرا ہوتی ہے۔ ایثار و حریت کے سچے نمونے پیش کرتی ہے اور ایک عام بیداری پیدا کر دیتی ہے۔ عوام میں بھی قومیت کا احساس مبہم و مجمل طور پر پیدا ہونے لگتا ہے۔ ہر کام قومیت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ ملک کے طبقات اپنے مطالبات پر متحد ہو جاتے ہیں عزم راسخ اور فدویت کے بیشمار مظاہرات رونما ہو جاتے ہیں۔ طلب حقوق میں بیخوفی بڑھ جاتی ہے اور قوم میں، قومی عقائد طرح طرح کی شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں اور ہر فرقہ کو اپنے اثر میں لاتے ہیں۔ لاتعداد طبقے مختلف سیاسی اثرات کے وجود میں آگئے ہیں

اور پبلک کو خالص قومی ذائقہ سے لذت اندوز کرانے لگتے ہیں۔ حرکت کے اس دور کو حرکت مجتمعہ انفرادیہ سے موسوم کرتے ہیں، ملک کے جدید و قدیم قومی عقائد میں تصادم شدید واقع ہوتا ہے۔ غیر خالص خیالات اور کمزور و خود غرضانہ مقاصد فنا و ذلیل ہو جاتے ہیں اور سچی قومیت خود اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔ بیشمار چھوٹی چھوٹی جماعتوں کا پیدا ہو جانا ایسے حالات میں مقتضائے فطرت قومیہ کے بالکل مطابق ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ ہر جماعت اپنے سیاسی اصول و فروع مستقل رکھے۔ چنانچہ باوجودیکہ مجموعی حیثیت سے بیداری و روشن خیالی کی کثرت ہو جاتی ہے تاہم ہر قومی جماعت فرادی فرادیٰ اپنی قومی فضا کو قائم کر لیتی ہے اور مختلف سیاسی عقائد کے گروہ اپنے مخصوص ماحول کی بنا پر قومیت کے جداگانہ مفہوم تراش لیتے ہیں۔ اور اس اجتماعی انفرادی کے مختلف اور منفرد طبقات کا کوئی متحدہ نقطۂ عمل نہیں ہوتا۔ ہر طبقہ فرداً فرداً اپنے دائرۂ سعی کے اندر حسب مقدور قومی ترقی کی کوشش کرتا ہے لیکن اپنی جماعت کے ساتھ ساتھ۔ اس انفرادی اختلاف کا باعث عموماً خارجی دخل اندازیاں اور اضافی جبر ہوا کرتا ہے۔ سخت کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ کوئی مخصوص نظام قومیت متعین نہیں ہو سکتا۔ شیرازہ منتشر رہتا ہے۔ قوائے عمل معطل رہتے ہیں۔ انفرادی جماعات کی کوششیں باطل ثابت ہوتی ہیں اور باہم ٹکراتی رہتی ہیں۔ اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ تمام قومی عمارت ایکبارگی بھڑبھڑا کر زمیں بوس ہو جائیگی۔ اور چرخ نیلوفری کی ایک ہی گردش میں نادر اور نادری نابود ہو جائیگی۔ فرقہ بندی کے اختلافات ایسے سخت ہوتے ہیں کہ اُنکا علاج کرنا مریض کے فنا کر دینے کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور ہر چند کہ ابتدا میں یہ اختلاف اصولی ہوتے ہیں مگر رفتہ رفتہ شخصی ہو جاتے ہیں۔ اجتماع انفرادیہ کے مختلف اشخاص باہم ایکدوسرے کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔ قومی حرکت معطل سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام باتوں کے خود حرکت نہایت شدت کے ساتھ مخفی طور پر بڑھتی رہتی ہے۔ جمود پر کاری ضرب لگتی ہے۔ سکون و خاموشی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حقوق طلبی گو کہ رنگ برنگ کی صورتوں میں نمودار ہوتی ہے مگر بکثرت پھیل جاتی ہے۔ اعتدال پسند، انتہا پسند، شہرت پسند، جلسہ طراز، کچھ باز، وفادار، بیوفا، غرضکہ اس عہد مجتمعہ انفرادیہ میں طرح طرح کے سکے ڈھل جاتے ہیں اور باہم تنازع کے ذریعہ سے بالواسطہ حرکت کو تقویت پہنچاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے

کا ذریعہ بقا ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کے جماعتی اختلافات ایک مدت تک جاری رہتے ہیں، لیکن قدرت کے قوانین کی بنیاد تو اتحاد و موانست پر قائم ہے۔ درندے بھی انسانوں کے ساتھ بسر کر لیجاتے ہیں۔ البتہ خاص خاص اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر شیر بکری کا ایک گھاٹ پر مجتمع کر دینا کتنی بڑی بات ہے۔ پس جو لوگ ایک مدت تک یہ سمجھتے رہے کہ

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال

اُنپر ایسی بجلیاں گریں، وہ وہ قیامتیں نازل ہوئیں کہ ساری چیاں وجنبس بھول گئے اور جب دیکھا کہ خود قوم ہی پر ضرب لگنے والی ہے تو بیچارے

شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

سب آپس میں متحد ہونے لگے۔ اور حرکتِ اجتماعیہ کا آغاز ہوا۔ قوم کے مختلف فرقے صلائے ارتباط دینے لگے اور شیرازہ بندھ گیا۔ پھر کیا تھا۔ اسکے بعد تو جو قدم آگے بڑھتا ہے پیچھے نہیں ہٹتا، جو آواز بلند ہوتی ہے بغیر اثر کیے نہیں رہتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح ایک صحیح و تندرست انسان کے تمام قویٰ ہر پہلو سے منشاء قدرت کو پورا کرتے ہیں اُسی طرح حرکتِ اجتماعیہ کے حصول کے بعد قومیت اپنی قدرتی شان میں نمودار ہو جاتی ہے۔ (باقی آیندہ)

ندیم احسن

از شیوۂ ناصواب توبہ | از خوردن این شراب توبہ
چون خواب برادرست با موت | از کثرت خورد و خواب توبہ
در حالت نزع توبہ کردم | زین توبۂ بے حساب توبہ
چون باعث قوت گناہست | از خوردن این کباب توبہ
صد کوہ خطا کشد در آغوش | از بیخ چو گشد نقاب توبہ
در صحبت غیر نیست فیضے | از صحبت ناصواب توبہ
زین پس من و گوشۂ قناعت | از ہمت شیخ و شاب توبہ
ہر کس کہ ز توبہ باز گردد | ہم توبہ شود عذاب توبہ
بر عمر چو نیست اعتمادے | باید کہ کنی شتاب توبہ

(انجم)

# شکر سکاریہ

## جنگ سکاریہ کا ادبی پہلو

اگست و اکتوبر ۱۹۲۱ء مین فتح انگورہ کے لیے یونان نے کثیر التعداد فوجون کے ساتھ حملہ کیا تھا جنہین خیال تھا کہ ترکون کی ترکی تمام ہو جائیگی مگر انگورہ سے آگے ہی خلیج سکاریہ پر ترکون نے اس زبردست حملہ کو روکدیا اور یونانیون کو کامل شکست کے بعد لپسپا ہونا پڑا۔ مضمون ذیل مین اُسی معرکہ پر نظر ڈالی گئی ہے۔

عین اُسوقت (۱۹۱۸ء) جبکہ قسطنطنیہ کی دلکش رنگینیان اغیار و اجانب کی دست و بُرد سے خاک و خون مین ملائی جا رہی تھین اور اُسکے دل آویز مرغزارون پر خدای جلال و جمال کی نورانیان اپنے وداعی لمحات حسرت و حرمان کے ساتھ گذار رہی تھین، عشق بازون کی ایک جماعت تھی جسے ظلمت و ضلالت کی بڑھتی ہوئی تاریکیون مین گھر جانے کا خطرہ لاحق تھا۔ پس وہ کسی ایسے امن و ملجا کی تلاش مین زمین کی تمام وسعتون پر نظر ڈال رہی تھی جو اُسے اپنے دامن مین چھپا سکے مگر آہ۔ کہ اُسے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔ قسطنطنیہ کے سامنے باسفورس کا وہ زخار دریا اپنی پوری ہیبت و جلالت کے ساتھ خموش و ساکت تھا جسمین سیکڑون رقیبان تیرہ دل غرق و تہ آب ہو چکے ہین، مگر اُس نے بھی اس عشق دوست جماعت کو اپنے اندر چھپا لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اناطولی کی تمام کوہ مثال موجین اپنے پورے خروش و ہیجان کے باوصف بھی سکون پذیر تھین اور انھون نے اس جماعت کے حفظ و بقا سے منھ پھیر لیا تھا۔ جزیرہ نمائے "گیلی پولی" کی تمام سرسبز و شاداب وسعتین ان عشق بازون کو اپنے ماموں و مصئون دامن مین چھپا لینے سے انکار کر چکی تھین۔ مگر اے دریائے سکاریہ تو تھا اور صرف تو تھا کہ تو نے ان سوختہ سامانون کی جماعت کو اپنے شفقت اندوز دامن مین سمیٹ لینے کے لیے بےچینی سے دعوت دی، تو اپنی تمام وسعتون اور پہنائیون کے ساتھ اس جماعت کی امن و امانت کی خطرناک ذمہ داری لینے پر تیار ہو گیا۔ تو نے اپنے تمام پرفضا کنارون کو اُسکے حفظ و امن کے لیے ایک عاشق

عاشق مثال آغوش کی طرح کشادہ کر دیا۔ تیری تمام دلکش و دل پذیر شادابیون نے اپنی پوری بہار و دلکشی کے ساتھ اسے اپنی طرف بلا وا دیا۔ اور تیری تمام نظر فریب وادیان اپنی پوری دل آویزیون کے ساتھ اُسے اپنے یہان پناہ کے لیے اک خموش اشارہ کر رہی تھین۔ اور تیری ہلکی ہلکی موجون نے اپنی تمام اضطراب انگیز روانیون کے ساتھ اُسے اپنی طرف کھنچ آنے کا اذن دیا۔ بس عین اُسی حالت مین جبکہ ان درماندگان عشق و الفت کو مادر وطن بھی بکمال دردمندی اپنے جان پرور آغوش سے جُدا کر چکی تھی تو صرف تو تھا۔ کہ تو اُن کی اِس خستگی اور آوارگی پر غمدیدہ نظر آیا۔ اور صرف تو تھا۔ کہ اُن کی اس تباہ کاری پر بکمال تحمل آنسو گرا رہا تھا۔ اور گو تو چُپ تھا مگر تیری تمام طوفان خیزیان اور تیری تمام متلاطم موجین اُن کی اس درماندگی پر بیچین و مضطر تھین۔ تو اس انتشار و براہمی پر نمناک تھا۔ ہان ہمین یہ بھی یاد ہے کہ اُسوقت تیرے کوہ شکن سیلاب مین ایک حیرت فزا انجماد پیدا ہو گیا تھا۔ تیری دل نوازمون اپنی وادی کے ہرے بھرے کنارون سے اُٹھکھیلیان بھول گئی تھین۔ ہان۔ ہمنے تیری اُن رنگا رنگ مچھلیون کی دلگدازیان بھی دیکھی تھین جو تیری صاف و شفاف سطح پر تڑپ تڑپ کر نمودار ہو رہی تھین بس اسے عزیز و محترم دریائے سکاریہ! جب یہ تشنہ کامان عشق و عاشقی کوئی یار کی عزیز از جان زمین سے نکالے گئے تو اُنھون نے سمجھ لیا کہ اب ہماری حفاظت و سرپرستی کی تمام ذمہ داری تیری ہی اُلفت و محبت مین مضمر ہے۔ اور واقعی تو ہی تھا کہ اُن کو اپنی دلربا شادابیون مین "خوش آمدید" کہنے کو تیار ہوا۔ بس وہ بھی بکمال دردمندی تیری طرف بڑھے۔ اور تیرے آغوش اُلفت مین اُنھون نے ایک مقام پر پناہ لی۔ اور پھر بکمال اُلفت اِس مقام کا نام "انگورہ" رکھا۔ پس جب عشاق کی یہ غم نصیب جماعت تیرے شفقت اندوز دامن مین پناہ گزین ہوئی تو تو نے اپنی تمام گلبار و گل ریز وادیان اس کے امن و عیش کے لیے وقف کر دین۔ تو نے اپنے تمام شیرین چشمے اِن شیر خوار بچون کے لیے کھول دیے جن کی دمساز و غمگسار مان بہنین اپنی عصمت و پاکدامنی کی حفاظت مین کام آ چکی تھین۔ اور اس کمسنی کی حالت مین یہ محبت کر نیوالے انھین اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ اور تیری وادی کی گھنی جھاڑیون مین متعاقب دشمن کے خوف سے چھپا دیا تھا۔ ہان اس جماعت مین کچھ دماغ ایسے بھی تھے جو علم و حکمت کے ممتاز سرمایہ دار تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو وطن کے دلکشا گلزارون کی سیر و تفریح مین اپنی تمام عمر گذار چکے تھے۔ کچھ ایسے ادیب و فلاسفر بھی تھے جنھین اپنے وطن مین دنیا جہان کا سکون و فراغ حاصل تھا۔ اور کچھ دماغ ایسے بھی تھے جو

عشق و عاشقی کے حیات افروز مشغلہ مین اپنی عمر کا تمام ہیجان طلب حصہ صرف کر کے اب ایک سکون بخش دلفریب آگین تصور کے لیے کسی پرسکون گوشہ کی تلاش مین سرگردان تھے۔ مگر آہ۔ کہ کوئے یار کی تمام راحتین اب اُن سے چھین لی گئی تھین۔ اور وہ سیکڑون میل کے پاپیادہ سفر سے اسدرجہ افسردہ ہو گئے تھے گویا اب وہ زندہ بھی نہ رہین گے۔ مگر-

اے دریائے سکاریہ کی دلولہ انگیز شفقتو!

خدائے اقدس و کبریا کے جلال و جمال کی قسم کہ تو نے ان چاک گریبان نو کی دلبستگی کے لیے اپنی بہار دو دلکشی کا تمام نکھار وقف کر دیا اور آخر یہ لوگ تیرے فیض و کرم سے مستفید ہو کر پھر ایک مرتبہ تازہ دم ہو گئے۔ مگر آہ۔ کہ ابھی یہ جماعت تیرے سبزہ زارون سے کافی طور پر سیر بھی نہونے پائی تھی کہ رقیبون کی نظرین تیری ان دلفریبیون پر بھی پڑین اور انھون نے بکمال دیدہ دلیری چاہا کہ تیری ان شادابیون کو بھی لوٹ لین۔ مگر تو سمجھ لے کہ رقیب تیری دلربا موجون کی طرف بڑھنا نہین چاہتا تھا وہ تیرے سرسبز و شاداب کہسارون کی رنگینیان لوٹنا نہین چاہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ ان دلجلون کی اس ٹمٹماتی ہوئی شمع کو بھی گل کر دے جو انھون نے عہد عاشقی کی یادگار کے طریق پر تیری پناہ لیکر "انگورہ" مین روشن کی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ عشق و الفت کی اُن نورانیون پر حملہ آور ہو جو سقوط قسطنطنیہ کے بعد بھی تیرے مشام افروز افق پر خون شہیدان کی تمام رنگینیون کے ساتھ جھلملا رہی تھین۔ وہ تجھے پامال و عبور کر کے عشق بازون کی اُس جان بخش و جان نواز آرزو کو خاک مین ملانا چاہتا تھا جسکی حفاظت مین شہید کربلا نے اپنی معصوم جان یزید کے ناہنجار رفقائے سپرد کر دی تھی وہ چاہتا تھا کہ خدائے حسن و یکتائی کی اُن پرتو فگن رنگینیون کو انگورہ والون سے چھین لے جنکی حفاظت مین حجاز و بطحا کے ایک کمبل پوش عاشق نے بدر و حنین کی کرب انگیز مصیبتین برداشت کین، وہ چاہتا تھا کہ تجھے عبور کر کے عشق و عاشقی کی اس نام لیوا جماعت کو برباد و برہم کر دے جسکی عزت و عظمت کی قسم کھانے کے لیے آج بھی طور و فاران کی مقدس چوٹیان تیار ہین۔ وہ چاہتا تھا کہ انگورہ کے اُن سبز و نیلگون گنبدون کو زمین دوز کر دے جنپر صبح درخشان کی ہلکی ہلکی نورانیون مین عشق و الفت کی وحدت آفرین یاد تازہ کی جاتی تھی لیکن عین اسوقت (اگست ۱۹۲۱ء) جبکہ یہ تیرہ باطن رقیب ان ناپاک و ناکارہ ارادون کے ساتھ (پانچ لاکھ کی تعداد مین) تیری طرف بڑھا تو ہمنے دیکھا کہ تیری پُرکیف روانیون مین ایک وقار آثار سکون پیدا ہو گیا ہے ہمنے دیکھا کہ تیری

متلاطم شورشون کی ہر لہر کے مُنھ سے کف جاری تھے۔ گویا وہ غُصے سے آپے مین نہ تھین ہم نے دیکھا کہ تیری غضبناک امواج اُمنڈ اُمنڈ کر کنارون سے ٹکرا رہی تھین۔ گویا تو یہ چاہتا تھا کہ اِس بڑھتے ہوئے رقیب کا سر اپنے کوہ تمثال کنارون سے ٹکرا کر پاش پاش کر دے۔ ہم نے دیکھا کہ تیرے زعفران زار کہسارون مین ایک خشم آگین تمکنت پیدا ہو گئی تھی اور اسکے جھومنے والے درخت خموش و ساکت تھے گویا تو بحالِ دردمندی سوچ رہا تھا کہ کس طرح مین اپنے اِن ہرے بھرے درختون کی مدد سے اِس تیرہ داغ رقیب کو برباد و برہم کر دون۔ ہمنے دیکھا کہ تیری گلبار و گل ریز وادیون مین چہکنے والے پرند خموش و ساکت تھے۔ گویا تو سوچ رہا تھا کہ کس طرح مین اپنے ان طائران نغمہ سنج کی مدد سے اس کو تباہ و برہم کر دون۔ ہم نے دیکھا کہ تجھے آس پاس سے گھیرے ہوئے پہاڑون کی فلک پیما چوٹیان تیری طرف جُھک پڑی تھین۔ گویا تیرا خیال تھا کہ مین اپنے فلک نما پہاڑون کے ذریعہ رقیب کی اس جماعت کو پیس کر سرمہ کر دون جو تیرے حُسن و جمال کی دل آویز وادیون پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ مگر اُف رے۔ اے دریاے سکاریہ! تو نے ایک مرتبہ انگورہ کے اُن میدانون پر بھی نظر ڈالی جہان تیری مست چتون کی ایک ہی جھلک پر مِٹ جانے کے لیے سیکڑون سرباز و سرمست سرون سے کفن باندھے پرے جمائے کھڑے تھے۔ اور اُف کہ تیری یہ دلدوز نگاہ سب سے پہلے اُس عشق و دست فدائی پر پڑی۔ جو عاشقون کی تمام صفون سے آگے کھڑا ہوا۔ تیرے ایک ہی اشارہ کا منتظر تھا۔ لوگ کہتے ہین کہ تیرے عالم افروز حسن و جمال پر اس شوق سے مر مٹنے والے کا نام مصطفی کمال تھا۔ بس وہ پشت سمندر پر تڑپ گیا اور تیری اِس تاب شکن نگاہ کو وہ بہت جلد تاڑ گیا گویا تو نے اپنی پوری محبت بھری نگاہ سے ان تشنہ کامان آرزو کو اشارہ کیا تھا کہ بڑھو اور میرا جوبن لوٹنے والے رقیب کو میرے سبز و شاداب کنارون کے اُس پار ہی ڈھیر کر دو۔ پس

دریاے سکاریہ کی دل پذیر ردانیو!

تمھاری پرکیف اداؤن کی قسم کہ اِس اشارہ کے پاتے ہی تجھ پر مر مٹنے والا مصطفی کمال بڑھا۔ اور اس طرح بڑھا کہ اسکے پیچھے سیکڑون عشاق و سربازکی تھے جنکے دلون مین تیری جان پرور نسبت کی اٹھتی ہوئی بیچینیان تڑپ رہی تھین۔ ہان یہ وہ سرشار اور سرمست تھے جو تیری زلف پُر پیچ کی دل آویز شکنون پر مر مٹنے کی قسم کھا چکے تھے۔ یہ وہ عشاق و شیدائی تھے جو تیرے تبسم کی ؟؟ فریب موجون پر قربان

ہونے کا آخری تہیہ کر چکے تھے۔ آخر کار عشق و عاشقی کے سرمست مصطفٰے کمال نے حکم دیا کہ بڑھو اور پیاری "سکاریہ" کے حسن و جمال لوٹنے والے رقیب کو پامال کر دو۔ پس تیرے چاہنے والون کا یہ لشکر (۴ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء کو) بڑھا۔ کہتے ہین کہ تیرے اِن عاشقون پر غلمان و ملائک اپنے سبز و سنہرے پرون کا سایہ کیے ہوئے تھے۔ پس تو نے دیکھا کہ یہ لشکر بہت جلد دشمنون سے گتھ گیا۔ اور تو جانتا ہو کہ کسطرح تیری محبت کے پیتوالے تیری دلربا موجون سے بھی آگے اپنے سر تیرے قدمون پر نثار کر رہے تھے۔ اور گو اُن کے پاس کامل دس دن تک لڑنے سے سامان قتل و قتال بھی ختم ہو گیا تھا۔ اور قریب تھا کہ جنگ و آویزش کی اس مہلک شدت سے تیرے اِن سربازون کے کلیجے مُنھ کو آجائین کہ عین اُسی وقت مین تیری اُلفت انگیز نگاہون کا ایک اور سرمست میدان قتال مین داخل ہوا اور اُس نے بکمال جرأت ان فدا کاران ملت کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم ایسے ہی خستہ اور درماندہ ہو گئے ہو تو تم پیاری "سکاریہ" کیطرف پلٹ کر دیکھ لو۔ کہ وہ کس شوق و اضطراب سے تم کو دیکھ رہی ہے۔ اور اپنی تمام دلپسند رنگینیون کے ساتھ تمھین اپنے آغوش محبت مین لے لینے کے لیے تیار ہو۔ مگر شرط یہ ہو کہ تم پہلے اپنی گرانبہا جانین اُسکے قدمون پر نثار کر دو۔ سنا ہے کہ اِس مخاطب کرنیوالے سرمست کا نام عصمت پاشا تھا۔ جو مصطفٰے کمال کے بازوے بازو بلائے تیرے فدا کارون کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ پس اس کے اِس وجد آفرین بڑھاوے سے اِن سربازون کی آنکھون مین تیری تمام و کمال محبت کا نقشہ آگیا اور پھر وہ اس درماندگی کے عالم مین کامل بیس دن تک داد وفا دیتے رہے۔ اور آخر مین اُنھون نے وہ جان توڑ کوشش کی ۴ سے ۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء تک دست بدست تلوارون سے لڑائی جاری رہی کہ رقیب کے بھی حواس باختہ ہو گئے۔ آخر کار اکیسوین دن (۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء) کی صبح منور کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اُن مین مصطفٰے کمال نے تیرے نام کا سبز جھنڈا بلند کر دیا اور اس طرح داد وفا دیکر تیرے اُس رقیب کو خاک و خون مین ملا دیا جو تیرے جمال دل رعنائی پر حملہ آور ہوا تھا یعنی تجھ پر فدا ہونے والے اس طرح حق الفت ادا کر چکے۔ پس اے عزیز و محبوب دریاے سکاریہ! اب تو اِن جان بازون کے مقدس خون کو قبول کر لے۔ اور اِسے اپنی روح پرور روانیون مین ملجانے کی اجازت دے کہ یہی وصال ہے اِن سرفروشون کا۔ مگر۔

اے مقدس و محترم دریاے سکاریہ۔

ما خود نداده ایم دل اے پند گو خموش　　　چشمش بزورِ تیغ دل از ما گرفتہ است

آخر کہو تو سہی بیٹھے بیٹھے کیا یاد آ گیا - سینہ پر ہاتھ رکھکر تو دیکھو دل کیا کہتا ہے - آنکھوں میں آنسو ہی نہیں آ رہے ہیں ایک قسم کی غنودگی سی بھی ہے - چہرہ زرد ہی نہیں پڑا کچھ سیاہی مائل بھی ہے - مردمکِ چشم کہہ رہی ہے کہ جو واقعہ یاد آیا ہے، اوسکی تصویر آنکھوں میں بھی کھنچ چکی ہے - تماشہ یہ ہے کہ یہ تصویر سیلِ اشک میں بھی محو نہیں ہوتی - جس طرح حسین کو دیکھکر یادِ حُسن دل سے اُترتی نہیں نگاہِ ناز کام کر جاتی ہے - اسی طرح تصویرِ یار آب اشک یا سیل اشک میں بھی اپنی ہستی نہیں چھوڑتی - آنکھوں میں جو آنسو آتے ہیں اُن میں یہ تصویر ایسے ہی دکھائی دیتی ہے جیسے موتی میں کوئی تصویر ہو -

جو واقعات گزر چکے گزشتہ را صلوٰۃ بگو - مشکل تو یہ ہے کہ جو تمنائیں پوری نہیں ہوتیں وہ یاد آ آکر [illegible] تکلیف کا موجب ہوتی ہیں - خونِ تمنا کے داغ اب تک دامنِ حافظہ یا دامن یاد سے نہیں چھوٹے -

دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھیے　　　ممکن نہیں کہ خونِ تمنا کی بُو نہ ہو

اسپر طرہ یہ کہ انھیں تمناؤں کے سلسلہ میں اور تمنائیں بھی نشو و نما پاتی جاتی ہیں - باوجود خونِ تمنا کے بھی یہ سلسلہ بند ہونے میں نہیں آتا - جس طرح کروروں خاموش بستیاں بسنے پر بھی لوگ زندگی کے انجام حسرتناک سے اکتاتے نہیں اسی طرح ایک تمنا کے خون سے دوسری تمنا آ موجود ہوتی ہے بارش کے قطرات جانتے ہیں کہ زمین پر گرتے ہی پیوند زمیں ہو جائیں گے مگر ایک قطرہ کے بعد دوسرا قطرہ گرتا اور پیوند زمیں ہو کر رہ جاتا ہے - دوسروں کو عبرت نہیں ہوتی -

کہا جب اُسنے تہِ تیغ کون آتا ہے　　　پکار اُٹھا دلِ مشتاق و ناصبور - آیا!

شمع پر پروانہ دیوانہ وار گرتا اور جان دیکر نذرِ شمع ہو جاتا ہے، دوسرے پروانے اس خوفناک حشر کو دیکھتے ہیں عبرت نہیں ہوتی - وہ بھی باری باری اسی گرم گھاٹ اُترتے ہیں - پروانوں کی دیوانگی سمجھو محبت کا ولولہ سمجھو، جنون سمجھو، کچھ تو بات ہے کہ جو اس ننھی سی ہستی کے دل و دماغ میں آتی اور یہ جان پر کھیل جاتی ہے - شاید کوئی تناسخ ماننے والا کہدے کہ یہ بھی پروانہ کے کسی گذشتہ قصور کی سزا ہے - سزا کیوں - کہیں پروانہ کو کوئی مجبور تھوڑے کرتا ہے کہ جلتی شمع میں جل بجھے - جنون محبت کیوں نہ کہیں -

جوابِ وصل سے کیونکر نہ ہوں میں شادیِ مرگ خوشی بھی اور خوشی دلربا کے آنے کی

دل اس قدر مستقیم اور مضبوط ہو کر بھی درد کے اُٹھنے، کسی واقعہ کے یاد آنے اور کسی تمنا کے نشوونما پانے سے درد اور تکلیف میں پڑنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تو غریب آنکھیں کیوں سوزاں اور اشک ریز نہوں؟ دل کی ہمدردی میں آنکھیں سوائے اسکے اور کیا کر سکتی ہیں کہ آہِ سوزاں کی منقل میں گرم ہو کر گریہ کناں ہوں

باعثِ گریہ نہ پوچھ اے ہمنشیں کیا کہوں میں۔ آ گیا تھا یاد کیا؟

یادِ رفتگاں سے دل و دماغ پر صدمہ کیوں نہ ہو، وہ جو اپنی آنکھوں کے سامنے ہی پیوندِ زمین ہو گئے، جنھیں ہم خود ہی تہِ زمین رکھ آئے، جو باوجود برسوں رہنے کے بھی اس زندہ بستی میں ورد و چار گھنٹے بھی نہ ٹھہر سکے، اُنکی یاد کم صدمہ رساں نہیں ہو سکتی، باوجود اس سوچنے کے بھی کہ دنیا کے تمام عیش و رنج کا آل یہی ہے رفتہ رفتہ اس کشتیِ زندگی کے مسافر اسی گھاٹ اُتر ینگے پھر بھی جانیوالوں کی یاد صدمہ پہونچائے بغیر نہیں رہتی۔

دیدہ ام گونہ گونہ درد و الم گریہ صد رنگ میتوانم کرد

ہم نیند ہی میں خواب نہیں دیکھتے بیداری میں بھی خواب دیکھتے ہیں۔ صرف یہ فرق ہے کہ بیداری کے خواب میں ظاہری حواس معطل نہیں ہوتے اور خواب میں حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں۔ یہ خواب ہی تو ہے کہ ہم بیداری کے عالم میں یادِ رفتگاں میں محو ہوتے ہیں اور ظاہر میں انکا کوئی نشان اور کوئی نقشِ قدم نہیں پاتے۔ رفتگاں کی یاد سے دل و دماغ پر صدمہ ہوتا ہے اور زندگی کا انجام اور حشر بھی پیشِ نظر، مگر بایں ہمہ ہم اسبابِ زندگی کے اُسی طرح گرویدہ اور مشتاق رہتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ ساحلِ زندگی پر ٹھہر کر روز دیکھتے ہیں کہ ہزاروں اس کشتی میں بیٹھنے والے آنکھوں کے سامنے غرقِ آب ہوتے ہیں اور ہمارے اردگرد ہی صدہا شہرِ خاموشاں بھی بستے جاتے ہیں، پھر بھی آبِ زندگی کے آب زلال ہونے میں اس تلخی پر بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ ایک طرف وہ صدمہ رساں سماں اور ایک طرف یہ طرب فزا خواہش۔

یہ اگر نغموں سے ہو بزمِ عزا داروں سے گرم عیش خانہ ہو کہ ماتم خانہ ایسا چاہیے

اس ہستیِ بے ثبات پر توجہ کرنے والوں کے مقابلہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو باوجود یقین اس بے ثباتی اور دامِ تمنا کے بھی ایک حد تک خود کو کامیاب و آزاد جانتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم ایک منڈی میں بسائے گئے ہیں۔ بسانیوالے کی یہ مرضی ہے کہ جب تک ہم اسکے کرایہ دار ہیں باوجود اس بے ثباتی اور

گرفت فنا کے بھی خوشی خوشی اس میں رہیں ۔ گو موت کے پنجے سے ہم چھوٹ نہیں سکتے مگر یورش موت کے پہلے ہی کیوں ہم خودکشی کرلیں ۔ خودکشی سے صرف اپنی جان ہی نہیں جاتی دوسروں کو بھی حسب متعلقات اسکا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے ۔ جہاں چندروزہ رہنا ہو وہاں شوق اور بھی زیادہ ہونا چاہیے ۔ سیاح سفر میں بھی ساری چیزیں وسعت نظر اور شوق سے دیکھتا ہے ۔ دم رخصت یار کا خیال زیادہ ہوتا ہی جب ہجرت کی گھڑی سر پہ آجاتی ہے تو وفور محبت میں بیتابی اور بھی بڑھتی ہے ۔ بار بار نگاہیں لڑتی اور دل میں ولولے اُٹھتے ہیں ۔ جو شے قابو سے نکلنے والی ہو اُسکے قابو میں لانے کا خیال اور بھی زیادہ ہوتا ہے ۔ بعض وقت پریشانی بھی جمعیت کا موجب اور محرک ہوجاتی ہے ۔ ریل پر جانیوالے مسافر دیکھو کس اضطراب اور کس شوق سے بار بار گھڑی دیکھتے اور سفر کا اسباب باندھتے ہیں ۔ کبھی راستہ میں وصل کی آواز جو سُن لیتے ہیں تو دوڑتے بھاگتے اسٹیشن پر جا پہونچتے ہیں ۔ زندگی کی بے ثباتی یہی یقین دلاتی ہے کہ ہمیں یہ سفر پیش آئیگا ۔ اس واسطے جو کچھ کرنا ہی کرلو ۔ ہمارا عدم سے آنا ہی جانے کی نشانی ہے ۔ یہ دنیا لہو و لعب ہی سہی ، متاع الغرور ہی سہی ، دیکھنے اور ٹھہرنے کی جگہ تو ہے جب ایکدفعہ گھر سے نکل پڑے تو آنکھ بند کرکے کیوں چلیں ۔

ہم تو اُس داغ کے قائل ہیں جو چمکے آخر ۔۔۔ دل کے پردے میں چراغ تہِ داماں ہوکر

جو ہمیں ہستی میں لایا اور جسنے ہمیں اس سفر پر آمادہ کیا ہے اگر اُسکا بھی یہی منشا ہوتا کہ ہم اس وادی حیات میں آکر صُمٌ بُکمٌ بیٹھے رہیں تو ہمیں ہاتھ پاؤں ، عقل و فراست ، ارادہ ، آنکھیں اور کان نہ دیے جاتے ۔ ہماری پیدائش ہی بصورت جماد ہوتی ۔ اگر ہم اپنی ہستی کے دلدادہ نہ ہوں تو ہمیں فانی ہونے کے خیال سے تکلیف کیوں ہوتی ہے ۔ اور ساتھ ہی اسکے یہ خیال بھی کیوں آجاتا ہے کہ شاید اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی آئے ۔ زندگی کی اس منزل پر پہونچکر عقل اور دل میں پرخاش شروع ہوجاتی ہے ۔ عقل کچھ کہتی ہے اور دل کچھ ۔ رہ رہکر ارادہ بھی عقل کی حمایت چھوڑکر دل کے ساتھ ہوجاتا ہے ۔ کبھی کبھی بقول حضرت اقبال خود بھی یہ ضرورت پڑجاتی ہے کہ عقل سے تھوڑی دیر کے واسطے جدا ہوکر دیکھیں ۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل ۔۔۔ لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑدے

جب ہم منازل مافوق العادۃ میں جانے کی خواہش کرتے ہیں تو اُس وقت یہ عقل و فراست دُور

ہی سے دیکھا کرتی ہے، یہ نہیں کہ وہ یہ تماشا دیکھنا نہیں چاہتی، دیکھنا تو چاہتی ہے وہاں تک رسائی کی سکت نہیں ہوتی۔ دیکھتے ہی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، کیونکہ یہ کرہ عقل و فراست کے واسطے ایک بیگانہ کرہ ہے۔ اس منزل میں آنا اسکی فطرت کے خلاف ہے۔ دل اس کرہ میں پہونچکر ہی حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں بھی وہی بے ثباتی زندگی کی کہانی سننے میں آتی ہے۔

کیا ماجرا کہوں دل اُمیدوار کا اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں

عدم سے آبادیٔ ہستی میں اچھے آئے، کسی ڈھب چین ہی نہیں۔ جو کروٹ بدلتے ہیں وہی تکلیف دہ جو پہلو لیتے ہیں وہی رنج آور۔ شاید اس آبادی کی ریت ہی یہی ہے کہ جو اس میں آکر بسے، جو بسیرا لے اُسی کی جان پر بنے، وہی تختۂ مشق ہو۔

اندوہ و درد و یاس غم و رنج اپنے پاس جو کچھ ہے وہ تمھاری عنایت سے کم نہیں

رہ رہ کر ہمیں اپنا اشرف المخلوق ہونا ہی جب یاد آجاتا ہے تو دل میں ایک نشتر سا چبھ جاتا ہے۔ کہنے کو تو اشرف المخلوق۔ دیکھنے کو سب کچھ، مگر بضاعتِ زندگی وہ کہ باوجود اسقدر دعاوی اور اس سامان کے بھی بے حقیقت طفلی میں یوں گزری۔ شباب آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح گزر گیا، پیری نے ساری زندگی ہی تلخ کردی اور اسپر طرہ یہ کہ جب اس عمر اور اس عہد میں گذشتہ باتیں شباب کی اُمنگیں یاد آتی ہیں، تو سارے عالم کی مایوسیاں آگرد ہوتی ہیں۔ پیری کیا ہے؟ مایوسیوں کا البم ہے غرض یہ ہے کہ باوجود ان سب مایوسیوں اور ناتوانیوں کے بھی دل مرنے سے ڈرتا ہے۔ دربار حسن میں رسائی نہیں، نگاہ ناز کے قتیل ہیں، مگر اسپر بھی جام محبت پینے کی خواہش و تمنا ہے۔

ادا تیری فغاں میری بھلا کب چین لیتی ہے جگر تھامے ہوئے خلقت تری محفل سے نکلیگی

زندگی تو ہیچ اور بے ثبات ہے، حباب سا اسکا کوئی اعتبار نہیں، مگر حباب کی طرح بحر زندگی کی لہروں سے اسے رہائی نہیں۔ اسی میں اسنے نشو و نما پایا اور اسی میں اپنے وقت پر فنا بھی ہوجائیگی۔ قدرت سے تو ہم یہ بھی نہیں منوا سکتے کہ ہمیں اس کشمکش سے رہائی دے اور آیندہ کے لیے یہ راہ ہی بند کردے سچ پوچھو تو خودکشی بھی نہیں کرسکتے۔ ہماری ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ ہم زندہ ہیں مگر موت کے منہ میں، آزاد ہیں مگر مقید حیوانات کی زندگی ہم سے بعض باتوں میں اچھی ہے۔ ایک تو اُنھیں ہماری طرح اسقدر افکار اور ترددات کے بکھیڑوں سے گزرنا نہیں پڑتا، قدرت خود انکی ذمہ دار اور کفیل

اور دوسرے انہین عقل وتہذیب کی بدہضمی مین طوطا اور کوا ہفتاد سال جینے پر بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہو یا بہت ہی کم فرق آتا ہے اور ہم اشرف المخلائق اس زمانہ مین ۵۰ سال سے گذرتے نہین کہ گوشت پوست الگ آنکھون مین بصارت کم کانون مین ثقل سماعت دانت نذر نزلہ بال سیاہ سے سفید رگ رگ مین کمزوری ریشہ ریشہ مین فساد گویا اورون کے مقابلہ مین ہم ہی تختہ مشق کون و فساد بن رہے ہین گو ہم بھی اس تھوڑی سی زندگی مین فساد و اختلال مین کمی نہین کرتے پھر بھی لطیف ہو کر ہمارا انجام کثافت کا پیش خیمہ ہوتا ہو شکر و صبر کرکے بھی ہم تو خاموش رہتے ہین اور فراموشی کے گرویدہ پھر بھی یہ حافظہ اور یہ یاد پیچھا نہین چھوڑتی رہ رہ کر گئے گذرے بکھیڑے سامنے لے آتی ہو دل پر ایک صدمہ ہوتا ہے اور دماغ ماؤف ہوجاتا ہے خصوصاً کسی کے مظالم یاد آتے ہین تو اسوقت تو رہ رہ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کا خون کر کے انسان ہان متمدن انسان دوسرے انسانون پر کیا کیا آفات لاتے اور اپنا منشا پورا کرتے ہین - اس قسم کی باتین تو یاد آکر تکلیف افزا ہوتی ہین یہ بات بھی کبھی یاد آئی کہ جب تک انسان اپنی زندگی اور اپنی زندگی کی تمام قسم کی یادداشتون کو خدا پرستی اور سیرت حسنہ کے قالب مین نہ ڈھالے تب تک وہ طمانیت اور شانتی کا شناسا نہین ہوسکتا یہی بات جب کبھی یاد آتی ہے تو دل پر چھریان چلتی اور جوف دماغ مین خلش کے نشتر چبھتے ہین فقط ـ

گو دل آزار ہوا چھون کے خیال اچھا ہو ؛ سو بلاؤن سے پھر ارمان وصال اچھا ہو

سلطان احمد

# حیات جاوید

تو ستم پیار سے کرتا ہو ستم کے صدقے ؛ شان والے مین تری شان کرم کے صدقے

مین نے راحت سے ترے ہجر کی راتین کاٹین ؛ چارہ سازان بداندیش کی باتین کاٹین

دل جو تڑپا تری فرقت مین تو آرام رہا ؛ رات دن تیرے تصور سے مجھے کام رہا

کیا کِیا خواب مین صورت نہ دکھائی مجھکو ؛ نیند ہی جب نہ شب غم کبھی آئی مجھ کو

دل مرا جلوہ گہ طور نظر آتا ہے ؛ ہر ستارے مین ترا نور نظر آتا ہے

رات کو جلوہ مستور ترا پھیلا ہے — چاند کا نور نہیں نور ترا پھیلا ہے
شب کو وا دیدۂ بیدار رہا کرتا ہے — ہر ستارہ مجھے حیرت سے تکا کرتا ہے

ساتھ میرا ترا اے آئینہ رو رہتا تھا
وہ بھی دن یاد ہیں جب سامنے تو رہتا تھا

دور ہوتا تھا گلی سے دل مضطر نہ کبھی — آستان سے ترے ہٹتا تھا مرا سر نہ کبھی
شوق کا جوش زمانے مین عیاں ہے ابتک — سنگ در پر مرے سجدے کا نشان ہے ابتک
راہرو در پہ مرے پاس نہین آتے تھے — دیکھتے تھے جو تڑپتے وہ تڑپ جاتے تھے
تیرے ہمسائے اُٹھاتے تھے مجھے راہون سے — نیند اُڑتی تھی جو راتون کو مری آہون سے
آرزو تیری تھی ارمان ترا رہتا تھا — یہ وہی دل ہے جسے دھیان ترا رہتا تھا
مٹ گیا راہ محبت مین وفا کی مین نے — ہان خطاوار ہون بیشک یہ خطا کی مین نے
کیا قیامت ہے کہ وہ رسم وہ راہین نہ رہین — وہ عنایت وہ محبت کی نگاہین نہ رہین
تجھکو بیچین نہ کر دین کہین نالے میرے — جی مین ڈرتا ہون مین او بھولنے والے میرے
اور حسرت نہین اب اسکے سوا میری ہے — تجھ پہ مر جاؤن یہ بیدرد دعا میری ہے
خوش نصیبون مین کوئی میری طرح کم نکلے — تو مرے سامنے ہو اور مرا دم نکلے
جان دینے سے ملے لطف ثبات جاوید — جان لیکر مجھے دے عشق حیات جاوید
عرش والے بھی سنین عرش پہ نالے میرے — تو کہے آ ادھر او چاہنے والے میرے
رنگ کا کوئی نہ احساس کوئی بو کا رہے — مل کے آپس مین نہ کچھ فرق من و تو کا رہے

لطف اندوز رہون عیش ابد ساماں سے
دل جگر دل سے ملے جان ملے جانان سے

(حکیم جگر صدیقی زمیندار سیوان)

# نظرے خوش گذرے

گیا مین جلسون کے علاوہ دو چیزین خاص توجہ کی مستحق تھین۔ گذشتہ چند ماہ کے اندر اکالیون نے گرو کا باغ مین جس انداز سے خاموش مقابلہ کی پُرامن لڑائی لڑی اُسکی وجہ سے کل اہل ہند کو بجا طور پر اُن کی ذات پر نازش و افتخار کا موقع ہی اور اس تصادم کی وجہ سے جو قوت و توانائی اُنھین حاصل ہوئی اُس نے خود اُن کی قلیل جماعت مین ایک عجیب ولولہ پیدا کر دیا۔ جسکے مظاہرہ کے لیے ان کے کچھ آدمی گیا ہو پہنچے تھے۔ اکالیون کا بڑا اوحرم شریعت کے پشت پر قائم کیا گیا تھا۔

یہان وہ گردوارہ پربندھک کمیٹی کا کوئی اجلاس منعقد کرنے نہین آئے تھے بلکہ اُن کی حاضری کی غرض و غایت صرف اس قدر تھی کہ باعزت زندگی کا جو عملی نمونہ اُنھون نے پیش کیا تھا اُس سے ہندوستان کی دیگر اقوام کو سبق آموزی و عبرت انگریزی کا پورا پورا موقع دین اس مقصد کے لیے ایک طرف اُنھون نے لنگر قائم کیا تھا جہان بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص کو کھانا کھلایا جاتا تھا کہ اسی قسم کے ایک لنگر سے گرو کا باغ کے قضیہ کی بنیاد پڑی تھی اور دوسری طرف متحرک تصاویر کے ذریعہ وہ اکالی جتھون کی اولوالعزمانہ قربانیون اور دفتری اقتدار کی مدہوشانہ دست درازیون کے بناظر دکھاتے تھے جنکی اصلی حقیقت اخبار کے کالمون سے ظاہر ہونا محال تھی۔

گذشتہ محاربۂ عظیم مین سکھون کی بہادر قوم نے جسطرح داد شجاعت دی اُسکے واقعات شاید فراموش نہین ہوے ہونگے اُسکے بعد ہی عدم تشدد کی لڑائی مین اکالیون کا یہ تحمل و استقلال درحقیقت مہاتما گاندھی کی تحریک کا ایک نہایت ہی روشن باب ہی۔ اکالیون نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ صرف آہنی ہتھیارون اور آتشین آلات جنگ کے استعمال ہی سے کسی قوم کی بہادری و شجاعت ظاہر نہین ہوتی بلکہ کسی اصول یا مقصد عالی کے خاطر برداشت مظالم مین استقامت و بردباری کے جوہر دکھانے کے لیے بھی اُنھین صفات مردانہ کی ضرورت ہوتی ہی۔

جو لوگ حکومت کے تشدد سے گھبرا کر اپنے اصول کو خیرباد کہنے پر آمادہ ہو جاتے ہین اُن کو اکالیون سے

سمجھ لینا چاہیے۔

آل انڈیا کھادی نمائش مین بھی خاص جذب وکشش تھی اُسکے پھاٹک پر صبح سے شام تک ہجوم لگا رہتا تھا۔ اور امید کرنا چاہیے کہ اس انبوہ کثیر مین کافی تعداد ایسے لوگون کی ہوگی جو صرف سیر وتفریح کی غرض سے نمائش گاہ مین نہین جاتی تھی بلکہ وہان طرح طرح کے چرخے، باریک سے باریک کتے ہوے سُوت کے نمونے اور نہایت دیدہ زیب مضبوط اور ہر قسم کی ضرورتین پوری کرنیوالے کپڑے دیکھکر اُنکی توجہ چرخہ اور کھدر کی ترویج عام کے امکانات پر بھی مائل ہوتی ہوگی۔ جو لوگ کھدر کی تحریک کو قبول کر چکے ہین اُن کے لیے بھی اس نمائش مین کافی دلچسپی کا سامان موجود تھا کیونکہ اول تو متعدد مقامات پر سوت کاتنے، دُور اٹنے، کپڑا بُننے اور رنگنے کے کام دکھائے جاتے تھے۔ جنسے اندازہ ہوتا تھا کہ کافی مشق و مہارت کے بعد کیسا کام ہو سکتا ہی۔ دوسرے چرخون کے نمونے اور مختلف حصص ملک کے بنے ہوے سوت اور کھدر کو دیکھکر انھین اپنے یہان کی چیزون سے مقابلہ کرنے اور حسب ضرورت اس باب مین رائے قائم کرنے کا موقع ملتا تھا کہ اپنی مقامی حرفت مین اصلاح و ترقی کی کتنی گنجائش ہی اور اُسکے لیے ان نمونون سے کیا مدد لی جاسکتی ہی۔

بات البتہ قابل افسوس تھی کہ نمائش گاہ کے منتظمین نے اُسے اسم بامسمی بنانے کی کوشش نہین کی۔ کھادی کی نمائش کے ساتھ عام مصنوعات کی نمائش کی ضرورت نہ تھی اور اگر کانگریس کی سابقہ صنعتی نمائشون کی روایات کو زندہ قایم رکھنے کا خیال تھا تو کم سے کم اس کا نام بدل دیا جاتا اس سے قطع نظر کرکے دخانی کارخانون کے کپڑون کا تو وہان قطعاً وجود نہ ہونا چاہیے تھا۔

---

الناظر کا یہ پرچہ ایسی حالت مین شایع ہو رہا ہی کہ نہ خود مجھے دوسری فکرون اور مصروفیتون نے حصول مضامین کا موقع دیا اور نہ دفتر مین کوئی موزون مددگار موجود تھا جو اس خدمت کو انجام دے سکتا اسلیے جو مضامین پہلے سے دفتر مین موجود تھے انھین پر قناعت کرنا پڑی۔ امید ہی کہ جلد کوئی صاحب سب ایڈیٹری کی خدمت کے لیے مل جائینگے اور مین بھی آئندہ زیادہ توجہ صرف کر سکونگا۔ اسوقت انشاء اللہ ناظرین کرام کو الناظر مین کافی دلچسپی کا سامان نظر آئیگا جو احباب کرام الناظر کی قلمی اعانت فرماتے رہے ہین اُنکو خانگی تحریرین تو بھیجی ہی جاتی ہین مگر مین الناظر کے ذریعہ بھی انھین یاد دلانا چاہتا ہون کہ اسوقت پہلے سے بہت زیادہ سب صاحبون کی عنایت و توجہ درکار ہی۔ اگر الناظر، الناظر پریس یا الناظر بک ایجنسی کے متعلق کسی صاحب کو میری عدم موجودگی مین کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو تو وہ براہ کرم مطلع فرمائین تاکہ حتی المقدور اس کے دفعیہ کی کوشش ہو سکے۔

## امیر مینائی مرحوم

- صنم خانۂ عشق عا/
- مرآۃ الغیب عہ/
- خیابانِ آفرینش عا/
- محامد خاتم النبیین ۸/
- مینائے سخن عہ/

## منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین ۸/
- حاجی بغلول ۸/
- میٹھی چھری ۶/
- پیاری دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- طلسمی فانوس عا/

## پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد للعہ
- سیر کہسار ے
- خدائی فوجدار عا/
- جام سرشار عا/
- الف لیلہ بطرز ناول للعہ

## منشی جوالا پرشاد برق

- مرنالنی ۱۲/
- مار آستین ۱۲/
- بنگالی دولھن ۱۲/
- پرتاب ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

## مولانا عبد الحلیم شرر

- ابوبکر شبلی عہ/
- خواجہ معین الدین چشتی ۶/
- صقلیہ میں اسلام ۱۲/
- قیس و لبنیٰ عہ/
- مقدس نازنین عہ/
- ایام عرب ۲ جلد عا/
- یوسف و نجمہ عہ/
- فتح اندلس عا/
- ماہ ملک عا/
- حسن کا ڈاکو عہ/
- دربار حرامپور ۲ جلد ۱۰/
- مفتوح فاتح عہ/
- جویائے حق ۲ جلد للعہ/
- لعبت چین عہ/
- عزیزہ مصر عہ/
- غیب دان دلھن عہ/
- فردوس بریں عہ/
- فلپانا عہ/
- رومۃ الکبریٰ عہ/
- الفانسو ۱۲/
- شہید وفا ۸/
- حسن انجلینا ۱۰/
- ملک العزیز ورجنا ۱۰/
- آغا صادق کی شادی ۱۰/
- افسانۂ قیس ۳/
- حسن بن صباح ۶/
- تاریخ بغداد ۴/

## مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ عہ/
- مہتاب داغ ے/
- یادگار داغ ۸/
- انتخاب داغ عہ/
- فریاد داغ ۴/

## مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

- دار الحکومت دہلی ۳ جلد عہ
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد عہ
- حرز طفلان عہ/
- نشاط عمر عہ/
- عصائے پیری عہ/
- شمع ہدایت عہ/
- لخت جگر ۲ جلد ے/
- حسن معاشرت عہ/
- اقبال دلھن عہ

## نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن عا/
- ترجمہ گیتان جلی عا/
- کیوپڈ اینڈ سائکی ۸/

## سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ عہ/
- بنت الرسول ۵/
- سیرۃ الحسین عا/
- جام کوثر ۵/

## حکیم محمد علی خاں مرحوم

- عبرت کامل ے
- حسن سرو کامل ے
- رام پیاری کامل عہ/
- دیول دیوی عہ/
- گورا عا/
- نیل کا سانپ عہ/
- جعفر و عباسہ عہ/
- اختر حسینہ کامل عا/

## منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانۂ شوق عہ
- قاسم و زہرہ ۸/
- میکفرن اور لوسی ۲/

## جوش ملیح آبادی (شبیر حسین)

- روح ادب ے
- مقالات زرین ۱۱/
- آوازۂ حق ۸/
- اوراق سحر ۵/
- جذبات فطرت ۳/

## منشی تیرتھ رام

- فسانۂ لندن ۳ جلد عہ ۱۲/
- وطن پرست ے/
- منزل مقصود عا/
- روسوں کا خروج ۱۰/
- خونی ہیرا عہ/

## جلال لکھنوی مرحوم

- مفتو نہائی گلشن عہ/
- نظم نگارین عہ/
- سرمایۂ زبان اردو عا/
- رسالۂ تذکیر و تانیث ۸/
- افادۂ تاریخ ۸/
- قواعد المنتخب ۴/

## خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو عہ/
- اصول اردو ۶/
- جان اردو ۶/
- قواعد میر ۶/
- شاعری کی پہلی کتاب ۸/
- شاعری کی دوسری کتاب ۸/
- شاعری کی تیسری کتاب ۸/
- اصلاح زبان اردو ۶/
- گلدستۂ ظرافت ۶/
- زبان دانی ۶/

## صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب عہ
- بزم خیال عہ/
- مشاطۂ سخن عہ/

## مولوی محمد حسین محوی

- ازواج الانبیا عہ/
- انسانی قربانیاں ۸/

## حکیم احمد حسین الہ آبادی

- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول
- 〃 دوم عہ
- 〃 سوم عہ
- 〃 چہارم عا/
- 〃 پنجم ے/
- 〃 ششم عا/
- 〃 ہفتم ے/
- جلد ہشتم و نہم زیر طبع ہیں
- 〃 دہم عا/
- 〃 یازدہم عا/
- سلطان صلاح الدین عہ
- سلطان نور الدین محمود عہ/

## مولوی سعید احمد مارہروی

- آثار اکبری ے/
- حیات صالح ۶/
- حیات خسرو ۱۲/
- امرائے ہنود عہ

## مولوی ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیاء عہ
- شیخ حسن ۱۲/

## منشی نوازش علی خان

- سفرنامہ ابن بطوطہ عہ
- قسطنطنیہ عہ
- ڈیوٹی عہ

### جسٹس محمود مرحوم
- کتاب الطلاق عا/
- کتاب الشفعہ عا/
- شرح قانون شہادت سے/

### مولوی عزیز مرزا بی اے
- خیالات عزیز عا/
- وکرم اروسی عہ/

### خواجہ غلام الثقلین مرحوم
- روزنامہ سیاحت عا/
- فلسفیانہ فکر اسلام پر ۴/

### منشی محمد لطیف مرحوم
- اکبر عہ/
- اورنگ زیب ۴/
- لارڈ کلایو ۴/
- رنجیت سنگھ ۴/

### مسٹر عنایت اللہ خان بی اے
- دعوت اسلام ۴/
- ارض نسرین ۴/
- زلفی ۵/

### مسٹر ظفر عمر بی اے
- نیلی چھتری ۴/
- بہرام کی گرفتاری عہ/
- چوروں کا کلب عہ/

### مولوی محمد علی ایم اے
- سیرۃ خیر البشر عا/
- النبوت فی الاسلام عا/
- جمع قرآن عہ/

### پروفیسر نواب علی ایم اے
- تذکرۃ المصطفے عا/
- معالج الدین ۱۲/
- صحف سماوی سے/
- شمع سخن ۱۰/

### مفتی انوار الحق ایم اے
- تذکرۃ الحبیب عہ/
- حقایق اسلام عا/
- اثبات واجب الوجود عہ/
- تاریخ ابو البشر عہ/
- قوت خیال ۶/

### پروفیسر الیاس برنی ایم اے
- اسرار حق سے/
- معارف ملت ۲/
- مناظر قدرت ۲/
- جذبات فطرت ۲/
- علم المعیشت عہ/

### سید ہاشمی فرید آبادی
- مشاہیر یونان ...
- تاریخ یونان قدیم عا/

### مرزا محمد ہادی بی اے
- امراؤ جان ادا عہ/
- شریف زادہ ۱۰/
- خونی عاشق عا/
- خونی مصور ۲/
- خونی شہزادہ عا/
- مثنوی امید و بیم ۴/

### ڈاکٹر اقبال ایم اے
- ملت بیضا ۵/
- مکمل ترانہ ۲/
- شکوہ ۲/
- جواب شکوہ ۴/
- نالۂ یتیم ۲/
- فریاد امت ۳/
- بلال ۱/
- اکبر و اقبال ۳/
- شمع و شاعر ۲/
- خضر راہ ۴/

### مولوی ظفر علی خان بی اے
- معرکۂ مذہب و سائنس عہ/
- خیابان فارس جلد اول ...
- ڈراما جنگ روس و جاپان عہ/
- جنگل میں منگل عا/
- فلسفۂ ابن سینا ۸/
- معاشرت ۸/
- اہل قول ۱۰/

### منشی احمد علی بی اے
- تاریخ تمدن ۲ جلد عہ/
- شباب لکھنو عہ/

### مولوی عبد الماجد بی اے
- فلسفۂ جذبات عا/
- فلسفۂ اجتماع عا/
- تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد عہ/
- مکالمات برکلے عہ/
- زود پشیمان ۸/

### خواجہ عباد اللہ اختر بی اے
- مشاہیر اسلام ۱۲/
- دمشق سے/
- بغداد عا/
- صدیق اکبرؓ ۲/
- مجموعہ شرح دیوان حافظ عہ/

### مسٹر سجاد حیدر بی اے
- خیالستان عہ/
- زہرا عہ/
- ثالث بالخیر ۸/

### مسٹر انیس احمد عباسی بی اے
- زلیخا ۱۲/
- نازنین آرمینیا ۴/
- ہاجرہ کی کامیابی ۱۲/
- احمد کنیز بینا عا/

### مولوی عبد الحق بی اے
- قواعد اردو عا/
- انتخاب کلام میر عا/

### مولوی معشوق حسین خان بی اے
- مبادی سائنس ۸/
- بجلی کے کرشمے ۴/
- محاربات صلیبی عہ/

### مولوی سید سلیمان ندوی
- ارض القرآن جلد دوم ۱۲/
- حیات امام مالک عہ/
- خلافت اور ہندوستان ۸/
- بہادر خواتین اسلام ۴/
- اہل السنۃ والجماعت ۸/

### پروفیسر عبد الباری ندوی
- مبادی علم انسانی عہ/
- برکلے کا فلسفہ عہ/
- مذہب و عقلیات ۶/

### مولوی محمد حلیم انصاری
- تمدن اسلام ۲ جلد عہ/
- الاسلام والنصرانیہ ۱۲/
- اسلام اور سوشلزم ۱۲/
- جواہر قرآنی عہ/
- فتح اندلس عا/
- فلاح دارین عہ/

### خواجہ حسن نظامی
- سیپارۂ دل عا/
- روزنامہ ممالک اسلامیہ ۴/
- میلاد نامہ عہ/
- محرم نامہ عہ/
- یزید نامہ ۴/
- محفل نامہ گیارھویں ۱۲/
- کرشن جیون ۱۰/
- گم ٹوموت عہ/
- بیوی کی تعلیم ۴/
- بیوی کی تربیت عہ/
- آتالیق خطوط نویسی ۱۲/
- خطوط حسن نظامی ۱۲/
- جگ بیتی کہانیاں ۸/
- فاطمی دعوت اسلام سے/
- چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

### مولوی عبد الراشد الخیری
- صبح زندگی عہ/
- شام زندگی ۴/
- شب زندگی عہ/
- نوحۂ زندگی ۱۲/
- منازل السائرہ عہ/
- الزہراء ۱۲/
- عروس کربلا عہ/
- جوہر قدامت عہ/
- یاسمین شام عہ/
- موعودہ ۸/

**الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

رجسٹرڈ نمبر — اے ۴۷۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت سالانہ

# الناظر

ایڈیٹر ـ ظفر الملک علوی

| جلد ۲۴ | ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء | نمبر ۱۴۰ |
|---|---|---|


فہرست مضامین




قیمت فی پرچہ ۱۰

الناظر پریس لکھنؤ مین چھپا

قیمت فی پرچہ ۱۰

پرنٹر و پبلشر ـ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اردو کی بہترین کتابیں

## مرزا غالب مرحوم

- اردوئے معلی
- عودِ ہندی ۱۲/
- دیوانِ غالب کشف ایڈیشن
- نکاتِ غالب

## سر سید احمد خان مرحوم

- تفسیر القرآن جلد
- خطباتِ احمدیہ
- آثار الصنادید
- مضامین تہذیب الاخلاق
- مکمل مجموعہ لکچر
- اسبابِ بغاوتِ ہند ۶/

## نواب محسن الملک مرحوم

- مضامین تہذیب الاخلاق
- مجموعہ لکچر
- آیاتِ بینات ۲ جلد

## مولوی احسان اللہ خان عباسی

- تاریخ الاسلام
- الاسلام
- زاہدہ
- دفترِ سخن

## مولانا آزاد مرحوم

- آبِ حیات
- دربارِ اکبری
- سخندانِ فارس
- نگارستانِ فارس
- نیرنگِ خیال ۱۲/
- دیوانِ ذوق

## مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

- راحت نانی
- رسوم دہلی
- تسخیر شوہر ۱۲/
- مہر افروز بیگم ۱۰/
- الشاد ہادی النسا
- لغات النسا
- علم اللسان ۸/

## مرزا حیرت دہلوی

- سیرۃ الرسول ۲ جلد
- کتاب شہادت جلد
- قصۂ حاجی بابا اصفہانی
- روز البیر مکمل
- الف لیلہ نیا زاد
- الف لیلہ شہرزاد

## مولانا حالی مرحوم

- حیاتِ جاوید مجلد
- یادگارِ غالب
- حیاتِ سعدی
- دیوانِ حالی
- مقدمۂ شعر و شاعری
- مسدسِ حالی
- جواہراتِ حالی
- بیوہ کی مناجات ۲/

## مولانا شرر مرحوم

- حیاتِ انیس
- ایشیائی شاعری
- نور جہان بیگم ۸/
- ٹیپو سلطان
- حیدر علی سلطان
- اردو کی ڈالی ۳/
- اردو کا گلدستہ ۴/

## مولانا اسلم جیراجپوری

- حیاتِ حافظ
- حیاتِ جامی ۸/
- علوم عرب
- خواتین

## مولانا نذیر احمد مرحوم

- ترجمۃ القرآن بالمقابل
- حمائل شریف مترجم
- مطالب القرآن
- الحقوق والفرائض
- اجتہاد
- مبادی الحکمۃ
- رویائے صادقہ
- موعظۂ حسنہ
- ابن الوقت
- ایامیٰ
- فسانۂ مبتلا
- مراۃ العروس ۱۰/
- بنات النعش ۹/
- توبۃ النصوح ۹/
- منتخب الحکایات ۶/
- چند پند ۶/
- مجموعۂ نظم بے نظیر
- مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد

## مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی

- سیرۃ الصدیق
- علمائے سلف
- اسلامی اخلاق ۸/

## مولانا شبلی مرحوم

- سیرۃ النبی جلد اول مجلد
- جلد دوم مجلد
- آغازِ اسلام ۸/
- الفاروق
- سیرۃ النعمان
- الغزالی
- المامون
- سوانح مولانا روم
- سفرنامہ مصر و شام و روم
- مضامین عالمگیر
- رسائل شبلی
- مقالاتِ شبلی
- موازنۂ انیس و دبیر
- شعر العجم جلد اول
- 〃 جلد دوم
- 〃 جلد سوم
- 〃 جلد چہارم
- 〃 جلد پنجم
- مجموعۂ کلام شبلی اردو ۱۲/
- کلیاتِ فارسی
- اسلامی حکومت ۲/
- اسلامی مدارس ۴/
- مثنوی صبحِ امید ۴/

## مولانا ذکاء اللہ مرحوم

- تاریخ ہندوستان جلد
- تاریخ عہد انگلشیہ
- آئین قیصری
- کرزن نامہ
- صحیفۂ فطرت
- محارباتِ عظیم ۸/
- تعلیم الانتظام ۸/
- فلسفۂ امثال
- اہلِ عرب کا جبر و مقابلہ ۶/
- معاون الحساب ۱۲/

## مولوی سجاد مرزا بیگ دہلوی

- الانسان
- الاستدلال
- حکمت عملی
- تسہیل البلاغت
- تمنائے دید

## مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن

- تزک تیموری
- حالات قسطنطنیہ
- تاریخ الکتش در مغرب الاقصیٰ
- حالات و فتوحاتِ ترکستان

**الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

# سنہ ۱۹۲۲ء کی مزید کتابین

## تبرکات آزاد

**مجموعۂ مکتوبات آزاد** شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کے خطوط کا ایک مختصر مجموعہ پہلے شایع ہو چکا تھا۔ اب یہ نیا مجموعہ چھپا ہی جو اُس سے مطول ہی شروع مین حضرت آزاد کے خط کا عکسی فوٹو اور خود اُن کی شبیہ بھی ہی کتاب مجلد ہی قیمت عہ

**ڈرامہ اکبر** یہ بھی آزاد مرحوم کے مسودات سے مرتب ہوا ہی۔ جسمین جہانگیر اور نورجہان کے عشقیہ قصہ کو ڈراما کی صورت مین پیش کیا ہی کتاب مجلد و طلائی ہی قیمت عہ

## تصانیف خواجہ حسن نظامی

**قرآن آسان قاعدہ** جسمین بتایا گیا ہی کہ بچون کو قرآن شریف بے دیکھے کیسے پڑھایا جائے۔ یہ بالکل جدید طریقہ کا قاعدہ ہی قیمت ۶/

**خطوط اکبر** لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کے خطوط بنام خواجہ حسن نظامی صاحب مع تصویر حضرت اکبر قیمت عہ

**گاندھی نامہ** مہاتما گاندھی کی ذات و صفات کی نسبت خواجہ صاحب کے متفرق مضامین کا مجموعہ قیمت ۸/

## تصانیف منشی محمد خلیل الرحمن

**تاریخ اسلامی** یعنی حضرت محی الدین خیاط کی [illegible] کا ترجمہ جسکے مختلف ٹکڑے علحدہ علحدہ کر لیے گئے ہین

حصہ اول جناب رحمۃ اللعالمین ۸/ حصہ دوم خلافت راشدہ ۹/ حصہ سوم خلافت بنو امیہ ۱۰/ حصہ چہارم خلافت بنی عباس عہ (یہ کتاب خاص طور پر بچون اور طالبعلمون کے لیے بہت مفید ہوگی)

## منشی تیرتھ رام فیروزپوری

**وطن پرست** انگریز ناول نگار ہنری سیٹن مریمن (H. Seton Merriman) کے دلفریب ناول [illegible] کا ترجمہ قیمت سے/

**روحون کا اخراج** لارڈ فریڈرک ہملٹن کے انگریزی ناول رابرٹ ہچنز کا ترجمہ قیمت ۱۰/

**شریف بدمعاش** مارس لیبلانک فرانسیسی کے ایک حیرت انگیز ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰/

## متفرقات

**پر پرواز** آغا شاعر قزلباش دہلوی کا دلچسپ ڈرامہ جسمین ایک جانباز مور اور کبوتر کا مقابلہ دکھا کر ہمت استقلال کوشش اور قوت کی حمایت کے سبق آموز اخلاقی نتایج نکالے گئے ہین قیمت ۸/

**آزادی** مولانا آزاد سبحانی سابق ایڈیٹر رسالہ الہیات نے اس رسالہ مین اپنے خاص انداز تحریر مین آزادی کی حقیقت ظاہر کی ہی ۸/

**دماغی تربیت** علم کا سرمایہ اردو زبان مین یہ پہلا رسالہ ہی جسمین ذہن صحت ذاتی تربیت اور انتخاب پیشہ کے متعلق مردوں اور عورتون کے لیے مفید معلومات درج ہین قیمت ۸/

**انتخاب جدید** (قومی نظمون کا مجموعہ) اس کا حصہ اول [illegible] شایع ہوکر مقبول ہو چکا تھا اب دو حصے اور چھپے ہین۔ قیمت حصہ اول ۹/ دوم ۹/ سوم ۶/ قیمت ہر سہ حصہ عہ

**کلام احمق** مولوی محمد مصطفیٰ خان صاحب احمق پھپھوندوی کی چلبلی نظمون کا مجموعہ جن مین سے بعض جیلخانہ مین بحالت قید لکھی گئین قیمت ۶/

**کلام بشیر** جناب بشیر احمد خان صاحب بشیر رئیس ملیح آباد کا کلام اور حالات زندگی قیمت ۸/

**اسلام کا اثر یورپ پر** [illegible] کیا ہی کہ تمدن تہذیب اور علم [illegible]

ملنے کا پتہ۔ **الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

نمبر ۱۴ جلد ۲۴ | ماہ فروری ۱۹۲۳ء

## ماہ گذشتہ

کانگریس مین اختلاف پیدا ہو جانیکی وجہ سے جس قسم کے اندیشے گذشتہ پرچے مین ظاہر کیے گئے تھے۔ جنوری کے مہینہ بھر کی کارروائی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بالکل سچ ثابت ہوے بیشبہ اِس مہینے کے اندر مختلف مقامات پر کانفرنسین اور جلسے اُسی شان و عظمت سے منعقد ہوے جیسے کہ ایک سال قبل ہوتے تھے اور ملک کے متعدد رہنماؤن نے جابجا دورہ کرکے افسردگی و پژمردگی رفع کرنے مین بھی دریغ نہین کیا مگر عملی کام کچھ بھی نہین ہو سکا۔ اور ہوتا تو کیونکر۔

کانگریس کی مجلس عاملہ مین چونکہ اسی جماعت کے لوگ ہین جو اُسکے موجودہ نظام عمل کے حامی ہین۔ اس لیے اسکے واسطے تو آسان ہی کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے جلسے منعقد کرکے ضروری عملی ہدایات کی اشاعت کرتی رہے مگر صوبجات اضلاع اور تحصیلون کی کانگریس کمیٹیان جو دراصل تمام عملی کامون کی انجام دہی کرتی ہین اُن کی حالت ایسی نہین ہی۔ جن صوبجات مین جدید پارٹی کے ہمنواؤن کی تعداد اتنی کم ہو کہ بغیر اُن کی امداد کے یا اُن کی مخالفت و مزاحمت کے باوجود وہان کی کانگریس کمیٹیان مجلس عاملہ کے احکام کی تعمیل مین مصروف رہ سکتی ہون وہان تو کام کے شروع ہونے مین چندان دشواری نہ محسوس ہوگی مگر بڑے بڑے رہنمایان کانگریس کے باہمی اختلاف کا جو اثر قوم کی عام ذہنی حالت پر پڑ رہا ہی

اُسکی موجودگی مین ناممکن ہو کہ جو کام شروع کیا جائے اُسکی تکمیل مین بیداری عام سے جس امداد کی توقع ہوسکتی تھی وہ حاصل ہو۔ خصوصاً جبکہ ہر جگہ اقلیت کے سربرآوردہ نمائندگان اکثریت کو اپناہم خیال بنانے کی کوشش مین مجبور ہین کہ اکثریت کے نظام کار کو غلط اور ناقابل عمل اور حصول مدعا کے لیے غیر سودمند ثابت کرکے راے عامہ کو کانگریس کے مجوزہ نظام عمل سے دور ہٹاتے رہین۔ اور جن صوبجات کی یہ حالت ہو جیسے کہ صوبۂ متحدہ کا حال ہو کہ اکثر مجالس کے عہدہ دار اور ذمہ دار کارکن خلافت سوراج پارٹی کے ہمنواہون تو وہان قطعاً محال ہو کہ کوئی عملی کام کیا جاسکے۔ اس لیے کہ جن لوگون کو مجلسی کامون کا تجربہ ہو انھین اچھی طرح واقفیت ہو کہ عہدہ داران ناموافق کی موجودگی مین اور اُنکے علی الرغم کسی مجلس مین کوئی کارروائی نہین ہوسکتی۔

خلافت سوراج پارٹی کے رہنماؤن کی ساری قوت اپنی جماعت کی تنظیم اور اپنے اصول کار کی ترتیب پر صرف ہو رہی ہو کہ بغیر اسکے ناممکن ہو کہ میدان عمل مین کوئی قدم بڑھایا جاسکے۔ اس لیے کم سے کم جب تک ماہ رواں مین بمقام الہ آباد اس فریق کا جو جلسہ ہونیوالا ہو اُس کا انعقاد نہو جاے توقع نہین کہ اُس کی طرف سے ملک مین کوئی عملی تحریک شروع ہو۔ مسٹر وی جی پٹیل نے بمبئی مین تقریر کرتے ہوے اس بات کا اعتراف کیا ہو کہ کانگریس کے اس تفرقہ کی صورت مین دونون جماعتون کو کام کرنا محال ہوجائیگا اور اس خیال سے دونون فرقون کو متحد بنانے کی جو سعی مسز سروجنی نائڈو کررہی ہین ان کا دلی خیر مقدم بھی اُنھون نے کیا ہو۔ مولانا ابوالکلام بھی جو حال ہی مین اپنی مدت اسیری ختم کرکے آزاد ہوے ہین۔ اِسی کوشش مین مصروف بتائے جاتے ہین اور سارا ملک ان دونون محبان وطن کی مساعی کے مفید نتائج نمودار ہونے کے لیے چشم براہ ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ اتحاد کی صورت نہ پیدا ہو جسکا اندیشہ قوی ہو تو کیا یہ بہتر نہو گا کہ جو لوگ اس جدید پارٹی کے ہم آہنگ و ہم خیال ہین وہ کانگریس کے عہدون اور انتظامی ذمہ داریون سے دستکشی اختیار کرکے اس جماعت کو آزادی کے ساتھ کام کرنے دین جو مہاتما گاندھی اور اُن کے جانشین مسٹر راجا گوپال چاری کے نظام عمل پر یقین رکھتے ہین۔ ورنہ کانگریس کے کام کی ابتری کی ساری ذمہ داری اُنھین کے سر رہیگی۔

---

صوبۂ ہذا مین مینو سپلٹی کے انتخابات درپیش ہین۔ اور تقریباً اکثر اضلاع مین وطن دوستون کو

اعتدال پسندون اور حکومت کے ہواخواہون سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ خود ہمارے شہر مین بھی یہی صورت حال موجود ہی۔ جو لوگ پہلے سے کام کر رہے ہین اُن مین ایسے لوگ بھی ہین جو صرف برائے بیت ممبر بنے رہے نہ مخلوق کی کچھ خدمت انجام دی اور نہ اپنی ذات ہی کو کوئی نفع پہنچایا۔ ایسے لوگون سے توقع ہو یا نہو مگر اُن لوگون کو جو کچھ بھی اثر یا وزن رکھتے ہون یا کسی دوسری جہت سے فہمائش کا موقع پائین چاہیئے کہ ان صاحبون کو قطعاً اسکی تکلیف نہ گوارا کرنے دین کہ وہ ممبری کی زحمت مین خواہ مخواہ مبتلا ہون۔ اب رہے وہ لوگ جنکا مقصد صرف ترفع ذات ہی سو اُن سے نجات حاصل کرنے کے لیے وطن دوستون اور اعتدال پسندون دونون کے درمیان کوئی وجہ نہین کہ اتحاد عمل نہو گو اعتدال پسندون نے تارکین موالات کا مقابلہ کرنے کے لیے افسوس ہی کہ اس جماعت کے بہت سے اصحاب کو اپنا شریک بنالیا ہی جسکی وجہ سے کم امید ہوسکتی ہی کہ آئندہ انتخابات کے موقع پر وہ ان کی امداد سے دستکش ہوسکین گے۔

تارکین موالات کو چونکہ اِن تینون جماعتون سے مقابلہ کرنا ہی اس لیے ان کی راہ سب سے دشوار ہی مگر جن حالات نے اُن کو ترک موالات کی ترغیب دی اور جس مقصد اعظم کے لیے وہ جدوجہد کر رہے ہین اُسکے لحاظ سے یہ دشواری کچھ بھی نہین ہی۔ اور اُنھین بجوت دخطر تائید ایزدی اور خلق حسنہ کی حق پرستی پر اعتماد کرکے میدان مقابلہ مین کود پڑنا چاہیئے۔ ممکن ہی کہ بعض جگہ اُن کو غلبہ حاصل ہونیکی امید نہو لیکن جو لوگ کسی اصول کی پیروی کرتے اور کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہین اُن کی ہمت اِن باتون سے پست نہونا چاہیئے۔ بعض ارباب کار ان معاملات مین ذاتی تعلقات یا باثروت ممبرون کی قومی کامون مین زرپاشی کی بنا پر اُن کو برقرار رکھنے کے لیے طرح طرح کی مجبوریان ظاہر فرماتے ہین۔ کاش یہ اصحاب جرات سے کام لیکر صاف صاف اپنی مجبوریون کا اظہار کردین۔ اور اُس کے بجاے عذرات باردہ و مغالطہ آمیز موانع کی تلاش مین سرگردان نہون جس کے باعث عموماً لوگ دلون کے اندرونی بھیدون کی تہ تک پہونچ جاتے ہین۔ ایسے مواقع پر ایک عام مغالطہ یہ ہے کہ فریق مخالف کی قوت کو بڑے شدومد کے ساتھ بیان کرکے اُسکے مقابلہ مین کامیابی سے مایوسی ظاہر کی جاتی ہی۔ جس سے اُن لوگون کی زبان بند کرنا مقصود ہوتا ہی جو اپنے اصول کے اتباع مین کہتے ہین کہ کسی کی ثروت و وجاہت یا رہنا یا ان مقامی مین سے کسی کے ساتھ اُس کے گہرے تعلقات پر لحاظ

ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مخالفت کے پلے کو بے وزن دیکھنے کے باوجود اُسکے دل کے اندر اصول کی دیانت دارانہ پیروی سے جو تقویت پہنچتی ہو اُس پر اور اُس سے زیادہ تائید ربانی پر اعتماد کرکے وہ یہی چاہتا ہو کہ کم سے کم زور آزمائی تو کرلی جائے۔ اور اگر پہلی دفعہ کامیابی نہ بھی ہو تو یقینی ہے کہ آئندہ چل کر مایوس نہ ہونا پڑے گا۔

مینوسپل بورڈ کے انتخابات مین تارکین موالات کے لیے نہایت اچھی آزمایش ہی۔ اب صاف ظاہر ہوجائیگا کہ اُن کی تبلیغ نے شہری آبادی پر کہانتک اپنا اثر کیا ہی۔ اور اگر وہ بھی اُنھین مصلحت اندیشیون مین مبتلا ہوگئے جو معتدلین کے لیے کبھی مخصوص تھین تو پھر سمجھنا چاہیئے کہ گذشتہ ناکامیابی نے اُنھین اپنے اصولون سے منحرف کردیا ہی۔ اور بجاے اِسکے کہ اِس حقیقت کو چھپایا جائے بہتر ہوگا کہ اپنی کمزوری یا کم سے کم اُن اصولون کی خرابی تسلیم کرلی جائے۔

غالباً ان اصحاب نے جو مہاتما گاندھی کے نظام عمل سے بیزار ہوکر کانگریس۔ خلافت۔ سوراج پارٹی کا خواب دیکھ رہے تھے اب سے کئی مہینے قبل پیش بندی کے طور پر پراونشل کانفرنس مین یہ تجویز منظور کرالی تھی کہ مینوسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے آئندہ انتخاب کے موقع پر ایسے اشخاص ممبر بنائے جائین جو وطن دوست ہون اور کانگریس کے اصول اساسی کو تسلیم کرین اس کے معنی یہ ہین کہ راجہ صاحب محمود آباد۔ پنڈت جگت نرائن۔ مسٹر چنتامنی۔ پنڈت ہردے ناتھ کنزرو۔ سید وزیر حسن۔ پنڈت گوکرن ناتھ سید ظہور احمد مسٹر نبی اللہ۔ اور صوبہ ہذا کے موالاتی سربرآوردہ اشخاص کی جماعت کثیر مین سے ہر شخص کو کانگریس کی تائید حاصل ہوسکتی ہو جس کے بعد ظاہر ہو کہ موالات اور ترک موالات کا ذکر ہی فضول ہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

میرے ایک عزیز دوست نے جن کی قابلیت ملک مین مسلم ہوچکی ہی میری کثیر الاشغالی پر نظر فرماکر از راہ ہمدردی وعدہ کیا ہی کہ ماہ گذشتہ کے جدید عنوان سے جو صفحات مین ہر مہینے سیاہ کرتا تھا اُن کے لیے وہ اپنے متفرق خیالات بالالتزام بھیجا کرین گے۔ اور انشاء اللہ نئے عنوان کے تحت مین شایع کیے جائین گے۔ اور مجھے یقین ہی کہ ناظرین الناظر کی دلچسپی معلومات مین خاص اضافہ کا سبب بنین گے۔

نظر سے خوش گذرے کا قدیم عنوان، ناظرین کرام کی ضیافت طبع اور اپنے ناچیز خیالات کے اظہار کے لیے انشاء اللہ بدستور قایم رہے گا۔

# اُردو لٹریچر کی تہذیب

## ایک ضروری تجویز

تہذیب کے جو عام اصطلاحی معنی لیے جاتے ہین اس سے میری مراد نہین بلکہ اس کے لفظی
معنے یعنی مُطلّا اور آراستگی کرنے سے تو اُردو کی تہذیب سے میرا مدعا یہ نہین کہ مین اُردو ادب کی فصاحت
و بلاغت اور شعرا کی نازکخیالیون پر بحث کرون گا بلکہ محض اردو ادب کی بہترین طباعت و اشاعت
پر اپنی قوم کو متوجہ کرنا ہے۔ مین ایک عرصے سے اس خبط مین ہون کہ اُردو ادب کی بہترین کتابون کو
بہترین کاغذ و طباعت اور نفیس جلدون کے ساتھ ایک صورت اور ایک سلسلے اور ایک ہموار
قیمت کے ساتھ شایع کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اور میرا یہ خیال انگریزون کی بہت سی اچھی باتون کی
نقل کرنیکے شوقون مین سے ہے۔ خذ ما صفا دع ما کدر۔ میری نظر سے انگریزی دار الاشاعت کی بہت سی
سیریز اس طرح گذرین اور یہ ولولہ مین نے وہین سے پیدا کیا ہے۔ مثلاً لندن کی ایک پبلشنگ فرم
مسرس جے ایم ڈنٹ اینڈ کمپنی کی ایک سیریز "ایوری مین لائبریری" کے نام سے ہے جسکے سلسلے مین
(جو اس وقت تک تقریباً آٹھ نو سو تک پہنچ گیا ہے) انگریزی کی تمام مستند اور بہترین کتابین قدیم و جدید
جیسے گبن اور مکالے کی تاریخ۔ کارلائل۔ ڈکنس وغیرہ کے قصص وغیرہ سب نہایت خوش قطع اور
ایک سائز کی جلدون مین ایک برائے نام قیمت یعنی ایک شلنگ فی جلد کے حساب سے فروخت
ہوتی ہین۔ جو ہر شخص خرید سکتا ہے۔ اُس سے حظ اُٹھاتا ہے اور پھر اُسکو کمرے کی آراستگی کے لیے شیشے کی
الماری مین رکھ کر آنکھون کو فرحت دیتا ہے۔ ایسے انگریزی مین اور بھی کئی ایک سلسلے ہین۔ مگر جس کا
مین نے ذکر کیا ہے۔ اُسمین تقریباً انگریزی ادب اور انگریزی تراجم کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے اور غالباً سب سے
ادنیٰ قیمت اور سب سے عمدہ تہذیب کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔

اُردو کے لیے بھی مین نے اسی طرح کا سلسلہ نکالنے کا خیال دلمین رکھ کر اُسکے ہر پہلو پر غور کیا۔ مین بہت سے
اُردو کتب فروشون پبلشرز اور مصنفین سے ملا ہون اور [illegible] سے اُردو لٹریچر کی اشاعت کا حال دریافت کیا۔
اور مین اس نتیجے پر پہنچا ہون کہ اُردو پڑھنے والون کی تعداد ماشاءاللہ ترقی پر ہے اور اب جبکہ یونیورسٹی کے

نصاب مین اُردو داخل ہو رہی ہو تو غالباً آئندہ اور ترقی ہو گی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہو کہ لوگ اُردو کتابون کو پڑھتے بھی ہین۔ اور اُن کو لائبریری کا بھی شوق ہو۔ یعنی وہ مجلد کتابون کی فرمایش کرتے ہین۔ مگر جو کمی ہو وہ کتاب مہیا کرنے والون مین ہو۔ وہ کتابون کو بے ڈھنگی اور بے تکی قیمتون کے ساتھ تاجرانہ اصول پر فراہم کرتے ہین۔ اور اس لیے اُردو کے شائقین گو نفاست پسند طبایع کے لوگ اور خصوصاً وہ جو خرچ گران کے متحمل بھی نہین کتابون کی کما ینبغی سرپرستی سے ابا کرتے ہین اور بڑی دقت ان شائقین کے لیے یہ ہو کہ اُردو لٹریچر کا تمام ذخیرہ ایک جگہ سے دستیاب نہین ہوتا۔ شرر کی دُکان علٰحدہ ہو شبلی کی علٰحدہ۔ نذیر احمد کی الگ۔ آزاد کا کارخانہ جدا۔ اور لطف یہ ہو کہ اُن مین سے کسی دُکان دار کو یہ حوصلہ نہین کہ خود اپنے فائدہ کے لیے اپنے مال کی اطلاع وقتاً فوقتاً پبلک کو دیا کرے۔ یہ لوگ بالکل مشرقی اصول پر کام کرنیوالے ہین۔ دکان کھولکر بیٹھ گئے ہین۔ یہ خریدار کے ذمہ ہو کہ ٹکراتا اور ٹٹولتا ہوا اُن کی دکان تک پہنچ جائے، اور جیسا کہ عرب ایران مین اور اب بھی ہندوستان کے قدیم خطون مین شہر کے اندر جوتے والون کی بازار علٰحدہ ہوتی ہو۔ کپڑے والون کی علٰحدہ۔ برتن بیچنے والون کی علٰحدہ اور اگر ایک خریدار جو اپنی ایک دن کی ضروریات خریدنا چاہے تو تمام شہر کا دورہ کرے اسی طرح اُردو بازار مین تاریخ نجیات کے لیے لاہور کے اکبری دروازہ جانا ہو گا، الحقوق والفرائض کے لیے دہلی کے بلی ماردن کی سیر کرنی ہو گی شعر العجم کے لیے اعظم گڈھ کی خاک چھاننی ہو گی، اور شرر کی تصنیفات کے لیے لکھنؤ مین کٹرہ بزن بیگ خان کا راستہ پوچھنا پڑے گا۔[1]

مین اس مختصر تحریر مین یہ بحث کرنا نہین چاہتا کہ اُردو کی ہر دلعزیزی کا راز اُسکے پریس اور پبلشرز کی حوصلہ مندی پر موقوف ہو۔ کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہو۔ ایک بڑی آفت جو اُردو کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہو کہ اُردو کا چھاپہ خانہ پتھر کے دستی کرگھون سے زیادہ وسیع نہین ہوا۔ جہانتک کاتب کا خامۂ اعجاز رقم کام کر سکتا ہو۔ وہین تک اُردو کی طباعت ہو۔ اُردو کا موجودہ رسم الخط کچھ ہماری قوم کو ایسا بھایا ہے کہ اُس نے ذرا اپنا انداز بدلا۔ اور یہ گھبرا اُٹھے اُنکی آنکھین آشوب کر آتی ہین۔ بقول ہمارے ہم وطن ستم ظریف اکبر کے

[1] ابھی نہین الناظر بک ایجنسی کے قیام نے مدت ہوئی کہ یہ دقت رفع کر دی اور اب نہ صرف دفتر الناظر بلکہ دوسرے متعدد کارخانون مین یہ سب کتابین موجود رہتی ہین۔ ایڈیٹر۔

حرف پڑھنا پڑا ہر ٹائپ کا | پانی پینا پڑا ہر پائپ کا
پیٹ چلتا ہر آنکھ آتی ہے | شاہ اڈورڈ کی دہائی ہے

ابتک ہماری قوم کے افراد اس بات سے قاصر ہین کہ اپنے عزیز رسم الخط کے لیے ٹایپ ڈھال سکین عربون اور ترکون نے اپنے لیے ٹائپ بنا لیے ہین۔ ترکی ٹائپ بہت پاکیزہ ہوتے ہین۔ مگر ترکی ٹائپ مین اُردو چھاپنا۔ ہم اور آپ اسکو گوارا کرلین گے۔ گر مولوی ٹا۔ مولوی مدن اور شیخ ننھو اور خیرو جو موٹے موٹے حرف اور ہجے کر کے پڑھنے کے عادی ہین اور جنکا تناسب الا ماشاء اللہ قوم مین بچانوے فیصدی سے زیادہ ہر وہ کیا کرینگے۔ مگر پھر سوال یہ ہر کہ ایسے لوگ شبلی۔ نذیر احمد۔ اور شرر سے بھی تو بیزار ہین۔ راہ نجات تفسیر سورۂ یوسف یا قصہ حاتم طائی اور طوطا مینا اُنکی جولانگاہ ہر۔ اور یہ کتابین ہماری اُردو کی فہرست مین داخل نہین۔ خیر معاملہ کتابون کا ہر۔ اخبارون کا نہین جو دیر کو چھپین یا جلدی شایع ہون۔ پتھر پر ہون یا ٹائپ مین ایسا مہتم بالشان مسئلہ نہین ہر۔ پتھر کے چھاپے مین بھی نفاست آسکتی ہر۔ بشرطیکہ نور المطابع کا دستی چھاپہ خانہ ہو۔ اب رہا پبلشر کی حوصلہ مندی اور راس المال کا سوال

پبلشر کی حوصلہ مندی کے متعلق۔ افسوس کہ مجھے ذاتیات سے کام لینا پڑتا ہر۔ مگر چونکہ اس بات مین شخص مذکور کا کوئی نقصان نہین بلکہ فائدہ ہر۔ اور اس سے زیادہ قوم کا فائدہ ہر۔ مجھے اس بیان سے نہایت مسرت ہوتی ہر کہ مین نے اپنے مختلف الایام قیام لکھنؤ مین ایک بزرگ کو ڈھونڈھ نکالا۔ مین اُن سے دو تین بار مل چکا ہون افسوس کہ عشق گاندھی نے ذرا بات بگاڑ دی ورنہ آدمی بڑے کام کے ہین۔ یہ ہمارے محترم مولوی عرفاً۔ ظفر الملک صاحب خطاباً[1] اور اسحاق علی صاحب اسماً علوی۔ نسباً۔ اڈیٹر الناظر کسباً ہین۔ آپنے اُردو کی اس بڑی دقت کو محسوس کیا ہر جسکا مین پہلے ذکر کرچکا ہون۔ اُنھون نے اپنی الناظر بک ایجنسی کے قیام سے اور اپنے اعلیٰ انتظام سے اس شکایت کو کہ اُردو کی کتابین جو ایک مشرق مین ملتی تھی اور ایک مغرب مین، اُسکو ایک حدتک رفع کر دیا ہر۔ مین ایک حدتک کہتا ہون کیونکہ آخری بار جب اُن کی خدمت مین اُن کی جدید ترین فہرست کتب سے چند کتابین بھیجنے کی استدعا کی گئی تو اُسکے جواب مین معلوم ہوا کہ ایسی کتابین اسٹاک مین نہین رہتی اگر چند مہینے کا وقفہ دیا جاے تو منجملہ دس کتابون کے چار کتابین مہیا ہوسکتی ہین۔ بشرطیکہ مین اُن کو یہ بتادون کہ وہ کتابین ہندوستان کے کس کتب فروش کے یہان سے

[1] ظفر الملک خطاب نہین۔ بلکہ اسم تاریخی ہر۔ اڈیٹر

مل سکتی ہین اور فی الجملہ بعد کو مین کتاب لینے سے انکار تو نہ کرون گا۔ مگر ایسا تو ٹھیکر کمپنی کے یہان بھی ہوتا ہے اور مین اُن کی کارگذاریون پر اتنا زور نہین دیتا جتنا اُن کے خیال پر۔ اور ظاہر ہے کہ دُنیا مین خیال ہی کی حکمرانی ہے۔ اُن کا یہ نہایت عمدہ خیال کہ اُردو لٹریچر کا ایک مخزن یعنے امپوریم ہونا ضروری ہے ہمکو اُن کی طرف بہت سی امیدون کے ساتھ وابستہ کردیتا ہے۔ مین جانتا ہون کہ صاحب موصوف کی نیک نیتی اور ایمانداری کا ہر وہ شخص لازمًا قائل ہوگا جو اُن سے مل چکا ہے۔ یا اُن کی تعریف سُن چکا ہے اور لوگ میرے اِس خیال کی تائید کرینگے کہ وہ اُردو کے ایک دائرۂ اشاعت کے بہترین امین و کارکن اور ایک معتبر ڈائرکٹر ہو سکتے ہین۔ راس المال کے لیے مین خود دس دس روپے کے پانچسو حصے خریدنے پر تیار ہون اور مین اپنے دوسرے اعزہ کو بھی اس پر آمادہ کرون گا۔ رہا اُردو کے دوسرے شیدائی وہ میری بات پر تامل ضرور کرینگے مگر مولوی ظفر الملک صاحب کی شخصیت (جو ایک بڑا قومی اثاثہ ہے) پر بھروسہ کرین۔ اول تو مجھے اسمین شک ہے کہ مولوی ظفر الملک صاحب اِس قومی اور ادبی کرم فرمائی کو قبول بھی فرمائین گے لیکن اگر وہ راضی ہون تو ہم کو راس المال کے لیے کم سے کم پچیس ہزار اور زائد سے زائد پچاس ہزار کی رقم کی ضرورت ہے۔ مولوی ظفر الملک صاحب کا ذاتی پریس اور الناظر بک ایجنسی کی قیمت اور اُن کی اپنی خدمت اِن سب کا مجموعہ انکو ایک بڑا حصہ دار اور ڈائرکٹر بنانے کے لیے کافی ہے۔ ناظرین کو یہ بھی واضح رہے کہ دار الاشاعت اُردو عمومی کا یہ خیال نیا نہین ہے۔ وکیل ٹریڈنگ کمپنی اِس سے پہلے قائم کی گئی تھی۔ وطن اور پیسہ اخبار اپنے طور پر اب دار الاشاعت رکھتے ہین مگر اس کمپنی اور ان کمپنیون مین فرق یہ ہوگا کہ اس مین اُردو کی کتابون کی اشاعت کا انتظام اِس جدید طریقے سے شروع کیا جائیگا۔ کتابین ایک سیریز مین نکلین گی۔ جس کا نام "الناظر لائبریری" یا "اُردو لائبریری" یا عام مسلمانون کی تالیف قلوب کے لیے "خلافت لائبریری" یا "مصطفےٰ کمال" یا "محمد علی لائبریری" رکھا جاے۔ غرض جو ڈائرکٹران قوم کی مرضی کے مطابق تجویز کرین۔ اِس لائبریری مین کئی سیریز ہونگی۔ کتابین تین قسم کی ہونگی۔ اول چمڑے کا پشتہ اور کپڑے کی جلد دوسری تمام کپڑے کی جلد تیسری معمولی کاغذ کی جلد اور کپڑے کا پشتہ۔ ہر ایک کتاب تین سو صفحون کی صاف اور باریک حرفون مین۔ متوسط درجے کا سفید چکنا کاغذ۔ آٹھ انچ لمبائی۔ ۴½ انچ چوڑائی کی ہوگی۔ پُشت پر سُنہرے حرفون سے سیریز کی قسم۔ کتاب اور مصنف کا نام۔ پہلی قسم کتاب ۶؍ فی جلد۔ دوسری قسم چہ؍ تیسری قسم عہ؍ فی جلد۔

سیریز کی تقسیم اس طرح پر ہو اور جیسا "ایوری مین لائبریری" میں ہے۔ ہر سیریز کے لیے ایک علحدہ رنگ کا کپڑا لگایا جائے۔ تاکہ کئی ایک رنگ یکجا رکھنے سے الماری کی زینت اور خوشنمائی بڑھ جائے۔

**اول سلسلہ** (کتب دینیات) (کپڑے کا رنگ سفید)

شبلی۔ علم الکلام و الکلام۔ ۲ جلد
نذیر احمد۔ الحقوق والفرائض ۲ جلد
〃 اجتہاد ایک جلد
سید احمد۔ تفسیر القرآن ۵ جلد
〃 خطبات احمدیہ ۱ جلد
محمود علی۔ دین و دانش ۱ جلد
〃 الایمان ۱ جلد
محسن الملک۔ آیات بینات ۳ جلد
تراجم آیات اللہ الکاملہ۔ کیمیائے سعادت۔ ہدایہ۔ احادیث وغیرہ

**دوسرا سلسلہ** (سیرۃ) (کپڑے کا رنگ سرخ)

سیرۃ نبوی۔ سیرۃ نعمان۔ الغزالی۔ سوانح مولانا روم۔ الفاروق
جنید۔ ابوبکر شبلی۔ سیرۃ عائشہ۔ امام مالک وغیرہ
ترجمہ توزک جہانگیری۔ بابری۔ تیموری۔ وغیرہ

**تیسرا سلسلہ** (تاریخ) (کپڑے کا رنگ بھورا)

تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ ۱۰ جلد
تاریخ سندھ۔ تاریخ ارض مقدس۔ عرب قبل از اسلام وغیرہ
تراجم کتب تاریخ فارسی و عربی اسلامی وغیرہ

**چوتھا سلسلہ** (قصص) (کپڑے کا رنگ سبز)

شرر۔ نذیر احمد۔ مولانا راشد الخیری وغیرہ کے قصے۔ فسانہ آزاد

**پانچواں سلسلہ** (مضامین) (کپڑے کا رنگ نیلا)

شبلی ۔ مقالات و رسائل ۔ سید احمد ۔ محسن الملک ۔ چراغ علی

خواجہ حسن نظامی ۔ سجاد حیدر ۔ شرر ۔ ابو الکلام آزاد وغیرہ

چھٹا سلسلہ (ادب) (رنگ سیاہ)

آبحیات آزاد ۔ کلیات غالب ۔ ذوق ۔ میر ۔ انشا سودا وغیرہ

ساتوان سلسلہ (سیاست جغرافیہ وسفرنامے)

آٹھوان سلسلہ (فلسفہ وسیاست مدن)

نوان سلسلہ (سائنس)

دسوان سلسلہ (بچون اور عورتون کے مذاق کی کتابین)

غرضکہ اُردو کی جتنی عمدہ کتابین جدید اور قدیم ہون اُن سب پر یہ سلسلہ حاوی ہو ۔ ایسی ہی انجمن ترقی اُردو کی کتابین بھی ہون مصنفین کے حقوق تصنیف یکمشت یا کمیشن کے طور پر دیے جانے کا بندوبست ہو اُردو کی جدید اور وقتی کتابون کی اشاعت اور اسکو قبول کرنے کا اختیار ایک کمیٹی کے سپرد ہو جسمین ڈائرکٹر ان بھی شامل ہونگے ۔ اس سے آگے دار الاشاعت کے مالی اور تجارتی منافع پر بحث ہے تو نہ وہ میرا حصہ ہے اور نہ یہ مضمون کمیٹی کا پراسپکٹس ہے ۔ اس کا وقت جب آے گا جب کہ میرے خیال کی لوگ تائید کرین گے

سید مقبول احمد

مضمون بالا کے اندراج مین قدرتًا تامل ہونا چاہیے تھا کہ اسمین میری ثنا وصفت پر بہت کچھ زور قلم صرف کیا گیا ہے مگر اس امید پر کہ ناظرین کرام کو اپنے دیرینہ خادم کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہین ہو سکتی محض نفس تحریک پر انکی توجہ منعطف کرانیکی غرض سے درج کر دیا ہے اصل تجویز کے متعلق ابھی کوئی قطعی راے نہین ظاہر کی جاتی البتہ یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُردو زبان کی توسیع ونشو ونما کے لیے تجارتی اصولون پر سرمایہ لگانے اور طباعت واشاعت کتب کا بہتر انتظام کرنے کی غرض سے اس قسم کی متحدہ کوششون کی شدید حاجت ہے اور حالات موجودہ مین اگر کوئی وسیع نظام قائم ہو سکے تو یقینًا مفاد قومی اور منافع ذاتی دونون کے لحاظ سے نہایت برمحل ہوگا اور کامیابی کی بھی پوری توقع ہے ۔

ایڈیٹر

# عہداول کا عربی تمدن

یہ مضمون فرانس کے مشہور محقق موسیو سدیو کی تاریخ عرب سے ماخوذ ہی۔ اصل کتاب فرانسیسی زبان مین دو ضخیم جلدون مین شایع ہوئی تھی۔ مصر کے ایک فاضل نے عربی مین اُس کا خلاصہ عرصہ ہوا شایع کیا تھا۔ اور اب اردو مین اُس کا ترجمہ ہمارے زیر اہتمام طبع ہو رہا ہی۔ کتاب تیار ہوجاے تو امید ہی کہ اُردو زبان مین ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔ ناظرین الناظر کو ہم پہلے ہی سے لذت آشنا کیے دیتے ہین۔

ایڈیٹر

## مدرسہ اسکندریہ کے بعد مدرسہ بغداد کی علمی مرکزیت

ابتداے عہد اسلام مین اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام قوت فتح ممالک اور اشاعت اسلام مین صرف کی۔ صحابہ کرام کے بعد جو نسل ہوئی اُس نے کچھ کچھ علوم ادبیہ کی جانب توجہ کی لیکن اسکی بھی بہت کچھ قوت فتح ممالک اور نشر اسلام ہی پر صرف ہوئی۔ تا آنکہ مسلمانون مین اندرونی فتنہ وفساد کی آگ بھڑکی۔ اور وہ خانہ جنگیون مین مصروف ہوکر کشورکشائی اور علمی مشاغل دونون سے الگ ہوگئے۔
یہ خانہ جنگی ختم ہوئی۔ اور اسلامی حکومت کو یکسوئی حاصل ہوگئی۔ تو فتوحات کا سیلاب پھر اُٹھا۔ اور اس مرتبہ اسلامی فتوحات کے سیلاب کی لہرین دنیا کے بہت دور دراز ممالک تک پہنچ گئین۔ مسلمانون کو عظیم الشان اور نمایان فتحین حاصل ہوئین۔ خصوصاً ۷۵۰ء مین دولت بنی امیہ کے زوال سے بعد وہ مشرق مین ممالک شام وفارس کی جانب دریاے سندھ اور دریاے قزوین تک۔ اور مغرب مین تمام شمالی افریقہ اور جزیرہ نماے اندلس کے بہت بڑے حصہ کو اپنے زیر نگین کرچکے تھے۔ اور ملک فرانس پر حملہ آور ہوکر اُسے پامال اور مسخر کرلینے کی دھمکی دے رہے تھے۔ مگر فرانس کے حکمران چارلس مارٹل نے اقلیم نوارہ کے میدانی علاقہ مین خلیفہ عبدالرحمن الاموی تاجدار اندلس کے لشکر کو شکست فاش دی اور کچھ اس طرح غارت کرڈالا کہ بار دیگر مسلمانون کو فرانس پر فوج کشی کی جرأت نہ ہوسکی
اس حملہ کے بعد مسلمانون کو مزید کشورکشائیون سے استغنا پیدا ہوگیا۔ اور تیغ وسنان کی بازی سے سیر ہوکر انھین قلم وکاغذ کا کھیل مرغوب ہوچلا۔ حامی علم وفن اور علما پرور خلفا کی پیروی مین

مسلمانون کے ہر طبقہ مین علمی منافست و مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت فنا ہوگئی اور امم مشرقیہ بلکہ تمام اسلامی ممالک مین عربی مصنفات و مولفات بکثرت شایع ہوگئین۔ انھی مصنفات کے بڑے حصہ سے جو آجتک موجود ہی عربی لٹریچر مرکب ہی اور یہ ذخیرۂ علم و ادب یقیناً دنیا کے مشہور و وسیع ترین علوم و ادبیات مین داخل ہی۔

## عربون کے تحصیل علوم کی ابتدا اور خلیفہ منصور عباسی کی خلافت کا آغاز

یہ فخر عرب خلفاء کے زمرہ مین خلیفہ ابو جعفر المنصور عباسی کو حاصل ہی کہ اس نے سب سے پہلے عربون کو دماغی اور ذہنی مشاغل مین مشغول کیا۔ اسکی دلیل یہ ہی کہ قدماء عرب کی کتابون مین بجز بعض ایسے فوائد کے جنکا تعلق عملیات فلکیہ سے ہی اور کوئی علمی مسئلہ نظر نہین آتا یہ چند فلکی عملیات بھی عربون کو آسمانی منظر کے وسیلہ سے حاصل ہوئے تھے۔ کیونکر منظر فلک نے اُن کے ذہنون کو اپنی طرف جذب کرکے اسبات پر غور و فکر کرنیکی توجہ دلائی کہ آخر اسی چادر نیلی مین یہ تابان درخشان اجرام کیون پائے جاتے ہین؟ یہ ایک فطری احساس ہی اور دنیا کی تمام قومون کو ہوا اور ہوتا ہی کہ وہ اپنے ممالک کی خوبی اور درستی آب و ہوا کی حالت مین کواکب اور نجوم کے مشاہدہ اور رصد کی طرف متوجہ اور مائل ہوتی رہی ہین۔

قدماء عرب منازل قمر اور نجوم فلکیہ کے احکام سے واقف و آگاہ تھے۔ اُن کو سیار کواکب اور بعض دیگر روشن و درخشان ستارون کا بھی علم تھا۔ ان ستارون کو وہ بخوبی پہچانتے تھے۔ بلکہ ماسوی اللہ اُن کی عبادت بھی کرتے تھے۔ ان کے ہان حساب سنین مین قمری یعنی چاند کے مہینون کا حساب رائج تھا۔ مگر اس کی کوئی مثال نہین ملتی کہ انھون نے کبھی یہ فکر کی ہو کہ آسمان کی حرکتون کی کوئی حد مقرر کرین۔ یا کوئی ایسا سنہ اور تاریخ قرار دین جو ان کی تمام قومون مین یکسان رواج پا جائے۔ چنانچہ کسی عام تاریخ یا شمار سنین کا حساب نہونے کی وجہ سے تاریخ عرب کے سلسلہ کی سال وار ترتیب قبل از اسلام تک بالکل محال ہی۔ اور جب تک اُن کی مختلف طریقہ کی عبادتین منسوخ ہوکر اُٹھ نہین بالکل اسلام کی تبعیت نصیب نہین ہوئی اُس وقت تک اُن کا کوئی مسلسل سنہ قائم نہو سکا۔

مگر عربون کی طبیعت مین فطری جودت تھی۔ اور اُن مین اس بات کی کامل استعداد موجود تھی کہ جو بات ان کو کہین سے حاصل ہو اُس سے تنہا خود ہی فائدہ نہ اٹھائین بلکہ اورون تک بھی پہونچانے کا۔ چنانچہ جو علم عرب علماء کو حاصل ہوتا تھا۔ اُس کی بہت جلد دنیا مین عام اشاعت ہوجاتی تھی

دریائے فرات[1] اور دریائے وادی الکبیر[2] کے مابین روے زمین کے طویل وعریض رقبہ پر جتنی قومین آباد تھین اور جو آدمی وسط افریقہ کے جنوبی خطہ مین بود و باش رکھتے تھے۔ عرب علما محققین کے دماغی جد وجہد کے ثمرات سب کو پہنچ جاتے تھے اور ان سب ممالک مین اُن کے جدید ترین علمی مسائل ہمپاے برق ہوا شایع ہوجاتے تھے۔ اور قابل تعریف امر یہ تھا کہ عربون کے مشاغل کثیر اور اُن کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیت بھی علم کی خدمت اور اُس کی اشاعت مین اُن کی سنگ راہ نہین بن سکتی تھی۔

اگرچہ عرب مسلمان اسباب کے ہرگز متحمل نہین ہوتے تھے کہ دین اسلام پر کسی اور دین کو ترجیح دین یا اس کو چھوڑکر دوسرا دین اختیار کرین۔ تاہم وہ بنی اسرائیل کے طرز تمدن سے اس بارہ مین ضرور خائف تھے کہ مغلوب و مفتوح اقوام کی عورتون سے تناسلی اختلاط نہ قائم کیا جاے مگر اس تناسلی اختلاط کے باوجود انھون نے اپنی عربی طبیعت اور سرشت مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آنے دیا۔ وہ اُن روایات کے بہت سختی سے پابند رہے جن سے وطن اصلی کی یاد تازہ ہوتی رہتی تھی۔ عربون کی بود و باش کا یہ حال تھا کہ وہ تقریباً خانہ بدوش رہے۔ ہمیشہ ایک ملک سے دوسرے ملک مین نقل مقام کرکے وہان سکونت اختیار کی۔ اور پھر اُس سے منتقل ہوکر تیسرے مُلک مین چلے گئے۔ لیکن یہ دیکھکر کمال حیرت ہو کہ ان کی فطری عادتون اور طبیعتون پر اس کا بھی کوئی اثر نہو سکا۔ حالانکہ اور قومون مین نقل سکونت کی وجہ سے بہت کچھ طبایع اور عادات کا تغیر نمایان ہوجاتا ہے۔

قدیم جرمن اقوام اپنے ملکون سے نکل کر دنیا مین پھیل گئین اور فتوحات کے ذریعہ نو آبادیان قائم کرکے وہان سکونت اختیار کرلی۔ مگر انھون نے ترک وطن اور حصول سلطنت کے بعد بہت دیر مین اپنے تمدن کا آغاز کیا۔ لیکن عربون کا معجزہ دیکھیے کہ وہ اپنے مفتوحہ ممالک مین دین اسلام کا نور، اپنی کامل زبان۔ اور اپنے اشعار کے لطائف، ایک ساتھ پھیلاتے چلے گئے۔ گویا دنیا کی قومین اسی انتظار مین بیٹھی تھین کہ عرب فاتحین کی ہر ادا کو دلی رغبت سے اختیار کرلین۔ چنانچہ فرانس کے صوبہ "پروانسہ" کے وہ شاعر جو فرنگستان کی خاک سے اُٹھے۔ یا دیگر فرنگی مغنی و مطرب جب عشق و مستی کا ولولہ انگیز کلام کہتے یا گاتے تھے تو انھی کے طرز سخن اور انداز و طرب و غنا کی پیروی کرتے تھے اور یہ صرف چند روزہ عربی حکومت مین رہنے کا اثر تھا۔

[1] دریاے فرات عراق عرب مین بہتا ہے۔

[2] دریاے وادی الکبیر اندلس مین جاری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عرب کی سرزمین سے لیکر مملکت اندلس تک کی دور دراز مسافت مین جتنی قومین آباد تھین وہ سب عربون کے زیر اقتدار تھین۔

عربون کے اُستادِ اول، نسطوری فرقہ کے علما، اندسہ کا مدرسہ اور علمائے نسطوریہ کے متبعہ سندی مذاہب

شام، فلسطین، اور پھر دیار مصر پر عربون کے حملہ آور اور فاتح ہونے کی کیفیت غور سے ملاحظہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عربون مین اکتساب علوم اور علمی ترقیون کا میلان طبعاً موجود تھا۔ علمی مشاغل ان کے مرغوب ترین شغل تھے اُن مین اس بات کی طبیعی استعداد تھی وہ اُن قومون سے بھی میل جول اور اُلفت و موانست رکھتے تھے جو اُن کے جزیرہ نما (عرب) کے اطراف مین رہتین، اور اُن کی ہمسایہ تھین۔ یہ قومین تمدن مین ایک بڑی درجہ تک ترقی یافتہ تھین، اور عربون کو اُن سے استفادہ کرنے کے مواقع حاصل تھے چنانچہ انھون نے نصاریٰ کے ایک فرقہ نسطوریہ سے مالوف ہوتے ہی اپنے دماغون کو انوار علوم سے منور اور اسکندریہ (مصر) مین فاتحانہ داخلہ سے قبل اُن نسطوری علما سے بہت کچھ معارف و علوم کا اکتساب کر لیا تھا لیکن اول اول ایک مدت تک ایشیا کے مشرقی ملکون مین اِن نسطوری علما کا مذہب کچھ بھی شایع نہین ہوا۔ اُن کے علمی مسائل سے کسی قدر ملک شام کے باشندون نے استفادہ کیا تھا کہ یکایک نسطوریہ فرقہ کے مخالفین اس فرقہ کی بیخ کنی کے درپے ہو گئے کیونکہ دونون فریقون کے دینی عقاید متبائن تھے۔ اور اُس زمانہ مین عدم رواداری کا دور تھا نسطوری علما دشمنون کا نرغہ دیکھکر روپوش ہو گئے یا بھاگ گئے اور علمی افادہ و استفادہ بند ہو گیا۔ مگر اُنکے شامی شاگرد اُن سے علوم ادبیہ کا اکتساب کر چکے تھے۔ اور عربون نے اُن علوم کی شامیون سے تحصیل کی۔

خطۂ عراق عرب مین بمقام اڈیسہ نسطوری علما کا بنا کردہ مدرسہ طبیہ نہایت فیض رسان ثابت ہوا اس مدرسہ سے فاضل طبیبون کی ایک کامیاب جماعت نکلی جو عہد رسالت کی ہمعصر تھی۔ عربون کو معدنی اور نباتی ادویات مفردہ کا ابتدائی علم اسی مدرسہ کی برکت سے حاصل ہوا تھا۔ زینون ایزوریانی (شاہ یونان) کے عہد مین یہ مدرسہ بند ہو گیا۔ اور یہان تعلیم و تعلم کا کوئی سلسلہ باقی نہین رہا۔ اسکے بند ہونے کی وجہ دینی تعصب کے سوا کچھ نہ تھی۔ نسطوریون کے ابین تعصب کا زور رہا تو وہ اپنے عقائد اور اپنے معلومات کو دنیا مین شایع کرنے پر اُٹھے۔ ساتوین صدی عیسوی کے وسط مین ہندوستان، چین اور بلاد فارس مین اپنے علوم کی فیض رسانی اور اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بلاد فارس پر اُنھین بہت بڑا سیاسی غلبہ حاصل ہو گیا۔ انھون نے اقلیم خوزستان کے شہر جندی سابور مین ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ قائم کیا بیشمار طالبان علم حصول تعلیم اور استفادہ

کی غرض سے یہان آنے لگے اُدھر نسطوریون کا یہ دار العلم مملکت فارس مین علم پاشی کر رہا تھا کہ دوسری طرف حُسن اتفاق سے یونانی فیلسوفون کی ایک جماعت بھی ایران مین آگئی۔ یہ حکما اپنے ملک سے جلاوطن کیے گئے تھے، اور اُنھون نے ایران کو اپنی جاے پناہ بنایا تھا۔ ان حکما نے یونان کے اُس افلاطونی مدرسہ مین تعلیم پائی تھی جو شہر اثینیہ (ایتھنز) پایۂ تخت یونان مین جاری تھا۔ اور ان لوگون کو شاہنشاہ یوستینان نے جلاوطن کیا تھا۔ پھر عرب فاتحین کا دور آیا تو وہ کشورکشائیان کرتے ہوے بلاد ایران پر بھی قابض و متصرف ہوگئے۔ اور چونکہ فطری استعداد اور جودت طبع سے بہرہ ور تھے۔ نہایت قلیل زمانہ مین ان ایرانی اصول تمدن سے آشنا ہوگئے۔ بایں ہمہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ آخر علم الفلک مین خلیفہ منصور کا استاد کون تھا کسی ہندی عالم کو اُس کا استاد قرار دینا بالکل قیاس سے بعید ہے کیونکہ عربون نے یونانی کتابون کے دستیاب ہوجانیکے بعد سے علم الفلک کے متعلق ہندی علما کی آرا کا کچھ بھی اعتبار نہین کیا۔

## مدرسۂ بغداد کا قیام، مامون الرشید کا عہد، یونانی کتب کا عربی مین ترجمہ اور علم الفلک مین خود عربون کی تالیفات

جب تمام یورپ جہالت کی تاریکی اور ظلمت مین تھا۔ اُسوقت عربون کی آنکھین انوار علم کی چمک سے کھل چکی تھین منصور کے جانشین خلفا بھی علوم و معارف کی سرپرستی اور سعی ترقی مین منصور ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ اور اپنے مفتوحہ ملکون سے جلیل القدر علما کو بلا کر دربار مین رکھا، اُن سے یونانی کتابون کے ترجمے عربی زبان مین کراے کتب خانے قائم کیے۔ درس گاہین بنوائین تعلیم کو عام کیا۔ شاہی مدارس مین اور نیز دیگر تعلیم گاہون مین خاص و عام ہر طبقہ اور ہر درجے کے آدمیون کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت تھی۔ اور ان مدارس مین ارسطو۔ بقراط۔ جالینوس۔ دسقوریدوس۔ اقلیدس۔ ارشمیدس۔ بطلیموس اور اپولونیوس وغیرہ علماے حکما کی کتابین برابر پڑھائی جاتی تھین جنکے ساتھ ساتھ قرآن شریف اور اُس کی تفسیر کا درس بھی دیا جاتا تھا۔ علما و حکما کی خاص خاص محفلین اور مجالس مذاکرہ علمیہ قائم کین، ان مسائل مین مشکل مسائل علمیہ پر غور اور بحث ہوا کرتی تھی۔

خلیفہ مہدی اور خلیفہ رشید نے چیدہ چیدہ نصرانی علما کو اپنے دربار مین بلا لیا۔ یہ علما ممالک ایشیا مین جابجا پھیلے پڑے تھے۔ اُن پر شاہانہ انعام و اکرام کا مینہ برسایا۔ اور اُن سے یونانی اور فارسی زبان کی کتابین عربی اور سریانی زبانون مین ترجمہ کرائین۔ اُن ہر دو خلفا کے عہد مین حسب ذیل ہر دو مشاہیر تھا ہو۔

(۱) ماشاء اللہ فلکی۔ اس نے اُصطرلاب اور اُس کے دائرہ نحاسیہ" پر ایک مفید کتاب تالیف کی ہے۔

(۲) احمد بن محمد نہاوندی۔ فلکی۔ یہ بھی علوم فلکیہ کا ماہر کامل تھا۔ اور ماشاء اللہ کی طرح مشاہدات و رصدِ افلاک مین مصروف رہا۔ عربون مین علوم فلکیہ کے یہی دو سب سے اول اور قدیم عالم ہوئے ہین۔

(۳) حجازی بن یوسف۔ یہ بھی اُس عہد کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے اقلیدس کا ترجمہ عربی زبان مین کیا ہے۔

اس عہد مین عربون کی دماغی و ذہنی ترقیات اور اُن کے علوم و فنون کی مہارت کا جو درجہ تھا اسکے اظہار کے لیے یہ کافی ہے کہ اُن کے علمی عروج و کمال کی شہادت مین وہ بجنے والی گھڑی پیش کردین۔ جو خلیفہ رشید نے شارلمین شاہ فرانس کو ہدیۃً ارسال کی تھی۔ یہ گھڑی نادرۂ روزگار صنعت تھی۔ اور پانی کے ذریعہ سے چلتی تھی۔

ہارون الرشید کے بعد ماموں الرشید خلیفہ ہوا۔ عرب خلفا مین مامون کا وہی مرتبہ ہے جو دولت رومۃ الکبریٰ کے تاجدارون مین اغسطس قیصر کا ہوسکتا ہے۔ یہ خلیفہ آفتاب فضل تھا۔ اور بیشمار بڑے بڑے باکمال علما نجوم فلک کی طرح اس آفتاب علم کو اپنے حلقہ مین لیے رہتے تھے۔ مامون کی علمی تشنگی کا کچھ اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اُس نے قسطنطنیہ کے رومی (یونانی) قیصر سے دوستی پیدا کرلی۔ اور یہ دوستی محض علوم و معارف کو ترقی دینے کے لیے کی تھی۔ وہ حکمائے یونان کے دماغی کارنامون کا خواہان و جویان تھا۔ اور یہ قیمتی خزانہ اُسے شاہنشاہ قسطنطنیہ کی دوستانہ اعانت ہی سے مل سکتا تھا۔ مامون نے حکماے یونان کی تمام تصانیف فراہم کرلین۔ سکندریہ (مصر) کے علما کی کتابین بھی حاصل کین اور دنیا مین جس جگہ اُن کی تصانیف کا پتہ پایا وہین سے یہانتک کہ خود پایۂ تخت یونان اتھنز سے بھی منگانے کا اہتمام کیا۔ ان کتابون کے جمع کرنے اور اپنے درباری علما سے اُن کے تراجم عربی زبان مین کرانے پر مامون الرشید نے بیشمار مال و زر خرچ کیا۔

اُسی زمانہ مین یحییٰ بن ابی منصور نے ایک فلکی زائچہ (یعنی حساب نجوم کا نقشہ یا جدول) مرتب کیا۔ اس زائچہ کی تیاری مین سند بن علی بھی یحییٰ کا شریک کار تھا۔ اسی سند بن علی نے ۲۳۲ھ و ۳۳۳ھ مین خالد بن عبد الملک مرورودی کے ساتھ شریک ہوکر کئی دیگر رصدین تالیف کین اور پھر ان دونون علما نے علی بن عیسیٰ اور علی بن البحتری کو اپنے ساتھ لے کر فلکی مشاہدات کیے۔ اور شہر رقہ اور شہر تدمر کے مابین خط نصف النہار کا اندازہ کیا۔ احمد بن عبداللہ حبش نے تین زائچے کواکب کی حرکات کے بارہ مین تالیف کیے اور

مامونی عہد کے انھین عرب علما رفلک نے سورج گہن اور چاند گہن کے وقوع اور دُم دار ستارون کے طلوع و غروب وغیرہ کا حساب لگایا۔ اور اُن سیاہ دہبون کو دریافت کیا جو قرص آفتاب مین ہین۔ اعتدال ربیعی اور اعتدال خریفی کو رصد کے ذریعہ درست طور پر جانچا اور فلک البروج کے منطقہ کا میل اندازہ لگا کر دریافت کیا۔ انھین علما رنے خلیفہ مامون کے حکم سے کتاب "المجسطی" کی غلطیان درست کین۔ یہ کتاب یونانی حکیم بطلیموس کی تالیف ہی۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ خلیفہ رشید کے عہد مین یحییٰ بن خالد برمکی کے زیر نگرانی کئی لائق مترجمین نے کیا تھا۔

مذکورۂ بالا عرب علما مین درجۂ اجتہاد اور رتبۂ امامت محمد بن ابراہیم الفزاری کا حصہ ہوا۔ اور یہ اپنے تمام معاصرین پر اس فن مین گوئے سبقت لے گیا ہی۔ اُس نے ہندوستانی علم الفلک کا یونانی علم الفلک سے معازنہ اور مقابلہ کیا۔

احمد بن محمد نہاوندی نے شہر جندی سابور مین اجرام سماویہ کو رصد کیا۔ اور سنہ ۔۔ مین کئی جدید زیچ تالیف کیے جنکا نام "المستقل" رکھا۔

یہ سب علما رخلیفہ مامون الرشید کے عہد کے نامور علماے فلک ہین اور اُن کے علاوہ محمد بن موسیٰ خوارزمی جس نے خلیفہ مامون کے لیے ہندوستان کے فلکی زائچون کا خلاصہ تیار کیا۔ اور محمد بن موسیٰ کا ۔۔۔ کندی جو یونانی زبان کا متبحر زباندان تھا اور اس نے مدارس اسکندریہ و اغینہ کی کتابون سے بھی بہت کچھ مدد لی تھی۔ یہ دونون بھی بڑے پایہ کے عالم تھے۔ چنانچہ کندی نے حساب ہندسہ حکمت و نجوم۔ حوادث جویہ۔ اور طب وغیرہ علوم وفنون مین دو سو سے اوپر کتابین تصنیف و تالیف کین۔ مگر ان کا شمار فلکی علما رمین نہین ہوتا۔ بلکہ یہ ریاضی دان عالم مانے جاتے ہین۔

کندی کا شاگرد رشید ابو معشر فلکی بیشک بہت سے مفید فلکی مشاہدات کرنے مین مشغول رہا جسکی بنا پر اُس نے حرکات اجرام سماویہ کا ایک حساب مرتب کیا۔ اور وہ حساب "زیج ابو معشر" کے نام سے مشہور ہے لیکن اہل فرنگ مین اسکی شہرت ہیئت دان کی حیثیت سے نہین ہوئی۔ وہ اس کو صرف منجم جانتے ہین۔ کیونکہ اسکے تالیف کردہ صرف فن نجوم کے چند رسالے اہل فرنگ کو دستیاب ہوے۔

عربونکے جدید فلکی مشاہدات اور یونانی سے ترجمہ کی ہوئی زیچون کی درستی اور تکمیل مامون الرشید کے بعد بھی عرب علما رعلم وفن کی طرف متوجہ رہے خاصکر علم فلک مین اُنکی مشغولیت روز بروز

ہو رہی تھی۔ محمد احمد اور حسن تین بھائی، موسیٰ بن شاکر کے بیٹوں نے اس فن میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دین۔ زیچ کی تصحیح اگرچہ اُن سے قبل دیگر عرب علماء ہیئت کچھ کر چکے تھے۔ پھر بھی اُسکی صحت کا تکملہ اور اُسکے نقائص کا دفعیہ انھین تینون بھائیون نے کیا۔ انھون نے بہم مشاہدے کر کے نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ فارسی سنہ شمسی مین، حرکت آفتاب کا صحیح اوسط دریافت کیا۔ شہر بغداد کے مشہور دروازہ "طاق" کے متصل دریاے دجلہ کے ایک پُل پر جو رصدخانہ تھا اُس رصدخانہ مین یہ برابر فلکی مشاہدات کرتے رہتے اور بالآخر کلیپٹک یعنی منطقۃ البروج کے وسط کا میل انھون نے دریافت کر لیا۔ اور اسکی ایک حد بھی مقرر کر دی کہ یہ میل گھٹکر انتا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہوا، قمر مین سے عرض اکبر کے حسابون کا فرق بھی معلوم کر لیا اور اُن کے یہ مشاہدات اور مشاہدات کے نتائج اسقدر اچھے اور درست تھے کہ اُن کے بعد ابن یونس فلکی نے اپنے مشاہدات فلکیہ مین ان پر کامل اعتبار کیا اور انھین کو مدار عمل بنایا۔

ان تین بھائیون مین سب سے بڑا محمد تھا۔ کواکب سیارہ کی تقویمین اسی نے تیار کین۔ یہ تقویمین خود محمد کے عہد مین اور اُسکے بعد بھی عرصہ دراز تک علماء ہیئت مین مروج اور مستعمل رہین۔

ثابت بن قرۃ علم الفلک مین محمد کا شاگرد رشید تھا۔ یہ سنہ ۹۰۱ء مین فوت ہوا ہے۔ اس نے بطلیموس کی کتاب "مجسطی" کا دوسرا ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ عربی زبان مین خلیفہ ہارون الرشید کے عہد مین ہوا تھا۔ ثابت بن قرہ نے اپنے اس ترجمہ مین متقدمین عرب فلکیون کی اُن تصحیحات کا بھی ذکر کیا ہے جو اُنھون نے بطلیموس کی غلطیان دور کرنے کے لیے کی تھین۔ اور اُن سب کے بعد اپنے مفید ملحوظات کا اضافہ کیا ہے۔ موسیٰ بن شاکر کی اولاد اور اُن کے شاگردون کے بعد محمد بن عیسیٰ "الماہانی" کا دور آیا۔ اور اس زبردست فلکی عالم نے مشاہدات فلکیہ سے متعلق متعدد رصد مرتب کیے اور اسی طرح ابو العباس فضل بن حاتم تبریزی نے ارصادات کی تالیف کے ساتھ ایک اہم کام یہ کیا کہ متقدمین علماء فلکیات سے ارصادات مین جو غلطیان ہو گئی تھین اور وہ غلط ارصاد خلیفہ مامون الرشید کے عہد تک مروج چلی آ رہی تھین اُن کی بھی اصلاح کی۔ ابو العباس فضل بن حاتم تبریزی نے خود بھی کوشش کر کے اجرام سماویہ کو رصد کیا۔ اُس نے کتاب "مجسطی" پر ایک بسیط شرح لکھی جس مین فلکی زائچے مرتب کیے جنمین سورج گرہن، چاند گہن، اور کواکب سیارہ کے محاق۔ اور ان حوادث سماویہ کی پوری تشریح کر دی جو سنہ ۸۵۴ء سے سنہ ۹۶۸ء تک واقع ہوتے رہے تھے۔ تبریزی کے بعد اُسکے زائچے ایک سو سال تک بلا کسی رد و بدل کے مروج اور متداول رہے۔ اور تمام فلکی علماء انھین کا اتباع

رتے چلے گئے مگر تبریزی کے اُن زائچون مین بھی اکثر زائچے غلطیون سے خالی نہ تھے۔ اور تبریزی اُن کی تصحیح سے غافل رہا تھا۔ چنانچہ ابن یونس فلکی جس نے "الزیج الحاکمی" کے نام سے جدید زائچے ترتیب دیے۔ تبریزی کی غلطیان آشکار اکین۔ اور باوجود اس نقص نکالنے کے تبریزی کی علمی عظمت اور جلالت قدر کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ ابن "زوزنی" اپنی تالیف "کتخانہ الفلاسفۃ" مین تبریزی کو علمار یاضیین مین شمار کرتا ہے۔ اور المہانی کو بلاشبہ فلکی عالم مانا گیا ہو۔

نوین صدی عیسوی کے عرب علما بالعموم صرف اُنھین علمی مسائل اور قواعد پر عامل رہے جو متاخرین علما کے قرار دادہ تھے۔ یہ مسائل علماء مدرسۂ بغداد کی علمی ایجادات تھے انھون نے اپنے تلامذہ کو صرف یہ سکھایا تھا کہ غیر معلوم اشیا کو معلوم اشیا کے وسیلہ سے دریافت کرنا اور حوادث فلکیہ کی تحقیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اُنکا شیوہ رہے اور اسباب پر غور کرنے سے قبل مسببات پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر کسی شئے کو اُسی وقت قبول کرنا چاہیے جبکہ اسکی صحت کا یقین کامل ہوجائے۔ اسی وجہ سے متاخرین فلکی علما اپنے متقدمین کی کتب پر اعتماد و اعتبار کرتے چلے گئے۔ اور ثابت بن قرہ کا سا مجتہد فلکی بھی اعتراف کرنے پر مجبور ہوگیا کہ جو فلکی مشاہدات خلیفہ مامون کے عہد مین مدون ہوا اُس تک پہونچے ہین اور آج اُسکے ہاتھ مین موجود ہین۔ وہ علم الفلک کی مزید ترقی اور تقدم کے لیے کافی اور وافی ہین۔ البتہ ابن قرہ اس بات پر متاسف ہو کہ شائقین علم و فلک نے کیون یہ جدوجہد نہین کی کہ متقدمین علما کی موجودہ کتب سے بھی زیادہ کتابین حاصل کرتے۔

عبدالغفور خان رامپوری

## میر انیس مرحوم

دلی کی زبان کا سہارا تھا انیس		اور لکھنؤ کی آنکھ کا تارا تھا انیس
دلی جڑ تھی تو لکھنؤ اُسکی بہار		دونو کو ہی دعویٰ کہ ہمارا تھا انیس

(منقول بجواہرات حالی)		(حالی)

# مصنوعات ہند کا دور جدید

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسکی کثیر آبادی کی زندگی کا انحصار زراعت پر ہے۔

**ہندوستان بحیثیت ایک قدیم صنعتی ملک کے**

اس کی قدیم تاریخ کے صفحات کو اُلٹو اور دیکھو کہ ایک صدی قبل مبصرین اقتصادیات کا یہ عقیدہ کس قدر خام خیالی پر مبنی تھا۔ یہی نہیں کہ ہماری ملکی صنعت و حرفت ہماری دستکاری ہماری ضروریات زندگی کو رفع کرتی تھی بلکہ دنیا کے ہر خطہ مین ہندوستان کی بنی ہوئی چیزین تحیّر و استعجاب کی نظرون سے دیکھی جاتی تھین، پروفیسر ویبر اپنی مشہور تصنیف ٹی اسکل آف دی انڈینس (The skill of the Indians) مین لکھتا ہے:-

"ہندوستان اپنی نفیس ململ- دل آویز رنگ آمیزی بیش بہا جواہرات اور گرانقدر عطریات کی بدولت کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ مین غیر فانی شہرت حاصل کر چکا تھا تاریخ شاہد ہے کہ سنہ قبل مسیح مین وہ بحیرۂ قلزم اور روم کے سواحل کی قدیم تاریخی سلطنتون سے تاجرانہ اغراض سے رشتۂ اتحاد مین منسلک تھا۔ نفاست پسند رومہ (رومی) ہندوستانی ململ کا دلدادہ تھا۔ جس سے پلینی (Pliny) کو ہمیشہ یہی رونا رہا کہ ہندوستان اپنی کثیر تجارت کے سبب سے ملک کو لوٹے لیئے جاتا ہے"

ہمارے مصنوعات یورپ اور مصر کی بازارون مین سونے کی قیمت پر فروخت ہوتے تھے دُنیا کی نگاہون مین ہماری وہی عزت تھی جو آج برطانیہ عظمیٰ، جرمنی، امریکہ و جاپان جیسے تاجر ملکون کی ہے لیکن یہ وہ زمانہ تھا جبکہ یورپ کے حرفتی انقلابات کی مسموم ہوائین ہندوستان کے قالب مین سرایت نہ کرنے پائی تھین۔ اور مشینری (کلون) اور اسٹیم (بھاپ) کے دور کا آغاز ہنوز خواب و خیال تھا۔

**یورپ کا عظیم الشان حرفتی انقلاب اور اس کے اثرات ہندوستان پر**

مگر ایک دنیا نے ایک کروٹ لی اور سنہ ۱۷۶۰ء کے آغاز نے یورپ کی حرفتی زندگی مین ایک عظیم الشان انقلاب کی داغ بیل ڈالدی مشینون، اسٹیم انجنون، بجلی کی حیرت انگیز قوتون کی کرشمہ سازیون نے قدیم روایات کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور نئی تہذیب کی ضیا بار کرنون سے مستفیض ہونے والے یورپ کی نظرین تحیر خیز ایجادات پر جھک گئین۔

زمانہ نے سلامت روی کی چال چلنے والے چرخون۔ کرگھون اور بھدے ہلون کی ترتیبون پر اشک حسرت بہا دیے سرمایہ دارون کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ انیسوین صدی کے ختم ہونے سے پہلے پہلے تجارت نے اُن کے سر پر تاج رکھدیا ۱۸۵۸ء سے قبل ہندوستان اس انقلاب کے اثرات سے محفوظ تھا۔ لہذا یہ کہنا کسی طرح بیجا نہو گا کہ ہندوستان کی عنان حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھون سے منتقل ہونے اور تاج برطانیہ کے زیر سرپرستی آتے ہی ملک کے منجمد خون مین ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور ہندوستان کا اخلاق و تمدن اپنے فاتحین کے نقش قدم پر ڈھلنے لگا۔ مستعدی۔ تن دہی گرما گرمی، جان فشانی جو اب تک مغرب کا حصہ تھی رفتہ رفتہ ہندوستان کی زندگی کو نمایان کرنے لگی۔

ہندوستان کی وہ سرزمین جس نے انقلاب یورپ کے اثرات کو قبول کرنے مین بہ نسبت دوسرے حصون کے پیشقدمی کی ساحلی خطے اور بالخصوص مشرقی و مغربی سواحل کے بندرگاہ تھے جن کی فضا مین سب سے پہلے اس دبا نے جگہ پکڑی اور پھر بالتدریج ہندوستان کے طول وعرض مین پھیل گئی۔

ہندوستان نے اس انقلاب کا خیر مقدم نہین کیا جسکا خاص سبب یہ تھا کہ وہ اپنی قدیم روایات کا ہمیشہ سے پرستار تھا۔ اور صدیون کی محبوب زندگی کو خیرباد کہنا کسی طرح گوارا نہین کر سکتا تھا اُس نے اس "بن بلائے مہمان" کو قہر آلود نگاہون سے دیکھا، لیکن وہ بے دست و پا تھا۔ اُس مین اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ اپنے خوفناک غنیم کا مردانہ وار مقابلہ کرتا۔ وہ خاموش رہا اور نہایت تشویش کے ساتھ اس

**ہندوستان کیونکر زراعتی ملک ہوگیا**

انقلاب کی رفتار کو دیکھتا رہا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ اسکی توقع کے کہین خلاف ظاہر ہوا انقلاب کی غیر مغلوب قوتین بڑھتے بڑھتے تمام ملک کے اقتصادیات پر مسلط ہوگئین۔ آخر کار مایوس ہو کر اسکو اپنی صنعت و حرفت۔ اپنی دستکاریون کو یکے بعد دیگرے تہ خاک کرنا پڑا اس سراسیمگی کے عالم مین اگر اُسکی دستگیری کرنے والی کوئی چیز ہو سکتی تھی تو وہ زراعت تھی اُس وقت مشینری نے ہندوستان کے اعضا کو مفلوج کردیا تھا۔ اُسکی رگون کا خون منجمد تھا۔ اُس کا مستقبل تیرہ و تار نظر آرہا تھا۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا مرتا کیا نہ کرتا جبراً و قہراً اُس نے رہی سہی سرگرمی کو زراعت کی طرف مرتکز کردیا۔

انقلاب کی رفتار کو کامل ایک صدی تک سکوت کے ساتھ مشاہدہ کرنے کے بعد ہندوستان نے

ہندوستان کا تہی محسوس کیا کہ وہ ان اثرات کو قبول کرنے پہ مجبور تھا بلکہ اسکی گلوخلاصی کا راز ان ہی
خیر مقدم انقلابی قوتوں کی نشوونما میں مضمر تھا۔ لیکن سوال غور طلب یہ تھا کہ وہ کیا ذرایع
تھے جن سے اُن کی نشوونما ممکن ہو سکتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ دنیا کے زبردست حرفتی ممالک نے اپنے
معدنی وسائل کے بل بُوتے پر کیونکر اقتدار حاصل کر لیا۔ اور یہ صرف کوئلہ اور لوہا تھا جس نے اُن کو
اقوام عالم میں ممتاز بنا دیا۔

براعظم ہند کا دامن کانوں کے جواہر ریزوں سے مالامال ہے ملک کے نہ معلوم کتنے خطے ہیں
جنمیں قارون کے خزانے پنہاں ہیں۔ لیکن اس مدفون راز کو دریافت کرنے کے لیے ہی مخصوص
تربیت یافتہ دماغوں کی ضرورت ہے۔ جدید علوم وسائنس کی تحقیقات نے متمدن یورپ کو آنکھیں دیں
اور ان ہی علوم میں بصارت حاصل کرنے سے ہندوستان کی معدنیات کو فروغ دیا جا سکتا ہے

بیسویں صدی کی ترقی پذیر قوموں کی جدید تاریخ سے منکشف ہوتا ہے کہ ہر قوم کی مادی و حرفتی ترقی کا انحصار
حرفتی ترقی کے ضروریات سرمایہ پر ہے۔ سرمایہ، صرف زر تک محدود نہیں بلکہ اس میں مفید مقصد
ہندوستان کی بے مائگی مشینری۔ تربیت یافتہ مزدور، اور پختہ کار ذمہ داران تنظیم بھی شامل ہیں
جن کا فرض یہ ہے کہ وہ جان فشانیاں کریں اور خارجی اور داخلی کفایتوں پر حاوی ہونے کی قابلیت
رکھتے ہوں۔

ہندوستان میں یہ خامیاں ہنوز موجود ہیں جو اُسکی راہ ترقی میں روڑے اٹکا رہی ہیں۔
ہم نے انقلاب کی اہمیت کا احساس تو کیا لیکن کب؟ جب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ اور
پھر طرہ یہ کہ جب میدان میں قدم رکھا تو عبرت انگیز بے مائگی کے ساتھ، ہم نہ اسرار معدنیات سے واقف
تھے نہ ہم کو دھاتوں کی ماہیت دانی سے مس تھا۔ ہم جمادات و نباتات کے سائنسوں سے نابلد تھے۔
ہم صرف اپنے مُلک کی خام اشیا کو غیر ممالک میں بھیجنا چاہتے تھے اور اُسکے عوض کوڑیوں کی تیار شدہ
نظر فریب اشیا کو سونے چاندی کے داموں خرید کر کے اپنی ضروریات زندگی میں داخل کر دینا چاہتے
تھے۔ انجنیری، جمادات معدنیات وادویہ سازی، وغیرہ ہمیں قبیل کی تعلیم ہندوستان میں ہنوز
گہوارہ طفولیت میں ہے۔

اگر کسی فرزند وطن کے سر اسکے احساس اور اسپر عمل کا سہرا ہو سکتا ہے تو وہ جے ان ٹاٹا کی ذات ہے

جس نے بیسویں صدی کے آغاز میں اِن علوم کی عملی تعلیم بنگلور اور سکچی میں (جو اب جمشید پور کے نام سے موسوم ہے) بنیاد ڈالی سنہ ۱۹۱۴ء میں جب دنیا کی مہیب ترین جنگ کا آغاز ہوا تو اس وقت ہندوستان نہ صرف اس ناگزیر کشمکش میں مبتلا تھا بلکہ باوجود افلاس و بے زری کے وہ اپنی تاریخ کے قابل یادگار مالی مشکلات کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ہندوستان کے سرمایہ دار روپیہ اصول پر لگانے میں فطرۃً ہچکچاتے ہیں اسمیں مالی دشواریاں اور تربیت یافتہ مزدوروں اور کام کرنے والوں کا قحط یہ ایسا ڈٹمین تھیں جنھوں نے ہم کو ایک غیر متوقع ہنگام میں جنگ کے چھڑنے کے فوائد سے بہرہ اندوز ہونے سے محروم کر دیا۔

ہمارے قدرتی وسائل تھے لیکن ہم اُن کو کس صرف میں لا سکتے تھے؟ نہ ہم ان علوم سے آشنا تھے جنکے توسط سے اُن کے جوہر پرکھے جا سکتے تھے نہ ہم یہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم اُن کو کیا استعمال کر سکتے ہیں اور اُن کو کیونکر اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ نہ ہمارے پاس وہ آلات تھے جن سے ہم ان کی موجودہ صورت کو بدلکر اُن کو اپنے مفید مطلب شکل میں نہ لا سکتے تھے۔ بہر تقدیر ہم برقی قوت کے بجائے صرف اپنی جسمانی طاقت سے کام لے سکتے تھے۔ برطانیہ عظمیٰ کی دوسری نوآبادیات نے امپائر کی دولت کو جسطرح لوٹا وہ ہماری تغافل شعاری کے لیے ایک تازیانہ تھا اور اُسی کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان جنگ کی جھنجوڑی سے چونک کر میدان عمل میں وہ چند ولولہ و سرگرمی کے ساتھ گامزن ہو گیا۔

مرقومہ بالا سطور میں ہمنے یورپ کے حرفتی انقلاب کا خاکہ پیش کرتے ہوئے یہ دکھلایا ہے کہ ان انقلابی قوتوں سے مغلوب ہو کر ہندوستان کیونکر ایک زراعتی ملک بن گیا۔ گذشتہ چالیس سال میں ہندوستان نے اِس میدان میں زیادہ قدم بڑھایا ہے سنہ ۱۸۸۱ء میں تمام آبادی کے قریب قریب پچاس فیصدی کی زندگی کا انحصار زراعت پر تھا سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کی بنا پر زراعت پیشہ آبادی کا تناسب ۷۲ فیصدی کے قریب تک پہنچ گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ گذرے سنہ بیس سال میں اُس نے گیارہ فی صدی اور ترقی کی ہے جیسا کہ گورنمنٹ کی مردم شماری سے حسب ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے:

زراعت ہند اور برطانوی تجارت کی آزادانہ پالسی

سلہ سنہ ۱۹۱۳-۱۴ء کا دورِ انتزاع بنکس

Banking crisis of 1913 - 14.

| | سنہ ۱۸۹۱ء | سنہ ۱۹۰۱ء | سنہ ۱۹۱۱ء | زیادتی سنہ ۱۸۹۱-۱۹۰۱ء | زیادتی سنہ ۱۹۰۱-۱۱ء | زیادتی سنہ ۱۸۹۱-۱۹۱۱ء |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | فی صدی | فی صدی | فی صدی | فی صدی | فی صدی | فی صدی |
| برٹش انڈیا | ۶۲ | ۶۸ | ۷۳٫۵ | ۶ | ۵٫۵ | ۱۱٫۵ |
| دیسی ریاستین | ۵۷ | ۶۰ | ۶۷٫۸ | ۳ | ۷٫۸ | ۱۰٫۸ |

ان اعداد کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ برٹش انڈیا کی رفتار مین بہ نسبت دیسی ریاستون کے زیادہ سرگرمی تھی لیکن سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے اعداد نے ثابت کر دیا کہ دیسی ریاستین تیزی کے ساتھ برٹش انڈیا کی تقلید کرتی جاتی تھین۔ دیکھتے دیکھتے گذشتہ بیس سال کے اندر برٹش انڈیا بحیثیت مجموعی ۵ر۱۱ فی صدی اور دیسی ریاستون نے ۸ر۱۰ فی صدی مزید ترقی کر لی تاہم دیسی ریاستون کی زراعت پیشہ آبادی کا تناسب برٹش انڈیا سے ہنوز ۷ر۵ فی صدی کم ہے۔

---

ہندوستان کا زراعت کی طرف تیزی کے ساتھ جھکنا ایک ایسا مسئلہ نہین جو بآسانی حل ہو سکے آغاز جنگ سے قبل ہندوستان کی ۶۰ فی صدی اشیاء درآمد انگلستان سے آتی تھین انگلستان کی تجارت کے مفلوج ہو جانے کے بعد ہندوستان کی زندگی کا یہ انقلاب کسی طرح تعجب انگیز نہین خیال کیا جا سکتا۔ بلکہ تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہماری صنعت و حرفت نے ہماری کمر سیدھی نہ کی اور انگلستان اپنی سیاسی اور اقتصادی مجبوریون کے سبب سے ہندوستان کی بیس کروڑ آبادی کی ضروریات زندگی کے بہم پہنچانے سے قاصر رہا تو کوئی وجہ نہین کہ ہمارے مستقبل قریب مین ملک کی زراعت پیشہ آبادی کا تناسب حیرت انگیز ترقی نہ کر جائے۔

قحط اور اُس کے انسداد کا تدارک

ہندوستان مین زراعت کا انحصار بارش پر ہے جس کے لیے تعین وقت تو ضرور ہے لیکن تیقن نہین ظاہر ہے کہ جو قوم ایک غیر استوار ستون سے تکیہ لگائے ہوے ہو اُسکے قدم جمائے رہنے کی کیونکر ضمانت کی جا سکتی ہے۔ بارش کی قلت ہی کروڑون مخلوق کو بیکسی کی موت کے بھینٹ کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اڑیسہ کا حال کا قحط ہمارے لیے ایک تازہ عبرت انگیز مثال ہے۔ ہندوستان مین قحط کا مفہوم محض قحط پیداوار تک محدود نہین بلکہ اُس کا حقیقی مفہوم قحط وسائل ہر

کمشن ان قحط نے ملک کی فاقہ کش آبادی کے لیے متعدد ڈیپوون کی سفارشات کی ہین لیکن حقیقت یہ ہو کہ اگر گورنمنٹ تجارتی اغراض کو پس پشت ڈال کر جسارت آمیز حرفتی پالسی پر عمل پیرا ہو جاتی تو بہت ممکن تھا کہ ہماری ان مصائب سے گلو خلاصی ہو جاتی۔

جنگ گورنمنٹ اور رعایا دونون کے لیے سبق آموز تھی اُس نے ثابت کردیا کہ ہماری ضروریات زندگی کے بہم ہونے کا انحصار کس حد تک غیر اقوام پر تھا جنگ کی خوفناک رفتار کی ترقی کے ساتھ برطانیہ عظمیٰ کو ہندوستان کے وسائل کی قوت کا احساس ہوگیا۔ برطانیہ نے اپنے طرز عمل سے ظاہر کردیا کہ آیندہ اُسکی پالسی کا منشا یہ ہوگا کہ وہ ہندوستان کو اپنے پیرون پر کھڑا ہونے کے قابل بنادے اور آئندہ مہیب جنگون کے نازک مواقع پر وہ نہ صرف اپنی مدافعت کرسکے بلکہ وہ شہنشاہ معظم کی تمام ایشیائی مقبوضات کا نگہبان بن سکے۔

گورنمنٹ کی پالیسی مین تغیر

جنگ نے برآمد کے سلسلہ کو منقطع کردیا تھا اور جہازرانی کے خطرات یورپ کی بازارون کو سونا کرتے جاتے تھے۔ انگلستان کے ہاتھ بندھے ہوے تھے اُسکے کارخانے ہندوستان کی ضروریات کو پورا نہ کرسکتے تھے اسوقت اگر گورنمنٹ کے پاس کوئی تدبیر ممکن ہوسکتی تھی تو وہ یہ تھی کہ وہ ہماری صنعت وحرفت ہماری دستکاریون کی جن کا قدم ہنوز جمنے نہ پایا تھا دستگیری کرتی جس سے نہ صرف ہندوستانکی حرفتی زندگی کی اصلاح ہوسکتی تھی بلکہ اسکے وسائل کو کارآمد بنانے سے گورنمنٹ کی آڑے وقت مین بہت کچھ مدد ہوسکتی تھی۔ اس پالسی کے امید افزا نتائج بہت جلد ظہور پذیر ہونے لگے سرمایہ دارون نے اپنے قدیم روایات کو خیرباد کہکر عظیم الشان اسکیم بنانا شروع کردی اور التواے جنگ سے پیشتر ہی ملک کی روزافزون سرگرمی اور انہماک نے ظاہر کردیا کہ ہندوستان مستقبل قریب ہی مین اپنی حرفتی زندگی کی تعمیر مین غیر اقوام کا دست نگر نہ رہیگا۔

شہنشاہ حسین رضوی

حاکم سے بھلائی کی توقع ہے محال | جبتک کہ رعیت کے بھلے ہون نہ خصال
تم اپنے سوا کسی کے محکوم نہین | عمال مین بس یہی تمھارے اعمال

(ماخوذ) حالی

# دو نعتیہ غزلین

ذیل مین مولانا محمد علی جوہر بی اے (آکسن) اور مولوی عبد الماجد بی اے کی ہمطرح نعتیہ غزلین درج کی جاتی ہین۔ محمد علی صاحب جبتک نظر بند نہین ہوے تھے اُن کے جوہر شاعری سے خاص خاص احباب کے سوا عموماً لوگ نا آشنا تھے اور یہ الناظر کی بڑی خوش قسمتی ہو کہ سب سے پہلے اُنکی ابتدائی غزلون کی اشاعت کا ہمین موقع ملا۔ نظر بندی اور قید سخت کے درمیان جو فرق مدارج ہو اُسی کی نسبت سے حضرت جوہر کے تخیل نے میدان شاعری مین بھی ترقی کی ہو جسکے آثار اس غزل سے بخوبی نمودار ہین جو جیلخانہ مین کہی گئی اور ہمین اسوقت ملی تھی جبکہ الناظر جاری نہ تھا یہ غزل اگرچہ مجموعۂ کلام جوہر مین چھپ گئی ہو مگر امید ہے کہ عبد الماجد صاحب کی غزل کے ساتھ اُس کا لطف دوبالا ہو جائیگا کہ وہ بھی اب مذہبی رنگ مین ڈوب گئے ہین عبد الماجد صاحب کو بھی بحیثیت شاعر کے احباب خاص کے سوا کوئی نہین جانتا حالانکہ وہ ایک عرصہ سے شعر کہتے ہین۔ ۱۹۱۶ء مین اُن کا ایک ڈراما ناظر کے فرضی نام سے الناظر مین چھپا تھا اور جو دوسرے ہی سال سے کتابی صورت مین اُنکی دیگر تصانیف کے ساتھ مشتہر ہو رہا ہو۔ زود پشیمان کا کل حصۂ نظم خود اُن کا کہا ہوا تھا۔ الناظر کے بند ہونیکی وجہ سے ناظرین کرام کو اسکا موقع نہین ملا کہ مصنف فلسفۂ جذبات کی لاادریت و تشکیک کو ایمان و یقین مین رفتہ رفتہ متبدل ہو جانیکا مطالعہ کر سکتے مگر انکی غزل کے ملاحظہ سے اب اندازہ ہو جائیگا کہ یہ تغیر کس درجہ تک مکمل ہو چکا ہے الحمد للہ علی ذلک۔

## (۱) از مولانا محمد علی جوہر

تنہائی کے سب دن ہین تنہائی کی سب راتین
اب ہونے لگین اُن سے خلوت مین ملاقاتین

ہر لحظہ تسلی ہے ہر آن تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہین مداراتین

کوثر کے تقاضے ہین تسنیم کے ہین وعدے
ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتین

معراج کی سی حاصل سجدون مین ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر مین اور ایسی کراماتین

بے مایہ ہین ہم لیکن شاید وہ بُلا بھیجین
بھیجی ہین دُرودون کی کچھ ہم نے بھی سوغاتین

شیطان کی چالون سے اب ہوتے ہین سب واقف
اب ہون گی الم نشرح ملعونون کی سب گھاتین

بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر منا یا کر
ملتی نہین یون، جو ہر اس دیس کی برساتین

**(۲) از مولوی عبدالماجد بی اے**

پڑھ صل علےٰ حق کے محبوب کی ہون باتین
رحمت کی گھٹائین ہون اور نور کی برساتین

وعدے ہین شفاعت کے تسکین کی ہین باتین
آتا ہے دو عالم کی دیکھو تو مداراتین

غمخواری اُمت سے اِک آن نہین غافل
ظاہر مین تو ہے پردہ، پردہ مین ملاقاتین

محشر مین امان پائی صدقے مین دُرودون کے
دشواری مین کام آئین بھیجی ہوئی سوغاتین

دارین کے کیا جلوے فردوس کے کیا نقشے
سب کا وہی دولھا ہے سب اس کی ہین باراتین

اک نام مبارک ہے اور وِرد دُرودون کا
سارا یہی تحفہ ہے کُل ہین یہی سوغاتین

دیدار کی حسرت ہے اور نام کی رٹ ہر دم
اِس شغل مین دن گذرے اس دُھن مین کٹین راتین

ہمنام پیمبر مین ہے اتنا اثر اب بھی
یونان کو دی ذلت شیطان کو دین ماتین

# میکس مُلر

میکس مُلر ۶ر دسمبر ۱۸۲۳ء کو جرمنی کے ایک چھوٹے سے گاؤن مین پیدا ہوا تھا اس کا باپ ایک کتب خانہ کا مہتمم تھا۔ اُسے شاعری سے بہت دلچسپی تھی اور اسکی نظمین تمام ملک مین بہت مقبول تھین۔ عوام اُن کو بہت قدر کی نگاہون سے دیکھتے تھے۔ لیکن اس ہردلعزیز شاعر کو قدرت نے باغ عالم کی سیر زیادہ دنون تک نہ کرنے دی اور وہ ۳۳ برس کی عمر مین ایک بیوہ عورت اور دو معصوم ہستیون کو حوادث روزگار کا مقابلہ کرنے کے لیے چھوڑ کر خود گوشۂ قبر مین جا سویا۔

لیکن جسوقت تک میکس مُلر کا باپ زندہ رہا، وہ نہایت فارغ البالی سے گزارہ کرتا رہا۔ اُس کی آمدنی اُس کی ضروریات کے لیے کافی تھی۔ مگر اس فارغ البالی کی حالت مین بھی اُس کو روپیہ پس انداز کرنے کا خیال کبھی نہ ہوا۔ اور فی الواقع اُسکو یہ خیال ہونا بھی نہ چاہیے تھا۔ وہ شاعر تھا اور شاعر کو دنیاوی جھگڑون سے کیا غرض؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مرا، تو پس ماندون کے گزارہ کی کوئی صورت نہ تھی اُس ڈیوک نے جسکے ہان میکس مُلر کا باپ ملازم تھا اُس کی مان کے لیے ترس کھا کر کچھ پنشن مقرر کر دی۔ لیکن یہ پنشن بہت قلیل تھی اور اُس مین دو بچون کا پرورش پانا آسان بات نہ تھی۔

اُسکے ننہال کے لوگ نہایت آسودہ حال تھے، اور اُنھون نے میکس مُلر کی مان کے ساتھ بہت سلوک کیا۔ لیکن اخراجات کے افکار سے آزاد ہونے کے باوجود، وہ لوگون سے بہت کم ملتی جُلتی تھی۔ اور اپنا زیادہ وقت تنہائی مین گذارتی تھی۔ اُسکے دل پر خاوند کی موت کا بہت اثر پڑا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ اپنے دونون یتیم بچون کو لیکر اپنے خاوند کی قبر پر جا کر گھنٹون رویا کرتی تھی قاعدہ ہے کہ بچے جس حال مین رہتے ہین۔ اُس سے متاثر ہوتے ہین۔ میکس مُلر جب اپنی مان کو روتے دیکھتا، تو خود بھی رونے لگتا اور افسردہ خاطر ہو جاتا۔

لیکن اُس کی مان نہایت منتظم اور سلیقہ شعار عورت تھی۔ اُس کو خاوند کی موت کا بہت رنج تھا۔ لیکن اسکی وجہ سے وہ بچون کی پرورش سے کبھی غافل نہین ہوئی۔ اُسے جتنی آمدنی ہوتی اُسی مین بسر اوقاتی اور بچون کی تعلیم و تربیت سے اپنا دل بہلاتی تھی۔

میکس مُلر جب تک بچہ تھا، اپنی مان کے پاس رہ کر تعلیم پاتا رہا۔ اُس کے بعد وہ اپنے گاؤن کے مدرسے مین جانے لگا۔ مدرسہ کے اکثر معلم اسکے باپ کو جانتے تھے اور اس وجہ سے میکس مُلر پر خاص توجہ اور شفقت کرتے تھے۔

اُس کی صحت ابتدا ہی سے خراب تھی۔ طالب علمی کے زمانہ مین اکثر اُس کو بیماریان ستاتی تھین دردِ سر کی وجہ سے وہ سخت محنت نہ کرسکتا تھا۔ اُس نے کئی دفعہ اس کا علاج کرانا چاہا اور اس غرض سے یکے بعد دیگرے کئی ڈاکٹرون کی طرف رجوع کی۔ لیکن کسی سے فائدہ نہ ہوا۔ اور کئی مرتبہ تجربہ کرنے پر جب مرض مین افاقہ نہ ہوا۔ تو اُسے ڈاکٹرون پر سے اعتبار جاتا رہا۔

میکس مُلر ابتدائے سن سے نہایت رحمدل واقع ہوا تھا کسی کو تکلیف مین دیکھتا تو اسکی روح کو صدمہ ہوتا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے دادا کے ساتھ شکار کھیلنے جنگل مین گیا۔ وہان ایک ہرنی جسکے ساتھ دو چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، ماری گئی۔ میکس مُلر نے جب ہرنی کی حالت نزع اور بچون کی تکلیف دیکھی تو اُسکے قلب کو بہت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے اُسی دن سے یہ عہد کرلیا کہ آج سے مین شکارگاہ مین قدم نہ رکھون گا۔ اس پر اُسکے ہمسنون نے بہت مذاق اُڑایا، لیکن تمام عمر اپنے ارادہ مین مستقل رہا۔

ابھی جبکہ وہ مدرسے مین زیر تعلیم تھا، ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے اُس کی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ ایک بہت بڑے امیر آدمی نے جو لاولد تھا اور میکس مُلر کا دور کا رشتہ دار بھی تھا، یہ ارادہ کیا کہ اُس کو متبنّیٰ کرے۔ صرف یہی نہین بلکہ یہ بھی طے پایا کہ اُس کی شادی ایک نہایت حسین اور مالدار لڑکی سے کردی جائے میکس مُلر نے جو ابتدا سے نہایت آزاد منش واقع ہوا تھا، جب یہ سُنا تو فوراً انکار کردیا۔ ان حالات مین اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید ایسے موقع کو ہرگز نہ جانے دیتا۔

مدرسے کی تعلیم ختم کرکے میکس مُلر نے یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہی۔ اُسکے لیے یہ لازمی تھا کہ اُس کی مان اور بہن اُسکے ساتھ رہین۔ اور گھر کا انتظام وغیرہ کرین۔ ان دونون نے اس بات کو بخوشی منظور کرلیا۔ اور قریب قریب تین برس تک یہ لوگ ایک چھوٹے سے مکان مین بسر کرتے رہے۔

سنہ ۱۸۴۴ء مین جب وہ یونیورسٹی کی تعلیم ختم کرچکا تھا، اُسکے ایک دوست بیرن ہیگرڈن نے پیرس مین اُس کو مدعو کیا۔ اِسی زمانے مین اُسکے چچازاد بھائی نے یہ تجویز کیا کہ وہ آسٹرین گورنمنٹ کی ملازمت

داخل ہوکر انگلستان جائے۔ کچھ عرصہ تک وہ مذبذب رہا کہ اِن دو صورتون مین سے کس کو اختیار کرے آخرکار اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ مین بیرن ہمبگر ڈن کے ساتھ کچھ زمانہ تک پیرس مین بسر کرون گا۔

اسکو ابتدا سے پُرانی زبانون کے سیکھنے کا شوق تھا۔ اُس نے ایشیا کی کئی زبانین سیکھین منجملہ انکے سنسکرت پر اُس نے خاص توجہ کی۔ اُس کا یہ شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ جب وہ پیرس مین مقیم تھا، تو اسکو ایک دوسرے عالم سے ملنے کا اتفاق ہوا، وہ بھی سنسکرت کا بہت شایق تھا اتحاد مذاق کی وجہ اُس نے میکس مُلر سے خاص طور پر میل جول بڑھایا اور ہر طرح اُسکی اعانت کرتا رہا۔ اسی زمانہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کی سلطنت کی بنیاد مستحکم ہو رہی تھی۔ عیسائی پادریون کے ذریعہ سے قدیم زبان سنسکرت کی خوبیان اور وہانکی پُرانی کتابون کی داستانین یورپ کے فاضلون کے کانون تک پہونچ رہی تھین ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ہندوستان کے علمی خزانے کے گران بہا موتی، انگلستان مین جمع کیے جا رہے تھے۔ قدرتی طور پر میکس مُلر کو اس ذخیرہ سے متمتع ہونے کی خواہش ہوئی۔

وہ اپنے علمی شوق کو پورا کرنے، انگلستان پہونچا۔ ابھی اُسکو وہان گئے ہوئے پورا ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ اُسکے مربی بنسن نے اُس سے برٹش ایسوسی ایشن کے سامنے ایک مضمون پڑھنے کی فرمائش کی۔ اگرچہ میکس مُلر نے بہت کچھ عذر کیا۔ لیکن بنسن نے کچھ سماعت نہ کی میکس مُلر نے مجبوراً ایک مضمون تیار کیا۔ اور گو فضلا کے سامنے تقریر کرنے کا یہ پہلا اتفاق تھا، تاہم وہ بحیثیت مجموعی نہایت کامیاب رہا

اُسی زمانہ مین یہ تجویز ہو رہی تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ویدون کا ایک ترجمہ شایع کیا جائے۔ کمپنی کے ڈائرکٹرون نے بڑی ردّوقدح کے بعد اِس کو منظور کیا۔ اِس سے اُن کا مقصد علمی خدمت نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسا ذریعہ تھا، جس سے عام لوگون کو، اور کمپنی کے اُن ملازمین کو جو ہندوستان مین روانہ کیے جاتے تھے، ہندؤن کے عقائد، اُنکی رسمین، اور ایک حد تک اُنکی زندگی کے حالات معلوم ہو سکتے تھے، ویدون کو جو اُس زمانہ تک یورپ کیا ہندوستان مین بھی نہ چھپے تھے ترتیب دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

کمپنی کی طرف سے ویدون کے ترجمہ اور ترتیب دینے کی خدمت میکس مُلر کے سپرد ہوئی، بہت دنون تک وہ لندن مین مقیم رہا لیکن جب وید شایع ہونے لگے تو اُس نے اِس خیال سے کہ اگر آکسفورڈ مین

سکونت رہے گی تو مختلف قسم کی آسانیان ہون گی، اپنا جاے قیام تبدیل کر دیا۔ آکسفورڈ مین اُس وقت متعدد مذہبی، سیاسی اور علمی جماعتین تھین میکس مُلر ان مین سے کسی مین شریک نہ ہوا بلکہ نہایت خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا۔

خدا خدا کر کے ویدون کی ترتیب اور ترجمہ کا کام ختم ہوا۔ اُسکے بعد اُسکو یونیورسٹی کی طرف سے پروفیسری کا عہدہ عطا کیا گیا۔ جب میکس مُلر نے اس خبر کو سُنا تو اُسے یقین نہین آیا۔ کیونکہ یونیورسٹی کی پروفیسری کو وہ بہت معزز اور بلند پایہ عہدہ خیال کرتا تھا۔

میکس مُلر پکا متعصب عیسائی نہ تھا۔ اُسکے مذہبی خیالات سادہ اور نہایت سلجھے ہوے تھے۔ اُس نے جو نصایح بابو کیشب چندر کو کیے تھے، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہین۔ اُس نے کہا کہ۔ نوع انسان کی خدمت کا نام عبادت ہے۔ عام آدمیون کو اُن کی مسجدون، مندرون، اور گرجون مین جانے دو۔ تم اپنے گروہ کو ہفتہ مین ایک دن کسی خاص مقام پر جمع کرو۔ دعا مانگنے یا چند نصیحت کے الفاظ دُہرانے کے بعد اُن مین بعض کو شہر کے غریب اور محتاج لوگون کے پاس۔ بعض کو جیلخانون مین قیدیون کے پاس اور باقی لوگون کو اسپتالون مین مریضون کی خدمت کرنے کے لیے بھیج دو۔ اگر محتاج مریض اور قیدی تمھارے ساتھ عبادت کرنا چاہین یا دعا مانگنا چاہین تو تم کو اُن کا ساتھ دینا چاہیے۔ تمھین اُن کے ساتھ سچی اور بیغرض محبت اور رحم سے پیش آنا چاہیے۔ جب کبھی تم سے ممکن ہو، انکی روپیہ سے بھی مدد کرو۔ یہ خدمت، تمھارے لیے سچی، پاک عبادت ہوگی۔ وہ دن جب تم یہ سب باتین کرو گے تمھارے لیے مبارک ثابت ہو گا۔ ممکن ہے کہ ایسے کام کرنے کے بعد تم مکدر ہو جاؤ۔ لیکن اسمین ذرا بھی شک نہین کہ تم مین ایک نئی روح، اور ایک نیا جذبۂ ہمدردی پیدا ہو جائے گا۔

میکس مُلر نے نفس مطمئنہ پایا تھا۔ اُسکو ہنگامہ آرائی سے سخت نفرت تھی۔ وہ کبھی سیاسی انجمنون کا ممبر نہین ہوا۔ یہانتک کہ وہ اصلی سوسائٹی کے افراد سے ملنا پسند نہ کرتا تھا۔ بہت لوگ اسے کاہل اور بیکار خیال کرتے تھے اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے کبھی دنیاوی اعزازات و مناصب کے حصول مین جدوجہد نہین کی۔ وہ علم کا شیدائی تھا، اور اس قسم کی حرکتون سے کوسون دور رہتا تھا اُسکے نزدیک یہ چیزین بیکار اور ناقابل التفات تھین۔ اور اُن کے بجاے انسان کے خیالات، عادم اور اعمال نہایت ضروری تھے۔

لوگ حصولِ شہرت کی مختلف تدابیر اختیار کرتے رہتے ہین میکس مُلر کو ان چیزون سے وحشت تھی اُس کا خیال تھا کہ کبھی حق چھپ نہین سکتا۔ بہت ممکن ہو کہ تھوڑے آدمی اس حقیقت سے واقف ہو سکین جو ایک فردِ واحد نے دریافت کی ہو۔ لیکن اس سے خود اُس حقیقت کی کم وقعتی نہین ہو سکتی۔ ممکن ہو کہ جو حقیقت آج دریافت ہوئی ہو، اسکو لوگ ہزارون برس بعد تسلیم کرین۔ لیکن اس کا تسلیم کیا جانا یقینی ہو۔ اُسکے لیے جلدی اور عجلت کی ضرورت نہین۔

یہی سبب تھا کہ بحث کرتے وقت وہ سامعین کے جذبات کو برانگیختہ کرنے اُن کے عقائد سے مدد لینے اور اس طرح کی دوسری چالین چلنے سے احتراز کرتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ لوگ اُسکے خیالات کو نہ تسلیم کرتے۔ لیکن وہ اس کی مطلق پروا نہ کرتا۔ اور یہ کہکر خاموش ہو جاتا کہ اگر میرا بیان صحیح ہو تو لوگ کبھی نہ کبھی اُسکی واقعیت کو تسلیم کرین گے۔

میکس مُلر کے خیال مین ہندوستان مین سوسائٹی کی تقسیم نہایت عمدہ طریقے پر کی گئی ہو۔ وہ کہتا ہو کہ سوسائٹی مین دو قسم کے لوگون کی ضرورت ہو۔ ایک وہ جو فلسفی اور شاعرانہ مزاج کے ہون۔ اور اُن کی علمی زندگی بھی ان کے اثرات سے خالی نہو۔ دوسرے وہ لوگ جو کاروباری زندگی بسر کرین اور زندگی کی جد و جہد کو جاری رکھین۔

مُطّلب حسین

(ماخوذ از دیوان غالب جدید)

کیا ہے ترک دنیا۔ کاہلی سے — ہمین حاصل نہین۔ بے حاصلی سے
خراج دیہہ ویران۔ یک کف خاک — بیابان خوش ہون تیری عاملی سے
پر افشان ہو گئے شعلے ہزارون — رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے
خدا یعنی پدر سے مہربان تر — پھرے ہم در بدر ناقابلی سے

اسد قربان لطف جور بیدل
خبر لیتے ہین لیکن بیدلی سے

# وکیل صاحب

انقلاب روزگار نے ہماری زندگی کے ہر پہلو سے رنگینی اور لطافت کو علیحدہ کرکے اُسے کچھ ایسا روکھا پھیکا بنا دیا ہی کہ جس جانب نظر اُٹھائیے بجز پستی، اُداسی، اور دلگیری کے کچھ نظر نہین آتا۔ کشمکش حیات۔ نفع و نقصان کے خیالات۔ کسب معاش کے افکار۔ مال و متاع کی محبت نے دامن حرص کو اتنی وسعت دیدی ہی کہ اُس نے ساری زندگی کو محیط کرلیا ہی۔ اطمینان۔ سکون قلب اور قناعت جو فنون لطیفہ کی نشو و نما کے واسطے ناگزیر ہین اُن کا ہندوستان مین پتہ نہین چلتا۔ خوشحال حضرات حصول زر کی کوششون مین ناداروں اور حاجتمندون سے زیادہ پریشان اور سرگردان ہین۔ مذاق اور خوش طبعی تو درکنار آب فساد خوردن گندم بھی برائے نام باقی رہ گیا ہی دو دلون کے ملانیکا دلچسپ کام جس برادری کے سپرد تھا اسمین برہمی اور انتشار نظر آتا ہی۔ قاضی، حجام اور وکیل مین موانست و ہم آہنگی باقی نہین رہی زمانہ کی نیرنگی نے پنڈت جی اور قاضی صاحب کو معزول کرنے کی ٹھان لی ہی۔ ان حضرات کی عزت و حرمت مین معتدبہ کمی ہوگئی۔ عشاق کا جھرمٹ اب ان حضرات کی دربارداری نہین کرتا۔ بلکہ اگر کہین راستہ گلی مین کسی نوجوان سے مڈبھیڑ بھی ہوگئی تو وہ ایسی بے رخی سے برتاؤ کرتا ہی کہ گویا اُس کو کبھی سابقہ ہی نہ پڑیگا۔ بیشتر اوقات علیک سلیک تک کی نوبت نہین آتی۔

علم معاشرت (؟) کا اصول ہی کہ ہر شے کی فراوانی ضرورت کی مناسبت کے لحاظ سے ہوتی ہی۔ چاہے یہ اصول مغربی ممالک مین صنف لطیف کی تعداد کی زیادتی پر حادی نہو سکے لیکن ہمارے ملک مین پنڈتون اور قاضیون کی کمی پر ضرور اُس کا اطلاق ہوسکتا ہی۔ روز بروز ان حضرات کی تعداد مین کمی ہوتی جاتی ہی اور اگر یہی لیل و نہار رہی تو ایک وقت ایسا آئیگا کہ ان کے وجود کا پتہ صرف تاریخ کے اوراق مین بدقت چل سکے گا۔ یہ بیچارے تحفظ نام و خاندان کے واسطے ہر قسم کی کوشش ضرور کررہے ہین اور یہ انھین کی دوڑ دھوپ کا نتیجہ تھا کہ مجلس واضعان قوانین مین Civil Marriage Act (سول میریج ایکٹ) پاس نہو سکا اور مسٹر باسو اور ڈاکٹر گور صاحب کو زک اُٹھانا پڑی۔ لیکن تاکے۔

اسمین کوئی شک نہین کہ آجکل اخبارون مین سیکڑون بلکہ ہزارون نامون کے آگے پنڈت یا قاضی کا دلچسپ لقب نظر آتا ہی۔ لیکن اگر تحقیقات کی جاے تو ثابت ہوجائیگا کہ زمانہ نے ان الفاظ کو مفہوم سے بالکل مُعرا کردیا ہی۔ جو حضرات ان القاب کو اختیار رکیے ہوسے ہین اُن مین سے ایک مین بھی کوئی خاندانی صفت نظر نہ آے گی۔ بیشتر بلکہ قریب قریب سب اس کا اعتراف کرین گے کہ اُنھون سنے ساری عمر مین کبھی شرع۔ شاستر یا قانون کے روسے دو دلون کو یکجا نہین کیا۔ یہ القاب نوجوانون کو گرویدہ کرکے ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے بلا استحقاق غصب کرلیے گئے ہین۔

نائی اور حجام نے کونسل کی ممبری اور ملک کی نمایندگی کا بیڑا اُٹھایا ہی۔ اُن کو قاضی صاحب کی حمایت کی پروا نہین رہی۔

رہے جناب وکیل صاحب اُنھون نے تو شاہی زمانہ سے پر پُرزے نکالنا شروع کردیے تھے۔ یعنی بجائے وطن کی نمایندگی کے ریاستون کی نمایندگی شروع کردی تھی اور ہر دربار مین دوسری ریاست کی جانب سے وکلا حاضر رہتے تھے۔ اب بھی رزیڈنٹون اور پولیٹی کل ایجنٹون کے دربار مین ریاستہاے ماتحت کے وکلا حاضر باشی کرتے ہین۔

انگریزی عملداری کے شروع ہونے کے بعد تو اس فرقہ نے ایسی حیرت انگیز اور خوفناک ترقی کی ہی کہ جس سے حکام کو اس اندیشہ کی گنجائش پیدا ہوگئی ہی کہ یہ حضرات بجاے برٹش راج کے وکیل راج قائم کرنا چاہتے ہین۔ بعض انگریزی اخبارون کی راے مین وکیل راج کا بنیادی پتھر رکھ بھی دیا گیا ہے معلوم نہین کہ کہانتک صحیح ہی۔ دراصل یہ سب نتیجہ اُن مراعات کا ہی جو ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے وقت مین اُن کے پیشہ آبائی کا لحاظ کرکے اُن کے ساتھ برتی گئین۔ اب بے کھٹکے وقت بے وقت گاتے اور نعلین بجاتے ہین۔ اگر شروع مین اتنا مُنھ نہ لگائے جاتے تو اتنی ہمت وجسارت نہین ہوسکتی تھی۔ شروع شروع مین ان حضرات نے اپنی کارگذاریون کو محض اثاث البیت اور جائداد تک محدود رکھا۔ بالکل اسیطرح جیسے ڈاکٹر صاحب جسم انسان کو تختۂ مشق بنائے ہوسے ہین۔

علم نفسیات کا اصول ہی کہ اس دنیا ردنی مین صرف اُن اعمال وافعال کی قدر ومنزلت کی جاتی ہی اور انھین کو فروغ ہوتا ہی جنمین عامل کی ذاتی غرض نہ شامل ہو۔ چنانچہ اس زمانہ مین خود فراموشی فیشن مین کوئی شخص اپنے ذاتی اغراض کو پیش نظر رکھ کر کبھی کوئی کام نہین کرتا ہی۔ اسی سبب سے

مغربی اقوام "خدمت الناس،، کے افضل ترین شغل مین محو و منہمک رہتی ہین۔ ہمارے وکیل صاحب نے اِس گُر کو پہلے ہی سمجھ لیا تھا اور ڈنکے کی چوٹ پر ہر سقف و بام سے کہنا شروع کیا کہ وہ انصاف کی دیوی کی دایہ یا انصاف کے مندر کے پجاری ہین۔ جبر، ظلم، زبردستی کی بیخ کنی کرتے اور "حق بحق دار،، پہونچانا یکا پیشہ اُنھون نے محض بنظر فائدہ عامہ خلایق اختیار کیا ہی معاوضہ محنتانہ یا فیس کا کیا تذکرہ یہ اُن پر حرام ہی۔ آنریریم[1] بیشک قبول کر لیتے ہین لیکن یہ مختلف الاصل شے ہی۔

ہمارے اِس "زیان کدۂ فنا" مین مظلومون اور مجبورون کی کسی زمانہ مین کمی نہین رہی چنانچہ دردمندون کے جوق کے جوق حاجت روائی کی غرض سے ان کے دروازہ پر جمع ہونے لگے۔ اب کیا تھا کام چل نکلا۔

زمانہ کے تغیر اور اپنی ذات کی اہمیت کو محسوس کر کے اِن حضرات نے اپنا رویہ بالکل بدل دیا حق، انصاف، دیانت، راست بازی کا وظیفہ ہر وقت نوک زبان رہتا ہی۔ لیکن اگر اعمال کیجانب نظر کی جاے تو ان الفاظ کے مفہوم کا اُن کے طرز عمل مین بالکل پتہ نہین چلتا۔ "خدمت الناس افضل الاشغال،، پہ عملاً کاربند ہین۔ اب بے فیس کے بات نہین کہتے۔ اور اُسکی تعداد کے متعلق کسی قسم کی حدود کے ماننے پر تیار نہین ہین۔ اور "حق رسانی،، کے فن کو اُنھون نے ایسا پیچیدہ بنا دیا ہی کہ بغیر اُن کی امداد کے انصاف و حق رسی غیر ممکن ہی۔

زمانہ کی ترقی نے قریب قریب ہر چیز سے اُس کا قابل استعمال جزو علیحدہ کر لیا ہی اور بہت سی اُن چیزون کو جو اسلاف کے نزدیک بیکار تھین کسی نہ کسی خاص مصرف مین لگا دیا ہی۔ مثلاً جانورون کی ہڈیان۔ انکا ہندوستان مین کوئی خاص مصرف نہ تھا اب لاکھون بلکہ کرورون روپیہ کی تجارت اُن سے متعلق ہوتی ہی۔ یا پھٹے پُرانے چیتھڑون کو لیجیے۔ ہندوستان مین یہ شے پہلے بیکار محض تھی۔ کوڑے کرکٹ مین ڈال کر بہ دقت اُن سے نجات ملتی تھی۔ اب یہی چیتھڑے نہایت قدر کے ساتھ جمع کیے جاتے ہین اور اُن سے کاغذ بنایا جاتا ہی۔ بمبئی کے کئی کروڑپتی سوداگرون کی ثروت کا ذریعہ یہی غلیظ چیتھڑے ہین ماہرین فن حقیقت شناسی کی راے مین آجکل کے معاہدون کی بے ثباتی اور کمزوری کی وجہ یہ بھی ہی کہ وہ ایسے کاغذ پر تحریر ہوتے ہین جو ان بوسیدہ اور غلیظ چیتھڑون سے بنتا ہی۔ یہ حضرات در بلیس اور سیور سے کے

---

[1] بیرسٹر کی فیس کو (Honorarium) کہتے ہین۔

معاہدات کو تمثیلاً پیش کرتے ہین واللہ اعلم اُن کی راے کہانتک صحیح ہے۔

اسی طرح اس زمانہ مین جھُوٹ ایسی بیکار اور بذوم شَے سے حق اور حق رسی کے قابل تدرنتائج پیدا کیے جاتے ہین۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جسطرح ہڈیون کو پیسنا صاف کرنا اور استعمال کرنا یا غلیظ چیتھڑون سے کاغذ بنانا انجینر کا کام ہے۔ اسی طرح جھوٹ کو قانونی لباس پہنانا وکیل کا حق ہے۔ اس عیب کے واسطے بہت بڑے ہنر کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس جانب کوشش کرے گا تو بجاے فائدے کے نقصان اُٹھائیگا۔ روزمرہ یہی ہوتا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ مغربی ممالک مین بڑے بڑے مدرسے قائم ہین جسمین جھُوٹ کی تحقیقات اور تشریح کی جاتی ہے اور طلبا کو اس دقیق فن سے واقفیت بخشی جاتی ہے۔ ہمارے ہندوستان مین بھی اُن تعلیم گاہون کی نقل کی گئی ہے لیکن "نقل را چہ عقل،، وہان دعوتین کھاکھلا کر ڈپلوما حاصل کیا جاتا ہے۔ یہان فاقہ کشی۔ شب بیداری اور محنت شاقہ کے بعد بھی سند مشکل سے ملتی ہے۔ لیکن باوجود ان ظاہری خامیون کے ہمارے ملک کے پاس شدہ قانون دان بھی جھُوٹ کا نہایت قابل قدر استعمال کرتے ہین۔ عرضی نالش یا بیان تحریری تیار کرتے وقت واقعات کی کتر بیونت جس خوبی سے کی جاتی ہے اس کا اعتراف بارہا ولایت کے مقننین نے کیا ہے ایسی تو سیکڑون بلکہ ہزارون مثالین ملین گی جہان جرح و قدح کے ذریعہ سے اُنھون نے جھُوٹ کو سچ اور سچ کو جھُوٹ کر دکھایا نہ معلوم کتنے حرامی حلالی بن گئے اور حلالی حرامی۔ یہی اس پیشے کا اوج کمال ہے۔ وکیل صاحب کی باطل پرستی اور دروغ نوازی نے ہماری زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کر دیا ہے ارباب نظر کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی نظر آتی ہے۔ چنانچہ لارڈ کرزن نے ہماری اس خاصیت کا اعتراف اپنی ایک تقریر مین کیا تھا۔ جسپر ہمارے ہموطن بہت ناراض ہوے اور حضرت لسان العصر نے جل کر فرما دیا "جھُوٹے ہین ہم تو آپ ہین جھُوٹون کے بادشاہ،، تقیہ کے مسئلہ کو مادی صورت اِن ہی حضرات کے طفیل سے حاصل ہوئی۔ جبہ زیب تن کرنیکے بعد وکیل صاحب راست گوئی کے اخلاقی فرض سے بالکل بری ہو جاتے ہین۔ معلوم نہین یہ جبہ قیامت کے دن ان کو مذہبی اور اخلاقی باداش سے کسطرح محفوظ رکھ سکے گا۔

ڈپلوما (سند وکالت) اور جبہ اِن کے وجود کے ضروری عناصر ہین۔ موکل کی ہدایت ان کی زرہ۔ دہان کی بندوق بلکہ توپ نہین نہین مشین گن اور الفاظ کی گولیان اور گولے ان کے آلات حرب ہین۔ اُنھین جتنے

حملے ہوتے ہین وہ زرہ پر پڑکر پھیل جاتے اور موکل کو مجروح و مقتول کر دیتے ہین - اِن حضرت کا بال بیکا نہین ہوتا - جسوقت دو وکیل برسرپیکار ہوتے ہین اسوقت کا سین دیکھنے کے قابل ہوتا ہو۔ اِن کے مشین گن مین زبان کی لبلبی نہایت سُرعت کے ساتھ حرکت کرتی ہو - اور دس ہزار الفاظ فی سکنڈ کے حساب سے خارج ہوکر اُن کے دعوے کے مطابق فریق ثانی پر پڑتے ہین لیکن میری راے ناقص مین جج بیچارے کے دل و دماغ کو مجروح کرتے ہین - حملہ کے وقت ہدایت کے حدود کا بالکل لحاظ نہین کیا جاتا بلکہ جو موکل بیچارے کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا - کہدیا جاتا ہو - اگر خدانخواستہ کسی غلط بیانی سے گرفت کی گنجایش نکلتی ہو تو سارا الزام موکل کے سر تھوپ دیا جاتا ہو - ازل سے آج تک کبھی وکیل صاحب کوئی لڑائی نہین ہارے - موکل نے شکست کھائی ہو تو ان سے کوئی سروکار نہین اور نہ یہ اُسکے ذمہ دار ہین - اُس نے اپنی جہالت سُستی، دروغ بیانی، مفلسی وغیرہ کا خمیازہ بھگتا -

اسمین کوئی شک نہین کہ ذرایع آمدنی کی وسعت کے لحاظ سے دنیا مین کوئی کاروبار اِس مقتدر پیشہ کی ہمسری نہین کرسکتا - وکالت کا ڈپلوما ملتے ہی کائنات کے قریب قریب سارے موجودہ پیشون پر انسان کو اختیار کلی حاصل ہو جاتا ہو - سطحی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ ڈاکٹری انکے احاطہ اقتدار سے باہر ہو - لیکن یہ واضح رہے کہ ڈاکٹری اور وکالت کا مخرج ایک ہی ہو اور دونون مین رشتہ اُخوت ہو - تکالیف انسانی سے دونون پیشے فائدہ اُٹھاتے ہین فتور جسمانی کی اصلاح ڈاکٹر صاحب کرتے ہین اور فتور مالی سے سبکباری کی کوشش وکیل صاحب فرماتے ہین -

چشم بینا سے پوشیدہ نہین کہ بہت سے وکلا لین دین اور مختلف قسم کی تجارتون مین کھُلّم کھُلّا مصروف ہین اور اعلیٰ سے اعلیٰ ایگزیکیوٹیو اور جوڈیشیل ملازمت ان کے واسطے آغوش محبت وا کیے ہوے ہو -

سُنا جاتا ہو کہ اِن حضرات کی پابندی یا خلاف ورزی کے واسطے ایک ایکٹ بھی پاس کردیا گیا ہو جسکا نام ایکٹ قانون پیشہ ر Legal Practitioner's Act ہو مگر وکیل صاحب کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ قانون صرف مشتمل بہ نواہی ہو - اور وکالت شروع کرتے وقت اُن سے قسم لیلی جاتی ہو کہ ہمیشہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہین - چنانچہ یہ فرض نہایت دیانت کے ساتھ انجام پاتا ہو -

اگر ایک وکیل کے پیشہ مین داخلہ کے وقت سے اخیر تک جملہ مدارج ترقی وارتقا کا معائنہ کیا جائے تو نہایت عجیب اور دلچسپ منظر دکھائی دیتا ہو۔

ڈپلوما ملنے کے بعد نئے وکیل صاحب عموماً کسی "باران دیدہ" وکیل کا دامن پکڑ لیتے ہین اور شیطان کی طرح ہر وقت ساتھ رہتے ہین۔ شیطان کا لفظ کریہ ضرور ہو لیکن حقیقت حال کو ظاہر کرتا ہو۔ انگریزی اصطلاح مین وہ نوآموز جو ہر وقت پرانے خرانٹ وکیل کے ساتھ رہتا ہو ڈیول (Devil) کہا جاتا ہو۔ تھوڑی مدت کی تعلیم کے بعد جب یہ شیطان شیطنت کے جملہ کورس مین پاس ہوکر اس سے اونچی ڈگری حاصل کرلیتا ہو تو اپنے استاد سے علٰحدہ ہوکر دوکان کھولدیتا ہو اب ایک ہوشیار محرر کی تلاش ہوتی ہو۔ لغوی معنون مین ہوشیار اُسے کہتے ہین جو عدالت کے کاغذات کی تحریر اور ترتیب سے واقف ہو۔ اصطلاح مین اس لفظ سے مراد ایسا محرر ہو جو مقدمہ لاسکے۔ یعنے جسکا دلالون۔ مقدمہ والون۔ عرائض نویسون۔ قانونی دہیاتیون اور اگر ممکن ہوسکے تو جرائم پیشہ لوگون سے میل جول ہو۔ جو وکیل صاحب کی جیتی۔ چالاکی۔ چرب زبانی۔ حکام سے میل جول کا راگ بطریق احسن گاسکے۔ جو وکیل اور موکل کے درمیان سفارت مین مُشّاق ہو اور جسکو گواہون کے سیکھانے شہادت کے فراہم کرنے اور اُسکی قطع و برید مین پوری واقفیت ہو۔ باوجود اتنی ترقی کے جو ہندوستان کے در و دیوار سے ٹپکتی ہو ایسے آٹھون گانٹھ کمیت انسان کم ملتے ہین جنمین یہ جملہ صفتین جمع ہون اسی وجہ سے ہر نئے وکیل کو یہی شکایت ہوتی ہو کہ ہوشیار محرر نہ ملنے کی وجہ سے بازار سرد ہو۔

چارو ناچار جیسا محرر ملسکا رکھ لیا جاتا ہو بیشتر اوقات محرر کی کوئی تنخواہ مقرر نہین ہوتی۔ جو مقدمات اُسکے ذریعہ سے آتے ہین اُن کے محنتانہ کا ایک جزو محرر صاحب کی جیب گرم کرتا ہے یہ ایکٹ قانون پیشہ اور اُس قسم کی پابندی مین کیا جاتا ہو جسکا تذکرہ کیا جاچکا ہو۔ بہر حال دوکان کھولدی جاتی ہو اور دفتر مرتب ہوتا ہو۔ کمرے کے اندر وکیل صاحب کا دفتر وکتبخانہ اور برآمدے مین محرر صاحب کا تخت بچھایا جاتا ہو۔

دفتر مین جتنی بڑی بڑی ضخیم کتابین فراہم ہوسکتی ہین آراستہ کردی جاتی ہین۔ اسکی بالکل ضرورت نہین کہ یہ کتابین قانون ہی کی ہون۔ راقم الحروف کو ایک ایسے دفتر مین جانیکا اتفاق ہوا کتابون کی

تعداد اچھی خاصی معلوم ہوتی تھی۔ معائنہ سے معلوم ہوا کہ قانون کے متعلق صرف کرانبرہ (Crannenborough) کے شایع کیے ہوے ایکٹ تھے اور بقیہ کتابین دیگر مختلف مضامین پر تھین مثلاً تھیکرس ڈائرکٹری (Thacker's Directory) کی تین پرانی جلدین۔ اسپکٹیٹر (Spectator) کے مجلد رسالون کی پانچ جلدین۔ شروع انیسوین صدی کے شایع شدہ تیس یا چالیس بوسیدہ ناول وغیرہ۔ وکیل صاحب سے متحیر ہوکر دریافت کیا کہ ان بیکار کتابون کو یہان رکھنے سے کیا فایدہ ہو؟ اُنھون نے شرماکر معذرت آمیز لہجہ مین فرمایا کہ یہ کارگذاری منشی جی یعنے محرر صاحب کی ہی۔ موکلون کو گرویدہ کرنے کے لیے یہ تدبیر کی گئی ہی۔

وکیل صاحب کی میز پر بھی بہت سی مسلین رکھی ہوئی تھین بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بھی محض فرضی مقدمات کی مسلین تھین اور بیشتر انمین سے بالکل سادی تھین۔ یہ دوسری ترکیب موکلون کو پھنسانے کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد مین رخصت ہوا۔ میری رگ حب الوطنی جوش مین آئی۔ خیالات مین ہیجان پیدا ہوا۔ اور یہ سوچتا ہوا کہ اُس ملک کی فلاح اور ترقی کی کیا امید ہوسکتی ہی جس کے تعلیم یافتہ نوجوان اپنی زندگی کے بہترین زمانہ کو اس قسم کے مکر اور حیلہ سازی مین بسر کرین۔ نہایت ملول ومغموم گھر پہنچا۔ اسوقت میرے چہرے کی لمبائی بغیر شمول ریش مبارک ڈیڑھ ہاتھ کی تھی "بہترین جزو" کو صورت دیکھتے ہی دہشت پیدا ہوئی۔ ایک بچہ کو گود مین لیے دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوے اور تیسرا ساتھ دوڑتا ہوا آن کھڑی ہوئین۔ اور فوراً سوالون کی بوچھار شروع کردی۔ "کیا ہوا۔ کیا بات ہی۔ طبیعت تو اچھی ہی۔ چپ کیون ہو۔ خدا نہ کرے کچھ نقصان ہوگیا۔ کسی سے لڑآئے کچھ بتاؤ تو" اتنے مین بچون نے چیخ پکار شروع کردی۔ بمجبوری مین نے جواب دیا "کچھ نہین۔ کچھ نہین تھاری سمجھ کی بات نہین۔ تم کیون پریشان ہوتی ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو"۔ بیوی صاحب کے مزاج کا پارہ خدا جانے کے سوڈگری پر چڑھ گیا اور جلبلا کر کہنا شروع کیا "اے ہے مجھے کیون کاٹنے دوڑتے ہو۔ مین نے کیا کیا۔ نیکی برباد گنہ لازم۔ پوچھو مین نے کیا غضب ملا دیا جو پوچھ لیا۔ مین ایسی سڑن دیوانی ہوگئی کہ بات نہ سمجھ سکون۔ اللہ رکھے ۱۲، ۱۴ بچون کی مان ہوئی اب تک بات سمجھنے کا سلیقہ نہ آیا تمھارے گھر مین آکے سب کچھ ہوگئی ہون۔ اپنے مان باپ کے ہیان تو سارے گھر کا بکھیڑا میرے سر تھا اور سب لوگ کہتے تھے کہ مجھ جیسی سمجھدار لڑکی دیکھنے مین نہین آئی۔ نہ یقین ہو تو کچھو چوڑی والی سے تلیا مہترانی۔

بجی نادون سے دریافت کرلو۔ ابھی مر نہین گئی ہین۔ ایسی بیقدری خدا نہ کرے کسی کی ہو۔ جب کوئی اُبھا اُو پڑجاتا ہی انسان صلاح و مشورہ کرتا ہی، حجیا ئن بی کہتی تھین کہ یہ شرع کی بات ہی۔ تھین کہتے سنتے تھے کہ انگریزون نے بڑے بڑے کام جتنے کیے ہین اپنی بیگم کی مدد سے کیے ہین۔ اخبارون مین چھپ چکا ہی۔ دیکھتے ہو۔ اُن کا کیسا بول بالا ہی۔ تھارے یہان جو بات ہی" تھاری سمجھ کی نہین جا ؤ اپنا کام دیکھو" بس ہر وقت ہم لوگون سے یہی کہا جاتا ہی ہم ایسے بیجیا ہین کہ ذرا ماتھے پر بل دیکھا اور پوچھنے دوڑے"

یہ سلسلہ شاید ختم ہی نہ ہوتا کہ اتنے مین چرا ہند سی معلوم ہوئی۔ بیوی صاحبہ اُس بچہ کو جو ٹانگون سے لپٹا ہوا تھا جھٹک کر، پائچے سنبھالتی اور یہ کہتی ہوئی بھاگین" غضب ہوگیا ہانڈی لگ گئی جب ہوتا ہی یہ باتون مین لگا لیتے ہین اور کھانا ستیا ناس کرا دیتے ہین۔ ایسا مردوا دیکھنے مین نہین آیا"

ناظرین اس جملہ معترضہ کو معاف فرمائین۔ ذاتیات مین کچھ ایسی دلچسپی قدرت نے پیدا کردی ہی کہ بغیر کہے دل نہین مانتا۔ چاہے دوسرے لوگ اُس سے پریشان ہی کیون نہ ہو جائین۔

معتبر ذرایع سے معلوم ہوا کہ میرے رخصت ہونے کے بعد وکیل صاحب نے منشی جی کو آواز دی وہ کمرے مین تشریف لائے اور میز کے پاس کھڑے ہوگئے اور مندرجۂ ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

وکیل صاحب ۔ منشی جی یہ سناٹا تو وحشت انگیز ہی کب تک اسطرح بسر ہوسکتی ہی۔

منشی جی ۔ جی ہان۔ کیا کہا جائے۔ آجکل کام ہی کی اسقدر کمی ہی کہ بڑے بڑے وکیل ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوے بیٹھے ہین۔ راے بہادر ۔ ۔ ۔ ۔ کے محرر کہتے تھے کہ آجکل کام کا تو قحط ہی۔ ہمارے وکیل صاحب بنک سے روپیہ نکالکر خرچ چلا رہے ہین۔ مین نے بازار کے چکر لگائے سیٹھ مراری لعل لچھمن لال۔ پھول چند۔ بیجناتھ۔ سادھورام ولد سکھ رام وغیرہ وغیرہ کی دکانون پر گیا۔ یہ لوگ میرے پہلے کے مؤکل ہین۔ منیب جی سے ملاقات ہوئی اُنھون نے کہا آجکل بازار کا رنگ بہت پھیکا ہی کچھ چستی پیدا ہو تو مقدمون کا کام بھی چلے۔ کئی بڑی بڑی نالشین کرنے کو پڑی ہین۔ لیکن ابھی نہین ہوسکتین۔ کئی دلالون سے بھی کہہ رکھا ہی۔ وکالت مین کبھی کبھی ایسا سناٹا ہو جاتا ہی۔

وکیل صاحب ۔ میرے چند دوستون کی راے ہی کہ ایک ہندو محرر بھی رکھ لیا جائے۔ اُسسے ہندو

محرر بھی رکھ لیا جاوے۔ اُسے ہندو بھائیون کے رام کرنے مین ملکہ ہوگا۔ لالہ ہر بنس راے کا نام بتا یا گیا ہی۔

محرر صاحب۔ راے تو بہت اچھی ہی۔ لیکن اگر کام ہی نہ ہوا تو وہ بیچارے کیا کرین گے۔ بجز اسکے کہ اس تنگ دستی مین میرے نصف کے حصہ دار بنجائین اور کیا نتیجہ ہوسکتا ہی۔ تنخواہ تو اُنھین دی نہ جائیگی۔ ورنہ مجھے بھی تنخواہ کا حق پیدا ہوگا۔ جب "بایست" کا مضمون نہو گا دو چار روز مین نکل بھاگین گے۔ اور پھر بدنام کرتے پھرین گے۔ مین اُن کے آنے کے خلاف نہین لیکن نشیب و فراز آپ سوچ لین۔

قبل اسکے کہ وکیل صاحب کچھ کہین محرر صاحب نے دو آدمیون کو برآمدے کی جانب آتے دیکھا۔ فوراً جھپٹ کر تخت پر آبیٹھے۔ اور کاغذات جو کھلے رکھے ہوے تھے۔ دیکھنے لگے۔ جب تک یہ لوگ قریب نہ آلیئے محرر صاحب نے گردن نہ اُٹھائی۔ بہت زیادہ منہمک معلوم ہوتے تھے۔ وہ لوگ برآمدے مین آگئے اور اُن مین سے ایک نے پکارا منشی جی۔ محرر صاحب نے نظر اُٹھائی اور بکمال مسرت فرمایا "اخاہ پنڈت جی بہت دنون مین دکھائی دیے کہیئے بال بچے اچھے ہین۔ گاؤن کا کیا حال ہی۔ آئیے بیٹھیئے"۔ پنڈت جی مع اپنے ہمراہی کے تخت پر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے "کیا کہیے دنیا کے جھنجھٹ سے فرصت نہین ملتی۔ ہمارا تو عدالت سے جی پھیکا ہوگیا ہی۔ لیکن کیا کرین۔ اِنھون نے (ہمراہی کیطرف اشارہ کرکے) بہت مجبور کیا اسوجہ سے آنا پڑا۔

محرر صاحب۔ کیا آپ والا معاملہ ابھی تک طے نہین ہوا۔

پنڈت جی۔ نہین وہ کیا طے ہوگا۔ جب وکیل اور عدالت بے ایمانی پر کمر باندھ لین تو اُس کا کیا علاج ہوسکتا ہی۔ (راوی کا بیان ہی کہ پنڈت جی پر مقدمات کی دلالی کا مقدمہ چلایا گیا تھا۔ بہت دقت سے جان بچی لیکن پھر بھی کلکٹر صاحب نے حکم جاری کردیا تھا کہ پنڈت صاحب عدالت کے احاطہ مین نہ گھسنے پائین اور جب کبھی نظر آئین تو چالان کردیا جاے۔

محرر صاحب نے روے سخن تبدیل کرکے فرمایا۔

محرر صاحب۔ اِنکا کیا معاملہ ہی (ہمراہی کی جانب اشارہ کرکے)

پنڈت جی۔ ان کے اوپر دشمنی کی وجہ سے خفیفہ مین نالش کردی گئی ہی۔ (ایک کاغذ دکھا کر)

یہ عرضی دعویٰ ہی۔ تعین صرف چالیس روپیہ ہی۔

**محرر صاحب**۔ وکیل صاحب اسوقت ایک بڑا سب جج کا مقدمہ دیکھ رہے ہین اُن کو بالکل فرصت نہین کیا ایسا ممکن نہین کہ کل پر یہ کام اُٹھا رکھا جاے۔

**پنڈت جی**۔ خوب کہی۔ مقدمہ آج ہی۔ اُٹھا رکھا جاے کل پر۔ ہم اتنے دور سے آئے ہین ہماری خاطر اِس کو جلدی دیکھو۔ محنتانہ۔ تحریرا ور خرچ لے لو۔ معاملہ سمجھ لو۔ تو ہمین چھٹی ہو جاے۔ ہمین اور کام بھی کرنا ہی۔

**محرر صاحب**۔ خیر اِن کی خاطر سب کچھ ہو سکتا ہی۔ یہ کہکر کاغذات لیکر کرے مین گئے۔ وکیل صاحب یہ باتین سُن ہی چکے تھے۔ عرضی نالش ملاحظہ کی۔ فرمانے لگے۔

**وکیل صاحب**۔ بہت چھوٹا مقدمہ ہی۔ اسمین جواب کی کیا گنجائش ہو سکتی ہی۔

**محرر صاحب**۔ حضور چُپ رہین۔ جواب کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جائیگا۔ چھُوٹے ہی کام بڑے کامون کو گھسیٹتے ہین۔ یہ دیوانی کا مقدمہ ہی۔ اسکو واپس نہ کرنا چاہیئے۔ مقدمہ صاحب اولاد معلوم ہوتا ہی۔ دیکھتے جائیے کتنے اور مقدمے اِس سے پیدا ہوتے ہین موٹا اسامی ہی محنتانہ خوب دیگا۔

**وکیل صاحب**۔ بھئی میری سمجھ مین تو نہین آتا کہ اِس مقدمے سے اور مقدمات کیسے پیدا ہو سکتے ہین۔ خیر طے کر لیجیے۔

اِس درمیان مین پنڈت جی اور موکل بیچارے سے نہایت معنی خیز باتین ہو رہی تھین۔

**پنڈت جی**۔ ایشور کرے وکیل صاحب مقدمہ لے لین۔ چھُوٹے کامون مین ہاتھ نہین لگاتے ہین۔ حاکمون سے اور اُن سے بہت میل ہی۔ جج خفیفہ سے تو بہت بڑی دوستی ہی۔ روز شام کو دونون ملتے ہین۔ ہنسی دل لگی ہوتی ہی۔ تاش انڈا کھیلا جاتا ہی۔ اِن کا کہنا وہ ٹال نہین سکتے۔

موکل (پنڈت جی کے قدم چھُوکر) مہاراج پر سب تمہری کرپا ہی۔ ہم پنچ کا کون پوچھت۔

اتنے مین محرر صاحب اندر سے نکلے۔ اور فرمانے لگے "پنڈت جی تمھاری خاطر وکیل صاحب کو مین نے مجبور کیا بڑی دقت سے راضی ہوے"۔

**پنڈت جی**۔ منشی جی تمھاری بڑی مہربانی۔ لے اب حساب بناؤ اور خرچ لے لو تو ہمین اطمینان ہو جاوے۔ منشی جی نے حسب ذیل حساب تیار کر کے سنا دیا۔

| محنتانہ وکیل صاحب | تحریر محرر | منصرم صاحب | پیشکار صاحب | دو چپراسی | وکالتنامہ |
| --- | --- | --- | --- | --- | --- |
| سے/ | عا/ | عا/ | عہ/ | عا/ | ۸/ |

| کاغذ وغیرہ | متفرقات |
| --- | --- |
| ۸/ | عا/ |

میزان کل ــــــہ عــــہ/

موکل بیچارہ تو گرفتار تھا۔ بہت متحیر ہوا۔ پنڈت جی سے کہنے لگا "مہاراج کہرچہ بہت جادہ ہے۔ اٹھارہ روپیہ تو ہم اودہار لیے رہین"

پنڈت جی۔ ارے چپ۔ اسی مارے تو ہم آتے نہ تھے ہمنے پہلے ہی کہدیا تھا کہ عدالت مین خرچ ہوتا ہے۔ تم جو چاہو کہ "نون لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے" تو یہ ممکن نہین۔ بڑا وکیل کروگے تو بڑا خرچ ہوگا۔ موکل بیچارے نے روپے محرر صاحب کے حوالے کیے۔ بیان تحریری کی تیاری ہونے لگی۔

پنڈت جی نے کئی مرتبہ پر تولے لیکن موکل نے ہاتھ جوڑکر روک لیا۔ بیان تحریری مین شروع سے اخیر تک برابر انکار کردیا گیا۔ موکل کے انگوٹھے کی نشانی لی گئی۔ جواب تیار ہوگیا۔ وہ غریب کہتا ہی رہا کہ تمسک لکھا ہے لیکن کسی نے پروا نہ کی۔ بلکہ ہر مرتبہ ڈانٹ دیا گیا۔

پنڈت جی روانگی کے لیے اُٹھے۔ تھوڑی دور جاکر واپس آئے۔ اور محرر صاحب کو بُلایا۔ محرر صاحب اُن کے پاس گئے اور فوراً عا/ چہارم محنتانہ اور عہ/ نصف متفرقات اُن کے نذر کیا۔ پنڈت جی نے رقم ٹینٹ مین رکھی اور یہ فرماکر چلتے ہوے "مالدار اسامی ہے خیال رکھنا"

(باقی آئندہ)

**حقیقت نگار**

---

طالعے دارم آنکہ از پے آب　　　گر روم سوے بحر بر گردد

در بدوزخ روم پے آتش　　　آتش از یخ فسردہ تر گردد

در زکوہ التماس سنگ کنم　　　سنگ نایاب چون گہر گردد

گر سلامے برم بنیز د کسے　　　ہر دو گوشش بحکم کر گردد

در بصحرا روم بجستن خاک　　　خاک حالی بتر خ زار گردد

آن چنین حالہا بہ پیش آید　　　ہر کرا روزگار بر گردد

باہمہ نیز شکر باید کرد　　　کہ مبادا ازین بتر گردد

مولانا لطف الرحمٰن تمنائی

# غزلیات

## (منشی شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی)

جو چاہنا اختیار کرنا — دنیا پہ نہ اعتبار کرنا

اے موت! یہ تجھسے التجا ہے — اب ہم کو نہ ہوشیار کرنا!

غم دیکے کہا یہ اُس نے مجھسے — "دیکھ آنکھ نہ اشکبار کرنا"

اپنا ہی یہ ظرف ہے کہ تیری — ہر بات پہ اعتبار کرنا

اے دوست! ہمنین رقیب، ہمکو — اتنا نہ ذلیل و خوار کرنا

مقصود جو زندگی ہو دل کی — راحت کو نہ اختیار کرنا

اے بادِ صبا اُس آشنا کو — ہم سے بھی کبھی دوچار کرنا!

اے جوش نہ آئے موت جبتک
اُس شوخ کا انتظار کرنا

## (اسیر زندان فرنگ مولانا حسرت موہانی)

بدلِ گردشِ ایام ملے گا کہ نہین — گوشۂ یاس مین آرام ملے گا کہ نہین

بیوفا چھوڑ چلا ہم کو، کہین گے کہ نہ وہ" — جان نثاری کا کچھ انعام ملے گا کہ نہین!!

کام کیا شوق کی تاثیر نہ آئے گی کبھی — کھُل کے بھی وہ بُتِ خود کام ملیگا کہ نہین

کرمِ پیرِ مغان عام ہے۔ رندو نہ ڈرو — کہ ہمین بادۂ گلفام ملے گا کہ نہین

جلوۂ دوست کی نسبت یہی ہر دم ہے خیال — کہ وہ اب پھر بھی سرِ بام ملے گا کہ نہین

صبر کا آرزوئے ناتمنا ہی کی جگہ — دفترِ دل مین کہین نام ملے گا کہ نہین

کل تو زندان مین ملا تھا مگر اب پھر بھی کہین
دیکھیے حسرتِ گمنام ملے گا کہ نہین

## منشی محمد قاسم خان آزاد از ناگپور

مری قسمت کے چکر سے پڑی ہے یہ بھی چکر مین
پریشانی بھی خود آ کر پریشان ہے مرے گھر مین

ہمارے اشک خونین رنگ لائے دیدۂ تر مین
یہ دیکھ اے ہمنشین یون آگ لگتی ہے سمندر مین

ہماری موت جینے کے لیے ہے باد رکھ قاتل
ترے ہاتھون پہنچتا ہے ہمین اس گھر سے اُس گھر مین

بنادے ساقیا مست الست اس رند میکش کو
شراب شوق بھر دے آج میرے کاسۂ سر مین

زہے قسمت ہنسے وہ کھلکھلا کر میری میت پر
پس مردن لپیٹا ہے مجھے پھولون کی چادر مین

مضامین شوق کے اُڑنے لگے نازک خیالی سے
ہمارا نامہ باندھا جائیگا جبریل کے پر مین

مری آہون سے اُڑتے ہین دھوئین اربع عناصر کے
مرے نالون سے چرخ پیر بھی رہتا ہے چکر مین

کنارا دوسرا جنت مین ہے دریاے اُلفت کا
یہان ڈوبا ہوا نکلے گا جا کر حوض کوثر مین

ہمارا جسم زار اب ہے اگر باقی تو ایسا ہے
کہ اُس بُت کو شکن سی اِک نظر آتی ہے بستر مین

وہ آزادی کو زلف یار پر قربان کرتے ہین
مبارک ہو کہ اب آزاد بھی آئے ہین چکر مین

## (سید معین الدین احمد قیس رضوی از پٹنہ)

اہل ادراک جو سوچین گے تو حیران ہون گے
ہم وہ جوہر ہین کہ پیدا ہین نہ پنہان ہون گے

حشر مین ایک اکیلی نہین تو اے شب غم
میرے پیچھے مین تو دس پانچ گریبان ہون گے

آ کے تو خانۂ خالی مین بھیانک ہو گی
ہم خدا جانے کہان اے شب ہجران ہون گے

کون دن ہو گا جو پہنچین گے در ساقی پر
کون دن ہو گا جو مست مے عرفان ہون گے

بھُون دے آتش غم شوق سے عشاق کے دل
ذائقہ آئے گا جبوقت یہ بریان ہون گے

ڈبڈبائے ہوے ہین پانون کے چھالے از حد
چشم بر راہ مگر خار مغیلان ہون گے

مرنے والون کو یہ امید بھلا اُن سے کہان
قتل کر کے ہمین انگشت بدندان ہون گے

تو کبھی بیکس و تنہا نہ رہے گی مرے بعد
مجھ سے دیوانے بہت اے شب ہجران ہون گے

دل سے جاتی نہین اُس مصحف رخسار کی یاد
حضرت قیس بھی اب حافظ قرآن ہون گے

# خیابان قدرت مین گلچین کی دست درازیان

قدرت کے لگائے ہوے باغ مین ایک فرشتہ آتا ہی جس کا نام موت ہی، وہ اپنے بڑے تیز اور چمکدار چاقو سے ہرے بھرے پودون کو کاٹ ڈالتا ہی، وہ سرسبز اور میوہ سے لدی ہوئی شاخون کو دم بھر مین درختون سے جُدا کر کے نہایت بے رحمی سے اپنے ساتھ لیجاتا ہی۔

ایک دن اُس فرشتہ نے سوچا "یہ ٹھیک نہین ہی کہ صرف ہرے پودے یا میوہ دار شاخین جُدا کی جائین اور ڈالیون مین پتیون کی آڑ پکڑے بہار دکھاتے ہوے پھول چھوڑ دیے جائین" اُس نے کہا "بیشک یہ پھول ننھے ہین، یہ خوشبودار ہین اور یہ خوبصورت، یہ صحن چمن مین صبح سے شام تک آزادی کے گیت گاتے ہین، ہان، اور یہ کسی کی یاد مین صبح نور کے تڑکے آنسو بہاتے ہین، سر دھنتے ہین، سینہ چاک کرتے ہین اور مسٹ جاتے ہین، اچھا، مین انھین لیجاؤن گا۔ اسی کے پاس جسے چاہتے ہین، جسکی محبت مین سرشار ہین ہان، اُسی کے پاس جسکے لیے روتے ہین، خدا کی قسم اُسی کے پاس لیجاؤن گا لیجاؤن گا اور انعام وصول کرون گا" اُس نے یہ کہا اور مُسکرایا،

پھر اُس نے ناشگفتہ غنچون کو آنسو بھری نظر سے دیکھا اور اُن کی بند پنکھڑیون کے بوسے لیئے اُس نے سرسبز پودے کی شاخون پر ایک تاسف آمیز نظر ڈالی اور مُنھ بند کلیون کو اپنے چاقو سے کاٹ کر اکٹھا کرلیا، اُس نے کہا "رونا کاہے کا یہ تو مالک کے پاس جا رہے ہین، مالک، وہان محبوب کے پاس"

فرشتہ لے کیا کیے ہوے پودون، اکٹھا کی ہوئی شاخون اور جمع کیے ہوے پھولون کی طرف دیکھا اُس نے زیر لب خفیف سا مُسکراتے ہوے کہا "میرے مالک کو ان کی سخت ضرورت ہی، یہ تو اُسی کی چیزین ہین اور اُسی کے باغ کی پیداوار ہین" وہ کچھ سوچ کر بولا "بیشک یہ پھول اُس نے کھلونے بنا کر بھیجے تھے، جن سے مان باپ اپنا جی بہلاتے ہین"!

اُس نے کہا "یہ پودے، یہ پھول، وہان نور کے کھیتون مین بڑھین گے اور دودھ کی نہرون مین پرورش پائین گے، میری نگرانی مین پھلے پھولین گے اور ان خوشبودار کلیون کو بہشت کی پاک و بزرگ روحین اپنے صاف شفاف نورانی لباس مین ٹھنکین گی اور خوش ہون گی"

کلیون کی ان نے دیکھا، اُس کے دل مین محبت کی آگ بھڑکی، دھڑکن بڑھی، اُس نے کلیجہ مین ٹیس محسوس کی، ماستا والی نے اپنے بچون کو پیار کیا، محبت کی آخری نظر ڈالی اور سینہ پر پتھر رکھے فرشتہ کے حوالے کیا، بیتاب دل کو یون سمجھایا کہ "کم بخت مرا کیون جاتا ہی، عالم بالا مین تو یہی باعث نجات ہون گے"

اُس دن باغ مین ایک مسافر آیا تھا، سب لوگ کہتے ہین کہ وہ فرشتہ تھا، یہ بھی کہتے ہین کہ اس کا نام موت ہی، بعض اُسے بُرا بھی کہتے ہین، کچھ کہتے ہین کہ وہ باغ ویران کر گیا، کیا سچ مچ ؟ ہان وہ فرشتہ تھا مگر موت ؟ نہین یہ نام نہین اُس کا نام رحمت ہی، وہ اپنے آقا کا وفادار اور فرمان بردار نوکر ہی وہ باغ سے پھول اور پودے لے گیا، اُس نے مُنھ بند کلیان بھی توڑ لین، وہ باغ ویران کر گیا، مگر اُس نے اُنھین اپنے مالک کے دائمی فرحت افزا باغ مین نصب کر دیا، وہ وہان ہمیشہ پھولین گے اور اُن کی مہک بہشت کے باغون کی رونق ہو گی، اُن کی خوبصورتی جنت کی آرائش مین تا قیامت چار چاند لگاتی رہیگی، !!!

جلیل احمد (علیگ)　　(لانگ فیلو)

# میری سب سے پہلی غزل

نقشہ کھنچا ہوا ہے تصور مین یار کا　　آیا ہے میرے باغ مین موسم بہار کا
امید و بیم کی یہ کشاکش ہی قلب مین　　ہنگامہ رہا ہے گرم کسی کا رزار کا
رحم اے جنون کہ ضعف سے یہ حال ہی مرا　　اُٹھتا نہین ہی بوجھ گریبان کے تار کا
آتا ہے فاتحہ کے لیے کوئی اس طرف　　یا رب نشان ملے نہ ہمارے مزار کا
غصہ سے میری قبر کو ٹھکرا کے یون کہا　　اُٹھا نہ مجھ سے بار مرے انتظار کا
دشمن اُنھین عزیز ہی وہ ہین مجھے عزیز　　کس سے گلہ کرون ستم روزگار کا
آہٹ پہ کان در پہ نگہ تھی لگی ہوئی　　یون دم نکل گیا ترے اِک جان نثار کا

اب کیا مجھے زمانہ مٹائے گا اے حبیب
باقی نہین نشان بھی میرے مزار کا

حبیب احمد صدیقی

# نظرے خوش گذرے

ایک چلبلا لڑکا سڑک پر اکیلا جا رہا تھا۔ کچھ دور آگے چند راہگیر ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتین کرتے ہوے چلے جا رہے تھے۔ لڑکا کچھ تو اپنی چلبلی طبیعت سے مجبور تھا۔ کچھ تنہائی مین سامان تفریح مہیا نہ دیکھ کر مائل بہ شرارت ہوا اور ذرا تیز قدم بڑھا کر اُن راہگیرون کے پس پشت پہونچ گیا۔ اور دفعتاً جست کر کے ایک نحیف الجثہ مگر قدرے بلند قامت شخص کے سر پر زور سے چپت ماری اور پیچھے ہٹ گیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ راہگیر یا اُس کے ساتھی اُس لڑکے سے پرسش کرتے یا انتقام کے خواہان ہوتے وہ نور اُمتانت و سنجیدگی کا مجسمہ بنکر اپنی بھولی اور شیرین آواز مین کہنے لگا:۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا دھوکا ہوا ہے مین عالم خیال مین اس وقت اپنے مدرسے کے باغ مین ٹہل رہا تھا اور ان کو (جن کے چپت ماری تھی اُن کی طرف اشارہ کرکے) اپنا ایک بے تکلف دوست جانکر اس قسم کی دلگی کا مرتکب ہوا۔ مگر اب معلوم ہو گیا کہ صورت واقعات دوسری ہے اور مین راہگیر صاحب سے متوقع ہون کہ وہ اس غلط فہمی کی بنا پر میری بے تکلفی سے مکدر نہ ہون گے"۔ چند روز ہوے اسی سے ملتا جلتا ایک لطیفہ اخبار ہمدم کے بہرہ مراسلات مین چھپا تھا۔ ایڈیٹر صاحب اور اُن کے مخبر صادق دونون کو اس کامیاب مذاق پر مبارکباد۔!!

———×———

ہمارے پڑوس مین ایک اخبار کا دفتر قائم ہوا ہے جس کا نام ہے شطرنج اخبار الہ آباد،۔ اکثر صبح کو ہواخوری کے لیے یا دن مین اور کسی کام سے جب اُدھر سے گذر ہوتا تو اُس کا سائن بورڈ دیکھکر بے اختیار جی چاہتا تھا کہ اس کے حالات معلوم کیے جائین مگر کثرت کار کی وجہ سے موقع نہ ملتا تھا پھر ہمدم کے ایک نوٹ سے معلوم ہوا کہ اخبار مذکور نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی چھاپی تھی جس کے متعلق بعد کو ایڈیٹر صاحب اخبار مذکور نے اپنی برأت بھی کر لی۔ تھوڑے دن ہوے دوستون کی ہمرکابی مین ہمین اس دفتر کی زیارت کا بھی موقع ملا۔ مین نے زیارت کا لفظ یہان قصداً لکھا ہے اس وجہ سے کہ واقعی یہ دفتر زیارت ہی کے قابل نظر آیا۔ دفتر کی مختصر ڈیوڑھی مین ایک تختہ لٹکا ہوا ہے

جس کا ہندوستانیون مین عام رواج نہ ہونے کی وجہ سے اُردو مین ابتک کوئی نام نہین ہی مجھے
انگریزی نام بھی معلوم نہین جو ترجمہ کی کوشش کرون۔ بہرحال اُس پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم
ہوسکتا ہی کہ اس مکان کے معزز مکینون مین سے کون موجود ہی۔ اور کون باہر گیا ہوا ہی۔ دیوارون پر
دونون جانب مختلف تحریرین لکھی ہوئی ہین۔ جن مین السلام علیکم اور وعلیکم السلام بھی ہی۔ ڈیوڑھی
مین ایک کاتب صاحب مشق خامہ فرسائی کر رہے تھے۔ دفتر کے دو حصہ نظر آے۔ جناب ایڈیٹر
تشریف نہ رکھتے تھے۔ اس لیے اُن کی نشستگاہ خالی نظر آئی۔ مینیجر صاحب نے عنایت سے اپنے دفتر
مین بٹھایا۔ جسمین دیوارون پر متعدد باتصویر اور سادے کیلنڈر اور تحریک ترک موالات کے متعلق مختلف
صاویر لگی ہوئی تھین۔ ایک جانب دیوار پر لکھا ہوا تھا، کاتب اور تمباکو کی دوکانون پر جیسے کھاروے
کے ٹکڑے لگے ہوتے ہین بجنسہ اُسی نمونے کے موافق یہان بھی کھاروا لگا ہوا تھا۔ ایک طاق کے اندر
لکھا تھا حاکم اور Officer اسی طرح پر دوسری دیوار اور طاق کی تحریرین مختلف لوگون کے جاے قیام
کو ظاہر کرتی تھین۔

دفتر اخبار کی یہ زیب و زینت اور یہ مغربیت اور افرنجیت بجاے خود جالب توجہ تھی مگر ہم لوگ
زیادہ بیتاب اُس اخبار کو دیکھنے کے لیے تھے۔ چنانچہ ہماری درخواست پر مینیجر صاحب نے ایک پرچہ
عنایت فرمایا۔ یہ ہمدم کے پیمانہ کا ۳۲ صفحے کا اخبار دیسی سفید کاغذ پر چھپا ہوا دفتر سے زیادہ قابل
زیارت ثابت ہوا۔ پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ ۱۴ دسمبر سے ۸ فروری تک پورے ۸ پرچون کے
بجاے ایک اخبار شایع ہوا ہی۔ اخبار کے ورق الٹنے کے ساتھ ہی نگاہ چند جلی سطور سے جا کر
ٹکرائی، جنمین نہایت کریہہ و غلیظ گالیان درج تھین۔ اُس کے بعد مشکل تھا کہ ہم لوگ اس اخبار کے
مطالعہ پر مزید وقت صرف کر سکتے۔

ہمارے چلے آنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد دفتر اخبار سے اطلاع آئی کہ جناب ایڈیٹر صاحب
اخبار واپس آ گئے ہین اور خود دفتر الناظر مین تشریف لا رہے ہین۔ وہ آے تو کچھ دیر اُن سے اخبار
کے متعلق باتین ہوتی رہین۔ اور اُن سے عرض کیا گیا کہ گالیون کی اشاعت تو کم سے کم نہ ہونا چاہیے
مگر صاحب موصوف نے یہ کہکر بجاے خود اپنے تئین بری الذمہ ثابت کر دیا کہ وہ ہماری تحریر نہ تھی
بلکہ دوسرون کی تحریرون سے اقتباسات تھے اور گویا "نقل کفر کفر نباشد" کے مصداق تھے۔ سطور ہذا کے

لکھنے سے پہلے ایک بار پھر اُس دفتر کی زیارت بھی کی گئی اور اخبار کا وہ پرچہ بھی حاصل کیا گیا جس کو دیکھکر ہم لوگ اِس قدر مکدر ہوے تھے۔ یہ اخبار شروع سے لیکر آخر تک عجائبات کا مرقع ہو۔ ایڈیٹر صاحب کا خیال ہو کہ ہندوستان کی حالت سیاسی لیڈرون کی بازیگریون کی بدولت بالکل بساط شطرنج کے موافق ہو رہی ہو اور اخبار شطرنج کا مقصد یہ ہو کہ اِن سب کی چالون کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا رہے۔ چونکہ ایڈیٹر صاحب کا تعلق سکھ فرقہ سے ہو اس لیے ظاہر ہو کہ آپ کی توجہ کا مرکز اصلی اکالیون کی تحریک ہونا چاہیے۔ جس کے متعلق آپ کی راے ہو کہ یہ کوئی مذہبی و قومی تحریک نہین بلکہ ریاستہاے پٹیالہ و نابھہ کی باہمی نزاع اِس تحریک کا سبب بنی ہو۔ اور قومی لیڈرون اور اخبار نویسون نے دونون دربارون کے لوٹنے کے لیے یہ سارا جال پھیلایا ہو۔ اِس سوال کے جواب مین کہ آپ نے اکالیون کی پردہ دری کے لیے اپنے وطن پنجاب کو خیرباد کہکر اِس صوبہ سے یہ اخبار کیون نکالا ہو۔ ایڈیٹر صاحب کو کسی قدر بیچینی ہوئی اور مصالح مخصوص کا حوالہ دے کر بات قطع کر دی گئی۔ کسی سے سوءظن کا ہمین کیا حق ہو سکتا ہو لیکن مخصوص مصالح سے ناواقفیت، اخبار شطرنج کی حکومت پرستانہ روش اور اکالیون کی جد و جہد اور ترک موالات جیسی قومی تحریک سے اس کی مخالفت یہ سب باتین مل کر ضرور اس قسم کے اندیشے پیدا کرتی ہین کہ کہین جو الزام ہندوستان کے دوسری قومی لیڈرون اور اخبار نویسون پر دیا جاتا ہو، اخبار شطرنج پر تو وہ چسپان نہین ہوتے۔ کیونکہ جب بے زر عشق ٹین ٹین ہوتا ہو تو ایک ایسے اخبار کی یہ ساری ٹیم ٹام بھی خالی از علت نہین جسے ادبی حیثیت سے دیکھیے تو، پالسی کے نقطۂ نظر سے جانچیے تو کسی حال مین بھی عامۂ خلائق کی پسندیدگی حاصل نہین ہو سکتی۔ اُردو ادب پر جہان بہت سے پنجابی اخبار نویسون کا احسان ہو وہان اخبار شطرنج نے بھی اُسی غریب کو سرفراز کر کے بہت کچھ رہین منت بنایا ہو۔ اِس اخبار مین جس کے متعلق اعلان ہو کہ ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنون پر وھیلر کمپنی کے بک سٹال سے مل سکتا ہو۔ اُردو زبان کی نظم و نثر کے عجیب و غریب نمونے موجود ہین۔

گورمنٹ کی موافقت اور ترک موالات کی مخالفت کرنے والے اخبارون کی ملک مین کمی نہین لیکن جو لوگ اُردو نہین جانتے اُنھین یا تو اُردو مین اخبار نکالنے کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے یا ایسے اصحاب اخبار کے عملہ مین ملازم رکھنا چاہیے جو اُردو نظم و نثر کے واقف کار ہین۔ کم سے کم قومی زبان کو تو اپنی ناواقفیت اور بدمذاقی کا شکار نہ بنانا چاہیے۔ اور جو لوگ اخبارون مین اپنی یا دوسرون کی طرف سے

گالیان چھاپنے کی بداخلاقی کے مرتکب ہون اُن کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر رحم فرمائے۔ اپنے قلم سے گالیان لکھنے اور دوسرون کے قلم کی لکھی ہوئی گالیون کو اخبار مین شایع کرنے مین ایڈیٹر صاحب شطرنج کو شاید کچھ فرق محسوس نہ ہوتا ہو لیکن ہمارے نزدیک تو دونون یکسان ہین۔ اور ہمین یقین ہو کہ اگر کوئی آزاد یا گورنمنٹ کی بارگاہ کا معتوب اخبار اس قسم کی تحریرون کی اشاعت کرتا تو فوراً ہی پریس ایکٹ اور تعزیرات ہند یا ضابطہ فوجداری کی کلین اُس کا گلا دبوچنے کے لیے تیار ہو جاتین۔ مگر حامیان حکومت کو جہان اسلحہ آتشین کے لیے لائسنس ملنا آسان ہو وہان اس قسم کی اخلاق سوز تحریرون کی اشاعت بھی معاف ہو تو کیا شکوہ کیا جاسکتا ہو۔

---

مسلم لیگ کے متعلق گذشتہ نمبر مین ہم زیادہ نہ لکھ سکے تھے اب مختصراً حقیقت واقعی بیان کرنا چاہتے ہین۔ مسلمانون مین سیاسی ذوق ابتک مفقود ہو جن لوگون نے ابتداءً مسلم لیگ کی بنیاد رکھی تھی اُن مین ایک جماعت کثیر تو ایسی تھی جو صرف حکومت کے اشارون پر ہندوؤن کی مخالفت کرتے رہنے ہی کو سیاست جانتی تھی چند افراد ایسے بھی تھے جو صرف مفاد قومی پر نظر رکھتے تھے مگر رفتہ رفتہ حالات ملکی مین تغیر ہوتا گیا اور مسلمانون کا ذوق بھی اُس سے کافی متاثر ہوا حتیٰ کہ آزادی کامل کی تجویز کو کانگریس اور لیگ کے جلسۂ عام مین جس فدائے قوم و ملک نے پیش کرنے کی جرأت فرمائی وہ بھی مسلمان تھے اور اب جو صاحب اس تحریک کی تنظیم کرنا چاہتے ہین وہ بھی مسلمان ہین۔ اور غالباً اس کے حامیون کی تعداد غالب بھی مسلمانون ہی مین نکلے گی لیکن اس واقعہ سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ باستثنائے بعض عام مسلمانون کی سیاسی جدوجہد تمامتر اس ایک خیال پر مبنی ہے کہ مسیحی اقوام اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے حکومت ترکیہ کو مٹانا اور دیگر اسلامی ممالک کو اپنے زیر اقتدار لانا چاہتی ہین۔ جنگ طرابلس جنگ بلقان اور گذشتہ جنگ یورپ کے دوران مین مسلمانون نے جو کچھ سیاسی بیداری کا مظاہرہ کیا اُس سب کا یہی ایک سبب تھا اور تحفظ خلافت کے لیے جتنی کوششین گذشتہ تین سال کے اندر ہوئی ہین۔ اُن کا محرک بھی یہی ایک جذبہ تھا چنانچہ جب تک مسئلہ خلافت کی اہمیت چند انگریزی تعلیمیافتہ دماغون کے اندر محدود رہی اور مسلمانون کے

حقوق جداگانہ کا تحفظ ہمارا شعار رہا وہ لوگ جو کچھ سیاسی مذاق رکھتے تھے مسلم لیگ کو چلاتے رہے مگر جب تحریک خلافت خواص سے گذر کر عوام تک نفوذ کر گئی اور ہندو مسلمانون کا باہمی اتحاد ان کے نظام عمل کا جزو اعظم قرار پا گیا تو قدرتاً مسلم لیگ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ تحریک خلافت کی بنیاد مسلم لیگ ہی کے کارکنون نے ڈالی تھی اور جہانتک کہ اصول سے بحث ہے مسلم لیگ ابتدا سے لیکر آج تک اُس نظام عمل کی موید بھی رہی ہے جو مسئلہ خلافت کے حل کے لیے رہنمایان قومی نے تجویز کیا ہے مگر ترک موالات کی تحریک کو منظور کرنے کے بعد کارکنان مسلم لیگ رزولیوشن سازی کے مشغلہ سے محروم ہو گئے اور قوم کی سیاسی رہنمائی کا کام مجلس خلافت کے ہاتھ مین چلا گیا۔ اگر مسلم لیگ کے صدر و معتمد تحریک ترک موالات کے حامی و موید ہوتے تو شاید وہ تقسیم عمل کے اصول کو ملحوظ رکھکر مجلس خلافت کے ذمہ چند مخصوص کام چھوڑ کر بقیہ تمام امور کا انصرام مسلم لیگ کے ذریعہ سے کراتے لیکن صورت حال اس کے برعکس تھی۔ یہ دونون بزرگ اس تحریک سے اصولی اختلاف رکھتے تھے اور چونکہ عملاً یہ ناممکن تھا کہ قوم ایک نئی جاتی اور مسلم لیگ محض اپنے عہدہ دارون کے خیال سے دوسری راہ اختیار کرتی۔ ان حضرات نے مسلم لیگ کو حالت تعطل مین رکھنا گوارا کیا۔ مسلمانون مین ایسے لوگون کی کمی نہین جو حکومت سے موالات کرنے ہی مین مُلک و قوم کی اگر نہین تو کم سے کم اپنی نجات ضرور سمجھتے ہین لیکن اُنھون نے بھی مصلحت کے خلاف سمجھا کہ کانگریسی معتدلین کی طرح اپنی جماعت علیحدہ قایم کرین یا مسلم لیگ کو اپنے قبضہ و تصرف مین لانے کے لیے مسلمان تارکین موالات سے پنجہ آزمائی فرمائین۔ اور وہ اصحاب جو اپنے تئین Independent Nationalist (آزاد وطن دوست) کہتے ہین جن مین شاید مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح اور معتمد سیّد ظہور احمد صاحب کا شمار بیجا نہ ہوگا ان کی تعداد کم سے کم مسلمانون مین اتنی قلیل ہے کہ کوئی جداگانہ تنظیم غالباً ممکن بھی نہ تھی۔ گو ان کے جو ہمخیال کونسلون مین پہنچ گئے ہین وہ وہان کی ڈیماکریٹک پارٹی یا جمہوری جماعت مین شامل ہو گئے ہین۔ یہ عقدہ ابتک ہمارے ذہن بلید کی رسائی سے باہر رہا ہے کہ ان محترمان قوم نے مسلم لیگ کے عہدون سے دستکشی اختیار کر کے اپنے سر سے مسلم لیگ کی موجودہ غفلت و جمود کی ذمہ داری کیون نہین ہٹالی۔ کلکتہ اور ناگپور کے اجلاس عام کی کارروائیون مین شریک رہنے کے بعد اُن کو اندازہ ہو جانا چاہئے تھا

کہ قوم کی جو خدمت وہ ابتک کر رہے یا کرنا چاہتے تھے قوم اس سے بے نیاز ہو گئی ہے۔ وہ اپنے فتواے ضمیر کے خلاف یقیناً راے عامہ کی تابعیت نہین کر سکتے تھے۔ لیکن انھین اس کا کیا حق تھا کہ وہ اپنی راے مخالف کی تابعیت مین ایک مجلس قومی کو برباد کر دین۔ مسلم لیگ کا دفتر اب بھی لکھنؤ مین موجود ہے اُس دفتر مین میز کرسی ٹائپ رائٹر اور کاغذون کی الماریان بھی ملین گی اور دو چار اصحاب کو دفتر سے درماہے بھی دیے جا رہے ہین۔ لیکن کیا ایک مجلس کی زندگی کے لیے صرف انھین چیزون کی حاجت ہے۔ اور بس۔

ہمارے دلمین مسٹر محمد علی جناح اور سید ظہور احمد صاحب دونون کی بہت عزت ہے مگر ہمین ان کے اس طرز عمل مین کوئی خوبی نظر نہین آتی۔ اور اگر محض قومی عہدون کی محبت اُن کے اس رویہ کی ذمہ دار ہے تو ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی مجلس کے عہدے دنیا مین کیا قدر و قیمت رکھتے ہین جس کا وجود قوم کے تخیل مین معشوق کی کمر سے زیادہ حقیقت نہ رکھتا ہو۔

---

الناظر کے اسی نمبر مین مسٹر جلیل احمد (علیگ) کا ایک مضمون زیر عنوان "خیابان قدرت مین گلچین کی دست درازیان" شایع ہوا ہے مضمون چھپ جانے کے بعد رسالہ ہزار داستان لاہور کا جنوری نمبر وصول ہوا تو اسمین یہی مضمون "خیابان و گلچین" کے عنوان سے نظر آیا۔ اس کے بعد ادیب اُردو لکھنؤ کا فروری نمبر آیا تو اُس مین بھی یہی مضمون بجنسہ اسی عنوان سے چھپا ہے۔ ابھی جنوری اور فروری کے بہت سے رسالے آنے کو باقی ہین۔ اور غالباً یہ توقع بیجا نہین کہ اُن مین سے اور کئی رسالون مین یہی مضمون درج ہوا ہوگا۔ بعض اہل قلم اگر اپنے مضامین کو اس قدر درقیع سمجھتے ہین کہ جب تک ہندوستان کے تمام رسائل اُن کی اشاعت نہ کرین، وہ مطمئن نہین ہوسکتے تو ہمین اُن سے کوئی شکایت کا حق نہین۔ البتہ ہمین اپنے اُن کرم فرما سے ضرور شکوہ کرنے کا موقع ہے جنھون نے اس مضمون کو بھیجتے وقت یہ اطلاع دینی ضروری نہین سمجھی کہ یہ مضمون دوسرے رسائل کو بھی بھیجا جا چکا ہے کیونکہ الناظر ہمیشہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت سے احتراز کرتا رہا ہے۔

---

الناظر کبھی ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو شایع ہوا کرتا تھا مگر جیسا کہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ع مین اعلان کر دیا گیا تھا اب اُس کی اشاعت ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ کو ہوتی ہے ناظرین کرام کو رسالہ تیسرے ہفتہ مین نہ پہونچے

تو تقاضا فرمائین۔

---

میری غیر حاضری مین متعدد نئے اخبارات و رسائل جاری ہوے اور پرانے بند ہو گئے ہین۔ بند ہو جانے والون مین مخزن و کہکشان لاہور خاص طور پر قابل تذکرہ ہین۔ مخزن اگرچہ شیخ عبد القادر و شیخ محمد اکرام صاحبان کے ہاتھون سے نکلنے کے بعد بہت کچھ اپنی سابقہ منزلت کھو چکا تھا تاہم الفضل للمتقدم کی بنا پر ادبی رسائل مین اسکی اب بھی کافی وقعت تھی۔ کہکشان چونکہ مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ کی نگرانی مین شایع ہوتا تھا اور اُسکے ابتدائی جلوون کو دیکھکر نئی امیدین قائم ہوئی تھین اس لیے اُس کے بند ہو جانے کی خبر بالکل غیر متوقع تھی۔

نئے پرچون مین سب سے ممتاز جگہ انجمن ترقی اُردو کے سہ ماہی رسالہ اُردو کی ہے اُس کے بعد لاہور کے ہمایون۔ ہزار داستان و الکمال اور آگرہ کا نگار قابل تذکرہ ہین۔ جن کے متعلق ہم پھر کبھی اظہار خیال کر سکین گے۔ فی الحال ہم اپنے نئے معاصرین کا دلی خیر مقدم کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔

---

جمادی الاول کو حضرت شوکت میرٹھی المعروف بہ مجدد السنہ مشرقیہ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم فارسی و اُردو کے پختہ مشق شاعرون مین تھے۔ اور اُردو اخبار نویسی کے قدیم دور کی یادگار۔

انھون نے متعدد کتابین مثل حل اشعار خاقانی و شرح دیوان غالب وغیرہ تالیف فرمائین مگر اُن کے دعاوی کمال کے اندازہ سے اِن کتابون کی قدر بہت کم ہوئی۔ اکثر اصحاب تو آپ کی عجیب و غریب رایون کو دیکھکر آپ کی طرف سے حد درجہ بدگمان ہو جاتے تھے۔ لیکن اس مین ذرا شک نہین کہ آپ کا شمار ماہرین فن مین کیا جاتا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی وفات نے ادبی حلقون مین خاص رنج و افسوس پیدا کیا۔ اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے اور پسماندگان خصوصاً آپ کے صاحبزادہ حضرت ندرت میرٹھی کو توفیق صبر عطا فرمائے۔

---

## امیر مینائی مرحوم

- مثنوی ابر عشق ۔ ۲/
- مراۃ الغیب ۔ عہ
- خیابان آفرینش ۔ ۶/
- محامد خاتم النبیین ۔ ۸/
- مینائے سخن ۔ عہ

## منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین ۔ ۸/
- حاجی بغلول ۔ ۸/
- میٹھی چھری ۔ ۶/
- پیاری دنیا ۔ ۸/
- کایا پلٹ ۔ ۸/
- طلسمی فانوس ۔ ۶/

## پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد
- سیر کہسار
- خدائی فوجدار
- جام سرشار
- الف لیلہ بطرز ناول

## منشی جوالا پرشاد برق

- ...نالنی ۔ ۱۲/
- مار آستین ۔ ۱۲/
- بنگالی دولھن ۔ ۱۲/
- ...تاب ۔ ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۔ ۱۲/

## مولانا عبد الحلیم شرر

- ابوبکر شبلی ۔ عہ
- خواجہ معین الدین چشتی ۔ ۶/
- صقلیہ میں اسلام ۔ ۱۲/
- قیس و لبنیٰ ۔ عہ
- مقدس نازنین ۔ عہ
- ایام عرب ۲ جلد
- یوسف و نجمہ ۔ عہ
- فتح اندلس ۔ ۶/
- ماہ ملک ۔ ۶/
- حسن کا ڈاکو ۔ عہ
- دربار حرامپور ۲ جلد ۔ ۱/
- مفتوح فاتح ۔ عہ
- جویائے حق ۲ جلد
- لعبت چین ۔ ۸/
- عزیزہ مصر ۔ عہ
- غیب دان دلھن ۔ ۸/
- فردوس بریں ۔ ۸/
- فلپانا ۔ عہ
- رومۃ الکبریٰ ۔ عہ
- الفانسو ۔ ۱۲/
- شہید وفا ۔ ۸/
- حسن انجلنا ۔ ۱۰/
- ملک العزیز ورجنا ۔ ۱۰/
- آغا صادق کی شادی ۔ ۱۰/
- افسانۂ قیس ۔ ۳/
- حسن بن صباح ۔ ۶/
- تاریخ بغداد ۔ ۴/

## مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ ۔ ۸/
- مہتاب داغ ۔ ۸/
- یادگار داغ ۔ ۸/
- انتخاب داغ ۔ عہ
- فریاد داغ ۔ ۴/

## مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

- دار الحکومت دہلی ۳ جلد
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد
- حرز اطفال ۔ ۸/
- نشاط عمر ۔ عہ
- عصائے پیری ۔ ۸/
- ضمیمہ ہدایت
- لخت جگر ۲ جلد
- حسن معاشرت ۔ عہ
- اقبال دلھن ۔ عہ

## نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن ۔ ۶/
- ترجمہ گیتانجلی ۔ ۶/
- کیوپڈ اینڈ سائکس ۔ ۸/

## سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ ۔ عہ
- بنت الرسول ۔ ۵/
- سیرۃ الحسین
- جام کوثر ۔ ۵/

## حکیم محمد علی خان مرحوم

- عبرت کامل
- حسن سرو کامل
- رام پیاری کامل ۔ ۸/
- دیول دیوی ۔ عہ
- گورا ۔ ۶/
- نیل کا سانپ
- جعفر و عباسہ
- اختر و حسینہ کامل ۔ ۶/

## منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانۂ شوق ۔ عہ
- قاسم و زہرہ ۔ ۸/
- میکفرن اور لوسی ۔ ۲/

## شبیر حسین جوش ملیح آبادی

- روح ادب
- مقالات زریں ۔ ۱۱/
- آوازۂ حق ۔ ۸/
- اوراق سحر ۔ ۵/
- جذبات فطرت ۔ ۳/

## منشی تیرتھ رام

- فسانۂ لندن ۲ جلد ۔ ۱۲/
- وطن پرست
- منزل مقصود ۔ ۶/
- روح کا خروج ۔ ۱۰/
- خونی ہیرا ۔ عہ

## جلال لکھنوی مرحوم

- مضمون ہائے دلکش ۔ ۸/
- نظم نگاریں ۔ ۸/
- سرمۂ زبان اردو ۔ ۶/
- رسالۂ تذکیر و تانیث ۔ ۸/
- افادۂ تاریخ ۔ ۸/
- قواعد المنتخب ۔ ۴/

## خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو ۔ عہ
- اصول اردو ۔ ۶/
- جان اردو ۔ ۶/
- قواعد میر ۔ ۶/
- شاعری کی پہلی کتاب ۔ ۸/
- شاعری کی دوسری کتاب ۔ ۸/
- شاعری کی تیسری کتاب ۔ ۸/
- اصلاح زبان اردو ۔ ۶/
- گلدستۂ ظرافت ۔ ۶/
- زباندانی ۔ ۶/

## صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب ۔ عہ
- بزم خیال ۔ عہ
- مشاطۂ سخن ۔ ۸/

## مولوی محمد حسین محوی

- ازواج الانبیا ۔ عہ
- انسانی قربانیاں ۔ ۸/

## حکیم احمد حسین الہ آبادی

- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۔ عہ
- 〃 دوم ۔ عہ
- 〃 سوم ۔ عہ
- 〃 چہارم ۔ ۶/
- 〃 پنجم
- 〃 ششم ۔ ۶/
- 〃 ہفتم
- جلد ہشتم و نہم زیر طبع ہیں
- 〃 دہم ۔ ۶/
- 〃 یازدہم ۔ ۶/
- سلطان صلاح الدین ۔ عہ
- سلطان نور الدین محمود ۔ ۸/

## مولوی سعید احمد مارہروی

- آثار اکبری
- حیات صالح ۔ ۶/
- حیات خسرو
- امرائے ہنود ۔ ۶/

## مولوی سید ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیا ۔ عہ
- شیخ حسن ۔ ۱۲/

## منشی نواب رئیس علی خان

- سفرنامہ ابن بطوطہ ۔ عہ
- قسطنطنیہ ۔ عہ
- ڈیوٹی ۔ عہ

**جسٹس محمود مرحوم**

کتاب الطلاق ۸/
کتاب الشفعہ ۶/
شرح قانون شہادت ۔/

**مولوی عزیز مرزا بی اے**

خیالات عزیز ۸/
وکرم اُروسی عہ/

**خواجہ غلام الثقلین مرحوم**

روزنامہ سیاحت ۶/
فلسفیانہ لکچر اسلام پر ۴/

**منشی محمد لطیف مرحوم**

اکبر عہ/
اورنگ زیب عہ/
لارڈ کلایو عہ/
رنجیت سنگھ عہ/

**مسٹر عنایت اللہ خان بی اے**

دعوت اسلام ۔/
ارض نہرین ۴/
زلفی ۵/

**مسٹر ظفر عمر بی اے**

نیلی چھتری عہ/
بہرام کی گرفتاری عہ/
چوروں کا کلب عہ/

**مولوی محمد علی ایم اے**

سیرۃ خیر البشر ۸/
النبوت فی الاسلام ۸/
جمع القرآن عہ/

**پروفیسر نواب علی ایم اے**

تذکرۃ المصطفےٰ ۶/
معارج الدین عہ/
صحف سماوی ۔/
شمع سخن ۱۰/

**مفتی انوار الحق ایم اے**

تذکرۃ الحبیب عہ/
حقایق اسلام ۶/
اثبات واجب الوجود عہ/
تاریخ ابو البشر عہ/
قوت خیال ۶/

**پروفیسر الیاس برنی ایم اے**

اسرار حق ۔/
معارف ملت ۲/
مناظر قدرت عہ/
جذبات فطرت عہ/
علم المعیشت عہ/

**سید ہاشمی فرید آبادی**

مشاہیر یونان و روما ۲ جلد
تاریخ یونان قدیم ۸/

**مرزا محمد ہادی بی اے**

امراؤ جان ادا عہ/
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق ۸/
خونی مصور عہ/
خونی شہزادہ ۶/
مثنوی امید و بیم ۴/

**ڈاکٹر اقبال ایم اے**

ملت بیضا ۵/
ملّی ترانہ ۲/
شکوہ ۲/
جواب شکوہ ۴/
نالۂ یتیم ۲/
فریاد امت ۳/
بلال ۱/
اکبر ہی اقبال ۳/
شمع و شاعر ۲/
خضر راہ ۴/

**مولوی ظفر علی خان بی اے**

معرکۂ مذہب و سائنس عہ/
خیابان فارس جلد اول عہ/
ڈراما جنگ روس و جاپان عہ/
جنگل مین منگل ۶/
فلسفہ ابن سینا ۶/
معاشرت ۸/
اپریل فول ۱۰/

**منشی احمد علی بی اے**

تاریخ تمدن ۲ جلد ۔/
شباب لکھنو عہ/

**مولوی عبد الماجد بی اے**

فلسفہ جذبات ۸/
بحر المحبت ۱۲/
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد ۔/
مکالمات برکلے عہ/
زود پشیمان ۸/

**خواجہ عباد اللہ اختر بی اے**

مشاہیر اسلام ۱۲/
دمشق ۔/
بغداد ۶/
صدیق اکبرؓ ۱۲/
ترجمہ شرح دیوان حافظ عہ/

**مسٹر سجاد حیدر بی اے**

خیالستان عہ/
زہرا عہ/
ثالث بالخیر ۸/

**مسٹر انیس احمد عباسی بی اے**

زلیخا ۱۲/
نازنین آرمینیا عہ/
ہاجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد کبیر سینا ۸/

**مولوی عبد الحق بی اے**

قواعد اردو ۸/
انتخاب کلام میر ۸/

**مولوی معشوق حسین خان بی اے**

مبادی سائنس ۸/
بجلی کے کرشمے ۶/
محاربات صلیبی عہ/

**مولوی سید سلیمان ندوی**

ارض القرآن جلد دوم ۱۲/
حیات امام مالک عہ/
خلافت اور ہندوستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعۃ ۸/

**پروفیسر عبد الباری ندوی**

مبادی علم انسانی عہ/
برکلے کا فلسفہ عہ/
مذہب و عقلیات ۶/

**مولوی محمد حلیم انصاری**

تمدن اسلام ۲ جلد ۔/
الاسلام و النصرانیہ ۱۲/
اسلام اور سوشلزم ۱۲/
جواہر قرآنی عہ/
فتح اندلس ۶/
فلاح دارین عہ/

**خواجہ حسن نظامی**

سیپارۂ دل ۸/
روزنامہ ممالک اسلامیہ عہ/
میلاد نامہ عہ/
محرم نامہ عہ/
یزید نامہ عہ/
محفل نامہ گیارھوین ۱۲/
کرشن جیون عہ/
الم ٹوٹ عہ/
بیوی کی تعلیم عہ/
بیوی کی تربیت عہ/
اتالیق خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جگ بیتی کہانیان ۸/
فاطمی دعوت اسلام ۔/
چٹکیان اور گدگدیان ۱۲/

**مولوی عبد الرشید اکبر الخیر**

صبح زندگی عہ/
شام زندگی عہ/
شب زندگی عہ/
نوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ عہ/
الزہرا ۱۲/
عروس کربلا عہ/
جوہر قدامت عہ/
یاسمین شام عہ/
مودودہ ۸/

رجسٹرڈ نمبر
بسم اللہ الرحمن الرحیم
اے ۸۷۴

# الناظر

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۱ | ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنؤ مین چھپا

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اردو کی بہترین کتابیں

[illegible]

[illegible]

## مرزا غالب مرحوم

- اردوئے معلیٰ ۔ ۶/
- عود ہندی ۔ ۱۲/
- دیوان غالب کشف دانش ۔ سے/
- نکات غالب ۔ ـہ/

## سرسید احمد خان مرحوم

- تفسیر القرآن جلد عـ ۱۳
- خطبات احمدیہ ۔ ۶/
- آثار الصنادید ۔ للعہ/
- مضامین تہذیب الاخلاق ۔ للعہ/
- مکمل مجموعہ لکچر ۔ للعہ/
- اسباب بغاوت ہند ۔ ۸/

## نواب محسن الملک مرحوم

- مضامین تہذیب الاخلاق ۔ للعہ/
- مجموعہ لکچر ۔ للعہ/
- آیات بینات ۳ جلد ۔ معہ/

## مولوی احسان اللہ عباسی

- تاریخ الاسلام ۔ للعہ/
- الاسلام ۔ ۶/
- زاہرہ ۔ عہ/
- نشتر سخن ۔ سے/

## مولانا آزاد مرحوم

- آب حیات ۔ سے/
- دربار اکبری ۔ ـہ/
- سخندان فارس ۔ سے/
- نگارستان فارس ۔ سے/
- نیرنگ خیال ۔ ۱۲/
- دیوان ذوق ۔ ۶/

## مولوی سید احمد دہلوی مرحوم

- راحت الحق ۔ عہ/
- رسوم دہلی ۔ عہ/
- تسخیر شوہر ۔ ۱۲/
- مہر افروز بیگم ۔ ۱۰/
- انشاء ہادی النسا ۔ عہ/
- لغات النسا ۔ للعہ/
- علم اللسان ۔ ۸/

## مرزا حیرت دہلوی

- تفسیر الرسول ۲ جلد ۔ سے/
- کتاب شہادت ۲ جلد ۔ سے/
- قصہ حاجی بابا اصفہانی ۔ ۶/
- روز البصر کامل ۔ سے/
- الف لیلہ نیا زاد ۔ سے/
- الف لیلہ شہرزاد ۔ سے/

## مولانا حالی مرحوم

- حیات جاوید مجلد ۔ ـہ/
- یادگار غالب ۔ سے/
- حیات سعدی ۔ عہ/
- دیوان حالی ۔ عہ/
- مقدمہ شعر و شاعری ۔ عہ/
- مسدس حالی ۔ عہ و ۸/
- جواہرات حالی ۔ عہ/
- بیوہ کی مناجات ۔ ۲/

## مولانا شرر مرحوم

- حیات انیس ۔ ۶/
- ایشیائی شاعری ۔ عہ/
- نورجہان بیگم ۔ ۸/
- ٹیپو سلطان ۔ عہ/
- حیدر علی سلطان ۔ عہ/
- اردو کی ڈالی ۔ ۳/
- اردو کا گلدستہ ۔ ۴/

## مولانا اسلم جیراجپوری

- حیات حافظ ۔ عہ/
- حیات جامی ۔ ۸/
- علوم عرب ۔ عہ/
- خاتین ۔ عہ/

## مولانا نذیر احمد مرحوم

- ترجمۃ القرآن بالمقابل ۔ سے/
- حمائل شریف مترجم ۔ سے/
- مطالب القرآن ۔ ـہ/
- الحقوق و الفرائض ۔ عہ/
- اجتہاد ۔ عہ/
- مبادی الحکمۃ ۔ عہ/
- رویائے صادقہ ۔ عہ/
- موعظہ حسنہ ۔ عہ/
- ابن الوقت ۔ عہ/
- ایامیٰ ۔ عہ/
- فسانۂ مبتلا ۔ عہ/
- مراۃ العروس ۔ ۱۰/
- بنات النعش ۔ ۹/
- توبۃ النصوح ۔ ۹/
- منتخب الحکایات ۔ ۶/
- چند پند ۔ ۶/
- مجموعہ نظم بینظیر ۔ عہ/
- مکمل مجموعہ لکچر ۲ جلد ۔ عہ/

## مولوی حبیب الرحمن خان شروانی

- سیرۃ الصدیقؓ ۔ عہ/
- علمائے سلف ۔ عہ/
- اسلامی اخلاق ۔ ۸/

## مولانا شبلی مرحوم

- سیرۃ النبی جلد اول مجلد ۔ عـہ/
- جلد دوم مجلد ۔ عـہ
- آغاز اسلام ۔ ۸/
- الفاروق ۔ سے و ۶/
- سیرۃ النعمان ۔ عہ/
- الغزالی ۔ ۶ و عہ/
- المامون ۔ عہ/
- سوانح مولانا روم ۔ ۶/
- سفرنامہ مصر و شام و روم ۔ عہ/
- مضامین عالمگیر ۔ عہ/
- رسائل شبلی ۔ عہ/
- مقالات شبلی ۔ عہ/
- موازنہ انیس و دبیر ۔ سے/
- شعر العجم جلد اول ۔ سے/
- ” جلد دوم ۔ ۶/
- ” جلد سوم ۔ ۶/
- ” جلد چہارم ۔ ۶/
- ” جلد پنجم ۔ ۶/
- مجموعہ کلام شبلی اردو ۔ ۱۲/
- کلیات فارسی ۔ ۶/
- اسلامی حکومت ۔ ۲/
- اسلامی مدارس ۔ ۴/
- مثنوی صبح امید ۔ ۴/

## مولانا ذکاء اللہ مرحوم

- تاریخ ہندوستان ۱۰ جلد ۔ عـہ
- تاریخ عہد انگلشیہ ۔ سے/
- آئین قیصری ۔ عہ/
- کرزن نامہ ۔ ۶/
- صحیفۂ فطرت ۔ ۶/
- محاربات عظیم ۔ ۸/
- تعلیم الانتظام ۔ ۸/
- فلسفہ امثال ۔ ـہ/
- اصل عربی کا جبر و مقابلہ ۔ ۶/
- معاون الحساب ۔ ۱۲/

## مولوی مرزا سجاد بیگ دہلوی

- الانسان ۔ ۶/
- الاستدلال ۔ سے/
- حکمت عملی ۔ سے/
- تسہیل البلاغت ۔ سے/
- تمنائے دید ۔ ۱۰/

## مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن

- تزک تیموری ۔ عہ/
- حالات قسطنطنیہ ۔ عہ/
- تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ ۔ ۶/
- حالات عراق و عرب و عمان ۔ ۶/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

# سنہ ۱۹۲۲و۲۳ء کی جدید کتابین

(تصانیف مولانا راشد الخیری دہلوی)

**شب زندگی** ـ حصہ دوم ـ پہلا حصہ متعدد بار چھپ کر مقبول ہو چکا ہی یہ حصہ حال ہی مین شایع ہوا ہی قیمت عہ/

**سمرنا کا چاند** ـ اس دلچسپ ناول کے مطالعہ سی تہذیب جدید کے خط و خال نمایان طور پر پیش نظر ہو جائینگے قیمت عہ/

**آفتاب دمشق** ـ اس تاریخی ناول مین اسلام و نصرانیت کی معرکہ آرائی کا نقشہ دکھایا گیا ہی قیمت عہ/

(تصانیف منشی امیر احمد علوی بی اے)

**اردو شاعری** ـ یہ مضمون عرصہ ہوا رسالہ اردوی معلی مین شایع ہو کر بہت مشہور ہو چکا ہی اب کتابی صورت مین چھاپا گیا ہی قیمت ۸/

**تذکرہ رند** ـ یعنی آتش کے شاگرد نواب سید محمد خان رند کے حالات مع اشعار منتخب قیمت ۴/

(متفرقات)

**بندگی** ـ یعنی امام ابن تیمیہ کی کتاب العبودیت کا ترجمہ از میر ولی اللہ بی اے ایل ایل بی جسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ آزادی و غلامی مین کیا فرق ہی اور اتباع سنت اور جہاد فی سبیل اللہ کے کیا معنی ہین قیمت ۶/

**نظام حیات انسانی** ـ یہ اسم با مسمی رسالہ سنسکرت کی ایک قدیم کتاب کا ترجمہ ہی جو انگریزی مین منتقل ہونے کے بعد بابو بینی لال سنگھ وکیل ہائیکورٹ نے لباس اردو سے مزین کیا ہی قیمت ۸/

**بحر المحبت** ـ مولوی عبد الماجد بی اے نے مصحفی کی اس نایاب مثنوی کو جدید طرز تصنیف پر باضافہ مقدمہ و تشریحات پہلی بار شایع کیا ہی قیمت ۱۲

**دیوان حسرت موہانی** ـ مولانا حسرت موہانی کے متعدد چھوٹے چھوٹے دیوان وقتاً فوقتاً چھپتے رہی اب سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۱۹ء تک کا کل کلام یکجا شایع ہوا ہی عہ/

**مثنوی درد دل** ـ مولوی بشیر الدین احمد دہلوی خلف مولانا نذیر احمد مرحوم جن کی متعدد تصانیف و تراجم مقبول ہو چکے ہین یہ انھین کی نالۂ دلگیر کی صدا ہی قیمت ۸/

**تصویر خیال** ـ عدم سے ہستی کی طرف ہجرت، زندگی کی کشمکش، دنیا کی نظر فریب دلچسپیان موت کے بعد کی کیفیت، دوزخ و اعراف و جنت کے نظارے، اس خیالی تصویر مین دکھائے گئے ہین مصنف کا فرضی نام مذاق سلیم ہی قیمت ۹/

**اسلامی مساوات** ـ از مولوی محمد حفیظ اللہ آنریری سکریٹری مسلم ایسوسی ایشن پھلواری شریف۔ رسالہ کا مقصد خود کتاب کے نام سے ظاہر ہی قیمت ۸/

**مجموعہ کلام جوہر** ـ مولانا محمد علی بی اے کا کلام قیمت ۴/

**سیاحت ہوا** ـ فرانس کے مشہور ناول نویس جول ورن کے ایک مشہور علمی فسانہ کا ترجمہ سید محمود اعظم فہمی نے کیا ہی قیمت عہ/

**ملابار و موپلا** ـ سنہ ۱۹۲۱ء کے ہنگامہ سے پہلے شمالی ہند مین ملابار کا نام بالکل اجنبی تھا۔ مگر اب سب جانتے ہین کہ جنوبی ہند مین مسلمانون کی ایک قوم کا نام موپلا ہی جو ساحل ملابار پر رہتی ہی۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب نے اس رسالہ مین اُس حصہ ملک اور اس بہادر قوم کے حالات لکھے ہین قیمت ۸/

**ملنے کا پتہ ـ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی تیار کردہ سنہ ۱۹۲۳ع کی کافوری جنتری نہایت خوبصورت چکنے کاغذ پر چھپی ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہین تو ایک کارڈ لکھکر بھیجدیجیے۔ مذکورہ بالا جنتری آپ کی خدمت مین روانہ کردی جائے گی۔

# خاص ڈاکٹر ایس کے برمن کے کیمیا خانہ کا تیار کردہ کیشراج تیل

## فائدہ اور خوشبو کے لحاظ سے یہ ایک ہی تیل ہے

آج کل سیکڑون قسم کے خوشبودار تیل بازارون مین بکتے ہین جو ظاہری چمک دمک اور خوشبو مین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتے ہین۔ مگر ان تیلون مین اسٹائل عموماً جزو ہوتا ہے جو بجائے فائدہ کے دماغ اور بالون کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ ایسے تیلون کے چند روزہ استعمال سے بال بے وقت سفید ہو جاتے ہین۔ آنکھ اور دماغ سے خاص تعلق ہے اس لیے ایسے تیل دماغ مین گرمی پہنچا کر آنکھ کو بھی نقصان پہنچاتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ آج کل کے نوجوانون کو بے وقت چشمہ کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ ان سب خرابیون کو مدنظر رکھ کر کیشراج تیل کی تیاری مین خوشبو سے زیادہ فائدہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ اسکے لگانے سے جڑین مضبوط اور بال مثل بھونرے کے سیاہ اور گھونگھر والے ہو جاتے ہین۔ یہ دماغ کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت پہنچاتا ہے۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ۷ر

## ہیلاک

یہ ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ۔ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ جھائی۔ مہاسہ۔ حلکیہ۔ ہاتھ پیرون کا پھٹنا۔ رو کھاپن نو اسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ کے لیے حکمی دوا ہے۔ جو ہے بلی بکری برنی۔ بچھو وغیرہ کی کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دور کرنے کے لیے ہیلاک ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بال۔ کرکیٹ جمناسٹک کے کھلاڑیون کے لیے ہیلاک روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اسکے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہین ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیون کے تجربہ کرنے پر ہیلاک سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو ہیلاک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیے۔ قیمت فی ڈبیہ ۱۰ر محصولڈاک ۶ر

ایجنٹ۔ ڈاکٹر گنگا رام جیتلی۔ چوک لکھنؤ

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

نمبر ۱۴۱ جلد ۲۴ ماہ مارچ ۱۹۲۳ء

## فیہ مافیہ

( از "چلپی" )

ایڈیٹر صاحب کی عنایت سے اس اشاعت کے ساتھ یہ ایک جدید سلسلہ شذرات شروع ہوتا ہے۔ اس سلسلہ مین عموماً اُن عنوانات پر نظر کی جایا کرے گی جو باوجود اپنی اہمیت کے کسی طویل مقالہ یا مفصل بحث کے محتاج نہین۔ مقصد اس تحریر کا انشاءاللہ ہمیشہ یہ رہیگا، کہ علمی، سیاسی، معاشری ہر قسم کی تحریکات حاضرہ و حوادث حالیہ پر حق و صداقت کے ساتھ اسلامی نقطۂ خیال کی ترجمانی ہوتی رہے۔ اشخاص و حوادث دونون پر تنقید ہوگی، گو کوشش یہ رہیگی، کہ تنقید مخالفانہ کے وقت حتی الامکان ذاتیات سے دامن آلودہ نہ ہونے پائے، البتہ ناگزیر صورتون مین اس سے مفر نہ ہوگا۔ الناظر کے ایڈیٹوریل کی تائید لازمی نہ ہوگی۔ نصب العین اصلاح رہیگا۔ راے مین غلطی ہونا لازمۂ بشریت ہے، لیکن اگر خدا کو منظور ہے تو نیت مین فساد نہ پیدا ہوگا۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

---

یہ مقاصد و عزایم ایک بیکس و درماندہ بندہ کے ہین، جسکو اپنی خطا کاریون کا پورا اعتراف ہے۔ ان ارادون کا نباہ صرف اُسکے ہاتھ مین ہے، جو سب اسباب پر قدرت رکھتا ہے، جو دلون کے اسرار سے واقف ہے، اور جو عاجزون اور درماندون کی اپنی توفیق سے دستگیری کرنے والا ہے، جو عدم محض سے ساری کائنات کے

پیدا کرنے پر قادر ہی، جو پانی کی ناپاک بوندون کو ارسطو و فلاطون، الگینٹ و ڈاردن بنا دیتا ہی، اور جس نے کفر و شرک کی گمراہیون مین پڑے ہوے افراد کو صحابہ کرام و اولیا عظام کے مرتبہ پر پہنچا دیا ہی، اُس کے فضل و کرم سے کیا بعید ہی، کہ ایک عصیان مجسم کو اس کی توفیق نہ دے، کہ وہ راہ حق و دیانت مین کچھ خدمات انجام دے سکے۔ ایک مسلم ہستی کو بعد اعتراف توحید سب سے پہلی جو تعلیم دی جاتی ہی وہ یہی ہی کہ فضل خداوندی کی طلب کرے، اور بصد تضرع و الحاح منھ پھوڑ کر یہ عرض کرے،

| | |
|---|---|
| اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ | "ہمین راہ راست دکھا، یعنی ان لوگون کا راستہ جن پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا ہی، نہ کہ ان لوگون کی روش جو تیرے غضب مین آ چکے ہین یا بھٹکے ہوے ہین" |

غرض اپنی بے بساطی و نااہلی کے احساس کے باوجود محض توفیق خداوندی کے بھروسہ پر خدائے قادر و توانا کا نام لیکر اس خدمت کا آغاز کیا جاتا ہی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔

---

سال رواں کے واقعات مین اسلامی ہند کے لیے ایک اہم واقعہ ڈاکٹر اقبال کا نائٹ کے خطاب سے سرفراز ہونا ہی۔ متعدد مسلمان اخبارات نے اس واقعہ پر سخت ناخوشی کا اظہار کیا ہی، بہ خلاف اس کے بعض نے مبارکباد پیش کی ہی۔ لیکن اگر مزید غور و تعمق سے کام لیا جائے، تو دونون فریق افراط و تفریط مین مبتلا نکلین گے۔ موجودہ خطابات کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہین، کہ حکومت کی جانب سے خطاب یاب فرد کی عزت یا عظمت کا اعتراف ہی۔ عزت کے متعلق ہر مسلم ہستی کا عقیدہ یہ ہی کہ اس کی اصل مستحق صرف ذات رب العزت ہے کہ

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (جاثیہ ع ۴) زمین و آسمان کی سب بڑائیان اسی کو سزاوار ہین۔

حقیقی عزت کا اہل صرف رب الارباب و مالک الملوک ہی، جو خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہی، کہ

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (یونس ع ۷) عزت ساری کی ساری خدا ہی کی ہی

آفتاب کے پرتو سے ذرات خاک بھی جگمگا اُٹھتے ہین۔ اسی طرح اس عظمت و کبریائی کا ایک حصہ اُن انسانی ہستیون کے بھی نصیب مین آ جاتا ہی۔ جو اپنے تئین صفات الٰہیہ سے متصف کر چکے ہوتے ہین۔ یعنی انبیائے کرام اور عام صالحین و مومنین۔ ارشاد ہوتا ہی کہ

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ (منافقون ع ۱)

عزت کہ خدا اُس کے رسول اور مومنین کی ہی البتہ منافقین اس کو نہیں سمجھتے۔

---

نوع انسانی کی تقسیم مرد و عورت، اور مختلف قبایل و جماعات مین، تو باہمی شناخت و

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات ع ۲)

امتیاز کی سہولتون کی غرض سے کردی گئی ہے ورنہ جہانتک عزت و تکریم کا تعلق ہی جو شخص جتنا زیادہ صاحب تقویٰ یا پرہیزگار ہے، وہی خدا کی نظر مین اس کا زیادہ حقدار ہی۔

جو بارگاہ رب العزت سے راندہ ہو چکا، اُسے کوئی مجازی دربار معزز نہین بنا سکتا۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (حج ع ۲) | جسکو خدا ذلیل کرے، اُسے کوئی عزت دینے والا نہین

حصول عزت کی تمنا ہے تو یاد رہے، کہ ساری عزت کا سزاوار تو حق سبحانہ و تعالیٰ ہے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر ع ۲)

اور اسکے سامنے باعزت ہونے کا ذریعہ صرف اعمال صالحہ ہین جو اس کے حضور تک پہنچتے ہین، اور وہی حق تعالیٰ نیک عمل کرنے والون کے درجہ کو بلند کرتا رہتا ہی۔

بعض نادان ایسے بھی ہین، جو مسلمانون کے علی الرغم کفار سے میل ملاپ رکھتے ہین شاید اس طمع

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۔ (نساء ع ۲۰)

مین کہ اس سے حصول اعزاز ہو سکے گا، سو یہ نادان اس پر بھی حقیقت کو فراموش کیے ہوئے ہین کہ عزت تو صرف خدا ہی کی ہی۔

---

کفر و اسلام، ظلمت و نور کے درمیان رشتہ موالات بہر صورت و بہر حال ممنوع ہی۔ چہ جائیکہ کسی قوم سے رشتہ موالات جوڑنا اور اُس کے سامنے دست طلب پھیلانا، جو اپنی عداوت اسلام کا بارہا ثبوت دے چکی ہو! ایسی قوم کے ساتھ محبت و دوستی رکھنے کی قطعی ممانعت کی تصریح ایک جگہ نہین متعدد مقامات پر کلام خداوندی مین موجود ہی۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ ۔ (اٰل عمران ع ۳) | مسلمانوں کو نہ چاہیئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہیں |

یا مثلاً

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا (نساء ع ۲۱) | ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست نہ بنانا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا کا صریح جرم اپنے اوپر عائد کرو۔ |

یا پھر مثلاً۔

| | |
|---|---|
| لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ (مجادلہ ع ۳) | جو لوگ خدا اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کو تو (اے پیمبر) تم نہ پاؤ گے، کہ خدا اور رسول خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھیں، خواہ وہ لوگ اُن کے باپ، یا بیٹے یا بھائی یا اور کنبہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔ |

---

پس اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ ڈاکٹر اقبال نے حکومت وقت سے دوستی و محبت رکھی، اور اسکے سامنے اس عزت کی طلب کی، تو بے شبہ اُن کا یہ فعل سخت ترین سرزنش و نفرین کا مستحق قرار پائیگا۔ لیکن اس کے لیے قطعی ثبوت اور شہادت معتبر کی ضرورت ہے محض خطاب پانی اس امر کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ موصوف نے کارکنان حکومت سے تعلقات محبت قائم رکھے اور اُن کے سامنے حصول خطاب کی خواہش پیش کی، جب تک یہ صورت ثابت نہ ہو جائے، ہر مسلمان کو بدگمانی کے گناہ سے بچنا چاہیئے (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات ع ۲) اسکے بعد دوسرا احتمال یہ رہ جاتا ہے کہ حکومت نے از خود ڈاکٹر اقبال کی ادبی و حکیمانہ عظمت کا اعتراف کیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو موصوف پر قطعاً کسی طرح کا الزام نہیں عائد ہوسکتا۔ کمال جب ایک مرتبۂ خاص سے متجاوز ہو جاتا ہے، تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین تک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے اور صاحب کمال کی اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے۔

---

تاریخ اسلام اس قسم کے واقعات سے بیگانہ نہین حضرات صوفیہ مین بہ کثرت ایسی ہستیان نظر آئین گی جن کے معتقدین مین مسلمانون سے زائد اقوام غیر کی تعداد ہی یہ اعتقاد و ارادت کیا ہی؟ ایک مسلم کی روحانی قوت کا غیر مسلمون کی طرف سے اعتراف۔ بعض صحابہ کرام کی دیانت پر کفار کو یہ قدر اعتماد تھا، کہ اپنے آپس کے خصومات مین وہ ان حضرات کو ثالث بناتے تھے اس سے بھی واضح تر و محکم تر سند اُسوۂ یوسفی مین ملتی ہی حضرت یوسف علیہ السلام کی بیگناہی، عصمت، و عظمت اخلاقی کا سکہ جب ملک پر بیٹھ گیا، تو غیر مسلم فرمانروائے وقت نے اُنھین "مکین و امین" کے لقب سے ممتاز کیا (قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ) اس پر اس نبی برحق نے نہ کچھ برہمی کا اظہار کیا، نہ اس عزت کو واپس فرمایا، بلکہ اُلٹے اور مطالبہ کیا، کہ اگر مجھ کو اس اعزاز و اعتبار کا اہل سمجھتے ہو، تو مجھے وزارت مال (فنانس ممبری) کا منصب دو۔

| | |
|---|---|
| قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (یوسف ع ۷) | مجھے سرکاری خزانون کا حاکم مقرر کیجیے کہ مین خوب حفاظت کر سکتا ہون، اور (اس کا روبار سے خوب واقف ہون) |

سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مضبوط نظیر حضور سرور کائنات صلعم کی ہی۔ کفار مکہ جس درجہ کی عداوت رکھتے تھے معلوم ہی۔ با این ہمہ سردار دو عالم کی امانت و دیانت و پاکیزگی اخلاق کا اعتراف ان اشقیا کو بھی کرتے ہی بنا، اور اُنھین نے "امین" کا خطاب دیا۔ تاریخ و سیر مین یہ واقعہ درج ہی لیکن کہین نہین درج ہی کہ سردار انبیا صلعم نے اس خطاب کو واپس فرمایا ہو، یا اس لقب سے بیزاری ظاہر فرمائی ہو۔ پس اگر اقبال کی ادبی و حکیمانہ عظمت کا اعتراف حکومت وقت نے از خود کر کے اُنھین اس خطاب سے سرفراز کیا، تو اس مین غریب اقبال کا کیا قصور، یہ تو اُن کے انتہائے کمال کی دلیل ہی۔ اُس عاشق کی خوش نصیبی مین کسے کلام ہو سکتا ہی کہ جسے رقیب روسیہ تک سرٹیفکٹ دے۔

---

"دانایان فرنگ نے بالآخر قادر علی الاطلاق کے جوڑ پر اپنے ہان ایک عظیم الشان "مجلس اقوام" کا صنم اکبر پیدا ہی کر لیا، جو پرستاران سیاست کی نظر مین "رب الارباب" کا حکم رکھتا ہی۔ اس انجمن کا ایک شعبۂ علمی بھی ہی جس کا مقصد تمام مہذب شائستہ و روشن خیال اقوام کے درمیان علمی تعلقات اخوت و محبت پیدا کرنا ہی۔ اس شعبہ کی جانب سے حال مین جو رودادشایع ہوئی ہی اُسکے اقتباسات انگریزی

اخبارات کی وساطت سے ہندوستان بھی پہونچے ہین۔ یورپ کی رفتار تمدن اُسے جس آخری منزل کی جانب لیے جا رہی ہو، اس کی کیفیت خود اس کی زبان سے سننے کے قابل ہو۔

کمیٹی کے ارکان محققین اس تمہید کے بعد، کہ یورپ کے اکثر علمی و ذہنی مرکزون کی حالت درد ناک و حسرت انگیز ہو، تحریر فرماتے ہین کہ

"مشہور اور قدیم یونیورسٹیان جان بلب ہو رہی ہین"

اور

"قریب ہو کہ اعلیٰ ترین بیوت الحکمۃ (اکاڈمیون) اور سائنٹفک تجربہ گاہون (لیبوریٹریون) کو بالکل ٹوٹ جانا پڑے"

پھر اتنا ہی نہین کہ کاغذ و سامان طباعت کی گرانی نے اشاعت علوم و کتب کو شدید صدمہ پہنچا دیا ہو بلکہ بعض ممالک مین تو یہ نوبت پہنچ گئی ہو کہ

"افلاس و تنگدستی عنقریب ہر قسم کی علمی زندگی کا خاتمہ کیا چاہتی ہو"

روس کی حالت اور زیادہ نازک و مایوس کن ہو۔

---

یہ حالت کن ممالک کی ہو؟ اُن کی جنھین کل تک اپنے علوم و فنون، تہذیب و شائستگی پر ناز تھا۔ یہ عالم سکرات کن اقوام پر طاری ہو؟ اُن پر جو کل تک نشہ قوت و زعم شباب مین سرمست تھین۔ یہ شام زوال کس تمدن کی ہو؟ اُس کی جسکا آفتاب اقبال ابھی نصف النہار پر تھا۔ یہ لازمی نتیجہ ہونا تھا، بد اعمالی، خود پرستی و خدا فراموشی کا۔ قانون فطرت ہمیشہ سے یہ رہا ہو کہ جن قومون نے آیات الٰہی حق، صداقت، دیانت، ایمان، و اعمال صالحہ کو پس پشت ڈالکر اپنا معبود جاہ و سلطنت، ملک و مال، قوت و مادیت کو ٹھیرا لیا، اُنھین آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقہ پر زوال و ہلاکت کے گڑھے کی جانب گھسیٹ کر لا ڈالا گیا ہو، اُن کا سب سے بڑا بھروسہ اپنی تدبیر و حکمت پر رہا کیا ہو، لیکن بالآخر ہمیشہ وہی ہستی اُن پر غالب آئی ہو، جو اُن کے تمام مدبرون سے مدبر تر اور اُن کے تمام حکماء سے حکیم تر ہو۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ (اعراف ۲۳)

جن لوگون نے ہماری نشانیون کو جھٹلایا ہم سلح آہستہ آہستہ انھین ہلاکت و بربادی کی طرف گھسیٹتے لے جاتے ہین کہ انھین خبر بھی نہین ہوتی اور ہم انکو مہلت بھی دیتے رہتے ہین اسلیے ہماری چال بڑی پکی چال ہو

اس ارشاد سے چند سطریں پہلے ایک اور قوم کا ذکر ہی، جس کے جزئیات تک موجودہ متمدن اقوام پر منطبق ہوتے ہیں۔ یہ ایسی قوم تھی، جو الطاف آلٰہی سے سرافراز کی گئی تھی، طرح طرح کی نعمتیں اُسے دی گئی تھیں لیکن اُس نے اپنی یہ کینچل اُتار دی اور شیطان کے ورغلانے میں آکر گمراہ ہوگئی۔

| اے پیغمبر ان سے اس کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی کرامتیں عنایت کی تھیں پھر اُس نے وہ کینچل اُتار دی اور شیطان اُس کے پیچھے لگا اور اُس نے گمراہی اختیار کی۔ | وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ مِنْ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ (اعراف - ۲۲) |
|---|---|

آج یورپ کو دولت، جاہ، حکومت، سب طرح کی دنیوی نعمتیں حاصل تھیں لیکن بجائے خدا پرستی کے اُس پر خود پرستی کا شیطان سوار ہی۔

اگر وہ قوم راہ نیک اختیار کرتی، تو خدا مزید برکات سے سرافراز کرتا، لیکن اُس نے نفس پرستی کی روش اختیار کی۔

| اگر ہماری مشیت ہوتی تو ہم اس کا مرتبہ بلند کرتے لیکن اُس نے پستی میں گرنا چاہا اور اپنے خواہش نفس کے پیچھے لگا رہا۔ | وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۔ |
|---|---|

بعینہ یہی حال یورپ کا ہی۔ بجائے اس کے کہ وہ انعامات آلٰہی کی قدر کرتا، اور نیک کاری و خدا ترسی اختیار کرکے اپنے تئیں مزید لطف و کرم کا مستحق بناتا، اُلٹا ہوس پرستیوں میں لگ گیا، خشیت آلٰہی مظلوموں کی حمایت، کمزوروں پر شفقت، اور محتاجوں کی دستگیری چھوڑ کر ظلم و ستم، مکر و فریب سے اپنی خود پرستی کے دوزخ کو بھرنا شروع کر دیا۔

اُس پچھلی بدبخت قوم کی مثال حریص کتے کی سی ہوگئی تھی کہ اُسے دُھتکار دو تو بھی زبان لٹکائے رکھتا ہی، اور اُس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی۔

| اسکی مثال کتے کی ہوگئی کہ اُسے نکال کر گید تو بھی زبان باہر لٹکائے رکھتا ہی اور اُس کے حال پر چھوڑ دو تو بھی یہی مثال اس قوم کی ہی جس نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا! | فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۔ (اعراف - ۲۲) |
|---|---|

ٹھیک یہی مثال آج یورپ کی سلطنتوں پر چسپاں ہوتی ہی۔ جوع الارض (امپریلزم) اور زر پرستی (کیپٹل ازم) ان پر اس درجہ غالب آگئی ہی کہ یہ اپنی چالوں میں کامیاب ہوں تو اور نہ کامیاب رہیں تو، دونوں

مستورتوں میں لعنت ہوس اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

چند لفظوں کا فرق دیکر اسی قوم کے مزید خصوصیات ارشاد ہوتے ہیں۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (اعراف-۲۲)

اُن کے دل ہوتے ہین مگر سوچنے سمجھنے کا کام نہین لیتے اُنکے آنکھین ہین مگر دیکھنے کا کام نہین لیتے اُن کے کان بھی ہین مگر سننے کا کام نہین لیتے۔ یہ لوگ تو گویا چارپایہ ہین، بلکہ اور اُن سے بھی گئے گذرے۔ یہی وہ لوگ ہین جو مدہوش غفلت ہین

یورپ کی موجودہ زندگی حرف بحرف ان بیانات کی مصداق ہی ان کے کان ہین مگر ٹرکی مصر، ہندوستان، ایران، او افریقہ کے مظلومون اور زیردستون کی صدائے نالہ و فریاد سننے کے لیے نہین۔ اُن کے آنکھین ہین مگر ہندوستانی مخلوق کی فاقہ کشی، سمرنا مین ترکی خواتین کی بیحرمتی، اور سارے مشرق مین مساجد، مقابر، د معابد کی توہین دیکھنے کے لیے نہین، اُن کے دل ہین مگر زبردست اقوام کی خواہش آزادی کے شور و غل، مطالبہ و مظاہرہ سے متاثر ہونے کے لیے نہین۔ ایسی صورت مین اگر اُن کو چوپایون سے بھی گیا گذرا ہوا سمجھا جائے تو کیا بیجا ہی؟

ایسی قوم کا جو انجام ہونا ہی اُس کی پیش بینی ہر عقل سلیم کر سکتی ہی۔

---

چند ہفتہ ہوئے یورپ سے ایک مشہور رقاصہ اور ایکٹرس مس میری لائڈ کی وفات کی خبر موصول ہوئی جس کے اندر "تاریک خیال" مشرق کے لیے بہت کچھ سامان عبرت موجود ہی۔ مس لائڈ نے جب اول اول اسٹیج پر قدم رکھا ہی تو حسن و شباب کا مجسمہ تھین۔ رعنائی و زیبائی اُن کی سہیلیان تھین۔ نزاکت و لطافت اُن کی ایک ایک ادا پر قربان تھی، حسن پرستون نے آنکھون پر بٹھایا۔ رنگین مزاجون نے آستانہ ناز کو بوسہ دیا، شہرت نے تالیان بجا کر اُنھین ہاتھون ہاتھ لیا، اور مقبولیت نے اُن کے کمالات کا نقارہ بجایا۔ اخبارات نے تصاویر شایع کین، رسائل نے مضامین لکھے، اور ارباب ذوق دنیائے متمدن کے گوشہ گوشہ مین اُس حسن کی دیوی کا راگ گانے لگے۔ آمدنی کی یہ کیفیت کہ اسٹیج پر اس ہیکلِ مہوشی کا نمودار ہو جانا، دوشنی ہنڈی یا گرانقدر چیک کے مرادف تھا، شکل دیکھتے ہی قدر دانون کی جماعت بے اختیار ہو جاتی اور سیم و زر کی بارش شروع ہو جاتی۔ لنڈن سے ٹایمز کی روایت ہی کہ موصوفہ سے بڑھ کر انگلستان مین آج تک کسی رقاصہ کی آمدنی نہین

ہوئی۔ ہزارہا روپیہ ایک شب مین ملجانا دشوار نہ تھا۔

---

لیکن آفتاب شباب کبتک نہ ڈہلتا۔ امتدادِ وقت نے بالآخر اپنا اثر دکھایا۔ رخسارون کے پھول کھلائے۔ چہرہ پر بجائے ماء الشباب کے رنگ و روغن کے جھریون نے اپنا تسلط جمایا۔ تازگی گئی، اُداسی آئی شادابی اُٹھی پژمردگی چھائی۔ توانائی اُٹھی، ناتوانی اُبھری۔ آواز کی دلآویزی و شیرینی کی جگہ کرختگی و ناہمواری نے لی نوبت یہان تک پہنچی، کہ گذشتہ ستمبر مین جب یہ معمر ضعیفہ اسٹیج پر تشریف لائین تو حاضرین اُن کے بوڑھے غمزون پر ہنسی نہ ضبط کر سکے، اور بے اختیار آوازہ کسنا شروع کر دیے۔ کسقدر عبرت کا مقام تھا کہ کل تک جس اسٹیج پر اُسے پریرویون کا سرتاج سمجھا جاتا تھا آج اُس بڑھیا ڈاین کے ساتھ اُسی اسٹیج پر معمولی رواداری کے برتاؤ سے بھی گریز تھا۔ یہی معنے ہین اس ارشادِ ربانی کے کہ ہم جسکی عمر بڑھاتے ہین وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اُس کے قویٰ کو کمال پر پہنچا تے ہین۔ اُسے پھر بناوٹ مین اُلٹا گھٹاتے بھی ہین۔ اور کمال کو زوال مین تبدیل کر دیتے ہین۔ أَفَلَا يَعْقِلُونَ کیا یہ لوگ ہماری اس قدرت و حکمت کو نہین سمجھتے۔ (یٰس ۔ ع ۵)

---

اکتوبر مین یہ تصویرِ عبرت آخری مرتبہ اسٹیج پر آئی۔ اسوقت ایک ڈاکٹر سہارا دینے کے لیے ہمراہ تھے۔ تماشہ کے بعد ہی غش آیا۔ تیمار دار اُٹھا کر مکان لائے۔ مگر یہ مکان ذاتی نہ تھا۔ بڑھاپے کی تنگدستیون نے ذاتی مکان فروخت کر دینے پر مجبور کر دیا تھا، اور آخر عمر مین سکونت ایک عزیزہ کے ہان تھی یعنی کل تک جسکی ایک ایک ٹھوکر پر سیم و زر کا انبار لگ جاتا تھا، وہ آج ایک ایک کوڑی کو محتاج تھی۔ ہفتون غذا تقریباً ترک رہی کسی وقت خواہش ہی نہین ہوتی تھی۔ ہر وقت ایک غفلت و غنودگی بلکہ نیم بیہوشی کی کیفیت طاری رہتی تھی، زندگی کی آخری رات ساری کی ساری آتشدان کے سامنے اکڑون بیٹھے بیٹھے گذاری۔ دوسری صبح کو طائرِ روح قفسِ جسم سے آزاد تھا۔ یہ کائنات ہمارے حسن و جمال، دلربائی و دلبری کی، اور یہ ہے بساط ہمارے ادائے عشق و جانبازی، محبت و سرفروشی کی!!! اس قسم کے حسن و عشق کا یہ انجام ہونا لازمی تھا ؎ (مولانائے روم)

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

# فارسی شاعری کے اولین نمونے

ہماری اُردو کی طرح فارسی ادبیات کی بسم اللہ بھی شعر سے ہوتی ہو، مگر کب، کس شخص سے اور کس شعر سے؟ اِن سوالات کا کوئی فیصلہ کُن جواب آج تک دیا نہ جا سکا۔ غیر محتاط فارسی تذکرہ نویسون نے اپنی عادت کے موافق فارسی شاعری کو نہایت قدیم زمانون سے منسوب کردیا ہو کسی نے بہرام گور متوفی سنہ ۴۴۰ء اور اُس کی معشوقہ دل آرام کی متحدہ فکر کو جو ایک شعر نما بول کی صورت مین ظاہر ہوا فارسی شاعری کا سنگ بنیاد قرار دیا۔ کسی نے قصر شیرین کی دیوار پر جو خسرو پرویز متوفی سنہ ۶ء کی یادگار تھی ایک شعر کندہ سُنا۔ کسی نے ابو حفص حکیم سغدی کے اِس شعر کو پہلی سعی بتایا ہو سے

آہوِ کوہی در دشت چگونہ رودا ۔۔۔ اوندارد یار، بے یار چگونہ بودا

بعضون نے ابو العباس مروزی کے ع "اے رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقدین" والے قصیدے کا ذکر کیا ہو جو سنہ ۹ء مین المامون عباسی کے ورود مرو کی تقریب مین نظم کیا گیا۔ اِس قصیدہ کے چند شعر تذکرون مین ملتے ہین جن مین سے دو یہ ہین۔

کس بدین منوال پیش از من چنین شعری نگفت ۔۔۔ مر زبانِ پارسی راہست با این نوع بین

لیک زان گفتم من این مدحت ترا تا این لغت ۔۔۔ گیرد از مدح و ثنائے حضرتِ تو زیب و زین

اگر یہ شعر معتبر تسلیم کر لیے جائین جب بھی خود اِنھین شعرون سے اتنا تو ماننا پڑے گا کہ ابو العباس سے پہلے کسی نے فارسی مین کوئی قابل ذکر شعر نہین کہے۔ دولت شاہ اور شمس قیس صاحب معاییر اشعار عجم نے اضطراری مصرعہ "غلطان غلطان ہمے رود تا لب گور" کو رباعی کی بنیاد بتایا ہو۔ اور رباعی فارسی شاعری کی اولین صنف ہو۔ لہذا یہ مصرع فارسی شاعری کی بنیاد ٹھہرا۔

مگر یہ دعاوی مختلف اسباب سے ناقابل قبول اور کم از کم مشتبہ ہین۔ ان کی تحقیق و تنقید کا موقع کوئی اور ہوگا سر دست ہم مختلف ذرائع سے فراہم کر کے وہ نمونے پیش کرتے ہین جو زیادہ تر غیر مختلف فیہ اور نسبتہً معتبر ہین۔

---

!ه فارسی مین تذکرہ دولت شاہ سمرقندی جو صفت روایات مین ممتاز ہو۔ اور مجمع الفصحا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱ پر ملاحظہ ہو)

جسطرح ولی دکنی اُردو شعر کا بابا آدم مانا جاتا ہی حالانکہ اس سے پہلے کئی ریختہ گو ہوگذرے ہین اسی طرح رودکی فارسی شاعری کا بابا آدم تسلیم کیا جاتا ہی۔ اگرچہ اس سے پہلے اور اُس کے زمانے مین کئی فارسی گو ہوگذرے مگر اُن کے کلام کی کمیابی نے اُن کو دولت شہرت سے محروم رکھا۔

قریب قریب مسلم ہی کہ فارسی شاعری کی ابتدا صنف رباعی سے ہوتی ہی۔ یہ ابتدائی کلام تمام صنایع و بدایع سے معرا فطرتی جذبات سے مملو، اور اپنی سادگی کے سبب سے کسقدر دلپذیر و مؤثر ہین۔

حنظلہ بادغیسی متوفی ۲۱۹ھ

یارم سپند گرچہ بر آتش ہمے فگند | از بہر چشم تا نہ رسد مر ورا گزند
او را سپند مجمرہ ناید ہمے بکار | با روے ہمچو آتش و با خال چون سپند

ولہ

مہتری گر بکام شیر درست | تو خطر کن ز کام شیر بجوے
یا بزرگی و ناز و نعمت و جاہ | یا چو مردانت مرگ رو بروے

نظامی عروضی کی روایت کے موافق مندرجہ بالا قطعہ نے احمد الخجستانی کے دل مین حکومت و عظمت کی اُمنگ پیدا کی اور صفاریون کے مقابلہ پر آمادہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معمولی گدھا ہانکنے والے کے پیشے سے ترقی کرکے تاجدار بن گیا۔

محمود وراق ۲۵۹ھ

نگارینا بنقد جانت ندہم | گرانی در بہا ارزانت ندہم
گرفتستم بجان دامان وصلت | نہم جان از کف و دامانت ندہم

فیروز مشرقی متوفی ۲۸۳ھ

مرغیست خدنگ او عجب دیدی | مرغے کہ شکار او ہمہ جانا
دادہ پر خویش کرگس ہدیہ | تا بچہ اش برد مہمانا

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰) اُردو مین سخندان فارس آزاد جو دولت شاہ سے بھی زیادہ غیر معتبر ہی اور شعر العجم شبلی جو فارسی شاعری کی بہترین تاریخ اور محققانہ و مبصرانہ تذکرہ ہے ان سب مین یہ شعر مذکور رہین۔ ناظرین اُن مین ملاحظہ فرما سکتے ہین ۱۲

ابوسلیک گُرگانی سنہ ۲۹۰ھ

بمژہ دل زمن بدزدیدی ای بلیب قاضی و بمژگان دُزد
مزد خواہی کہ دل زمن بُردی ای شگفتا کہ دیدہ دزدی دُمزد

شہید بلخی

ابر ہمے گرید چون عاشقان باغ ہمے خندد معشوق وار
رعد ہمے نالد مانند من چونکہ بنالم سحرگاہ زار

ولہٗ

اگر غم را چو آتش دود بودے جہان تاریک بودے جاودانہ
درین گیتی سراسر گر بگردی خردمندے نیابی شادمانہ

رودکی متوفی سنہ ۳۲۹ھ

سلطان محمود غزنوی کے دربار کے ملک الشعرا عنصری جیسے جلیل القدر شاعر نے اعتراف کیا ہی کہ غزل مین مجھے رودکی کی ہمسری کی مجال نہین، رودکی کا کلام جو کچھ ہم تک پہنچا ہی عنصری کے قول کی تصدیق کرتا ہی۔ تغزل کا نقش اول ہی۔ ہر بیت مطلع ہی پھر بھی تازگی تشبیہ اور بلندی تخیل سے زور طبیعت نمایان ہی۔ ملحوظ خاطر رہے کہ آج جو تشبیہات غزل ہمین فرسودہ اور اس لیے بے مزہ معلوم ہوتی ہین وہ رودکی کے کلام مین اول اول نظم ہوئی ہین۔ لہٰذا وہ اُس عصر مین کس قدر نظیف و لطیف اور تازہ و شگفتہ ہون گی۔ ذرا ایک ہزار سال کے فاصلہ سے اُسی نظر سے ملاحظہ فرمائین[۵]

بیار آن مے کہ پنداری روان یاقوت نابستے ویا چون برکشیدہ تیغ پیش آفتاب استے
بپاکی گوئی اندر جام مانند گلاب استے بخوشی گوئی اندر دیدۂ بیخواب خواب استے
سحاب استے قدح گوئی و مے قطرہ سحاب استے طرب گوئی کہ اندر دل دعائے مستجاب استے
اگر مے نیستے یکسر ہمہ دلہا خراب استے وگر در کالبد جان را ندیدستے شراب استے
اگر این مے بہ ابر اندر بچنگال عقاب استے ازان تا ناکسان ہرگز نخوردندے صواب استے

---

۵ ڈاکٹر ایتھے نے اسدی (پسر اسدی طوسی شاعر محمودی) کی لغات الفرس قلمی مولفہ ۱۰۵۵ء سے جو دنیا پر قدیم ترین قلمی فارسی نسخہ سمجھا جاتا ہی اور دوسرے ذرایع سے رودکی کی ۲۴۲ بیتین جمع کی ہین۔ مسلم۔

ولہ

چون کشتہ بینی ام دو لب کردہ فراز　　　واز جانِ تہی قالب فرسودہ باز
بر بالینم نشستہ می گوئی بناز　　　کاے کشتہ ترا من و پشیمان شدہ باز

شیخ ابو العباس فضل بن عباس معاصر رودکی

پادشاہے گذشت خوب نژاد　　　پادشاہے نشستہ فرخ زاد
زان گذشتہ زمانیان غمگین　　　زین نشستہ جہانیان دل شاد
بنگر اکنون بچشم عقل و بگو　　　ہر چہ بر ما ز ایزد آمد داد
گر چراغے ز پیش ما بر داشت　　　باز شمعے بجاے او بنہاد
در زحل نحس خویش پیدا کرد　　　مشتری نیز دادِ خویش بداد

ایک بادشاہ کی موت کے بعد دوسرے کی تخت نشینی، غم و شادی دونوں کا اظہار شاعر نے
ناا چھا پیرایہ اختیار کیا ہے اور اس نازک فرض سے کس خوبی سے عہدہ برآ ہوا ہے۔

شیخ ابوزراعہ معماری گرگانی

خراسان کے ایک امیر نے شیخ سے رودکی کے مقابلہ کے شعروں کی فرمائش کی۔ شیخ نے جواب دیا۔

اگر بدولت با رودکی نہ ہم مانم　　　عجب مکن از رودکی نہ کم دانم
اگر بکوری چشم بیافت گیتی را　　　ز بہر گیتی من کور بود نتوانم
ہزار یک از آن کو بیافت از عطاے ملوک　　　بمن دہی سخن آید ہزار چندانم

ولہ

آنجا کہ درم باید دینار بر اندازم　　　وانجا کہ سخن باید چون موم کنم آہن
چون بادہ گردد، با بادہ گردم　　　گہ با قدح و بربط گہ با زرہ و جوشن

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بخاری

ابر بنہان کرد آفتاب تابان را　　　بسترہ بنہفت آن لالہ برگ خندان را
بسوے ہر دو ہش بردہ شاخ ریحان بود　　　بشاخ مو دو لے پوست شاخ ریحان را

---

[1] رودکی نابینا تھا۔ کہتے ہیں کہ شعر زیادہ تر برجستہ گایا بجا کر پڑھا کرتا تھا۔ مسلم

ببین کہ خستہ دلان را ز بوسہ درمان است دریغ دار دازین درد دیدہ درمان را
بابر نیسان مانم کنون من از غمم او سزد کہ صنعت خوبست ابر نیسان را
بیک گذر کہ سحر گاہ برگلستان کرد بہشت کرد سراسر ہمہ گلستان را

دقیقی طوسی

اکثر سخن سنجوں کا خیال ہو کہ اگر دقیقی اپنے محبوب ترکی غلام کے خنجر سے اپنے کرتوت کی سزا نہ بھگتتا تو آج شاہنامہ کا سہرا فردوسی کے سر کے عوض دقیقی کے سر پر جلوہ نما ہوتا اسکے ایک ہزار شعر کا شاہنامہ فردوسی مین علی حالہٖ منقول ہونا فردوسی کی قدر دانی و رتبہ شناسی کا بین ثبوت اور بہترین سند ہی۔

کاشکے اندر جہان شب نیستے تا مرا ہجران آن لب نیستے
زخم عقرب نیستے بر جانِ من گر ورا زلف معقرب نیستے
ور نبودے کوکبش در زیر لب مونسم تا روز کوکب نیستے
ور مرکب نیستے از نکوئی جانم از عشقش مرکب نیستے
ور مرا بے یار باید زیستن زندگانی کاش یارب نیستے

ولہ

من این جا دیر ماندم خوار گشتم عزیزا ز ماندن دایم شود خوار
چو آب اندر شمر بسیار ماند عفونت گیرد از آرام بسیار

ولہ در مدح جام بر تاب - چہ خوش گفت!

نگہ کن آب و یخ در آبگینہ فروزان ہر سہ ہمچو شمع روشن
گداز یدہ دو یکتا فسردہ بیک لون ای سہ گوہر بین ملون

ولہ

دقیقی چار خصلت برگزیدہ است بگیتی از ہمہ خوبی و زشتی
لب یاقوت رنگ و نالۂ چنگ مے خوشرنگ و کیش زردہشتی

ہمارے علمائے اسلام کثرت تکفیر کے لیے بدنام ہین لیکن آج کل علمائے یورپ اس ہنر مین

بھی ہمارے علما پر سبقت لے گئے ہین۔ چنانچہ ڈاکٹر ایتھے، نولدیکے، ہورن (جرمن) نے مندرجۂ بالا قطعہ کی بنا پر دقیقی کو زردشتی قرار دیکر تاریخ اسلام سے ایک ممتاز فرد کو جدا کر لینے کا خبط حاصل کیا ہی کیش زردشتی سے محض میگساری مراد ہی عہد اسلام مین مجوسیون کے سوا کسی کو شراب فروشی کی اجازت نہ تھی۔ مجوسیت میفروشی اور بادہ گساری قریب المعنی الفاظ تھے۔ پیر مغان اور مغ بچہ آج تک اسی معنی مین بندھتے چلے آتے ہین۔ دقیقی کی مجوسیت کو مین ناممکن نہین سمجھتا مگر اس قطعہ کی بنا بر یہ فتوی مضحکہ انگیز ہے

منصور منطقی رازی

دربار دیلم کے مشہور علم پرور وزیر صاحب اسمٰعیل بن عباد کی مدح کے قصیدہ سے چند شعر ہین۔

مہ گردون گمر بیمار گشت است | بنالید و شبش بگرفت نقصان
سپر کردار و سیمین بود اکنون | برآمد بر فلک چون نوک مژگان
تو گفتی خنگ صاحب تاختی کرد | فگند این نعل زرین در بیابان

ابو منصور عمارہ مروزی متوفی ۳۶۵ھ

جام شراب کی صفت مین یہ قطعہ کہا ہی۔

آتش اگر ندیدی با آب ممتزج | اینک نگاہ کن تو بدین جام و این شراب
جام بلور و لعل سے صاف اندرو | گوئی کہ آتشے ست برآمیختہ بآب

محمد مسلم ایم اے۔ ایم او ایل

---

غازی ز پے شہادت اندر تگ و پوست
غافل کہ شہید عشق فاضل تر ازوست
در روز قیامت این بآن کے ماند
این کشتۂ دشمن ست و آن کشتۂ دوست

(ابو سعید اشرف)

# اہل قلم کی قدر و قیمت

## مغرب اور مشرق مین

مغرب کا مقابلہ مشرق کسی بات مین بھی کرنے کی استطاعت نہین رکھتا۔ یہ بات اور ہو کہ ہم اپنے کو یورپ والون سے برتر اور بہتر تصور کرین۔ اور باتون سے قطع نظر صرف اسی امر پر غور فرمایئے کہ اہل قلم کی یورپ اور امریکہ مین کیا قدر ہو۔ اور یہ کہ ہندوستان مین اس کی کیا حالت ہی۔ اس امر پر خصوصیت سے زور دینا فضول ہو۔ کہ قومی ترقی اور تمدنی شوکت مین تصنیف و تالیف کا کیا دخل ہو۔ یہ امر بلا شبہ مسلم ہو کہ قومون کی ترقی اور ملکون کی اقبال مندی کا دار و مدار اہل قلم کے دماغ کی بہترین اپچ اور اہل فکر کی پرواز خیال پر ہوتا ہو۔ اسے تسلیم کرنے مین کسی سمجھ دار کو تامل نہین ہو سکتا کہ دنیا مین خیال کی حکومت سب سے زبردست اور ہمہ گیر ہو۔ اس کے دائرۂ اثر سے کسی کو گریز نہین ہو۔ اس کے اقتدار کے سامنے سب کا سر خم ہے۔ اس کا لوہا ہر فرد بشر مانتا ہو۔ تخیل افراد کو ابھارتا اور راہ ترقی مین تیز گامی کی تحریک دیتا ہو۔ تخیل وہ قوت محرکہ ہو جس سے قومون کو اپنی حالت سدھارنے کی طاقت بہم پہنچتی ہو۔ یہ ایک خیال تھا جو امریکہ کی خانہ جنگی کا محرک ہوا۔ اس سے کئی لاکھ جانین بالواسطہ یا بلا واسطہ تلف ہوئین۔ اور اربون روپے کا مال برباد ہوا۔ مگر ستر اسی لاکھ بنی آدم جن سے جانورون کا سا سلوک ہوتا تھا۔ شرف و استحقاق انسانیت سے دوچار ہوئے۔ اور انھون نے اپنا وہ کھویا ہوا ورثہ پایا۔ جس سے وہ اپنی نادانی سے بیسون برس پہلے محروم ہو چکے تھے۔ مگر اس خیال لطیفہ کی بانی ایک گمنام مگر فرشتہ خصلت عورت کی تصنیف "انکل سامس کے بن" (چچا سام کی جھونپڑی) تھی۔ نپولین اعظم کی شوکت کی بنیاد ایک شخص کی تصانیف سے پڑی تھی۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ انقلاب فرانس کی تحریک کے سامان ایک مصنف کی دو کتابون سے بہم پہونچے تھے جس سے کئی برس تک خانہ جنگی رہی۔ اور لاکھون انسانون نے اپنی جانون سے قبل از وقت رخصت حاصل کی تھی۔ مگر اس سے یورپ مین شخصی آزادی اور جمہوریت کے اقتدار کی بنیاد پڑ گئی۔ اور نپولین اعظم کی

شوکت وعظمت کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ ۱۸۰۶ء مین نپولین کے معرکۂ عظیم واقعۂ جینا مین فریڈرک اعظم کی لاثانی شوکت خاک مین ملائی گئی۔ اور پرشیا کی عظمت کے نشانات نیست ونابود ہو گئے لیکن اس رسوائی اور ذلت کا احساس جن دلون مین پیدا ہوا تھا اُنھون نے ایسے طریقہ سے اُن کا اعلان کیا۔ کہ ہر کس وناکس کے سینہ مین قومیت کا طوفان اُمنڈ آیا جس سے نصف صدی مین پرشیا نے وہ عروج حاصل کیا کہ جو فریڈرک اعظم کے شاندار خواب کی بلند ترین پرواز مین بھی نہ آیا ہوگا۔ قصّہ کوتاہ خیالات کی حکومت سب سے زبردست ہے۔ ان کی بدولت قومون کی ترقی اور عظمت کی بنیاد قائم ہوتی ہو۔ جو باتین انسان کے دل وجان سے عزیز ہین اور جن کی خاطر وہ جان شیرین کی بھی پروا نہین کرتا۔ اسی بینظیر وسیلہ سے نصیب ہوتی ہین۔

اس مختصر بحث کا نتیجہ یہ ہو کہ جس تناسب سے ان خیالات کی قدر وقیمت افراد قوم کرتے ہین اسی نسبت سے ان کی ترقی کے مدارج قائم ہوتے ہین۔ اب اصل مضمون کی طرف رجوع ہونا ضروری ہو۔ اہل قلم جو خیالات کے بانی اور محرک ہوتے ہین۔ اُن کی قدر ہمارے ہان جیسی ہے اُس کے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین ہو۔ ہان مغرب مین اُس کی جو کیفیت اب ہے اس کا اجمالی تذکرہ خالی از لطف واستفادہ نہ ہوگا۔ پچھلے سال جون جولائی مین ولایت سے اس مضمون کی خبر آئی تھی کہ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ سے بعض لوگون نے جو کتابین شایع کرنے کے لیے خاص شہرت رکھتے ہین۔ اس قسم کی درخواست کی ہو کہ وہ اگر گذشتہ سات آٹھ سال کے حالات بالخصوص جنگ اعظم کی ابتدا اور ترقی اور انتہا اور زیر متعلقہ معاملات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کرین گے تو ان کی اس تصنیف کا نذرانہ نوے ہزار پونڈ یعنی ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ ملے گا۔ اہل الرائے نے یہ تخمینہ کیا تھا کہ موصوف کو پندرہ روپے فی لفظ حق المحنت ملے گا جس کے مساوی اس سے پیشتر کسی مصنف کو نصیب نہ ہوا تھا۔ یہ کمال تصنیف لاثانی ہو۔ اس کے متعلق یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مسٹر لائڈ جارج دنیا کے مدبرون مین بینظیر حیثیت رکھتے ہین۔ ممدوح کی شخصیت کو تصنیف محولۂ بالا اور نیز لاثانی معاوضہ سے خاص لگاؤ ہو۔

مسٹر لائڈ جارج سے دوسرے درجہ پر مسٹر ونسٹن چرچل کی معرکۃ الآرا تصنیف "سیکرٹ ہسٹری آف دی وار" (جنگ اعظم کی تاریخ مخفی) ہو جو ماہ جنوری سے ٹائمز مین طبع ہو رہی ہو۔ اس کے جملہ حقوق

حاصل کرنے کے لیے پچاس ہزار پونڈ یعنی ساڑھے سات لاکھ روپیہ حق المحنت ادا کیا گیا ہی صاحب موصوف نہ صرف معتمد مدبر ہی ہین۔ بلکہ قلم کے بھی دھنی ہین۔ کئی برس ہوے کہ اُنھون نے جنگ بوئران کے چشم دید حالات بحیثیت وقایع نگار لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ نیکنامی انھین اپنے والد گرامی قدر لارڈ چرچل کے سوانحی حالات لکھنے سے نصیب ہوئی تھی۔ قیصر ولیم سابق شہنشاہ جرمنی کا درجہ ہیسرا ہی۔ اپنی زندگی کے حالات قلم بند کرنیکے لیے اُن کو چالیس ہزار پونڈ یعنی چھ لاکھ روپیہ نذرانہ ملا تھا۔ سابق وزیر اعظم برطانیہ سے دوسرے درجہ پر اس عورت کو رقم عظیم امریکہ کے کتب فروشون کیطرف سے وعدہ ہوئی تھی جو فرانسس جوزف شہنشاہ آسٹریا کی اہل خانہ سمجھی جاتی ہی۔ کتب فروشون نے دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کرکے اُس سے یہ استدعا کی تھی کہ اپنے اور مرحوم تاجدار آسٹریا کے حالات حوالۂ قلم کیے جائین۔ مگر برطانیہ کے مدبرون مین سب سے زیادہ قلم کے دھنی مسٹر اسکویتھ سابق وزیر اعظم برطانیہ ہین جو جنگ اعظم کے وقت لبرل گورنمنٹ کے لیڈر تھے۔ اور اصل حالات کے ماہر ہین۔ لیکن مسز اسکویتھ کو اپنے روزنامچہ کے لیے تین لاکھ روپے وصول ہوے ہین۔ جرمنی کے ممتاز ماہران جنگ۔ ہنڈن برگ اور لڈن ڈوَاف کو دس اور بارہ ہزار پونڈ علی الترتیب جنگی تصانیف کے لیے ملے۔ لارڈ مکالے کو اپنی تاریخ انگلستان کے لیے بیس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپیہ نذرانہ لانگ مین کمپنی نے دیا تھا۔ دس ہفتے مین ساڑھے (۲۶) ہزار جلدین اس ضخیم کتاب کی فروخت ہوگئی تھین لارڈ مارلے نہایت مشہور اہل قلم مدبر اور فلاسفر ہین آپ کو گلیڈ اسٹون کی زندگی کے حالات مرتب کرنے کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ معاوضہ ملا تھا۔ لارڈ رابرٹس آنجہانی کو اپنے تجربات ہند کی تصنیف کے لیے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ منتانہ دیا گیا تھا۔ پرنس رنجیت سنگھ (مہاراجہ نوانگر) کو جوبلی بک آف کرکٹ" کے لیے ساٹھ ہزار روپیہ بلیک وڈ کمپنی نے معاوضہ نذر کیا تھا۔

فی زمانہ قصہ نویسون اور ناول تصنیف کرنیوالون کو سب سے زیادہ معاوضہ ملتا ہی۔ وجہ یہ ہی کہ ناولون کی قدر سب سے زیادہ ہی۔ ہر کس و ناکس اُن کا شیدا ہوتا ہی۔ اس وجہ سے ناول شایع کرنے والے دھڑا دھڑ روپیہ کماتے ہین۔ برخلاف اس کے علمی کتابون کی قدر ایک محدود دائرہ کے اندر ہوتی ہی۔ اس وجہ سے اُن کی اشاعت بھی محدود رہتی ہی۔ اور حق المحنت بھی اُسی نسبت سے دیا جاتا ہی۔ جارج ماریڈتھ کو ٹریل بی کا تین لاکھ روپیہ معاوضہ ملا تھا اور ہچنسن کو "اگر جاڑا آسے"

لکھنے کے لیے ستر ہزار پونڈ مل چکے ہین) - یہ کتاب پچھلے سال شایع ہوئی تھی - مگر ہاتھون ہاتھ لاکھون جلدین فروخت ہو چکی ہین - اگر اسے بائیسکوپ مین نمایان کیا گیا - یا ڈرامہ مین ڈھالا گیا - تو کئی لاکھ روپیہ اور ملے گا - گویا ہچنسن مسٹر لائڈ جارج سے بھی بڑھ گیا ہو - امریکہ کے بے نظیر ظریف مصنف کو اپنی کتابون سے ڈھائی لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے (۳۷) لاکھ روپے وصول ہوے تھے - امریکہ کے مشہور مصنف جنرل والس کو اپنی غیر فانی تصنیف "بین ہور" کے لیے اسّی ہزار پونڈ یعنی بارہ لاکھ روپیہ وصول ہوے تھے - فرانس کے مصنفون مین ڈادکو چالیس ہزار پونڈ ایک ناول کے لیے اور وکٹر ہیوگو کو ناول "لے مزرابل" کے لیے سولہ ہزار پونڈ دیے گئے تھے - بنجمن ڈاسرائلی کو "ان ڈمئین" کے لیے دس ہزار پونڈ اور جارج الیٹ کو آموکہ کے لیے سات ہزار پونڈ اور ولکی کالینس کو "ارم ڈیل" کے لیے پانچ ہزار پونڈ - سروالٹر اسکاٹ برسون تک ناول لکھ لکھ کے پندرہ ہزار پونڈ سالانہ کماتا رہا - جو اُس زمانہ کے اعتبار سے بالکل لاثانی ہو - اور اسی وسیلہ سے اس نے اپنا وہ قرضہ ادا کیا تھا جو کتب فروش کمپنی کے دیوالہ سے اُس کے حصہ مین آیا تھا - سروالٹر اسکاٹ کو نپولین کے سوانح حالات لکھنے کے واسطے بیس ہزار پونڈ ملے تھے - اگر چارلس ڈکنز زندہ رہتا تو اُسے ایڈون ڈروڈ کے لیے نو ہزار پونڈ ملتے - اس سے ظاہر ہو کہ ناولون کی کیسی اعلیٰ قدر ہو - اور اچھا - قابل قدر - دلچسپ ناول تصنیف کرنے کے لیے کیسا بھاری نذرانہ ملتا ہو!

شاید آپ یہ سوال پوچھین گے کہ اتنا بھاری معاوضہ کیون دیا جاتا ہو؟ اہل قلم کو بھاری بھاری نذرانے کیون دیے جاتے ہین؟

یہ سوال واقعی دلچسپ اور غور طلب ہو - اس کے جواب مین دو تین ضروری باتون کا تذکرہ غیر مناسب نہ ہوگا - اول تو تعلیم عام ہو - ہر ایک آدمی پڑھ لکھ سکتا ہو - چھکڑے اور گاڑی چلانے والے موٹا کام کرنے اور ٹوکری ڈھونے والے اپنے خطوط آپ لکھتے ہین - تعلیم کا رواج عام ہونے کے ساتھ ہی لوگون مین کتب خوانی کا عام شوق ہو - وہان ہر ایک آدمی اسی فکر مین مبتلا پایا جاتا ہو کہ اپنی فرصت کا وقت کسی مفید مشغلہ مین صرف کرے - مگر یہ بھی قاعدہ سے کیا جاتا ہو - اگر چھ گھنٹے دفتر یا آٹھ دس گھنٹے کارخانے مین کام کیا جاتا ہو تو گھر واپس آنے یا کسی کلب مین جانے مین تفریح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہو - دوم عوام کے خیالات اور عادات بھی ہم سے مختلف ہین - ہمان اور باتون کے خرچ کا تخمینہ

کیا جاتا ہے۔ وہان اخبارون اور کتابون کے لیے بھی رقم خاص علٰحدہ کی جاتی ہے۔ کپڑے تفریح اور دیگر ضروریات مین اخبار اور کتابین بھی شامل ہین۔ سوم۔ عوام اپنا اخبار خریدنے اور پڑھنے کو اپنی خودداری کا جزو لازمی سمجھتے ہین۔ جب کوئی آدمی اپنا اخبار یا کتاب پڑھتا ہو تو اُسے آگے بڑھ کر دیکھنا یا ورق کھینچکر پڑھنے مین مصروف ہو جانا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ دو آدمی دو مختلف اخبارات یا کتابین ایک دوسرے سے پڑھنے کے بعد تبادلہ کرلین۔ مگر یہ بات خاص رسم معذرت اور اظہار تاسف کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جب یہ کیفیت ہو تو اخبارات کی لاکھون کی اشاعت اور اہل قلم کے بھاری معاوضے معمولی بات ہے۔ عوام قدردان ہین۔ کتب فروش تاجرانہ اصول پر کتابون کی طباعت اور فروخت کا کام کرتے اور معقول منافع کماتے ہین۔ برخلاف اس کے ہمارے ہان اول تو خواندگی عام نہین ہے اور جو لوگ پڑھے لکھے ہین۔ وہ اپنا اخبار یا کتاب خرید کر پڑھنا ہی پسند نہین کرتے۔ اگر کوئی آدمی کتب بینی کے بیحد شوق سے مجبور ہوکر ایسا کرے۔ تو پاس پڑوس کے سبھی اُس کے پاس جمع ہو جاتے ہین دیہات مین تو یہی دیکھنے مین آتا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی کوئی کتاب یا رسالہ خریدتا ہے تو دو دو میل سے شوقین پڑھنے کو آتے ہین۔ گو خود روپیہ خرچ کر سکتے ہین۔ مگر عموماً یہ خیال کرتے ہین "جب مفت مین پڑھنے کو مل جائے تو روپیہ کون خرچ کرے۔" اس سے آپ بیقدری اور بدشوقی کا اندازہ کرسکتے ہین ملٹن کو اپنی لاثانی منظوم تصنیف کا دو پونڈ معاوضہ ملا تھا اور گولڈاسمتھ کو "وکر آف ویک فیلڈ" کے پانچ پونڈ ملے تھے۔ اس لحاظ سے ہندوستان مین اہل قلم کی اب وہی قدر ہے جو انگلستان مین اب سے ڈیڑھ سو برس پہلے تھی۔ جب تمدن اور علم کی یہ قدر ہو تو ہم ترقی کیسے کرین! نہ تو پولیٹیکل ترقی ممکن ہے۔ اور نہ اقتصادی پیش قدمی کا امکان ہے!

جے۔ آر۔ راے

دسدار باب ہنر را چارہ کردن مشکل ست
صاف نتوان کرد آب گوہر نا صاف را
از جہان بے چشم بستن کے شود راحت نصیب
باز تا باشد نہ بیند دیدہ روے خواب را

# نونہالون کی موت

قدرت نے لگایا ہے اک باغِ طرب افزا
میوون سے لدی شاخین ہین جھومتی یان ہر جا
یہ دو دان مین وہ سرسبزی قدرت نے عیان کی ہے
جس پر کہ نظر پڑتی سب اہل جہان کی ہے
ناگاہ فرشتہ اک ہوتا ہے یہان داخل
جس طرح کسی گھر مین ہو سیلِ روان داخل
خون اُس کی نگاہون سے ہر لحظہ ٹپکتا ہے
ہے ہاتھ مین جو چاقو بجلی سا چمکتا ہے
ہے کاٹتا اک دم وہ سرسبز نہالون کو
رحم اُن پہ نہ کیون آئے سب دیکھنے والون کو
میوون سے لدی شاخین پودون سے جدا کرکے
لے جاتا ہے اور خوش ہے یہ جور و جفا کرکے

---

اِک دن یہ فرشتے نے سوچا کہ مرا چاقو
میوون کے درختون کے کرتا ہے جدا بازو
پتون مین مگر چھُپ کر جو پھُول سے لگتے ہین
پھندے سے مرے بچکر کیا کیا نہ تھرکتے ہین
یہ سچ ہے کہ حسن ان پہ اِک نور سے برساتا
جب سانس یہ لیتے ہین گلشن ہی مہک جاتا

---

پھولون ہی کے دم سے ہے    اِس باغ کی آبادی
گاتے ہین مگن ہو کر    یہ نغمۂ آزادی
شبنم سے مگر آنسو    ہر صبح بہاتے ہین
چاک اپنے گریبان کا    گلچین کو دکھاتے ہین
لازم ہے کہ پاس اس کے    مین جاؤن انھین لیکر
یہ جس کی جدائی مین    رہتے ہین سدا مضطر

---

یہ کہہ کے فرشتے نے    غنچون پہ نظر ڈالی
افسوس کیا لیکن    دل رحم سے تھا خالی
سوتی جو تھین کلیان    چاقو سے اُنھین کاٹا
دیکھ اس کی یہ بیدردی    تھا باغ مین سناٹا
دامن مین سمیٹا اس نے    غنچے وہ لیے سارے
پھر ہنس کے کہا:- کیون ہین    افسردہ یہ بیچارے
لے جاؤن گا مین ان کو    مالک کی حضوری مین
ہر صبح یہ روتے ہین    جس کے غم دوری مین
ہین غنچہ و گل اُس کے    ہین اُس کے چمن سارے
اُلفت مین اُسی کی ہین    پودے یہ مگن سارے
پھولون کا ہر اک پودا    خوش ہو گا وہان جاکر
پھولین گے پھلین گے سب    جنت کی ہوا کھاکر
جب ڈوب کے اُبھرینگے    یہ دودھ کی نہرون مین
پھول ان کے نہائین گے    سب نور کی لہرون مین
جنت مین جو ہین حورین    پاکیزہ و نورانی
ہین پھول یہی جن سے    زینت ہے انھین پانی

کہتے ہیں بہ فرشتہ ہے — یہ موت کا پیغامی
پھولوں کو جو کرتا ہے — پامال بد انجامی

سرسبز نہالوں کو — جو کاٹتا پھرتا ہے
اک برق بلا بنکر — جو باغ پہ گرتا ہے

ہے توڑتا آفت یہ — کھیتوں پہ کسانوں پر
بے درد ہے نام اس کا — دنیا کی زبانوں پر

یہ سچ ہے۔ مگر جن کو — تھوڑی سی بصیرت ہو
یہ اُن کی نگاہوں میں — اک قاصدِ رحمت ہے

یہ کاٹ کے جو پودے — اس باغ سے ہے لیتا
فردوس کے باغوں میں — ہے سب کو لگا دیتا

پروان چڑھیں گے یہ — جنت کی ہواؤں سے
خوراک یہ سب لیں گے — رحمت کی فضاؤں سے

کچھ روز مہکتے یہ — دنیا میں اگر رہتے
آتی جو خزاں ان پر — پھر اُس کی جفا سہتے

جنت میں مگر ان پر — برسے گا سدا جوبن
کرسکتی نہیں ان سے — کچھ بادِ خزاں اَن بن

یاں لایق عبرت ہے — ہستی ہے جو آج ان کی
مالک کی نظر میں واں — بڑھ جائے گی لاج ان کی

(وحید الدین سلیم)

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل — کردم ہمہ مشکلات عالم را حل
بیرون جستم ز قید ہر مکر و حیل — ہر بند کشودہ شد مگر بند اجل

(ابو علی سینا)

# نکولو میکیولی اور اس کا فلسفہ

یونان کے مایۂ ناز حکما افلاطون وارسطاطالیس کے بعد جن کی شہرہ آفاق تصانیف نے فلسفہ سیاسیات کی بنیاد ڈالی، اس فن سے بحیثیت ایک مستقل علم کے بحث کرنیوالون مین کسی شخص کو اس قدر شہرت حاصل نہین ہوئی، جتنی سرزمین اطالیا کے ایک محب وطن نکولو میکیولی کو۔ اگرچہ اس نے مختلف مباحث پر بہت سی کتابین چھوڑی ہین۔ ناول، ڈراما، سیاسی مراسلات اور ذاتی خطوط۔ غرضکہ لٹریچر کی کوئی شاخ ایسی نہین ہے جو اُس کے رشحات دماغ سے بارآور نہوئی ہو۔ لیکن حیرت افزا امر یہ ہے کہ اسکی شہرت اور بقائے دوام کا باعث ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس کو خود اُس نے کبھی کوئی اہمیت نہین دی اور جسمین بقول ڈیوڈ ہوم کے کوئی ایسا مسئلہ نہین ہے جس کو ہر شخص نہ جانتا ہو۔

میکیولی ۳ رمئی ۱۴۶۹ء کو فلارنس مین پیدا ہوا اور ۲۲ ؍ ۱۵۲۷ء مین اُس نے انتقال کیا چودہ برس سے زیادہ وہ جماعت صلح و آزادی کا امین خاص رہا۔ یہ جماعت فلارنس کے تمام فوجی وملکی معاملات کی نگران ومحافظ تھی۔ داخلی وخارجی انتظامات ومعاملات کے متعلق جسقدر خط وکتابت ہوتی تھی۔ وہ میکیولی کیا کرتا تھا اور یہ فرائض اُس نے اس قدر خوبی کے ساتھ انجام دیے کہ اُس کے سیاسی تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی غرض سے اُس کو کم از کم ۳۵ سفارتہائے خارجیہ پر مامور کرکے بھیجا گیا اور جمہوریہ فلارنس کے ماتحت جو ریاستین تھین اُن کے تصفیہ طلب معاملات کا فیصلہ اور عہدنامہ جات کی ترتیب اُس کے توسط سے ہوا کرتی تھی۔ اُس کے سیاسی مراسلات جو ۱۷۶۷ء مین پہلی مرتبہ شایع ہوئے نہایت دلچسپ اور بیش قیمت معلومات سے لبریز ہین۔ اُس کی سیاسی زندگی کا زمانہ ملک اٹلی کی تاریخ کا وہ تاریک دور ہے جبکہ ملک بیرونی دشمنون کی باہمی رقابت اور ہنگامہ آرائیون کا دنگل بنا ہوا تھا فرانس اسپین اور مقدس سلطنت رومہ کے فرمانروایان سبز زار آسٹس کی سرزمین پر جنگ آزمائی کیا کرتے تھے تمام ملک چند خود مختار ریاستون مین بٹا ہوا تھا اور اُن مین باہمی کوئی رشتہ یگانگت یا موانست نہین تھا بعض حصے فرانس ہسپانیہ اور آسٹریا کے زیر تسلط تھے غرضکہ ملک اُس وقت علمی سیاسی اور قومی انحطاط کے اُس دور سے گذر رہا تھا۔ جبکہ افراد قوم مین جذبۂ وطنیت، یا احساس قومی بالکل مردہ ہو جاتے ہین اور

اعلیٰ مقاصد و بلند مطامح نظر کے حصول تک پہونچنے سے پہلے اُن کی پست بین آنکھون مین خیرگی پیدا
ہو جاتی ہی۔ اِس زمانہ مین اُس کو دو مرتبہ سیزر بورجیا (Caesar Borgia) کی خدمت مین
باریابی حاصل ہوئی جن لوگون کو پاپایان رومہ کی پراسرار زندگی اور تقدس ورو عانیت کے پردہ مین
نہایت مکروہ اور شنیع افعال کے ارتکاب کا کچھ علم ہی وہ شاید اس درندہ صفت شیطان سیرت انسان کے
محیر العقول کارنامون کو سُن کر اور اُس کی انسانی جذبات سے یکسر معرا زندگی کا حال سُن کر انگشت بدندان
نہ ہون اِس لیے کہ اُن کو معلوم ہی کہ جن تاثرات کے ماتحت اُس کی نشو و نما ہوئی تھی ان کا لازمی نتیجہ
ایسی ناپاک و مکروہ ہستیون کا عرصۂ وجود مین آنا تھا۔ لیکن جو لوگ یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کا سطحی
مطالعہ کرنے سے قبل رینالڈز کے مشہور ناول "رومان، فاسٹ" کو پڑھتے ہین اُن کے دل پر الگزنڈر بورجیا
سیزر بورجیا اور لوکریزیا کے کارنامون کا جو حیرت انگیز اثر پڑتا ہی وہ ناقابل بیان ہی اُن کو یہ تمیز کرنا مشکل ہوتا ہی
کہ امن و عافیت دنیا اور انسان کی روحانی مسرت و اطمینان قلب کے لیے شیطان کا وجود زیادہ
خطرناک ہی یا اس خاندان کا جس کا ہر فرد وساوس شیطانی و صفات طاغوتی کا ایک مجسم نمونہ نظر آتا ہی
اول موقع ملاقات کا وہ تھا جب بورجیا نے اپنی بے مثال بے ایمانی کی مدد سے ایک عظیم الشان کامیابی
حاصل کی تھی اور اپنے تمام حریفون کو ایک ہی دام مین گرفتار کر کے ایک ہی جھٹکے مین موت کے گھاٹ
اُتار دیا تھا دوسری ملاقات اُس وقت ہوئی تھی جب وہ بیماریون سے تباہ و خستہ حال ہو کر اور
ناکامیون اور نامرادیون سے عاجز آ کر اپنے خاندان کے سب سے زبردست دشمن کے چنگل مین پھنس
گیا تھا۔ اپنے مراسلات مین میکیولی نے یہ واقعات بالتفصیل درج کیے ہین بعض لوگون کا خیال ہی کہ
ان دونون شخصون مین گہری دوستی و موافقت تھی اور میکیولی کے سر یہ الزام تھوپا جاتا ہی کہ اس بے رحم
اور شقی القلب ظالم کے افعال شنیعہ اور حرکات مذمومہ کا محرک وہ ہوا کرتا تھا لیکن سرکاری کاغذات کے
مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن کی ملاقاتین اور مشورے اگرچہ بظاہر اتفاق و مراسم دوستانہ پر مبنی نظر آتے
تھے۔ لیکن حقیقت مین وہ معاندانہ و مخالفانہ پہلو لیے ہوتے تھے مگر اسمین شک نہین کہ میکیولی کے دماغ
نے اِن صحبتون کا بہت اثر قبول کیا اور یہ تو ایک قدرتی بات تھی کہ حکومت و طریقۂ حکومت کے متعلق
اسکے خیالات ایک ایسے شخص کی رائے کا عکس ہوتے جس نے نہایت مخالف حالات و اسباب کے
مقابلہ مین درخشان کامیابیان حاصل کین سیزر بورجیا وہ شخص تھا جسکے قوائے دماغی کو جب خواہشات

نفسانی و غلبہ شہوت سے تحریص و تحریک نہین ہوسکتی تھی تو حصول سلطنت اور دشمنون سے انتقام لینے کے عزم سے وہ اپنی بے چین طبیعت کو آمادہ کار بناتا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جو کلیسائے روما کے پر عیش اور قوائے عمل کو شل کر دینے والے ماحولات سے نکل کر بادشاہ اور جنرل ہوا۔ اپنے حیرت انگیز مکر و فریب سے دشمنون کو تباہ کر کے سلطنت حاصل کی اور پھر ان ہی لوگون کو جو اُسکے حصول مقصد کا آلہ بنے تھے تباہ کر کے بدنامی کے داغ کو دُھونا چاہا۔ اور نیکنامی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُس کے بعض نہایت مکروہ و شنیع افعال کے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرتے وقت ہم کو یہ خیال ضرور رکھنا چاہیئے کہ وہ پندرھوین صدی کا ایک اطالوی تھا اور اُس زمانہ مین اُسکے جرائم اُس معیار اخلاق سے نہین جانچے جاتے تھے جس پر وہ اب پرکھے جاتے ہین اُس کی موت پر جو میکیولی نے افسوس کیا ہو وہ ممکن ہو کہ جذبات حب الوطنی پر مبنی ہو جنھون نے اُس کو ایک ایسے شخص کی موت پر اظہار حسرت و غم کرنے پر آمادہ کیا ہو، جو ملک اطالیا کی خود مختاری کو قائم رکھنے اور اغیار کی دستبرد سے بچانے کا اہل تھا اور اُن لوگون کا مقابلہ کرسکتا تھا جو اُس کے ملک کے حصہ بخرے کرنے پر تُلے ہوے تھے۔

اپنے ملک کی حفاظت مین میکیولی نے بھی اپنے مقدور بھر حصہ لیا ملک کی بربادی اور کمزوری کے اسباب اور اُن کا دفعیہ اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ نظام فوجی کی خرابی اور بے ترتیبی نے اطالیون کو یہ روز بد دکھایا ہو کہ ملک خود مختاری سے ہاتھ دُھو بیٹھا ہے اور اجانب کی حرص و آز کا شکار ہو رہا ہو اُس نے کرایہ کی فوجون سے لڑنے کا طریقہ جو ملک مین عام ہو رہا تھا بالکل منسوخ کر دیا۔ اور ایک قومی فوج قائم کی۔ اِس مقصد کے لیے فن جنگ کا بغور مطالعہ کیا اور اُسکے تمام اصول اور جزئیات پر بخوبی حاوی ہوگیا اُس کی یہ کوششین جو دانشمندی اور جوش حب الوطنی پر مبنی تھین بہت کچھ مفید ثابت ہوئین۔ لیکن اٹلی اُس وقت ایک طرف تو بیرونی خطرات سے گھرا ہوا تھا اور دوسری طرف سیاسی جتھہ بندی اور اتحاد عمل کے فقدان نے اندرونی خدشات پیدا کر دیے تھے چنانچہ وہ اپنی اسکیم کو پورے طور سے عملی جامہ پہنا بھی نہین سکا تھا کہ ۱۵۱۲ء مین فلارنس کی جمہوری سلطنت کا چراغ گل ہوگیا اور پوپ اور اسپین کی مدد سے میڈی سی (MEDICI) شخصی حکومت قائم ہوگئی میکیولی کی تکالیف و مصائب کا دور اب شروع ہوا اُس کے تمام مناصب اُس سے چھین لیے گئے اور بالآخر فلارنس سے نکل جانے کا اُس کو حکم دیا گیا۔

اِس طرح اُس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اب اُس نے اپنے وطنی گاؤں میں سکونت پذیر ہوکر اِس حجرۂ فرصت کو مطالعہ و تالیف میں صرف کیا اگرچہ اُس کو حکومت کی جانب سے سخت اذیتیں دی گئیں یہانتک کہ ایک سازش میں شرکت کے جُرم میں اُسکو داخل محبس بھی کیا گیا لیکن ان تمام مصائب کو میکیولی نے نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ چنانچہ وہ خود کہتا ہے "قریب تھا کہ میں اپنی زندگی کو خیرباد کہدوں لیکن خدا نے اور میری بیگناہی نے مجھکو بچایا میں نے قید اور دیگر مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا" اِن واقعات سے اُسکی غیرمعمولی شجاعت و شہامت اور عدیم النظیر ثبات و استقلال کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ یاس وناامیدی سے گھبرانے کے بجائے اُس نے اپنی قسمت کو مطالعہ کتب و تعلیمی شغف سے بلند کرنے کا ارادہ کیا۔ اکثر اُس کو علما و فضلا سے اپنے مسودات کے متعلق بحث کرنے اور مشورہ لینے کا بھی موقع مل جاتا تھا اپنی عمر کے آخری زمانہ میں اُس نے حکمران فلارنیس سے مصالحت کر لی اور جلاوطنی کی مدت ختم کر کے فلارنیس واپس آیا اور یہاں کی تاریخ نویسی میں مصروف ہو گیا اپنی ملازمت اور سیاسی مصروفیتوں کے دوران میں اور مختلف ممالک میں سفرا کی حیثیت میں کام کرنے کی وجہ سے اُس کو جو مفید معلومات و تجربات یورپ کی سیاسی و معاشرتی حالات کے متعلق حاصل ہوئے تھے اُن سے اپنی تصنیفات میں اُس کو بہت مدد ملی۔ ان واقعات اور حالات سے اُس نے جو فلسفیانہ نتائج مستنبط کیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی معلومات و مشاہدات بہت وسیع و غائر تھے۔ بخلاف اکثر لوگوں کے جو اپنے علم و مطالعہ سے تجربات حاصل کرتے میں مدد لیتے ہیں، میکیولی نے اپنی مفید اور وسیع تجربات و مشاہدات سے اپنی تصانیف میں مدد لی۔ ملازمت سے سبکدوش ہو جانے کے بعد اُس نے اپنا وقت قدیم مورخین کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف کیا۔ پلوٹارک کی شہرۂ آفاق تالیف سوانح مشاہیر یونان و روم سے اُس کو عشق تھا۔ ایک خط میں وہ خود اپنے شوق و شغف کا اظہار اِس طرح کرتا ہے "دن بھر کی پریشانیوں اور تفکرات کے بعد میں نے اپنے گرد آلود کپڑوں کو اُتار کر پھینکدیا اور ایک خلعت شاہی پہن کر گویا ان مشاہیر متقدمین کے دربار میں بصد عجز و نیاز حاضر ہوا۔ وہاں میں نے اِن زندہ جاوید روحوں سے ہمکلام ہونے کی قابل فخر و عزت حاصل کی اور میرے کام و دہن ایک ایسی غذا لطیف سے لذت یاب ہوئے جو صرف میرے لیے ہی مخصوص تھی اور جس سے شیریں کام ہونے کے لیے میں پیدا کیا گیا تھا۔ اِن اوقات میں میں تمام دنیوی تفکرات و آلام کو بھول گیا مفلسی کا سوہان روح خیال میرے ذہن سے بالکل محو ہو گیا اور موت کے اطمینان کش خوف سے قطعًا

آزاد ہوگیا مین ہمہ تن ان برگزیدہ و پاک روحون کے ہمیشہ زندہ رہنے والے کارنامون کا مطالعہ کرنے مین مصروف ہوا" وہ صرف پڑھنے اور غور کرنے پر ہی اکتفا نہین کرتا تھا جو کاہلی و تن آسانی کی بہترین تعبیر ہے اُس کے قوائے عملی و تشویق کار اُس کو مجبور کرتے تھے کہ میدان عمل مین وہ اپنی دماغی تگ و تاز کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ تصنیف و تالیف تحریر و ترتیب مین وہ پورے شوق اور انہماک کے ساتھ مشغول ہوا حکمران فلارنس نے اُس کو ملک کی انتظامی و اصلاحی خدمات پر مامور کرکے اُس کو اظہار قابلیت کا اور موقع دیا۔ معدہ کی شکایات نے اُس کو بہت کمزور کردیا تھا، آخر کار جون ۲۲؁ء ۱۵۲۷ء کو ملک اٹلی کا یہ مشہور محب وطن، فلسفی مورخ اور مدبر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اطالیہ کا قومی اتحاد اور اُس کی سیاسی آزادی کا زمانہ ابھی بہت دور تھا، اُس کی تاریخ کے صفحات مینرنی، گریبالڈی اور کیور ایسے مایۂ ناز فرزندون کے مخلصانہ و مدبرانہ کارنامون سے ہنوز خالی تھے لیکن اُنیسوین صدی کے ان پیغمبران سیاسی و علمبرداران حریت نے جس مقصد کی تکمیل کی اُس کی اہمیت اور ضرورت پندرھوین صدی مین میکیولی کے ذہن نشین ہوچکی تھی اور اُسکے حصول مین اُس نے اپنے مقدور بھر حصہ بھی لیا۔ اب ہم اُس کی تصانیف اور ان اصول سیاسیات پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنا چاہتے ہین، جن کی وجہ سے حریت و جمہوریت کا کوئی نام لیوا اور راستی و حق پرستی کا کوئی شیدائی اُس کا نام بغیر ملامت کیے ہوے نہین لیتا۔

اگرچہ میکیولی کی کل تصانیف ایک شان امتیاز اور مخصوص حیثیت رکھتی ہین، لیکن ہمارے زیربحث اِس وقت اس کا مشہور اور بدنام نکتہ چینی رسالہ پرنس ہے، جسمین اُس نے وہ اصول حکمرانی اور ذرایع حصول و تحفظ سلطنت و حکومت بالتفصیل بیان کیے ہین، جن کی وجہ سے خود کتاب اور صاحب کتاب پر سخت نکتہ چینی ہوئی ہے۔ لیکن مضمون کتاب پر کوئی راے ظاہر کرنے سے قبل یہ بیان کردینا ضروری ہے کہ میکیولی ایک راسخ العقیدہ جمہوریت پسند مدبر تھا، اور جمہوریت فلارنس کے انتزاع پر بھی اُس کے اعتقادات مین تزلزل واقع نہین ہوا۔ تاریخ دُنیاے قدیم کا بڑی دلچسپی و تعمق کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد وہ اِس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ زمانہ جمہوریت کے واقعات اور اصول نظم و نسق موجودہ زمانہ مین بھی ملک کو ادبار اور غلامی سے نجات دلا سکتے ہین۔ اُس کا اعتقاد تھا کہ بقا و تحفظ سلطنت کے لیے دو چیزین ناگزیر ہین ایک مذہب دوسری فوجی قوت۔ اِس لیے کہ بغیر فوجی قوت اور ہتھیارون کے مفید قوانین کا اجرا ممکن نہین ہوسکتا، اور بغیر مذہب کے قوت و اسلحہ کا استعمال طوائف الملوکی اور بدنظمی کا باعث

ہوتا ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی میکیولی جمہوریت کا اسقدر دلدادہ تھا، اور روم؟ قدیم کی عظمت و شوکت پر اس قدر نازان نیز موجودہ اٹلی کو اُس کی سابقہ حالت پر پہونچانے مین ساعی، تو پھر اُس نے پرنس، کس غرض سے تصنیف کیا؟ اس رسالہ مین ایسے اصول بیان کیے ہین جن سے جمہوریت کی بیخ کنی منظور ہے اور جن کا اطلاق بالکل روم؟ قدیم کی حالت پر نہین ہوسکتا۔ ظاہرا اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس کے پاس کوئی مفید مشغلہ نہین تھا، اور وہ افلاس سے گھرا ہوا تھا اُس کا دماغ کسی مفید کام کی جستجو مین تھا، اور اُس کی زبون حالت دنیوی اعزاز کے حصول کی متقاضی تھی۔ اُس کو ایک مہربان مربی کی تلاش تھی جو اُس کی دستگیری کر سکے، فلارنس مین جمہوریت کی بجائے ایک امر محال تھا۔ میڈلیسی حکمران فلارنس کا خاندان اپنے اچھی طرح قدم جما لیے تھے، اور ملک کی بہبود و ترقی مین سرگرمی سے کوشان تھے میکیولی کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ملک کی خدمت کا اُس کو پھر کوئی موقع ملے تاکہ جسطرح جمہوریت کے زمانہ مین اُس نے اپنے وطن مالوف کی خدمت کی تھی، اب بھی کرے۔ وہ یہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ اپنی ذات سے ملک کے لیے وہ کیا مفید کام کرسکتا ہے۔ اگر اُس کو کسی سے ذاتی عناد ہوسکتا تھا تو وہ فلارنس کے امرا و نوابان سے تھے، جنھون نے ملک کے ساتھ دغا کی تھی اور حکومت کی بیخ کنی مین حصّہ لیا تھا، میڈلیسی سے اس کو کوئی وجہ پرخاش نہین تھی کیونکہ اُس نے تو ابنا وطن کی غداری اور اندرونی بغاوت سے فائدہ اُٹھایا تھا۔

ان خارجی اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی رسوخ اور دنیوی اعزاز حاصل کرنیکی غرض سے اُسنے یہ کتاب لکھی لیکن ان کے علاوہ ایک اور قوی وجہ بھی اس کی محرک ہوئی۔ وہ اپنے ملک مین ایک خاص تحریک پیدا کرنا چاہتا تھا، اور ایک خاص مقصد کی اشاعت مد نظر تھی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اٹلی کی حالت ناقابل اصلاح ہوچکی تھی۔ قومی آزادی حاصل کرنے اور اغیار کی دستبرد سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ضرور تھا کہ ملک کی بنیاد از سر نو ڈالی جائے۔ لیکن حالات موجودہ مین اجتماعی کوشش کی بہ نسبت انفرادی کوشش اور سرگرمی زیادہ مفید اور کارآمد ہوسکتی تھی۔ میکیولی کا یہ خیال بمنزلہ یقین کے پہنچ چکا تھا کہ سلطنت کی تاسیس و قیام کسی زبردست ہادی اور الوہیت انتساب ہستی کے مافوق العادت کارنامون کے مرہون منت ہوتے ہین۔ اندرونی بدامنی اور باہمی مناقشات کی موجودگی مین جمہوری

استقرار قریب قریب ناممکن ہوتا ہو۔ ملک کو اس وقت ایک موسس اور ہادی کی ضرورت تھی جو قابل بھی ہوا اور بہادر بھی ہو۔ ایسا آدمی اُس کو سیزر بورجیا نظر آتا تھا۔ سیزر بورجیا نے ایک ریاست کے قیام کا سنگ بنیاد رکھا تھا، میکیولی کا خیال تھا کہ اسی بنیاد پر اطالیا کے قومی و سیاسی اتحاد کی عمارت نصب کی جاسے۔ لیکن سیزر بورجیا کو آخر مین اتفاقی واقعات کی وجہ سے ناکامی حاصل ہوئی۔ اب میکیولی کو اسی قابلیت کے کسی اور شخص کی تلاش ہوئی جو اُسکے مقصد مین معین ہوسکے۔ قدرتاً اب اس کا ذہن حکمران فلارنیس کی جانب منتقل ہوا، جو اس کی دستگیری کر سکتا تھا۔ لیکن لورنیز ڈمیڈیسی نے جس کے خاطر یہ رسالہ لکھا گیا تھا اس کی طرف کوئی توجہ نہین کی، اور میکیولی کو اپنی تمام دماغی مشقت کا صلہ آنے والی نسلون کی جانب سے ایک قابل رشک قدردانی کی صورت مین ملا۔

جس نیت اور مقصد سے یہ رسالہ لکھا گیا وہ بیان ہوچکے ہین، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ جب یہ پہلی مرتبہ شایع ہوا تو اس نقطۂ نگاہ سے نہین دیکھا گیا، جس سے وہ موجودہ زمانہ مین جانچا گیا ہو۔ ایک غلطی جو میکیولی کے اصول فلسفہ کے متعلق راے قایم کرنے مین ہوتی ہو' یہ ہو کہ یورپ کے دور وسطیٰ اور بالخصوص اطالیہ کی اخلاقی، سیاسی، ومعاشرتی زندگی، قومی انحطاط، اور جن حالات وتاثرات مین خود میکیولی نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ گذارا، نیز دیگر معاصرانہ خصوصیات کو مدنظر نہ رکھ کر، موجودہ زمانہ کے اصول سیاسی اور تمدن واخلاق کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہو۔ اُس کی زندگی کا بیشتر حصہ ناکامی ونامرادی مین بسر ہوا تھا۔ اُس کو انسانی فطرت کے خوش آئند پہلو کے مطالعہ کرنے کا بہت کم موقعہ ملا تھا، اُس کا ملک ادبار ونکبت کی آخری منزلین طے کر رہا تھا، اور کوئی امید اُس کی ترقی وعروج کی نظر نہین آتی تھی، ایسی حالت مین اگر اُس کا معیار اخلاق پست ہوا اور اس کے اصول اخلاقیات کی تعلیم سے مُضر نظر آئین تو کوئی تعجب نہین ہو۔ اس کا خیال ہو کہ انسان بدطینت واقع ہوا ہو۔ محض ضرورتاً یا مجبوراً وہ کبھی کبھی نیک ہوجاتا ہو، عوام الناس احسان فراموش، متلون مزاج، دغاباز، بزدل اور طامع ہوتے ہین اگر تم اُن کے کسی مقصد مین مفید ثابت ہوسکو، تو جب تک اُن کی غرض پوری نہ ہو، وہ تمھاری خاطر اپنا خون بہانے کو آمادہ نظر آتے ہین، مال، زندگی اور اولاد تک سے دریغ نہ کرین گے۔ لیکن جون ہی اُن کا مطلب پورا ہوا، وہ تمھارے مخالف ہوجائین گے۔ جب لوگون کا یہ حال ہو تو بادشاہ اور حکمران کیسے نیک طینت ہوسکتے ہین۔ ایسی حالت مین نیک نفسی کا لازمی انجام تباہی وبربادی ہو۔ بادشاہ کی

پالیسی رعایا کے رجحان طبع اور اطوار پر منحصر ہوتی ہے جب رعایا کی یہ حالت ہے تو بادشاہ کو لازم نہیں کہ وہ ایفاے عہد ایمانداری، رحم و انصاف کو اپنا شعار بنائے۔ اس کو بہ لحاظ صفتی و انسان سیرتی کا نمونہ ہونا چاہیے اور اپنے اصلی عادات و خصائل کو پردۂ خفا میں رکھ کر فریب و تصنع سے کام لے اور دوسروں پر اُن صفات کا اظہار کرے جو حقیقت میں اُس کی ذات میں موجود نہیں ہیں۔ عوام الناس چونکہ خود غرضی کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں کہ انکا حکمران خیر محض اور جملہ کمالات بشری کا اہل ہو اس لیے اُن کو خوشگوار دھوکہ میں ڈالنے کے لیے ہمیشہ اُن کے سامنے اپنا بغایت امن پسند، صادق القول، رحمدل، ایماندار اور مذہب پرست ہونا ظاہر کرے۔

بادشاہوں کی صفات و اہلیت کے متعلق میکیولی کی راے کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ وہ فرڈیننڈ فاتح اسپین کو جس نے مذہب کی آڑ میں یہودیوں اور مورز پر ناقابل بیان مظالم کیے بہترین اور کامیاب ترین حکمران سمجھتا تھا۔ سیزر بورجیا کا باوجود اس کے حیاسوز حرکات کے وہ بعید مداح تھا، کیونکہ یہ دونوں اُسکے مقرر کردہ معیار مذہب و قوت کے اعتبار سے ہر طرح سلطنت و حکومت کے اہل تھے۔

ریاکاری، مکر و فریب، قتل و غارت، زور و تلبیس کی یہ عریاں تعلیم، حصول مقصد کی غرض سے ہر جائز و ناجائز، معیوب و مستحسن ذرائع پر عمل کرنے کی یہ بے حجابانہ تلقین، اخلاق کش اور مذہب سے یکسر معرا اصول کی یہ بیباکانہ تبلیغ، کوئی تعجب نہیں اگر اس دور تمدن و تہذیب میں نشانۂ ملامت و ہدف تشنیع ٹھہرے۔ "پرنس" کی رد و تکذیب اور نکتہ چینی میں جو لٹریچر لکھا گیا ہے اُس پر نظر ڈالنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ بہت کم تصانیف ایسی ہیں جو اسقدر بحث و مباحثہ کا باعث ہوئی ہوں جسقدر یہ مختصر رسالہ۔ مشہور فرانسیسی اہل قلم ولٹیر فریڈرک اعظم والی پرشیا کو رسالہ کے متعلق یہ ہدایت کرتا ہے "بورجیا ایسے لوگوں کے واسطے یہ کتاب مفید اور قابل تعریف ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ جرائم و دغابازی کے ذریعہ سے دنیا میں عزت و حکومت حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن تمھیں لازم ہے کہ ان اصول پر کان نہ دھرو اور ان کو بُرا سمجھو، جس طرح زہر کا استعمال ہمارے مقصد میں بعض وقت معین ہو سکتا ہے اسی طرح ان اصول پر کاربندی ممکن ہے اکثر مفید مطلب ہو، لیکن اصلی مسرت اور حقیقی عظمت و بزرگی ان سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں"۔ خود فریڈرک کی راے بھی اس رسالہ کے متعلق بہت خراب تھی، لیکن اپنے زمانہ حکومت میں اسکو تسلیم کرنا پڑا کہ اس کے بعض اصول نہایت مفید و کارآمد ہیں۔

حقیقت مین میکیاولی نے سائنٹفک طریقے سے وہ ذرایع بیان کیے ہین جن سے مطلق العنان حکومت قائم کی جاتی ہے اور محفوظ رہ سکتی ہے نیز اُن افعال کا اظہار کر دیا ہے جو بادشاہون کی ذات سے سرزد ہوتے ہین نہ وہ جو اُن کو کرنا چاہیین۔ ارسطاطالیس نے اسی انداز سے ایک کتاب سیاسیات کے موضوع پر لکھی ہے جسمین ( ...... ) (جبریہ حکومت) کے متعلق بحث ہے، اُس کی نیک نیتی مین کوئی شبہ نہین کر سکتا۔ اگر سمیات سے طریقہ استعمال و موقعہ استعمال کے متعلق کوئی کتاب لکھی جائے، جسمین اُس کی مقدار استعمال بیان کی جائے، یا اور دیگر ضروری ہدایات مہیا کی جائین اُن حالات کا بیان موجب زہر کام مین لایا جاسے یا نہ لایا جائے تو اُس سے ہرگز یہ مراد نہین ہے کہ کسی شخص کو اُن ذرایع کے استعمال پر اُکسایا جاتا ہے۔ لیکن اس مین بھی شک نہین کہ اگر کوئی زہر سے کام لینا چاہے تو اُسکے لیے یہ کتاب اور ہدایات مندرجہ بہت مفید ہو سکتی ہین۔ اس کے علاوہ بادشاہون کی خفیہ حرکات و شنیع افعال کی بدترین مذمت کا اور عوام کو اُن کی خوفناک چالون سے آگاہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُن کو خوب کھول کھول کر بیان کیا جائے۔ اس نظر سے جانچا جائے تو جیسا بیکن کا خیال ہے، یہ رسالہ بڑی سنجیدگی سے ترتیب دی ہوئی ایک ہجو ملیح ہے۔ میکیولی خود کہتا ہے کہ اس رسالہ مین سواے مشاہیر اور بادشاہون کے کارنامون کے تذکرہ کے اور کچھ نہین ہے۔

[ میکیولی کے اصول کو موجودہ دور تہذیب و تمدن کی روشنی مین اگر جانچا جائے تو اس کا سب سے بڑا جُرم یہ نظر آتا ہے کہ اُس نے اُن خفیہ کارستانیون اور سازشون کی قلعی کھول دی جو کمزور قومون کا گلا گھونٹنے اور اُن کے حقوق و آزادی سے محروم کرنے کے لیے یورپ کے ایوانہاے وزارت مین ترتیب دی جاتی ہین مدبرین یورپ کی امن سوز و عافیت کش پالیسی اور طرز عمل کو دیکھ کر یا ٹریٹشکی، نان برنہارڈی اور ایک حد تک ڈاکٹر اقبال کے جارحانہ و خود دارانہ اصول فلسفہ کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میکیولی کے اصول محض دور بربریت و ظلمت کے شایان تھے اور اس ترقی و شایستگی کے زمانہ مین اُس کا تاریک فلسفہ ایک دفتر بےمعنی کی حیثیت رکھتا ہے؟ ]

محمد حامی الدین ساحر

# غزل نعتیہ

پڑھتا ہوا محشر مین جب صلِ علےٰ آیا
رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوے بیگانے
ہان کام اگر آیا تو نام ترا آیا

پُرسش تھی گناہون کی اور یاس کا تھا عالم
بیکس کی خبر لینے محبوب خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر مین ہوا فاسق ابدال کا ہمسایہ

چرچے ہین فرشتون مین اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت مین شیدائے نبی آیا

کعبہ سے بھی کچھ بڑھکر ہے اس کی کشش دلمین
جس شہر نے مرقد سے ہے تیرے شرف پایا

کیون نزع کی دشواری آسان نہوجاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایہ

اِک عمر کی گمراہی اک عمر کی سرتابی
خیر تیری غلامی کے آخر نہ عمر آیا

حکمت کا سبق چھوڑا عزت کی طلب چھوڑی
دنیا سے نظر پھیری سب کھوکے تجھے پایا

تجھسے تجھے سیہ کاری اپنی ہزارون حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے کہین سوا پایا

فاسق کی ہے یہ میت اور ہے تو تری اُمت
ہان ڈال تو دے دامن کا اپنے ذرا سایہ

# تین اور تیرہ

## سات اور پانچ

جسطرح کل انسانی مخلوق نفس واحدہ سے خلقت پذیر ہوئی ہے جیسے کل انسانی نسلوں کا تولیدی سلسلہ ایک ہی سے شروع رکھتا ہے اسی طرح کل ہندسے بھی ایک ہی ہندسہ (۱) کی ذریات مین سے ہین شروع مین ایک ہی ہندسہ (۱) کا تھا رفتہ رفتہ اُسی سے تمام دوسرے ہندسے بنتے گئے یا بنائے گئے۔ دیکھو دس تک سوائے ہندسہ جات (۵) (۷) (۸) کے باقی کل ہندسے ایک ہی شکل کے ہوتے ہین۔ تھوڑی سی تبدیلی او بیشی سے (۱) کا ہندسہ ۲ - ۳ - ۴ - ۶ - ۹ - اور (۱۰) بنتا گیا۔ ذرا غور سے ان چھ ہندسون کو دیکھو کہ تھوڑی سی زیادتی اور تبدیلی کرکے ایک ہی سے کسطرح یہ دوسرے ہندسے بنائے گئے ہین۔ رہے ہندسہ جات ۵ - ۷ - ۸ - اگر مزید غور کروگے تو ان مین بھی ہندسہ (۱) کی ہستی مشہود ہے اگر ہم ہندسہ ۷ - ۸ - کو اُلٹ کر دیکھین تو اُن مین بھی (۱) کا ہندسہ پایا جائے گا ہندسہ (۱) کو اگر گولائی دی جائے تو (۵) کا ہندسہ بن جاتا ہے۔

دس سے آگے بڑھو تو وہی صورتین ہیر پھیر کے لائی جاتی ہین یہ مان لینا چاہیے کہ شروع سب مفرد اور مرکب ہندسون کا (۱) ہندسہ ہی ہے گویا ہندسی دُنیا مین (۱) کا ہندسہ ہندسون کا نفس واحدہ ہے۔ دوسری زبانون کی ہندسی اشکال سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہندسہ (۱) ہی سے سب دیگر ہندسون کی تدوین اور ترکیب ہوئی ہے۔

## ہندسہ

بعض لوگ کہتے ہین کہ چونکہ ہندسہ یا ہندسون سے اندازہ ہوتا ہے اس واسطے یہ اندازہ کا اُلٹ ہے ہماری رائے مین یہ درست نہین غالباً چونکہ یہ علم ہند سے نکلا ہے اس واسطے ہندسہ کو ہندسہ کہتے ہین۔ علم ہندسہ وہ علم ہے جسمین ہندسی قوتون اور ہندسی جوڑ میل کا بیان ہوتا ہے کاروباری زندگی مین ہر ملک اور ہر قوم کے اندر ہندسہ سے جو کام شب و روز پڑتا ہے وہ مخفی نہین جو قوم علمی رنگ مین علم ہندسہ اور قیمت ہندسہ سے بے بہرہ ہے وہ گویا اپنی زندگی کی قیمتی اور ضروریات سے بے بہرہ ہے

ریاضی مین ہندسہ ہی پردہان ہر اور ریاضی کی قوت جو کچھ اس وقت دنیا مین کام کر رہی ہر وہ ظاہر ہر
جو شخص علم ہندسہ جانتا ہر وہ مہندس ہر مہندس کون ہر جو علم ہندسہ جانتا ہو۔

## ہندسون کی طاقت

شروع کے ہندسہ (۱) کی طاقت بہت بڑی طاقت ہر اس طاقت کی بدولت اس کی
ذریات بے اندازہ مانی گئی ہر ایک کا ہندسہ اگرچہ ایک ہر مگر تھوڑی سی تبدیلی سے اسکی طاقت
بڑھتی جاتی ہر ایک ہی طاقت اپنی وسعت کے تحت مختلف طاقتوں کی مددان اور ترتیب دیتی [illegible]
خلقت مین ایک ہی کی طاقت کام کر رہی ہر چونکہ ایک ہی یا واحد طاقت کل طاقتوں کی بنیاد ہر
اس واسطے ہر نوع کے شروع کی ایک ہی طاقت بھی تحت اس بنیادی ایک طاقت کے مختلف
صورتون مین وحدت سے ترقی کر کے کثرت کی طاقت مین منتقل ہو رہی ہر اور ہمارے اردگرد سب
اسی کا ظہور اور حدوث ہر۔

ایک کی طاقت سب طاقتوں سے زبردست اور سب طاقتوں کو محتوی ہر [illegible] نیچے
اُتر کر جسقدر اضافی طاقتین ہین وہ لیتا اس طاقت ایک سے [illegible] ہندسہ (۲) کی طاقت
اگرچہ ہندسہ (۳) کی طاقت سے کم ہر مگر اس مین شامل ہر اسی طرح ہندسہ (۳) کی طاقت ہندسہ
(۴) مین شامل ہر اور مقابلتاً ہر ایک دوسرے ہندسہ کی طاقت [illegible] پہلے ہندسہ کی
طاقت سے زیادہ ہر برخلاف ایک کے باوجود پہلے ہونے کے بھی آخری یا دوسرے ہندسون سے
زیادہ طاقتور ہر کیونکہ بالمقابل دیگر اضافی ہندسون کے وہی ایک بنیادی ہندسہ ابتدائی طاقت ہر

## صفر

علم ہندسہ صفر کی ایک بڑی طاقت ہر لغوی معنی اگرچہ لفظ صفر کے خالی اور [illegible] کے ہین
مگر ہندسی حساب مین صفر سے وہ نقطہ مراد ہر جو عدد کے دائین جانب ہونے سے دس گنی طاقت بڑھاتا
ہر اور بائین جانب ہونے سے کچھ قیمت نہین پاتا [illegible] صورت پانچ (۵) کے [illegible] مثال [illegible]
انگریزی مین اب یہی صورت رائج ہے اگر عربی فارسی اور اردو مین لفظ [illegible] لکھتے ہین [illegible] قیمتی
اور دائین جانب لگ کر قیمت دار ہو جانا ثابت کرتا ہر کہ ایک طاقت کے استعمال سے [illegible]
طاقت قیمتی اور طاقتور ہو جاتی ہر جس ہندسہ کے ساتھ صفر ہو گا اس کی طاقت [illegible]

# بعض ہندسوں کی اضافی قیمت

بعض ہندسے اضافی قیمت بھی رکھتے ہیں قیمت کہہ لو یا خصوصیات اور تاثرات مختلف زبانوں اور مختلف بول چال میں بعض ہندسے ایک اضافی خصوصیت اور اضافی قیمت یا طاقت رکھتے ہوئے بالخصوص شہرت رکھتے ہیں۔ دنوں کی طرح کوئی ہندسہ کچھ خصوصیت رکھتا ہے اور کوئی کچھ محاورات اور بول چال میں ایسی خصوصیت اور قیمت کا علم ہوتا ہے کبھی کبھی ایسی قیمت اور طاقت کسی وجہ سے موجب ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی دمی رنگ میں مختلف تعبیریں کی جاتی ہیں۔

ہندسوں میں سے پانچ۔ سات۔ تین اور تیرہ کو خصوصیت سے تعبیری پہلو سے شہرت حاصل ہے تنقیدی رنگ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کیوں رفتہ رفتہ لوگوں کے خیالات اور اذہان ایسی ایسی انوکھی تعبیرات یا تاویلات اور اجتہادات کے یوں رہین ہوتے گئے ہیں اور کیوں ان تعبیرات کی یہ وقعت ہوئی اور کیوں ایسی قیمت لگائی جاتی ہے علم ہندسہ میں تو بظاہر ان تعبیرات کی بابت براہ راست کچھ نہیں کہا گیا ہاں ہندسہ کی شاخ جفر رمل اور جوتش میں ہندسوں کی کچھ نہ کچھ قیمت لگائی گئی ہے

## کسی قدر تعبیرات ہندسی

جب ہم اپنے رنگ میں چند ہندسوں کی تعبیرات اور اجتہادی تاویلات کی تقریروں اور تحریروں میں تفصیل دیکھتے ہیں تو یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ ان ہندسوں کی طاقت اور وقعت اثر اور خصوصیت کا سلسلہ ہر ایک ملک اور ہر ایک زبان میں جاری اور معمول رہتا ہے مثلاً

| | |
|---|---|
| سات پانچ کرنا | تکرار |
| سات پانچ لانا | جھگڑا نکالنا۔ |
| سات پردوں میں رکھنا | تحت احتیاط |
| سات پردے لگنا | حدیہ حرز |
| سات تودوں سے منہ کالا کرنا | بڑے درجہ کی نفرت۔ |
| سات دھارہو کر نکلنا | پھوٹ پھوٹ کر نکلنا۔ |
| سات سمر | موسیقی کے ساتوں درجے۔ |

| | |
|---|---|
| سات سمندر | دنیا کے کل بحر اعظم |
| سات سنگار | عورتوں کی سات آرائشیں |
| سات سوجوہے کھا کے بلی حج کو چلی | باوجود دیانی ہونے کے ادعاے نیکی۔ |
| سات سہاگنوں کو کھلانا | منت کی ایک رسم |
| سات سہیلیوں کا جھمکا | عقد ثریا۔ |
| سات پھیرے۔ | طواف وقت شادی۔ طواف گرد آتش۔ |
| سات اوصن | گرگ بندی۔ |

جب بعض لوگ فال دیکھتے ہیں تو اول سطر دیکھ کر پھر ساتویں سطر دیکھتے ہیں اور پھر ساتواں ورق یا ساتواں صفحہ ایسے ہی کہتے ہیں سات آسمان اور سات زمین۔

## تین اور تیرہ

سات کے ہندسے کے مقابلہ میں ہندسہ جات (۳) اور (۱۳) کی قیمت اور تعبیر و اجتہاد کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے جھگڑے کے وقت کہتے ہیں میاں تین دفعہ کہدو مجھے منظور ہوگا تین دفعہ کلمہ پڑھ کر کہو فیصلہ ہوجائے گا۔ تین لکیریں کھینچدو بس فیصلہ ہے۔ تین تیرہ مت کرو اصل بات کہو۔

تین بلائے تیرہ آئے دال میں پانی

تین پانچ۔

تین پانچ کرنا۔

تین بیٹر بکائین میاں باغبان۔

تین تیرہ۔

تین تیرہ کرنا۔

تین حرف بھیجنا۔

تین دن قبر میں بھی بھاری ہیں۔

تین کانے۔

(۱۳)

| | |
|---|---|
| تیرا تیزی | منحوس مہینہ صفر کا |
| تیرھوان دن | ہنود کی ایک ماتمی رسم کریا کرم کا دن |
| تیرھوین صدی | منحوس اور خراب صدی۔ |
| انگریزی کہاوت مین اگر میز یا دسترخوان پر ۱۳ مہمان ہون تو نحس ہے۔ | |
| نہ تینوان مین نہ تیرون مین | بے حقیقت |
| وہ تو بڑی تیرا تالی ہے۔ | ایک چالاک عورت۔ |

## ان تعبیرات کی فلاسفی

کبھی کبھی ہم یہ کہا کرتے ہین کہ بعض پُرانی باتون یا بعض پُرانے اجتہادات اور پرانی تعبیرات کی کوئی فلاسفی اور دلیل نہایت ہوتی ہان بعض تعبیرات اور بعض اجتہادات ایسے ہی ہوتے ہین کہین بعض تعبیراتی اور اجتہادی استدلال مدلل اور موجبہ بھی ہوتے ہین مزید غور کی ضرورت ہے۔ پنجاب مین فقرہ (نہ تینون مین نہ تیرون مین) کی بابت ایک کہانی بنائی ہوئی ہے نہین کہا جا سکتا کہ وہ کہان تک درست ہے وہ یہ کہ ایک عیاش مزاج آدمی نشۂ عیش پرستی مین بہت کچھ برباد رہکر یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ مطلوبہ کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے ایک دوست نے خانمان سوز مطلوب سے پوچھا تو اُس نے جواب مین کہا کہ میرے طالبون کے لئی ایک درجے ہین یہ طالب نہ تینون مین ہے اور نہ تیرون مین گویا اُس کی کوئی حقیقت ہی نہین۔ اِس کہانی سے بھی فلسفیانہ رنگ مین یہ پتہ نہین چلتا کہ تین اور تیرہ عدد کی تخصیص کی ضرورت کیا تھی یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ نہ چار مین اور نہ چودہ مین۔ اسی طرح سات پانچ کے بجائے سات اور چار نو اور چھ بھی کہا جا سکتا تھا۔

دراصل ہندسون اور اعداد مین سے بعض ہندسے مثل سات۔ پانچ اور تین و تیرہ کے بعض وجوہ کی بنیاد پر رفتہ رفتہ خاص کر دیے گئے ہین اس تخصیص کی وجہ سے ایسے اعداد ضرب الامثال کہاوتون اور خاص مقولات مین لائے جاتے ہین جیسے کہا جاتا ہے (نہ نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی) ایسے ہی نہ نو مین نہ تیرہ مین۔ اس محاورہ کی اصل بھی کسی بیسوا کے فحش قصہ سے منسوب ہے۔ اسی طرح نو دو بارہ سدھ ہو جانا۔ اور نو نقد نہ تیرہ اُدھار۔ اور نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی کے محاورات بھی ہین بعض محاورات ہندسی

کے وجوہ تو مبہم نہین لیکن بعض کے وجوہ سرسری طور پر معلوم نہین ہو سکتے۔

## محاورہ

محاورہ کیا ہی وہ کلمہ یا وہ کلام جسے چند ثقات نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے واسطے مختص کر لیا ہو جیسے پانچون انگلیان برابر نہین آپ بھی پانچون سوارون مین ہین۔ پانچون سوارون مین نام لکھوانا۔ پانچ مین نہ تین پر۔

کوئی محاورہ سوائے کسی خاص وجہ اور رابطہ کے نہین ہوتا عام اس سے کہ ایسی خصوصیت وجہ اور رابط موجہ ہو یا غیر موجہ مناسب ہو یا غیر مناسب وہ محاورات جن کی ترکیب کسی قدر غیر مناسب بھی ہوتی ہی۔ چونکہ عام بول چال اور روزمرہ مین آچکے ہوتے ہین اس واسطے کسی زبان مین اور اہل زبان کے نزدیک انکی بھی کچھ نہ کچھ قیمت ہوتی ہی جیسے کہ بعض غلط العام الفاظ بھی بعض صورتون مین تسلیم کر لیے جاتے ہین اگرچہ اُن کی قیمت کچھ بھی نہین ہوتی یا جیسے کہ بعض تابع مہمل الفاظ غیر مہمل الفاظ کے ساتھ بولے جاتے ہین۔

## آخر تخصیص ہندسون کی وجہ

بعض ہندسون کی تخصیص یہ دیکھتے ہوے کہ تقریر اور تحریر مین اُن کا اطلاق ایک سہولت اور ایک خصوصیت کے ساتھ ہوتا ہی [illegible] ہر مخصوص ہندسہ کی خصوصیت کی وجہ مناسب یا غیر مناسب کچھ نہ کچھ ہوتی ہی مثلاً ہندسہ (۳) کی خصوصیت یون ہوئی کہ بعض حالات مین تین ہی دفعہ قسم کھانے اور انکار یا اقرار کرلے پر بات کا فیصلہ ہو جاتا ہی اس واسطے دوسری صورتون مین پہلی تعبیر مقدم رکھی گئی۔ اسی طرح سات پانچ کا اطلاق بھی ہوتا ہی بعض وقت ایسے مخصوص ہندسون کا ایک خاص صورت مین اطلاق اس وجہ سے بھی کرتے ہین کہ لوگون کے عام کاروبار مین اِن ہی مخصوص ہندسون کے مطابق عمل بھی ہی۔

اور یہ بھی وجہ ہو سکتی ہی کہ عام بول چال اور عام کاروبار مین مقابلتاً بعض ہندسون کی طاقت زیادہ تر تسلیم کر لی گئی ہی۔ جیسے فن نقوش اور تعویذات مین پندرہ نقش اور تیرہ نقش کی طاقت اور کشش اس فن کے مشاق خصوصیت سے تسلیم کرتے ہین۔ یہ جدا بات ہی کہ نقوش پندرہ اور تیرہ مین عقلی اور عملی پہلو سے کوئی جذب اور کوئی اثر ہو یا نہ ہو لیکن جو لوگ اِن اعداد کو ایک خصوصیت دیتے ہین اُن کے خیال مین تو انمین

ایک طاقت اور جذب ہوتا ہے اور ان ہی کی رئیس سے اور لوگ بھی اُن کو مخصوص سمجھ لیتے ہین۔

## علم الاعداد

علم الاعداد نہ صرف معمولی کاروباری امور مین ہی کارآمد ہے بلکہ دوسرے فنون اور تجارت مین بھی ان کی بہت کچھ قیمتین اور خصوصیتین تسلیم کی گئی ہین۔ یہ جدا بات ہے کہ بعض لوگ اُن کی تصدیق نہ کرین بعض لوگون نے اعداد کی قیمتون پر جداگانہ بحث کی ہے اور ہر عدد کو دوسرے عدد کے مقابلہ مین خصوصیات اور کشش کے لحاظ سے زیر بحث لاکر ایک جداگانہ قیمت قرار دی ہے گو ان کی ایسی توجیہات دوسرون کے نزدیک کیسی ہی عام یا خام خیالات کا عکس ہون۔ عوام ہی اس قسم کے خیالات نہین رکھتے بلکہ خواص اور بڑے بڑے فلاسفر بھی اس کے حامی ہین۔ علامہ ابن خلدون کے مقدمہ تاریخ مین اس قسم کی بحثین پائی جاتی ہین۔

سلطان احمد

# افادات شاد

تہ شمشیر یا مشکل ہے رکھنا اپنی گردن کا
مگر آسان نہین پہچاننا قاتل کی چتون کا

کوئی صہبا کشی مین طاق کوئی مے پرستی مین
خرابات مغان مین جمع ہے اُستاد ہر فن کا

کہان چھوڑا ہے مجھ وحشی کو قاتل نیمجان تونے
وہ کالی رات، سناٹے کا عالم، بولنا رن کا

نکالے بیٹھ کر کانٹے نہ اپنے پاے زخمی سے
کبھی بھولے سے دل توڑا نہ ہمنے اپنے دشمن کا

جھکے پڑتے ہین موتی کان کے رخسار رنگین پر
خدا حافظ ہے اس نازک صراحی دار گردن کا

تہ خنجر کہین مین مٹ نہ جاؤن شرمساری سے
ادب لازم ہے اے خون گلو قاتل کے دامن کا

ترے در سے ہمین پردہ حرم مین کھینچتے کیون ہین
نہ لوٹا شیخ کو ہم نے نہ گھر چھینا برہمن کا

بہار باغ جاتی ہے کہو بلبل سنبھل بیٹھے
قریب آیا زمانہ نالہ و فریاد و شیون کا

وہ میکش ہون حیا سے اُٹھ نہین سکتین مری آنکھین
گوارا کب ہے جھکنا بزم مین شیشے کی گردن کا

مین بے بس ہون مرا آرام ہے غیرون کے ہاتھون مین
پھر اے پیری زمانہ آگیا اپنے لڑکپن کا

ہے ڈر ان واعظان شہر کی کافر نگاہون کا
لیے رکھتا ہون ساغر پر ہمیشہ سایہ دامن کا

وہ زلف مشکبو لپٹی نہ ہو کانون کے بُندون سے
سبب کھلتا نہین اے شاد اپنے دل کی اُلجھن کا

# غزل نعتیہ

فروری سنہ کے الناظر مین حضرت جوہر و جناب ماجد کی ہم طرح غزلین پڑھ کر دل مین ایک تحریک ہوئی جسکا نتیجہ ذیل مین ہدیۂ ناظرین ہے۔
ایک عرصہ کے بعد مہر خاموشی ٹوٹی تو سب سے پہلے جو اشعار نظم ہوئے وہ حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہین۔ یہ امر اتفاقیہ سہی لیکن اس خیال سے مجھے روحانی مسرت ہے (ف)

---

تھین عشق و محبت کی اللہ رے کیا گھاتین
معراج کے پردہ مین ہوتی تھین ملاقاتین

کچھ اشک ندامت کے، کچھ طور خجالت کے
دربار رسالت مین لایا ہون یہ سوغاتین

فردوس کی بخشش ہے، انعام ہے جنت کا
اک بندۂ عاصی کی اس درجہ مداراتین

مینوش پہ کیا کھلتے اسرار حقیقت کے
ہین ساقئ کوثر کی ساری یہ کراماتین

رحمت کی گھٹائین ہین، غفران کے ہین بادل
کیا وادی بطحا کی دلچسپ ہین برساتین

کیا نالۂ و شیون تھے، کیا گریۂ پیہم تھا
او غار حرا تجھ کو سب یاد ہین وہ باتین

ہے شوق حضوری سے اک دھن سی لگی دل مین
دن ہے تو دعائین ہین شب ہے تو مناجاتین

فاروق تصور ہے ہر وقت مدینہ کا
کٹتے ہین اسی مین دن کٹتی ہین یونہین راتین

(سید محمد فاروق شاہ پوری)

# شکریہ

مٹنے والا تم پر مٹ گیا۔ فدا ہو گیا۔ مگر اے جانِ جہان! تم نے اُس وقت اُسکی کچھ بھی دلدھی نہ کی۔ ارمانون۔ آرزوؤن کا خون کیا۔ اس کی حسرتون کو بیدردی سے ٹھکرا دیا۔ ....... !

چشمِ التفات کا ذکر ہی کیا ہو۔ تم نے تو کبھی اس پر اجنبی نگاہین بھی نہ ڈالین! آہ تمھاری بیرخی بے التفاتی تھی کہ گردشِ قسمت! ........

عقل نے اسے دھوکا دیا۔ دل پر حسرتون نا اُمیدیون کا تسلط ہو گیا۔ ظالمون نے یہان تک مجبور کر دیا کہ تمھارے جمالِ جہان آرا سے دور سے بھی لذت اندوز ہونیکی اجازت نہ دی۔ مگر دل شریف دل!! سچی محبت کے پاک جذبات سے بھرا ہوا دل!!! وہ دل جو تمھاری نذر ہو گیا تھا!!!! ویسا ہی وفادار رہا۔ تمھاری یاد اس مین ویسی ہی قائم رہی۔

خدا جانے تم نے کیا خیال کیا۔ مگر دُنیا نے تو اُسے بوالہوس کا خطاب دیا۔ رقیبون کو فتحمندانہ اطمینان حاصل ہوا۔ غمخوار بے فکر ہو گئے۔ دوستون مین غائبانہ چہ میگوئیان ہوئین۔ اور رفتہ رفتہ یہ قصہ بھی پُرانا پڑ گیا۔

---

جذبۂ عشق کب تک بے اثر رہے گا ........ سچی محبت کی کشش کب تک اثر نہ کرے گی؟ ........ قطب نمائے حسن کی سوئی کب تک اضطرار کی حالت مین رہیگی؟ ..... سوسائٹی کی بیجا یا بجا علائق کا کب تک رُک رُکاؤ رہیگا؟ ......... پاک معصوم اور بھولا بھالا دل کب تک متأثر نہوگا؟ ......... بوالہوسون کی غرضی نمایش کا کب تک رنگ نہ کھلے گا؟ ......... نیک کانشنس نادانستہ ظلم کی تلافی بغیر کب تک مطمئن رہیگا؟

عاشقِ ہجران نصیب کی برگشتہ قسمت نے پلٹا کھایا۔ تغافل کا عکس شروع ہوا۔ نامراد کی بختِ خفتہ نے کروٹ لیکر آنکھین کھولدین۔ خرمنِ حسن مین عشق کی چقماق سے آگ لگ گئی اور ایسا شعلہ بھڑک اُٹھا کہ تمام خس و خاشاک اُس سے جل کر خاکستر ہو گئے۔ سوسائٹی کی بندشین تارِ عنکبوت ہو گئین۔ اور مسیحا خود بیمار

پڑ کر اپنے بیمار کی زیارت کو چلا !! . . . . . . . . .

---

یا وہ بیرخی تھی کہ آنکھیں اُٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ تھا یا یہ التفات ہو کہ آنکھیں اُٹھنے کی خود منتظر ہیں !!

ناکام آرزو کو خواب کا گمان ہوا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ کمزور قلب تڑپ کر اپنے مرکز سے ہٹ گیا اور اپنی بساط سے بڑھ کر دل دھڑکنے لگا . . . . . . . . .

حسرتوں نے اپنی اٹوانٹی کھٹوانٹی اُٹھانے میں دیر کی ! . . . . . . بسمل نیم جان پر شادی مرگ کی حالت طاری ہو گئی !! . . . . . . . پرستار حسن نے لن ترانی کی جگہ نیچی نظریں پائیں . . . . . آخر اس گستاخی نما تحیر کا خاتمہ ہوا۔ شعور نے اپنی موجودگی کا یقین دلا کر خواب کے خیال کو دھو ڈالا . . . . .

مگر آہ ! . . . . . . اس احسان کے شکریہ کے اظہار کے لیے تمام دنیا کی زبانیں گونگی ہیں اور تمام مذاہب کے سجدے بیکار !! . . . . . . . . . . .

اے وفا ہرگز نہ بود کہ شیوہ ات
از وفا این لطف تو بالاتر است

م ۔ ح ۔ مسلم

---

محفل میں اُن کے سامنے گو میں خموش تھا　　ظاہر نگاہ شوق سے اُلفت کا جوش تھا

مجنوں کی خاک دوشِ صبا پر تھی نجد میں　　لیلیٰ کی جستجو میں وہ خانہ بدوش تھا

بیخود وہ ہو گئے تری کافر نگاہ سے　　دعوائے صبر تھا جنھیں دعوائے ہوش تھا

مجھ سا گناہگار سرِ حشر بچ گیا　　دامن ترے کریم کا مرا پردہ پوش تھا

پروانے کی خطا نہیں اے شمع بزم یار　　تجھ سے لپٹ گیا یہ محبت کا جوش تھا

قاضیِ شہر شیخ حرم ہو کہ محتسب　　ساقی نے جس کو دیکھ لیا بادہ نوش تھا

دل جل رہا تھا صورت پروانہ بزم میں
باسط مثال شمع گو میں خموش تھا

باسط بسوانی

# "پردہ"

پردہ اگر نہ ہوتا تھا انتظام مشکل — پردے میں ہو رہے ہین دنیا کے کام مشکل
کس طرح چین آتا کیونکر حیات ہوتی — دن کی جو روشنی پر پردہ نہ رات ہوتی
پردہ اگر نہ ہوتا دل میں لہو بھرا تھا — پردہ اگر نہ ہوتا کعبہ مین کیا دھرا تھا
تو ماہ پہلے قیاء فطرت مین چین پایا — پردہ جو لازمی تھا پھر گور نے چھپایا

پردہ کی سب ہے قوت اعضا میں کچھ نہ ہوتا
پردہ اگر نہ ہوتا دنیا مین کچھ نہ ہوتا

کس طرح جان کھوئے پروانہ نیمجان ہے — فانوس کا تو پردہ اے شمع درمیان ہے
پردے مین تو چھپی ہے لیکن ٹلے وہ کیونکر — بیتاب ہو رہا ہے تجھپر جلے وہ کیونکر
پروانے کا نہ سننا اپنا نہ حال کہنا — اے شمع کس سے سیکھا پردہ مین بیٹھ رہنا
تو زرد ہو گئی ہے آنسو ترے بہے ہین — پردے مین راز تیرے پروانے لے رہے ہین
پردے مین تو چھپی ہے کیا جانستان ادا ہے — تو جان لے رہی ہے وہ جان دے رہا ہے
دعوی ترا بجا ہے فانوس مین نہان ہے — انداز حسن تیرا پردے سے بھی عیان ہے

پروانے کو میسر ہرگز طپش نہ ہوتی
پردہ اگر نہ ہوتا ایسی کشش نہ ہوتی

تاثیر اپنے دل پر کیا کیا اثر فزا ہے — پیش نظر نہیں ہے پردے مین ہر صدا ہے
برسون پھرے چمن مین برسون تلاش کی ہے — گل سامنے عیان ہے پردے مین تو چھپی ہے
پردے کی رہنے والی کیا لطف آرہے ہین — تیرے نسیم جھونکے دل گدگدا رہے ہین
شاید نہ تھی چمن مین امید کا مگاری — بے پردہ ہو کے شبنم پردے مین پھر سدھاری

پردے مین رہکے یار پردہ نشین نے مارا
پردے سے اُس نے ہمکو سو طرح پکارا

کوئی صدا سُنی جب یادِ نگار آئی
دل نے کہا تڑپ کر آواز یار آئی
نالے نہ در بدر ہم یوں دلخراش کرتے
پردہ جو وہ نہ کرتا کس کو تلاش کرتے
بے پردہ سامنے تو اے پردہ ور کھڑا ہے
پردہ دُوئی کا اپنی آنکھوں پہ خود پڑا ہے
انداز کون ہی جو قائل نہین تمھارا
پردے سے باہر آنا مشکل نہین تمھارا
ہستی جلا کے ہم بھی اُٹھ جائین گے جہان سے
پردہ کو پھونک دین گے آہِ شرر فشان سے

آنکھون مین پھر رہا ہی رو برو چھپا ہے
او دل کے رہنے والے کیون ہمسے تو چھپا ہی

پردے مین کیون چھپا ہی اے نور بے نیازی
ہر شان سے عیان ہی شان کرشمہ سازی
نکہت چھپی ہوئی ہی اُسمین بھی خوے تیری
گل مین ہی رنگ تیرا گلشن مین بو ہی تیری
باغ جہان پہ تیرا احسان ہی غائبانہ
ہر برگ کہہ رہا ہے ہم سے ترا فسانہ
سامان کارسازی پردے مین ہو رہے ہین
انداز دلنوازی پردے مین ہو رہے ہین
روتے ہین منھ چھپا کر راتون کو رونیوالے
پردے مین ہو رہے ہین سب کام ہونیوالے

دل مین ہمین جگر وہ دیر آشنا نہ ملتا
پردہ اگر نہ ہوتا پھر بھی مزا نہ ملتا

## حکیم جگر صدیقی زمیندار سوان

اب قفس سے نہ جدا کر مرے صیاد مجھے
آشیان یاد ہے ظالم نہ چمین یاد مجھے
کچھ بھی شکوہ نہین تجھسے ستم ایجاد مجھے
کر دیا میری تمناؤن نے برباد مجھے
دلکشی خانۂ زندان کی بتاؤن کیونکر
کر نہ دین اہل ستم قید سے آزاد مجھے
درد دل کہنے پہ مجبور نہ کر اے صیاد
مہربان پا کے تجھے کچھ نہین اب یاد مجھے
دل سودا زدہ پھر جان سے بیزار ہوا
لیچلا پھر طرف کوچۂ جلاد مجھے
خوشنوایان گلستان کی نشانی ہون مین
ذبح کر کے کہین چھپائے نہ صیاد مجھے
اپنی تقدیر کی خوبی پہ ہون نازان سرشار
بعد مدت مرے قاتل نے کیا یاد مجھے

صد العمر جگر صاحب سرہندی

# نقد و تبصرہ

(از "ناظر")

## (الف) ادب

(۱) مجموعہ کلام جوہر - مولانا محمد علی کے کلام کا مجموعہ - حجم ۵۴ صفحہ - تقطیع جیبی - مع تصویر مولانا - قیمت ۴ر
ملنے کا پتہ : جامعہ ملیہ اسلامیہ (نیشنل مسلم یونیورسٹی) علی گڈھ

فطرت کبھی کبھی غیر معمولی فیاضی سے کام لیکر ایسے افراد بھی پیدا کرتی رہتی ہی، جن کی ذات مختلف و متعدد صفات عالیہ کی جامع ہوتی ہی اس قسم کے افراد مین سے ایک ہمارے مولانا محمد علی جوہر بھی ہین - ان کی انگریزی انشا پردازی ایک زمانہ سے مسلم چلی آتی ہی - فن صحافت (جرنلزم) مین اُن کے کمالات کا اعتراف تمام ماہرین فن کر چکے ہین، اُن کی قوت تقریر مخالفین پر بھی اپنا سکہ بٹھا چکی ہی، اُن کا حُب قوم شک و تذبذب کے مرتبہ سے مدت ہوئی ارفع ہو چکا ہی، لیکن کم لوگون کو معلوم ہو گا کہ وہ جس پایہ کے انگریزی ادیب ہین اسی مرتبہ کے اردو کے شاعر بھی ہین - ان کی شاعری رسمی قافیہ پیمائی نہین - دل سے نکلے ہوے شرارے ہین، دردو اثر سے کوئی مصرع خالی نہین "انچہ از دل خیزد بر دل ریزد" قدیم فارسی مقولہ ہی پیش نظر اوراق اس مقولہ کی پوری تصدیق کرین گے - زبان کی سلاست اور بیان کی صفائی اُس پر مستزاد ہین آورد و تصنع کی جھلک ایک شعر مین بھی نہ ملے گی، ساری کتاب آپ بیتی، "آمد" بے تکلفی برجستگی کا ایک مسلسل مرقع ہے

چند اشعار ملاحظہ ہون ؎

تم یون ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسینؑ ابن علیؑ کو
خوش ہون وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

مین کھو کے تری راہ مین سب دولت دُنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر مین کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

کیون ایسے نبی پر نہ فدا ہون کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہین برا میرے لیے ہے

---

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد — ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
قتلِ حسین اصل مین مرگِ یزید ہے — اسلام زندہ ہوتا ہی ہر کربلا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے — میرا لہو بھی خوب ہی تیری حنا کے بعد
لذت ہنوز مائدہ عشق مین نہین — آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

---

جہان انہوں نے تعقیبہ مضامین باندھے ہین وہان کلام مین غیر معمولی لطف و کیف پیدا ہو گیا ہے
جس کی قدر اہل دل ہی کر سکتے ہین مثلاً ؎

تنہائی کے سب دن ہین تنہائی کی سب راتین — اب ہونے لگین اُن سے خلوت مین ملاقاتین
کوثر کے تقاضے ہین تسنیم کے ہین وعدے — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتین
معراج کی سی حاصل سجدون مین ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر مین اور ایسی کراماتین
بے مایہ سہی ناہم لیکن شاید وہ بلا بھیجین — بھیجی ہین درودون کی کچھ ہم نے بھی سوغاتین

تمام محاسن ظاہری و معنوی کے ساتھ مرتب صاحب سے دو ایک فروگذاشتین بھی ہو گئی ہین مثلاً
صفحہ ۳۹ پر جو مطلع "اسلام کے بعد" والی غزل کا درج ہی یہ مطلع حضرت جوہر کا نہین بلکہ حضرت آغا زکی یوری کا ہی جو اُن کے مطبوعہ دیوان مین موجود ہی۔ اسی طرح صفحہ ۱۳ پر جوہر کا ایک دلچسپ شعر درج ہونے سے رہ گیا ہی ؎

تم تو کعبہ کے خدا تھے پھر نکالے کیون گئے
اے بتو کیسی خدائی ہو گئے ہوتے ہی گئی

---

(۲) انتخاب زرین۔ مرتبہ مسٹر سید راس مسعود ڈائرکٹر تعلیمات حیدرآباد دکن۔ حجم ۲۸۰ صفحہ تقطیع متوسط
کاغذ چکنا کتابت و طباعت خوشنما۔ ملنے کا پتہ منیجر نظامی پریس بدایون قیمت فی نسخہ مجلد ۱۲؎
مختلف شعراء کے کلام کو اپنے مذاق کے مطابق انتخاب کر کے بیاض یا گلدستہ مرتب کرنا قدیم سے
دستور چلا آتا ہی۔ سید راس مسعود صاحب ناظم تعلیمات سرکار دکن نے بھی گذشتہ و موجودہ اردو شعراء کا
کلام اسی طرز پر اپنے مذاق کے مطابق منتخب کر کے شائع کیا ہی۔ اصول انتخاب مرتب صاحب کے
الفاظ مین یہ رہا ہے:-

"میں نے وہی کلام انتخاب کیا ہے جس کو میرے دل نے پسند کیا جن اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا انھیں کو میں نے اس تذکرہ میں لیا ہے اور جن اشعار سے صرف عارضی یا فوری ولولہ پیدا ہوتا تھا اُن کو ترک کر دیا ہے" (دیباچہ صفحہ ۲)

ظاہر ہے کہ کوئی انتخاب ایسا نہیں ہو سکتا، جو ہر مذاق کے موافق ہو تاہم یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ پیش نظر مجموعہ کا بیشتر حصہ ایسا ہے، جو ہر صحیح المذاق شخص کے انتخاب میں آسکتا تھا، مولف صاحب کا نشوونما تمام تر انگریزی صحبتوں میں ہوا ہے اس بنا پر خیال یہ تھا، کہ اُن کا ذوق بھی تمام تر مغربی ہوگا۔ اور ہندوستان کی مادری زبان اُن کے عرصۂ التفات سے خارج ہوگی۔ یہ تالیف اس خیال کی تردید کے لیے بالکل کافی ہے اور اُردو کا ہر بہی خواہ یہ دیکھ کر خوش ہوگا کہ سید احمد خان کے خاندان سے ابھی خدمت زبان کا ولولہ اور ذوق ابھی بالکل رخصت نہیں ہو گیا ہے۔

مجموعہ کا اکثر حصہ غزلوں پر مشتمل ہے، لیکن دیگر اصناف سخن (مرثیہ، سلام، قطعات، مسدس وغیرہ) کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، کل ۹۵ شعرا کا انتخاب دیا گیا ہے جس میں ولی دکھنی سے لیکر عزیز لکھنوی تک تقریباً تمام قابل ذکر شعرا آگئے ہیں، منتخب نظموں کی تعداد ۱۲۱۲ تک پہنچی ہے، ہر شاعر کے مختصر حالات بھی چند سطروں میں مندرج ملتے ہیں صحت سنین ولادت و وفات کا خاص اہتمام رکھا گیا ہے۔ غالب، حالی، اقبال، میر پر زیادہ توجہ رہی ہے، جو بالکل بجا ہے، البتہ پورے ۶ صفحے چکبست صاحب کی نذر کر دینا، اور حضرت اکبر کی صرف ایک غزل کا انتخاب کرنا ایک طرف اسراف بے محل اور دوسری طرف بخل بیجا کا ثبوت دیتا ہے جا بجا مسامحات بھی ملیں گے مثلاً غالب کا مدفن احاطہ درگاہ حضرت محبوب الٰہیؒ بتایا ہے۔ یہ صحیح نہیں، احاطہ درگاہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک جُدا گانہ مختصر حلقہ میں غالب کی قبر ہے۔ نظم طباطبائی کا سال ولادت بھی محتاج تحقیق رہ گیا ہے۔

(۳) انتخاب مخزن۔ ضخامت ۲۰۰ صفحہ تقطیع ۱۸ × ۲۲ ۔ کاغذ وطباعت درجہ اوسط قیمت عہ/ ملنے کا پتہ:۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب۔ لوہاری دروازہ۔ لاہور

مخزن لاہور کی ابتدائی جلدوں کا انتخاب پندرہ سال ادھر شایع ہو کر ملک میں مقبول ہو چکا ہے، یہ انتخاب بعد کی ۹ جلدوں کا ہے، نوعیت مضامین کا اندازہ عنوانات ذیل سے ہوگا:۔ موسیقی، خوشی، خدا کی مستی، فریب دولت، تولہ بھر ریڈیم، نابینا بیوی، حضرت کرشن وغیرہ مضمون نگاروں میں خواجہ حسن نظامی شیخ عبدالقادر، سلطان حیدر جوش، سجاد حیدر، لالہ لاجپت رائے، باقر علی داستان گو کے اسماء گرامی قابل ذکر

ہیں۔ حصہ نظم میں اکبر، اقبال، محمد علی جوہر، ناظر، تسلیم و وحشت کی جادو بیانیاں اپنی جانب متوجہ کرینگی مجموعہ فی الجملہ دلچسپ ہے البتہ فہرست مضامین کا فقدان باربار ناگواری کے ساتھ محسوس ہوتا ہے۔

## (ب) سیرت و تاریخ

(۱) تاریخ الامت حصہ اول سیرۃ رسول اللہ صلعم
(۲) تاریخ الامت حصہ دوم خلافت راشدہ

مولفہ حافظ محمد اسلم صاحب استاد تاریخ اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ علیگڈھ
مجموعی ضخامت ... صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ، طباعت درجہ اوسط
ملنے کا پتہ :-
دفتر جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ۔ قیمت ۔ عار

جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانان ہند کی بہترین توقعات کی مرکز ہے اس کا بانی (محمد علی) اسلام اور حضور شارع اسلام صلعم کے ان شیدائیوں میں ہے جو صدیوں میں پیدا ہو کر بلال حبشی اور ویس قرنی رح کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں، جامعہ کا دعوی یہ تھا کہ وہ قوم کو دماغی غلامی اور ذہنی فرنگیت کی محکومیت سے آزادی دلا کر ذوق صحیح و طلب حق پیدا کرے گی۔ اس اسلامی دار العلوم میں تاریخ اسلام کی مسند درس حافظ محمد اسلم صاحب کے سپرد ہوئی تھی جن کا تازہ کارنامہ تاریخ الامت کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

سیرت نبوی پر قلم اٹھانا، ایک مسلمان کے نزدیک دنیا کے سامنے دشوار ترین کام ہے۔ حضور سرور کائنات صلعم سے متعلق قلم کی ایک معمولی غیر ذمہ دارانہ جنبش بھی ایک مسلمان کے عقیدہ میں انتہائی جرم ہے چنانچہ اس زمانہ کے آزاد خیال علما تک اس جرأت کا قصد کرتے ہوئے مدتوں ہچکچاتے رہے مولانا شبلی کی وسعت نظر، ذوق تحقیق، اور پھر آزاد خیالی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ با اینہمہ جب انھوں نے تالیف سیرت نبوی کی تحریک پیش کی تو صاف اعتراف کیا :-

> میں مدت سے ان باتوں کا احساس کر رہا تھا لیکن اس بنا پر قلم اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ آنحضرت کے واقعات میں ایک حرف بھی صحت کے اعلیٰ معیار سے ذرا اتر جائے تو سخت جرم ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں سیکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن جو گروہ زیادہ محتاط اور ادب شناس تھا اس نے بہت کم جرأت کی۔ کبار محدثین ... نے سیرت نبوی میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔" (الندوہ، جنوری ۱۹۱۲ء)

لکھنے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں لیکن یہ حالت ہے کہ کام کے احساس عظمت سے ہاتھ کانپنے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

"اس شدید ضرورت کو تسلیم کرتا ہون لیکن یہ کام انجام دینا آسان نہین ہین اُن مشکلات کو کسی قدر توضیح سے لکھتا ہون تاکہ قوم اپنی اور میری ذمہ داریون کو اچھی طرح سمجھ لے" (ایضاً)

خود سیرت کے دیباچہ مین بھی ان مشکلات کا اعتراف ملتا ہے:-

"میرا فرض اولین یہی تھا کہ تمام تصنیفات سے پہلے مین سیرت نبوی کی خدمت انجام دیتا لیکن ایک ایسا اہم اور نازک فرض تھا کہ مین مدت تک اسکے اداکرنے کی جرأت نہ کرسکا...... واقعہ یہ ہے کہ کوئی تصنیف اس تصنیف سے زیادہ دیرطلب و جامع مشکلات نہین ہوسکتی" (سیرت نبوی حصہ اول جلد اول صفحہ ۵)

یہ اعتراضات شبلی کے تھے، لیکن ہمارے اُستاد تاریخ اسلام، کا فضل و تبحر اس قسم کی مشکلات سے ارفع تھا، اُن کے پیش نظر قدما کی تصانیف کا اسقدر عظیم الشان ذخیرہ موجود تھا، کہ

"اُن سے اس زمانہ کی تاریخ کا مرتب کرلینا آسان کام ہے" (تاریخ الامت حصہ اول صفحہ ۷)

ہمارے محقق کو جو کچھ دشواری محسوس ہوئی، وہ صرف یہ تھی، کہ ان قدیم مصنفین نے

"صرف واقعات کو سلسلہ وار جمع کردیا ہے، نہ اُن کے اسباب سے تعرض کیا ہے نہ انکی نسبت رائین لکھی ہین" (صفحہ ۸)

اس قدیم طریقہ تصنیف پر اگرچہ عقلاً و نقلاً کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا، خود حافظ اسلم صاحب کے نزدیک بھی۔

"اصولاً و انصافاً یہ طریقہ پسندیدہ تھا" (صفحہ ۸)

تاہم اس حقیقت کبریٰ سے یہ روشن خیال محقق کیونکر قطع نظر کرسکتا تھا کہ

"اب زمانہ بدل گیا ہے، لوگ مورخ کی رائے کو ضروری سمجھنے لگے، اس لیے خود مسلمان بھی اپنی روش بدلنے پر مجبور ہوگئے" (صفحہ ۸)

اللہ اکبر! کسقدر قوی دلیل اور کسقدر معقول وجہ ارشاد ہوئی ہے، یہ نہین کہ قدما کے طرز تحریر مین کوئی مذہبی سقم تھا، یہ نہین کہ ان کا طریق بیان حق و صداقت سے الگ ہوتا تھا، یہ نہین کہ اس پر عقلاً کچھ اعتراضات وارد ہوسکے ہین، بلکہ یہ اور صرف یہ جُرم اُن پر عائد ہوتا ہے کہ اُنھون نے موجودہ مغربی معیار کی پیروی نہین کی! ہمارا روشن خیال محقق اور سب کچھ سہہ سکتا ہے، لیکن اس کی برداشت اُس کے امکان سے باہر ہے کہ اس کی تحریر کا ایک حرف بھی موجودہ مغربی معیار سے گرا ہوا سمجھا جائے۔ اس کی روشن خیالی کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ اس نے قدما کے ذخیرہ تصانیف کو خرافات و ناقابل التفات سمجھا اور بجائے ماخذ اصلی کی طرف رجوع کرنے کے اپنے پیش نظر

اپنے ایک ہمعصر اور ہم چشم (اس لیے کہ وہ صاحب بھی جامعہ مصریہ مین اُستاد تاریخ اسلام ہین) کی تازہ تالیف کو رکھا۔ یہ کوئی قیاس یا بدگمانی نہین۔ حضرت مؤلف ایک ایسی جسارت کے ساتھ جو صرف ادی مجرمون کے ساتھ مخصوص ہے، اپنی اس روشن خیالی کی تصریح فرماتے ہین :-

مین نے جسوقت اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا، تو دیکھا کہ قدیم تاریخون سے کار برآری مشکل ہے، اسلیے جدید تصنیفات پر نظر دوڑائی ان مین علامہ شیخ محمد الخضری استاد تاریخ الاسلام جامعہ مصریہ ... کی تاریخ الامم الاسلامیہ مجھے ملی، جس سے وہ مشکل آسان ہوگئی"، (صـ ۲)

اس مشکلکشا کا ذرا وصف مخصوص بھی سن لیجیے۔ یہ نہین، کہ اسکے مصنف قدیم ذخیرہ تصانیف پر کوئی بڑی گہری یا وسیع نظر رکھتے ہین۔ یہ بھی نہین، کہ ذات حضور سرور کائنات صلعم کے ساتھ کوئی قلبی نسبت رکھتے ہین، اور پھر یہ بھی نہین، کہ روایات کی عقلی تنقیح و تنقید مین کوئی خاص دستگاہ رکھتے ہین، بلکہ یہ اور صرف یہ، کہ خیر سے ہماری جامعہ ہندیہ" کے استاد تاریخ اسلام کی طرح یہ جامعہ مصریہ کے استاد تاریخ اسلام بھی روشن خیالی سے بہرہ وافر رکھتے ہین، ارشاد ہوتا ہے۔

مشکل آسان ہوگئی، کیونکہ شیخ موصوف نے اس کتاب کو موجودہ اصول تاریخ نویسی کے مطابق مرتب کیا ہے" !! (صـ ۲)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک سچا عاشق رسول ص محمد علی، مغربیت و فرنگیت سے تنگ آکر ایک خالص اسلامی درسگاہ قایم کرتا ہے، مسلمانون کو یورپ کی دماغی غلامی سے نجات دلانے کی سعی مین اپنی دنیا برباد کردیتا ہے، اپنی درسگاہ مین قرون اولی کی فضا پھیلانا چاہتا ہے۔ اسی درسگاہ کا ایک تنخواہ دار معلم، جس کے سپرد تاریخ اسلام جیسا مقدس مضمون ہے، اس مقدس درسگاہ کے احاطہ کے اندر وہی مسموم فضا پھیلاتا ہے، جس کے اندر خود اُس کی عمر کا بیشتر حصہ (قدیم علی گڈھ کالج مین رہکر) گذرچکا ہے، اور اپنی دماغی غلامی کو کھلے خزانہ طلبہ تک متعدی کررہا ہے۔

تہذیب جدید کا یہ آنریری مشنری اپنی روشن خیالی کا مزید ثبوت یون دیتا ہے:-

"تاریخی حیثیت سے ہم کسی شخص کی صرف اُس فضیلت کو لکھ سکتے ہین، جسکا ثبوت واقعات سے ملے" (صفحہ ۳)

لیکن۔ لکھنا شاید سہواً نظرانداز ہوگا، کہ کسی "واقعہ" کی واقعیت کا کیا معیار ہے؟ یقیناً کہ وہ روایت بسے یورپ والے تسلیم کرلین۔

کانِ عقلیت کے چند جواہر ریزے بھی قابل ملاحظہ ہین :-

"مسلمان بھی دوسری قومون کی طرح اپنے پیشوایان مذہب کے ساتھ عقیدت مندی مین غلو کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ان سے کسی قسم کی غلطی کا ہونا محال تھا یہی وجہ ہے کہ اکثر ائمہ و بزرگان دین کی سوانح عمریان . . تاریخی معیار سے دور جا پڑی ہین . . . . ہمارے بیان کی بنیاد علم پر ہے نہ کہ عقیدت پر، ہم نے یہ فرشتون کی تاریخ نہین لکھی ہے بلکہ انسانون کی" (ص)

اس بیگانۂ عقیدت مدعی علم و دانش سے کوئی یہ دریافت کرے، کہ صحابہ کرام کا انسان ہونا بالکل مسلم لیکن کیا وہ اس درجہ اور اسی طرز کے انسان تھے جیسے وہ خود، یا سطور ہذا کا راقم یا اُن کے ناظرین ہین ؟ اور کیا اُن کے مشاجرات اور باہمی نزاعات" پر اسی طرح رائے قائم کی جا سکتی ہے جیسی آج لائڈ جارج دیونیکار کی باہمی چوٹی بیزار پیہ ہو سکتی ہے ؟ حافظ اسلم صاحب کی علمی قابلیت "اخلاق و عادات پر آج اگر ایک تین چار سال کے بچے سے رائے لی جائے، تو حافظ صاحب کہانتک اسے جائز رکھین گے ؟ بعینہ یہی نسبت حافظ صاحب کو حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ہے، آج ایک جاہل گنوار اگر ڈارون کے اصول ارتقا یا کینٹ کے فلسفہ پر تنقید کرنے لگے تو حافظ صاحب غالباً اسے آگرہ کی ایک مخصوص سرکاری عمارت مین بند کیے جانے کی تجویز فرمائین لیکن باسمہ العظیم اس سے ہم آہ ! یہ جسارت روا کی ہے کہ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو "بے تدبیری" "بے صبری" "کمزوری ارادہ و تعجیل کاری" کا ملزم قرار دیا جائے (ص) انھین عجیب و غریب عجلت کا مرتکب گردانا جائے (ص) حضرت عثمان ذوالنورین کے اخلاق کریمانہ پر یہ تنقید کی جائے کہ

"یہ خلق کسی حکیم یا عالم مین ہو تو بہت قابل تعریف ہے لیکن فرمانروا و خلیفہ کے لیے پسندیدہ نہین (ص ۳۲۶)

اور خلفاء ثلثہ کی شہادت کے واقعہ کو قتل کے عام لفظ سے موسوم کیا جائے !

حافظ صاحب نے جس قسم کے "واقعات" رقم فرمائے ہین اور جس طرح اُن کو اُن کی محض تاریخی حیثیت پر نازہ ہوا ان کے لحاظ سے یہ خدمت آج سے بہت پیشتر میور، مارگولیس وغیرہ متعدد مستشرقین یورپ انجام دے چکے ہین حافظ صاحب نے اگر بجائے جامعہ مصر کے استاد تاریخ کے آکسفرڈ کے اساتذہ کو تاریخ اسلام کو اپنا ماخذ بنایا ہوتا تو "عیانِ علم" و "حکمت" یقیناً چند قدم اور آگے بڑھ کر لیتے۔ کہتے شاید اس فروگذاشت کا سبب حافظ صاحب کی انگریزی مین عدم مہارت ہو۔ اگر ایسا ہے تو جوان ہمتی سے کام لیکر اب انگریزی زبان کی تحصیل و تکمیل پر بقیہ وقت صرف کرنا چاہیے کہ بغیر اس کے معراج عقلیت و فرنگیت نصیب ہونا ممکن نہین۔

ساری کتاب مین اول سے آخر تک بجاے مذہبیت و اسلامیت کے یہی عقلیت و فرنگیت کی روح سرایت کیے ہوے ہے کسی ایسی روایت کا سایہ تک نہین پڑنے پایا ہے، جسکا قبول کرنا مغربی عقل پر کچھ بھی بار ہو، اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ صحابہ بیچارے تو الگ رہے، خود حضور آقاے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص فضایل، ہان وہ فضائل جو باوجود حضور صلعم کی بشریت کے عام بشری سطح سے آپ کو ممتاز کرتے ہین۔ اُن کے تذکرہ سے یہ نام نہاد "سیرۃ الرسول" یکسر خالی ہے۔ اُن کے بجاے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف عام محاسن اخلاق، حلم، کرم، تواضع، راستی، وغیرہ کے چند واقعات مندرج ہین گے، جن سے "دانایان فرنگ"، و عقلاے یورپ" کو بھی مجال انکار نہین، بلکہ جن کا اعتراف ابوجہل و ابولہب تک کو تھا۔

حضور صلعم کے سفر طایف کی کل کائنات اس مسلمان محقق کے نزدیک اتنی ہے کہ آپ

"زید بن حارثہ کو لیکر طایف کی طرف گئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام کو پیش کیا لیکن اُن لوگون نے مطلق توجہ کی بلکہ سخت کلامی سے پیش آئے اور آپ جسوقت وہان سے چلے اُنھون نے اپنے غلامون اور بازار کے اوباشون کو ابھار دیا جنھون نے پتھر برسانے شروع کیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہان سے آکر ... مکہ مین واپس آئے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ نماز پڑھی، اور گھر تشریف لے گئے" (صفحہ ...)

ذکر میلاد مبارک کے لیے صرف الفاظ ذیل کافی خیال کیے گئے ہین :-

دو شنبہ کے دن صبح کے وقت ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو اسی سال جسمین اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا، آنحضرت صلعم کی ولادت ہوئی" (صفحہ ...)

گویا ظہور قدسی بھی مولف کتاب یا ریویو نگار کی ولادت جیسا واقعہ تھا آغاز جہاد کے اسباب کی تشریح کرنا بھی شاید اس روشن خیال مورخ کے نزدیک داخل عقیدت تھا اس لیے ذیل کے تشفی بخش عبارت پر اکتفا کی گئی :-

"قریش کا قافلہ تجارت کے لیے ہر سال ملک شام کو جایا کرتا تھا، اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا، مدینہ چونکہ ان کے راستہ مین تھا اس لیے مسلمانون نے سوچا کہ ان کی اس تجارت کو روک دیتے تاکہ وہ عاجز ہو کر صلح کر لیتے" (صفحہ ۹۱)

گویا موجودہ مہذب و متمدن سلطنتون کی طرح یہ بھی فریق مخالف کی ناکہ بندی کی ایک صورت تھی۔ جن لوگون کے قلوب عقیدت اسلام سے بیگانہ، اور عشق رسول کی نعمت سے محروم ہین۔ خدا معلوم وہ

اپنے سیئن حامی اسلام کے پردہ مین کیون ظاہر کرتے ہین۔ زبان پہ خواہش وصل یار ہے، اور مردی کا یہ عالم ہو کہ رقیب کے نام سے لرزتے جاتے ہین۔ خدا محمد علی کے سوز دل کے طفیل مین ان کی جامعہ کے کارکنون کو توفیق نیک و عقل سلیم دے۔

---

# نظرے خوش گذرے

مسٹر جلیل احمد (علیگ) کے مضمون کو ہزار داستان اور ادیب اُردو مین چھپا ہوا دیکھ کر جو خیالات گذشتہ نمبر مین ظاہر کیے گئے تھے اُن کے جواب مین صاحب مضمون کی یہ تحریر وصول ہوئی ہے:-

"الناظر بابتہ فروری ۱۹۲۳ء دیکھا، اپنا مضمون بھی پڑھا اور نظرے خوش گذرے، بھی نظر سے گذرا، واقعات یہ ہین کہ مین نے اس مضمون کو پہلے "ہزار داستان" مین بھیجا لیکن وہان سے عرصہ تک کوئی رسید نہین آئی۔ مین نے متواتر دریافت کیا اور رسید بھی طلب کی مگر بے سود، آخر مین نے ناامید ہو کر آپ کی خدمت مین روانہ کیا، ادیب اُردو مین مین نے نہین بھیجا بلکہ میرے ایک دوست اختر ہاشمی نے اپنی طرف سے اُسے روانہ کر دیا، مجھ سے وہ مضمون دیکھنے کے لیے لے گئے تھے مگر حاشا مجھے خبر نہین کہ اُنھون نے وہان بھیجدیا"

اسکے بعد ظاہر ہے کہ صاحب مضمون سے کسی قسم کی شکایت نہین رہ سکتی۔ مگر الناظر کے نوٹ سے فائدہ کی ایک صورت یہ نکل آئی کہ مکرمی جناب مولوی وحید الدین سلیم پانی پتی نے اس خیال سے کہ جلیل احمد صاحب سے جو شکایت پیدا ہوئی اُسکا تکدر رفع ہو جائے۔ اُن کے مضمون کو جو دراصل ایک انگریزی نظم کا ترجمہ تھا نظم کا جامہ پہنا کر الناظر مین شایع ہونے کے لیے ارسال فرمایا۔ یہ نظم اسی پرچہ مین درج کر دی گئی ہے اور امید ہے کہ ناظرین کرام کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگی۔

---

کانگریس کی اکثریت و اقلیت کے درمیان جو افتراق پیدا ہو گیا ہے اسکے رفع کرنے کے لیے مولانا ابو الکلام آزاد کی کوششین اس حد تک تو ضرور بار ور ہوئی ہین کہ رہنمایان اقلیت نے آخر اپریل تک گیا کانگریس کے فیصلہ پر اکثریت کے ساتھ مل کر کام کرنا منظور کر لیا۔ مگر اس کی توقع نہین کہ

ان دو مہینون کے اندر کوئی بڑا کام کیا جا سکے ۔ کم سے کم صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ مین جہان میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے انتخابات نے تمام کارکنون کے وقت و توجہ کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہی، مارچ کے اندر کوئی کام نہین ہو سکتا ۔ بظاہر حالات جو عارضی مفاہمت اس وقت ہوئی ہے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہین کہ موجودہ انتشار و تفریق کے نقصانات کا احساس دونون جماعتون کو ہو گیا ہی اور اس میعاد کے ختم ہو جانے سے پہلے پہلے رہنمایان کانگریس کسی ایسے طریق کار پر متحد ہو جائین گے جو اُصولاً گیا کانگریس کی تجویزات پر مبنی ہو ۔ گو مسٹر سی آر داس کے اِس اعلان سے کہ جدید پارٹی کی تنظیم کا کام برابر جاری رہے گا ۔ احتمال ہوتا ہی کہ حالات کے مطالعہ سے جو نتیجہ ہم نے اخذ کیا ہی وہ کہین غلط نہ ثابت ہو ۔

---

خفتہ بخت مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس گیا کے بجاے لکھنؤ مین منعقد ہونے والا ہی ۔ مسلم لیگ سے خود اس کے اراکین کو کس قدر دلچسپی ہی اس کا اندازہ تو صرف اسی ایک واقعہ سے ہو جاتا ہی کہ اُسکے اکثر جلسون کی کارروائی محض نصاب (کورم) کے پورا نہ ہونے سے رُک جاتی ہی لیکن کچھ اور لوگ ہین جو اپنی سنہری روپہلی مصلحتون کی بنا پر اس حالت بیہوشی مین بھی مسلم لیگ کی قدر افزائی کو تیار رہین ۔ ان حضرات کی کوشش تھی کہ مُسلم لیگ کا جلسہ سالانہ دہلی مین منعقد ہو ۔ مگر اتفاق سے اُن کی نہ چلی ۔ آئندہ جلسہ لیگ مین اس کی تو توقع نہین کہ کوئی بڑا اجتماع ہو گا ۔ البتہ ایک جماعت اس تاک مین ضرور ہی کہ موقع ملے تو لیگ پر تصرف حاصل کر لے ۔ لیگ کے تارک موالات اراکین علی الخصوص ڈاکٹر انصاری صاحب کو خبردار رہنا چاہیئے کہ اگر ان کی طرف سے ذرا بھی غفلت برتی گئی تو لیگ ان لوگون کے قبضہ مین چلی جائے گی جو خود دوسرون کے اشارون پر کام کرنے کے عادی ہین یا موجودہ قومی تحریک سے علی الاعلان مخالفت رکھتے ہین ۔

---

عزیز مکرم شیخ مشیر حسین قدوائی کے خلوص و آزاد منشی کے ہم ہمیشہ مداح رہے ہین اور اسی وجہ سے باوجود اختلاف راے کے ہم اُن کی بہت عزت کرتے ہین ۔ لیکن گذشتہ دو سال کے اندر اُن کی اکثر تحریرون کو دیکھکر ہمین اندیشہ پیدا ہو گیا ہی کہ وہ بھی اُسی بلا مین مبتلا ہو گئے ۔ جو لیڈری کے لیے

گویا لازمی ہی۔ اگست ۱۹۲۱ء مین بمقام لندن مسٹر تلک کی برسی کے موقع پر اُنھون نے بحیثیت صدر جو تقریر کی تھی، اُس کا بڑا حصہ تحریک ترک موالات کی مدح سرائی کے لیے وقف تھا جس کے متعلق خدا معلوم اُن کو یہ غلط فہمی کیون ہی کہ وہ اُس کے بانیون مین ہین، حالانکہ عدم تشدد، کونسل، عدالت و مدارس کا مقاطعہ یہ سب چیزین شروع ہی سے اس کا جزو لاینفک تھین۔ مگر اب صرف وہ اس مقاطعہ کی مخالفت فرمانے سے دریغ نہین کرتے بلکہ عدم تشدد، کا علی الاعلان مضحکہ اڑا رہے ہین کیا یہ صرف اس لیے ہی کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی رہنمائی مین ترکان احرار نے یونانیون کو شکست دیکر مسلمانان ہند کو موجودہ تحریک سے ایک حد تک بے نیاز کر دیا ہی۔ میدان کارزار سے مولانائے فرنگی محل کی پسپائی کے لیے تو شاید یہ حیلہ شرعی قابل قبول ہو سکتا ہو مگر قدوائی صاحب کو تو ہمارے مولوی صاحبان سے زیادہ باخبر اور واقف راز ہونا چاہیے۔ یہ ضرور ہی کہ وہ شے جسے مہاتما گاندھی نے Slave mentality (غلامی ذہنی) کا لقب دیا ہی کم و بیش ان تمام لوگون پر اثر انداز ہوتی رہتی ہی جو تہذیب جدید اور علوم مغربی سے حصہ وافر حاصل کر چکے ہین۔ مگر قدوائی صاحب کی سادگی مزاج، بجث دینی اور آزادہ روی کو یقیناً اس سے بالاتر ہونا چاہیے۔

قدوائی صاحب کی ایک اور بات بھی بہت سے لوگون کے لیے ناقابل فہم ہی۔ وہ پہلے اپنی بے لاگ تحریرون کے لیے کافی شہرت حاصل کر چکے ہین مگر اب تو شاید ہی اُن کا کوئی مضمون ایسا شایع ہوتا ہو جو کچھ لوگون پر طعن و تشنیع یا کسی صاحب کی ثنا و صفت سے خالی ہو۔ اس کا شکوہ نہین کیا جا سکتا کہ اُن کی طعن و تشنیع کے مخاطب تمامتر وہی لوگ ہوتے ہین جو اگرچہ صاحب ثروت نہین مگر سالہا سال سے قوم کی بُری بھلی خدمت کر رہے ہین اور اُس گروہ سے تعلق رکھتے ہین جو حریت دوست اور آزادی طلب کہا جا سکتا ہی۔ یا اُن کی ستائش و اعتماد کے سزاوار صرف بمبئی کے لوگ کیون ہین بلکہ افسوس اس بات کا ہی کہ وہ رمز و کنایہ کی عبارت چھوڑ کر کھُلے میدان مین کیون نہین لوگون پر وار کرتے اور جس شخص کی امانت، کا حال ظاہر ہو چکا ہی اُس پر مسلمانون کو اعتماد رکھنے کی تلقین کیون فرما رہے ہین۔

اگر جامعۂ ملیہ پر جسے وہ محمد علی صاحب کا کھلونا کہتے ہین دس ہزار روپیہ صرف ہونا یا ڈاکٹر محمود صاحب کی کتاب پر بائیس ہزار کی لاگت آنا اُن کے نزدیک قابل اعتراض ہی تو اس کی کیا

ضرورت ہے کہ ہمدم کے کالموں میں بہ سبیل تذکرہ اس اسراف پر طعن کشی کی جائے۔ وہ مرکزی خلافت کمیٹی کے رکن ہیں اور اسی کے جلسہ میں اس کی بحث اٹھا سکتے تھے یا اخبارات میں کھلے لفظوں میں ان باتوں سے اپنی بیزاری ظاہر کرنا چاہیے تھی۔

اسی طرح اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ انگورہ فنڈ کا سولہ لاکھ روپیہ جو سیٹھ چھوٹانی صاحب کی تحویل میں تھا اب نقد موجود ہونے کے بجائے ساکھو اور شیشم کی لکڑی بن گیا ہے تو پھر اس تلقین اعتماد کے کیا معنی؟ اگر آپ کو دوسروں کے برخلاف امید بلکہ یقین ہے کہ روپیہ محفوظ ہے اور عند الطلب مل سکتا ہے تو صاف صاف کہیے کہ لوگوں کو جو خبریں پہنچ رہی ہیں اور افراد قوم کے دل میں جو بے چینی و بے اعتمادی پیدا ہو رہی ہے اس کا دفع ہو جانا بہتر ہے ورنہ آئندہ بیوقوفوں اور عقلمندوں کے سوا کوئی قومی فنڈوں میں چندہ نہ دے گا۔

مہاتما گاندھی کے فلسفۂ سیاسی اور اصول کار پر متعدد اطراف و جوانب سے اعتراضات ہوئے اور ہوں گے لیکن مسلمانوں کے لیے ہرگز یہ زیبا نہیں کہ جب تک مصائب کے شدائد میں مبتلا رہے وہ مہاتما جی کی ہر صدا پر ہندوؤں سے زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ آمنا و صدقنا کہتے رہے لیکن جیسے ہی کہ ہوا کا رخ پلٹا اور انھیں ذرا دم لینے کا موقع ملا انھوں نے مہاتما جی سے منہ موڑ لیا اور اپنی سابقہ روش پر واپس آنے کے لیے بیتاب ہیں۔ جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تنہا رہ کر یا حکومت کا ساتھ دیکر فلاح و خیر حاصل کر سکتے ہیں انھیں ہندوؤں سے برسر پیکار رہنا اور شملہ و لندن کو کعبۂ مقصود بنائے رکھنا مبارک ہو لیکن وہ اصحاب جو کل تک ترک موالات ہی کا ادعا رکھتے اور ترک موالات کو بہترین حربۂ سیاسی جانتے تھے انھیں تو ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے کہ وہ کہاں جا رہے تھے اور کدھر چل رہے ہیں۔ مرزا غالب نے ایسے ہی مواقع کے لیے کہا ہے کہ

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

بے شبہ مہاتما گاندھی کی تحریک ابھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچی جس کی ہم نے توقع کی تھی لیکن کیا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل ہند نے ان چند [illegible] انھوں نے اپنے تمام مقاصد میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔

اگر خدائے قادر و توانا کے برگزیدہ انبیا و رسل [illegible] مختلف مذاہب کے معتقدین و مبلغین اور دنیا کے

دوسرے اولوالعزم انسان ایک دن مین شہر روما کی تعمیر کو انجام تک نہین پہونچا سکے تو یقیناً تحریک ترک موالات سے مایوسی وبیزاری ظاہر کرنے مین مسلمان حق بجانب نہین کئے جا سکتے۔ اور عجلت پسندی وتلون مزاجی یا مایوسی ونا امیدی کے نتایج سے یقیناً کوئی مسلمان بے بہرہ نہین ہو سکتا۔

---

اردو کی تہذیب کے عنوان سے جو مضمون گذشتہ نمبر مین شایع کیا گیا تھا اُس کے متعلق دو گریجویٹ نوجوانون نے اپنی خانگی تحریرون مین تائیدی خیالات ظاہر کیے ہین۔ بہتر ہوگا اگر وہ اصحاب اور نیز دیگر ارباب فکر ورائے اس مسئلہ پر اپنے مفصل خیالات الناظر مین ظاہر فرمائین تاکہ غور وبحث کے بعد کوئی صورت عمل پیدا ہو سکے۔

## امیر مینائی مرحوم
- صنم خانۂ عشق عار
- مراۃ الغیب عہ
- خیابان آفرینش عمر
- محامد خاتم النبیین ۸/
- مینائے سخن عہ

## منشی سجاد حسین مرحوم
- احمق الذین ۸/
- حاجی بغلول ۸/
- میٹھی چھری ۶/
- پیاری دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- طلسمی فانوس عار

## پنڈت رتن ناتھ سرشار
- فسانۂ آزاد ۴ جلد مجلد عہ
- سیر کہسار ے
- خدائی فوجدار عار
- جام سرشار عار
- الف لیلہ بطرز ناول ص

## منشی جوالا پرشاد برق
- مرنالنی ۱۲/
- مار آستین ۱۲/
- بنگالی دلہن ۱۲/
- پرتاب ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

## مولانا عبد الحلیم شرر
- ابو بکر شبلی عہ
- خواجہ معین الدین چشتی ۶/
- صقلیہ میں اسلام ۱۲/
- قیس و لبنیٰ عہ
- مقدس نازنین عہ
- ایام عرب ۲ جلد عار
- یوسف و نجمہ ۸/
- فتح اندلس عار
- ماہ ملک عا
- حسن کا ڈاکو عہ
- دربار حرامپور ۲ جلد ۱/
- مفتوح فاتح عہ
- جویائے حق ۲ جلد للعہ
- لعبت چین عہ
- عزیزہ مصر عہ
- غیب دان دلہن عہ
- فردوس بریں عہ
- فلپانا عہ
- رومتہ الکبریٰ عہ
- الفانسو ۱۱/
- شہید وفا ۸/
- حسن انجلینا ۱۰/
- ملک العزیز ورجنا ۱۰/
- آغا صادق کی شادی ۱۰/
- افسانۂ قیس ۳/
- حسن بن صباح ۶/
- تاریخ بغداد ۴/

## مرزا داغ مرحوم
- آفتاب داغ عہ
- مہتاب داغ ے
- یادگار داغ ۸/
- انتخاب داغ عہ
- فریاد داغ ۴/

## مولوی بشیر الدین احمد دہلوی
- دار الحکومت دہلی ۳ جلد عہ
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد ۱۵/
- حرز اطفال عہ
- نشاط عمر عہ
- عصائے پیری عہ
- شمع ہدایت عہ
- لخت جگر ۲ جلد ے
- حسن معاشرت عہ
- اقبال دلہن عہ

## نیاز فتحپوری
- گہوارۂ تمدن عار
- ترجمہ گیتان جلی عار
- کیوپڈ اینڈ سائکس ۸/

## سیماب اکبر آبادی
- خدیجۃ الکبریٰ عہ
- بنت الرسول ۵/
- سیرۃ الحسین عہ
- جام کوثر ۵/

## حکیم محمد علی خان مرحوم
- عبرت کامل ہے
- حسن و کامل ہے
- رام پیاری کامل عہ
- دیول دیوی عہ
- گورا عار
- نیل کا سانپ عہ
- جعفر و عباسہ ۱۲/
- اختر و حسینہ کامل عار

## منشی احمد علی شوق قدوائی
- ترانۂ شوق عہ
- قاسم و زہرہ ۸/
- میکلفن اور لوسی ۳/

## شبیر حسین جوش ملیح آبادی
- روح ادب عہ
- مقالات زریں ۱۱/
- آوازۂ حق ۸/
- اوراق سحر ۱۵/
- جذبات فطرت ۳/

## منشی تیرتھ رام
- فسانۂ لندن ۴ جلد عہ
- وطن پرست ے
- منزل مقصود عار
- رود خون کا خروج ۱۰/
- خونی ہیرا عہ

## جلال لکھنوی مرحوم
- مضامین نہائے دلکش عہ
- نظم نگارین عہ
- سرمۂ زبان اردو عار
- رسالۂ تذکیر و تانیث ۸/
- افادۂ تاریخ ۸/
- قواعد المنتخب ۴/

## خواجہ عشرت لکھنوی
- لغات اردو عہ
- اصول اردو ۶/
- جان اردو ۶/
- قواعد میر ۶/
- شاعری کی پہلی کتاب ۸/
- شاعری کی دوسری کتاب ۸/
- شاعری کی تیسری کتاب ۸/
- اصلاح زبان اردو ۶/
- گلدستۂ ظرافت ۶/
- زباندانی ۶/

## صفدر مرزا پوری
- مرقع ادب عہ
- بزم خیال عہ
- مشاطۂ سخن عہ

## مولوی محمد حسین محوی
- ازواج الانبیاء عہ
- انسانی قربانیاں ۸/

## حکیم احمد حسین الہ آبادی
- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول عہ
- " دوم عہ
- " سوم عہ
- " چہارم عار
- " پنجم ے
- " ششم عار
- " ہفتم ے
- جلد ہشتم و نہم زیر طبع ہیں
- " دہم عار
- " یازدہم عار
- سلطان صلاح الدین عہ
- سلطان نور الدین محمود عہ

## مولوی سعید احمد مارہروی
- آثار الٰہی ے
- حیات صالح ۶/
- حیات خسرو عہ
- امرائے ہنود عہ

## مولوی سید ممتاز علی
- تذکرۃ الانبیاء عہ
- شیخ حسن ۱۲/

## منشی نواز حسین علیخان
- سفر نامہ ابن بطوطہ عہ
- قسطنطنیہ عہ
- ڈیوٹی عہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۵۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الناظر

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

| نمبر ۱۴۲ | ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴ |
|---|---|---|

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

قیمت فی پرچہ

پرنٹر و پبلشر۔ اسحاق علی علوی

# سنہ ۱۹۲۲-۲۳ء کی جدید کتابین

## اخبار الاندلس

قومون کے عروج و زوال کے قصے اُن کے اخلاقی و معاشرتی کارنامے ارباب بصیرت کی آنکھون سے غفلت کے پردے اُٹھا دیتے ہین ہسپانیہ (اندلس) کسی زمانہ مین سلطنت اسلامیہ کے زرین تاج کا درخشندہ ہیرا تھا۔ اسکے عبرت خیز حالات تاریخی ہر مسلمان کی مذہبیت مین تازگی اور روح مین بیداری پیدا کردیتے ہین۔ ناممکن ہے کہ ان حالات کو پڑھ کر ایک مسلمان متاثر ہوے بغیر رہ سکے۔ جناب منشی خلیل الرحمن صاحب کا مسلمانون پر عموماً اور اردو دان طبقہ پر خصوصاً احسان ہے کہ انھون نے ہسپانیہ کی اسلامی حکومت کے عروج و زوال کی تصویرین ملک کے سامنے پیش کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔ اس سے قبل نفح الطیب اور دیگر تراجم و تالیف کے ذریعہ آپ نے جو کچھ خدمات ادبی و قومی انجام دی ہین اُسپر آپ شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہین اخبار الاندلس بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جسے قابل مترجم نے ایس۔ پی۔ اسکاٹ کی مشہور آفاق انگریزی تصنیف ہسٹری آف دی مورس ان اسپین (History of the moors in spain) سے اُردو مین ترجمہ کیا ہے۔ "نفح الطیب" کے بعد مترجم نے یقیناً ہسپانیہ کے متعلق مغربی خیالات کے اظہار کی ضرورت محسوس کرتے ہوے اس کتاب کے ترجمہ پر قلم اُٹھایا ہے۔ دونون جلدون کا حجم سات سات سو صفحون سے زیادہ ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ قیمت جلد اول مجلد [illegible] جلد دوم مجلد [illegible]

**الناظر بک ایجنسی۔ لکھنؤ**

---

## مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلیٰ درجے کے ذیل کے پتے پر بکفایت نرخ پر مل سکتے ہین

**مولوی کبیر احمد خان برادرز بھاگلپور سٹی**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر ۱۴۲ جلد ۲۴ — ماہ اپریل ۱۹۲۳ء

# فیہ مافیہ

(از : چلبی)

ٹائمس آف انڈیا (بمبئی) شاید ہندوستان کے انگریزون کے ہاتھ مین سب سے سنجیدہ اور سب سے معزز اخبار ہی۔ اپنی روزانہ و ہفتہ وار اشاعتون کے علاوہ وہ ہر سال ایک ضخیم و مصور سالنامہ (اینول) بھی شایع کرتا رہتا ہی۔ اس سالنامہ کی تازہ ترین اشاعت (بابت ۱۹۲۳ء) حسب معمول حسن طباعت و ظاہری آب و تاب کے جملہ لوازم کے ساتھ آئی بار بھی ہوئی۔ مضامین مین مقالۂ اول جسے مرتبۂ امتیاز دیا گیا ہے، سر ہنری شارپ سی. ایس. آئی کے قلم سے نکلا ہی' جو ہندوستان مین ایک مدت تک 'خدائے تعلیم' رہ چکے ہین' اور اب خزانۂ ہند سے معقول پنشن پاکر اوقات فرصت مضمون نگاری مین صرف فرما رہے ہین۔ مضمون کا عنوان 'قدیم دہلی کا ایک نظارہ' ہی۔ عنوان مضمون پر ایک فوٹو دیا ہی' جسمین ایک انگریز سبزہ زار پر چت لیٹا ہوا دکھائی دیتا ہی' اور ایک پیر مرد جن کے ایک طویل سفید داڑھی ہی' اور جن کا لباس صرف ایک تہ بند ہی؛ اس انگریز کے سر پر جھکے ہوے اُس کی ایک آنکھ پر اپنا ہاتھ پھیر رہے ہین' اور گویا مسمریزم کی طرح اس پر کسی عمل کے کرنے مین مصروف ہین۔

---

مضمون ایک افسانہ کی شکل مین ہی تخیل یہ ہی کہ مضمون نگار کو بعض تاریخی مسائل کی عقدہ کشائی کا شوق ہی

(مثلاً یہ کہ ہمایون کی موت کی بابت جو روایت مشہور ہو اُسکی کیا اصلیت ہو؟ محمد تغلق پر اپنے والد کی ذمہ داری کہانتک عائد ہوتی ہو؟ (وقس علی ہذا) کسی ہوٹل مین ایک انگریز محقق تاریخ ہند ہو جو میجر کا فوجی عہدہ رکھتا ہو، ملاقات ہوتی ہو، مقالہ نویس ان سے اعانت چاہتے ہین، میجر صاحب اس کے جواب مین جو گلفشانی فرماتے ہین، اس کا ایک حصہ حسب ذیل ہو:-

"اگر آج وہ پُرانا قاتل نظام الدین زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ ان واقعات کا پتہ بتا سکتا۔ اکثر فسادات کی تہ مین وہی کام کرتا تھا، اور ممکن ہو اب بھی اس کا اثر ہو، خیر اسے دور فان کرو۔"

مسلمان ناظرین کچھ سمجھے، کہ اس خونی مُفسد سے کس ہستی کی جانب اشارہ ہو؟ نام کی تصریح موجو ہو، لیکن ناظرین کا ذہن تصریح اسم کے باوجود بھی مسمیٰ کی جانب یک بیک قطعاً منتقل نہین ہو سکتا۔ یہ اُس مقدس ہستی، یہ اُس بزرگ ذات اس برگزیدہ نایب رسول صلعم کا ذکر ہو، جسے اسلامی دنیا حضرت "سلطان المشائخ" "نظام الاولیا" "محبوب الٰہی قدس سرہ" کے القاب سے یاد کرتی ہو، اور جسکی عقیدت و عظمت کا نقش کروڑون باشندگان ہند کے دلون مین آج بھی اس استحکام و قوت کے ساتھ جاگزین ہو جسکا عشر عشیر بھی جارج پنجم ایڈورڈ ہفتم، اور وکٹوریہ کے نصیب مین نہین آسکتا۔ کیا تماشہ ہو، کہ دنیا کے سلاطین مجازی کے خلاف ایک خفیف کلمہ بھی زبان سے نکالنا موجب تعزیر قرار پاتا ہو، اور قلب و روح کے فرمانروایان حقیقی کی خاصان حق کی، داعیان معرفت کی، خواہ مخواہ اور بالکل بلا وجہ علانیہ توہین و تحقیر کی جاتی ہو، علی الاعلان، ان ارواح مقدسہ کے ساتھ گستاخی کی جاتی ہو، اور کوئی شخص اس مظاہرۂ خباثت اس نمونۂ شیطنت پر مواخذہ کرنے نہین کھڑا ہوتا!

---

اقتباس بالا ایک فوجی میجر کی تقریر کا تھا، آگے چلکر خباثت مجسم مقالہ نویس اپنے ذاتی خیال کا زہر یون اُگلتا ہو:-

"مجھے بھی گہری دلچسپی پیدا ہو گئی اس طلسمی شخصیت، نظام الدین سے اسکے حیرت انگیز اقتدار سے، سُلطان کے ساتھ اُس کے مناقشات سے، اُس کے تصوف سے، اور ٹھگون اور خونیون کے ساتھ اس کی ہمدردی سے۔"

اس اقتباس نے ثابت کر دیا کہ مدارج اہلبیت مین محکمہ تعلیم کا یہ سویلین بھی اپنے فوجی رفیق سے ایک

قدم پیچھے نہیں اس کے بعد مقالہ نویس اپنے ایک طلسمی خواب کا ذکر کرتا ہے جس میں (بہ قول اس کے) اُسکو حضرت سلطان الاولیا کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کے بذریعہ سحر اپنے تمام پچھلے واقعات تاریخی کا حالت وقوع میں مشاہدہ کرا دیا۔ چنانچہ یہ تصریح بھی اب شاید چنداں ضروری نہ ہو کہ عنوان مضمون پر جس پیر مرد کی تصویر درج کی ہے، وہ گویا حضرت قدس سرہ کی شبیہ مبارک ہے۔

---

دُنیا کی تاریخ میں یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ سعادت کے ساتھ شقاوت، قدوسیت کے ساتھ شیطنت، رحمانیت کے ساتھ ابلیسیت ہمیشہ جلو میں رہی ہے اور جہاں جہاں اولیا رحمٰن نے ظہور فرمایا ہے وہیں حاولیا رطاغوت بھی پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ہر حسینؑ سے مقاتلہ کے لیے یزید ہر ابراہیمؑ کی اذیت رسانی کے لیے نمرود، ہر موسیٰؑ سے مجادلہ کے لیے فرعون، اور ہر احمد مختارؐ کی تکذیب کے لیے ابوجہل کا وجود ناگزیر رہا ہے یہ ایک عام سنت الٰہی ہے کہ

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ | اسی طرح ہر قوم کے بدکار اپنے نبی کے دشمن ہوتے رہے ہیں

(فرقان - ۳)

ان خبیثوں کے پاس، جب جب کوئی داعی حق آیا ہے تو اُنھوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ تمسخر و استہزا ہی کا برتاؤ کیا ہے۔

مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (یٰس ۲)

اور دورِ حاضرہ میں اسی استہزا رکمذبانہ کا نام "روشن خیالی"، "عقلیت"، "تحقیق تاریخی" پڑ گیا ہے۔

تماشا گاہِ عالم ان مناظر سے بیشمار مرتبہ آشنا ہو چکی ہے، کہ داعیان حق آئے ہیں اور

وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (زخرف - ۱) | بدبخت اقوام نے ان کا استقبال اسی استہزا سے کیا ہے۔

لیکن نتیجہ بھی ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، یعنی جو قوم ان سے کہیں زور آور تھی ہم نے

فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ (زخرف - ۱) | اُس کو ہلاک کر مارا، اور دنیا میں ان اگلی قوموں کے افسانہ چل پڑے

جس ہستی نے مغز نمرود کو پشہ سے خالی کرا دیا، جس نے فرعون کی خدائی کو چشم زدن میں ڈبو دیا، جس نے ابوجہل کے سر پر غرور کو طعمۂ زاغ و زغن بنا دیا، جس نے یزید کے جاہ و حشم کا نشان تک باقی ......

وہی ہستی آج بھی نہایت آسانی کے ساتھ شائع ہے اس کے دریدہ دہن فوجی دوست، ٹائمس آف انڈیا کے دفتر، اور اُس کے تمام ہم قوموں سے انتقام لینے پر اس وقت بھی قادر ہے، اور انشاء اللہ اس کا زمانہ دور نہیں

---

ماہ گذشتہ میں انگلستان کے دارالامرا (ہاؤس آف لارڈز) میں برطانیہ کی ہوائی طاقت پر چند دلچسپ تقریریں ہوئیں، جن پر ایک نظر کرنا خالی از نفع نہ ہوگا۔ آغاز بحث لارڈ ڈبکینہیڈ کی تقریر سے ہوا جنھوں نے فرمایا، کہ اس وقت فرانس کے پاس ہوائی جہازون کے ۱۲۶ بیڑے موجود ہیں، درآنحالیکہ برطانیہ کے قبضہ میں ان کی موجودہ تعداد کل ۴۲ ہے[^1] اور ایسی حالت میں گویا برطانیہ ہر وقت فرانس کے رحم و کرم پر ہے کہ فرانس جس وقت بھی چاہے، اپنی ہوائی تاختون سے برطانیہ کو چشم زدن میں مغلوب و مفتوح کرسکتا ہے۔ لارڈ گرے اور لارڈ ہالڈین نے اس "خطرۂ عظیم" کی پوری تصدیق کی، اور اس کی اہمیت پر زور دیا۔ لارڈ سڈینہم نے مخالفت میں تقریر کی، اور فرمایا کہ فرانس کی سطح پر انگریزی ہوائی طاقت کے لانے کے معنی یہ ہیں کہ پانچ ملین پونڈ (۷۱/۲ کرور روپیہ) کی رقم فی الفور لگانا پڑے گی اور آئندہ اس سے بھی بیشتر سرمایہ لگاتے رہنا ہوگا اور ایک مد پر اس قدر سرمایہ لگانے کے معنی یہ ہیں کہ دوسری ضروری مدات میں خواہ مخواہ تخفیف کرنا پڑے گی

---

کل تک فضائے عالم اس صدا سے گونج رہی تھی کہ فرانس و برطانیہ ایک دوسرے کے حلیف ہیں لیکن آج یہ کیا ہو کہ یہی حلیف ایک دوسرے کے حریف نظر آرہے ہیں۔ صبح تک یہ غلغلہ تھا، کہ فرانس و برطانیہ میں سے کسی ایک کا جہاں کہیں پسینہ گرے گا، وہاں دوسرا اپنا خون بہانے کو تیار ہوگا۔ پھر یہ کیا ہو کہ غروب آفتاب سے قبل ہی دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نظر آرہے ہیں۔ کیا معاہدات سیاسی ایسی ہی بودی چیزیں ہیں؟ کیا ارباب سیاست کی تقریریں ایسی ہی بے ثبات ہوتی ہیں؟ کیا اصحاب صحافت کی تحریریں سیاہی خشک ہونے سے قبل ہی نسیاً منسیاً ہوجاتی ہیں؟ واقعیت کی زبان ان تمام سوالات کا جواب اثبات میں دیتی ہو۔ بیشک ہر ملکی عہدنامہ کی بنیاد پانی پر ہو، سیاسیات کی ہر زبان آدری تار عنکبوت سے بھی ضعیف تر ہو، صحافت کی ہر انشاپردازی نقش باطل ہو۔ یہ تمام عہود کاذب، یہ تمام دعوے جھوٹے، اور یہ تمام وعدے غلط ہیں، ان سب کی آخری بنیاد نفسانیت و خودغرضی پر ہوتی ہو جو سرتاسر باطل ہو، اور ہر باطل کی

[^1]: موجودہ تخمینہ کے مطابق ۱۹۲۵ء میں فرانس کے پاس کل طیارون کی تعداد ۲۱۰۰ ہوجائیگی اور برطانیہ کے پاس ۵۷۵۔

زندگی دھوکے کی زندگی ہوتی ہے۔

---

عمر پائدار صرف حق کی ہے، حیات حقیقی محض حقیقت کی ہے۔ باقی رہنے والی شے

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل ۹)

صرف حق ہے، اور باطل تو پیدا ہی اس لیے کیا جاتا ہے کہ فنا ہو جائے۔

دانایان سیاست کو اپنی دانائی و خوش تدبیری پر ناز رہتا ہے، مدبرین فرانس و برطانیہ اپنی سیاسی کرشمہ سازیوں پر مست ہو رہے تھے، اور مُدبر حقیقی کے اس قانون کو بُھلائے ہوئے تھے کہ

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (فاطر ۵)

اس قسم کی چالیں اور داؤ گھات تو خود اپنے کرنیوالے پر اُلٹ آتے ہیں۔

اصطلاح قرآنی میں انھیں مکاریہ سیاسی اور شیطانی ڈپلومیسی کے لیے ایک جامع لفظ "سحر" کا مستعمل ہوتا ہے، اور اُس کے متعلق بدکرداروں سے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تم نے اپنے داؤ گھات کا شعبدہ

مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (یونس ۸)

لا کھڑا کیا ہے، سو خدا اسکو دم کے دم میں ملیا میٹ کر دیگا اور یہ اس لیے کہ خدا بدکاروں کے کام کو بننے نہیں دیا کرتا۔ البتہ خدا اپنی برکت سے حق کو حق کر دکھائیگا خواہ یہ تم منکروں کو کتنا ہی شاق ہو۔

اور لائڈ جارج، ولارڈ کرزن، اور پریسیڈنٹ پونیکار کو کیسا ہی ناگوار گزرے۔

---

ثبات و پائداری صرف اُس شے کے نصیب میں آسکتی ہے جسکی بنیاد ایثار، خلوص، بےنفسی، حق و صدق پر ہو۔ باقی جن چیزوں کی بنیاد خود غرضی، نفس پرستی، حرص و طمع، خودی و خود بینی، جاہ پرستی زر پرستی پر ہے، اُنھیں ایک لمحہ کے لیے بھی ثبات و استقلال نصیب نہیں ہوسکتا، خواہ انھیں "حب قوم"، "وطن دوستی" و "رفاہ خلق" کی پُرفریب اصطلاحات سے موسوم کر کے کتنا ہی ان کی حقیقی ملعونیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ اسلام اس قسم کی تمام "پرستیوں" کا دشمن ہے، قوم پرستی، وطن پرستی، علم پرستی، تہذیب پرستی، یہ سب دراصل نفس پرستی ہی کی مختلف شکلیں ہیں اور اسلام نے ان سب کو شرک سے تعبیر کیا ہے، جو تو میں ان باطل پرستیوں

...مشغول رہتے ہین، وہ وہی ہوتی ہین، جنھون نے اپنی نفس پرستیون کو معبودیت کے مرتبہ پر فائز کر رکھا ہی۔

| | |
|---|---|
| أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا (فرقان ۴) | کیا تم نے اُس شخص کے حال پر نظر کی ہی؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہی، تو (اے پیمبر) کیا تم اس کی نگہداشت کر سکتے ہو کہ اُسے گمراہ نہ ہونے دو؟ |

اس صنف کی نفس پرستی جاہلون اور بے علمون کا حصہ نہین ہوتی۔ اچھے اچھے مدعیان علم و دانش اس جہل مرکب مین گرفتار نکلتے ہین۔

| | |
|---|---|
| أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ - (جاثیہ ۲) | بھلا تُمنے اُس شخص کے حال پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہی، اور جسکو خدا نے اُس کے علم کے باوجود گمراہ کر رکھا ہی۔ |

حُبِ دنیا کا لازمی نتیجہ ہی، کہ اسی دنیا مین آتش فتنہ و فساد، جدال و قتال، دوزخ کا نمونہ دکھا دے۔

---

سلسلۂ سخن مین ایک مشہور حدیث نبوی حُبُّ الوطن من الایمان کی جانب ذہن منتقل ہوتا ہی۔ جسکا مطلب ظاہر بینون کی نظر مین یہی نکلتا ہی کہ ہر شخص اپنے وطن کی محبت و دوستی کو جزو ایمان سمجھے۔ لیکن اس وطن دوستی کے جو انسانیت سوز قدرتی نتائج پیدا ہوتے ہین، ان کا نظارہ کرتے کرتے دنیا عاجز آ گئی ہی، ناممکن تھا کہ رحمت عالم کی کوئی تعلیم اسقدر مخالف رحمت ہو۔ "وطن" سے یقیناً مُراد وطن اصلی ہی، نہ کہ مصر و ہندوستان، شام و روم، انگلستان و فرانس، کہ یہ سب کائنات مادی ہی کے مختلف قطعات ہین، اور کائنات مادی سے محبت رکھنا، اسی امام اُمتی کے ایک قول صحیح کے بموجب تمام آفات و معاصی کا سرچشمہ ہی۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ کیا خوب شرح فرمائی ہی ایک عارف نے

| | |
|---|---|
| گنج علم ظاہر مع الباطن | گفت از ایمان بود حب الوطن |
| این وطن مصر و عراق و شام نیست | این وطن شہرے ست کان را نام نیست |
| زانکہ از دنیاست این اوطان تمام | مدح دنیا کے کند خیر الانام |

حب دنیا ہست راس ہر خطا　　　　از خطا کے می شود ایمان عطا

---

حب دنیا، عذاب اُخروی ہی کا نہین، ہلاکت دنیوی کا بھی یقینی مقدمہ ہی۔ دنیا ہمیشہ برباد ہوتی رہی ہی، جب کبھی بھی اُسے مال و زر، جاہ و اقتدار کی محبت نے غلبہ کیا ہی۔ اسلام نے اس رخنہ کی بندش پوری مضبوطی کے ساتھ کی ہی۔ چنانچہ جو قلوب ایمان خالص سے معمور ہوتے ہین ان مین حب دنیا کا شائبہ تک باقی نہین رہ جاتا۔ دنیا کی وقعت اُنکی نظر مین ایک کھیل تماشہ سے زیادہ نہین رہ جاتی اور واقعی

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (عنکبوت۔ ۷) | زندگی اُن کے لیے صرف عقبیٰ مین رہ جاتی ہی

اہل تقوے کو بھلائی صرف دار آخرت مین دکھائی دیتی ہے، باقی یہ دنیا کی

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (انعام۔ ۴) | چہل پہل اُنکی نگاہ مین بس ایک کھیل تماشہ رہ جاتی ہی۔ اور بس۔

انسان کی فطرت ایسی واقع ہے، کہ اس کے اہل و عیال، بیوی بچے بعض اوقات اس کی

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ (تغابن۔ ۲) | روحانیت کے حق مین وبال بلکہ دشمن ہو جاتے ہین۔

اسی بنا پر انسان کے اولاد و ازواج، اصطلاح قرآنی مین اس کے لیے فتنہ کا

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تغابن۔ ۲) | حکم رکھتے ہین۔

اور گمراہون کی شناخت یہ بتائی گئی ہے، کہ وہ لوگ عقبیٰ کے مقابلہ مین حیات

يُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اعلیٰ۔ ۱) | دنیوی کو اختیار کیے رہتے ہین۔

اور اپنی جائدادون کے ساتھ، اپنی املاک کے ساتھ، اپنے سرمایہ کے ساتھ

يُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ (فجر) | بیحد محبت رکھتے ہین۔

---

لیکن آج خود مسلمانون کا طرز عمل کیا ہے؟ وہ کالجون مین کیون داخل ہوتے ہین؟ اس لیے کہ اعلیٰ مناصب پر فایز ہو سکین، طبابت، وکالت، اور ڈاکٹری کے پیشے کس غرض سے سیکھتے ہین؟ اس لیے کہ تیس ادر زندہ کی گرانقدر رقمون سے "شادکام" ہو سکین۔ مغرب کے دور دراز ممالک کے سفر کی صعوبات کس مقصد سے [illegible]

کرتے ہین؟ اس لیے کہ حصول جاہ و ثروت کے زیادہ مواقع ہاتھ آئین۔ قومی انجمنین کیون قائم کرتے ہین؟ قومی دنگا ہین کیون کھولتے ہین! قومی اخبارات کیون نکالتے ہین؟ اس لیے کہ یہ سب انفرادی یا اجتماعی جلب منفعت کے وسائل ہین۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مذہب کو بھی اسی مقصد کا ایک آلہ بنا لیا گیا ہے، اور یہ مذہبی ضروریات پر عموماً زور اس لیے دیا جاتا ہے کہ حصول منافع دنیوی کی تمنا برآئے! ایسی صورت مین اگر حکمت الٰہی اُن سے مسلسل انتقام لے رہی ہو، اور یہ قدم قدم پر ان کی کوششون کو ناکام، اُن کی عزتون کو برباد اور اُن کی زندگیون کو تلخ بنا رہی ہو، تو کس مُنھ سے شکوہ کیا جا سکتا ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

شکوہ ہے زمانہ کا نہ قسمت کا گلا ہے جو کچھ ہے وہ سب اپنے ہی ہاتھون کے ہین کرتوت

---

اسوقت "فتنۂ ارتداد" کے متعلق جو خبرین روزانہ اخبارات مین شایع ہو رہی ہین، اور ہندوون کے جانب سے اس بحث پر جو مضامین نکل رہے ہین اُن کا ایک دلچسپ اور سبق آموز پہلو یہ بھی ہے، کہ بعض وہ اخبارات جو ہندوون کے ملک و ادارت مین ہین، اور جو اپنے تئین متحدہ ہند کی قومی آواز کے ترجمان قرار دیا کرتے ہین، اُن کا لب و لہجہ اس موقع پر خالص ہندوانہ ہو گیا ہے، بلکہ یہ لفظ بھی صحیح نہ ہوگا، اس لیے کہ اُن کو ہندو مذہب سے بجاے خود عقیدت کیسی، ہمدردی تک نہین، لیکن مسلمانون کے مقابلہ مین اُن کا رویہ از سرتا پا مسلم آزار ظاہر ہو رہا ہے الہ آباد کا انگریزی روزنامہ لیڈر اس کی نمایان مثال ہے۔ ہندو مذہب کے عقاید و تعلیمات اس روشن خیال "ترقی خواہ" و "آزادی پسند" ترجمان قوم کی نظر مین شاید ایک مجموعۂ اوہام و خرافات سے زاید قابل احترام نہین لیکن اسوقت چونکہ مقابلہ مسلمانون سے (خواہ وہ مسلمان بھی براے نام ہی ہون) آپڑا ہے، اس لیے وہ اپنی ساری قوت اشاعت توحید کی مخالفت اور حمایت کفر و شرک مین بے دریغ خرچ کر رہا ہے! علی گڈھ کالج کے مرحوم بانی کیا خوب فرمایا کرتے تھے، کہ اس زمانہ مین کسی شخص کے مسلمان ہونے کا معیار صرف یہ ہے، کہ اہل کفر اسے مسلمان سمجھکر اس کی مخالفت و عداوت پر آمادہ ہون۔ اللہ اللہ!

یہ شان امتیاز تو دیکھو کہ اہل کفر
مومن سمجھ رہے ہین ہمین خوار دیکھکر!

# غزل نعتیہ

حضرت جوہر اور جناب ماجد کی غزلون کو دیکھ کر چند اشعار نعت جو زبان قلم پر آگئے ہین۔ حاضر خدمت ہین
احب الصالحین و لست منہم۔ اور تتبع بھی (اگرچہ کامیاب نہو) محبت کی دلیل ہے۔ اشعار بیمایہ سہی
مگر شاید ہوائے آفتاب ذرہ کو اوج اعتبار بخشے۔

ہوتی ہین تصور مین ہر وقت ملاقاتین
مولا کی غلامون سے اس درجہ مداراتین

طیبہ کے افق سے وہ گھنگھور گھٹا اٹھی
رحمت کی پھواریں ہین اور نور کی برساتین

تشریف شفاعت کی توقیع کرامت کی
معراج مین یہ پائین محبوب نے سوغاتین

لو کفر کی ظلمت سے خورشید عرب چمکا
اب دن کا اجالا ہے دنیا سے گئین راتین

معصوم کو فکر اتنی امت کے گناہون کی
شب تا بسحر سجدے سجدون مین مناجاتین

کیا شان تری خیر امۃ ہے تری امت
کیا بات تری وحیٌ یوحیٰ ہین تری باتین

ان قدمون کے مین قربان آتا تھا ورم جن پر
ان ہونٹون کے صدقے جو کرتے تھے مناجاتین

ایسے مین خدا حافظ زاہد تری توبہ کا
یہ کیف فزا موسم یہ لطف کی برساتین

ہو یاد ضیا دل مین اس عارض و گیسو کی
اس طرح سے دن گذرین اس طرح کٹین راتین

ضیا احمد

# کلام الملوک

الناظر کے پچھلے نمبر مین فارسی شاعری کے اولین نمونے" نہایت منتخب و مختصر طور پر پیش کیے گئے ہین۔ تذکرہ لب الالباب مولفہ محمد عوفی شایع کردہ پروفیسر براون جلد دوم مین یہ نمونے کثرت سے درج ہین۔ جن اصحاب کو ان سے دلچسپی ہو اسی کتاب کی طرف رجوع کرین۔ یہ ۶۱۸ھ کی تالیف ہی اور فارسی مین دنیا پر سب سے قدیم و معتبر تذکرہ ہی۔ اسی کتاب کے پہلے حصہ سے زیادہ تر چوتھی صدی ہجری کے چند تاجدار شعرا کا چیدہ کلام ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہین۔

## امیر منتصر اسمعیل بن نوح سامانی متوفی ۳۹۵ھ ہجری

خاندان سامانی کا آخر اور سب سے غیور و شجاع حکمران تھا۔ اس کی تمام عمر دشمنون سے مقابلہ کرنے، جیتنے، ہارنے، بھاگنے، چھوٹ نکلنے، لڑنے مرنے مین گذری۔ کہتے ہین کہ جلوس کے بعد عمر بھر اس نے کبھی اپنی زرہ اور اسلحہ نہین اُتارے اور بزم عیش مین شریک نہوا۔ اگر قضا و قدر کا مقابلہ کون کرسکتا ہی اسی کی ذات پر خاندان سامانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا کلام عربی رجز کا مزا دیتا ہی اور فارسی شاعری مین فردوسی کے سوا اس کی نظیر نظر نہین آتی۔ عوفی نے اس کے چند شعر نقل کیے ہین جو سادگی اور روح شجاعت سے لبریز ہین۔

| | |
|---|---|
| گویند مرا چون سلب خوب نسازی | مادی گہ آراستہ و فرش ملون؟ |
| با نعرۂ گردان چہ کنم لحن مغنی (لباس) | با پویۂ اسپان چہ کنم مجلس گلشن (آرامگاہ) |
| جوش مئی و نوش لب ساقی بچہ کار ست (سپاہ) | جوشیدن خون باید بر عیبۂ جوشن |
| اسپ است و سلاح است مرا بزمگہ و باغ | تیر است و کمان ست مرا لالہ و سوسن (جانفزا) |

## سلطان محمود غزنوی متوفی ۴۲۰ھ

بزم آرائے حسینی مین جواب لباب الالباب عوفی کا سرقہ ثابت ہو چکا ہی سلطان محمود کی غزل ذیل درج ہی یہ ایک مجموعہ مین عنصری کے خط مین مولف کی نظر سے گذری۔ دوسرے اور پانچوین شعر کے مضامین سلطان کی ذات سے تعلق رکھتے ہین۔ لہٰذا اُن کے معتبر ہونے مین شک نہین۔

من گرد دلِ خویش ہواے تو تنیدم — با مہر تو پیوستم و از خویش بریدم

دیگر ز بتان چون تو ندیدم ز لب آنک — بت نیست بجائے کہ من آنجا نرسیدم

با من بخچید آنکہ چو او کس نگرفتم — نگرفت سرِ زلف تو ہر چند خچیدم

چون زلف شدم دست چو بتخانہ شدم روے — چون زلف تو کاویدم و چون روے تو دیدم

گفتم کہ یکے بندہ بسر سیم بدرم من — نے نے غلط است این کہ خداوند خریدم

## امیر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر المتوفی سنہ ۴۰۳ھ

یہ طبرستان کے زیاری خاندان کا نہایت فاضل حکمران گذرا ہی یتیمۃ الدہر مین اُس کے عربی قصائد درج ہین۔ اسی کا قطعۂ ذیل شاہان عجم کے کمالات و مشاغل کی کامل فہرست ہی۔

کار جہان سراسر آز است یا نیاز — من پیش دل بیارم آز و نیاز را

من بیست چیز را ز جہان برگزیدہ ام — تا ہم بدان گذارم عمر دراز را

شعر و سرود و رود و مئی خوشگوار را — شطرنج و نرد و صیدگہ و یوز و باز را

میدان و گوی و بارگہ و رزم و بزم را — اسپ و سلاح و جود و دعا و نماز را

## امیر ابو الحسن اغاجی بخاری معاصر دقیقی

یہی مضمون اس امیر نے بھی اس قطعہ مین زیادہ ایجاز و بلاغت کے ساتھ باندھا ہی۔

اے آنکہ نداری خبرے از ہنر من — خواہی کہ بدانی کہ نیم نعمت پرورد

اسپ آرد و کمند آر و کتاب آر و کمان آر — شعر و قلم و بربط و شطرنج و می و نرد

برف آسمانی کی صفت مین کسقدر اچھوتا مضمون پیدا کیا ہی۔

ہوا در نگر کہ لشکر برف — چون کند اندرون ہمے پرواز

راست ہمچو کبوتران سپید — راہ گم کردگان ز ہیبت باز

یعنی ذرا دیکھو تو کہ برف کا لشکر کسطرح ہوا مین اُڑ رہا ہی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سفید کبوتر باز کے خوف سے بھٹکتے اور ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین۔

## امیر طاہر بن فضل

متنبی کا ممدوح سیف الدولہ متوفی سنہ ۳۵۶ھ علم و فن کا مشہور سرپرست و عیش پسند فرمانروا تھا۔

ایک قصیدہ مین اُس نے قوس قزح کی ایسی تشبیہ پیدا کی ہے جو شاہانہ تشبیہ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے یعنی جس شخص نے شاہانہ عشرت کا مشاہدہ نہ کیا ہو اُسے ایسی تشبیہ کبھی سوجھ نہین سکتی۔ وہو ہذا۔

وساقٍ صبیح للصبوح دعوتہ فقام وفی اجفانہ سنۃ الغمض
یطوف بکاساتِ العُقار کانجم فمن بین منقض علینا ومنقض
وقد نشرت ایدی الجنوب مطارفا علی الجود کنا والحواشی علی الارض
یطرزہا قوس السحاب باصفر علی احمر فی اخضر تحت مبیض
کاذیال خودٍ اقبلت فی غلائل مصبغۃ والبعض اقصر من بعض

یہ شعر امیر طاہر بن فضل نے سُنے تو اُن کا فارسی قطعہ مین لفظ بلفظ ترجمہ کیا ؎

آن ساقیِ مہ روے صبوحی بر من خورد وز خواب دو چشمش چو دو تا نرگس خرم
وان جام مے اندر کفِ او ہمچو ستارہ نا خوردہ یکے جام ددگر دادہ دمادم
وان میغ جنوبی چو یکے مطرب خوش بود دامن بزمین برزدہ ہمچون شب ادہم
بربستہ ہوا چون کمرے قوس قزح را از اصفر و از احمر و از ابیض معلم
گوئی کہ دو سہ پیرہن است از دو سہ گونہ در دامن ہر یک ز دگر پارگکے کم

یعنی ہوا نے دھنک کے ایک زرد سُرخ سفید رنگون کا پٹکا باندھ رکھا تو ایسی صورت قائم ہو گئی جیسے کوئی نازنین کئی رنگون کے کرتے پہنے ہوا ور ہر ایک کا دامن دوسرے سے ذرا ذرا چھوٹا ہو۔

اسی مضمون کو سلطان سنجر کے ملک الشعرا امیر معزی نے زیادہ صفائی اور چستی سے یون نظم کرکے اپنا بنا لیا ؎

نماید خویشتن قوس قزح چون چنبر رنگین کہ باشد در زمین پیہان شدہ یک نیمہ زان چنبر
چو پوشیدہ سہ پیراہن کہ ہر یک را بود پیدا بن و دامن یکے احمر یکے اصفر یکے اخضر

محمد مسلم

# انچ کیپ کمیٹی کے کارنامے

اسمبلی کے کسی ممبر کے حسب قرارداد گورنمنٹ ہند نے بڑھتے ہوئے اخراجات اور گھٹتی ہوئی آمدنی کا گورکھ دھندا سُلجھانے کے لیے ماہرون کی ایک کمیٹی مقرر کی کہ جس کے صدر لارڈ انچ کیپ اور اراکین سر ٹامس کیٹو، مسٹر ڈی۔ ایم دلال، سر راجندر ناتھ مکرجی۔ آنریبل سر الگزنڈر مرے اور آنریبل مسٹر پرشوتم داس ٹھاکر داس تھے۔ گویا آدھے ممبر ہندوستانی اور آدھے انگریز تھے۔ سوائے ایک کے باقی تمام اراکین بڑے بڑے کارخانون کے منتظم اور ڈائرکٹر ہین۔ ہزارہا آدمی ان کے زیر اہتمام کام کرتے ہین۔ مسٹر دلال جو انڈیا کونسل کے رکن تھے مالیات واقتصادیات کے زبردست ماہر ہین۔ اس وجہ سے اس کمیٹی کی جانچ پڑتال سے سب کی تسلی ہونی چاہیے۔ نومبر مین اس نے دہلی مین اپنا اہم کام شروع کیا۔ اور فروری کے تیسرے ہفتے مین اپنی رپورٹ مکمل کرکے گورنمنٹ ہند مین بھیج دی۔ اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ گورنمنٹ ہند نے اپنی آمدنی اور خرچ کی کوئی تفصیل اراکین کمیٹی سے پوشیدہ نہ رکھی اس لیے جو تجاویز تخفیف اخراجات کے باب مین پیش کی ہین۔ وہ معقول اور قابل تسلیم ہین۔

پانچ چھ برس سے مالیہ ہند کی پیچیدگیان بڑھتی چلی آتی ہین۔ اخراجات آمدنی سے تجاوز کرتے چلے جاتے ہین کہ جس سے حکومت کئی قسم کی مشکلات سے دوچار ہو رہی ہے گو اصلاحات کا دور سنہ ۱۹۲۱ء کے ساتھ شروع ہوا۔ مگر افراد ملک کی تمدنی حالت سنوارنے کی عملی تجاویز مین سخت رکاوٹین حائل ہو رہی ہین۔ نہ صرف یہی ہوا۔ بلکہ ٹیکسون کا بارگران بڑھتے بڑھتے انتہا کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اصلاحات کے دور جدید کے دوران مختصر مین چالیس پچاس کروڑ روپے سالانہ اہل ہند کی جیبون سے نکلے جا رہے ہین۔ بااین ہمہ آمدنی حکومتی اخراجات کی متحمل نہیں ہوتی۔ اس لیے معاملہ فہم اور خیرخواہان ملک کے سامنے یہ معمہ آتا ہے کہ اس گتھی کو کسطرح سلجھایا جائے سنہ ۱۹۱۹-۱۸ع سے اب تک بجٹ کے خسارے کی مجموعی رقم ایک ارب ساڑھے سات کروڑ روپے تک پہنچ چکی ہے۔ گویا ملک ہند بقول وزیر مالیہ سر بیسل بلاکٹ اتنی بڑھی ہوئی رقم کا زیر بار ہو گیا ہے۔ اگر اُسے نہرون اور آب پاشی کے سلسلون پر خرچ کیا جاتا تو بیس کروڑ روپیہ

مزروعہ اراضی مین سے دس کروڑ ایکڑ نہرون سے سیراب ہوتے۔ اور زراعت پیشہ گروہ کی زرعی آمدنی چالیس ارب کے لگ بھگ ہوتی۔ اور یہ ملک خشک سالی اور امساک باران کے تباہ کن اثر سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا۔ کیونکہ ۱۹۲۱ء کے اخیر تک ہندوستان کی مختلف نہرون پر (۷۵) کروڑ روپیہ کے قریب خرچ ہو چکا ہی۔ اور سیراب رقبہ کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تیرہ ارب کے قریب کیا گیا ہی چالیس پچاس کروڑ روپے سالانہ ہماری جیبون سے نکلے جاتے ہین۔ اس سے بار مزید عائد ہو گیا ہی۔ شاید یہ سوال پیدا ہو گا کہ اخراجات کیون بڑھ گئے ہین اور آمدنی کیون مکتفی نہین ہوتی؟ یہ بڑا جامع سوال ہی۔ مگر اس کا جواب بہم پہنچانا بڑا دقت طلب کام ہی۔ جنگ اعظم کے باعث جو عالمگیر تباہی رونما ہوئی ہی۔ اس کے اثر مذموم سے ہندوستان بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ ہمارے بڑھے ہوئے مصارف حکومت اقتصادی آفتون کی وجہ سے لاحق ہوئے ہین۔ ضروریات زندگی کی گرانی تین سال کی مسلسل خشک سالیون کا انجام ہی۔ پھر یورپ کی تجارتی اور صنعتی کساد بازاری بھی ان مشکلات کی ذمہ دار گردانی جاتی ہی جنگی مصارف کی رقم بہت بڑھ گئی ہی کیونکہ ہندوستان کی سپاہ بھی اسی قسم کی مراعات سے آراستہ کی گئی ہی کہ جس سے گورہ فوج بہرہ یاب ہی۔ اب تنخواہ (۔) روپیہ ماہانہ۔ راشن وردی مفت۔ اور رہنے کے لیے عمدہ مکانات تعمیر ہو رہے ہین۔ گو گذشتہ سال فوجون مین کئی ہزار جوانون کی تخفیف ہو چکی ہی مگر تو بھی خرچ دو چند ہی۔ یہ نہایت اہم مسئلہ ہی۔ اس وجہ سے اسپر تفصیلی بحث درکار ہی۔

۱۴-۱۹۱۳ء مین جنگی اخراجات اُنتیس کروڑ چوراسی لاکھ (۸۴) ہزار روپے تھے۔ مگر ۲۲-۱۹۲۱ء مین یہ ۶۹ کروڑ ۴۳ لاکھ ۶۹ ہزار روپے تک پہونچے تھے۔ مگر ۲۳-۱۹۲۲ء مین اس صیغہ کے لیے پونے (۶۷) کروڑ روپے مخصوص کیے گئے تھے۔ اور یہ آمدنی کے نصف سے بھی زیادہ ہی۔ وزیرستان کی معرکہ آرائیون اور سڑکون اور ذیلی مورچہ بندیون کا خرچ جو سال گذشتہ مین (۵۰ء۳) کروڑ تک پہونچا اسی مد مین شامل ہی۔ علاوہ ازین غیر ضروری فوج اور زائد فوجی افسرون کی موقوفی کا خرچ (۲ء۸) کروڑ روپیہ ہوا ہے۔ یہ بھی جنگی مصارف مین شمار ہوتا ہی۔ یکم اپریل ۱۹۲۲ء کو ہندی اور گورہ سپاہ کی مجموعی تعداد تین لاکھ نو ہزار (۳۰۹) تھی۔ مگر اس مین محفوظ اور معاون اور مقامی دستے شامل نہین۔ اور نہ ہی عدن ایران اور نو آبادیون کی فوج شمار کی گئی ہی۔ انچ کیپ کمیٹی نے فوجی مصارف کی جملہ مدون پر غور کر کے یہ تجویز کیا ہے کہ ساڑھے دس کروڑ گھٹا دیے جائین۔ اور یہ امر موجب طمانیت ہے۔ کہ سپہ سالار بہادر نے کمیٹی کی تجاویز سے

بادنیٰ تغیر اتفاق کیا ہو۔ اور رفتہ رفتہ انھین عملی صورت دی جاسے گی۔ کمیٹی کی تجاویز کا اختصار یہ ہے کہ گورہ اور ہندی نوجون مین معتدبہ تخفیف کی جائے۔ اول الذکرین (۵۷۰۰) اور موخرالذکرین (۶۶۴۳) جوان گھٹانے کی تجویز ہو۔ علاوہ ازین تین گورہ رسالے اور بعض توپ خانے توڑنے کی بھی تجویز ہو۔ ہیتی ہندی پلٹنون مین پچاس فی صدی تخفیف ضروری ٹھہرائی گئی ہو۔ اس سے تین کروڑ روپے کی بچت نکلے گی۔ فوجی تعمیرات کی خرچ کی کمی سے (۷۰) لاکھ۔ محفوظ فوج کی اصلاح، سپلائی سروس کی اصلاح کرکے فضول خرچ کی موقوفی۔ اور نیز بحری دستہ کے خرچ کی ترمیم پر بڑا زور دیا گیا ہو۔ جو جہاز فوجین سمندر پار لے جانے کے لیے رکھے جاتے ہین، انھین نیلام کرنے کی اشد ضرورت جتائی گئی ہو۔ اس طرح جنگی مصارف کی رقم مین معتدبہ تخفیف ہوگی۔ کمیٹی نے یہ قرار دیا ہو کہ فوجی بجٹ پونے (۵۸) کروڑ روپے سالانہ ہو۔ اور رفتہ رفتہ اسے گھٹا کر پچاس کروڑ روپے کرنا چاہیئے۔ اور یہ وہ رقم ہو جو اصلی کے [illegible] ارکین نے پچھلے سال فوجی خرچ کیلیے تجویز کی تھی۔

باقی نوکروڑ روپے سول اخراجات مین کم کیے جا سکین گے۔ کہ تینین ریلوے کی مد بڑی اہم ہو۔ اس محکمہ مین بہت [illegible] ہو۔ کمیٹی نے [illegible] اہی تجاویز ریلون کی ابتنائیش کی ہین۔ وہ قابل قدر ہین۔ اگر انھین عملی صورت دی گئی تو بہت جلد [illegible] سی شکایات رفع ہو جائین گی۔ خرچ بہت جو فضولیات ہوتی ہین دہی بند ہو جائین گی۔ اور ریلوے کی بابت [illegible] نصب [illegible] کا [illegible] کارہ بہ [illegible] کی اگزیکیٹو کونسل کے ممبرون کے فرائض کی تقسیم و تنویق کی گئی ہو۔ [illegible] ریلوے [illegible] مین شامل کی جاسے گی۔ باقی تجارت، مصنوعات، مال گزاری، [illegible] تعلیمات، حفظان صحت اور تعمیرات وغیرہ محکمون مین منقسم کیے جائین گے۔ انھارک [illegible] جنرل [illegible] موقوف کیا جائے گا۔ نظارت ہند اور ہائی کمشنر کے دفترون کے مصارف گھٹا دیے جائین گے۔ قصہ کوتاہ کوئی محکمہ نہین کہ جسمین تخفیف نہ کی گئی ہو۔ [illegible] شاید سب سے زیادہ نامعقول تخفیف سائنٹفک محکمون کی بابت ہو جن مین آرکیالوجی (آثار قدیمہ) جیالوجی (ارضیات) سروے (پیمائش) وغیرہ وغیرہ شمار ہوتے ہین۔ لیکن چونکہ ممبران کمیٹی [illegible] سائنسی معاملات کی اہمیت کو نہین سمجھتے۔ خوشی [illegible] گورنمنٹ [illegible] کمیٹی کی تجاویز سے اتفاق کرکے اپنے خرچ کا تخمینہ مرتب کیا ہو۔ سال آئندہ [illegible] باقی سنہ ۱۹۲۴ع مین عمل پذیر ہون گی۔ اسطرح پر انچ کیپ [illegible] تجاویز [illegible] مالی مشکلات [illegible] کارگر وسیلہ ثابت ہون گی۔

جے۔ آر۔ راسہ

# باشد کہ بیدلان را کامے ز لب بر آری

خاکسار کے تہیۂ سفر حجاز کی اطلاع پاکر کرمی مولوی محی الدین تمنا عمادی نے مندرجۂ ذیل اشعار ارسال فرمائے ہین جن کی لذت سے ناظرین الناظر بھی کام آشنا ہولین ۔

ایڈیٹر

اے خوش نصیب لوگو! یثرب کے جانے والو!
عیش ابد کما لو رنج سفر اُٹھا کر

جاتے ہو تم، تو جاؤ، لیکن یہ یاد رکھو
جاتے ہو مرے دل مین اک آگ سی لگا کر

لکھی ہی تھی یہ دولت تقدیر مین تمھاری
کیا پھل ملے گا مجھکو اب خار تم سے کھا کر

آؤ ذرا کہ دے لون تسکین اپنے دل کو
خاکِ قدم تمھاری آنکھون سے مین لگا کر

---

اس بدنصیب کی ہے اک عرض، سُنتے جاؤ
کہتا ہے چشم تر سے نہر دن لہو بہا کر

دیکھو، یہ یاد رکھنا طیبے مین جب پہونچنا
مجھکو نہ بھول جانا مقصود اپنا پا کر

ہو روضۂ نبیؐ پر جب حاضری تمھاری
کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جا کر

سرکار! نیند کب تک؟ ہاں اُٹھیے جلد اُٹھیے
اُمت کا دم رُکا ہے گویا لبون پہ آکر

محشر بپا ہے اُٹھیے اے شمعِ بزمِ محشر!
امت کے سر پہ رکھیے دستِ کرم اب آکر

بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہین بنائے
بیٹھے ہین آپ ہی سے سب آسرا لگا کر

اور اک غریب، جس کو کہتے ہین سب تمنا
آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اُس کو جا کر

طیبہ کی سمت رُخ تھا، اشک آنکھون سے روان تھے
بیچارہ کہ رہا تھا یون ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر

تا در جہانِ خوبی امروز کامگاری
باشد کہ بیدلان را کامے ز لب بر آری
(حافظ)

تمنا عمادی

# ابن خلدون اور ان کا فلسفہ تاریخ

محمد ابن خلدون پہلے مصنف ہیں جنہوں نے تاریخ کو بذات خود ایک خاص علم کا موضوع قرار دیا ہے
اس لحاظ سے ان کو علم تاریخ کا بانی بنا کہا جا سکتا ہے یا نہیں، یہ ایک ایسا سوال ہے کہ جس کے
جواب میں اختلاف آرا کچھ بیجا قیاس نہیں، لیکن ان کے مقدمہ کا کوئی منصف مزاج ناظر اس سے
انکار نہیں کر سکتا کہ وہ سے قبل کے تمام مصنفین میں سے یہی ایک اپنے فن میں جو اس اعزاز کے
مستحق سمجھے جا سکتے ہیں

ان کے سوانح حیات کے لیے ہم ان کی خود نگاشتہ سوانح عمری کے زیادہ مستفید ہیں لیکن
یہ سوانح عمری ۱۳۹۵ء (۷۹۷ھ) یعنی وفات سے دس سال قبل ختم ہو گئی ہے۔ اس کی صحت اور
راست گوئی میں کوئی شک نہیں کر سکتا، اور اس کے ساتھ ہی اسمیں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کافی مفصل ہے
لیکن بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے نہ تو مصنف کے خیالات و معتقدات ہی واضح ہوتے ہیں نہ انکی روزمرہ
زندگی اور ان کے احوال ہی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ بالفاظ دیگر اسمیں کوئی ایسی خوبی نہیں جس کی ہم کو
ابن خلدون ایسے مصنف سے امید ہو سکتی تھی۔

ابن خلدون ۱۳۳۲ء میں تونس میں پیدا ہوئے۔ وہ حضرموت کے ایک قدیم عرب قبیلہ سے
تعلق رکھتے تھے اور ایک ایسے خاندان سے تھے جسکا اسپین پر دبدبہ تھا۔ بنو امیہ کے زوال کے
وقت یہ خاندان آکر شمالی افریقہ میں آباد ہوا تھا۔ ابن خلدون کو نہایت اہتمام سے تعلیم دی گئی انھوں
نے قرآن شریف کے علاوہ قدیم عربی نظم، حدیث، صرف و نحو، منطق، ریاضی، فقہ، دینیات اور فلسفہ میں
مہارت پیدا کی۔ اسی وجہ سے وہ بہت عدیم الفرصت رہتے تھے اور ہمیشہ طلب علوم اور مطالعہ ادبیات
میں منہمک نظر آتے تھے۔ بیس برس کی عمر میں وہ ابن اسحاق ثانی سلطان تونس کے ہاں ملازم ہوئے۔
اسی وقت سے ان کی سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوتا ہے۔ صرف دو سال بعد وہ ابو عنان سلطان
فیض کے ہاں چلے گئے اور ابو عنان کے منظور نظر ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درباریوں نے ان کے
خلاف سازش کی اور آخر ان کو بے عزت کروا کے قید میں ڈلوا دیا۔ ۱۳۵۹ء میں ابو عنان نے انتقال کیا۔

ان کے جانشین، ابو سالم، نے ان کو رہا کر کے اپنا کاتب مقرر کیا۔ لیکن اس وقت وہ درباریون کے محسود اور مبغوض رہے ابو سالم کی وفات کے بعد ان مین اور وزیر عمر مین ان بن ہو گئی اور ان کو دربار چھوڑ کر اسپین جانا پڑا، یہان ابن الاحمر نے ان کو ہاتھون ہاتھ لیا، اور اگلے ہی سال ان کو سفیر مقرر کر کے پیٹر، شاہ قستالہ، کے پاس اشبیلیہ بھیجدیا۔

۱۳۶۵ء مین وہ اپنے ایک قدیم دوست ابن عبد اللہ کے وزیر اعظم مقرر ہو کر پھر افریقہ آئے لیکن یہ شخص عبد العباس، شاہ قسطنطین، کے خلاف ایک جنگ مین مقتول ہوا۔ اس کے بعد ابن خلدون کی زندگی بہت خطرے مین گذری۔ کیونکہ وہ ایسی جگہ تھے جہان کے والی ہر وقت ایک دوسرے کے خلاف آستینین چڑھائے رہتے تھے، ان کی جان بھی صرف بعض طاقتور اور خود مختار عربی قبائل کے سردارون کی دوستی کی وجہ سے بچی رہی۔ ۱۳۷۰ء سے ۱۳۷۴ء تک وہ شاہ مراکش کے ملازم رہے اور عرب قبائل کے ساتھ رسل و رسائل اور انصرام مہات مین خصوصیت کے ساتھ مشغول رہے ۱۳۷۴ء مین وہ دوبارہ اسپین گئے۔ لیکن جلد ہی وہان سے واپس آنے پر مجبور ہوے۔ اس کے بعد چار سال اُنھون نے بالکل عزلت مین گزار دیے "یہ تمام مدت ایک بڑے گمر ویران قلعہ مین مطالعہ مین صرف کی۔ اسی عزلت مین اُنھون نے شہرۂ آفاق مقدمہ تیار کیا اور تاریخ عرب و بربر کی بنا ڈالی۔ موخر الاسم کو جاری رکھنے کے لیے اُن کو بڑے بڑے کتبخانون کی ضرورت لاحق ہوئی اور اسی وجہ سے اُنھون نے ۱۳۷۸ء مین تونس کی طرف مراجعت کی۔

سلطان عبد العباس اور عامۃ الناس نے ان کا استقبال نہایت گرمجوشی سے کیا اور طلبہ نے ان کو مجبور کیا کہ وہ ان کو تعلیم دین۔ لیکن درباریون مین سے ایک فرقہ جس کے سرگروہ مفتی اعظم ابن عرفہ تھے، اُن کی اس مراجعت اور اس عزت و احترام کو اپنے لیے فال بد سمجھا چنانچہ ان لوگون نے ریشہ دوانیان شروع کین۔ ابن خلدون اپنے خلاف آئے دن کی سازشون سے گھبرا گئے اور عہد کیا کہ تاریخ بربرہ ختم کرنے کے بعد وہ حج کے لیے روانہ ہو جائین۔ چنانچہ اکتوبر ۱۳۸۲ء مین وہ اجازت حاصل کر کے مصر کی طرف روانہ ہوئے اور نومبر مین اسکندریہ پہونچ گئے۔ اور صرف ایک ماہ قیام کر کے قاہرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی شہرت تو چار دانگ عالم مین پھیل ہی چکی تھی اور اس وقت اتفاق سے مکہ جانے والا کوئی کاروان بھی تیار نہ تھا۔ لہذا وہان کے سلطان نے ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنا حج کا ارادہ

فسخ کرکے قاہرہ مین پروفیسری قبول کرین۔ اُنھون نے سرِ تسلیم خم کیا اور وہین مستقل طور پر مقیم ہو گئے رفتہ رفتہ وہ قاضی القضاۃ کے عہدے تک ترقی کر گئے۔ اس عہدہ پر قوانین عدل و انصاف کی پابندی نے سرکاری آدمیون مین ان کے بہت سے دشمن پیدا کر دیے۔ اس کے علاوہ اُن پر ایک مصیبت یہ پڑی کہ جس جہاز مین اُن کا خاندان مراکش سے مصر جا رہا تھا وہ ڈوب گیا اور بہ یکست گردشِ چرخ نیلوفری اپنی نرد دولت اور خوشی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس صدمہ سے وہ بہت دلگیر ہوے۔ مگر سوا دعا کے اُن کے پاس بھی کوئی چارہ کار نہ تھا۔ سنہ ۱۳۸۷ء مین وہ عازم حج ہوے اور وہان سے قاہرہ آکر کچھ مدت تک تو تعلیم دیتے رہے اور مطالعہ مین مصروف رہے اور سنہ ۱۳۹۴ء مین خود اپنی سوانح عمری لکھی جسمین اُس وقت تک کے حالات درج کیے۔ سنہ ۱۴۰۰ء مین وہ سلطان مصر کے ہمراہ سلطان تیمور کے خلاف ایک مہم مین شامل ہو کر شام گئے اور دمشق مین محصور ہوے۔ لیکن اُنھون نے اپنے آپ کو فاتح کے حوالہ کر دیا۔ تیمور نے ان کی بہت عزت و حرمت کی اور ان کی لیاقت و قابلیت کی قدر کی۔ ابن خلدون نے بھی اپنے آپ کو ایک وفادار اور لائق درباری ثابت کیا۔ تیمور ان کو ترکستان لے جانا چاہتا تھا مگر ان کا اصرار اس کے ارادہ پر غالب آیا اور یہ قاہرہ واپس چلے آئے۔ یہان دوبارہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیے گئے۔ اور آخر چوہتر برس کی عمر مین سنہ ۱۴۰۶ء مین انتقال کیا۔

مذکورۂ بالا مختصر سی سوانح عمری سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن خلدون ایک عجیب و غریب آدمی تھے۔ ان کی تمام زندگی ایسے حالات مین گذری جو نہایت پیچیدہ تھے۔ ہر روز نئے نئے واقعات رونما ہوتے تھے۔ آئے دن ان کے خلاف سازشین ہوتی تھین جن جن حاکمون کے زیر سایہ وہ رہے وہ مستبد تھے اور ان کے درباری کمینے اور حاسد۔ ان تمام باتون کے باوصف اُنھون نے بہت سے مواقع پر کارہائے نمایان کیے ان کے اعدا ان کو اکثر نیچا دکھانے مین کامیاب ہوتے رہے مگر وہ بھی اپنی خداداد لیاقت کی وجہ سے جلد ہی اپنی اصلی حالت پر آجاتے تھے۔ نوجوانی اور بڑھاپے دونون حالتون مین اور زمانہ کے حادثات کے باوجود وہ بہت ذی اثر اور ممتاز رہے۔ کبھی انکی خوشامد کی جاتی تھی کبھی ان کو دھمکایا جاتا تھا اور کبھی ان کی تعریف کی جاتی تھی۔ ہر حال مین اُن کا جوہر ذاتی اسیطرح ضوفگن رہا۔ وہ ایک ماہر سیاست دان ایک ہمہ دان درباری اور سوسائٹی کے ایک درخشندہ رکن تھے۔ ان کی رائے صائب اور اُن کی گفتگو موثر ہوتی تھی۔ ان کو ماحول کے مطابق اپنے آپ کو بدل لینے مین خاص ملکہ تھا وہ شناعت النفس ... ان پیر

کام کر سکتے تھے اور بہت ان علوم و فنون میں طاق تھے جن کو ان کے مسلمان ہمعصرون نے ترقی دی۔ ان کی طبیعت مین بھی سازشین کرنے اور گروہ بنانے کا مادہ موجود تھا۔ مگر وہ اپنے عالی رتبہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ ان کی طبیعت بھی مستبدانہ حکومت کی طرف مائل تھی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاسیات اور ادبیات مین شہرت کے خواہان تھے۔ لیکن وہ اس الزام سے بری ہین کہ اپنے اس مقصد مین کامیاب ہونے کے سبب انھون نے اخلاقی قوانین کو پس پشت ڈالا یا فتنہ انگیز حرکتین کین۔ وہ ایک پکے مسلمان تھے۔

فلسفہ مین وہ کسی خاص مسلک سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ چودھوین صدی سے قبل تمام اسلامی ممالک مین فلسفہ بہت بدنام ہو چکا تھا۔ اور جہان کہین قرآن شریف کا فیصلہ معاملات مذہبی مین ناطق سمجھا جاتا تھا وہان مذہبی تعصب اور جوش نے اصولی مسائل پر آزادانہ غور و فکر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اس لحاظ سے ابن خلدون اپنے زمانہ کے عوام سے کچھ الگ نہ تھے عالم مافوق الاحساس کے مسائل مین ان کو عقل کی نسبت الہام پر زیادہ اعتماد تھا چنانچہ انھون نے اپنے مقدمہ کی مکمل ایک فصل مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ فلسفہ کو غلطی سے علم کہا گیا ہے اور یہ کہ یہ نہ صرف اپنے دعاوی کو ثابت ہی نہین کر سکتا بلکہ مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضرر رسان بھی ہے وہ صرف اس قدر تسلیم کرتے ہین کہ تاریخ فلسفہ کا مطالعہ کچھ مفید ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے ہماری فہم مین ترقی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی رکھتے ہین کہ اس کا مطالعہ صرف ان لوگون کو کرنا چاہیے جو علوم قرآن اور فقہ مین ماہر ہون۔ تجربی علوم کی وہ بہت قدر کرتے تھے۔ آنحضرت (صلعم) کی تعلیمات کو بے حیل و حجت مانتے تھے اور مذہب اور مابعد الطبیعیات مین تمام عقلی مباحثات کو غلط یا مبنی برغلط سمجھتے تھے۔ چونکہ ان کا تعلق کسی خاص فلسفہ سے نہ تھا اس لیے ان کو اس بات کا بھی خیال نہ آیا کہ وہ تاریخ کی توجیہ فلسفہ کی روشنی مین کرین اور قرآن شریف مین علم تاریخ کی بنا کے لیے کچھ مواد نہ تھا لہذا انھون نے اپنے تمام تاریخی نظریون کو براہ راست تاریخی واقعات سے مستنبط کیا ہے۔ اس باب مین ان کا علم نہایت وسیع علمی مستحضر اور عالمانہ تحقیقات اور ذاتی تجربہ کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ ان کو معاشرتی مظاہر کی اصلیت اور ان کے مفہوم تک پہونچنے مین خاص مہارت تھی۔ اور نہایت ہی سہولت کے ساتھ ان کے اسباب اور تعلقات کو معلوم کر لیتے تھے تعمیمات کرنے مین ان کو ید طولی حاصل تھا۔ اور

حقیقت یہ ہے کہ یہی خصوصیات ان کی تحقیقات مین کامیابی کا باعث ہوئین۔ اس مین ان کے
غور و فکر یا فلسفیانہ اصول کی جدت و عمدگی کو کچھ دخل نہین۔

ابن خلدون نے مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ ان کے بعض چھوٹے چھوٹے رسائل
تو اُسی وقت مشہور ہوئے اور بعد مین غائب ہو گئے۔ ان کی تمام شہرت ان کے شاہکار "تاریخ عالم"
اور خاصکر اس کے پہلے حصہ مقدمہ پر مبنی ہے۔ دوسرے حصہ مین عربون، شامیون، ایرانیون، اسرائیلیون
قبطیون، یونانیون، رومنون اور ترکون کی تاریخ ہے۔ تیسرے اور آخری حصے مین بربرہ اور اردگرد کی
اقوام کا ذکر ہے۔ ان موخر الذکر دو حصون پر صرف معدودے چند ماہر ہی اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہین۔
ان کا مصنف ان کی جدت، علم و نقد کے قوانین کی مطابقت اور اُن کی قدر و قیمت کے لحاظ سے بہت
اعلیٰ و ارفع سمجھتا تھا۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ وہ اس مین غلطی پر تھا۔ ڈوزی، دی سلین اور عمری جیسے
لائق نقاد، جو تاریخ عالم کے مطالعہ مین مصروف ہین سب اس بات مین متفق ہین کہ ایک تاریخی تصنیف
کی حیثیت سے اس مین بہت سے نقص ہین۔ ان کی رائے ہے کہ اس کا طرز تحریر غیر واضح اور غیر محتاط ہے۔
واقعات کے بیان کرنے مین طول لاطائل دیا ہے اور اس کو بیکار اور فضول استدلالات سے ثقیل کر دیا ہے
مواد اور مضامین کی تقسیم اس ڈھنگ سے کی ہے کہ تکرار لازمی ہو گئی ہے۔ اور ان ماخذ کو جن کی سند کو قابل وثوق
قرار دیا ہے، اکثر غلط بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اُن کی یہ رائے درست ہو۔ لیکن سوچنا یہ چاہیے کہ اگر ابن خلدون
کی تصنیف زمانہ حال کی ایک سائنٹفک تاریخ کی محک پر کامل العیار اُترتی تو ان کا یہ کارنامہ معجزہ سے
کم نہ ہوتا۔ ایک تاریخی تحقیق کی حیثیت سے ان کا کام پہلے ہی عقل کو حیران کیے دیتا ہے۔

اب ہم کو اپنی تمامتر توجہ مقدمہ کی طرف منعطف کرنی چاہیے۔ یہ بذات خود ایک مکمل کتاب ہے،
اور اسی کتاب کا ایک مختصر و مجمل حال اوراق آئندہ کا موضوع ہے۔

اس مین ایک دیباچہ ہے، ایک مقدمہ اور چھ فصلین۔

دیباچہ مین تصنیف کا موضوع تاریخ بتایا گیا ہے جو علم کی ایک نوع ہے جس کی ہر جگہ قدر کیجاتی ہے،
عام طور پر ترقی دی جاتی ہے اور بہت طرح مفید اور بکارآمد ہے۔ تاریخ کے متعلق کہا گیا ہے کہ بظاہر یہ ان تمام
واقعات کو بیان کرتی ہے جو اقوام کے تجربہ مین ہر زمانہ مین ظہور پذیر ہوتے ہین اور بہ باطن واقعات کا
مطالعہ اور ان کی تحقیق، ان کے اسباب، معاشری مظاہر کے ظہور کے طریق پر ایک جامع و مانع اور مدلل بحث کرتی ہے۔

جب تاریخ ان دو صفات سے متصف ہو تو اس کا شمار علوم مین ہو سکتا ہی" ابن خلدون کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح تاریخ بھی اور علوم کے ہم رتبہ ہو جائے۔ ان کا خیال تھا اور صحیح خیال تھا کہ ان سے قبل کسی مصنف نے بالارادہ یا مسلسل کوشش اس مقصد کو حاصل کرنے کی نہین کی۔

مقدمہ مین مصنفین کے غیر ناقدانہ رویہ اور اس کے اسباب پر بحث کی ہی، شہادتون کے قبول کرنے مین ان کی عجلت اور بیان کردہ واقعات کی غیر کافی اور غلط توجیہات کی بہت سی مثالین پیش کی ہین۔ اسی سلسلہ مین مسعودی کے اس بیان پر بھی تنقید کی ہی کہ جہان اس نے حضرت موسےٰ کے زیر کمان اسرائیلیون کی تعداد کا ذکر کیا ہی۔ اور جس بنا پر اس تعداد کو ناقابل اعتبار ثابت کیا گیا ہی وہ تقریباً وہی ہین جو کولن سو نے زمانہ حال مین بیان کی ہین۔ مورخون کی غلطیون کے اسباب انھون نے یہ بیان کیے ہین کہ یہ لوگ زمانہ اور قرن کے فرق کو نظر انداز کر دیتے ہین۔ اور دو واقعات مین تشابہ کی وجہ سے نتیجہ اخذ کرنے مین جلدی کرتے ہین۔ اسکے علاوہ خود رائی اپنے اوپر یا دوسرون پر اعتماد کورانہ تقلید، اور تہذیب و تمدن کی ماہیت اور اس کے اثر کے متعلق قلت علم ان کو راہ گم کرنے مین مدد دیتے ہین۔ ان مین سے آخری سبب پر بحث کے دوران مین ابن خلدون نے اپنی اس تحقیق و تفحیص اور اس کے متوقعہ نتایج کو "علم تمدن" کے نام سے موسوم کیا ہی یہی علم ان کے نزدیک تاریخ مین خطا و صواب کا معیار ہی۔

مقدمہ کی پہلی فصل مین ہیئت اجتماعی پر بالعموم اور اس سے متعلق نسل انسانی اور زمین کے ان حصص پر بحث ہی جنھین یہ آباد ہی۔ اس بحث کا پہلا مقدمہ یہ ہی کہ انسان بالطبع مدنی ہی، اس کا جسم، اُس کی روح اور اُس کی تمام خواہشات و احساسات کے عمل اور ترقی کے لیے لازمی ہی کہ ابنا جنس مین تعاون اور رشتہ مواخات ہو۔ اور حیات عامہ اور حیات اجتماعی مین وہ ایک دوسرے کے شریک ہون۔ یہ حیات عامہ یا حیات اجتماعی بتدریج ترقی پذیر ہوتی ہی اور اس ترقی مین تہذیب یا تمدن کے درجات و مراتب مین سے گذرتی ہی۔ جسطرح علم ہندسہ کمیات پر، علم ہیئت اجسام فلکی پر، اور علم طب جسم انسانی پر بحث کرتے ہین اسی طرح یہ نیا علم یعنی علم تاریخ، تہذیب یا تمدن پر بحث کرتا ہی۔

اس کے بعد تاریخ اور تمدن کے اساس طبعی پر ایک طول طویل بحث ہی۔ اس مین ربع مسکون، اُس کے حصص، اُس کے بڑے بڑے حصون، بڑے بڑے دریاؤن، اور اس کی آب و ہوا کا ذکر ہے۔

آب و ہوا کے لحاظ سے اس کو سات منطقات پر تقسیم کیا ہی اور پھر ہر منطقہ کو دس حصون مین۔ ان حصون مین سے ہر حصے کے باشندون کی تخصیص کی ہی۔ ان مین سے تین معتدل منطقات کو بہ تفصیل بیان کیا ہی اور انکے باشندون کی معاشری حالت اور ان کی تہذیب کے ممیزات پر بحث ہی۔ اسی بحث مین یہ بتایا گیا ہے کہ نوع انسان کے جسمانی نفسیاتی اور اخلاقی خصوصیات پر آب وہوا اور سردی گرمی کا بہت بڑا اثر ہوتا ہی مثلاً حبشیون کی سیاہ رنگت اور اُن کے اوضاع و اطوار کی تمام خصوصیات آب وہوا ہی کا نتیجہ بتائی گئی ہین اسی مین مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہی کہ زمین کی زرخیزی یا قحط وغیرہ کا آدمیون کی جسمی یا نفسی حالت پر کیا اثر ہوتا ہی۔ اور اس طرح ہیئت اجتماعی مین کیا کیا تغیر و تبدل ہوتا ہی،

یہ فصل جاکر نبوت کی بحث پر ختم ہوتی ہی، اس مین غیر مرئی عالم، جس کے علم سے چند برگزیدگان کو عوام کی تعلیم کے لیے بہرہ اندوز کیا گیا ہی، پر بحث ہی۔ اس بحث مین بھی بہت سی دلچسپ و سبق آموز باتین ہین اگرچہ بعض ناظرین کے نزدیک بحث بالکل بے محل و بے موقع ہی۔ مگر حضرات اس بات کو نظرانداز کردیتے ہین کہ ایک سامی الاصل شخص کے لیے یہی نبوت تمام مذہبی معلومات کا سرچشمہ ہوتی ہی۔ لہذا اگر مذہب تہذیب و تمدن کا ایک جزو لاینفک ہی تو یہ بحث بھی ناگزیر ہی۔

مقدمہ کی دوسری فصل مین خانہ بدوش اور نیم وحشی اقوام کی تہذیب کا ذکر ہی۔

ابن خلدون کا اصلی تبحر علم اسی فصل مین نظر آتا ہی۔ کیونکہ یہان اُنھون نے جو کچھ لکھا ہی وہ ذاتی تجربہ اور نہایت ہی وسیع علم کی بنا پر لکھا ہی۔ سب سے پہلے اُنھون نے یہ ثابت کیا ہی کہ انسان کی تمام رسوم اور اُس کے تمام تعینات اس کے کسب معاش کے طریقے پر منحصر ہین۔ چنانچہ اُنھون نے دکھایا ہی کہ شروع شروع مین لوگ صرف ضروریات ہی پر قانع تھے مگر بعد مین وہ آہستہ آہستہ عیش پسند اور عشرت خواہ ہوتے گئے۔ ان کی اس ترقی کے تمام درجے ماحول کے مطابق ہونے کے لحاظ سے بالکل فطری تھے۔ اسی واسطے اُن کے نزدیک عربون کی حالت بالکل طبعی ہی۔

اسی فصل مین اُنھون نے بدوی اور مدنی زندگی مین تعلق دکھانے کی بھی کوشش کی ہی۔ ان کا عقیدہ ہی کہ مقدم الذکر زندگی موخر الذکر زندگی پر مقدم ہی؛ یہی گہوارۂ تمدن کہی جاسکتی ہی، اسی سے تمام شہر پیدا ہوتے اور پلتے ہین اور یہی اُن کو آباد کرتی ہی۔ وہ بادیہ نشینون کی اخلاقی حالت کو ان کی خشونت مزاج کے باوجود شہر والون کی اخلاقی حالت پر ترجیح دیتے ہین۔ یہ لوگ خاصکر بہت باہمت ہوتے ہین

اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اپنی حرکات وسکنات مین آزاد ہوتے ہین۔ ان کے اوضاع واطوار اور نشست و برخاست کسی ہم جنس کے احکام کے تابع نہین ہوتے۔ اور اس طرح ان مین خود اعتمادی اور قوت حیات ہمیشہ تازہ رہتی ہو۔

بادیہ کی حیات اجتماعی پر بحث کرتے کرتے وہ لکھتے ہین کہ عصبیت کی ضرورت سب سے زیادہ اہل بادیہ کو ہوتی ہو اور یہ احساس عصبیت ان لوگون مین قوی ہوتا ہو جو آپسمین رشتہ دار ہون یا جنمین اسی قسم کا کوئی اور مستحکم تعلق پایا جاتا ہو۔ یہی نیم وحشی اور اہل بادیہ اپنی صحت نسل پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہین۔ اس قسم کے قبائل کے لیے لازمی ہو کہ حکومت کا حق ایک قوی ترین خاندان کو ہو۔ اس حق کا کسی غیر قبیلہ مین منتقل کرنا ہمیشہ مُہلک ہوتا ہو۔ ایسے ہی خاندانون مین جو ایک دوسرے کے مشیر کار ہون اور جن مین رشتہ مواخات قائم ہو اصلی شرافت ونجابت پائی جاتی ہو۔ اور خاندانون کی شرافت محض برائے نام ہوتی ہو۔ ان کے لیے اس لفظ کا استعمال بطور استعارہ ہوتا ہو۔ شہر مین رہنے والون مین کوئی خاندان ان معنون مین شریف نہین ہوتا۔ وہ نیک، ذی اثر اور ذی عزت ہوتے ہین مگر شریف نہین ہوتے۔ ایک خاندان کی شرافت صرف اسی پر مبنی نہین کہ وہ شریفون کے اخلاف ہین، بلکہ اصلی شریف وہ ہو جسمین شریفون کے اوصاف پائے جائین۔ یہودی دنیا بھر مین سب سے زیادہ شریف خاندان کے اخلاف ہین اور وہ بجا طور پر اپنے بزرگون کی عظمت شان پر فخر کر سکتے ہین۔ مگر اس وقت ان مین خاندانی شرافت مفقود ہو۔ ایک خاندان کی شرافت مشکل سے چار نسلون تک باقی رہتی ہو، اور آج تک کوئی خاندان ایسا نہین ہوا جس نے اپنی شرافت کو چھ نسلون تک قائم رکھا ہو۔ حکومت کرنے کی قابلیت صرف وہی لوگ رکھتے ہین جو نیک خصلتون اور نیک کامون کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسرون سے ممتاز کر دین۔

اسکے بعد ابن خلدون بیان کرتے ہین کہ ان نیم وحشی خانہ بدوشون مین فتوحات کرنے کی زیادہ قابلیت ہوتی ہو۔ بشرطیکہ ان کے دل مین اپنے قبیلہ کی عظمت کا احساس ہو، ان کے مقاصد متحد ہون اور وہ حیوانی لذائذ یا غلامی کے ہاتھون تباہ نہ ہو چکے ہون۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت مین اُنھون نے آنحضرت صلعم، اور آپ کے خلفا کے زیر حکومت عربون کے حیرت انگیز غلبہ و تسلط کو مثال کے طور پر پیش کیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ عرب میدانون مین رہنے

والون پر تو تسلط ہو گئے۔ مگر برابرہ اور پہاڑی اقوام ان کے قابو مین نہ آئین۔

عربون کی خرابیان اور اُن کے نقائص سے بھی وہ غافل نہ تھے۔ یہ بات اس عدیم المثال باب سے ظاہر ہوتی ہی جہان اُنھون نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہی کہ عربون نے اپنے مفتوحہ ملک کو تباہ و برباد کیا۔ اس باب کے کچھ حصہ کا ترجمہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ وہو ہذا:۔

"خانہ بدوشانہ زندگی کی عادات و خصائل نے عربون کو ایک وحشی قوم بنا دیا ہی۔ ان کے اوضاع و اطوار کی خشونت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہی۔ اور اسی مین ان کو لطف بھی آتا ہی۔ کیونکہ اسی کی بدولت ان کو خود مختاری اور آزادی حاصل ہوتی ہی۔ اس قسم کی حالت تہذیب کے راستے مین بمنزلہ ایک سنگ گران کے ہی۔ ایک جگہ دوسری جگہ نقل و حرکت کرنا اور صحرا کو قطع کرنا۔ ازل سے ان کا مشغلہ رہا ہی۔ خانہ بدوشانہ زندگی ترقی تہذیب کے لیے اسی قدر مضر ہی جسقدر کہ مدنی زندگی اس کے لیے مفید۔ اگر عربون کو اپنے چولھے کے لیے اینٹون کی ضرورت ہوتی ہی تو وہ ایک مکان کو گرا کر اینٹین مہیا کرتے ہین۔ اگر ان کو خیمون کے لیے ڈنڈون کی حاجت ہوتی ہی تو وہ بلا تکلف ایک عمارت کی چھت گرا کر اسمین سے وہ ڈنڈا نکال لیتے ہین۔ ان کی بسر اوقات کا طریقہ ہی ایسا ہی کہ وہ مکانات تعمیر نہین کرسکتے اور عملاً تمین ہی تہذیب کا سنگ بنیاد ہوا کرتی ہین۔ اس کے علاوہ استحصال بالجبر مال و دولت کو دوسرے ہاتھو سے چھیننا اور بغیر کسی حد یا اعتدال کے غصب و نہب ان کی گھٹی مین پڑا ہوا ہی۔ اگر ان کی آنکھ کسی اچھے گلے یا نفیس سامان آرائش یا ایک کارآمد چیز پر پڑتی ہی تو وہ پھر اُن کی دست برد سے محفوظ نہین رہ سکتی۔ جب وہ ایک علاقہ کو فتح کر لیتے ہین یا ایک خاندان کی بنیاد رکھتے ہین تو اپنے جذبہ غصب و نہب کی تشفی کے لیے تمام اُن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہین جن کا مقصد یہ ہوتا ہی کہ وہ جان و مال کی حفاظت کرین۔ ان کی حکومت میں ہر چیز روبہ تباہی ہوتی ہی۔ وہ تاجرون اور صناعون پر ناقابل برداشت بار ڈالتے ہین اور ان کو یہ خیال تک نہین آتا کہ یہ لوگ ان کی مدد کے مستحق ہین نہ کہ اس بار گران کے۔ یہی تجارت و صنعت مال و دولت کا ایک وسیلہ ہوا کرتی ہین۔ اگر دست کاری پر بیجا بار ڈالا جاے یا اس پر بندشین عائد کی جائین تو ان مین نفع کی صورت نظر نہین آتی اور فائدہ کی امید نہین رہتی لہذا کوئی شخص اس پر محنت نہین کرتا

جب حالت یہان تک ردی ہو جاے تو نظام اجتماعی بگڑنا شروع ہو جاتا ہے اور تہذیب مین ترقی معکوس ہونے لگتی ہے اِس کے علاوہ عرب حکومت کے تمام وظائف کو پس پشت ڈالدیتے ہین، وہ جرائم کو بند کرنے یا حفاظت معاملہ کی کوشش نہین کرتے۔ ان کی تماتر کوشش یہ ہوتی ہے کہ رعایا کا تمام روپیہ کھینچکر اپنے خزانون کو پُر کرلین۔ اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے مین وہ لوگ جبر و تشدد سے بھی گریز نہین کرتے۔ اگر اسمین وہ کامیاب ہوگئے تو وہ بےفکر ہو جاتے ہین۔ وہ اپنی رعایا کی امداد یا جرائم پیشہ لوگون کے استیصال سے سلطنت کا حسن انتظام کا خیال بھی اپنے دل مین نہین لاتے۔ ایک رسم کے مطابق جو اُن مین پشتہا پشت سے متوارث چلی آرہی ہے وہ جسمانی سزا کی جگہ جرمانون کو رواج دیتے ہین تاکہ اسطرح ان کی آمدنی بڑھ جائے لیکن محض جرمانون سے جرائم اور مجرمون کا استیصال نہین ہو سکتا۔ بلکہ برخلاف اس کے اس سے شریر النفس لوگون کو اور جرأت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی کامیابی کی خاطر مالی نقصان کی پرواہ نہین کیا کرتے۔ ان حالات کے ہوتے ہوے یہ کہنا بیجا نہین کہ ایک عربی قبیلہ کی رعایا پر کوئی حاکم نہین ہوتا۔ اور رعایا کی یہ خودسری رعایا اور ملک کی خوشحالی دونون کے لیے یکسان مضر ہے ......

شروع سے لیکر اس وقت تک عربون نے جس ملک کو فتح کیا اُن پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہین سے تہذیب اور آبادی غائب ہو جاتی ہے۔ بلکہ اُن کی حالت یہان تک زدہ ہو جاتی ہے کہ اس سرزمین کی خصوصیات ہی بدل جاتی ہین۔ یمن مین معدودے چند بڑے بڑے شہرون کے سوا آبادی کے تمام مراکز اس وقت غیر آباد ہین۔ عراق کا بھی یہی حال ہے۔ ایرانی حکومت کے زمانے کے باغات اس وقت جنگل ہین۔ شام اب تباہ حال ہے۔ اور شمالی افریقہ کے ممالک تااینَدم زبانِ حال سے عربون کی لوٹ مار کا گلہ کر رہے ہین۔"

اگلے باب مین عربون کو غیر مطیع، حاسد اور جھگڑالو کہا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام اقوام مین سب سے کم عصبیت ان مین ہے۔ اور اسی لیے یہ لوگ اس قابل نہین کہ بڑی اور دیرپا سلطنت قائم کر سکین۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے ماندوبود کی سادگی، ان کے ارادون کی پختگی اور واجب الوجود کی عزت ان کا طغراے امتیاز ہے۔ اس موخرالذکر خصوصیت کی وجہ سے وہ لوگ بہت جلد کسی رسول یا ولی کے عقائد کو قبول یا اُن کے مطابقت کرنے کی طرف مائل ہو جاتے ہین۔ اور اسی مذہبی جوش کی

حالت مین وہ اس قابل ہوتے ہین کہ نئی سلطنتون کو قائم کرین یا موجودہ سلطنتون کو تباہ کرین لیکن اس سے اگلے باب مین ہم کو یہ بتایا گیا ہی کہ یہ لوگ گو سلطنتین قائم کر سکتے تھے مگر ان کا برقرار رکھنا ان کے لیے دشوار تھا۔ جب کبھی وہ ایک سلطنت قائم کرنے مین کامیاب ہوتے بھی ہین تو ان کا فطری غرور، اور غیر مطیع رہنے کی عادت تو ترقی کر جاتی ہی اور جوش مذہبی یا تو کم ہو جاتا ہی یا بالکل مردہ ہو جاتا ہی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ آئے دن ایک نہ ایک قبیلہ یا سردار حاکم اعلیٰ کی اطاعت سے مُنھ موڑ لیتا ہی اور پھر وہی نیم وحشی حالت عود کر آتی ہی۔

تیسری فصل مین ابن خلدون نے سلطنتون کے عروج، انتظام اور اُن کے زوال کے متعلق بحث کی ہی۔ یہ فصل بہت لمبی ہی اور اس کا بڑا حصہ تاریخ کی نسبت سیاسیات سے زیادہ تعلق رکھتا ہی اس حصہ کو جو اس فصل کے درمیان مین ہی ایک اسلامی سلطنت کے نظام و انتظام، اسکے وظایف وطرق، اور اس کے عہدون اور محکمہ جات پر ایک مستقل رسالہ فرض کیا جا سکتا ہی۔ یہ تمام بحث بہت دلچسپ اور معلومات سے پُر ہی لیکن اس وقت ہمارے موضوع سے باہر ہی۔ سطور آئندہ مین ہم مجملاً بیان کرین گے کہ مصنف کے خیال مین سلطنتین کس طرح قائم ہوتی ہین اور پلٹ جاتی ہین اور کس طرح وہ طاقت حاصل کرتی ہین اور پھر اس کو کھو بیٹھتی ہین۔

ایک سلطنت کو حاصل کرنے مین عوام الناس کا جوش بہت بڑا عنصر ہی۔ جب ایک قبیلہ یا فوج کے افراد مین ایسا اتفاق ہو اور ان کے اغراض و مقاصد اور احساسات اس طرح متحد ہون کہ وہ ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہون اور ہر قسم کا ایثار کرنے پر راضی ہون تو اُن کا قائد نہایت آسانی کے ساتھ ایک سلطنت قائم کر سکتا ہی۔ لیکن اس قائد کو اپنے تابعین ہی کے جوش اور ہمدردی پر تکیہ نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اس کو چاہیے کہ اُن لوگون کو اپنے تابعین اور اپنا مطیع رکھے جن کے جوش اور عقیدت کی وجہ سے اس کو سلطنت حاصل ہوئی ہی۔ وہ ایک دیرپا اور مستقل سلطنت صرف اسی وقت قائم کر سکتا ہی جب وہ انتظام اچھا رکھے عدل و انصاف اور امن و امان کو ترقی دے، عاقلانہ قوانین بنائے [illegible] مدہ فوج کھڑی کرے اور اپنے اور اپنے خاندان کا رعایا کو گرویدہ بنائے۔ اسکے بعد مصنف نے بیان کیا ہی کہ مذہب ہی صرف ایک ایسی قوت ہی جس کی بدولت سلطنت مین بغض و عداوت [illegible] اور رقابت کی جگہ دوستی، اتفاق، تعاون اور جوش کا دور دورہ ہو سکتا ہی۔ اس لیے ایک [illegible]

استحکام کے لیے اس سے بہتر کوئی اور بنیاد نہین ہوسکتی۔ لیکن جوش مذہبی اس وقت تک بیکار ہوتا ہے
جب تک کہ اس کا حلقۂ اثر وسیع نہ ہو۔ اور جب تک کہ طاقتور گروہ اس کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرے۔
خداے تعالی اصلاح کا کام صرف اُن لوگون کے سپرد کرتا ہی جو اس کے اہل ہوتے ہین۔ یا جن پر کثرالناس
ایمان نہ لائین وہ اس کے رسول نہین ہوسکتے۔ جمہور کا حلہ اور علی کامیابی ایک ربانی صداقت
پر شاہد ہوا کرتی ہین۔ مصنف نے اپنے ان تمام دعاوی کی مثالین ان واقعات سے دی ہین جو شرقی
تواریخ مین مذکور ہین۔

اس کے بعد کے چند ابواب مین سلطنتون کے مدت قیام پر بحث کی ہی۔ اسمین یہ ثابت کیا ہی کہ
ان مین کسطرح وسعت حدود زوال کا باعث ہوتی ہی۔ اور یہ کہ ایک عالمگیر سلطنت قائم کرنے کی راہ مین
کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہی۔ مصنف کا خیال ہی کہ عربون کی فتوحات صرف اس وجہ سے دیرپا نہ
ہوسکین کہ ان کو سرانجام دینے مین کچھ دیر نہ لگی۔ ان کی تمام فتوحات اور ان کا زوال بقول شخصے

چون آب روان آمد چون ریگ روان رفت

اور ان کی سلطنتون مین زوال صرف اس وجہ سے جلدی آگیا کہ ان کی حدود بہت وسیع ہوگئی تھین۔
مصنف کا عقیدہ ہی کہ مفتوحہ سلطنتون کی وسعت اور ان کی عمر فاتحین کی تعداد اور ان کی طاقت
کی نسبت سے ہونی چاہیے۔ جن ممالک مین متعدد قبائل آباد ہین ان مین فتوحات کی رفتار
سست ہونی چاہیے۔ عراق اور شام آسانی کے ساتھ فتح ہوگئے اور مراکش مشکل سے اور آہستہ
آہستہ بادشاہون کے استبداد اور عیش پرستی کی طرف میلان اور اس کی وجہ سے فساد اور تباہی
کے مُنھ مین جانے کو مصنف نے نہایت ہی خوبی سے بیان کیا ہی۔ اور ان تمام تعمیمات کے لیے شرق کی
تواریخ نے کافی مواد مہیا کیا۔

ابن خلدون کا عقیدہ ہی کہ ایک فرد بشر کی طرح ایک سلطنت مین بھی جان ہوتی ہی جو عموماً
انسان کی تین نسلون سے زیادہ باقی نہین رہتی۔ یا بالفاظ دیگر ایک سلطنت کی عمر ایک آدمی کی اوسط
عمر سے تین گنی، یعنی ایک سو بیس برس ہوتی ہی۔ اس مفروضہ اصول یا واقعہ کی تشریح و توجیہ اس طرح
کی ہی کہ ہر سلطنت کے لوگون مین پہلی نسل مین عصبیت اور خانہ بدوشون کی خشونت طبع بہت زیادہ ہوتی
ہی۔ دوسری نسل مین طاقت اور دولت کی وجہ سے عیش پرستی اور زندگی کی غلامانہ عادات ظاہر

ہو جاتی ہین اور تیسری نسل بادیہ نشینون کے تمام میزات خصوصی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہی اور اس طرح وہ سلطنت ایک بڑے حملہ آور کے حملون کو روکنے کی تاب نہین لا سکتی۔ یہ تمام تعمیمات اور تشریحات ایک مشرقی ممالک کے تاریخی واقعات پر مبنی ہین۔ ان کا اطلاق مغرب کی سلطنتون پر نہین کیا جا سکتا۔

اسی فصل مین ابن خلدون نے نہایت حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ یہ دکھایا ہی کہ تاریخ مین تمام تغیر و تحرک مسلسل ہوتا ہی۔ ان کا عقیدہ ہی کہ ہر سلطنت پر کئی حالات گزرتے ہین اور اسمین مختلف قسم کا تغیر و تبدل ہوتا ہی اور اس تغیر و تبدل کا اثر سوسائٹی کے ہر عنصر اور اُس نسل کے افراد کے معتقدات اور ان کے قول و فعل پر پڑتا ہی۔ وہ اس حقیقت سے آشنا معلوم ہوتے ہین لوگون کا عام رویہ تاریخ کے اس زمانہ حیثیت اور تعلقات کے مطابق ہوتا ہی جسمین وہ اپنی زندگی بسر کرتے ہین، اس لحاظ سے وہ زمانہ وسطی کے عیسائی مورخین سے کئی درجہ بالاتر ہین۔ یہ مورخین بلا کسی استثنا کے اس کلیہ سے ناواقف تھے کہ "زمانہ مختلف تغیرات کو اپنے جلو مین لیے ہوے آتا ہی" لیکن ابن خلدون اس سے غافل نہ تھے۔ وہ بہ تکرار اور مختلف صورتون مین بیان کرتے ہین کہ تاریخ مسلسل ہی اور آیت تمام ترترقی غیر مختتم اور لازمی ہی۔ جس طریقے سے اُنھون نے تہذیب کے تبدل پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنے اس کلیہ کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ ان صفحات کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان کا مصنف ایک فلسفی ہی اور فلسفی بھی ایسا کہ جس کے مقابلے مین یورپ کے زمانہ وسطی کے تمام فلسفی مورخین مین سے فرد واحد بھی نہین نکل سکتا۔

اب ہم اپنی توجہ چوتھی فصل کی طرف متوجہ کرتے ہین۔ اس مین شہرون انمین طریق بود و باش اور ایک مدنی اور مجتمع تہذیب پر بحث کی ہی۔

سب سے پہلے مصنف نے شہرون کے قیام اور ان کے برباد ہونے کا تعلق سلطنتون کے عروج و زوال سے دکھایا ہی۔ ان کے نزدیک پہلے سلطنتین قائم ہوتی ہین اور بعد ازان شہرون کی بنیاد پڑتی ہی۔ یہ شہر اس سلطنت کے ساتھ ہی تباہ ہو سکتے ہین اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ ان کے بعد باقی رہین۔ پھر ان اسباب پر غور کیا ہی جو اُس سلطنت کے قایم کرنے والون کو شہرون کی بنا ڈالنے پر مجبور کرتے ہین۔ اور ان حالات کو واضح کیا ہی جو شہرون کے جا وقوع کے انتخاب مین زیادہ تر دخیل ہوتے ہین۔

اسی فصل مین ابن خلدون نے بیان کیا ہو کہ کم از کم وہ خود تو اپنے ہمقومون کی فطنت اور انکے کارنامون کو بیان کرنے مین رنگ آمیزی نہین کرتے۔ وہ لکھتے ہین کہ ان لوگون کی عمارتین ایسی قوم کے شایان شان نہین جو اس قدر قوی اور دولتمند رہی ہو۔ یہ عمارتین ان لوگون کی عمارتون سے کہین فروتر ہین جو ان سے پہلے گذر چکے ہین۔ ان کا خیال ہو کہ عربون مین فن معماری اور دیگر فنون مین مہارت حاصل کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔ وہ لوگ طبعاً عالیشان عمارتون اور اور اور قسم کی نفاستون کے خلاف ہین انکی تمام تعمیرات عموماً ٹھوس نہین ہوتین۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کو تسلیم کرتے ہین کہ اندلس مین مسلمانون نے جُملہ فنون کو ترقی دی۔ اس کی وجہ اُنھون نے یہ بیان کی ہو کہ وہان مسلمانون کی تہذیب مسلسل رہی۔

آئندہ ابواب مین شہرون کا ارد گرد کے اضلاع پر اثر، ان کے خاص خاص خاندانون کے مال و جاہ مین تعلق، ان کے اور اور لوگون کی دولت اور اخلاق کے تعلقات، تمدن و فنون پر ان کے اثرات، اُن کے سیاسی اور معاشری تغیرات اور اُن کی تباہی پر بحث ہو۔

مقدمہ کی پانچوین فصل مین قوم کی حفاظت کے وسائل، اس کے ترفہ اور خوشحالی کے اسباب اور اسی کے متعلق تمام صنعتی، اقتصادی، طبعی اور تفریحی فنون کی ترقی پر بحث کی ہو۔ چھٹی فصل تو گویا تمام علوم کا دائرۃ المعارف ہو۔ یہ آخری فصلین بھی گذشتہ فصلون کی طرح کچھ دلآویز اور سبق آموز نہین لیکن افسوس ہو کہ یہ ہمارے موضوع سے باہر ہین۔ اگرچہ مصنف کے نقطہ نظر سے یہ بے موقع و بے محل نہین۔ اور اسی لیے ان کو خارج کرنا خالی از نقصان نہین۔

ابن خلدون کی اس تصنیف پر تنقید کرنا غیر ضروری ہو۔ جو جو غلطیان یا نقائص اسمین پائے جاتے ہین ان کی وجہ یہ ہو کہ مصنف یورپ کی تاریخ اور وہان کی تہذیب سے کماحقہ واقف نہ تھا۔ اگر ان کو قدیم اور عیسائی زمانہ کی تاریخ سے اتنی ہی واقفیت ہوتی جتنی کہ دنیائے اسلام سے تھی اور اگر وہ ان کے متعلق اسی قدر ژرف بینی اور آزادی کے ساتھ تعمیمات کرنیکے قابل ہوتے تو اُس وقت دنیا کے تمام علم ادب مین کوئی کتاب انکی تصنیف کا مقابلہ نہ کرسکتی۔ ان تمام باتون و صفات کی عدم موجودگی مین بھی یہ کتاب اسقدر جید اور زبردست ہو کہ صرف اس کی وجہ سے مصنف کا نام اسوقت تک کندن کیطرح دمک رہا ہو۔

(ماخوذ) معتضد ولی الرحمن ایم اے

# دوست کی جستجو

ہو وہ گُل جو بَن مین، تو بن سے لا، جو چمن مین ہو تو چمن سے لا
جو وہ یون نہ آئے تو اے صبا! کسی مکر سے، کسی فن سے لا

"نہ ملا کہین" یہ نہ مجھ سے کہہ، تو بغیر لائے اُسے نہ رہ؛
جو سفر مین ہو تو سفر سے لا، جو وطن مین ہو تو وطن سے لا

جو وہ حور ہو تو جنان مین دیکھ، جو وہ چاند ہو تو فلک پہ جا
جو گہر ہو وہ تو صدف کو چیر، جو عقیق ہو تو یمن سے لا

رُخ صاف اُس کا ہے آئینہ، تو حلب سے لا اُسے ڈھونڈھکر
جو ہین مشک اُس کی وہ کاکلین، تو تلاش کر کے ختن سے لا

ہے وہ خضر سبز قبا، تو دیکھ نشیب لُجّۂ بحر مین
ہے مسیح معجزہ خو اگر تو فراز چرخ کہن سے لا

ہو وہ بُو اگر کسی پھول مین، تو اُڑا کے لا اُسے باغ سے
جو وہ شمع ہو کسی بزم مین، تو اُٹھا کے اُس کو لگن سے لا

جو گھرا ہو کانٹون مین گل مرا، تو بچا کے کانٹون سے لا اُسے
جو پڑا گہن مین وہ چاند ہو، تو چھُڑا کے اُس کو گہن سے لا

یہ مین جانتا ہون کہ باغبان نہ بتائے گا تجھے کچھ نشان
ذرا باتون باتون مین پوچھکر تو پتا تو سرو و سمن سے لا

نہ سُنا فسانۂ قیس و نل، ہے کچھ اور دُھن مجھے آج کل
کوئی تحفہ جا کے حبش سے لا، کوئی یادگار قرن سے لا

کوئی جلوہ میری نگاہ مین کسی شمعِ حُسن کا پیش کر
کوئی نفحہ میرے دماغ مین کسی زلفِ پُر ز شکن سے لا!

جو ہے تیری راے کہ جان اُس گل سرو قد کی گلی مین دون
تو اجازت اس کی بھی اے صبا اُسی سرو غنچہ دہن سے لا

کوئی حشر ہم پہ جو ڈھا بھی تو انھین کی چال سے اے فلک!
کوئی فتنہ ہم پہ جو لا بھی تو اُسی چشم پر زفتن سے لا

جو سوال وصل کیا کہین، تو بگڑ کے بولے وہ یون وہین
کوئی حرف بھی نہ زبان پر کبھی ایسے بیہودہ پن سے لا

ہو زبان مین لاکھ فسونگری، نہین ملتی خلق مین برتری
جو ہو دعوی سروری، تو ثبوت دار و رسن سے لا

نہین مولوی ہی محی دین، ہو بڑا ہی شاعر نکتہ بین
جو نہ آئے اُس کا تجھے یقین، کوئی طرح بزم سخن سے لا

تمنا عمادی

## غزل

مین ہون اور عالم تنہائی ہے
وہ ہین اور انجمن آرائی ہے

دے کے دل جان پہ بن آئی ہے
مین ہون اور عالم رسوائی ہے

خود بخود پاؤن مین نکلے چھالے
کیا بیابان مین بہار آئی ہے؟

پھر نگاہِ غلط انداز ادھر
پھر ترے کشتو مین جان آئی ہے

ہان ادھر بھی کوئی ساغر ساقی
کتنی پُر کیف گھٹا چھائی ہے

عشق نے خوب ہی بدنام کیا
مجھ سے آگے مری رسوائی ہے

پہلے سوچا نہ ادانے اُن کی
قتل کر کے مجھے پچھتائی ہے

دل کے زخمون کو ہرا کرنے کو
پھر گلستان مین بہار آئی ہے

دیکھتی ہین ترا جلوہ ہر جا
یہ مری آنکھون مین بینائی ہے

ہائے اِن آنکھون کی دلکش مستی
دیکھکر جان پہ بن آئی ہے

ہے مرا بزم مین آنا ممنوع
کوئی رسوائی سی رسوائی ہے؟

ہمنے کیا اسکا بگاڑا ہے جلیل
کیون عدو گنبدِ مینائی ہے

(علامہ) جلیل (حسن) مانکپوری

# مثنوی بحر المحبت

از شیخ غلام ہمدانی مصحفی

زمانہ قدیم مین شاعری، اور علوم و فنون کی طرح ایک مستقل فن کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے اسکی تکمیل کیلیے تمام اصناف شعر مین مہارت پیدا کرنا ایک لازمی امر تھا، یعنی جسطرح عالم بننے کے لیے تمام علوم متداولہ مثلاً صرف، نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ کی تکمیل ضروری ہے، اسی طرح اُس زمانے مین شاعر بننے کے لیے غزل، مثنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی وغیرہ مین کمال پیدا کرنا ناگزیر تھا، یہی وجہ ہے کہ قدیم شعرا مین جتنے بڑے بڑے اساتذہ گذرے ہین اُن مین اکثر نے تمام اصناف شاعری مین اپنے زور طبع کے جوہر دکھائے ہین اور ہر صنف مین کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے، آج ہمارے شعرا کے مجموعہاے کلام کو صرف دیوان کہتے ہین اور بالکل سچ تو یہ ہے کہ موجودہ دور مین اُن پر دیوان کا لفظ بھی صحیح طور پر صادق نہین آتا، غزلون کے سیکڑون مجموعے شایع ہوتے ہین لیکن ان مین بہت کم ایسے نکلتے ہین جنمین ہر ردیف کا نصاب پورا کیا گیا ہو، لیکن شعراے قدما کے دواوین کو اصطلاحاً کلیات کا خطاب دیا گیا ہے جسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ شاعری کے تمام اصناف و انواع پر مشتمل ہین یعنی اُن مین قصیدہ، غزل، مثنوی، مخمس، ترکیب بند، بلکہ ہجو، ہزل وغیرہ تک بھی پاے جاتے ہین۔ قدما کے دور آخر تک روش قائم رہی لیکن متوسطین کے دور مین شیخ ناسخ اور خواجہ آتش نے شاعری مین جو تغیرات و انقلابات کیے اُس مین ایک افسوسناک تغیر یہ بھی کیا کہ قدما کی اس جامع خصوصیت کو چھوڑ کر صرف غزل گوئی پر قناعت کر لی، اور اُن کے بعد یہ ایک عام روش قرار پا گئی، جسکا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ آج غزل کے سوا ہمارے شعرا کو اور کچھ کہنا نہین آتا، بلکہ بالکل سچ تو یہ ہے کہ اگر دور جدید کی بعض متجسس نگاہین اور تحقیق طلب طبیعتین نہ ہوتین تو اس الزام کا سلسلہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی ہی کی ذات سے شروع ہو جاتا، اور اُن کی پرگوئی کے لحاظ سے یہ الزام اور بھی قابل اعتراض صورت اختیار کر لیتا، لیکن ہم اپنے دوست مولوی عبد الماجد بی اے کے ممنون ہین کہ اُنھون نے قدما کے دور کی سب سے آخری اور سب سے بہتر یادگار کو ہدف ملامت بننے سے محفوظ رکھا، اور اپنے حسن تحقیق سے ایک گوہر نایاب نکال کر ملک کے سامنے پیش کیا جسکا نام مثنوی بحر المحبت ہے، جو شیخ مصحفی کے

روانی طبع کا نمونہ ہے اور اُس کو مولوی صاحب موصوف نے جدید طریقہ پر ایڈیٹ کر کے شایع کیا ہے یعنی ابتدا مین ایک مختصر سا دیباچہ لکھا ہے جس مین اس نسخے کی چند خصوصیات دکھائی ہین ایک مقدمہ کا اضافہ کیا ہے جسمین مصحفی کے حالات زندگی کے ساتھ اُن کی شاعری پر بھی مفصل بحث کی ہے اس کے بعد خود مثنوی بحر المحبت پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے جسمین بحر المحبت اور میر کی دریاے عشق کا اس حیثیت سے موازنہ کیا ہے کہ دونون اگرچہ ایک ہی دریا کی لہرین ہین یعنی مصحفی سے

> چند سال قبل میر تقی میر نے ایک مثنوی دریاے عشق کے نام سے کہی تھی مصحفی نے اسی نمونہ کو سامنے رکھ کر بحر سخن مین غواصی کی ہے، دونون کا پلاٹ ایک ہے، طرز بیان ایک ہے، وزن ایک ہے، زبان ایک ہے، یہانتک کہ کہین کہین الفاظ بھی متحد ہین۔

تاہم مصحفی کو جا بجا میر پر ترجیح حاصل ہے لیکن اس موقع پر اُن کو یہ بتانا ضروری تھا کہ باوجود ان وجوہ ترجیح کے مصحفی کی یہ مثنوی اس قدر گمنام کیون رہی؟ غالباً بدر منیر کی پھیلائی ہوئی چاندنی مین اس ستارے کی روشنی گم ہو گئی ہو گی۔ اس کے علاوہ جہانتک ممکن ہو سکا ہے اس نسخہ کی تصحیح کی ہے اشعار پر نمبر لگائے ہین، اور قدیم الفاظ و محاورات کی تشریح کی ہے اس لحاظ سے یہ مختصر سی مثنوی ایک قابل ریویو کتاب بن گئی ہے جسپر ہم متعدد حیثیتون سے نگاہ ڈالتے ہین،

**مثنوی کا اصل نسخہ** | صرف مصنف کے کتبخانہ مین تھا، دوسرے کتبخانون مین اس کا پتہ نہ لگ سکا، کاتب صاحب نے املا کی سخت غلطیان کی تھین، نسخہ جا بجا سے کرم خوردہ تھا، اسلئے اگرچہ قدرۃً متعدد مقامات کی صحت مشتبہ رہ گئی، تاہم ان مشکلات کے باوجود اُنھون نے اُس نسخہ کو جس قدر صحیح طور پر ایڈیٹ کیا ہے، اُس کے لیے وہ مستحق مبارکباد ہین۔

**مقدمہ** | مین حضرت مصحفی کے حالات لکھے ہین اور ساتھ ساتھ اُن کی شاعری پر ریویو بھی کیا ہے آب حیات کے علاوہ خود مصحفی کے قلمی تذکرے سے بھی حالات لیے ہین، اور مرزا علی لطف کے گلشن ہند سے بھی بعض باتین لی ہین، اور تذکرہ طور کلیم اور سراپا سخن سے بھی استناد کیا ہے، قدرت اللہ شوق کے تذکرے مین بھی مصحفی کے حالات ہین اور اس مین اگرچہ ان تمام تذکرون سے زائد صرف ایک بات ملتی ہے یعنی یہ کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف رہتے تھے اور اس کو اپنے پاس سے ایک لحظہ بھی جدا کرنا پسند نہین کرتے تھے، اس مناسبت سے اپنا تخلص مصحفی رکھا تھا تاہم یہ کوئی معمولی بات نہین ہے کیونکہ اس سے

مصحفی کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا اندازہ ہوتا ہی، بالخصوص موجودہ حالت مین مولوی عبدالماجد
صاحب کے لیے یہ نکتہ مصحفی کی زندگی کو بہت کچھ دلچسپ بنا سکتا تھا،

مولوی عبدالماجد صاحب نے مصحفی کی غزل مرثیہ اور سید انشا کے ساتھ معرکہ آرائی کی داستان
آبحیات سے لی ہی، لیکن اس زمانہ مین جب مولوی محمد حسین آزاد کو عام طور پر حاطب اللیل تسلیم کر لیا گیا ہی،
تو اس کے لیے اور تذکرون کی سند بھی لازمی تھی، مصحفی اور انشا کی نوک جھونک مین کلام نہین لیکن
آبحیات مین اس داستان کو جس تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہی وہ ہم کو کسی اور تذکرے مین نظر
نہین آئی، بہرحال یہ دونون مسائل مزید تحقیق و سوالات کے محتاج ہین

مصحفی اور سلیمان شکوہ کے جو واقعات لکھے ہین یعنی یہ کہ انھون نے مصحفی کا ماہوار وظیفہ
پچیس سے گھٹا کر پانچ کر دیا، اور مصحفی کے فریق نے جو سوانگ سید انشا کے مقابل مین نکالا تھا
اُس کو روک دیا وہ بھی ہماری نگاہ سے کسی تذکرے مین نہین گذرے، بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہی کہ اُس
دور جود و کرم مین سو روپیہ ماہوار سے کم کسی اُستاد کو تنخواہ نہین ملتی تھی، اور ایک ایسے بلند رُتبہ
اُستاد کو پانچ روپیہ ماہوار دینا تو خود مرزا سلیمان شکوہ کی توہین ہی، مصحفی کا جو شعر نقل کیا ہی وہ بھی غالباً
مصنوعی ہوگا، ہم نے مصحفی کے چار دیوان دیکھے ہین، اُن مین یہ اشعار نہین ملتے، صرف ایک شریفانہ
شکایت نامہ ہماری نظر سے گذرا ہی جسمین نہایت مہذب الفاظ مین بادشاہ کی کم نگاہی اور متعدد
شعرائے دربار کی منافقانہ روش کا گلہ کیا ہی،

تصنیفات کی جو فہرست دی ہی اسمین ایک دیوان فارسی بھی ہی، ایک تذکرے مین لکھا ہی کہ
اُنھون نے نظیری کے دیوان کا جواب لکھا تھا، غالباً یہ وہی دیوان ہوگا، آب حیات مین بھی نظیری
کے دیوان کے ساتھ مصحفی کی دلآویزی کا تذکرہ موجود ہی،

حسرت نے ان کے دواوین کا جو انتخاب شایع کیا ہی، اُس کے علاوہ ایک انتخاب رامپور
مین آسیر و اسیر نے کیا ہی جو ہماری نظر سے گذرا ہی اور ہم نے اُس سے فائدہ اُٹھایا ہی لیکن غالباً
مولوی عبدالماجد صاحب اس سے ناواقف ہین۔ مولوی عبدالماجد نے اُن کے کلام کے متعلق متعدد تذکرون کی
عبارتین نقل کی ہین، اور اخیر مین مولوی محمد حسین آزاد کی رائے نقل کر کے لکھتے ہین۔

راقم سطور کے نزدیک آزاد مغفور کی رائے حرف بہ حرف صحیح ہی، مصحفی مین زباندانی مشاقی

پختگی کلام کے اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے لیکن طبیعت شاعرانہ نہین پائی تھی، قواعد فن کے لحاظ سے ہر شعر کانٹے کی تول جچا تُلا ہوا تھا، لیکن دردگداز، جوش وخروش، نزاکت ولطافت تخئیل وبرجستگی، دبیاختگی کے جوہر عطیۂ فطرت ہوتے ہین،

لیکن مولوی محمد حسین آزاد نے کسی اُستاد کا پورا دیوان پڑھ کر کوئی رائے قائم نہین کی ہے اور تذکرہ نویسون کا بھی یہی حال ہے، خود مولوی عبدالماجد صاحب نے بھی یہ زحمت گوارا نہ کی ہوگی، لیکن ہم نے مصحفی کے چار دیوان اور دو انتخاب دواوین پڑھے ہین، اور اُن کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہونچے ہین، کہ مصحفی کے کلام مین یہ سب کچھ بلکہ اس سے زیادہ اور کچھ موجود ہے لیکن اسکے لیے شعر الہند کی اشاعت کا انتظار کرنا چاہیے۔

اُنھون نے اشعار کے جو انتخاب دیے ہین وہ محض معمولی ہین، بالخصوص تصوف مین تو صرف ایک معمولی غزل نقل کر دی ہے اور لطف یہ ہے کہ اسکے ساتھ داد بھی دی ہے لیکن ہمارے نزدیک مصحفی نے تصوف کے تمام مسائل کو نہایت دلآویز شاعرانہ پیرایے مین ادا کیا ہے، اور جابجا فلسفہ کی جھلک بھی انکے کلام مین پائی جاتی ہے، غرض ہمارے نزدیک مصحفی میر، میرزا، جرات، اور درد وغیرہ کا مجموعہ ہین اور اس حیثیت سے ان سب پر فضیلت رکھتے ہین۔

ولیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

بہرحال یہ کتاب چونکہ ایک مسلم الثبوت اُستاد کی یادگار ہے، اور عمدہ طور پر اڈیٹ کی گئی ہے اس لیے جو لوگ شعر وسخن کا ذوق رکھتے ہین اُن کے پڑھنے کے لائق ہے" اور الماری مین رکھنے کے قابل قیمت صرف ۱۲/ لکھائی چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب، مولوی عبد الماجد صاحب دریاآباد ضلع بارہ بنکی کے پتہ سے مل سکتی ہے،

عبد السلام ندوی

| عرفی | قدسی |
|---|---|
| گرد سر تو گشتن و مردن گناہ من | دل دادن و سخن نشنیدن گناہ من |
| دیدن چنین و رحم نہ کردن گناہ کیست | دل بردن و نگاہ نہ کردن گناہ کیست |

# رنگ بہار

پھر فصلِ بہار آئی اے ساقیِ میخانہ — پھر غیرتِ جنت ہر گلشن ہو کہ ویرانہ
پھر باعثِ زینت ہین ہر سمت گلِ رنگین — کروٹ سی بدلتا ہے پھر سبزۂ بیگانہ
پُر لطف ہے نظارہ پھر لالۂ دلکش کا — بیگون نظر آتی ہے پھر نرگسِ مستانہ
پھر آگ لگائے ہین گلشن مین گلِ رنگین — بُلبُل ہے فدا ان پر پھر صورتِ پروانہ
پھر حوضِ صفا مین آئینے کا ہے عالم — پھر گیسوئے سنبل مین ہر دست صبا شانہ
میرے دلِ مردہ مین پھر روح سی دَوڑی ہے — ہین بادِ بہاری کے انداز مسیحانہ

---

ہو لطف جو پردے سے شیشے کی پری نکلے — محفل تری اے ساقی بنجائے پری خانہ
میری یہ تمنا ہے لیکن جلوہ نما ہو وہ — شوخی مین بھی پنہان ہو انداز حجابانہ
تو اپنا کرم کر دے اب تشنہ دہانون پر — اک ہاتھ مین شیشہ لے اک ہاتھ مین پیمانہ
لے تجھ کو سُناتا ہون مین ایک غزل ساقی — صدقے تری بخشش کے ہر شعر ہو رندانہ

## غزل

مستِ مئے وحدت ہون کعبہ ہو کہ بُتخانہ — ہر جا نظر آتا ہے وہ جلوۂ جانانہ
ساقی مین بہک اُٹھون کمظرف نہین ایسا — للہ دیے جا تو پیمانہ پہ پیمانہ
کعبے کی طرف جاؤن کیا اسکی ضرورت ہے — سجدے کے لیے کافی ہو گا درِ میخانہ
ہو ساقیِ کوثر کا دیدار مجھے حاصل — لبریز ہوا سے ساقی جب عمر کا پیمانہ

یون چور ہوا سے باسطؔ تو بادۂ عرفان سے
بن جائے تری ہر ہر لغزش مستانہ

ماسٹر باسط۔ بسوانی

# اُردو رسائل کی کمزوریان

"تم اگر کسی قوم کی اخلاقی، تمدنی، علمی و سیاسی حالت کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہو تو اس کی ضرورت نہین کہ تم اُس ملک مین عرصۂ دراز تک جاکر رہو بلکہ اس علم کے لیے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ تم اُس قوم کی تصنیفات و صحافت کا عمیق مطالعہ کرو، پس اس کے مطالعہ سے تمھین اس قوم کی تمام خوبیان اور اندرونی حالتون کا پتہ مل جائے گا"

یہ وہ الفاظ ہین جو ایک ممتاز یورپین مستشرق نے نیویارک کے ایک بڑے جلسہ مین حاضرین سے مخاطب ہو کر بیان کیے۔ پس اس اصول کے موافق مین اس وقت ہندوستانی تصنیفات و اخبارات کو چھوڑ کر ملک کے اُن اُردو رسائل کی موجودہ حالت سے بحث کرنا چاہتا ہون جو متحدہ قومیت کی علمی و ادبی، تاریخی و معاشی حالت کے آئینہ دار کہے جاتے ہین۔ اور بلا کسی طویل تمہید کے رسائل کی اُن کمزوریون کو بکمال نیک نیتی ظاہر کرنا چاہتا ہون جو گو بظاہر معمولی کہی جاتی ہین لیکن اصول تہذیب کے اعتبار سے یہ ہیئت مجموعی وہ قوم کی ذہنی و تمدنی ترقی کے لیے حد سے زیادہ نقصان رسان ہین اور اُن کمزوریون کے ہوتے ہوئے ہم اپنی صحافت کو متمدن اقوام کے سامنے فخریہ پیش نہین کر سکتے۔

## ایڈیٹرون کی کمزوریان

(۱) اکثر رسائل مین افتتاحی مضمون ایڈیٹر کے قلم سے نہین ہوتا بلکہ وہ دوسرون کے رطب و یابس کو ترتیب دے کر ایڈیٹری کے اہم فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا ہے۔ اس سے ایڈیٹر کی قابلیت پہ حرف آتا ہے اور جب تک مضمون نگارون کے مضامین جمع نہین ہو جاتے رسالہ کی اشاعت تعویق مین رہتی ہے،

(۲) اندرونی کمزوریون کی وجہ سے رسالہ کبھی معینہ تاریخ پر شایع نہین ہوتا اس سے ناظرین کا ذوق مطالعہ مردہ ہو جاتا ہے اور اُن مین رسالہ کے لیے کوئی بیچینی باقی نہین رہتی،

(۳) بعض ایڈیٹر ممتاز اہل قلم سے بالمعاوضہ مضامین حاصل کرتے ہین مگر معاوضہ کے ادا کرنے مین حد سے زیادہ لیت و لعل سے کام لیتے ہین، اس سے مضمون نگار رنجیدہ ہو کر وقت پر مضامین نہین بھیجتے لہذا

اُن کے بہترین مضامین سے رسالہ خالی رہ جاتا ہے۔

(۴) بعض ایڈیٹر معمولی اور نومشق مضمون نگارون سے مضامین طلب کرتے ہین اور خطوط مین اُنکی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہین اس سے ایڈیٹر کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ نیز نوآموز مضمون نگارون کے حوصلے بڑھتے ہین،

(۵) بعض رسائل نے ایک خاص کالم مضمون نگارون کی ثنا و مدحت کے لیے مقرر کیا ہے جسمین تقریباً معمولی سے معمولی مضمون نگار کی بھی تعریف کی جاتی ہے اور گو اس کالم مین تنقید بھی کی جاتی ہے مگر بالقصد تعریف کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اس سے معمولی لوگون کا حوصلہ بڑھتا ہے اور رسالہ اپنے ناظرین کو قیمتی مضامین بہم پہنچانے سے قاصر رہتا ہے، حالانکہ مشق انشا کے لیے رسائل سے اخبارات کا بہرۂ مراسلت زیادہ موزون ہے،

(۶) اکثر ایڈیٹر اُن مضمون نگارون کے مضامین پر تعریفی نوٹ لکھتے ہین جن سے یا تو ذاتی تعلقات خوشگوار ہون یا اُن کی مالی وغیرہ وجاہت مسلم ہو، اس سے دوسرے فاضل مضمون نگارون کے حوصلے پست ہوتے ہین اور اُن کے مضامین زیادہ اعتنا و توجہ سے نہین پڑھے جاتے،

(۷) بعض ایڈیٹر ذاتی کمزوری کی وجہ سے مضامین کو غلط طریق پر مرتب کرتے ہین۔ اس سے بہترین مضامین سب سے آخر مین جگہ پاتے ہین اور اکثر ناظرین بعد کے مضامین کو کم پڑھتے ہین۔

(۸) بعض ایڈیٹر اپنے بہترین مضمون نگارون کے مضامین کی وقت پر رسید نہین دیتے اور ان کے ضروری خطوط کے جواب مین نامعقول مصروفیت کا بہانہ کرتے ہین یہان تک کہ بعض اوقات مقالہ نگارون کو وہ پرچہ بھی نہین ملتا جسمین اُن کا مضمون شایع ہوا ہے۔ اس سے مضمون نگارون مین بددلی پیدا ہوتی ہے۔

(۹) بعض ایڈیٹر مضمون نگارون کے مضامین طباعت سے پہلے بطریق اصلاح نہین دیکھتے اس سے اکثر خشک اور غیر مفید مضامین شایع ہوجاتے ہین اور اُن مین زبان و اصول کی سیکڑون غلطیان جسے باقی رہتی ہین جو رفتہ رفتہ ناظرین کو غلط بینی کا عادی بنا دیتی ہین۔

(۱۰) بعض ایڈیٹرون کو شوق ہوتا ہے کہ ہزارون دشواریون کے ہوتے ہوئے بھی رسالہ جاری رہے اس سے رسالہ کبھی پابندی کے ساتھ شایع نہین ہوتا، اور اکثر ناظرین کو دو دو تین تین ماہ کے

ذوق شکن انتظار کے بعد یکجا دی اشاعتین ملتی ہین نتیجہ مین اُن کا ذوق مردہ ہوتا ہی اور رسالہ سے بداعتمادی پیدا ہوتی ہو حالانکہ سیکڑون دشواریون کے ہوتے ہوے ایڈیٹر کا یہ خیال کہ رسالہ بہر نوع زندہ رہے ایک قسم کا دھوکہ ہو اس سے خریدارون مین بے اطمینانی اور نفرت پیدا ہوتی ہی۔

## مضمون نگارون کی غلطیان

(۱) بعض مضمون نگار اپنی شہرت و قابلیت کے گھمنڈ مین اڈیٹرون سے شاہانہ خط وکتابت کرتے ہین اور اپنے ہر مضمون کا اس قدر معاوضہ طلب فرماتے ہین جو رسالہ کی حیثیت سے کہین زیادہ ہوتا ہی اس سے اُن کی عالمانہ حیثیت مین تاجرانہ انداز کا غلبہ پایا جاتا ہی اور اُن کے بہترین مضامین ملک و قوم کی نفع رسانی کے لیے نہین ہوتے بلکہ وہ اس تجارت کی وجہ سے مضامین کو بہ اعتبار قیمت وصفحات لکھتے ہین اس سے اکثر مضمون اصول و بحث کے اعتبار سے تشنہ رہ جاتا ہی جو ارباب علم و فضل کی شان کے خلاف ہی۔

(۲) بعض نوآموز مضمون نگار اپنے مضمون کے ساتھ اپنا پورا نسب نامہ معہ تحصیل وضلع اور ڈاکخانہ کے شایع کراتے ہین اس سے اُن کی طفلانہ مزاجی اور ناواقفیت کا پتہ ملتا ہی، اور اگر بطریق تہذیب اڈیٹر اُن کے پتہ مین کچھ اصلاح و ترمیم کردے یا نام کے ساتھ اُن کی پوری خودنوشت ڈگریان نہ لکھے تو پھر اڈیٹر سے ناراض ہوکر مضمون بھیجنا بند کردیا جاتا ہی اور خطوط کے ذریعہ اڈیٹر کو ان سنی سنائی جاتی ہین۔

(۳) بعض حضرات ایک غزل یا ایک معمولی سے مضمون پر رسالہ کا دائمی اجرا چاہتے ہین جو اُن کی ناواقفیت اور خود غرضی کی علامت ہی،

(۴) بعض نوآموز مضمون نگار مضمون بھیجنے سے پہلے ہی اڈیٹر کو "معقول معاوضہ" دینے پر آمادہ کرتے ہین۔ اور اگر خدانخواستہ اڈیٹر اس لغو مطالبہ پر خون جگر کے دو بڑے بڑے گھونٹ غٹ سے پی کر رہ جائے تو پھر اس رسالہ کی بدخواہی و مذمت ان کا پیشہ ہو جاتا ہی۔

(۵) بعض حضرات رسالہ کی پالیسی کے بالکل خلاف صفحات کے صفحات سیاہ کرکے اڈیٹر کو بغرض اشاعت کسی قریبی اشاعت ہی کے لیے ارسال فرمادیتے ہین اور رسید وجواب کی طلب مین اڈیٹر کے نام ڈاک پر ڈاک چلی آتی ہی، نیز مضمون مین اتنی بھی جگہ باقی نہین چھوڑتے کہ غریب اڈیٹر کسی ضروری فقرہ کی اصلاح کرسکے، پس اگر ایسے مضامین کو اڈیٹر بکمال جرات ردی کی ٹوکری مین پھینکدے

تو پھر خطوط کے ذریعہ اسی کا بھیجا بلبلا کر دیا جاتا ہی

## زبان کی غلطیان

ایڈیٹرون اور مضمون نگارون کی اِن کمزوریون کا یہ نتیجہ ہوتا ہی کہ اکثر مضامین بہ اعتبار زبان وادب نہایت غلط و مہمل شایع ہوتے رہتے ہین، اور بعض اوقات تو ایسی فاش غلطیان شایع ہو جاتی ہین جنپر ارباب ذوق سلیم کانپ اُٹھتے ہین، آخر اس غفلت کی وجہ سے یہ غلطیان زبان مین اس طرح داخل ہو جاتی ہین گو یا وہ اُس کا قانونی جزو ہین۔ چنانچہ ذیل مین بعض غلطیان پیش کرتا ہون،

(۱) صوبجات متحدہ کے ایک نامور رسالہ مین ایک طویل مضمون دو نمبرون مین شایع ہوا تھا جس کی سُرخی تھی "اہل ہنود کی معاشرت"، لائق مضمون نگار اور فاضل ایڈیٹر نے اس جلی حروف سے لکھی ہوئی غلطی کو ملاحظہ نہ فرمایا کہ اس مین "اہل ہنود" کی ترکیب سراسر غلط ہی جبکہ ہنود ہندو کی جمع ہی نہ کہ کسی مذہب کا نام،

(۲) ملک پنجاب کی مردم خیز زمین مین جہان سیکڑون غیر ضروری انبیا و اولیا ہر سال پیدا ہوتے رہتے ہین، وہان بال صفا پوڈر، خضاب لاجواب، اور "علمی تاش" کے موجدین کی کوئی کمی نہین۔ مگر اب تو مخترعین و مصلحین کی اس خدا ساز جماعت نے اُردو زبان پر بھی ہاتھ صاف کیا ہی اور اس مین بھی ایجاد و اصلاح کی حد سے زیادہ نازک ضرورت کو محسوس فرما کر بعض ایسی اصلاحات شایع فرمائی ہین جو مانٹیگو چیمسفورڈ اسلاحات سے بھی میسّر نہین آسکتی تھین، مثلاً ملک پنجاب کے دو نہایت ہی ممتاز ادبی رسائل کے سرورق پر جلی حروف سے لکھا ہوتا ہی کہ "اُردو ادب کا ماہواری رسالہ" اب کوئی اِن ناخدایان اُردو سے پوچھے کہ حضور مکرم اس موقع پر یاے معروف کے اضافہ کی ایسی کونسی ضرورت تھی جسے سب سے پہلے آپ ہی نے محسوس فرمایا؟ جو قواعد کے لحاظ سے سراسر لغو و مہمل ہی ورنہ آپ کے اس وزن و قافیہ کے اعتبار سے دوسرے صوبون مین روزانہ اخبارات پر "روزوازی" اور "ہفتہ واری" کی تقلید کرنی پڑے گی، تو شاید ملک پنجاب کے اہل قلم (جہان حافظ عبداللہ عسکری نے دیوان حافظ کی منظوم شرح لکھی ہی) اپنی خاص مادری زبان اُردو مین جواب دین گے کہ ہم نے قواعد اُردو کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہی؟ لہٰذا "ماہواری" کی مروجہ اصطلاح مین۔ یائی معروف کا اضافہ

از بس لابدی ہی،

(۳) ظاہر ہی کہ تواریخ جمع ہی، لیکن دیکھا جاتا ہی کہ اکثر مقالہ نگار اس لفظ کو مفرد کے معنی مین استعمال کرتے ہین، چنانچہ صوبجات متحدہ کے ایک ممتاز رسالہ نے اپنے افتتاحیہ مین ایک منشی فاضل مضمون نگار کا مضمون شایع کیا تھا جسمین سات جگہ لفظ تواریخ، بمعنی مفرد استعمال کیا تھا، مثلاً تواریخ شاہد ہی، تواریخ ہم کو بتلاتی ہی؟ لیکن نہ تو اڈیٹر اور نہ فاضل مضمون نگار نے اِس غلطی کو محسوس فرمایا اور آج بیشتر "تواریخ" کا استعمال مفرد کے معنی مین دیکھا جاتا ہی،

(۴) دارالحکومت ہند کے ایک ادبی رسالہ مین ایک کہنہ مشق اڈیٹر کا مضمون شایع ہوا تھا، جسمین پانچ جگہ آپ نے "مغلظات" کو "مغلے زاد" تحریر فرمایا تھا ممکن ہی کہ جو لفظ لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ مین "ظ" اور "ت" سے لکھا جاتا ہو وہ لارڈ ریڈنگ کے زمانہ مین مولوی عبدالحق صاحب کی سی جدید اسکیم کے موافق ہارڈنگ و ریڈنگ کے ہم وزن، مغل بچہ کے قیاس پر مغلے زاد، لکھا جا سکتا ہو لیکن اڈیٹر کی رعایت قابل داد ہی اور کیون نہو جبکہ اس کھلی ہوئی پانچ جگہ پر مستعمل غلطی کا عذاب کاتب کی گردن پر آسانی سے ڈالا جا سکتا ہی، یاللعجب؟

## کمزوریون کے نتائج

اب ان کمزوریون کے نتائج ذیل مین ملاحظہ ہون،

(۱) کئی کروڑ اُردو بولنے اور سمجھنے والون کے علمی و ادبی رسائل کا وجود بمنزلہ عدم کے ہے

(۲) قابل و فاضل اڈیٹر میسر نہین آتے،

(۳) رسائل حشرات الارض کی طرح پیدا ہوتے ہین اور مرجاتے ہین۔

(۴) باوجود اس کثرت کے ملک مین ایک رسالہ بھی ایسا نہین جو مقررہ تاریخ پر خریدارون کو پہنچ جاتا ہو،

(۵) ہر شخص بآسانی کسی رسالہ کا اڈیٹر، مرتب، جامع و سر محرر بن جاتا ہی۔

(۶) رسالہ کی زندگی تاجرانہ اغراض سے متعلق ہوتی ہی،

(۷) مہمل و دور از کار مضامین کثرت سے شایع ہوتے ہین اور ناظرین اعلیٰ درجہ کے مضامین سے محروم رہتے ہین،

(۸) رسایل کو دوام و ثبات نہیں اس سے خریدارون کا سیکڑون روپیہ برباد ہوتا ہو اور وہ پھر کسی نئے پرچہ پر بھروسہ نہین کرتے جسے اُن کی "بدمذاقی" کہا جاتا ہو۔

(۹) ان کمزوریون سے ملکی رسائل بدنام ہوتے ہین اور ان خرافات مین ناظرین کا قیمتی وقت ضایع ہوتا ہو چنانچہ ایسے ہی ردی رسائل کے متعلق پروفیسر بیولک ایم ڈی نے حال ہی مین سینٹ میری ہسپتال لندن مین ایک لکچر کے دوران مین بیان کیا کہ:-

گذشتہ جنگ سے جہان اور ہزار ہا نقصانات ہوسے وہان ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ کاغذ و طباعت کی گرانی سے صدہا مہمل و لغو رسائل کی اشاعت بند ہو گئی ورنہ ان مہمل رسائل کی کثرت اس سُرعت سے بڑھ رہی تھی کہ کچھ روز مین کتبخانون کی گنجائش اُن کے لیے کافی نہ ہوتی اور دنیا ان بیکار رسائل کے مطالعہ مین مصروف ہو جاتی وغیرہ"

امید کہ مذکورہ کمزوریون پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے اصلاح کی طرف توجہ کی جائے گی ع

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم

**توحیدی** (سابق ایڈیٹر اخبار البرید)

تم آو نہ اس کی قضا چارہ گر ہو ادھر ہو نہ بیمار الفت اُدھر ہو

مرے یا جیے کوئی تم بیخبر ہو ستمگر ہو ظالم ہو بیداد گر ہو

مرے کعبۂ دل مین کافر کا گھر ہو بت نامسلمان مسلمان اگر ہو

وہ دامن سے جھاڑے تو قدمون سے لپٹے مری خاک ہو یار کی رہگذر ہو

جہان دل ہو تم اُس جگہ پانون رکھنا کبھی گر ہماری لحد پر گذر ہو

وہ ہون سامنے صبح روز قیامت تجھے طول اے شام غم اس قدر ہو

جو وہ لاش کے ساتھ تربت تک آئین مرے کی ہو منزل مرے کا سفر ہو

ہوا خاتمہ آج بیمار غم کا خبر بھی ہوئی تم کو یا بیخبر ہو

جگر کعبے مین سر جھکانا اُدھر تم
جدھر اُس بُتِ نامسلمان کا گھر ہو

جگر بسواتی

# نقد و تبصرہ

(از "ناظر")

## (الف) فلسفہ و تصوف

(۱) مثنوی اسرارِ ہستی۔ از سید ضامن حسین گویا۔ تقطیع کتب درسی۔ حجم ۴۸ صفحہ۔ ملنے کا پتہ۔ سید ضامن حسین گویا۔ محلہ احمد زئی۔ بیلی بھیت۔

اسرار الٰہیات و معرفت کی تشریح کے لیے نظم کا قالب عموماً نثر سے بہتر و موزون تر سمجھا گیا ہی۔ ہندوستان کی قدیم ترین کتاب، وید مقدس، اشلوکون مین ہی۔ کرشن جی کی گیتا کلام منظوم ہی۔ حضرت مسیح کی انجیل اگرچہ نثر مین ہی۔ لیکن طرزِ ادا اور پروازِ بیان بالکل شاعرانہ ہی۔ زبور کے راگ مشہور ہین۔ مسلمان صوفیہ مین اکثر نے اسرارِ معرفت کو جامۂ نظم ہی پہنا کر پیش کیا ہی۔ سنائی، عطار، مولانائے روم، عراقی، مغربی، امیر خسرو، جامی، اسلامی تصوف کے عناصرِ اعظم ہین، اور یہ سب حقایق و معارف زبانِ شعر ہی مین ادا کرتے ہین۔

اردو کی ابتدائی زندگی صوفیانہ و عارفانہ نظمون ہی سے شروع ہوئی۔ تاہم یہ اس کی بدقسمتی تھی، کہ اب تک کسی عارفِ کامل کی مستقل سرپرستی اُسے حاصل نہین ہوئی۔ خال خال مثالین ملتی ہین، لیکن جب تک کوئی رومی کوئی سنائی، کوئی عطار، اُردو مین بھی نہ پیدا ہو لیگا۔ اُردو کا افلاس اس حیثیت سے فارسی کے معاملہ مین مسلم رہے گا۔

پیشِ نظر مثنوی اردو کے اِس افلاس کے کم کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہی، اور اِس حد تک پوری کامیاب رہی ہی، جہانتک کوئی ایک کتاب یہ مقصد پورا کر سکتی ہی۔ توحید، وحدتِ وجود، صفاتِ باری، تنزیہ، وحقیقت شناسی وغیرہ مسائل کو نظم مین ادا کیا ہی، اور کمال یہ ہی کہ شاعرانہ اندازِ بیان کا سررشتہ کہین ہاتھ سے نہین جانے دیا ہی۔ وجود باری و توحید وغیرہ پر دلائل قائم کیے ہین، مخالفین کے اعتراضات نقل کیے ہین، ان کے جوابات دیے ہین، کہین علم کلام کے مسائل بیان کیے ہین کہین فلسفہ کے، پھر بھی مصنف صاحب ہر جگہ شاعر ہی رہے ہین، متکلم یا فلسفی نہین ہو گئے ہین۔

آغازِ کلام یون ہوتا ہی ؎

چمن میں ہے کیا بہار دیکھو | چمن ہے کیا لالہ زار دیکھو
نکلتی ہے دل سے خود بخود واہ | زبان کہتی ہے اللہ اللہ
وہ خوشنما ہیں لیور گو یا | وہ پیارا پیارا ہے اُن کا نغمہ
کہ محو ہو جائے سننے والا | رہے نہ کچھ ہوش تن بدن کا
یہ پھول سنپے مہکنے والے | یہ بیل بوٹے طرح طرح کے
کھلائے کس نے اُگائے کس نے؟ | دکھائے کس نے سنائے کس نے؟

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

تمام دنیا جہان کیا ہے؟ | زمین کیا آسمان کیا ہے؟
مکین کیا ہے مکان کیا ہے؟ | یہ جسم کیا شے ہے جان کیا ہے؟
ظہور ہے کس کی قدرتوں کا | یہ نور ہے کس کی قدرتوں کا؟
یہ روشنی خود ہی کہہ رہی ہے | کہ شمع بزم جہان کوئی ہے

آگے چل کر اسی سادہ زبان میں اور ایسے ہی شیرین الفاظ میں مادیت، قسدیت سوفسطائیت، دہریت، ثنویت، تثلیث، وغیرہ جملہ مخالف توحید مذاہب کی تردید کی ہے۔ اور الٰہیات و تصوف کے مختلف عنوانات پر دلچسپ و لطیف پیرایہ میں اظہار خیال کیا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی ہمیں یہ کہنے میں مطلق تامل نہیں کہ یہ قلیل الحجم مثنوی اپنی معنوی بلندی نیز پیرایۂ ادا کے لحاظ سے اُردو کے سرمایہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے

## (ب) افسانہ و قصص

(۱) چار چاند۔ از حامد اللہ افسر بی۔ اے۔ تقطیع کتب درسی حجم ۴۸ صفحہ۔ قیمت ۵ر ملنے کا پتہ انڈین بک ڈپو۔ میرٹھ۔

مولف صاحب نے یہ کتاب، جو چار قصوں کا مجموعہ ہے، بچوں کے لیے تالیف فرمائی ہے۔ وہ شاید رسمی انکسار کے دشمن ہیں، چنانچہ دیباچہ میں خود اپنی تالیف کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ اولاً ان قصوں میں۔

"حقیقی انسانی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے"

اس اظہار رائے کو اگر وہ ناظرین کے ذمہ چھوڑ دیتے، تو شاید بہتر ہوتا، اس لیے کہ ہر اہل قلم اپنی تالیف مین اپنے نزدیک تو حقیقی جذبات انسانی ہی کی ترجمانی کی کوشش کرتا ہے، اس کا فیصلہ دوسرون کے ہاتھ مین ہوتا ہے کہ اُسے کامیابی کہان تک ہوئی۔ دوسری خصوصیت بہ قول مؤلف ان قصون کی یہ ہے کہ یہ

"انتہا درجہ کے دلچسپ بھی ہین اور سبق آموز بھی"

مولف صاحب کا حُسن ظن اگر اپنی تالیف کے متعلق صحیح ہوتا، تو ناقد کا کام بہت ہلکا ہو گیا ہوتا، یعنی فقرۂ منقولہ بالا پر صاد کر دینا کافی ہوتا۔ لیکن افسوس ہے کہ مولف صاحب نے اپنے دماغی کارنامون کے متعلق حسن ظن قائم کرنے مین ذرا عجلت سے کام لیا، اور یہ تحریر فرما کر تو خودستائی کو درجۂ کمال ہی تک پہنچا دیا کہ

"میرا خیال ہے کہ ۔ ۔ ۔ اس قسم کی کتابین ۔ ۔ ۔ یقیناً طلبا کے لیے بیحد مفید ثابت ہون گی"

واقعہ یہ ہے کہ منجملہ چار قصون کے تین قصے تمامتر سرکار انگریزی کے متعلق جذبات وفاداری سے لبریز ہین، اور "واقعات" ایسے بیان کیے گئے ہین، جنھین واقعیت سے کوئی لگاؤ نہین۔ پہلے سبق مین مان بیٹے کو یون سمجھا رہی ہے:-

"ہمارا فرض ہے کہ جس طرح ہم سے ہو سکے ہم اس (سرکار) کی مدد کرین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بادشاہ اور رعیت کا تعلق باپ اور بیٹے سے کم نہین ہے۔ جیسے ایک بیٹے کو جہان تک ہو سکے اپنے باپ کی مدد کرنا ضروری ہے، اسی طرح رعایا کو ضرورت کے وقت اپنے بادشاہ کو جان و مال سے مدد دینا لازم ہے اور ہماری سرکار برکت والی اور انصاف والی سرکار ہے کہ اس کی حکومت مین غریب امیر سب امن و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین۔ آج کل دُنیا کا کوئی حصہ ایسا نہین ہے جہان لڑائی کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفین اور خطرے پیدا نہ ہو گئے ہون۔ لیکن ہندوستان ہمیشہ کی طرح اب بھی چمن بنا ہے" (صفحہ ۱۲)

خدا معلوم ہندوستان کا زیادہ صحیح طور پر شہر میرٹھ (جہان کا یہ قصہ ہے) کا وہ کون قابل زیارت گھرانا ہے، جہان کوئی والدہ ماجدہ اپنے فرزند کے سامنے اپنے "ان حقیقی جذبات" کا اظہار فرما رہی ہون۔ بچون کی زبان سے سرکار کی حمایت مین سرفروشی کے جن حقیقی جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے، وہ بھی ازسرتاپا غلط و بے اصل ہین۔ بچون کی زبان پر اگر کوئی کلمہ جاری رہتا ہے تو وہ "گاندھی کی جے"، "محمد علی و شوکت علی کی جے"

کا ہو" سرکار کی جے" کی آواز سے امن سبھاؤن اور جیلخانون کی چاردیواری کے باہر کسی کے کان آشنا نہین۔ کتاب کا بیشتر حصہ اسی قسم کے خرافات سے لبریز ہو۔ کتاب کی اشاعت اگر کسی ضلع کی امن سبھا یا صوبہ کے پبلسٹی بورڈ کی جانب سے ہوئی ہوتی تو شاید زیادہ قرین دیانت ہوتا۔

(۲) تلاش راز۔ از نیاز فتحپوری۔ ملنے کا پتہ:- اُردو بک ڈپو مرادآباد۔ ضخامت ۴۸ صفحہ۔

رینالڈس کا انگریزی مین ایک مشہور افسانہ "ماسٹر عودی بک" ہو، جسکا اُردو ترجمہ بھی مدت ہوئی منشی سجاد حسین مرحوم (صاحب اودھ پنچ) کے قلم سے "دھوکا یا طلسمی فانوس" کے نام سے ہو چکا ہو "تلاش راز" اسی کتاب کا گویا خلاصہ ہو۔ لیکن تعجب ہو کہ نیاز صاحب نے صراحتہً کیا معنی کنایتہً بھی کہین اپنے ماخذ کا حوالہ نہین دیا ہو۔ نیاز صاحب اُردو کی دُنیاے ادب مین ایک خاص وقعت حاصل کر چکے ہین۔ اُن سے ایسی کمزوری کا اظہار حد درجہ افسوسناک ہو۔

## (ج) علم اللسان

(۱) سرگزشت الفاظ۔ از مولوی احمد دین بی اے، وکیل۔ تقطیع کتب درسی ضخامت ۴۰۴ صفحہ قیمت عہ/ ملنے کا پتہ: شیخ مبارک علی تاجر کتب۔ اندرون لوہاری دروازہ لاہور۔

پچھلی صدی عیسوی کے وسط مین انگلستان مین ایک نامور فاضل آرچ بشپ ڈاکٹر ٹرینچ ہوے ہین، الفاظ کی ساخت و ترکیب، ان کا اشتقاق و تغیر، اور ان کے معانی و مفاہیم کا ارتقا، ان کی مخصوص و فطری دلچسپی کا موضوع تھا۔ چنانچہ ۱۸۵۱ء مین اُن کی جو کتاب مطالعہ الفاظ (اسٹڈی آف ورڈز) کے نام سے شایع ہوئی وہ اس باب مین اُن کے ملکہ فطری کی ایک مستقل یادگار ہو۔ اس کتاب کو قبولیت بھی اس قدر حاصل ہوئی کہ ۱۸۸۸ء مین پادری ییسیو کے زیر اہتمام، باضافہ کثیر اس کا بیسوان اڈیشن شایع ہوا۔

سرگزشت الفاظ اسی انگریزی کتاب سے ماخوذ ہو جیسا کہ خود مولف صاحب نے دیباچہ مین فراخدلی کے ساتھ اعتراف فرمایا ہو۔ لیکن اسے ترجمہ قرار دینا اس بنا پر صحیح نہ ہوگا، کہ مولف صاحب نے مثالین تمامتر اپنی ہی زبان سے دی ہین، قواعد اصول و کلیات سب ڈاکٹر ٹرینچ کے ہین۔ ترتیب عبارت مین بھی انھین کی تقلید ہو۔ تاہم اُن قواعد و کلیات کو جیسا اپنی زبان پر کیا ہو، اور مثالین جس قدر بھی دی ہین سب اُردو ہی کی ہین۔ اور اس خصوصیت نے کتاب کو اردو خوان ناظرین کے لیے بہت ہی دلچسپ بنا دیا ہو۔

فصل اول (ص ۱-۴۸) مبادیات پر مشتمل ہے۔ فصل دوم (ص ۴۹-۱۰۰) مین دکھایا ہے کہ زبان نام ہے متحجر نازک خیالی کا فصل سوم (ص ۱۰۱-۱۲۳) مین زبان کا تعلق حقایق اخلاق ہے، اور فصل چہارم (ص ۱۲۴-۱۴۶) مین واقعات تاریخ سے دکھایا گیا ہے۔ فصل پنجم (ص ۱۴۷-۲۲۰) مین جدید الفاظ و مصطلحات کے طریق آفرینش و ترویج پر بحث ہے۔ فصل ششم (ص ۲۲۰-۲۶۴) مترادف الفاظ سے متعلق ہے۔ فصل ہفتم مین جو آخری فصل ہے (ص ۲۶۳-۳۰۴) زبان پر معلمین کے اثرات کو بیان کیا ہے۔

چند اقتباسات سے مضامین کتاب کی نوعیت اور اُن کی اہمیت و دلچسپی کا اندازہ ہوگا۔ "زبان متحجر نازک خیالی ہے" اس عنوان کے ذیل مین فاضل مولف لکھتے ہین :-

"زبان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے نازک خیالی متحجر ہے۔ یا یون کہو کہ اگر ہمین کسی قوم کی شاعری سے پوری واقفیت حاصل کرنی منظور ہو، تو ہمین صرف اُس کے اشعار یا نظم کی رنگینی مین رنگی ہوئی روایات ہی کو نہین دیکھنا چاہیے۔ بلکہ ہمین بہت سے ایسے الفاظ بھی ملین گے، جو فرداً فرداً نازک خیالی کے پرورش یافتہ اور دلفریب نقش و نگار سے آراستہ ہین۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ان مین نظم کا عطر کھینچ کر بھر دیا گیا ہے۔ کسی لفظ کو لو اور ذرا نظر غور سے دیکھو تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ لفظ مذکور مین عالم ذہنی اور عالم اجسام کی کسی بڑی مشابہت اور مناسبت باہمی کا نقشہ کھنچا ہوا ہے۔ . . . . مثلاً جس بندۂ خدا نے کسی کے "برباد" ہو جانے کا خیال اول ہی اول ظاہر کیا تھا ضرور ہے کہ اس نے بہت دفعہ آندھی اور ہوا کو خس و خاشاک اُڑاتے دیکھا ہوگا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ یہ خس و خاشاک کا تنکا تنکا ایک دوسرے سے جُدا کوئی کہین کوئی کہین اپنے اصلی مقام سے کوسون دور طوفان باد کے جھونکون سے اُڑتے پھرتے ہین، اور یہ کہ اُن کی جمعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہو جاتا ہے، ان کا قرار شکل اور اُن کا نام و نشان مفقود ہو جاتا ہے۔ خس و خاشاک کی اس بیچارگی اور آوارگی کو اس نے ایک مصیبت زدہ انسان کی حالت سے مقابلہ کیا، اور کچھ فرق نہ پایا۔ اس کی نازک خیال طبیعت نے فوراً اس نامراد و کمبخت انسان کی حالت بیچارگی کو بھی "بربادی" کے لفظ سے تعبیر کیا۔

بخت کے متعلق بھی "بیدار" و "خوابیدہ" کے الفاظ پہلے استعمال کرنے والے ذہن نے جاگتے اور سوتے انسان و حیوان کی حالتون پر غور کرکے یہ الفاظ بخت پر چسپان کیے ہین۔ جاگنے کی ہشیاری، جلب منفعت، و دفع مضرت مین چابک دستی، اپنی حفاظت، اپنی زندگی کے سامان

مہیا کرنے کی فکر اور طاقت سونے کی بیکسی کس مپرسی، بیچارگی اور مہو ہوت کی ہی صورت" (ص۹-۱۱)

ہر استعارہ ابتدا کسی نہ کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہو۔ اس بحث پر یوں تحریر فرماتے ہیں:—

بیشمار الفاظ جواب استعارہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ابتدا میں ظاہری حالات کے کسی ایک واقعہ پر مبنی تھے اور ہمارے سامنے اُس کی ایک روشن تصویر پیش کرتے تھے اور اب اس واقعہ کو انھوں نے اپنی صورت میں مجتمع و تجرید کر دیا ہو . . . .

طعنہ، طعن۔ نیزہ سے خستہ کرنے کو کہتے ہیں اور اب کسی شخص کی عیب جوئی اور اُسے بُرا بھلا کہنا ہوگا

ہتک۔ اصل میں پھاڑنا اور اب کسی کی بے عزتی کرنے کے معنی میں مستعمل ہو . . . .

تواضع۔ وضع۔ جھکنے سے مشتق ہو۔ تواضع اپنے آپ کو کسی کے سامنے ڈال دینا۔ فروتنی سے مراد ہو گئی۔ فروتنی خود بھی اسی واقعہ اور اسی خیال کی مثال ہو۔

عداوت۔ دوڑ کر حملہ کرنے کو کہتے ہیں اور یہی دشمن کا کام ہو" (ص۲۹۴-۲۹۵)

کتاب اول سے آخر تک دلچسپ مباحث و تحقیقات سے لبریز ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جا بجا بعض الفاظ کے اشتقاق اُن کے معانی کے ارتقا اور مولف صاحب کے مجوزہ اصول و کلیات سے اختلاف کی بھی کافی گنجائش ہو لیکن اس قسم کے اختلافات کسی علمی کتاب کی تنقیص کے بجائے اس کی قدر و مرتبت میں اضافہ کا کام دیتے ہیں۔ اردو کی نا داری پر نظر کرتے ہوئے ایسی کتاب کا معرض تالیف میں آنا یقیناً قابل تہنیت و مستحق حوصلہ افزائی ہو۔ ادبی و لسانی مباحث سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو اس کا مطالعہ از بس مفید ہوگا۔ البتہ قابل شکایت صرف یہ امر ہو کہ کتاب کی زبان "پنجابیت" کے اثرات سے گرانبار ہو، کوئی صفحہ بہ مشکل اس اثر سے خالی نظر آئے گا۔ اور ترجمہ پن کی جھلک بھی جا بجا نظر آ رہی ہو۔

---

کردۂ عزمِ سفر لطفِ خدا یارِ تو باد　　　　ہمتِ اہلِ نظر قافلہ سالارِ تو باد

---

محفل شمع تابان در گلستان رنگ و بو باشی　　　　الٰہی ہر کجا باشی بہار آبرو باشی

---

اے خوش آن روز کہ بینم بروے فرخ فالِ تو　　　　از سفر آئی و من آیم باستقبالِ تو

# نظرے خوش گذرے

خاکسار ایڈیٹر کو آستان رسالت پر جبہ سائی کی تمنا کرتے ہوے ایک مدت دراز گذر گئی مگر کل امر مرہون باوقاتہا۔ اب مرضی الٰہی معلوم ہوتی ہی اس لیے خدا کے فضل و کرم سے سامان سفر ہو گیا ہی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کی اشاعت سے پہلے ہی مین لکھنؤ سے روانہ ہوجاؤن گا۔ چونکہ دلی آرزو یہ ہے کہ فریضۂ حج کی ادائی سے پیشتر زیارت روضۂ نبوی کا شرف حاصل ہو۔ اس لیے محرم تک واپسی کی توقع ہی اس تمام مدت کے لیے الناظر اور جملہ کاروبار متعلقہ کا نظم و نسق میرے برادر زادہ منشی عزت علی علوی (علیگ) کے سپرد رہے گا جن کی سعادت و لیاقت سے امید ہی کہ کل اصحاب معاملہ خوش اور مطمئن رہین گے۔ عزیز موصوف نے علی گڈھ کالج مین بی اے تک پڑھنے کے بعد آخری امتحان سے چند ماہ قبل تحریک ترک موالات کے ماتحت اپنا سلسلۂ تعلیمی ختم کر دیا تھا اور اس وقت سے برابر لکھنؤ مین کانگریس کا کام کرتے رہے۔ مگر ادبی خدمت یا کاروبار تجارت کے سرانجام کا اتفاق نہین ہوا۔ اس لیے ناتجربہ کاری یا عدم واقفیت کی وجہ سے کسی صاحب کو شکایت پیدا ہو تو امید ہی کہ وہ معاف فرمائین گے۔ انشاء اللہ واپسی کے بعد مین اُسکی تلافی کر دون گا۔

الناظر کی ترتیب و تہذیب کا کام ایک قابل اور واقف کار دوست نے اپنے کمال محبت سے اپنے ذمہ لے لیا ہی۔ اس لیے ناظرین کرام کو اطمینان کامل رکھنا چاہیے کہ الناظر بند ہونے پائے گا۔ البتہ چونکہ مضامین کی طلب و تحصیل اور رسالہ کی طباعت و اشاعت کے کام بدستور دفتر سے انجام پائین گے، اس لیے کوئی رسالہ کم حجم کے ساتھ یا کبھی ناوقت شایع ہو تو ناظرین کی عنایت و لطف سے توقع ہی کہ وہ بددل نہون گے

تہیۂ سفر کرنے کے بعد سے اس وقت تک مین اُن تمام اصحاب کو توجہ دلاتا رہا ہون جن کی قلمی اعانت سے الناظر ابتک مستفید ہوتا رہا ہی اور مجھے یقین ہی کہ احباب و مخلصین الناظر کو فراموش نہ فرمائین گے

یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض ایک بندۂ حقیر کی سعی و کوشش کا اظہار ہی ورنہ انجام کار تو خدا سے بزرگ و برتر کے اختیار مین ہی۔ وَاُفَوِّضُ اَمرِي اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالعِبَاد۔ بارگاہ ایزدی مین دعا ہی کہ اسنے افضال بے پایان سے جسطرح اس کل کاروبار کو عدم سے وجود مین لائے اور ابتک منزل بمنزل اس کے بقا اور نشو و نما کا سامان فرماتے رہے ہین آئندہ بھی دستگیری فرمائین اور جملہ آفات و حوادث سے محفوظ و مامون رکھین آمین یا رب العالمین

احباب قدیم میں سے دو صاحب جنھوں نے الناظر کو شروع سے نہایت قیمتی امداد دی ہے میری تحریک پر فوراً متوجہ ہوگئے ہیں اور اُن کے مضامین کا سلسلہ انشاء اللہ مئی نمبر سے شروع ہو جائے گا۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے برسوں کے بعد الناظر کو یاد فرمایا ہے مگر مجھے امید ہے کہ اب وہ مستقلاً لکھتے رہیں گے دوسرے صاحب نہایت کثیر الاشتغال ہیں لیکن میں اُن کی محبت و عنایت پر کامل اعتماد رکھتا ہوں اور ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے مقدور بھر میری عدم موجودگی میں الناظر کی خدمت سے دریغ کریں گے۔ ایک تیسرے صاحب جن کا پاک بدیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور تمام ارباب کمال کی طرح مرزا غالب کے اس محبوب خیال سے کہ نہیں میری شیوہ

درد ستانی مہرم گدا اے        دکام بخشی یک امیرے

بتایا گیا ہے کچھ دن ہوئے لکھنؤ تشریف لائے تھے اور وعدہ فرما گئے ہیں کہ میری غیر حاضری میں الناظر کو تین مضمون عنایت فرمائیں گے اگرچہ ایفائے عہد کرنا بجائے خود ایک ادائے محبوبیت ہے مگر میری تمنا ہے کہ میرے محبت فراوانی کی نزاکت پر نظر فرما کر اپنے اس کلیہ زندگی کو میری خاطر برائے چندے سپرد طاق نسیان فرمادیں۔ اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ آئندہ جلکر انھیں میری صبر آزمائی کے بکثرت مواقع حاصل رہیں گے۔

---

جناب مولانا حکیم عبدالحئی صاحب ناظم ندوۃ العلما کے واقعۂ ارتحال پر گذشتہ نمبر میں کچھ نہ لکھا گیا۔ اس فروگذاشت کا مجھے دلی افسوس ہے جس کے لیے میں احباب ندوہ سے عموماً اور اُن کے صاحبزادہ حکیم عبدالعلی صاحب سے خصوصاً عذر خواہی کرتا ہوں۔ حکیم صاحب مرحوم جس ایثار خلوص و استقلال کے ساتھ ندوۃ العلما کی خدمت کرتے رہے اس سے سارا ملک باخبر ہے لیکن اُن کی سادہ مزاجی حلم و متانت تواضع و انکسار، عام ہمدردی اور وسیع اخلاق نے ان کی خانگی زندگی کو جسقدر لائق احترام بنا دیا تھا اس کا اندازہ کچھ لکھنؤ ہی کے لوگ کر سکتے ہیں۔ طبقۂ علما میں علم و فضل اور زہد و ورع اب بھی بفضلہ تعالیٰ نایاب نہیں لیکن جو علمائے مجلسی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اُن میں بالعموم وہی عیوب پیدا ہوگئے ہیں جو جدید تعلیم یافتہ گروہ میں پائے جاتے ہیں۔ مگر مولانائے مرحوم کی ذات بحمداللہ کہ ان کمزوریوں سے مبرا تھی۔

مرحوم کے متعلق یہ تو عرصہ سے معلوم تھا کہ وہ عربی میں اسلامی تاریخ کے متعلق ایک مبسوط تالیف تیار کر رہے ہیں مگر یہ بالکل جدید انکشاف ہے کہ اُنھوں نے خاموشی کے اوقات میں اُردو شعرا کا ایک تذکرہ بھی مدون کیا ہے

جو اُردو دان طبقہ کے لیے خاص دلچسپی و اہمیت کی شے ہے۔ امید ہے کہ دار المصنفین کی طرف سے یہ دونون کتابین جلد شایع کی جائین گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو اعلیٰ علیین مین جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو توفیق صبر

---

مسلم لیگ کا جلسہ سالانہ حسب قرارداد ۳۱ مارچ اور یکم اپریل کو لکھنؤ مین منعقد ہوا۔ پہلا دن تو صدر مجلس استقبالیہ شیخ شاہد حسین بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ اور کونسل مسلم لیگ کے منتخب کردہ صدر جلسہ مسٹر غلام محمد بھرگری بیرسٹر ایٹ لا حیدرآباد سندھ کے صدارتی خطبون پر صرف ہو گیا اور دوسرے دن جب تہنیت و تعزیت کی تجاویز کے بعد مقاصد سیاسی سے متعلق ایک تحریک پیش ہوئی تو مسٹر ظہور احمد بیرسٹر الہ آباد نے جو ترک موالات کے ماتحت اپنا پیشہ چھوڑنے کے بعد سے مستقلاً مجلس مرکزیہ خلافت بمبئی مین کام کر رہے ہین صاحب صدر کو اس امر پر توجہ دلائی کہ جلسہ مین اگرچہ مجمع کافی ہے لیکن خود اراکین مسلم لیگ اتنی تعداد مین بھی موجود نہین کہ لیگ کے قواعد و ضوابط کے مطابق جلسہ عام کا جو نصاب (۷۵ اراکین) معین ہے وہ پورا ہو اس لیے یہ جلسہ باضابطہ جلسہ نہین کہا جا سکتا۔ اب جو صدر صاحب نے اراکین شماری کرائی تو معلوم ہو گیا کہ واقعۃً اعتراض برمحل تھا۔ اس کے بعد دیر تک اس کی فکر ہوتی رہی کہ جو اراکین اتفاقاً نہین آئے ہین یا کسی دوسرے مقام پر مصروف ہین انھین بلا کر نصاب پورا کیا جائے۔ لیکن دو گھنٹے کے انتظار کے بعد بھی نصاب پورا نہ ہوا اور بالآخر صدر صاحب نے جلسہ کو غیر معین وقت تک کے لیے ملتوی کر دیا۔

اس غیر معمولی واقعہ کے عین یکم اپریل کے دن پیش آنے کی وجہ سے کسی ظریف الطبع شریک جلسہ نے فوراً ہی یہ خیال ظاہر کیا کہ مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ نہین تھا بلکہ درحقیقت اپریل فول منایا گیا تھا۔ سکرٹری صاحب مسلم لیگ کی سنجیدگی و متانت سے اس قسم کے مذاق کی توقع کرنا شاید ناقابل معافی ہو مگر جو واقعہ پیش آیا وہ بجائے خود اس درجہ مضحکہ انگیز اور لائق تمسخر تھا کہ جتنے فقرے بھی چست کیے جاتے وہ سب روا ہوتے مگر سب سے زیادہ پرلطف بات یہ ہے کہ اس عجیب و غریب منظر کا اثر سب سے کم جس شخص پر ہوا وہ جناب سکرٹری صاحب ہی کی ذات بابرکات تھی۔ کیونکہ انھون نے قطعاً یہ محسوس نہین کیا کہ یہ جو کچھ پیش آیا حقیقتاً انھین کی سہ سالہ معتمدی کا صلہ تھا۔ لکھنؤ مین مسلم لیگ کے پچپن اراکین بتائے جاتے ہین اور ہندوستان بھر مین تو غالباً سات آٹھ سو کی تعداد پہونچی ہو گی۔ باہر سے مسلم لیگ اور مرکزی خلافت کمیٹی کے جلسون مین شریک ہونیوالے اراکین لیگ جو آئے تھے ان کی تعداد چالیس سے کم نہ ہو گی۔ اب اگر اسی قدر اراکین مقامی بھی شریک ہو جاتے

تو جلسہ کا یہ حشر نہ ہوتا۔ مگر کارکنان لیگ کی غفلت اور بے توجہی کا خدا بھلا کرے کہ خاص لکھنؤ کے اراکین مین شریک ہونے والون کے مقابلہ مین نہ شریک ہونیوالون کی تعداد زیادہ رہی۔ مسلم لیگ کے سہ سالہ تعطل اور جلسہ سالانہ کے اسطرح برباد ہونے کا الزام مختلف لوگون کے نزدیک مختلف طبقون پر عائد ہوتا ہی۔ کچھ اصحاب عام اراکین مسلم لیگ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہین۔ بعض اراکین کونسل مسلم لیگ کو قابل گرفت سمجھتے ہین اور ایک جماعت کے نزدیک تمامتر ذمہ داری عہدہ داران لیگ کے سر عائد ہوتی ہی اور اگر غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ اگرچہ بالکل بری الذمہ انمین سے کوئی نہین کہا جا سکتا مگر اس صورت حال کے پیدا ہونے کے اصل ذمہ دار عہدہ داران ہی ہین۔ کونسل کے ایک جلسہ مین اور نیز [illegible] کے خطبہ صدارت مین انھی عہدہ داران لیگ کو مناسب الفاظ مین سند کارکردگی بھی دیدی گئی ہی حالانکہ خود اعتراف ہی کہ اس تمام مدت مین ہم نے یہی کیا کہ کچھ نہین کیا۔ بعض اصحاب اس پر خوش ہین کہ عہدہ داران لیگ نے باوجودیکہ انھین لیگ کے منظور کردہ پروگرام سے اتفاق نہ تھا قوم کی راے عامہ کا احترام کرتے ہوے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی لاریب کہ اس واقعہ کی حقیقت سے انکار نہین کیا جا سکتا۔ مگر کوئی اُن سے یہ تو پوچھے کہ اگر وہ مزاحمت کرتے بھی تو قوم پر کیا آفت نازل ہوجاتی۔

حقیقت یہ ہی کہ جو لوگ سیاسیات اور دیگر مجلسی کامون کو محض ایک مشغلہ یا ذریعہ تشہیر و ترفع سمجھتے ہین اُن سے کسی قسم کی شکایت ہی فضول ہی کیونکہ احساس منددلون کا یہ کام نہین کہ جب کوئی نازک موقع آئے تو وہ قوم کی ضروریات و مفاد کی طرف سے آنکھین بند کرکے آرام کی نیند سو جائین۔

کونسل کے جلسے کافی طور پر دلچسپ رہے اس لیے کہ موالاتی اور آزاد وطن دوستون کی ایک جماعت لیگ کو اپنی راہ لگانا چاہتی تھی اور تارکین موالات مجبور تھے کہ ان امور سے اپنے اختلاف کا اظہار کرین۔ بعض لوگ مسٹر جناح کو دوبارہ صدر منتخب کرنا چاہتے تھے اور وہ خود بھی اس کے لیے بالکل آمادہ و تیار تھے اس طرح کچھ لوگ سید ظہور احمد صاحب کو دوبارہ معتمد بنانے کے آرزومند نظر آتے تھے اور اگرچہ وہ خود بہت پیشتر تحریراً اراکین مسلم لیگ کو اطلاع دے چکے تھے کہ آئندہ وہ معتمد رہنا نہین چاہتے مگر جب جلسہ مین ان کا نام پیش ہوا تو انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کرنے کی ضرورت نہین سمجھی۔ اور مزہ یہ تھا کہ خود تارکین موالات کی جماعت مین بھی بعض اصحاب صدارت کے عہدہ کو مسٹر جناح کی خدمت مین پیش کرنے کے لیے آمادہ تھے۔

ان دوستون کی ہمارے دل مین بہت عزت ہی مگر ہمین افسوس ہی کہ اُن کا فلسفہ سیاسی یا اصول ہمارا رہنما نہین

فہرست سے بالاتر ہے۔ مسلم لیگ ایک سیاسی جماعت ہے۔ جو معطل رہنے کی صورت مین تو یقیناً کسی مرض کی دوا نہین بن سکتی لیکن کم از کم اگر رزولیوشن بازی کا شغلہ جاری رہے تو اُس سے یقیناً مفاد قومی کو نفع یا نقصان پہونچنے کی توقع کی جاسکتی ہے تارکین موالات کے نقطۂ نظر سے موالاتی بھائیون کے ہاتھ مین جانے کے بعد مسلم لیگ اگر امن سبھاؤن کا رنگ اختیار نہ کرے تو کم از کم لبرل لیگ کے برابر تو ضرور ہی ہمارے بالمقابل کھڑی ہوسکتی ہے۔ اور اگرچہ لبرل لیگ سے لڑائی مول لینے کی ضرورت نہین مگر وہ لوگ جو تارک موالات ہین جو اپنے صوبہ یا ضلع مین کسی لبرل لیگ کے قیام مین معاون ہونا پسند کرین گے پھر کیا ان دوستون کو یہ زیبا ہے کہ لبرل لیگ اور اُس کے کارکنون اور اراکین سے تو ہر موقع پر مقابلہ کیا جائے اور خود مسلمانون کے مشق رزولیوشن سازی و ڈیپوٹیشن بازی کے لیے مسلم لیگ کو لبرل لیگ بنا دیا جائے۔

ہمارے بعض دوست کبھی کبھی اور بالکل دفعۃً ایسے مصلحت اندیش اور انجام بین بن جاتے ہین اور انکی جرأت مردانہ اور اصول کی خاطر اُن کی عظیم الشان قربانیان سب پس پشت جا پڑتی ہین۔

مسلم لیگ کو آپ نہین چلا سکتے یا چلانا چاہتے تو خدارا اُسے معطل رہنے دیجیے کہ اس سے کم کوئی مضر نہین ہوتا۔ آپ سمجھتے ہین کہ وہ کوئی مفید کام کرسکتی ہے تو شوق سے اس کو از سر نو منضبط کیجیے اور چلائیے مگر اُسکی عنان انتظام اپنے ہی ہاتھون مین رکھیے۔ ورنہ ایک دفعہ قیصر باغ کی ہوا اُسے لگی اور معاملات آپکے قابو سے باہر ہوگئے۔ پھر اُسے واپس حاصل کرنے کے لیے ایک نیا محاذ قایم کرنا پڑے گا اور جو قوت اور وقت اس پر ضایع کی جائے گی یقین ہے کہ اس کے لیے آپ ہمیشہ پچھتائین گے۔ وما علینا الا البلاغ۔

## جسٹس محمود مرحوم

- کتاب الطلاق
- کتاب الشفعہ
- شرح قانون شہادت

## مولوی عزیز مرزا بی اے

- خیالات عزیز
- ذکر مم اردسی

## خواجہ غلام الثقلین مرحوم

- روزنامہ سیاحت
- فلسفیانہ لکچر اسلام پر

## منشی محمد لطیف مرحوم

- اکبر
- اورنگزیب
- لارڈ کلائیو
- رنجیت سنگھ

## مسٹر عنایت اللہ خاں بی اے

- دعوت اسلام
- ارض مقدس
- زلفی

## مسٹر مظفر عمر بی اے

- نیلی چھتری
- بلرام کی گرفتاری
- جوزن کا کلب

## مولوی محمد علی ایم اے

- سیرۃ خیر البشر
- النبوت فی الاسلام
- جمع القرآن

## پروفیسر نواب علی ایم اے

- تذکرہ مصطفے
- معارج الدین
- صحف سماوی
- شمع سخن ۱۰/

## مفتی انوار الحق ایم اے

- تذکرہ حبیب
- حقائق اسلام
- اثبات واجب الوجود
- تاریخ ابو البشر
- قوت خیال ۶/

## پروفیسر الیاس برنی ایم اے

- اسرار حق
- معارف ملت
- مناظر قدرت
- جذبات فطرت
- علم المعیشت

## سید ہاشمی فرید آبادی

- مشاہیر یونان ۲ جلد
- تاریخ یونان قدیم

## مرزا محمد ہادی بی اے

- امراؤ جان ادا
- شریف زادہ ۱۰/
- خونی عاشق
- خونی مصور
- خونی شہزادہ
- مثنوی امید و بیم

## ڈاکٹر اقبال ایم اے

- ملت بیضا
- مکمل ترانہ
- شکوہ
- جواب شکوہ
- نالہ یتیم
- فریاد امت
- بلال
- اکبری اقبال
- شمع و شاعر
- خضر راہ

## مولوی ظفر علی خاں بی اے

- معرکۂ مذہب و سائنس
- خیابان فارس جلد اول
- نواب جنگ رد ماجا پن
- جنگل میں منگل
- فلسفہ ابن سینا
- معاشرت
- اپریل فول ۱۰/

## منشی احمد علی بی اے

- تاریخ تمدن ۲ جلد
- شباب لکھنو

## مولوی عبد الماجد بی اے

- فلسفہ جذبات
- بحر المحبت ۱۲
- تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد
- مکالمات برکلے
- زود پشیمان

## خواجہ عباد اللہ اختر بی اے

- مشاہیر اسلام
- دمشق
- بغداد
- صدیق اکبر
- ترجمہ شرح دیوان حافظ

## مسٹر سجاد حیدر بی اے

- خیالستان
- زہرا
- ثالث بالخیر

## مسٹر انیس احمد عباسی بی اے

- زلیخا
- نازنین آرمینیا
- ہیرو کی کامیابی
- احمد کیتھرینا

## مولوی عبد الحق بی اے

- قواعد اردو
- انتخاب کلام میر

## مولوی عشق حسین خاں بی اے

- مبادی سائنس
- بجلی کے کرشمے
- محاربات صلیبی

## مولوی سید سلیمان ندوی

- ارض القرآن جلد دوم
- حیات امام مالک
- خلافت اور ہندوستان
- بہادر خواتین اسلام
- اہل السنۃ والجماعت

## پروفیسر عبد الباری ندوی

- مبادی علم انسانی
- برکلے کا فلسفہ
- مذہب و عقلیات ۶/

## مولوی محمد حلیم انصاری ایم اے

- تمدن اسلام ۲ جلد
- الاسلام والنصرانیہ
- اسلام اور روشن خیال قوم
- جواہر قرآنی
- فتح اندلس
- فلاح دارین

## خواجہ حسن نظامی

- سیپارۂ دل
- روزنامہ مالک اسلامیہ
- میلاد نامہ
- محرم نامہ
- یزید نامہ
- غدر نامہ گیارھویں
- کرشن جیون
- اکم الموت
- بیوی کی تعلیم
- بیوی کی تربیت
- آداب خطوط نویسی
- خطوط حسن نظامی
- جگ بیتی کہانیاں
- فاطمی دعوت اسلام
- چٹکیاں اور گدگدیاں

## مولوی عبد الرشید اکبر الحکیم

- صبح زندگی
- شام زندگی
- شب زندگی ۲ جلد
- نوحۂ زندگی
- منازل السائرہ
- الزہراء
- عروس کربلا
- جوہر قدامت
- یاسمین شام
- موؤدہ

رجسٹرڈ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ۵۸۰۴

# الناظر

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

| نمبر ۱۱-۱۲ | ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۴ |
|---|---|---|

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنو مین چھپا

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

# ۱۹۲۲و۲۳ء کی جدید کتابین

**کروشیا** اُردو زبان مین کروشیا سے مختلف اقسام کی زنانہ دست کاری کے نمونے بنانے پر بہترین تصنیف ہی اس سے قبل رئیسہ بھوپال ادام اللہ اقبالہا کی زیر سرپرستی اس فن پر نٹنگ ... کے نام سے دو حصص مین ایک کتاب تیار ہو چکی ہی مگر انگریزی الفاظ کی بادیجا بہتات نے اسے مقبول ہونے دیا محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ نے اس غلطی کو محسوس کرکے عام فہم سلیس اُردو مین یہ ابتدائی رسالہ لکھا ہو۔ انگریزی الفاظ کا تا امکان بامحاورہ ترجمہ کیا ہو۔ یہانتک کہ معمولی اُردو پڑھی لکھی بہنین بھی آسانی سمجھ سکتی ہین قیمت عہ

**ہندوستانی جاسوس** یہ ایک جدید عربی ناول اسرار انقرہ کا اُردو ترجمہ ہی جسمین مشہور باغی اسلام مصطفیٰ صغیر ہندوستانی جاسوس (مرادآبادی) کے پوست کندہ حالات اسکی خفیہ ریشہ دوانیاں اور بطل حریت غازی اعظم حضرت مصطفیٰ کمال پاشا ادام اللہ اجلالہ کے قتل کی سازشین ہین جاسوس مذکور کے پر اسرار حالات زندگی کے ہمراہ اسکی محبوبہ جنان کی صدق دلی اور اپنے عاشق کے تمام سربستہ رازون کا مردانہ وار انکشاف اسکی گرفتاری و قتل کی مفصل روداد ہی قیمت ۱۱؍

**طلوع الاسلام** سر ڈاکٹر اقبال کے نام نامی سے کون علم دوست ہی جو ناواقف ہی ڈاکٹر صاحب نے حسب معمول انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ مین اپنے نو تصنیف مسدس طلوع الاسلام سے ارباب ذوق کے کانون کو مستفید کیا ہی۔ وہی مسدس کتابی صورت مین شائقین ادب کی خدمت مین پیش کیا گیا ہی قیمت ۴؍

**احرار اسلام** جناب عتیقی نے احرار ترکون کے حالات زندگی جمع کیے ہین اور ہمسے پوچھا ہی ہمین ترکون سے محبت کیون ہے؟ کی عملی تشریح اُن کے سوانح پیش کرکے کی ہی قیمت عہ

**مشرقی ترکستان** محمود اعظم صاحب فہمی نے سر اوریل آسٹن کے مشرقی ترکستان کے سفرنامہ کا اردو ترجمہ کیا ہی جو وسط ایشیا کے مناظر کا دلفریب مرقع ہونیکے علاوہ آثار قدیمہ کے تحقیق و انکشافات کے دلچسپ حالات سے مالامال ہی قیمت ۶؍

**درس عمل** مولانا محوی کے دلگداز و رنگین کلام کے ارباب ادب و ذوق معترف ہین۔ درس عمل مولانا کی چند منتخب و پُر جوش قومی نظمون کا مجموعہ ہی قیمت ۴؍

**بادل کے نیچے** اس دلچسپ کتاب مین سائنس کی تعلیم بچون کو دینے کے لیے پروفیسر فیروز الدین مراد نے ننھی ننھی بوندون کی ایک بچہ سے گفتگو دکھائی ہی اور اسے بتایا ہی کہ بارش کسطرح ہوتی ہی اُوس کسطرح ٹھہرتی ہی۔ اولے کیسے گرتے ہین وغیرہ۔ قیمت ۵؍

نمبر ۱۴۳ جلد ۲۴ ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

# فیہ مافیہ

(از : "چلبی")

ماہ فروری مین جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سالانہ جلسہ عطائے اسناد بڑی دھوم دھام سے علی گڈھ مین منعقد ہوا، اکابر قوم جمع ہوسے، منصوبے بندھے، تقریرین ہوئین، زبانین حرکت مین آئین، آنکھون نے نئی نئی صورتین دیکھین، کانون نے نئی نئی باتین سنین۔ لیکن سب سے زیادہ اہمیت ڈاکٹر رے کے خطبۂ صدارت کے نصیب مین آئی۔ ڈاکٹر پرفولا چندر رے، بنگال کے نامور سائنس دان، و محب وطن ہین علمی خدمات کی داد یورپ سے دی ہے، وطنی خدمات کے نمونے اہل ملک نے دیکھے ہین۔ انھین ڈاکٹر رے نے ایک مبسوط خطبہ انگریزی زبان مین طلبہ و اساتذۂ جامعہ کے روبرو ارشاد فرمایا، جو متعدد مباحث پر شامل تھا، مثلاً یونیورسٹی کا نصب العین، قومی تعلیم کا مفہوم، خطرات عصبیت، وغیرہ۔ لیکن جزو اعظم علوم اسلام کی وسعت و عظمت اور علمار اسلام کی منقبت سرائی کے لیے وقف تھا۔ "قوم" کو یہ داستان اسقدر دلچسپ و خوشگوار معلوم ہوئی کہ انگریزی و اردو کے تقریباً ہر بڑے چھوٹے اخبار نے اس خطبہ کو تمام و کمال اپنے صفحات پر شایع کیا، اور سارا ملک اسکی مدح و ستایش سے گونج اٹھا۔

---

قوم سے زیادہ یہ نغمۂ شیرین اکابر قوم کو دلکش معلوم ہوا، چنانچہ جامعہ کے ارباب حل و عقد نے شاید

ندرت بیان، جامعیت مباحث، تحقیق مسائل کی بنا پر خطبہ مذکور کو اس درجہ اہم سمجھا ہی کہ ملک کی مختلف زبانون مین اس کا ترجمہ شایع کرانے کا فیصلہ صادر فرمادیا ہی، اور اس وقت تک غالباً اس حکم کی تعمیل بھی ہوگئی ہو، جامعہ کے آرگن جامعہ نے اسکی اہمیت کا خاص طور پر اعتراف کیا، اور اسکے طویل اقتباسات اپنے ایڈیٹوریل مین شایع کیے۔ ڈاکٹر رسے کی خدمات ملک وقوم کی بنا پر انکی عزت ہر قلب مین موجود ہی، اور ان کی یہ مقبولیت یقیناً ہمارے لیے باعث مسرت ہوسکتی تھی، لیکن انکے خطبہ کے غایر مطالعہ کے بعد جب اس انبار تحسین وآفرین پر نظر جاتی ہی، تو بیساختہ زبان سے نکل جاتا ہو کہ

کتنا غلط یہ حرث بھی مشہور ہوگیا!

---

حقیقت یہ ہی کہ تحسین وآفرین تو الگ رہی خطبہ بہ حیثیت مجموعی کسی طرح بھی صدر جلسہ جامعہ اسلامیہ کے لایق وشایان نہ تھا، اور اگر پڑھا ہی جا چکا تھا، تو اسکا استقبال اہل ایمان کی جانب سے صرف نفرین وملامت، انکار وتردید کی صورت مین ممکن تھا۔ خطبہ کی زبان تمامتر ایک مغربی سائنٹسٹ کی زبان ہی، اسکے مضامین سرتاپا ایسے دماغ سے نکلے ہوے ہین جسکا نشو ونما "عقلیت" و "روشن خیالی" کی فضا مین ہوا ہی، اُسکی روح یکسر ذوق ایمانی وحلاوت روحانی سے معرّیٰ ہی، اس قسم کے خطبات ارشاد کرنے والے حضرات مستشرقین یورپ کی جماعت مین بہ کثرت مل سکتے تھے، بلکہ ہندوستان مین بھی اس دماغ کے غیر ملکی بزرگون کا قحط نہین خدا ہی کو معلوم ہی کہ ڈاکٹر رسے کا انتخاب کس بنیاد پر کیا گیا تھا اور ان سے کیا کیا توقعات قائم کی گئین تھین،

---

سارے خطبہ پر تفصیلی تبصرہ کرنے کی نہ ان صفحات مین گنجائش ہی، اور نہ اس سے کسی خاص مفید نتیجہ پیدا ہونے کی توقع ہی صرف چند اجمالی اشارات کافی ہونگے۔ صرف ایک عنوان پر کسی قدر تفصیل سے گزارش کی جاے گی۔

---

جامعہ اسلامیہ۔ ہان وہ جامعہ جسکا سنگ بنیاد محمد علی کے نور ایمان نے رکھا، اور جسکا افتتاح محمود الحسن کے دست حق پرست سے ہوا ——— کا یہ فاضل صدر نشین اپنے کلام کا آغاز جس موضوع سے کرتا ہی وہ نہ خداوند قدوس وتعالی کی حمد اور نہ اسکے سچے اور آخری رسول کی نعت ہی، بلکہ اپنے اُن "دیوتاؤن" کی

تحمید و تقدیس سے جنکے آگے ہر ملعون قوم کی گردن طاعت خم رہتی ہی یعنی "علم" "تعلیم" "روشن خیالی" "حریت عقلی" وغیر ذالک من الهفوات والخرافات۔ کے خطبہ کے پہلے بند (پیراگراف) کا اختتام اس فقرہ پر ہوتا ہی:-

"ہندوستان کی نجات تعلیم پر موقوف ہی"

دوسرا بند اس امر کی تشریح سے لبریز ہی کہ عصبیت مذہبی کے نام سے یہ روشن خیال محقق لرزہ براندام ہو جاتا ہی اور اُسکے قلب بیگانۂ ایمان میں ہیجان و اختلاج پیدا کرنے کے لیے جوش دینی و حمیت ملی کے الفاظ بالکل کافی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہی:-

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ مختص القوم والملت درسگاہیں مجھے پسند نہیں اور میں اس اندیشہ سے لرزتا رہتا ہوں کہ جیسا بالعموم ہوتا رہتا ہی کہیں یہ درسگاہیں تعصب و عدم رواداری کے مرکز نہ بن جائیں ........"

بے تعصبی، آزاد خیالی، و رواداری کی مزید مدح و ثنا کے بعد بند کا خاتمہ اس دعا پر نہیں (اس لیے کہ دعا کا مدعو کوئی معبود باطل نہیں ہوسکتا) بلکہ اس خواہش نفس پر ہوتا ہی کہ

"کاش یہ درسگاہ عصبیت مذہبی کی تنگنا سے بننے سے ہمیشہ محفوظ رہے اور مذہبی تقشف اور جاہلانہ جوشمندی کی تنگ گڑھیا کبھی نہ بننے پائے"۔

---

اگلے دو بندوں میں جامعہ کی "آزادمشربی" "وسیع الخیالی" و "عدم تقشف" پر اعتماد ظاہر کیا گیا ہی۔ قدیم علی گڑھ کالج کی روایات "روشن خیالی" "عقل نوازی" و "حریت دوستی" کو سراہا گیا ہی اور یہ امید ظاہر کی گئی ہی، کہ جامعہ اسلامیہ ان روایات عظمیٰ کو برقرار رکھیگی بلکہ ان میں ترقی کا باعث ہوگی اس کے بعد جامعہ کے نصب العین پر گفتگو ہی، اور یہ نصب العین صرف ایک شئے یعنی آزادی کو بتایا گیا ہی آزادی کامل۔ اور آزادی مطلق۔ اس مقام پر پہنچکر یہ محقق علوم جدیدہ و مکتشف خواص مادہ، ایک بلند بانگ خطیب بنجاتا ہی، اور اُسکی طلاقت لسانی کے چشمے اپنی پوری قوت کے ساتھ اُبل پڑتے ہیں۔ ذیل کے جواہر ریزے ملاحظہ ہوں،

"اس آزادی سے ہماری مراد اسکے محدود معنی میں تعلیمی آزادی یا انتظامی آزادی نہیں بلکہ اُسکے انتہائی و وسیع معنی مراد ہیں۔ اس سے مراد آزادی نفس سے ہی خیال آزاد ہو، عقل حاکم مطلق ہو،

دماغ غیر مقید ہو یعنی وہ حاصل ہو، جو تاریخ تمدن انسانی کا روشن ترین کارنامہ اور اہم ترین ثمرہ ہو منقولات و اخبار و آثار و نظائر و معتقدات، ان سب پر عقل و استدلال کی جرح ہونی چاہیے، اور جو شے ناقص نکلے، غیر مستدل ثابت ہو، غیر معقول نظر آئے، سب کو ترک و انکار کے ردی دان میں ڈال دینا چاہیے"

یہ کہنا اس فاضل عقل پرست سے شاید رہ گیا، کہ اس "ردی دان" میں اُن تصانیف کو بھی بلا تامل جھونک دینا چاہیے جن میں عقلیت کو لعنت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جن کا ایک ایک لفظ عقل کی جگہ نقل استدلال کی جگہ ایمان اور قیل و قال کی جگہ ذوق و حال کو زندہ کرنا چاہتا ہے، مثلاً اقبال کی نظمیں، اور خود جوہر کی بعض غزلیں اور بعض نثریں۔

---

مادیت کا یہ پرستار، اور دولت ایمان سے تہی مایہ ضال و مضل، مقرر آگے چلکر ایک ایسی جسارت کے ساتھ جو صرف عذر جہل کی بنا پر قابل عفو ہو سکتی ہے "قومی تعلیم" کی تشریح ان الفاظ میں کرتا ہے:-

"لفظ قومی کا استعمال جہاں تک ممکن ہو احتیاط کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوتا، ہندوؤں کی ایک بااثر جماعت اسے ویدوں یا کم از کم رامائن و مہابھارت کے شاندار و پرسبب عہد کے اعادہ کے مرادف سمجھتی ہے، اور مسلمانوں کو یہ لفظ قرون اولی کی یاد دلاتا ہے کسی متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ ہندو یا مسلمان سے دریافت کیجیے، کہ قومی کے کیا معنی سمجھتے ہو تو جواب میں پریشان خیالات اور بے معنی گفتگو سُننا پڑے گی۔ مگر یہ قدامت پرستی، یہ محدود قومیت، یہ عہد ماضی کا عشق ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ..... ہماری ترقی دنیا سے بے تعلقی میں نہیں بلکہ موجودہ ترقی پذیر دنیا کے ساتھ عملی تعلقات میں مضمر ہے"

ڈاکٹر رے اور اُسکے ساتھ کے تمام عالم نما جاہلوں اور عاقل نما نافہموں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے لیے قرون اولی ہی خیر القرون ہے، اور وہ اپنی دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی ہر قسم کی بہبود و فلاح، عروج و ترقی کمال و ارتقا کا راز آگے بڑھنے میں نہیں، پیچھے ہٹنے میں جو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں نہیں، ریگستان عرب کے ندوں میں، علم و عقل میں نہیں عشق و نقل میں، بیسویں صدی کے یورپ سے تعلقات پیدا کرنے میں نہیں پہلی صدی ہجری کے خاک نشینان حرم سے رشتہ جوڑنے میں، مضمر سمجھتے ہیں، اور یہ کسی

عقلی وہم و استدلال کی بنیاد پر نہیں، جو کبھی قائم ہوتا ہے اور کبھی تار تار ہو جاتا ہے، بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ

| | |
|---|---|
| هٰذِهٖ سَبِيلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف ۱۲) | میرا طریق تو یہی ہے کہ میں سب کو خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیرو سب راہ بصیرت پر ہیں۔ |

---

قاصر النظر کیمیا دان، اُسے ناممکن سمجھتا ہے کہ "کوئی چشمہ اپنے منبع کو واپس لایا جا سکے"۔ لیکن اہلِ بصیرت، ہر صاحبِ ایمان کے سامنے یہ صورت ممکن ہی نہیں، ہر وقت واقع ہوتی رہتی ہے، یہ ایک حقیقت مرئی ہے، جسکا مشاہدہ ہر لحظہ و ہر آن ہوتا رہتا ہے، البتہ اُسکے مشاہدہ کے لیے آنکھیں ہونا شرط ہے آفتاب کا مشاہدہ اگر بعض اصناف حیوانات نہ کر سکیں، تو قصور آفتاب کا نہیں، جن صاحبان بصیرت کے سامنے کائنات کا ذرہ ذرہ اِلَيْهِ الْمَصِيرُ، اِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ کا منظر ہر ساعت پیش کر رہا ہے، اُن سے یہ کہنا کہ چشمہ کی واپسی منبع کی جانب محال ہے، اپنی مضحکہ خیز بے بصری کا ثبوت دینا ہے، محال و ممکن کی بحث کیسی، دائم و قائم بامد ظہور موجودات نام ہی اسی دائمی رجعت اسی غیر منقطع آمد و شد کا ہے ؎

| | |
|---|---|
| از سخن صورت بزاد و باز مُرد | موج خود را باز اندر بحر بُرد |
| صورت از بے صورتی آمد برون | باز شد اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن |
| پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست | مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست |
| ہر نفس نو می شود دنیا و ما | بے خبر از نو شدن اندر بقا |

آپ اگر روز روشن میں آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے، تو بہتر ہوگا کہ بجائے اِس کے وجود سے منکر ہونے کے اپنی بے بصری پر ماتم کیجیے۔

---

خطبہ کا بڑا حصہ "حکما اسلام" کی عقل دوستی و علم نوازی پر مشتمل ہے۔ بغداد و قرطبہ کے مدارس کو حسرت کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔ بغداد کے عباسی اور اندلس کے اُموی فرمان رواؤں کی علمی فیاضیوں کی داستان دُہرائی گئی ہے، اور ابن سینا، ابن رشد، ابن بیطار، بیرونی، ابن ہیثم وغیرہ کے کمالات کی دل کھول کر داد دی گئی ہے۔ یہ مضمون اگرچہ مسلمانوں کے لیے اب پامال ہو چکا ہے، اور یورپ میں گبن و ڈریپر اور ہندوستان میں مولانا شبلی و سید امیر علی وغیرہم اسے بار بار اور تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، پھر بھی استخوان فروشی و اسلاف پرستی کے

جذبات کا کھلا ہوا کہ قوم کے لیے یہ صد ہا مرتبہ کی سنی ہوئی کہانی اب بھی بے مزہ نہیں ہوئی ہے، لیکن ڈاکٹر ... اور اُن کے تمام ہم مشربوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ اسلام میں "علم و فضل" (بہ اصطلاح مغرب، استدلال و عقلیت اور فلکیات و عنصریات کی تحقیق مسایل کا مطلق کوئی درجہ نہیں۔ اسلام کی فضا، کائنات عقل (Intellectual Plane) سے کہیں ماورا ہے۔ اسلام میں جو کچھ عزت و وقعت ہے وہ اُن افعال و اعمال کی ہے، جن کا تعلق کائنات قلب (Moral Plane) سے ہے، یعنی ایمان و تقوی۔ اس کے رب العزت کے دربار میں عزت و تکریم کی نظر سے صرف وہی ہستیاں دیکھی جاتی ہیں جو صاحب تقوی ہوتی ہیں۔ اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲) | منطق آرائی و فلسفہ تراشی کا اس عالم میں گذر نہیں

---

مسلم و مومن کے لیے قابل تقلید زندگی فلاطون و ارسطو، ابن رشد و ابن سینا کی نہیں، صدیق اکبرؓ و علی مرتضیٰؓ، ابو ذر غفاریؓ و بلال حبشیؓ کی ہے

سر در عالم شہ دنیا و دین ـــ سؤ[1] مومن را شفا گفت اے حزین[2]
سوو رسطالیس[3] و سور بو علی[4] ـــ کے شفا گفتہ بنی منجلی[5]
دل منور کن بہ انوار جلی ـــ چند باشی کاسہ لیس بو علی
چند چند از حکمت یونانیان ـــ حکمت ایمانیان را ہم بخوان
علم رسمی سربسر قیل ست و قال ـــ نے از و کیفیتے حاصل نہ حال
علم نبود غیر علم عاشقی ـــ ما بقی تلبیس ابلیس شقی

اس سے بھی بڑھ کر ہر کلمہ گو کے سامنے تقلید کامل کے اُس شخص کی زندگی کا نمونہ موجود ہے، جو دنیا کا سب سے بڑا عالم تھا، لیکن "علوم و فنون" کی کتابوں کا حرف شناس تک نہ تھا، دنیا کا سب سے بڑا حکیم تھا، لیکن مدرسۂ "عقلیات و ادبیات" کا ابجد خوان بھی نہ تھا، دنیا کا سب سے بڑا معلم تھا، لیکن عنصریات و فلکیات، ریاضیات و ارضیات کے ہر موجودہ معیار کے لحاظ سے امی محض تھا"

---

[1] سؤر بالضم و او مسروف یعنی خوردہ [2] حزین، دانا [3] ارسطاطالیس، ارسطو [4] بو علی سینا [5] روشن کنندہ

یہ بالکل سچ ہے کہ علم و تعلیم کے فضائل احادیث نبوی اور کلام ربانی مین بکثرت وارد ہوے ہین۔ لیکن یہ بھی اُسی قدر سچ ہے، کہ اس علم کو ہمارے مروجہ علم و فن سے بجز اشتراک اسم کے کسی قسم کی کوئی مناسبت نہین۔ وہ علم مبارک جسے انبیاء کرام علیہم السلام کا وصف امتیازی ارشاد کیا گیا ہے،

وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (انبیاء - ۶)

وہ علم مقدس جس کے مزید حصول و طلب کی توفیق چاہنے کا سرور عالم کو خاص طور پر حکم دیا گیا،

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰہٰ - ۷)

وہ علم شریعت جس کا عطف لفظی واتحاد معنوی برکت ایمان کے ساتھ وارد ہوا ہے،

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ (روم - ۶)

وہ علم جو تمام و کمال صرف ذات باری ہی کو حاصل ہے، جس کی تھاہ کوئی بندہ نہین پا سکتا، اور جو اپنے درجہ کمال مین حضرت رب الارباب کے ساتھ مخصوص ہے۔

وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (طٰہٰ - ۵)

وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (طٰہٰ - ۶)

إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ (احقاف - ۲)

اُس علم سے بعد المشرقین رکھتا ہے جو تشکک و ارتیاب، مادیت و عقلیت کی گمراہی کی جانب بلاتا ہے، جو ایمان و یقین کو مُردہ کرتا ہے، جسکی ترقی نظام سرمایہ داری کے سایۂ عاطفت مین ہوتی ہے، جسکی اشاعت و ترویج قلوب مین رشک و حسد، نیتون مین کھوٹ، اور طبایع مین خودغرضی و نفس پرستی پیدا کرکے رہتی ہے، جسکے اساتذہ اپنا بہترین کارنامہ شقاوت و شہوت رانی، درندگی و بہیمیت کے نت نئے آلات و وسائل کی ایجاد سمجھتے ہون، اور جسمین انہماک و توغل کا انجام جنگ و خون ریزی، قتل و خودکشی پر آکر ہوتا ہے!

---

یہ علم، جو اسلام کا حقیقی نصب العین ہے، کتبخانون کی سیر کرنے، لیبوریٹریز و تجربہ گاہون یا معملون مین وقت صرف کرنے، اور علماء سے بحث و مباحثہ کرنے سے نہین حاصل ہوتا، اس علم کا سب سے بڑا عالم ایک اُمّی تھا، جو ایک اُمی قوم مین مبعوث ہوا، اور جسکی اُمیت اسکے لیے باعث ننگ نہین باعث فخر تھی اور جسکا اتباع دنیا پر فرض کر دیا گیا ہے، اس کا پیام یہ تھا

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (جمعہ - ۱)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ (اعراف - ۱۹)

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (اعراف - ۲۰) کہ تزکیۂ نفس کرو" یہ نہ تھا کہ فرعون کا مقبرہ کھود و، کمزور اقوام کو محکوم بناؤ، اور ہوائی جہاز تیار کرنے کی فکر مین لگے رہو۔

اس علم کے متعلم ڈاکٹری کے سوخطا کار گنہگار، عاجز و بے بس بندے نہین ہوتے۔ بلکہ یہ نعمت براہ راست وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (کہف - ع ۹) وہان سے نازل ہوتی ہی، جو تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام اساتذہ کا استاد ہی۔

یہ منزل کتب عشرہ کا نصاب پورا کرنے، یا تجربات معینہ کی تکمیل سے طے نہین ہوتی، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (بقرہ - ۳۹) اس کا راستہ اقلیم تقوی مین ہو کر ہے۔ اِدھر تقوی کے صیقل نے قلب بشری کا زنگ دور کیا، اور اُدھر معارف و حقایق بے نقاب نظر آنے لگے۔ کسقدر صحیح کہا ہے اکبر الہ آبادی نے ؎

چشم خرد سے عار تھا حسن جنون پسند کو
عقل نے آنکھ بند کی، اُس نے حجاب اُٹھا دیا

---

اس علم کی خصوصیت یہ ہی کہ اس کے علما کے قلوب طمع دنیوی، خواہش تفوق اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر - ۴) و سابقت سے نہین، بلکہ خشیت الٰہی سے پُر ہوتے ہین۔

یہ حکمت، انکار و استکبار، خودی و خود بینی کی جانب نہین بلکہ احساس عبدیت، اعتراف وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (لقمن - ۲) عجز، اور مزید عبادت و شکر گذاری خالق کی جانب لے جاتی ہی،

اس علم کے راسخین (Advanced Students) کی شناخت وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (آل عمران - ۱) یہ ہوتی ہی، کہ اُن کا عقیدۂ توحید مستحکم اور ایمان کامل و غیر متزلزل، شک و ارتیاب سے ماورا ہوتا ہی۔

اس علم اور عام دینوی علوم کے درمیان بہترین فارق یہ ہی کہ آخر الذکر ہمیشہ

ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن (نساء - ۲۲)

ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون

قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن وان انتم الا تخرصون

قلب انسانی کو ظن و تخمین تردد و اضطراب سوال و جواب، ردوقدح، بے اطمینانی و ارتیاب کے گرداب مین مبتلا رکھتے ہین۔ یہ خلاف اسکے یہ علم طبیعت مین یکسوئی، قلب مین اطمینان اور دل مین شانتی پیدا کرتا رہتا ہی۔

یہ علم وہ ہی، جس کا سایہ کبھی ابن رُشد و ابن سینا، ابن ہیثم و ابن بیطار پر نہین پڑنے پایا، یہ علم وہ ہی جو دنیا کی اُن خوش نصیب ہستیون کی قسمت مین آیا، جن کے نام عالم ناسوت مین ابراہیمؑ و موسیٰؑ داؤدؑ و سلیمانؑ لوطؑ و یوسفؑ، ابوبکر صدیقؓ و علی مرتضیٰؓ عایشہ صدیقہؓ و فاطمہ زہراؓ ہین، یہ وہ علم وہ ہی جسکی سب سے بڑی دولت اس افضل البشرؐ کے حصہ مین آئی، جسکے گنج سعادت پر علمک مالم تکن تعلم کی مُہر لگی ہوئی ہی اگر ڈاکٹر سے اس علم کی جانب ہمین دعوت دے رہے ہین، تو حاشا و کلا ہمارے اُن سے کوئی جنگ نہین ع

بیا کہ اسپر انداختیم گر جنگ است

ہمارا سر اطاعت، بھی اُن کے ارشاد کے آگے خم ہوتا ہی لیکن اگر اسکے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم علم و تعلیم کا اُن کے ذہن مین ہی، تو ہمارے اُن کے جنگ قایم ہے، اور قایم رہیگی، جب تک کہ دنیا مین حق و باطل نور و ظلمت تریاق و زہر، ہدایت و ضلالت کی تفریق قائم ہی

---

تصریحات قرآن اوپر گذر چکین یہی حال اُن تمام احادیث نبوی کا ہی، جن مین فضایل علم و علما وارد ہوے ہین۔ بعض احادیث مین "علم دین" اور "علم برائے خدمت اسلام" کی تصریح موجود ہی، اور جہان کہین تصریح نہین موجود ہی، یہ بالکل بدیہی ہی کہ وہان بھی مقصود اسی علم سے ہے، جسکی ترویج انبیا علیہم السلام کرتے رہے ہین۔ ان آیات و احادیث کے صاف و صریح معانی کو چھوڑ کر انھین علوم مروجہ کی تائید مین پیش کرنا بالکل اُسی درجہ کی دانشمندی ہی کہ اقبال کی اسرار خودی کو اس امر کے ثبوت مین پیش کیا جاے کہ وہ قوم کو خودی بہ معنی غرور و پندار یعنے کبر و خودنمائی کی تعلیم دے رہے ہین!! اس قسم کا دعوی اگر ناداننستگی و ناواقفیت کی بنا پر ہی تو ترس

وہمدردی کے قابل ہی، اور اگر اسکی بنیاد اعلاد عالمانہ پر ہی تو اس قابل ہی کہ اس کا استقبال تحقیر و تمسخر سے کیا جاے، ڈاکٹر صاحب بیچارہ تو حقیقت اسلام الگ رہی، روایات اسلام تک سے بیگانہ ہی اس پر چندان الزام بھی نہین۔ اصل شکوہ جامعہ کے کارکنون سے ہی، جنہون نے اس تلقین شیطانی کو نہ صرف سکوت تحمل کے ساتھ سنا بلکہ اُس کی ترویج و اشاعت مین انتہائی سعی کر رہے ہین، اور اُن کا ماہوار آرگن اسکی مدح و تحسین مین رطب اللسان ہو رہا ہی ؎

رونا یہ ہی کہ آپ بھی ہنستے تھے ورنہ یان
طعن رقیب دل پہ کچھ ایسا گران نہ تھا

---

مرشد رومیؒ سے بڑھ کر تعلیم اسلام کا شارح اور کون ہو سکتا ہی، علم حقیقی و علم رسمی دونون کے مقصد غایت و طریق حصول کے امتیازات اپنی مخصوص حکیمانہ زبان مین بیان فرماتے ہین ؎

علمہاے اہل دل حمال شان — علمہاے اہل تن احمال شان
علم را بر دل زنی یارے بود — علم را بر تن زنی بارے بود
ہین مکش بہر ہوا این بار علم — تا شوی راکب تو بر رہوار علم
ہین بکش بہر خدا این بار علم — تا ببینی در درون انبار علم
خویش را صافی کن از اوصاف خود — تا ببینی ذات پاک صاف خود
بینی اندر دل علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و اوستا
نے صحیحین و احادیث و رواۃ — بلکہ اندر مشرب آب حیات

---

فطرت بشری کی ستم ظریفیان بعض دفعہ غضب کی ہوتی ہین، اور تماشا گر اور تماشائیون دونون کو بجاے خود ایک تماشا بنا دیتی ہین۔ چنانچہ حال مین اودھ کے ایک نامور بیرسٹر صاحب جو ماشاء اللہ تمدن جدید و معاشر مغربی کے شیدائیون کی صف اول مین ہین، اور جن کے تعلقات محبت و وفاکیشی سرکار انگریزی کے ساتھ ہر رسم کے شک و شبہ سے ارفع ہین اپنے کمسن صاحبزادہ کو "ارض مقدس" برطانیہ کی کسی تعلیم گاہ مین داخل کرانے کی غرض سے عازم ولایت ہوے مگر جہاز پر قدم رکھنا تھا کہ دفعۃً انشراح صدر اس تیزی سے

ہوا کہ شاید ابتک کسی اہل اللہ کے حصہ مین نہ آیا ہو۔ چشم زدن مین مراتب سلوک و عرفان طے ہوگئے اور نیشن نواز یار وفادار سرکار برطانیہ ”یک بیک ایک صوفی و عارف کامل کی شکل مین تبدیل ہوگیا،

---

آیات کمال کا ظہور اول اُس صحیفہ گرامی سے ہوتا ہی، جو جہاز کے روانہ ہوتے ہی انگریزی زبان“ مین صاحبزادی کے نام بغرض تسکین و تشفی صادر ہوا ہی، اور جسکا اُردو ترجمہ چند روز ہوے لکھنؤ کے اسلامی روزنامہ نے شاید تبرکاً اپنے خاص کالمون مین شایع فرمایا ہی۔ سلک مسلسل کے چند جواہر پارے ملاحظہ ہون:۔

”جب عارضی جدائی کا انسان اسقدر احساس کرتا ہی تو اُس آخری یوم مفارقت کا تو کیا ہی کہنا جو ایک نہ ایک دن ہم سب کو پیش آنے والا ہی“ ”مین نے تم سب لڑکیون کی پرورش اس اخلاقی اصول پر کی ہی جسکو اتقا و خدا ترسی کہتے ہین مگر یاد رہے تقرب الٰہی صرف مصیبتون کے وقت میسر آتا ہی“ ”خدا شاہد ہی کہ میرا منشا ایک اور صرف ایک ہی اور وہ یہ ہی کہ خدا اس بچہ کو بہ لحاظ تعلیم ایسے اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرے کہ وہ اسلام کی عزت و وقار کی حفاظت کرسکے، کیونکہ ہم مسلمان ہین اور بہ حالت اسلام ہی داعی اجل کو لبیک کہین گے“

---

سُنتے ہین کہ لکھنؤ والی کمپنی کے نکتہ سنجان حقیقت نے جو شیخ موصوف کے ذاتی حالات و معاشرت کے محرم ہین، اس مظاہرہ اسلامیت و دستاویز مشرقیت کی ایک ایک سطر کو خوش عقیدگی کی آنکھون سے پڑھا، اور بعض راسخ الاعتقاد بزرگ ایسے بھی پیدا ہوگئے ہین جو عنقریب اس شیخ طریقت کی زندگی کے ایک ایک جزئیہ کو درس معرفت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرینگے اور ہم ظاہر بینون کے سامنے کشف و تقایق کا ایک دریا بہا دینگے۔ نمونہ کے طور پر دو ایک مثالین ملاحظہ ہون۔

(۱) شیخ طریقت نے بجاے سفر حج کے سفر انگلستان اختیار کیا۔ شریعت ظاہری اس پر معترض ہوگی لیکن اسکی کھلی ہوئی وجہ یہ ہی کہ خدا کی عظمت و حکمت و قدرت کا جو جلوہ فرنگستان مین اسوقت موجود ہی اُس کا عشر عشیر بھی ارض حرمین مین نہین، اس لیے چشم بصیرت کو اسی سرمہ فرنگی ہی کی ضرورت تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہی کہ شدید موسم گرما مین ریگستان عرب کا سفر کرنا خواہ مخواہ اپنے تئین ہلاکت مین ڈالنا تھا جو صریحاً ممنوع ہی۔

(۲) اپنی زبان کو بھلا کر خانگی زندگی مین انگریزی زبان اختیار کرنا، یہانتک کہ بیوی بچون سے بھی خط وکتابت انگریزی مین کرنا، ایثار کامل کا ثبوت دینا ہی۔ صوفی کے لیے اولین شرط یہ ہو کہ اپنی محبوب چیزون مین ایثار کرے، اور اپنی زبان سے محبوب تر شے اور کیا ہوسکتی ہی، بس جو اسکے ترک پر قادر ہوگیا، اسکے مرتبۂ کمال مین کیا شبہ ہوسکتا ہی۔

(۳) بارہ برس سے کم عمر کے بچہ کو یکسر فرنگیون کی تعلیم و تربیت مین دیدینا اسکی استقامت کا شدید ترین امتحان ہی، اور چونکہ اس امتحان مین اس کا کامیاب رہنا یقینی ہی اس لیے اسکی جانب سے آئندہ عمر بھر کے لیے یہ پورا اضمانت نامہ ہی۔

غرض سارا خطا اسی قسم کے نوادر حکم و معارف سے لبریز ہی۔

---

ایک محفل مین یہ مناقب نقل ہو رہے تھے۔ اتفاق سے ایک منچلے کی زبان سے یہ شعر نکل گیا:

اتنی نہ بڑھا پاکیِ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اس کی یہ مداخلت سوء ادب پر محمول کی گئی، اور راوی کا بیان ہی کہ اس پر لائبل کا مقدمہ چلانے کی تجویز ہورہی ہے۔

---

با مردم زشت نام ہمراہ مباش
از صحبتِ دیگدان سیاہی خیزد
نادان ہمہ جا با ہمہ خلق آمیزد
چون غرقہ بہرچہ دید دست آویزد

---

از صحبتِ حیز مرد نامرد شود
بے ہمت و بے عزت و بیدرد شود
صدسال اگر شعلہ سر زد آتش
یک غوطہ در آب گر خورد سرد شود

# ماقبلِ اسلام ہند پر ایک اجمالی نظر

ظہورِ اسلام سے چند صدی قبل ہندوستان کی معاشرت کا کچھ پتہ سنسکرت کے ناٹکون سے چلتا ہے کیونکہ گو اُن کے سنِ تصنیف کا تعین نہین ہو سکتا تاہم سرسری طور پر ان کا زمانہ اور باہم تقدم تاخر معلوم ہو۔ دوسرے اسی عہد مین ہمین ہندی معاشرت کی ایک جھلک اُس مختصر تذکرے مین نظر آتی ہے جو چینی سیاح فاہیان اپنی سرگذشت مین لکھ گیا ہے۔ یہ بودھ مت کا پیرو تھا اور اپنے مذہب کے مولد و منشا کی زیارت کرنے پانچوین صدی عیسوی مین ہندوستان آیا۔ اس کے دو صدی بعد ایک اور چینی کو بھی ہندوستان کا شوق زیارت یہان لایا تھا اور ایک نامور عالم کا قول ہے کہ ایک ہزار برس کے قصے کہانیون مین اگر تاریخ کو کسی بنیاد پر پاؤن ٹکانے کی جگہ ملتی ہے تو شاید وہ صرف انھی چینیون کی تحریر ہے۔ ان مین سے پہلے نایر کے بیانات بہت کم اور محض اس وجہ سے فائدہ مند ہین کہ اور کوئی تحریر اُس کے برابر وقیع بھی نہین ملتی۔ ورنہ اس کا سفرنامہ ہمین یہ بھی ٹھیک ٹھیک نہین بتاتا کہ قدیم ہندو اور بودھ مت والون کے باہمی تعلقات کیسے تھے؟ حالانکہ ہماری نظر مین سب سے دلچسپ اور ضروری سوال یہی ہے۔ تاہم اس کی تحریر سے بودھ مت کے زوال کی کچھ نہ کچھ کیفیت ضرور معلوم ہوتی ہے اور نیز اس بات کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ برہمنون نے کس طریقے سے اپنا گیا ہوا اقتدار دوبارہ حاصل کیا، فاہیان ۳۹۹ء سے ۴۱۴ء تک ہندوستان مین رہا اور شمال سے چل کر گنگا کے کنارے کنارے ساحل بحر تک پہنچا تھا۔ اس زمانے مین بودھ مت ہر مقام پر پھیلا ہوا تھا۔ لیکن زوال کے آثار نمایان ہو گئے تھے۔ چند صدی پہلے موجودہ نیپال کی سرحد کے قریب ایک بارونق شہر سراوستی بودھ مت کے مذہبی علوم کا بہت بڑا مرکز تھا جب فاہیان یہان آیا تو اُسے وہان کے مدارس اور خانقاہون کی عظیم الشان عمارتون مین ہر طرف شکستگی کے آثار نظر آئے اور خود شہر کو اُس نے دیکھا کہ لوگ سکونت چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب صرف ۲ سو مفلوک خاندان اس مین آباد تھے۔

آئندہ دو صدی کے حالات کو یہان طول دینے کی ضرورت نہین اول تو اس زمانے کے واقعات

---

سلسلہ پر دفیسر کرو ول۔

ہی بہت کم معلوم ہوے ہین دوسرے جو کچھ معلوم ہو وہ بھی مشکوک اور غیر واضح ہو۔ کیونکہ اِس مدّت کی کوئی تاریخ موجود نہین، مگر لوگون کی عام حالت اچھی ہو یا بُری کم سے کم علم ادب تو اُس زمانہ مین خوب پھُول پھَل رہا تھا! اور کالیداس کے وہ نادر روزگار ناٹک اُسی عہد کی یادگار ہین جن مین سے ایک (یعنی شکنتلا) کا ناقص ہی ترجمہ دیکھ کر گیتھے جیسا صاحب نظر بھی مدح وستایش کیے بغیر نہ رہ سکا تھا! روزمرہ زندگی کے متعلق جو ناٹک ہین اُن مین "بچون کی گاڑی" کو خاص امتیاز حاصل ہو کہ اِس ناٹک مین شاعر نے زندہ دل شرفا کے آداب واخلاق کی نہایت پاکیزہ تصویرین دکھائی ہین، "میگھ دت" اور "گیتا گو بند" گوالون کے گیت ہین اور ان مین قدرتی موسم ومناظر کی جو خیالی نقاشی شاعر نے کی ہو یا جس قسم کے جذبات اور ولولون سے وہ معمور ہین، اُن کا اِس زمانے کے ہندوؤن مین کہین پتہ بھی نہین ملتا۔ دیگر علم وفن جیسے صرف ونحو، لغت، فلسفہ اور موسیقی، طب، جراحی وغیرہ مضامین پر متعدد کتابین لکھی گئی تھین جو اس بات کی گواہ ہین کہ لوگون کو علم کا ذوق اور فراغت حاصل تھی۔ خود منو سے جو دھرم شاستر منسوب ہو وہ بھی عام یقین کے بموجب اسی پانچوین صدی عیسوی کے آخری ایام مین موجودہ شکل مین مرتب ہوا۔

بظاہر ان علمی سرگرمیون کا مرکز قنوج تھا اور اس وسیع سلطنت پر ان دنون ادتیہ خاندان کی فرمانروائی تھی۔ لیکن یہ ٹھیک معلوم نہین کہ اِس کا حلقۂ اثر وحکومت کہانتک تھا۔ دہلی (جو اُس زمانہ مین اندرپرست کے نام سے موسوم تھی) اور اجمیر وگجرات مین راجپوت راجہ حکومت کرتے تھے۔ مہاراشٹر مین خاندان چالوکیا کا راج تھا اور اُنھون نے یہان فن عمارت کے ایک خوبصورت طرز کو رواج دیا تھا جو اُن سے بھی پہلے بودھ مت والے شروع کر چکے تھے۔ یعنی بودھ مت والون نے منحوت (کوہ تراشیدہ) مندر بنانے کا جو طرز اختیار کیا تھا، گمان ہوتا ہو کہ چالوکیا خاندان والون نے اُسی کو ترقی دی تھی۔ اگرچہ دریاے نربدا کے شمال مین بھی اِس آخری طرز عمارت کے بعض نمونے پائے گئے ہین۔

مشرق مین بعض اور طاقتور ریاستین موجود تھین، اڑلیسہ کے راج پر کسی شمالی قوم نے حملہ کیا تھا لیکن آخر مین کیسری خاندان نے اُسے ۴۷۳ء مین نکال دیا؛ اور جنوب مین ملک تلنگانہ پر اندھرا خاندان کے خود مختار راجہ حکومت کرتے تھے جس کا پہلے کچھ ذکر آچکا ہو۔ اِس علاقے پر بھی شمالی حملہ آورون نے یورش کی تھی یہ لوگ "یون" کہلاتے تھے اور اڑیسہ سے خارج ہونے کے بعد تلنگانہ مین پھیل گئے تھے۔ اسکے بعد مغرب مین یادو قوم کے راجپوتون کی ریاست دیوگری کا علاقہ تھا جس کے کوہ تراشیدہ مناد ر

ظاہر کرتے ہین کہ وہان عرصۂ دراز تک امن وآسودگی کا دَور دورہ رہا۔ بعض لوگون نے قیاس کیا ہو کہ دکن مین ایک اور راجپوت ریاست تھی جس کا پایۂ تخت گوداوری کے کنارے پیٹھن مین تھا اور جہان اس خاندان کی حکومت تھی جس نے دکن مین سکا سمت جاری کیا۔ یہ سمت ۷۸ء سے شروع ہوتا ہو اور اب تک جنوبی ہند مین اس کا رواج ہو۔

ہمارا دوسرا چینی زائر، ہیون چونیگ جس وقت ہندوستان مین آیا ہو (از ۶۲۹ء تا ۶۴۵ء) تو یہان کی آزاد ریاستون کی سلطنتون کی تعداد ستر سے کم نہ ہوگی۔ لیکن جہانتک شمالی ہند کا تعلق ہو وہان کے سب علاقے کسی نہ کسی حد تک قنوج کے حاکم کو راجہ ادھیراج تسلیم کرتے تھے اور یہان ابھی تک شلادیتہ نامی قدیم خاندان کا راجہ ہرش (ہرشا) فرمانروائی کرتا تھا جس سے اس چینی سیاح نے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملک مالوہ علما کا مرکز تھا لیکن ہندوستان کے اور علاقون کی طرح یہان بھی بودھ مت والون کی بستیان پہلے کی نسبت کم ہوتی جاتی تھین اور نہ صرف برہمنون کے مدرسے اور مندر زیادہ ہوگئے تھے بلکہ بعض نہایت متعصب مذہبی فرقے پیدا ہوتے جاتے تھے جو ہمیشہ مذہبی ہیجان و فساد کی علامت ہوتی ہو خاص بودھ مت کا گہوارہ یعنی کپل وستو کی راج دھانی ویران و تاراج ہوگئی تھی اور یہی حال دیہاتی خانقاہون کا تھا، بنارس کے قریب شو پرستون کی کثرت تھی اور یہ لوگ جھم ننگے پڑے پھرتے تھے اور راکھ بھگو کے بدن پر مل لیتے تھے۔ خود شہر مین اسی دیوتا کی پرستش کا زور تھا، اور ہیون چونگ نے اپنی آنکھ سے وہان شو کی ۱۰۰ ہاتھ اونچی برنجی مورتی نصب دیکھی۔ بنارس کے قریب بودھ مت والون کا مشہور و معروف مدرسہ سارناتھ ابھی تک قایم تھا لیکن ہیون چونگ کے جانے کے تھوڑے ہی دن بعد اُسے بھی دشمنون نے جلا کر برباد کر دیا۔ خود راجہ ہرش غالباً بودھ مت کا پیرو گر اصول رواداری کا پابند تھا، چنانچہ ہمارے چینی زائر کے سامنے جب ہزارون آدمیون کو اُس نے کھانا کھلایا تو اُن مین کسی قسم کی مذہبی تفریق نہین کی

لیکن بودھ مت کے ساتھ قدیم ہندوؤن کے تعصب و تشدد کی مثالون سے قطع نظر کی جائے تو بھی ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کمزور ہوتے ہوتے آٹھوین اور نوین صدی عیسوی مین یہ مذہب آخر کار ہندوستان سے نابود ہوگیا۔ اور ہر چند اُسکا اثر بالکل فنا نہین ہوا تھا مگر برہمنی مت نے ہند کے قدیم اوہام کو اپنے ساتھ ملا کر عوام کے دلون مین گھر کر لیا۔ کیونکہ بودھ کی خالص حکیمانہ تعلیم غالباً عوام الناس کو عملاً اپنا پیرو بنانے کی

سادہ دل دیکھے سے ڈر جائین۔ اسکے بعض پرستار عجیب عجیب قسم کی نہایت مکروہ حرکتین کرتے ہین۔ اس مذہب کے ایک فرقے مین آدمی کی قربانی کرنیکی بھی تعلیم دی گئی ہو اور اس خوفناک کام کی ایک ایک رسم کو نہایت تفصیل وصراحت کے ساتھ بیان کیا ہو،

شنکر اچاریہ کے کوئی دو سو برس بعد ایک اور پرستش کا آغاز ہوا جو ایسی سخت دلی پر مبنی نہ تھی اس سے ہماری مراد وشنو کی پوجا ہو اسکی بنا بھی قدیم آریون کے اُس تصور خدا پر تھی جس کا مظہر اول اول صرف سورج تھا مگر بعد مین بہت سے انسانی اور غیر انسانی اوتار مانے جانے لگے تھے جن سے دنیا کا کوئی نہ کوئی فیض پہنچتا ہو۔ پھر شوا اور وشنو پر ایک خالق کل کا عقیدہ بڑھا کر وہ نئی تثلیث قایم ہوئی جس نے برہمنون کے قدیم مذہب کی جگہ لے لی۔ بہ الفاظ دیگر موجودہ ہندوؤن کے مشہور تین خدا یہ ہین :- برہما یعنی خالق۔ شو یعنی ہلاک کرنیوالا۔ اور وشنو یعنی پرورش کرنے والا لیکن قوت الٰہی کی ان تین متمثل صورتون مین پہلی کبھی عوام الناس کے تخیل مین جگہ نہ کر سکی۔ اور عملاً دیکھیے تو ہندو لوگ شوا اور وشنو ہی مین سے کسی ایک کے پرستار ہوتے ہین۔ چنانچہ پہلے دیوتا کی پوجا کا عام رواج دکن مین ہو اور شمالی ہند مین زیادہ تر دوسرے کی پرستش کی جاتی ہو۔ باقی برہما کا تصور مین آنا کچھ ایسا دشوار ہو کہ سُنا ہو ہندوستان بھر مین اس دیوتا کا صرف ایک شوالا پھوکر مین ایک نہایت مقدس جھیل کے کنارے بنا ہوا ہو،

اس طرح عوام الناس کے اوہام انتیار کر کے برہمنون نے انھی بنیادون پر اپنے ہندو مت کی عمارت اُٹھائی جن سے بچہ بچہ واقف تھا۔ اب لوگ اپنے اپنے گانون کی دیوپری کو بھی پوج سکتے تھے جن سے ان کی دادیون نے اُنھین ڈرایا یا بزرگون نے عقیدت کرنی سکھائی تھی اور اسی کے ساتھ ایک شایستہ مذہب کی پیروی کا بھی انھین دعوی ہو گیا تھا اور وہ اپنے تئین دینی اور دنیوی دونون اعتبار سے زیادہ معزز و ترقی یافتہ سمجھ سکتے تھے۔

اسی ضمن مین نئے مذہب نے بودھ مت کی الٰہیات سے نہ صرف چند اصول بلکہ اس کی تعلیم کے عام اثرات بھی قبول کر لیے۔ چنانچہ عقاید مین تناسخ ارواح کا مسئلہ وہین سے آیا جو موجودہ ہندوون کے ادنی اور اعلیٰ ہر طبقے کے خیالات پر مسلط ہے اور خاص خاص جانورون کی جان لینے مین ہندو جسقدر وہم کرتے ہین یا گوشت خوری سے انھین جس درجے احتراز ہو اُسے بودھ کی تعلیم کے عام اثرات کی یادگار سمجھنا

چاہیے، اول اول وشنو متیھی (جس کی خاص مذہبی کتاب وشنو پران کی تاریخ ۴۵۰ءیا اس کے قریب کا زمانہ قرار دے دی گئی ہی) گوتم بدھ کی تکفیر کیا کرتے تھے کہ اُس نے دہریت کی تعلیم دی لیکن بعد میں اُنھین مصلحت یہی نظر آئی کہ اُسکے بھی اپنے خدا وشنو کا اوتار مان لیا جاے، بعض اہل تحقیق کا دعوٰی ہی کہ خود اس فرقے کے شعایر قریب قریب تمام دکمال بودھ کی شریعت سے ماخوذ ہین اور انھین پر برہمنون نے اپنی بعض دلائل کا اضافہ کر دیا ہی، اس فرقے کے حریف یعنی شو پرستون مین جیسا کہ اوپر آچکا ہی، بہت کچھ مقامی توہمات کا رنگ جھلکتا ہی اور اُن کے عقائد مین نیچ ذاتون کے جذبات خوف و رجا شامل ہوگئے ہین مگر اس مین بھی برہمن درحقیقت بودھ مت والون کے مقلد ہین جو مصالحت کا یہ راستہ دکھا گئے تھے۔ اور جنھون نے درخت اور سانپون تک کی پُرانی پوجا کو مباح کر لیا تھا، ہندوون کے موجودہ عقائد مین بھی اس پرستش کی اگر تعلیم نہین دی جاتی تو کم سے کم وہ جائز ضرور ہی اس وسیع مشربی سے ہندو مذہب کو ایک یہ فائدہ بھی ہوا کہ ہندوستان مین آئندہ جو نئی مذہبی اصلاح ہوئی اسکی بھی ہندو مت مین گنجائش نکل آئی اور ہر نئے فرقے کی پُرانی ملت مین کھپت ہو گئی۔ ان مین سے بعض فرقون نے ذات پات کی تفریق اور بت پرستی پر سخت حملے کیے اور توحید مطلق کے ساتھ انسان کی کامل مساوات کی تعلیم دینی چاہی۔ بلکہ چودھوین صدی مین کبیر نے جو اصلاح شروع کی اس کا میلان اسلام کی جانب تھا جو انہی دنون ہندوستان مین آیا اور ہندو مت سے بالکل متضاد تھا۔ سکھون کے فرقے نے بابا نانک صاحب کی تعلیم کو ترقی نہ دی تو کم سے کم اتنی ضرور کی اور پنجاب کا ایک بڑا گروہ اب تک اس مذہب کا پیرو ہی لیکن جب ہندو مت اس قسم کی تمام نئی باتون کو اصولاً تسلیم کرنے پر تیار ہو جاتا ہی اور اُن کے بانیون کو خدا کا رسول بلکہ خود اپنے دیوتاؤن کا اوتار مان لیتا ہی تو پھر ان نئے فرقون کا بھی سر اسکے سامنے جھک جاتا ہی اور اس خاطر داری کے جواب مین نئے مسلمین کے اکثر پیرو مصالحت پر آمادہ ہو جاتے ہین۔ اسمین شک نہین کہ سکھون کا فرقہ ایسا ہی جو عرصے سے اپنے مذہب پر اڑا رہا اور کسی قسم کی باہمی مصالحت کو اُسنے قبول نہین کیا۔ لیکن اب جبکہ یہ لوگ سلطنت برطانیہ کی رعایا بن گئے ہین اور اُن کا نیا مذہبی اور جنگی جوش سرد ہو گیا ہی تو ان کی علیحدگی کی آرزو بھی کم ہوتی جاتی ہی اور آئندہ تاریخ خود بتا دیگی کہ اس فرقہ بندی مین سیاسی اغراض و اسباب کا دخل کتنا تھا۔ ظن غالب یہی ہی کہ سکھ مذہب رفتہ رفتہ گھل مل کے ہندو مت ہی کے ایک فرقے کا نام رہ جائیگا اور اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو کبیر پنتھی، ستنامی اور بہت سے

دوسرے فرقون کا ہو چکا ہی،

ایک مذہبی گروہ البتہ ایسا ہی جو گھٹتا ہی نہ دب کر مٹتا ہی یہ سراوگیون کا گروہ یا جین مت ہی، اور عام طور پر بدھ مت سے بھی قدیم فرقہ سمجھا جاتا ہی اُس کا ساتھی جس کا وہ کچھ زور شور تھا ختم ہو گیا مگر جین مت اس کے بعد بھی زندہ رہا۔ اب تک ہندستان کی آبادی کا جزو ہی، اگرچہ یہ جزو نہایت قلیل ہی مگر اس کی تعداد مین کسی زوال کے آثار نہین پائے جاتے۔ اس فرقے کے مذہبی اصول سیدھے سادے ہین، اس مین مذہبی رواداری ہی لیکن اس کے پیرو اپنے مذہب مین نہایت پختہ ہوتے ہین دنیاوی اعتبار سے بھی اُن کی مرفہ الحالی مین کوئی خاص زوال نہین آیا ہی،

اس مذہبی کشمکش کو چھوڑ کر مسلمانون کے حملے کے وقت اہل ہند کے اخلاق کی جو کیفیت تھی وہ ان کی خانگی معاشرت اور ملکی حالات کا مطالعہ کرنے سے آئینہ ہو جاتی ہی۔ بودھ مت کی تعلیم نے ان مین اخلاق کا ایک خاص معیار قائم کر دیا تھا جو ایک حد تک موجودہ اہل برما و سیام کے اخلاقی معیار کی مثل تھا لیکن صدیون تک غیرون کے محکوم رہنے کی بدولت آج کل ہندوؤن مین جو مذہبی احتیاط اور قدیم رسمون کی قابل قدر پابندی نظر آتی ہی۔ وہ اس وقت نہ تھی یا بہت کم تھی۔ لوگ عیش و نشاط کے دلدادہ تھے، اہل بصیرت اور بزرگان باخدا کی فہمائش کے باوجود کثرت تعداد انھی لوگون کی تھی جن سے دنیا کے مزے نہ چھوٹتے تھے۔ گرمی کی صاف ستھری اور ٹھنڈی چاندنی راتین، برسات مین گھنگھور گھٹاؤن کا جھوم جھوم کے آنا اور زمین کو خلعت سبز پہنانا۔ پھر موسم زمستان کی سرد و جان بخش ہوا کا تازہ شگوفون کی مہک لانا اور دماغ کو معطر کر جانا۔ غرض خود قدرت نے ہندوستان کو سامان عیش و نشاط دینے مین دریا دلی سے کام لیا تھا ہندوؤن کی زندہ دلی بھی اعتدال و تقوی کی حدود سے آگے نکل گئی تھی۔ اور ہر چند ذات بندی کی قیود باہمی اختلاط مین ہمیشہ حائل رہین لیکن اُس وقت تک یہ قیود بھی اتنی سخت اور مضبوط نہ تھین۔ جتنی کہ مسلمانون کے آنے کے بعد ہو لین۔ پردے کی رسم کا بھی وجود ثابت نہین ہوتا۔ اور ہم عورتون کو بے نقاب باہر نکلتا دیکھتے ہین۔ وہ دوستون سے مِل جُل سکتی تھین اور مردون کے ساتھ عام صحبتون مین حصّہ لیتی تھین۔ اِسی طرح اُن کے شوہر بلا خوف بدنامی دوسری عورتون سے مِل جُل سکتے تھے اور معزز شرفا یکم کام دیوتا کے کنج مین حسینان پیشہ ور سے ملاقاتین کرتے تھے۔ ملک مین کٹنی، مشاطہ دوم ڈھاڑی اور اسی قسم کے مسخرے خوشامدیون کی جنھین بداخلاقی کے جراثیم کہنا چاہیے، کافی سے زیادہ تعداد پائی جاتی تھی

زمانے کا ٹھیک ٹھیک تعین کرنا کہ یہ بے فکریاں کتنے دن رہین محال ہو۔ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ یہ عیش کاری ہندو قوم کو آہستہ آہستہ گھن کی طرح کھائے جاتی تھی تن آسانی اور کاہلی نے لوگون کو علم و ہنر کی طرف سے بالکل غافل و بیخبر کر دیا تھا عام طور پر جہالت کا دور دورہ تھا اور جب مسلمان ہندوستان مین آئے ہین تو سوائے برہمنون کے خاص خاص مدرسون کے ملک مین پڑھے سے لکھے آدمی عنقا تھے۔

امرا کی عیش و غفلت اور عوام کی جہالت نے سب سے زیادہ نقصان نظم و نسق اور قومی شیرازہ بندی کو پہنچایا تھا، اور سچ یہ ہو کہ آٹھوین صدی عیسوی مین ہندوستان مین کوئی سیاسی نظام ہی موجود تھا دیہات اور برادریون کی پنچایتین جنپر آج کل ہمارے سیاسی رہنما جا و بیجا فخر کیا کرتے ہین، حقیقت مین خاندان یا قبیلے کی ایک بگڑی ہوئی حکومت کا نام ہو جس کا وجود تمام نیم وحشی اقوام مین پایا جاتا ہو لیکن انصاف یہ ہو کہ جب ہندوؤن مین تہذیب و تمدن کی ابتدا ہوئی تو اُس وقت جہان تک تاریخ سے پتہ چلتا ہو، وہ بجز بدترین قسم کی شخصی بادشاہی کے اور کوئی سیاسی نظام مرتب نہ کرسکے۔ اسی شخصیت کو قدامت نے ان کے مذہبی معتقدات مین داخل کر دیا اور اُن کا راجہ" نہ صرف دیوتا کا قائم مقام بلکہ خود ایک "دیوتا" اور معاذ اللہ، اَن داتا سمجھا جانے لگا!

اس نظام کا سب سے بڑا نتیجہ، جس کا ظہور مسلمانون کے آنے سے کچھ پہلے ہوا، یہ تھا کہ اہل ہند کے دل سے سیاسی اور قومی اتحاد کا خیال بالکل غائب ہوگیا اور ہر پرگنے پرگنے مین آزاد و خود مختار ریاستین بن گئین جن کے راجہ آئے دن آپس مین لڑتے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے رہتے تھے، ان خانہ جنگیون نے تمدن کی ترقی کے ذرایع کو مسدود و موقوف کر دیا تھا۔ تجارت اور آمد و رفت نہایت دشوار ہوگئی تھی۔ رہزنی باقاعدہ پیشہ بن گئی تھی اور دن دہاڑے راستے لٹتے تھے۔ اس زمانے کی دماغی اور اخلاقی حالت کا ہندوؤن کے "آخری ناٹک" سے اندازہ ہوتا ہو جو غالبا دسوین صدی عیسوی کی تصنیف ہو۔ اس مین جن اشخاص کا ذکر آتا ہو اُن کی حالت وہی ہو جو زمانہ ادبار مین کسی گڑے ہوے امیر و وزیر کی ہونی چاہیئے، حصول جاہ اور نیز ذمہ داری اور ادائے فرائض سے بچنے کے لیے قتل و دغا کے بدنما طریق سب سے چلتی ہوئی تدبیر رہ گئے ہین۔ قانون و عدالت کا سارے ناٹک مین کہین ذکر نہین آتا۔ پردیسی اور راجپر سپاہیون کا جا بجا حوالہ موجود ہو۔ عام بد اخلاقی اور سیاسی بدنظمی کا صرف کا

زدر رودرہ نظر آتا ہو اور اہل بصیرت کو کسی بڑے انقلاب کے آنے کی خبر دیتا ہو،

سید ہاشمی (فرید آبادی)

# نفحۂ نعت

تھین وردِ زبان دن کو اس نور کی جو باتین
کیا صلِّ علیٰ پڑھتی یہ آئی ہین اب راتین

ہین جلوہ گہ ناز مین اور اُن سے ملاقاتین
اک عاصی و خاطی پہ اللہ ری عنایاتین

کیا دن تھے تجلی کے کس حُسن کی وہ راتین
چھینٹے تھے حقیقت کے عرفان کی برساتین

ہین دونون جہان تیرے سرشارِ وحدت
اے پیرِ مغان دیکھین سب تیری کراماتین

اس حُسنِ تصور کے دیکھو تو ہین کیا جلوے
خود صلِّ علیٰ دل مین پڑھتی ہین مناجاتین

مانا کہ نہین تم کو منظور خود آرائی
پھر طور کے کیون جلوے موسیٰ کی ملاقاتین

یہ قیدِ گرفتاری سجاد کی سُنت ہے
یوسف سے کوئی پوچھے زندان کی کراماتین

کس نور کا پرتو ہے نگہت یہ مرے دل پر
ہر وقت جواب لب پر رہتی ہین مناجاتین

# خادم قوم

جب مین نے کالج کی زندگی کو خیرباد کہا، اور دُنیاے عمل مین قدم رکھا، تو میرے اکثر احباب نے پرتکلف دعوتین کین۔ اور مبارکباد کے اتنے خطوط اور تار آئے کہ مین سب کا جواب دیتے دیتے عاجز آگیا۔ میرے احباب، کالج کے طلبہ، اساتذہ اور سب سے زیادہ مین خود اس بات پر خوش تھا کہ مجھے امتحان مین اعلیٰ نمبرون سے پاس ہوتے ہی کالج کی پروفیسری عطا کی گئی تھی۔ مین نے ملازمت کے لیے کہین درخواست نہین دی، کسی کی سفارش نہین حاصل کی، بلکہ میرے کالج کے پرنسپل نے میری محنت اور شاندار کامیابی دیکھکر خود مجھسے اصرار کیا کہ مین اُسی کالج مین ملازمت کرلون۔

لیکن میری ملازمت کی مُدت بہت قلیل تھی۔ مجھے کالج مین پڑھاتے پورے دو سال بھی نہین ہوئے تھے کہ ملک کی سیاست مین ایک حیرت انگیز انقلاب ہوا۔ اکثر وکلا نے وکالت چھوڑ دی، بعض سرکاری ملازمین نے استعفے داخل کردیئے اور نوجوان جوشیلے طالبعلمون نے قومی خدمت کے جوش مین کتابون کو بالاے طاق رکھدیا۔ اسی زمانہ مین مجھے چند سیاسی راہنماؤن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ کچھ اُن کی راے سے اور کچھ قومی خدمت کے خیال سے مین بھی اپنے کالج کی ملازمت سے دستکش ہوگیا۔

اب مین آزاد تھا۔ میرے سر کوئی ذمہ داری نہ تھی۔ مین نے نہایت جوش سے سیاسی تحریکون مین حصہ لینا شروع کیا۔ جتنے جلسے ہوتے تھے اُس مین میری شرکت ضروری خیال کی جاتی تھی۔ اور اکثر اوقات مین ہی صدر بنایا جاتا تھا۔ اخبارات مین میری تصویرین شائع ہوتی تھین۔ اور قومی اخبارات میری خدمات، قابلیت اور انہماک کی تعریفون مین کالم کے کالم سیاہ کرتے رہتے تھے۔

مین خوش تھا کہ قوم کی خدمت کر رہا ہون۔ میرا جوش اور انہماک روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ میری ہردلعزیزی بڑھتی جاتی تھی۔ دن رات مین مجھے مشکل دو گھنٹے فرصت کے مل سکتے تھے۔ اس قدر مشغولیت کے سبب سے میری صحت خراب ہونے لگی، یہان تک کہ مین کام کرنے سے عاجز ہوگیا۔ حکیمون اور ڈاکٹرون نے متفقہ راے دی کہ مجھکو کم از کم چھ ماہ تک اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کرنا چاہیے

مین نے خود بھی ان لوگون کی راے سے اتفاق کیا۔ اور ایک نوکر کو ہمراہ لے کر اپنے ایک دوست کے علاقہ پر پہنچا اور وہین قیام کا ارادہ کیا۔ میرے دوست بہت بڑے تعلقدار تھے۔ اُن کے ہان مجھے کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائی تھی اور نہایت آرام و اطمینان سے وقت گذرتا تھا۔

میرا قاعدہ تھا کہ سہ پہر کے وقت اخبار دیکھنے کے بعد اکیلا کھیتون مین سیر کرنے نکل جاتا تھا اور وہان سے شام ہوتے ہوتے واپس آتا۔ ایک روز جب مین حسب معمول تفریح کرکے واپس آ رہا تھا مین نے ایک درخت کے نیچے ایک سادھو کو بیٹھے ہوے دیکھا۔ اس کے گرد بہت آدمیون کا مجمع تھا۔ مین بھی بلاارادہ اُس طرف بڑھا اور گاؤن کی سیدھی سادی مخلوق کے گروہ مین شامل ہو گیا۔

ابتدا سے مین فقیرون اور سادھوؤن کے خلاف تھا۔ اور اُن کو قوم کا ایک بیکار اور تباہ کُن حصہ خیال کرتا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد مین نے سلسلۂ کلام شروع کیا۔ لیکن فوراً ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ نہایت تعلیمیافتہ اور حالات دُنیا سے باخبر ہے۔ میرا شوق بڑھ گیا اور مین تھوڑی دیر تک اُس کے پاس بیٹھا رہا۔ سادھو کا برتاؤ اور طریقۂ کلام ایسا تھا کہ مین جلد ہی بے تکلف ہو گیا۔ دوران گفتگو مین مین نے مہذب پیرایہ مین شکایت کی کہ "فقیرون اور سادھوؤن کا طبقہ اس لحاظ سے قابل الزام ہے کہ وہ اپنا تمام وقت بیکاری مین صرف کرتا اور اپنی ضروریات کا بار دوسرون پر ڈالتا ہے"۔ سادھو نے میری طرف ایک خاص انداز سے دیکھا اور کہا۔ "لیکن اس الزام سے تو شاید آپ بھی نہین بچ سکتے۔ آپ بھی اپنی ضروریات زندگی کے لیے دوسرون کے محتاج ہین"۔ مین نے جواب دیا "بیشک مین خود کسب معاش نہین کرتا لیکن مین دوسرون کے لیے کام کرتا ہون اور وہ میرے ضروریات کو پورا کرتے ہین"۔ سادھو بولا "بس یہی حال ہمارا بھی سمجھیے لوگ ہم کو کسب معیشت کی فکرون سے آزاد رکھتے ہین اور ہم اُن کو اخلاق نیکی اور مذہب کی باتین سکھاتے ہین۔ یہ ٹھیک ہے کہ لوگ اکثر تن آسانی کی غرض سے فقیری اختیار کرتے ہین۔ لیکن اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ ہمارا مقصد ہی خراب ہے"۔

مین اس جواب کو سُن کر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد مین نے اُس سے رُخصت چاہی۔ سادھو نے مجھے نہایت اخلاق سے رخصت کیا اور وعدہ لیا کہ دوسرے دن مین پھر اُس سے ملون۔

دوسرے دن مین حسب معمول شام کو ہوا خوری کے لیے نکلا۔ اور سادھو کے پاس پہنچا۔ اُس دن اُسکے پاس کوئی اور آدمی نہ تھا اور سادھو بالکل تنہا تھا۔ اِدھر اُدھر کی باتین کرنے کے بعد اُس نے میرے

مشاغل دریافت کیے۔ مین نے مختصر طور پر اُسے بتادیا کہ مین نے ملازمت کو خیرباد کہکر قوم کی خدمت اپنے سر لی ہے میرا جواب سنکر سادھو مسکرایا اور کہا۔ اگر تکلیف کا خیال نہو تو آج رات یہین بسر کیجیے۔ مین چند چیزین آپ کو دکھانا چاہتا ہون اور وہ صرف آپ رات کے وقت دیکھ سکتے ہین۔

مجھے چونکہ کوئی امر مانع نہ تھا، اِس لیے مین نے وہین شب بسر کرنا بخوشی منظور کر لیا۔

ہم لوگون نے دس بجتے بجتے کھانا کھایا۔ جب کھانے سے فراغت ہوگئی تو سادھو نے کہا "آئیے اب آپ کو وہ چیزین دکھاؤن جنکا مین نے وعدہ کیا تھا۔

ہم دونون روانہ ہوے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد مین نے دیکھا کہ سادھو ایک عالیشان مکان کے سامنے ٹھہر گیا۔ یہ مکان بلندی اور عظمت کے لحاظ سے کسی بڑے رئیس کا محل معلوم ہوتا تھا لیکن پھاٹک پر دربان اور کسی قسم کی شان و شوکت کا پتہ نہ تھا۔ اِس مکان کے سامنے ایک بہت بڑا درخت تھا۔ سادھو نے میرا ہاتھ پکڑا اور اُس درخت کے سایہ مین لے چلا۔ وہان پہونچکر اُس نے مجھسے کہا "ابھی یہان ہم لوگون کو انتظار کرنا پڑے گا"

ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مکان سے ایک شخص باہر نکلا۔ اُس کا مُنھ چادر سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ نہایت تیزی سے ایک طرف جا رہا تھا جب وہ آگے بڑھا تو ہم لوگ اس کے پیچھے ہوے۔

قریب دو تین فرلانگ چلنے کے بعد وہ شخص ایک تنگ و تاریک گلی مین داخل ہوا۔ وہان اُس نے ایک شکستہ مکان کے دروازہ پر آواز دی۔ مکان سے ایک بوڑھی عورت اپنے بچے کو گود مین لیے ہوے نکلی اور کہنے لگی "مین آپ کا کس طرح شکریہ ادا کرون۔ اگر واقعی آپ میری کھال کی جوتیان بنوا کر پہنین تو بھی مجھے عذر نہو۔ یہ صرف آپ کی تکلیف اور مہربانی کا نتیجہ ہے کہ میرا اکلوتا لڑکا صحیح و سلامت ہے ورنہ ایسے موذی مرض سے کون بچ سکتا تھا"

اُس شخص نے عورت کی بات کاٹ کر کہا "اِن تعریفون کی جن کا مین کسی طرح مستحق نہین ہون بالکل ضرورت نہین ہے۔ یہ بتاؤ کہ لڑکے کی طبیعت اب کیسی ہے اور مین ڈاکٹر صاحب سے کیا کہون"؟

عورت بولی "اب طبیعت بالکل صاف ہے۔ سویرے سے غفلت وغیرہ کچھ نہین ہے۔ امید ہے کل پرسون تک بالکل تندرست ہو جائے گا"

اُس آدمی نے بچے کو گود مین لیا اور کہا "اچھا مین ڈاکٹر کو دکھا کر ابھی بچے کو واپس لاتا ہون۔ یہ کہکر

دن ایک سمت کو روانہ ہوا۔ ہم لوگ ایک طرف چھپے کھڑے رہے۔ نصف گھنٹہ کے بعد وہ واپس آیا بچے کو اُس کی ماں کے حوالہ کیا۔ دوا اور کچھ نقد روپیہ اُس کو دیا اور دوسرے دن آنے کا وعدہ کرکے روانہ ہوا۔

ہم لوگ بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلے۔

اِس جگہ سے تھوڑی دور پر ایک یتیم خانہ تھا۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا سیدھا یتیم خانہ مین گیا وہان اُس نے لڑکون سے باتین کین۔ اُن کے کھیلون اور کہانیون کا حال سنا۔ وہ ابھی ان باتون ہی مین مشغول تھا کہ ایک لڑکا روتا ہوا اُس کے پاس آیا۔ اور شکایت کی کہ "میری تصویر عزیز نے چھین لی ہے" اُس بچے کو روتے دیکھ کر اُس نے اُسے گود مین اُٹھا لیا۔ آنسو پونچھے، پیار کیا اور کہا "اچھا اگر عزیز نے تمھاری تصویر چھین لی ہے، تو مین تم کو اُس سے اچھی دو تصویرین لا دون گا۔ اس طرح روتے ہوے بچے کو خاموش کرکے وہ اکیلا عزیز کے کمرہ مین داخل ہوا۔ اُس کو دیکھتے ہی عزیز نے اپنی شرارت کی معافی چاہی۔ مگر اسکو خلاف امید سزا یا جھڑکی کے بجاے اُس آدمی نے گود مین لے کر پیار کیا۔ اور کچھ اُس کے کان مین کہہ کر وہان سے روانہ ہوا۔ وہ ایک جگہ تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ اُس کے کمرہ مین واپس آیا جہان روتے ہوے بچے کو چھوڑ گیا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ عزیز اور وہ بچہ جسکی تصویر چھین لی گئی تھی، ساتھ بیٹھے ہوے کھیل رہے ہین۔ اور تصویر جس کی تھی اُسی لڑکے کے ہاتھ مین ہے۔ اُس نے عزیز کو شاباشی دی اور سب سے رخصت ہوا۔

یہان سے روانہ ہوکر وہ ایک جھونپڑی مین داخل ہوا۔ جھونپڑی کے اندر ایک بوڑھا آدمی ٹوٹے پلنگ پر پڑا درد سے کراہ رہا تھا۔ اُس شخص نے جیب سے ایک شیشی نکالی شیشی سے تیل نکال کر بوڑھے کے بدن پر مالش کی۔ جب وہ اُس سے فارغ ہوا، تو بوڑھے کو اُٹھایا اور اُس کو کھانا پلا کر گھر کی طرف واپس ہوا۔

مین اُس وقت تک خاموش تھا۔ لیکن اب مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور مین نے سادھو سے پوچھا "یہ کون شخص ہے؟"

سادھو نے کہا کہ "یہ یہان کے رئیس و تعلقہ دار چودھری برکت ہین"

یہ سُن کر مین حیرت مین آگیا۔ کیونکہ یہ وہ شخص تھا جو نہایت خوشحال رئیس ہونے کے علاوہ ہر جگہ نہایت مغرور خیال کیا جاتا تھا۔ مین نے ان کی دریادلی، فیاضی اور ایثار کی اکثر تعریفین سُنی تھین لیکن

ان کی ہر دلعزیزی کے راز سے ناواقف تھا اسی حیرت میں میں سادھو کے ساتھ قدم بڑھائے چلا
جارہا تھا کہ اُس نے کہا " اچھا اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ کبھی کبھی میرے ہاں ہو لیا کیجئے ممنون ہونگا
یہ کہہ کر سادھو مجھ سے رخصت ہوا اور میں سوچنے لگا کہ کتنی قیمتی اور کس قدر قابل وقعت وہ
خدمت ہے جو شہرت اور عزت سے بے نیاز ہے۔

عالی (لکھنوی)

# غزل

سب سے شوخی ہے اک ہمیں سے حیا
اے فریب نگاہِ یار یہ کیا

تفرقہ ہے یہ کس قیامت کا
دل جب ہم جدا ہیں یار جدا

اب وہ ملتے بھی ہیں تو یوں کہ کبھی
ہم سے کچھ واسطہ نہ تھا گویا

ہم کو منظور سب ہے سب مرغوب
تجھ سے جو کچھ ملے جزا کہ سزا

جلوہ یار ہے دلوں کے لیے
فی المثل اک طلسم ہوشربا

میں بھی ہوں اک فقیر حاجتمند
کرم اے بادشاہِ جود و عطا

گلشن حسن یار کی حسرت
جانفزا کس قدر ہے آب و ہوا

حسرت موہانی بی اے

# جواہر
## نعت

پڑھو ربّ سلّم کہ ذکر نبیؐ ہے
جو سب کا ہے مولا جو رب کا ولی ہے
مبارک رہے شیخ کو طوفِ کعبہ
جبین میری ہے اور اُن کی گلی ہے
ہوئی بھی محبّت تو محبوبِ حق سے
کہان جا کے قسمت ہماری لڑی ہے
مین جاتا تھا یثرب یہ جنت مین لائے
فرشتون کو سوجھی یہ کیا دلگی ہے
نہ پرسش کا کھٹکا نہ محشر کی پروا
دم نزع ہے آنکھ اُن سے لڑی ہے
یہ کس جا پہ لائی اجل، اسے مین صدقے
کہان باغ جنت، یہ ان کی گلی ہے
رہی ہے نظر مہر کی دشمنون پر
غلامی کا حق کچھ تو ان سے قوی ہے

مولوی عبدالماجد بی اے

# اُردو زبان مین فارسی ترکیبین

**بہی خواہان اُردو کے دو بڑے گروہ** اُردو کی ترقی چاہنے والون کے دو بڑے بڑے گروہ ہین۔ ایک طرف وہ پرانے خیال کے لوگ ہین جو زبان کے معاملے مین کسی طرح کی جدت جائز نہین رکھتے اور بات بات پر سند طلب کرتے ہین۔ اُن کے نزدیک اگلے بزرگون کے مقرر کیے ہوے قاعدون مین ترمیم کرنا گویا قرآن مین تحریف کرنا ہی۔ یہ گروہ مقلدون کا ہی۔ دوسری طرف نئی امت کے وہ لوگ ہین جن کے نزدیک اصول زبان کی پابندی کرنا ترقی کی راہ مین کانٹے بچھانا ہی۔ اُن کے اِس خیال نے انھین اصول و قواعد کی واقفیت سے بھی بالکل بے نیاز کر دیا ہی۔ اس گروہ مین ہر شخص بجائے خود مجتہد ہی۔

**ایک تیسری جماعت** ایک چھوٹی سی جماعت اور بھی ہی جو اصول و قواعد کے ماتحت زبان کی ترقی چاہتی ہے البتہ اُن قاعدون سے اختلاف کرتی ہی جو مدتون کے تجربے کے بعد اُردو کے حق مین مضر ثابت ہوے ہین۔ اس جماعت کے اصول و عمل مین کہین اجتہاد کی شان نظر آتی ہی کہین تقلید کی۔ مگر اِن کے اجتہاد اور دوسرے گروہ کے اجتہاد مین فرق ہی۔ اُن کے یہان اجتہاد نام ہی اصول و قواعد سے آزادی کا۔ خود مختاری اور خود سری کا اور اِن کے اجتہاد کے معنی صرف یہ ہین کہ جب کسی فرعی قاعدے کو اصول زبان کے خلاف دیکھتے ہین تو اُس قاعدے مین اصول کے موافق ترمیم کر کے اُسکی پابندی کرتے ہین۔ اسی طرح اُن کی تقلید اور پہلے گروہ کی تقلید مین بھی بہت فرق ہی۔ اُن کے یہان ہر لفظ ہر فقرے ہر ترکیب ہر تشبیہ ہر استعارے کے صحیح یا غلط ہونے کا دار و مدار اس پر ہی کہ اُردو کے گذشتہ مسلم الثبوت شاعرون مین سے کسی نے اُسے استعمال کیا ہی یا نہین اور اِن کے یہان سب باتون کی صحت کا فیصلہ اِس بنا پر کیا جاتا ہی کہ وہ زبان کے معینہ اصول و قواعد کے مطابق ہین یا نہین۔ یعنی وہ لوگ اساتذہ کے کلام کی پیروی کرتے ہین اور یہ اُن کے اصول کی یہی وجہ ہی کہ جو بات قواعد صرف و نحو اور اصول فصاحت و بلاغت وغیرہ کی رو سے صحیح ہوتی ہی اُسے یہ صحیح سمجھتے ہین اور محاورہ اور اُن چیزون کے سوا جن مین قیاس کو دخل نہین ہی اور کسی بات کے لئے اساتذہ کے کلام سے سند نہین چاہتے۔ مختصر یہ کہ بعض جماعت کے لوگ نہ خالص مجتہد ہین نہ کامل مقلد اِن کے اجتہاد مین تقلید کا پہلو نکلتا ہی۔ اور اِنکی تقلید

مین اجتہاد کی شان نظر آتی ہی،

**اِس جماعت کے اصول مُسلّم** اِس جماعت نے جس کا ہم خیال مین بھی ہون جن اصول کو اپنے مسلمات مین داخل کرلیا ہو اُن کا ذکر بھی ضروری ہو تاکہ لوگون کو میرا مطلب سمجھنے مین غلط فہمی نہ ہو اور یہ معلوم ہوجاے کہ جو مسئلہ زیر بحث ہو اُسے مین کس نظر سے دیکھتا ہون۔ وہ اصول مسلمہ یہ ہین،

(۱) زبان کی باقاعدہ اور مستقل ترقی کے لیے اُس کی صحت و فصاحت کا ایک معیار قائم کرنا ضروری ہو۔

(۲) اُردو سارے ہندوستان کی مشترک زبان ہو اس لیے جو معیار اس کے لیے مقرر کیا جاے وہ اتنا بلند نہ ہونا چاہیے۔ کہ کسی خاص شہر یا مخصوص طبقے کے لوگون کے سوا کوئی اُردو جاننے کا دعوی یا اُردو سیکھنے کی جرأت نہ کرسکے۔

(۳) اردو ایک مستقل اور خودمختار زبان ہو اس لیے وہ کسی دوسری زبان کے اصول و قواعد کی پابند نہین ہو،

(۴) اُردو مین جتنے لفظ شامل ہوگئے ہین اُن کا ماخذ عربی ہو یا فارسی سنسکرت ہو یا انگریزی مگر وہ خود عربی یا فارسی سنسکرت یا انگریزی لفظ نہین ہین اب وہ سب اُردو لفظ ہین اور اُردو کے قاعدے سب پر یکسان عمل کرینگے۔

(۵) زبان کی ترقی اور وسعت کے لیے یہ بھی ضروری ہو کہ اُس کے بولنے اور لکھنے والون کا حلقہ وسیع ہو،

**فارسی ترکیبون کا معینہ قاعدہ** اب ہم اِن اصول مسلمہ کو پیش نظر رکھ کے اُردو مین فارسی ترکیبون کے استعمال پر بحث کرین گے، ابھی تک جس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہو وہ یہ ہو کہ جن دو لفظون کو فارسی کے طریقے سے باہم ترکیب دین اُن مین ذیل کی شرطون مین سے کوئی نہ کوئی موجود ہونا چاہیے۔

(الف) دونون لفظ فارسی ہون
یا (ب) دونون لفظ عربی ہون
یا (ج) ایک لفظ فارسی ہو اور ایک عربی
} اور ان لفظون مین معنوی یا لفظی تصرف نہ کیا گیا ہو۔

یا (د) کسی اور زبان کے ایسے لفظ ہون جنکے مترادف لفظ عربی یا فارسی مین موجود نہین۔

یا (ہ) اسم علم ہون۔

اِس قاعدے سے اختلاف کی وجہیں | ہم کو اپنے سلسلہ اصول کی بنا پر اِس قاعدے سے اختلاف ہی ذیل مین ہم اِس اختلاف کی وجہین دلیلون کے ساتھ بیان کرینگے۔

(۱) اسکی پابندی محال ہی | اس قاعدے کی پابندی محال ہی کیونکہ اس پر عمل کرنے کے لیے ہر اُردو جاننے والے کے لیے عربی اور فارسی کا عالم ہونا ضروری ٹھہرتا ہی عربی اور فارسی سے تھوڑی بہت واقفیت بھی کافی نہین جب تک اِن زبانون پر پورا عبور نہو کوئی ہر اُردو لفظ کے متعلق قطعی طور پر کیونکر کہہ سکتا ہی کہ وہ عربی یا فارسی سے آیا ہی یا کسی اور زبان سے۔ اور اگر یہ کسی طرح سمجھ بھی لے کہ وہ لفظ عربی ہی یا فارسی تو یہ کیونکر سمجھیگا کہ اُس لفظ مین کوئی معنوی یا لفظی تصرف ہوا ہی یا نہین یعنی اُس لفظ کا جو املا، تلفظ، اور معنی اُردو مین ہین وہی عربی یا فارسی مین بھی ہین یا نہین۔ پھر اس بات کا فیصلہ کرنا تو شاید عرب اور ایران والون کے لیے بھی آسان نہین ہی کہ اُردو یا کسی اور زبان کے فلان لفظ کا مترادف عربی یا فارسی مین موجود ہی یا نہین۔ ہندوستان کے عربی اور فارسی جاننے والون سے تو اس کی توقع کی ہی نہین جا سکتی۔ جب اس امر کا قطعی فیصلہ وہ لوگ نہین کر سکتے جنھون نے اپنی عمرین عربی و فارسی کی تحصیل مین صرف کر دی ہین تو محض اُردو جاننے والے کس شمار مین ہین۔ اُنھین اس قاعدے کا پابند کرنا امر محال پر مجبور کرنا ہی۔

بات یہ ہی کہ جن لوگون نے یہ قاعدہ بنایا تھا اُن کے لیے اُس کی پابندی اتنی مشکل نہ تھی۔ ایک زمانہ تھا کہ ملک کی تعلیمی، دفتری اور سرکار دربار کی زبان فارسی تھی۔ عربی کا چرچا بھی کچھ کم نہ تھا۔ عربی و فارسی کے عام رواج نے اُس زمانہ کی فضا مین یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ اُس زمانے کے غیر تعلیمیافتہ ان زبانون سے اتنے بیگانہ نہ تھے جتنے آجکل کے تعلیمیافتہ ہین اس لیے اب یہ قاعدہ اور اس طرح کے اور سب قاعدے صرف و نحو کی کتابون مین لکھے تو جا سکتے ہین مگر ان پر عمل نہین کیا جا سکتا۔

(۲) اگر محال نہین تو بھی بیحد مشکل ہی | اگر اس قاعدے کی پابندی محال نہ قرار دی جا سکے تو بھی اس قدر مشکل ہی کہ عربی اور فارسی کے عالمون کے سوا کوئی اہل زبان بھی صحیح اُردو بولنے اور لکھنے کا دعویٰ نہین کر سکتا۔ جب اہل زبان لوگون کا یہ حال ہی تو غیر زبان والون کا کیا ذکر۔ انھین اگر معلوم ہو جاسے کہ اُردو جاننے کے لیے عربی و فارسی کی تکمیل ضروری ہی تو شاید وہ اُردو سیکھنے کی کبھی ہمت نہ کرین۔ مختصر یہ کہ اس قاعدے کی موجودگی مین اُردو ہندوستان کی عام زبان نہین ہو سکتی۔

(۳) اگر مشکل نہو تو بھی زبان کے حق مین مضر ہی | اگر اس قاعدے کی پابندی مشکل بھی نہ ٹھہرے تو بھی مجھے اُس سے اختلاف ہے

اِس لیے کہ اسپر عمل کرنے سے ہماری زبان کو کئی طرح پر نقصان پہنچ رہا ہو،

بڑا نقصان | ایک بڑا نقصان تو یہ ہو کہ ہم کو ہر وقت یہ خیال رکھنا پڑتا ہو کہ فلان فلان لفظ اُردو کے نہین عربی یا فارسی زبان کے ہین اور اصل زبان مین اُن کا تلفظ یون نہین یون ہو اور اُن کے معنی یہ نہین یہ ہین اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ ہزارون لفظون مین ایک اجنبی پن باقی رہ جاتا ہو، وہ ہماری زبان مین بالکل گھل مل نہین جاتے. حالانکہ ضرورت اسکی ہو کہ ہم دوسری زبانون کے لفظون کو بالکل اپنا کرلین یہان تک کہ اگر ضرورت ہو تو اُنکی صورت اِس طرح بدل دین کہ عام طور پر لوگ انھین اپنی ہی زبان کے لفظ سمجھین۔

بہت بڑا نقصان | دوسرا بہت بڑا نقصان یہ ہو کہ اِن ترکیبون سے عبارت مین جو اختصار اور حسن پیدا ہوجاتا ہو اور اِس سے مطلب مین جو آسانی ہوتی ہو اُس کا مقتضا یہی ہو کہ ہم انھین کثرت سے استعمال کرین مگر ان کے استعمال کے لیے موجودہ قاعدے کی رُو سے یہ ضروری ٹھہرتا ہو کہ ہم عربی اور فارسی کے وہ لفظ استعمال کرین جن مین کسی طرح کا تصرف نہین کیا گیا ہو۔ یعنی جو کسی طرح اُردو زبان کے لفظ نہین سمجھے جاسکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو تصرف کا عمل بند ہوگیا یا اُسکی رفتار بہت سُست ہوگئی اور یہ ہماری زبان کے حق مین بہت مضر ہو دوسرے ہماری زبان کے بیشمار لفظ جو نازک سے نازک مطلب لطیف سے لطیف پیرایے مین ادا کرسکتے تھے متروک ہوتے جاتے ہین اور اُن کی جگہ پر عربی و فارسی کے جو لفظ آرہے ہین انھین ہم اپنی زبان کے لفظ نہین سمجھ سکتے۔ اِس لیے کہ جب تک کسی لفظ پر ہم کو اپنی زبان کے اصول کے مطابق ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل نہوگا اس وقت تک وہ لفظ اجنبی ہی رہیگا، اس صورت حال سے اول تو ہم کو اپنی زبان نہایت تنگ نظر آنے لگی ہو دوسرے اُردو کی شیرینی اور لطافت پر جو بُرا اثر پڑا ہو اور اُردو کی فصاحت و بلاغت کا جو غلط معیار قائم ہورہا ہو وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہین ہو.

سب سے بڑا نقصان | تیسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہو کہ اس طرح کے قاعدون کی وجہ سے اُردو مین عربی و فارسی لغت اور عربی و فارسی صرف و نحو کی ایک حد تک پابندی کرنا پڑتی ہو اور یہ پابندی اردو کو خود مختار زبان کا درجہ حاصل نہین کرنے دیتی اور یہ نہ ہوا تو کچھ نہوا - یہ عربی و فارسی کے اسی فضول اتباع کا نتیجہ ہے کہ اُردو کے بعض بہی خواہ صرف اس بنا پر اُسکی ترقی سے مایوس ہین کہ جن چشمون سے یہ زبان سیراب ہوتی تھی وہ خشک ہوگئے. مگر مین تو اُردو کو ایسی اکاس بیل نہین سمجھتا جو عربی و فارسی کے درخت کے سہارے ہی سرسبز رہ سکتی ہو۔ میرے نزدیک اُردو اپنے قواعد صرف و نحو۔ قواعد قرأت و تجوید قواعد املا اور لغت وغیرہ مین

بالکل خود مختار ہی۔

پرانے قاعدے میں ترمیم کی تجویز | مین نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہو اُس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ اُردو مین جسطرح کی فارسی ترکیبین رائج ہین وہ بالکل عام کردی جائین فارسی اور عربی لفظون کے لیے مخصوص نہ سمجھی جائین بالخصوص "خانہ" "گر" "ساز" "باز" "وان" "بان" "دلہ" کے ساتھ ہندی لفظون کو آزادی سے ترکیب دین۔ اور جن قاعدون سے یہ ترکیبین بنتی ہین اُنھین اُردو کی صرف و نحو مین داخل کرلین تاکہ لوگ انھین اُردو ہی کے قاعدے سمجھین۔ اور قواعد فارسی کے اتباع کا خیال پیدا ہی نہ ہونے پائے۔

تجویز پر اعتراض اور اُس کا جواب | مندرجہ بالا تجویز کی تائید مین جتنی دلیلین مین نے بیان کی ہین اُنھین رُد کرنے کے لیے بعض جلدباز ناظر ایک بھونڈی سی مثال پیش کردینا کافی سمجھین گے مثلاً کہا جاسکتا ہو کہ اس نئے قاعدے کے موافق "دیوار اینٹ" "لکڑی ہبول" "لٹھ بردار" "چٹھی نویس" کہنا بھی صحیح ہوگا۔

غیر فصیح ہو غلط ہونا | مین عرض کرون گا کہ صحیح تو ضرور ہوگا البتہ ممکن ہو کہ فصیح نہو۔ کلام کا عیب اور حُسن دوسری چیز ہو اور غلطی اور صحت دوسری چیز ہین، یا یون کہیے کہ اصول فصاحت اور ہین اور قواعد صرف و نحو اور ہین جسطرح بہت سے فقرے اور جملے ایسے ہوسکتے ہین کہ صحیح ہون مگر فصیح نہون اسی طرح بہت سی ترکیبین اس نئے قاعدے کے موافق ایسی بن سکین گی جو صحیح ہون مگر فصیح نہون۔ لیکن جسطرح صرف غیر فصیح ہونے کی بنا پر کوئی فقرہ یا جملہ غلط نہین کہا جاسکتا اسی طرح صرف غیر فصیح ہونے کی بنا پر کوئی ترکیب بھی غلط نہین کہی جاسکتی، اور جسطرح باوجود صحت غیر فصیح فقرون اور جملون سے پرہیز لازم ہو اسی طرح باوجود صحت غیر فصیح ترکیبون سے بھی بچنا چاہیے۔

فصاحت کے معاملہ مین کانون کا دخل ایک نکتہ | مگر کسی ترکیب کے غیر فصیح ہونے کا تصفیہ صرف اس بات سے نہونا چاہیے کہ اُس سے کان آشنا نہین ہین۔ بیشمار بالکل نئی ترکیبین ایسی ہوسکتی ہین جو فصاحت کی جان سمجھی جاسکین۔ ہان کانون کو ناگوار معلوم ہونا البتہ کسی ترکیب کے غیر فصیح ہونے کی دلیل ہوسکتا ہو لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر اوقات کوئی ترکیب صرف اس وجہ سے ناگوار معلوم ہوگی کہ وہ پُرانا قاعدہ ہمارے ذہن مین راسخ ہوچکا ہو اور ہم بلاارادہ عادتاً اُس کی پابندی کرتے ہین۔ مثلاً اگر کوئی شخص "دامن کوہ" کی جگہ "دامن پہاڑی" کہے تو فوراً یہ

---

[1] لوگ بالعموم انھین فارسی ترکیبین سمجھتے ہین اس لیے مین نے بھی اُن کے سمجھنے کے لیے انھین فارسی ترکیبین کہا ہو ورنہ مین تو اپنے اصول کے موافق اُن کو اُردو ترکیبین سمجھتا ہون۔ یہ دوسری بات ہو کہ لفظون کو باہم ترکیب دینے کا یہ طریقہ ہم نے فارسی زبان سے سیکھا ہو۔ ۱۲

اعتراض ہوگا کہ یہ ترکیب کانوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن اگر "پہاڑی" کسی شخص کا نام ہو اور "دامن پہاڑی" سے اس شخص کا دامن مراد ہو تو پھر کوئی اعتراض نہ رہیگا۔ اس مثال سے واضح ہوگا کہ یہ غیر فصیح ہونے کا اعتراض اسی پرانے قاعدے کی بنا پر تھا جو پہلے سے ہمارے ذہن میں موجود تھا۔ اس لیے کہ لفظ "پہاڑی" اسم نکرہ ہو یا معرفہ "دامن پہاڑی" کی ترکیب اگر خوشگوار ہے تو دونوں حالتوں میں ہے اور اگر ناگوار ہے تو دونوں صورتوں میں ہے۔

ایسی ترکیبیں جن میں دونوں لفظ فارسی یا عربی نہیں ہیں پھر بھی وہ غیر فصیح نہیں ہیں

اسی طرح "کچہری ایام" "سرزہ استاسیوں" "تار الکتریسی" "سٹ پچھمن" میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں عربی یا فارسی کے لفظ نہیں ہیں مگر چونکہ یہ ترکیبیں پرانے قاعدے کے موافق ہیں اس لیے کوئی انھیں غیر فصیح نہیں کہتا۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فارسی ترکیب کے دونوں لفظوں میں سے کسی ایک کا ہندی یا انگریزی لفظ ہونا اس ترکیب کو غیر فصیح قرار نہیں دیتا بلکہ اسی پرانے قاعدے کا وجود۔ اگر اس قاعدے سے قطع نظر کر لیا جائے تو ہزارہا ترکیبیں ایسی بن سکتی ہیں جو نہ تو کانوں کو ناگوار معلوم ہونگی نہ اور کسی طرح غیر فصیح کہی جا سکتی ہیں جیسے سواری ریل۔ موسم برسات۔ کنارہ میز۔ پایہ کرسی۔ کمرہ کمیٹی۔ افسر فوج۔ طلا آبدار۔ ناول فروش۔ خیرات خور۔ گاڑی خانہ۔ بوٹ ساز وغیرہ۔

زبان کی فطرت کے خلاف نہ چلو

حقیقت یہ ہے کہ اُن تمام قاعدوں کی طرح جو اردو میں فارسی عربی یا کسی دوسری زبان کی پیروی لازمی قرار دیتے ہیں یہ قاعدہ بھی اردو کی فطرت کے خلاف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل مدرسہ کی سخت کوششوں کے باوجود صدہا ترکیبیں مقررہ قاعدے کے خلاف رائج ہو گئی ہیں۔ یہی لوگ جو پہلے ان ترکیبوں کو سن کر ناک بھوں چڑھاتے ہوں گے اور ان کا زبان پر لانا جہل کی علامت سمجھتے ہوں گے آج انھیں بے تکلف بولتے ہیں۔ ایسی ترکیبوں کی چند مثالیں یہ ہیں۔ چور خانہ۔ کباڑ خانہ۔ مہمان خانہ۔ چھاپہ خانہ۔ ڈاک خانہ۔ پاگل خانہ۔ دیوان خانہ۔ چندہ خانہ۔ تیر باز۔ پتنگ باز۔ جال باز۔ دھوکہ باز۔ گھڑی ساز۔ گوٹہ ساز۔ چچا زاد۔ ماموں زاد۔ گاڑی بان۔ اگال دان۔ پاندان۔ پیچ دار۔ سمجھدار۔ پھندنے دار۔ چمکدار۔ گھنگھرو دار۔ تھانہ دار۔ چوکی دار۔ پہرہ دار۔ ٹھیکہ دار۔ ممبر انجمن۔ چندہ سالانہ۔ سکرٹری کانفرنس۔ انتظام میونسپلٹی۔ محکمہ جنگل۔ دفتر پولیس۔ کوتوال شہر۔ سرکار انگلشیہ۔ جج ہند۔ پیچ بند۔ بھالا بردار۔ چوب بردار۔ کاپی نویس۔ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ گلدستہ پوش۔ سیاہ پوش۔ ٹوپی پوش۔ کمربند۔ ہزاری تانت شی

# کرشمۂ عشق

(سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی۔ رامپور اسٹیٹ)

سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی مولف "بدیہہ گوئی" و ایڈیٹر رسالۂ ذخیرہ" مرحوم، کی عنایت سے ذیل مین ہم اُن کی زیر نگر مثنوی کا ابتدائی حصہ شایع کرتے ہین۔ پوری مثنوی غالباً پانچ ہزار اشعار پر مشتمل ہو۔ (ایڈیٹر)

بنام خدائے کمال آفرین
جلیل و جمیل و جمال آفرین

ہوا حسن و الفت کا خالق وہی
زمان و مکان سے ہے سابق وہی

کیا اس لیے پردۂ کُن کو چاک
کہ ہو ناظر ما تکون مشت خاک

محبت کا ہے ذرہ ذرہ مین نور
ہے اسی سے مکین و مکان کا ظہور

محبت سے خالی نہین کوئی شے
محبت سے ہر چیز معمور ہے

اسی آب سے ہے شجر مین بہار
اسی آگ کو ہے حجر مین قرار

اگر دل مین بلبل کے ہے گل کا داغ
تو پروانہ مصروف طوف چراغ

محبت کا قمری کی گردن مین طوق
محبت سے شمشاد سرمست شوق

محبت کا لالے کے دل مین ہے داغ
مہکتا ہے بوئے محبت سے باغ

جماد و نباتات و حیوان تمام
محبت کا دم بھرتے ہین صبح و شام

محبت ہے انسان کی لیکن کچھ اور
جُدا سب سے ہے اس کا انداز کا طور

محبت سے ہے ابتدا عشق کی
ہے ترک خودی انتہا عشق کی

ہے شرط محبت کا انجام عشق
کمال محبت کا ہے نام عشق

کہے کچھ زبان مین یہ طاقت نہین
خدا کی ہے قدرت محبت نہین

محبت ہے سرمایۂ امتیاز
محبت ہے پیرایۂ اہتزاز

اسے ساری خلقت پہ ہے برتری
کہ اس جنس کا ہے خدا مشتری

تھی روزِ ازل اک طرف کائنات
نفائس جو ہیں زیبِ زینِ حیات

زر و گوہر و عزت و ملک و جاہ
ہے دنیا کی قوموں کو جن جن کی چاہ

محبت تھی اک سمت جلوہ کناں
بظاہر سبک اور بباطن گراں

نہ عزت کا اس کی تھا کوئی قرین
یہی پلہ مائل تھا سوئے زمین

توازن جو اہر سے اصلا نہ تھا
تھا وسعت کا پلہ جو اُٹھتا نہ تھا

زمین پر جو خواہان یہ منزل کی تھی
اسی روز سے جستجو دل کی تھی

یہ دولت یہیں سے ہویدا ہوئی
کہ مخلوق سب دل سے شیدا ہوئی

محبت سے عیشِ نفس کا جام ہے
محبت کو منطق سے کیا کام ہے

شریعت نے اس کو رگِ جان کہا
تصوف نے نارِ فروزان کہا

کہ اک یادِ معشوق کو چھوڑ کر
جلا دے رگِ قلب کو توڑ کر

ہین اقسامِ آتش کے دنیا مین چار
نہین قسمِ خامس کا جسمین شمار

ہے اک آگ دنیا مین پھیلی ہوئی
کہ جسمین ہے سوزش بھی اور نور بھی

تھی وہ دوسری جسمین تھا صرف نور
جو چمکی تھی اک دن سرِ کوہِ طور

سراپا تھا گو بحرِ آتش مین غرق
شجر کی نضارت مین تھا کچھ نہ فرق

ہے پھر تیسری قسم نارِ سقر
ہمیشہ جو بے نور ہے شعلہ ور

ہین اہلِ عذاب ایسے آشفتہ حال
وہ ہین کالے شعلے جو ہونگے وبال

ہے قسم چہارم شجر کی وہ آگ
نمو سے زراعت کی ہے جسکو لاگ

شجر کی جڑون مین یہ مستور ہے
نہ گرمی ہے اس مین نہ کچھ نور ہے

ہے وہ پانچوین آگ اب کون سی
بقا یادِ معشوق کو جس نے دی

تھا جو کچھ کہ دل مین نہان جل گیا
مکین بچ گیا اور مکان جل گیا

ہوا اک شئے معینِ حیات و ممات
نہین ہے سمجھنے کے قابل یہ بات

جو ہین اہلِ تحقیق مغرب مین اب
ہین اس رائے پہ متفق سب کے سب

کہ جب ایک قوت کے دو نوجوان
کسی راہ مین ہوں نظارہ کنان

نکلتی ہین آنکھون سے دو بجلیان — ہے ان دونون کا ایک خط پر قران

لپٹتی ہے باہم نگہ سے نگاہ — پلٹتی نہین پھر وہ آنکھون کی راہ

جو ہوتا ہے جذبِ نظر ان کا کم — یہ ہے علتِ کرب و رنج و الم

ہے یہ قول جس کا وہ نادان ہے — بلند اس سے بھی عشق کی شان ہے

مساوی ہے گر شرطِ تاب و توان — تو کیون اپنے بچہ کی عاشق ہے مان

قوی اور کمزور ہے کس کی آنکھ — وہ بچہ کہ کھلتی نہین جس کی آنکھ

صدا ہے یہ منصور کی دار پر — نہین منحصر عشق دیدار پر

یہ قولِ ارسطو زبان پر ہے عام — کہ شرطِ محبت کا ہے عشق نام

ہون کیا عشق کے کارنامے بیان — دکھاتا ہے یہ طرفہ نیرنگیان

کہین ہے یہ سوز اور کہین ساز ہے — کہین ہے نیاز اور کہین ناز ہے

طریق اور دستور اس کا نیا — برابر اسے بادشاہ و گدا

طبیبے کہ دارد کفن بادوش — حکیمے کہ غارت کند عقل و ہوش

یہی قیسِ عامر کا اُستاد تھا — یہی دین و آئینِ فرہاد تھا

کیا ہاروت و ماروت کا یہ بشیر — کیا چاہِ بابل مین جس نے اسیر

اِسی نے زلیخا پہ ڈالی کمند — کیا اِس نے یعقوب کو دردمند

نہین کشتۂ عشق کا خونبہا — ہے مقتول اِس کا شہیدِ وفا

یہ ہے خنجرِ راہِ فنا و بقا — یہ بندے کو دیتا ہے حق سے مِلا

یہ ہے سحر بھی اور اعجاز بھی — یہ ہے رازدار اور غماز بھی

حقیقی کہین ہے مجازی کہین — ہے پستی کہین سرفرازی کہین

یہی عشق تو عین ایمان بھی ہے — یہی عشق انسان کی جان بھی ہے

غرض اِس کے اسلوب مجذوب ہین — محبت کے جوڑ ڈھنگ مین خوب ہین

اثر رکھتی ہے خوش جمالون کی آنکھ — غضب ڈھاتی ہے رونیوالون کی آنکھ

نظر یاس و حرمان کی بھاتی نہین — تڑپ قلب کی دیکھی جاتی نہین

کلیجے تک آتا ہے غم کا اثر
دُکھا دِل۔ اُٹھا ہائے دردِ جگر
محبت مین ہوش و خرد کھوئین گے
کلیجہ کوئی تھامے ہم رو دُین گے
غریب الوطن کا فسانہ اگر
سُنین گے تو بیتاب ہوگا جگر
اگر اشک غم شمع بھرلائیگی
سحر تک نہ بستر پہ نیند آئیگی
غریبون کی قبرون پہ گرجائینگے
گلے سے مزارون کو لپٹائینگے
جہان سے گذرنا نہ دیکھین گے ہم
جوانی کا مرنا نہ دیکھین گے ہم
زیادہ تڑپ اہل محفل کی ہے
یہ لو شمع کی کس جلے دل کی ہے
مزارون پہ جان حزین کھوئین گے
عزیزون کو ہم ڈھونڈھ کر رو دُین گے
یہ ہے آنکھ جن کی جگائی ہوئی
ہے تربت مین نیند اُن کو آئی ہوئی
نگاہین وہ کیا ہوگئین آہ آہ
برابر تھی جن سے محبت کی چاہ
یہ کس نے لحد سے پکارا ہمین
ارے بند آنکھون نے مارا ہمین
یہ تاثیر اجل کے پسینہ کی ہے
تباہی جو دل کے سفینہ کی ہے
نہین یہ جگہہ خلق مین سیر کی
تڑپتے ہین میت پہ بھی غیر کی
یہ کیون دوسرے دل کا ہوتا ہے غم
گرا ہے جو کوئی تو روتے ہین ہم
وہ ہو آہ گرم آہ یا سرد ہو
وہی دل ہے جسمین کہ کچھ درد ہو
نہ یہ حُسن والون کا انداز ہے
نہ یہ عشق ہے اور نہ یہ ساز ہے
غرض حاصل حُسن و اُلفت وہ ہے
خدا جسکو سمجھے محبت وہ ہے
آلٰہی مجھے عشق کا شوق دے
آلٰہی مجھے عشق کا ذوق دے
آلٰہی عطا کر دلِ بیقرار
چُھپا دے مری مشتِ گِل مین شرار
ملے عشق کی تجھ سے دولت مجھے
عطا ہو محبت مودت مجھے
محبت وہ عین عبادت جو ہے
مودت وہ اجرِ رسالت جو ہے
محبت ملے شاہِ لولاک کی
مودت ملے عترتِ پاک کی
رہے قلب مین عشق آلِ رسول
آلٰہی بحق علے و بتول

ہے یہ حاصل قلب اہلِ وفا ۔۔۔ محبت مودت پہ ہو خاتمہ
نہ تھے مرتے دم تک مودت لبے ۔۔۔ زبان پر مودت کی آیت[1] رہے

[1] لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۱۲

# قطراتِ اشک

باوجود قید و بند کی آزادی کے حریت دوست ہندوستانی وطن سے باہر بھی جلاوطنی کی سزا بھگت رہے ہیں انھیں میں سے ایک دوست نے ذیل کی نظم ناظرین الناظر کی ضیافتِ طبع کے لیے کوسٹینگ ٹام سے بھیجی ہے۔ (اڈیٹر)

بارِ ہجر وطن شدم نالان ۔۔۔ روز و شب از غمش سرشک فشان
ہست مدت کہ از وطن دورم ۔۔۔ از فراقش مدام رنجورم
پیش چشمم بود بلبل و نہار ۔۔۔ وطنم ہمچو "جنت الابرار"
منکہ از خاکِ پاکِ کشمیرم ۔۔۔ جائے دیگر نمے توان میرم
مثلِ من صد ہزار اہلِ وطن ۔۔۔ از ستم دربدر چہ مرد و چہ زن
ما رسیدہ ازین بہشت شدیم ۔۔۔ از ستم جانبِ کنشت شدیم
ہمچو گلہ رمید از ہر سو ۔۔۔ کوشبان تا کنیم سوئیش رو
کوشبان تا بزیر سایۂ خویش ۔۔۔ جمع آرد فراریٔ بزدیش
آہ و صد آہ نیست چوپانی ۔۔۔ این چنین تا کند نگہبانی
این تذلت کہ رو نما بنمود ۔۔۔ اثرِ عیش و نوش گویا بود
عیش بیجا است باعثِ ذلت ۔۔۔ زین سبب شد خراب این جنت
اے خدا ہمتے بما ہا دہ ۔۔۔ از کرم مہلتے بما ہا دہ
تا نمائیم کار خود اصلاح ۔۔۔ سر در آریم در طریقِ فلاح

"مہجورِ وطن"

# نقد و تبصرہ

## (الف) تصوّف

(۱) مناقب رزاقیہ۔ (فارسی) مولفہ حضرت ملا نظام الدین رح فرنگی محلی۔ تقطیع ۲۰ × ۲۶۔ حجم ۵۶ صفحہ قیمت ۸/ پتہ :- الناظر بک ایجنسی، وکٹوریہ اسٹریٹ۔ لکھنؤ

صوبۂ اودھ مین بانسہ کی درگاہ ایک خاص شہرت و امتیاز رکھتی ہی۔ بانسہ، بارہ بنکی کے ضلع مین ایک قدیم موضع کا نام ہی۔ ریلوے اسٹیشن صفدر گنج سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہی، آبادی مختصر آب و ہوا خوشگوار، شروع شوال مین ہر سال دھوم دھام سے میلہ لگتا ہی، زائرین کا ہجوم، دوکانداروں کی بھیڑ، تماشائیون کا انبوہ، ایک ہفتہ کے لیے گانؤن پر شہر کا دھوکا ہونے لگتا ہے جلب توجہ کا ایک بڑا سامان "آسیب زدہ" عورتون (کچھ مرد بھی ہوتے ہین) کا ہجوم ہوتا ہی، سال مین ہمیشہ ایک تعداد آسیب زدون کی ٹھہری رہتی ہی، عُرس کے زمانہ مین بہت بڑھ جاتی ہی، عام اعتقاد یہ ہی کہ صاحب مزار کے تصرف سے بھوت پریت، آسیب چڑیل جن وغیرہ اُتر جاتے ہین یا جل کر مر جاتے ہین۔

صاحب مزار کا اسم مبارک سیّد عبد الرزاق رح ہے۔ عوام مین "رزاک بابا" کے نام سے مشہور ہین۔ گیارھوین صدی ہجری کے وسط مین ولادت ہوئی۔ سنہ ۱۱۳۰ھ مین وفات پائی، سلسلۂ نسب سید کونین صلعم سے ملتا ہی، مشرب طریقت قادری تھا، فیوض باطنی سلطان الہند اجمیری رح کے دربار سے بھی حاصل کیے خلافت میر عبد الصمد "خدا نما" احمد آبادی سے پائی، سلسلۂ فیض بہت وسیع ہوا، ایک مستقل نظام طریقۂ رزاقیہ کی بنیاد پڑ گئی۔

مناقب رزاقیہ، فارسی زبان مین اسی بزرگ کی ایک مستند سرگذشت ہی، مولف خود اسی پایہ کے بزرگ گذرے ہین، جنکا نام مسلمانون کی علمی و تعلیمی تاریخ مین قیامت تک زندہ رہیگا یعنی ملا نظام الدین فرنگی محلی شارح ہدایۃ الحکمت و مسلم الثبوت و بانی درس نظامیہ علما، معاصرین کے لیے اُن کی شاگردی باعث افتخار و امتیاز تھی، اور اُن کے چلائے ہوے درس نظامیہ کا سکہ آج ہندستان کے گوشہ گوشہ مین چل رہا ہی، علامہ آزاد بلگرامی کی شہادت ملاحظہ ہو:-

امروز علما، اکثر قطر ہندوستان نسب تلمذ بہ مولوی دارند و کلاہ گوشہ تفاخری شکنند و کسی کہ سلسلہ تلمذ بہ اوی رساند بین الفضلاء بعلم امتیاز می افزاید۔ مردم بسیار را دیدہ شد کہ تحصیل جاہای دیگر کردند و برای اعتبار خاتمہ فراغ از مولوی گرفتند" (مآثر الکرام، ص ۲۲۰)

معقولات کے اس جید عالم، منقولات کے اس زبردست فاضل، علوم ظاہری کے اس استاذ الاساتذہ کو بالآخر دہیات کے ایک امی و حرف ناشناس کا حلقہ بگوش بننا پڑا، اور چند روز کے بعد خلعت خلافت سے سرفرازی حاصل کی۔

حضرت سید بانسوی کے ملفوظات و حالات، فضایل و مناقب، فارسی و اردو کی متعدد تالیفات مین ملتے ہین، لیکن جو مرتبہ استناد ملا صاحب کی مناقب رزاقیہ کو حاصل ہی، وہ اور کسی کے نصیب مین نہین۔ خوش اعتقادی اکثر احتیاط و ثقاہت اور بے احتیاطی و مبالغہ بیانی کے درمیان فرق مٹا دیتی ہی۔ لیکن ملا نظام الدین کا قلم تحقیق و احتیاط کا خوگر تھا۔ اس نے اپنے یہ اوصاف میدان عقیدت مین بھی قائم رکھے۔

کتاب پانچ حصون مین منقسم ہی۔ ملا صاحب اپنی زبان مین بجائے "فصل" کے "وصل" لکھتے ہین اور ان جیسے واصل حق کی زبان ہی، جو دنیا کو دعوت وصل دینے آیا ہو، وصل ہی کا لفظ اچھا بھی معلوم ہوتا ہی۔ پہلی فصل (ص۳-۸) مین اپنے مرشد کے نسب، حلیہ، واقعات وفات و سلاسل روحانی کو بیان کرتے ہین۔ دوسری فصل (ص۹-۱۴) مین عام اخلاق و خصایل و مجاہدات وغیرہ کا ذکر ہی۔ تیسری فصل (ص۱۵-۲۸) مین وہ ارشادات نقل کیے ہین، جو ہاتف غیب کی آواز سنکر زبان مبارک پر آتے تھے۔ چوتھی فصل (ص۲۹-۳۸) واقعات خواب و الہامات بیداری سے متعلق ہی۔ پانچوین فصل (ص۳۹-۵۲) متفرق واقعات کرامت و خرق عادت وغیرہ کی جامع ہی۔

ملا صاحب، چونکہ خود صاحب حال تھے، اس لیے اپنے مرشد کے واقعات زندگی و اقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بعض اہم مسایل کی بھی عقدہ کشائی کرتے جاتے ہین۔ مثلاً عام اعتقاد یہ ہی کہ خرق عادت کا وقوع صرف انبیاء سے ہو سکتا ہی، اولیاء سے نہین۔ ملا صاحب اس کے مخالف ہین۔ ان کے نزدیک خرق عادت پر انبیاء و اولیاء دونون قادر ہین۔ فرق صرف اصطلاح کا ہی۔ اگر وہ فعل مدعی نبوت سے اس کے دعوی کی تصدیق مین صادر ہوگا تو اسے معجزہ سے موسوم کرین گے۔ اور اگر محض طور پر کسی ولی سے صادر ہوگا تو کرامت کہا جائیگا

اسی طرح بعض دیگر مسائل مثلاً مسئلہ سماع، مسئلہ تناسخ، عدم تقید نماز، وغیرہ سے متعلق مولف کے ارشادات قابل دید و قابل توجہ ہین۔

ڈیڑھ سو سال سے زائد تک غیر مطبوع رہنے کے بعد اول اول کتاب سنہ ۱۳۱۲ھ مین شمس العلماء مولانا محمد نعیم فرنگی محلی و حضرت سید شاہ غلام جیلانی بانسوی قدس سرہما کے زیر اہتمام و تہذیب شائع ہوئی تھی۔ چند سال کے بعد بازار مین ناپید ہوگئی تھی۔ یہ دوسرا اڈیشن سید ممتاز احمد صاحب رزاقی (موجودہ سجادہ نشین بانسہ) و مولوی صبغت اللہ صاحب فرنگی محلی کے زیر اہتمام شائع ہوا ہی۔ پہلا اڈیشن متعدد قلمی نسخون سے مقابلہ کے بعد طبع ہوا تھا اور صحت کا غیر معمولی اہتمام رکھا گیا تھا۔ تہذیب کتاب مین ان دو مرحوم بزرگوار نے جس حیرت انگیز دیدہ ریزی و جانفشانی و باریک بینی کا ثبوت دیا تھا، اسکی نظیر ہندوستان کے موجودہ دور تالیف و تہذیب مین شاید ہی مل سکے،

## (ب) ادب

(۱) مکاتیب اکبر (بہ نام عزیز لکھنوی) تقطیع خرد ضخامت ۲۱۶ صفحہ ناشر: دائرہ ادبیہ لکھنؤ قیمت مجلد عمر غیر مجلد عہ/

حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم نہ صرف ایک اعلیٰ شاعر تھے۔ بلکہ نثر کے بھی مستند انشا پرداز تھے۔ پیش نظر رسالہ ان کے اُن خطوط کا مجموعہ ہی، جو سنہ ۱۹۰۹ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے درمیان مرحوم نے حضرت عزیز لکھنوی کے نام تحریر کیے تھے۔

شروع مین سولہ صفحہ کا ایک دلچسپ مقدمہ ہی، پھر نہایت مفصل فہرست مضامین مکاتیب ہی۔ اس کے بعد اکبر و عزیز کی تصویرین ہین، پھر حضرت اکبر کے ایک خط کا فوٹو ہی۔ صفحہ ۳۰ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہی۔

بہ خلاف مضامین و تصانیف کے، جو عام پبلک کے لیے لکھی جاتی ہین، خطوط کا دائرہ ہمیشہ نہایت محدود ہوتا ہی، یعنی اُن کا مخاطب صرف مکتوب الیہ ہوتا ہی اور ان کے مطالب سے پورا لطف صرف مکتوب الیہ یا اسکے چند مخصوص احباب ہی اُٹھا سکتے ہین، مکاتیب اکبر بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین۔ تاہم زبان کی سادگی و سلاست، بیان کی شوخی و بے تکلفی، واقعات حاضرہ پر دلچسپ و حکیمانہ اظہار رائے، معاصرین سے متعلق بلیغ اشارات اور بڑے بڑے مطالب کو مختصر عبارت مین ادا کر دینا، ان سب خصوصیات نے مل کر کتاب کا مطالعہ تمام شائقین ادب کے لیے نہایت خوشگوار بنا دیا ہی۔ بعض اقتباسات ملاحظہ ہون:۔

"مکرمی خواجہ صاحب نے سرسری طور پر کچھ نوٹ لکھ لیے ہین اُن مین فرو گذاشتین ہین۔ آپکا حسن ظن ہی کہ آپ نے پسندیدگی ظاہر کی۔ اگر زندگی باقی ہی اور توانائی پائی تو انشاء اللہ آپکی مشورت پر عمل کرون گا۔ آپ مین جو صفات ہین مین ابتک انکی داد نہین دے سکا۔ دعا یہ ہی کہ داد طلبی سے مستغنی ہو جائیے۔ ضعف بہت ہی۔ سوسائٹی سے دل کا تعلق بہت کم ہو گیا ہی اور ہوتا جاتا ہی۔ سودا اور خفقان ہی ؎

اظہار عقل مین ہین احباب گرم کوشش
اور مجھ کو فکر یہ ہی اپنا جنون چھپاؤن　　(صفحہ ۱۷۴)

"اخبار دیکھنے کو جی نہین چاہتا، طوفان بے تمیزی روز افزون ہی اصل یہ ہی کہ ہم خود خلاف موسم ہوتے جاتے ہین۔ ہر ایک مطلع ذی تصنیف ہی۔ خدا کرے آپ اتنا جئین کہ اسکی داد دے سکین ؎

بوڑھون کے ساتھ لوگ کہانتک وفا کرین
لیکن نہ موت آئے تو بوڑھے بھی کیا کرین　　(صفحہ ۸۵)

ع "سانس لیتا ہون تو اب خون کی بو آتی ہی" قیامت کا مصرع ہی۔ مجھکو کہنا چاہیے تھا آپ کی زبان سے کیونکر نکل گیا۔ آپ لکھتے ہین۔ خدا جانے شعر صحیح ہی یا نہین۔ ایسے شبہات کی مین بہت قدر کرتا ہون۔ معلوم ہوتا ہی کہ شاعر نے کمال آزادی مین اور ساری دنیا کے مذاق ادراک و فہم سے مستغنی ہو کر اپنا جذب دلی ظاہر کیا ہی اور اب اُسکو خیال آیا کہ آیا یہ آواز اُس عالم گرد و پیش کے موافق ہی یا نہین جسمین فطرت نے ہم کو جگہ دی ہی۔ . . . . . . .

کالج کے باب مین آپ نے پوچھا ہی۔ زمانہ کی موجین ہین۔ دیکھتے رہیے۔ یکجائی سے کیا قوت تھی افتراق سے کیا ضعف ہو گا۔ اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے ؎

شیعہ یہ کہہ رہے ہین کہ ہم داد خواہ ہین　　سُنی یہ کہہ رہے ہین کہ ہم بے گناہ ہین
ممبر یہ کہہ رہے ہین کہ ہم اہل جاہ ہین　　لیڈر یہ کہہ رہے ہین کہ ہم رو براہ ہین
صاحب یہ کہہ رہے ہین کہ ہم بادشاہ ہین　　کس کو خبر کہ حضرت اکبر تباہ ہین

(۲) حزن اختر۔ (مثنوی) مصنفہ واجد علی شاہ اختر والی سلطنت اودھ۔ مع تصویر مصنف و مقدمہ از مولانا عبدالحلیم صاحب شرر۔ تقطیع خورد۔ ضخامت ۹۴ صفحہ۔ ناشر ادارۂ ادبیہ لکھنؤ۔ قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۱۰

ایک مختصر مثنوی ہے، جسے "جانعالم" واجد علی شاہ آخری تاجدار اودھ نے زمانۂ قید فرنگ مین ۱۲۶۶ھ مین تصنیف کیا۔ پہلا ایڈیشن ۱۲۷۳ ہجری مین خود بادشاہ ہی کے مطبع واقع مٹیا برج (کلکتہ) مین شایع ہوکر اہل دربار مین تقسیم ہوگیا تھا، اُس کے بعد سے یہ رسالہ ناپید ہوگیا تھا، محبوب علی صاحب ناظم دائرہ ادبیہ نے اتنے عرصہ کی گمنامی و بے نشانی کے بعد اب از سر نو اسے شایع کیا ہے، اور شروع مین جان عالم کی عکسی شبیہ کے ساتھ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کے قلم سے ایک مقدمہ کا بھی اضافہ کیا ہے،

مثنوی گویا زمانہ اسیری کی خودنوشت سوانحعمری ہے، سلطان عالم نے اپنے مصائب کا حال اور اپنے حرم و اولاد کی تفصیل درج کی ہے۔ عبرت اندوزی اور تاریخی اہمیت کے پہلو سے کتاب قابل قدر ہے لیکن افسوس ہے کہ مثنوی شاعرانہ خوبیون سے خالی ہے، اور جس شے کو زمانہ موجودہ "مذاق سلیم" سے موسوم کرتا ہے اُس کا افسوسناک فقدان ہر ہر شعر مین محسوس ہوتا ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔

قیدخانہ مین رہ کر اپنا حال بیان کرتے ہین ؎

دلا کر تو اب حال اپنا بیان ۔۔۔ دعا اپنی صاحب کو کر ہر زبان
یہ احوال اعضا ہے جیسے کباب ۔۔۔ نہ زلفون مین بل ہے نہ وہ پیچ و تاب
نہ چہرہ کا وہ ڈھب نہ وہ دل کا حال ۔۔۔ ہر اک بال ہے جان و تن کو وبال
یہ آنکھون کا عالم ہے فوارے ہین ۔۔۔ داغ و جگر رنج کے مارے ہین
جو گرمی سے یہ لب پیاسے ہوے ۔۔۔ تو دندان کھیلین بتاسے ہوے
وہ زانو جو تھے رشک مہر منیر ۔۔۔ تو وہ ہوگئے غم سے نان شیر

اپنے ایک محترم حرم کو جب یون عریان کرکے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہین تو ذوق سلیم کی آنکھین نیچی ہونے پر مجبور ہو جاتی ہین ؎

وہ ہے جعفری بیگم مہ لقا ۔۔۔ خوش انداز نازک ادا خوشنما
لب سرخ برگ گل گلستان ۔۔۔ صدف گوہر صاف کا ہے دہان
سر لام ہے زلف زیبائے یار ۔۔۔ ہر اک تل ہے عارض کا مشک تتار
کھنچین اس طرح ابروؤن کی کمان ۔۔۔ کہ کشتی کو جا ضمر مین دہ پہلوان
حباب لب نہر مین چھپا تیان ۔۔۔ یم وصل مین نہر این چھپا تیان

## (ج) افسانہ

(۱) سیاحت ہوا۔ ترجمہ سید محمود اعظم فہمی۔ تقطیع خُرد۔ حجم ۲۱۶ صفحہ۔ قیمت عہ ناشر: دائرۂ ادبیہ لکھنؤ،

فرانسیسی زبان کا ایک ناول ہے جو فارسی زبان مین ترجمہ ہوا، اور فارسی کی وساطت سے اب اُردو مین منتقل ہوا ہے۔ جا بجا مترجم صاحبان نے حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ قصہ مین ہوائی جہازون کشتیون طیارون نیز فضاے ہوائی کے متعلق عام معلومات بہ کثرت دیے گئے ہین جن کی بنا عموماً جدید مغربی سائنس پر ہے، کتاب پلاٹ اور زبان دونون کے لحاظ سے اوسط درجہ کی ہے یعنی اگرچندان مستحق توصیف و ستائش نہین تو قابل اعتراض و گرفت بھی نہین۔

## (د) مسایل حاضرہ

(۱) ضرورت وقت۔ مصنفہ پروفیسر محمد تیمور، ایم اے، اسلامیہ کالج پشاور۔ تقطیع ۱۸ × ۲۲۔ حجم ۱۰۸ صفحہ قیمت عہ، ناشر: مصنف۔

مصنف نے رسالہ کا دوسرا عنوان "ضعف ملی کا علاج" رکھا ہے اور کتاب کو پانچ ابواب مین تقسیم کیا ہے باب اول مین یہ بتایا ہے کہ اہل ہند نے انگریزی زبان و علوم کو کن اغراض سے اب تک حاصل کیا، نیز یہ کہ حکومت انگریزی اور مشنریون نے مغربی علوم کی ترویج مین کیا مصالح سمجھے تھے۔ باب دوم مین مغربی علوم کے اقسام اور ان کے منافع کا موازنہ کیا ہے، باب سوم ہندوستان کی صنعتی پستی اور اُسکے اسباب پر بحث کرتا ہے۔ باب چہارم مین اس صنعتی پستی سے متعلق حکومت و اہل ملک کی ذمہ داریون کا بیان ہے۔ باب پنجم کا عنوان "عملی تجاویز" ہے اور باب ششم اس امر سے متعلق ہے کہ قومی ترقی کے لیے کن اخلاق کی ضرورت ہے۔

مصنف کا طرز بیان سنجیدہ و عالمانہ ہے، ہندوستان کے قومی لٹریچر کا معلوم ہوتا ہے انھون نے وسیع مطالعہ کیا ہے، اور تعلیمی، اقتصادی، و حرفتی رپورٹون کے اعداد و معلومات ایک بہت بڑی حد تک انکی نظر مین ہین لیکن افسوس ہے کہ انکی تشخیص مرض و طریق علاج سے ایک لمحہ کے لیے بھی متفق نہین ہو سکتے انکا زاویۂ نگاہ تمامتر مادی ہے، اُن کے نزدیک ہندوستان کے زوال کا باعث اسکی صنعتی پستی ہے، چنانچہ اگر یہان کافی تعداد مین کارخانے مع اپنے جملہ لوازم کے قایم ہو جائین تو ہندوستان ابھی یورپ، امریکہ و جاپان کا ہمسر ہو سکتا ہے، اور یہی انکے نزدیک معراج ترقی و معیار کمال ہے اس فلسفہ کا ایک ایک جزئیہ غلط و گمراہ کن ہے۔ اور مصنف صاحب کی دلیل کے دونون مقدمات خصوصیت کے ساتھ باطل و بے بنیاد ہین۔ نہ ہندوستان یورپ بن سکتا ہے اور نہ یورپ بن جانا ترقی کے مترادف ہے۔ ہمارے

نزدیک عبرت کا اس سے بڑھکر منظر اور کوئی نہین ہو سکتا کہ جس صنعتی تمدن کی لعنت سے خود یورپ بلبلا اُٹھا ہے اور جس کے شکنجہ مین پڑکر وہ خود قریب الموت ہو رہا ہے اُسی لعنت کی جانب ہمارے نام نہاد مصلحین و معالجین غریب مشرق کو دعوت دے رہے ہین صنعتی تمدن بیچارہ مشرق پر ابھی کچھ روز رحم کرے اور پہلے اپنے پرستار قدیم، یورپ کو تو ہلاکت و بربادی سے بچالے

## (ھ) رسایل و جراید

(۱) نوائے ہند۔ جلد اول نمبر اول۔ آج سے دو ڈھائی سال قبل کیمبرج کے بعض باہمت طلبہ نے نوائے کیمبرج کے نام سے ایک اُردو سہ ماہی رسالہ رسالہ نکالنے کی ہمت کی تھی۔ چنانچہ پہلا نمبر آب و تاب سے نکلا لیکن وہی اشاعت آخری اشاعت بھی ثابت ہوئی۔ اب اسی روح نے نوائے ہند کا قالب اختیار کیا ہے اور بجائے سہ ماہی کے ششماہی شایع ہوا کرے گا،

پہلا نمبر رسالہ اُردو کی تقطیع پر ۹۶ صفحہ کی ضخامت کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ ظاہری پہلو سے کاغذ، طباعت کتابت، سر ورق، ہر شے نفیس اور اعلےٰ قسم کی ہے معنوی اعتبار سے بھی رسالہ کچھ کم درجہ کا نہین مضامین نثر اوسط درجہ کے ہین، اور اس لحاظ سے کہ سب طلبہ ہی کی کاوش دماغ کے نتائج ہین، مستحق تحسین و ستایش ہین "ہماری زبان" والا مضمون خصوصیت کے ساتھ قابل غور و توجہ ہے، البتہ حصہ نظم، باستثنا اکبر کی نظم کے پست ہے، خصوصاً غزلیات تو کسی طرح اس قابل نہین، کہ اُردو کے وطن سے چھ ہزار میل کے فاصلہ پر انھین شرف اشاعت بخشا جاے۔

کوائف کیمبرج کے ذیل مین ۵۵ و ۵۶ پر "رزولیوشن" کے مرادف متعدد بار لفظ "مباحثہ" یا "مضمون مباحثہ" استعمال کیا گیا ہے اس موقع کے لیے اُردو مین صحیح لفظ "تجویز" یا "تحریک" ہے بجائے "مباحثہ منسترد ہوا" کے کہنا چاہیے کہ "تجویز" یا "تحریک" استرد ہوئی"۔ کوائف کیمبرج و آکسفرڈ کی زبان بھی پھیکی ہے اور طلبہ کے رسالہ کے لیے یہ پھیکا پن اور زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ تاہم طلبہ کی ترقی و ترویج اُردو کے باب مین یہ کوشش تمام ہواخواہان اردو کی جانب سے عملی ہمدردی اور ہمت افزائی کی مستحق ہے۔ خدا ان کے اس شوق کو قائم رکھے، اور اس مین مزید قوت و برکت پیدا کرے۔ رسالہ کی قیمت، خریداری وغیرہ کے لیے دفتر انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن سے مراسلت کرنا چاہیے۔

(۲) ہمایون (لاہور) جلد ۳۔ نمبر اول۔

یہ پانچ جزو کا ماہوار رسالہ جسٹس میاں محمد شاہ دین مرحوم کی یادگار میں لاہور سے ایک سال سے ادب اُردو کی اچھی خدمت کر رہا ہے۔ پیش نظر نمبر سے اپنی زندگی کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اس نمبر میں حصۂ نثر میں تاجور صاحب کا مضمون نظم غیر مقفیٰ پر اور مرزا محمد سعید صاحب کا مضمون شاعری و نفسیات پر قابل مطالعہ ہیں۔ تاجور صاحب نے اُردو میں بے قافیہ نظم کی ترویج پر جس عالمانہ و دلنشین پیرایہ میں بحث کی ہے وہ تمام علم دوست اصحاب کے لیے لائق غور و توجہ ہے۔ حصۂ نظم میں حضرت گرامی کے فارسی اشعار داد و تحسین سے مستغنی ہیں۔ سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔ پتہ :۔ دفتر ہمایوں منٹگمری روڈ۔ لاہور۔

(۳) نگار۔ جلد ۳۔ نمبر اول۔

یہ رسالہ بھی سال بھر سے نیاز فتحپوری صاحب کی زیر ادارت بھوپال سے نکل رہا ہے اور ادبی اور سائنٹفک مضامین شایع کرتا رہتا ہے۔ جو لوگ نیاز صاحب کے طرز تحریر کے دلدادہ ہیں اُن کے مذاق کا پورا سامان اُس کے صفحات میں موجود رہتا ہے زیر نظر نمبر کے مضامین بھی اسی رنگ کے ہیں۔ قیمت پانچ روپیہ سالانہ پتہ :۔ دفتر نگار۔ بھوپال۔

(۴) دین و دنیا۔ (دہلی) نمبر اول۔ جلد ۳

یہ رسالہ اپنی نوعیت میں سارے ہندوستان میں فرد ہے۔ آغاز میں چند صفحہ بالالتزام خواجہ حسن نظامی صاحب کے قلم کے ہوتے ہیں۔ اُن کی دلچسپی کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ حمد و نعت میں نظمیں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد تفسیر کلام مجید، شرح مثنوی مولانائے روم، شرح دیوان حافظ، و شرح گلستان سعدی کے لیے ایک ایک صفحہ وقف رہتا ہے، اور یہ تمام شرحیں عامیانہ نہیں عالمانہ ہوتی ہیں، ساتھ ہی زبان نہایت صاف و سلیس ہوتی ہے۔ ایک دلآویز سبق آموز افسانہ بھی پرچہ میں ہوتا ہے۔ عام مضامین دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ ایسے جنہیں مختلف دنیوی مسائل کی تشریح ہوتی ہے، اور کچھ ایسے جنہیں مختلف دنیوی ضروریات متعلق بہ صنعت و حرفت، تجارت وغیرہ کی بابت مفید ہدایات ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ سارے خصوصیات اشاعت زیر تبصرہ میں بھی موجود ہیں۔ پرچہ زبان، نوعیت مضامین اور معلومات، ہر لحاظ سے قابل قدر ہوتا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ محاسن ظاہری و معنوی کی اس جامعیت کے ساتھ، اور کاغذ و سامان طباعت کی موجودہ گرانی کے باوجود سالانہ قیمت صرف دو روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ :۔ دفتر رسالہ دین و دنیا۔ دہلی۔

(۵) جامعہ ۔ نمبر اول۔ جلد اول۔

مولانا محمد علی کی قائم کردہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ کالج کا یہ ماہوار رسالہ ہی جسکا صرف پہلا نمبر ابتک شایع ہوا ہی۔ عنان ادارت مولوی نور الرحمن بی اے کے ہاتھ مین ہی جن کا نام الناظر کے لیے نامانوس نہین مضامین عموماً طلبہ ہی کے لکھے ہوے ہین اور اچھے خاصے ہین نثر مین مولوی محمد مسلم ایم اے کا مضمون موجودہ ایرانی شاعری پر اور نظم مین اقبال سہیل صاحب کی "دعاے صادقہ" خصوصیت کے ساتھ قابل داد ہین، دعا ہے کہ رسالہ کو توت ترقی و حیات طویل نصیب ہو۔ حجم ۶۵ صفحہ قیمت للعہ رسالانہ پتہ دفتر رسالہ جامعہ ملیہ اسلامیہ (مسلم نیشنل یونیورسٹی) علی گڈھ۔ (اُس کے بعد رسالہ کا دوسرا نمبر بھی وصول ہو گیا)

(۶) علی گڈھ میگزین۔ جلد ۲۔ نمبر ۱ و ۲

علی گڈھ کالج کا ماہانہ رسالہ اپنی زندگی مین بہیون انقلابات دیکھ چکا ہی، ایک زمانہ مین مولانا شبلی اسکے ایڈیٹر تھے، اور دُنیاے ادب کی بہترین شخصیتین اس مین مضمون نگاری کرنا باعث فخر سمجھتی تھین، اسکے بعد اسکے نام، اُس کی شکل و صورت، اور اُسکی معنویت پر مد و جزر کے مختلف دور آتے رہے، تا آنکہ اب یہ پرچہ کلیۃً طلبہ کے ہاتھ مین آگیا ہی، وقت کی عدم پابندی اس کا قدیم شعار رہی ہی، اُسے قائم رکھنا غالباً وضعداری کے مفہوم مین داخل سمجھا جاے۔ موجودہ نمبر جنوری و فروری کا ڈبل نمبر ہی جو ۹۴ صفحہ کی ضخامت کے ساتھ نکلا ہی، مضامین متعدد اور دلچسپ ہین مضمون نگارون مین قابل ذکر خواجہ حسن نظامی، سید سجاد حیدر، آغا حیدر دہلوی، پروفیسر رشید احمد صدیقی، سید اعجاز حسین بی اے ہین۔ اور شاعرون مین حضرت اقبال، حضرت گرامی و حضرت جوش ملیح آبادی کے اسماء گرامی اُسکے صفحات کی زینت کو بڑھا رہے ہین قیمت سالانہ صہ، پتہ دفتر علی گڈھ میگزین۔ علی گڈھ

(۷) شباب اُردو (لاہور) جلد ۶۔ نمبر ۵

ادب اُردو کا یہ رسالہ تین ساڑھے تین سال سے شایع ہو رہا ہی، اسکی ایک نادر خصوصیت یہ ہے کہ سرورق پر ہر ماہ سارے ایڈیٹوریل اسٹاف، یعنے ایڈیٹر، آنریری ایڈیٹر جائنٹ ایڈیٹر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کے اسماء مبارک کی نمایش ہوتی رہتی ہی، ممکن ہی یہ اعلان ترقی اشاعت مین موثر پایا گیا ہو، پیش نظر نمبر ۲۷ صفحہ کا ہی اور اتنے صفحات مین چھوٹے بڑے اہم مضامین کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ اس سے بھی نوعیت مضامین کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ قیمت سالانہ عہ پتہ، شباب اُردو، لاہور۔

(۸) الکمال (لاہور) جلد اول۔ نمبر ۳۔

ایک جدید رسالہ جس کے قلمرو مین، مذہب، ادب، تاریخ، طب، تجارت، صنعت و حرفت" شامل ہین باقی اور علوم و فنون مثلاً "نجوم، رمل، جفر، کہانت" وغیرہ کا ذکر کرنا شاید ازراہ انکسار رہ گیا ہے۔ تاہم رسالہ فی الجملہ دلچسپ ہے، اور مضامین (مثلاً "دربار طب" اور "شرع کا خون") ایسے ہین جو ہر رسالہ کے لیے باعث زینت ہو سکتے تھے۔ حجم ۴۸ صفحہ قیمت بہ اختلاف کاغذ للعہ، دعا/

(۹) نظام کالج اُردو میگزین۔ نمبر اول۔ جلد اول۔

مشہور و مرکزی درسگاہون سے مخصوص مقاصد کے لیے رسائل کا نکلتے رہنا ایک عام دستور ہو گیا ہے۔ پیش نظر رسالہ حیدرآباد کے مشہور و قدیم نظام کالج کا رسالہ ہے۔ مضامین اوسط درجہ کے ہین ضخامت ۵۴ صفحہ قیمت سالانہ للعہ، پتہ، نظام کالج میگزین حیدرآباد دکن۔ تعجب ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کو اب تک اپنا رسالہ نکالنے کا خیال نہین پیدا ہوا۔

(۱۰) نونہال (لاہور) جلد ۲ نمبر ۱۲

یہ ہفتہ وار مشہور رسالہ بچون اور بچیون کے لیے لاہور سے حکیم احمد شجاع بی اے کی ادارت مین نکلتا رہتا ہے اور اپنے رنگ مین مفید خدمت انجام دے رہا ہے۔ زیر نظر نمبر اپنی عام خوبیون کا جامع ہے اور کہانیون سبقون اور نظمون کا ایک دلچسپ دلکش آمد مجموعہ ہے۔

---

# مکتوب زائر حرم

ایڈیٹر صاحب الناظر۔

مولوی ظفر الملک صاحب کا تازہ عنایت نامہ اس نمبر مین اُن کی اجازت و علم کے بغیر اپنی ذمہ داری پر اشاعت کے لیے بھیجتا ہون، ان کے اس خواب پر ہزار دن شب بیداریان قربان ہون میرے دل مین تو یہ خط پڑھکر رشک کا جذبہ پیدا ہوا۔ ممکن ہے بعض اور ناظرین بھی میرے اس جذبہ مین شریک ہون ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء وہ خواب کی تعبیر دریافت فرماتے ہین مجھے اُنکے بھولے پن پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ خواب خود اپنی تعبیر ہے زیارت اقدس پر اگر حیات جاوید کا اطلاق نہین ہو سکتا، تو مین نہین جانتا، پھر کس دوسرے مفہوم پر ہو سکتا ہے بس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد کسی اور مرتبہ کی تمنا ہی بے معنی ہے۔

آنکس کہ ترا بدید جان را چہ کند     فرزند و عیال و خانمان را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی     دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

شہادت کا مرتبہ بے شبہ بہت بلند و ارفع ہے، لیکن شاید اس سے بھی بلند تر مرتبہ صدیقیت کا ہے۔ اور مقبولیت بارگاہ نبوی سے بڑھ کر صدیقیت کی کوئی دلیل خیال مین نہین آسکتی۔ والسلام

عبدالماجد۔ دریاباد۔ بارہ بنکی

---

۷۸۶

جہاز ہمایون (قریب عدن)     پنجشنبہ ۳۔ مئی ۱۹۲۳ء

مکرمی۔ سلام مسنون۔ کراچی سے ایک عریضہ بھیج چکا ہون۔ کل جہاز عدن ہو پہنچنے والا ہے صرف چند گھنٹے ڈاکٹری معاینہ کی غرض سے ٹھہرنا ہوتا ہے اور ہندوستانیون کو وطن خطوط بھیجنے کا موقع ملجاتا ہے۔ اسی امید مین یہ سطور لکھ رہا ہون۔ ضلع بارہ بنکی کے جو لوگ اس جہاز پر ہین دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ دریاباد اور علی آباد کے لوگ ہین۔ ایک شخص........ سے گفتگو آئی تو وہ آپ لوگون سے واقف نکلا.......

سفر ابتک بخیر و خوبی گذرا ہے۔ البتہ ایک بات آپ کو لکھنے کے قابل گذری ہے لکھنؤ سے روانگی کے وقت مجھپر کسی قدر مایوسی کا عالم طاری تھا۔ گویا مین وطن سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہون۔ روانگی کے بعد یہ حالت جاتی رہی تھی۔ بمبئی مین یہ خیال پیدا ہوا کہ تو اپنی آلودگیون کے باعث اُس مقدس سرزمین پر حاضر ہونے کے قابل نہین۔ یہ خیال بعض اوقات اتنا ترقی کر جاتا تھا کہ ٹکٹ جہاز خرید چکنے کے بعد طبیعت فسخ عزم پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ کراچی تک یہی حال رہا، اُس کے بعد جب واپسی کی تمام توقعات منقطع ہو گئین تو یہ کیفیت زائل ہوئی۔ دوشنبہ کی رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ مین روضۂ اقدس پر حاضر ہون۔ مزار شریف سے دور ایک مقام پر مراقب ہوا تو حضورؐ برآمد ہو گئے اور محبت کی نگاہون سے دیکھ کر فرمانے لگے کہ مانگ جو تیرا جی چاہے۔ مین متامل ہوا تو پھر نہایت لہاؤ کے ساتھ جیسے ماں اپنے بچے سے کہتی ہے باصرار فرمایا کہ مانگ۔ مین نے عرض کیا کہ زندگی جاوید۔ معاً خیال آیا کہ شیطان اور اُس کی ذریت بھی ابداً ابداً زندہ رہے گی اس لیے فوراً ہی یہ جملہ اضافہ کیا۔ مگر اسلام کے ساتھ حضورؐ نے اس کو منظور فرمایا اور فرمایا کہ اچھا اپنے گھر جاؤ اور یہ معلوم کر کے کہ میرے پاس زادِ راہ کم ہے کچھ روپیہ مجھے مرحمت فرمایا

اور فرمایا کہ کل اور ملے گا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

مین نہین کہہ سکتا کہ اس خواب کا کیا اثر ہوگا ممکن ہی کہ محض داہمہ کی خلاقی ہو کیونکہ یکشنبہ کی شام کو گرامی کا یہ شعر کئی دفعہ زبان پر آیا تھا۔

پور مریم مردہ را زندہ کند　　خواجہ ما زندہ را زندہ کند

لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی ہوتا ہی کہ اس سے پہلے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہوئی تھی۔ گو صورت اب بھی یاد نہین مگر آنکھ کھلنے کے وقت یاد یہی پڑا کہ یہ ساری گفتگو حضور ہی سے ہوئی اس لیے یقیناً خواب صحیح ہوگا اور اُس کے بعد اُسکی یہ تعبیر ذہن مین آتی ہی کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ خواہ عنقریب یا بعد کو۔ واللہ اعلم کیا معتقد رہین ہر آپ کو اس لیے لکھتا ہون کہ . . . . . . . اور مثنوی کو برابر مطالعہ کرتے رہتے ہین ممکن ہی کہ کوئی تعبیر مناسب ذہن مین آئے۔ تو امیدوار ہون کہ مطلع فرمائین گے انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵ رمضان المبارک تک حرم محترم مین حاضر ہوجاؤن گا۔ اور وہان سے شوال کے پہلے قافلہ مین مدینۃ الرسول کے واسطے روانگی ہوسکے گی۔ آپ کو یہ عریضہ ۱۵ اپریل تک مل جانا چاہیے۔ اگر آپ فوراً جواب دین تو مدینہ منورہ مین مل سکتا ہی . . . . . . . . عجب نہین کہ آپ کا خط اور مین قریب ہی قریب مدینہ منورہ مین داخل ہون۔

مئی کے الناظر کے لیے نظرثانی کرکے اسی ڈاک سے لکھنؤ بھیج رہا ہون خدا کرے کہ وقت پر پہونچ جائے امید ہی کہ آپ معہ اہل خاندان بخیریت ہون گے۔　　خاکسار

ظفر الملک

# اعتذار

ہر چند جانتا ہون کہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہی مگر محض بطور اظہار واقعہ ناظرین کرام کی خدمت مین کچھ گذارش کرنیکی جرأت کرتا ہون۔

مئی کا الناظر جسکو ۱۵ مئی کو شایع ہوجانا چاہیے تھا آج شایع ہورہا ہے۔ نظرثانی [illegible] آخری مضمون ۱۷ مئی ۱۹۲۲ء کو عدن سے وصول ہوا ہی جسکے بعد ہی عید الفطر کے واقع ہوجانے [illegible] کردی ہی مگر اسکی تلافی اسطرح کردی گئی ہی کہ آپ حجم معمول سے زیادہ ہوگیا ہی۔

# نظرے خوش گذرے

مین ۱۶ اپریل کو لکھنؤ سے روانہ ہوا اور ایک ہفتہ بعد بمبئی سے جہاز ہمایون پر سوار ہو کر جدہ جا رہا ہون۔ انشاء اللہ العزیز ۵ا مئی تک حرم محترم کی زیارت سے مشرف ہو جاؤن گا۔ یہ چند سطرین جہاز پر اس امید مین لکھ رہا ہون کہ عدن سے روانہ کر سکون گا اور عدن مین کسی سبب سے موقع نہ ملا تو پھر جدہ سے بھیج سکون گا۔ مکہ معظمہ مین ہفتہ عشرہ قیام کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا قصد ہی اور ارض حجاز کی دلبستگیون سے مہلت ملے گی تو انشاء اللہ قافلہ یثرب کی روانگی سے قبل جون نمبر کے لیے بھی کچھ لکھنے کی کوشش کرون گا۔ اگر اشاعت رسالہ کے وقت تک خطوط لکھنؤ نہ پہونچ سکین اور کوئی پرچہ اس عنوان کے مضامین سے خالی رہ جاے تو امید ہی کہ ناظرین کرام سفر کی مجبوریون اور رسل و رسائل کی دشواریون پر نظر فرما کر مجھے مورد الزام نہ بنائین گے

سفر کی تیاریون نے اپریل نمبر کو مکمل کرنے کا موقع نہ دیا اور جلدی مین جتنا لکھا جا سکا کاتب صاحب کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور اگرچہ کافی وقفہ گذر جانے اور انتظامات سفر بحری کی مصروفیتون کے باعث خیالات کا وہ سلسلہ منتشر ہو گیا جو لکھنؤ کے گذشتہ جلسہ ہاے مسلم لیگ و مرکزی خلافت کمیٹی کے بارہ مین ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا تھا۔ تاہم مرکزی خلافت کمیٹی کے معاملہ کی اہمیت اسکی مقتضی ہی کہ ارباب راے کے سامنے اصلی حالات بیان کیے جائین۔

**الناظر** کے کسی گذشتہ نمبر مین ناظرین پڑھ چکے ہین کہ اکتوبر ۱۹۲۲ء مین خلافت کمیٹی کا جلسہ دہلی مین منعقد ہوا تھا اور اُس جلسہ مین پانچ اصحاب کا ایک تحقیقاتی کمیشن دفتر خلافت کمیٹی کی جانچ کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ اِس کمیٹی نے جو رپورٹ کلکتہ کے جلسہ مین (غالباً نومبر کے آخر یا دسمبر کے شروع مین) پیش کی اُسے جناب حکیم اجمل خان صاحب و دیگر بزرگان قوم نے دبا دیا اور اسکی مطبوعہ کاپیان تلف کرا دین۔ کیا کوئی صاحب مطلع فرمائین گے کہ یہ رپورٹ جامعہ ملیہ مین کس کے حکم سے چھپی تھی اور اُسکے مصارف طبع کس نے برداشت کیے؟ —— اس کے بعد اُن ارکان نے ایک دوسری رپورٹ مرتب کی جو گیا کے جلسہ مین پیش ہو کر باقاعدہ داخل دفتر ہوئی۔ گذشتہ فروری مین جب مرکزی خلافت کمیٹی کا جلسہ علی گڈھ مین منعقد ہوا تو علی گڈھ کی

کو (جو مسلم یونیورسٹی علی گڈہ کا اگرچہ آرگن نہین مگر اُس کے بعض ارکان مقامی کا خدمت گذار ضرور ہی) اُس سابقہ رپورٹ کا ایک نسخہ مل گیا اور اُس نے اپنی ایک اشاعت مین اُسے بتمام وکمال چھاپ کر ملک مین کافی طور پر مشتہر کردیا۔ علی گڈھ گزٹ سے اُن دیگر اخبارات نے بھی اس رپورٹ کو نقل کر لیا جو ہوم رول انوا حکومت کے مدعی یا مرکزی خلافت کمیٹی سے اختلاف رکھتے ہین اور ایک صاحب نے جو خود بھی ماشاءاللہ ایک خلافت کمیٹی کے رکن ہین اور اس سے مستفیض بھی ہوتے رہے ہین اس کا ترجمہ کلکتہ کے مشہور اینگلو انڈین اخبار اسٹیٹسمین مین شایع کرادیا۔ صاحب مذکور چونکہ اُس اخبار کے نامہ نگار خصوصی ہین اس لیے غالباً ان کا ضمیر اس کارروائی کے بارہ مین مطمئن ہوگا لیکن خلافت کمیٹی کے حقوق کا نظر انداز ہوجانا یقیناً لائق تأسف ہی۔

اسٹیٹسمین مین اس رپورٹ کا شایع ہونا تھا کہ ملک بھر مین اس سرے سے اُس سرے تک ایک آگ سی لگ گئی خصوصاً اینگلو انڈین اور لبرل پارٹی کے اخبارات کو تو خلافت کمیٹی پر لعن طعن کرنے کا خوب ہی موقع ملا اور اُنھون نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے مین کوتاہی نہین کی۔ اس آگ کو فرو کرنے کے لیے اور جو ہیجان خود عامۃ المسلمین کے خیالات مین اشاعت سے پیدا ہوگیا تھا اُس کو دفع کرنیکے لیے مرکزی کمیٹی کے کارکنون کو ایڑی چوٹی کا سارا زور صرف کرنا پڑا چنانچہ لکھنؤ مین مسلم لیگ کے جلسہ کی خبر پاکر مرکزی خلافت کمیٹی کا ایک جلسہ بھی کردیا گیا اور اس موقع پر ایک مطبوعہ بیان انگریزی اور اُردو مین اسٹیٹسمین کی رپورٹ کے خلاف شایع کیا گیا۔ ایک سکرٹری صاحب نے اپنے دفتر کی صفائی کے لیے یہان تک اہتمام کیا کہ صندوق کے صندوق بھر کر تمام رسائد اور مطالبات و دیگر حسابی کاغذات لکھنؤ اُٹھا لائے۔ اور مین اُنھین قابل مبارکباد سمجھتا ہون کہ نہ صرف جلسہ کے سامنے اُن کو سرخروئی حاصل ہوئی بلکہ اُس تحقیقاتی کمیشن کے بعض ارکان سے ایک اچھی نامہ بھی انھین حاصل ہوگیا۔ اور اب اُس کے بعد ایک عدالت مین مجسٹریٹ کی زبان سے اسنادی الفاظ سُن لینے کے علاوہ اخبارات ہمدم لکھنؤ و مسلمان کلکتہ کی طمانیت آمیز تحریرون کے ساتھ ہی خود اسٹیٹسمین کی طرف سے بھی اس مفہوم کا ایک بیان شایع ہوگیا ہی کہ جو رپورٹ اُس کے کالمون مین شایع ہوئی تھی وہ قابل اعتماد اور صحیح نہین ہی۔ ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔ لیکن جو واقعات وحالات مسلسل کئی ماہ کی تلاش و جستجو کے بعد میرے علم مین آئے ہین اُن کی بنا پر سکرٹری مجلس مرکزیہ مجھے معاف فرمائین اگر مین اُنکی

خدمت مین یہ عرض کرنے کی جرأت کرون،

مین زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہہ دون
اُسے کیا کرون کہ دل کو نہین اعتبار ہوتا

یہ سچ ہی کہ یہ رپورٹ جو مخالفین نے مشتہر کر دی ہی وہ نہین ہی جو مجلس مرکزیہ کے جلسہ گیا مین پیش ہوئی تھی مگر اِس امر واقعہ سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ یہ رپورٹ اُسی تحقیقاتی کمیشن کی مرتب کردہ تھی جسکے بعض اراکین نے کمال جسارت سے اب اُس سے اپنی بے تعلقی ظاہر کی ہی اور اگرچہ اس کے تسلیم کرنے مین کسی کو کلام نہین ہو سکتا کہ یہ رپورٹ جبکہ خود اُسکے مرتبون نے اُسے مسترد ہو جانے دیا تھا کسی باقاعدہ رپورٹ کی مرادف نہین ہو سکتی لیکن اُس کے یہ معنی بھی نہین لیے جا سکتے کہ جو مواد اسمین موجود ہی وہ بالکل بے اصل ہی یا اُس کے تمام بیانات قطعاً ناقابل اعتماد ہین۔ سطور آئندہ مین ہم کسی قدر تفصیل سے ساتھ بتانا چاہتے ہین کہ یہ رپورٹ کیون اور کن حالات مین لکھی گئی تھی جس سے ارباب رائے کو معاملات کی تہ تک پہونچنے مین مدد ملے گی۔

واقعہ یہ ہی کہ مرکزی خلافت کمیٹی کی حالت عرصہ سے ایک بساط شطرنج کے موافق ہو رہی ہی جسپر متعدد عہدہ داران اور وہ ارکان کمیٹی جو مختلف حیثیتون اور طریقون سے خلافت کمیٹیون پر اثر انداز ہوتے اور اُن کے سرمایہ اور انتظامات پر قابو رکھتے ہین اپنی اپنی چالین کھیلتے رہتے ہین شطرنج مین سیاہ و سفید یا سُرخ و سبز دو رنگ کے مُہرے ہوتے ہین۔ یہان بھی اگرچہ رنگ بظاہر متعدد ہین مگر حقیقت مین دو پارٹیان کھلی ہوئی موجود ہین۔ ایک پارٹی سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر مرکزی خلافت کمیٹی اور مسٹر احمد صدیق کھتری معتمد مرکزی کمیٹی کی ہی جسے شمالی ہند کے بعض معززین اور صوبجاتی کمیٹیون کے بعض عہدہ داران کی حمایت و تائید بھی حاصل ہی۔ اور دوسری پارٹی علی گڈھ کے اُن کھلنڈرون کی ہی جو مرکزی کمیٹی کا دفتر بمبئی مین ہونے کی وجہ سے وہان قیام پذیر رہتے یا بکثرت آتے جاتے رہتے ہین، یہ پارٹی بہت بڑی ہی اور چونکہ اُس کے متعدد افراد مہمان شاہی بن جانے یا دورہ وغیرہ پر رہنے کی وجہ سے بمبئی سے غیر حاضر ہو جاتے ہین اس لیے کسی ایک شخص کو اُس پارٹی کا سرگروہ قرار دینا دشوار رہی۔ کئی سال ہوئے کہ ایک دوسرے ہنگامہ کے سلسلہ مین اِس جماعت کو محمد علی صاحب کی ذریات کا لقب دیا جا چکا ہی اور غالباً اب بھی اُس پارٹی کو اسی نام سے موسوم کیا جا سکتا ہی،

سیٹھ چھوٹانی اور سیٹھ احمد صدیق کھتری صاحبان حقیقتاً اپنی ذہنی و علمی اہلیتون یا گذشتہ قومی و ملکی خدمتون کے لحاظ سے جمعیۃ مرکزیہ خلافت جیسی مہتم بالشان مجلس کی صدارت و معتمدی کے لیے قطعاً موزون نہ تھے مگر جن حالات مین یہ مجلس قائم ہوئی تھی اُن پر نظر کرکے اور غالباً بعض وقتی فوائد کے خیال سے ابتداءً لوگون کی توجہ اس طرف مبذول نہین ہوئی لیکن کچھ عرصہ تک برابر ساتھ کام کرنے کے بعد ممکن نہ تھا کہ ہمارے علی گڈھ کے کھانڈرون کے لیے اس ہیوس زرین کا بار قابل برداشت نہوجاتا جہانتک مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو وغیرہ بمبئی مین رہے اُن کی ذاتی شہرت و عظمت کا اثر دونون فریق کے درمیان توازن قائم رکھنے کا سبب بنا رہا اور کوئی ظاہری رخنہ پیدا نہین ہوا. مگر بعد مین جو لوگ ان کے جانشین سنے وہ زیادہ دنون تک نباہ نہ کرسکے خصوصاً جبکہ واقعات نے اُن کے دل سے اُس رعب و داب کو بھی کسیر زائل کردیا جو صدر جمعیۃ مرکزی کی دولت و ثروت کے فسانون نے جما رکھا تھا اِدھر سیٹھ چھوٹانی صاحب کا ستارۂ اقبال تنزل پذیر ہو رہا تھا اُدھر سیٹھ کھتری صاحب مجلس خلافت کے شعبہ تبلیغ و اشاعت کے عملہ کی وساطت سے اپنے نمود و تشہیر مین منہمک تھے کہ دفعتاً دہلی مین اُن کی مخالف پارٹی کے ایک جہاندیدہ بزرگ نے کمیشن کا شوشہ چھوڑ دیا. اس کمیشن کے تعین کی اصلی غایت بعض لوگون کے خیال مین صرف اس قدر تھی کہ سیٹھ چھوٹانی صاحب کی صدارت پر اس ذریعہ سے ایک ضرب کاری لگائی جاسکے. مگر بعض اتفاقی اسباب نے اُس کے اصلی مطلب کو اگرچہ کلیتہً فوت ہونے نہین دیا تاہم ایک بڑے ہنگامہ کا ذریعہ اور آلہ ضرور بنا دیا. یعنی ارکان کمیشن جب بمبئی پہنچے تو ڈاکٹر سید محمود اور مسٹر معظم علی کی عدم موجودگی اور خود بعض ارکان کمیشن کے ذاتی اسباب ترجیح سے سیٹھ کھتری کو فائدہ اُٹھانے کا موقع ملگیا اور ارکان کمیشن نے اُن کی رہنمائی مین دفتر کے معائنہ سے گم گشتہ راہ ہو کر وہ رپورٹ لکھ ڈالی جو کلکتہ مین "کالاسے بد بریش خاوند" کی مصداق ٹھہرائی گئی. ان سب حضرات نے جو دوسری رپورٹ گیا مین پیش کی وہ بھی کارکنان مجلس مرکزیہ کے حق مین کچھ کم نقصان رسان نہ تھی مگر چونکہ جلسہ مین اکثریت اور غلبہ اسی پارٹی کو حاصل تھا اس لیے وہ نہ صرف رپورٹ داخل دفتر کردی گئی. بلکہ ارکان کمیشن کو لینے کے دینے پڑ گئے اور وہ ملامت کے ووٹ سے بال بال بچ گئے گیا مین صرف یہی نہین ہوا بلکہ مجلس مرکزیہ کا نیا قانون اساسی بھی منظور ہوگیا جسکے رو سے سال ان کے اندر بمبئی کے ان سیٹھ صاحبان کا اپنے عہدون پر رہنا محال ہوگیا. مخالف پارٹی کے مقابلہ

شکست پاجانے کے بعد کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ جب یہ مجمع پھر علی گڈھ مین مجتمع ہوا تو اس وقت خود ہمارے صوبہ کے ایک رکن خلافت نے جن کی رفتار ذہنی ابتک میرے فہم ناقص سے بالاتر رہی ہی۔ ببمبئی پارٹی کے اشارہ سے اُس ہبلی رپورٹ کا مطبوعہ نسخہ علی گڈھ گزٹ کو بغرض اشاعت دیدیا۔ انتقام کی یہ کارروائی ناممکن رہتی اگر اسٹیٹسمین کے نامہ نگار خصوصی کی معرفت یہ فساد کی چنگاری انگریزی اخبارات کے بھُس تک پہونچا دی جاتی۔ ڈاکٹر محمود وغیرہ نے اِس رپورٹ کی تردید اور اپنی برات کرنے مین جسقدر رکدوکاوش کی اُس سے بھی مخالف پارٹی کو کچھ تشفی ہوئی ہوگی اور جب لکھنؤ مین انتخاب عہدہ داران کا مسئلہ ملتوی ہوگیا تو یقیناً اُن کا غم شکست پانی ایک حد تک ضرور غلط ہوگیا ہوگا۔

ڈاکٹر محمود کی طرف سے جو جوابات شایع ہوے ہین اُن سے اگرچہ اس رپورٹ کے بعض بیانات کی تردید ہوگئی لیکن اسراف اور بیقاعدگی کے الزامات ہنوز علیٰ حالہ ہین۔ اور اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے ایک موقع پر یہ کہکر الزام اسراف کا بجاے خود دفع دخل کردیا ہی کہ اس بات کا دعوی نہین کیا جا سکتا کہ جس کام کے لیے جتنا روپیہ صرف کیا گیا ہی اس سے کم روپیہ مین وہ انجام نہین پا سکتا لیکن اُس کے سوا اور بھی بہت سی باتین ہین جن کے متعلق اُن کا جواب عامۃ المسلمین کو خواہ مغالطہ مین ڈال سکے مگر واقفان راز کے نزدیک قابل قبول نہین ہو سکتا، خود اپنی کتاب کے بارہ مین جو حکمنامہ صاحب صدر مجلس خلافت کا دستخطی آج وہ پیش کرتے ہین اُس کے متعلق گیا مین اُن کی زبان بند تھی۔ صاحب صدر آج جس شکل مین گرفتار ہین اُسکے لحاظ سے آپ اُن سے جسقدر دستخط چاہین حاصل کر سکتے ہین اور چونکہ دفتر آپ کے تحت مین ہی آپ اُسکو باقاعدگی کے تمام علامات سے بھی مزین کر دے سکتے ہین۔ یہ دوسری بات ہی کہ خود آپ کے سابقہ بیانات سے موجودہ واقعات کی مطابقت نہوتی ہو اور اس طرح اُسکی حقیقت عیان ہو جاے۔

حسابات اور دوسری کارروائیون کے متعلق حکومت (دفتری) کے یہان خلاصون کی اشاعت کا جو دستور ہی اُسی کا تتبع ہماری قومی مجالس بھی کرتی ہین اور اِس طرح اُن کو اس کا موقع ملجاتا ہی کہ جو امور خود اُن کے مصالح کے خلاف ہون اُن کی اشاعت روک دی جاے۔ مثلاً منقح حسابات کی رپورٹ کی عام اطلاع کی غرض سے شایع کی جاتی ہی تو جتنے فقرے تعریفی اور دفتر دکارکنان کی موافقت مین ہون وہ سب تو چن لیے جاتے ہین اور جس قدر اُس نے اعتراضات کیے اور نقائص نکالے اُنھین نظرانداز کر دیا جاتا ہی۔

ہم ان مشکلات سے بخوبی واقف ہین جو کارکنان خلافت اور دوسرے ملکی و قومی کام کرنے والون کو

پیش آتی ہین لیکن ساتھ ہی اُسکے ہم اُن نقائص سے بھی بیگانہ نہین جو ہمارے دوستون مین بطور طبیعت ثانیہ کے جاگزین ہو گئے ہین اور اپنے بعض احباب اور بزرگون کے خلاف ہم مجبور ہین کہ ان نقائص سے چشم پوشی کرنا شیوۂ دوستی نہین جانتے - یہ اُسی چشم پوشی اور مروّت کا نتیجہ ہے کہ انگورہ فنڈ کے سولہ لاکھ سیٹھ چھوٹانی کے صرف مین آ گئے اور اب کل رہنمایان قوم حیرت و ندامت سے ایک دوسرے کا مُنھ تکتے ہین - اور کسی سے کے بنائے نہین بنتی - اور جو کچھ انہین اپنے دلون کو سمجھانے کے لیے وہ تلاش کر رہے ہین یا در کھنا چاہیے کہ وہ کچھ انہین ہی ہون گی زر اقتد نہو گا -

علی گڈھ گزٹ کی شایع کردہ رپورٹ کی صحت و غلطی چندان قابل لحاظ نہین لیکن ارکان مجلس خلافت برائے خدا ذرا غور فرمائین کہ انگورہ فنڈ کے اتلاف کا تنہا حادثہ کیا اور کارکنان و عہدہ داران مجلس مرکزیہ کی انتہائی ناقابلیت اور اغراض و مقاصد قومی سے کمال بے پروائی کی دلیل نہین ہے - وہ کس مُنھ سے طیّارہ فنڈ اور جامعہ ملیہ کے لیے پندرہ لاکھ کا چندہ طلب کرتے ہین - جبکہ قوم کی اتنی بڑی امانت کو اپنی غفلت اور سہل انکاری سے ضایع کر دیا ہے -

مولانا ابو الکلام نے ایک موقع پر مزاحاً یہ بیان کیا تھا کہ اس بدگمانی اور بے اعتمادی کے باوجود بھی جب ہم لوگ قوم کے سامنے دامن پھیلائین گے تو قوم ہمارا دامن بھر دے گی - قوم کی حالت نفسی کا مولانا نے نہایت صحیح اندازہ کیا ہے اور ہماری ضروریات قومی بھی اس کی داعی ہین کہ ہم قوم کے سامنے دامن پھیلانے پر مجبور ہون لیکن مین مولانا ہی سے پوچھتا ہون کہ آخر انصاف اور دیانت بھی کوئی چیز ہے اور اُن کو اور ہم سب لوگون کو جنھون نے قوم سے چندہ مانگا ہے کسی دوسری جگہ بھی اپنی ذمہ داریون کا جواب دینا ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ انگورہ فنڈ کی بربادی کا یہ حادثہ ہماری قومی و ملکی زندگی کی تاریخ مین ایک عجیب و غریب واقعہ ہے علی گڈھ کالج مین ایک بار سید مرحوم کو اسی قسم کا مالی دھکا اپنے کارکن کی بد دیانتی کی وجہ سے پہنچا تھا جس نے مرحوم کے آخری عمر کو نہایت تلخ و غمناک بنا دیا - یا اب یہ دوسرا واقعہ ہے جس کے متعلق بظاہر نہ سیٹھ چھوٹانی کو زیادہ الزام دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی خاص کارکن کو - مگر جسکا اثر تمام احساس رکھنے والے قلوب پر پڑنا لازمی ہے - انا للہ و انا الیہ راجعون

سطور ہذا کی اشاعت سے کسی فریق کی دل آزاری مقصود نہین - لیکن مین جانتا ہون کہ حق کی

تلخی سے سب دوستون کو رنج ہوگا اس لیے با دب اُن صاحبون سے معافی چاہتا ہون اور دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالی اُن کو اس فرقہ بندی اور نفسانیت سے نجات بخشین اور اخلاص و دیانت کے ساتھ خدمت قومی انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائین آمین یارب العالمین،

---

صوبہ جات ہذا مین میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کے انتخابات کی وجہ سے مارچ اور اپریل کے مہینون مین کافی سرگرمی کا اظہار ہوتا رہا۔ اور اگرچہ جیسا مارچ نمبر مین لکھا گیا تھا انتخابات کی کشمکشون نے صوبہ جات متحدہ کے کارکنان کانگریس کو اسکا موقع نہین دیا کہ گیا کانگریس کی ہدایت کے بموجب سرمایہ اور رضا کارون کی فراہمی پر پوری توجہ مبذول کرتے جہانتک کہ میونسپلٹیون کے نتائج انتخابات کا علم ہوا ہے کارکنان کانگریس کے لیے وہ یقیناً طمانیت بخش ہین۔ گورکھپور کے سوا تقریباً تمام بڑی بڑی میونسپلٹیان کانگریس کے نامزد کردہ اراکین سے پر ہوگئی ہین اور چھوٹی میونسپلٹیون کی غالب تعداد مین بھی کانگریس والون کو اکثریت حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے شہر کے کارکنان کانگریس کو جو عظیم الشان کامیابی ہوئی ہے اُس کے لیے ہم اُنھین لائق مبارکباد سمجھتے ہین اور اُن سے زیادہ اہل شہر کو مستحق ستایش خیال کرتے ہین کہ اُنھون نے کانگریس کی عظمت و عزت برقرار رکھنے کے لیے ہر قسم کی ترغیبات اور رشوتون کو رد کر دیا۔

ڈسٹرکٹ بورڈون کے نتائج انتخابات سے ہمین پوری طرح آگاہ ہونیکا موقع نہین ملا لیکن بظاہر آثار وہان اتنی کامیابی کی امید نہین اس لیے کہ باوجودیکہ خدا کے فضل و کرم سے تحریک ترک موالات کی بدولت کانگریس کمیٹیون کا نظام دیہات مین بہت کچھ پھیل گیا ہے لیکن ابھی تک دیہاتی رقبہ کے باشندون پر جیسا چاہیے کانگریس کمیٹیون کو قابو حاصل نہین ہوا ہے۔

بعض اصحاب میونسپلٹیون اور کونسلون کے انتخابات کو یکسان تصور فرماتے ہین اور اس لیے اُن کا خیال ہے کہ میونسپلٹیون کی شرکت بھی تحریک ترک موالات کے اُسی قدر خلاف ہے جسقدر کونسلون کا داخلہ شرعی حیثیت سے یہان بحث مقصود نہین لیکن مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ مہاتما گاندھی نے ایک موقع پر اپنے اخبار ینگ انڈیا مین تصریح ظاہر کیا تھا کہ میونسپل کمیٹیون کا معاملہ کونسلون سے بالکل جداگانہ نوعیت رکھتا ہے میرے پاس افسوس ہے کہ ینگ انڈیا کا وہ پرچہ محفوظ نہین اور نہ اُن کی تقریرون اور مضامین کے

جو مجموعے مجھے حاصل ہوسکے، اُن مین یہ مضمون ملا لیکن متعدد دیگر مضامین ایسے موجود ہین جن سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہو کہ میونسپلٹیون مین تارکین موالات سے داخلہ کو وہ پسند فرماتے تھے۔ اور اُس کی وجہ ظاہر ہو۔

کونسلون اور میونسپلٹیون یا ڈسٹرکٹ بورڈون کی ساخت اور اُن کے اختیارات دونون مین بین فرق ہو۔ اول الذکر ایک قانون ساز جماعت ہو اور امور نظم و نسق کے متعلق وقتاً فوقتاً اظہار راے کے سوا اُسکو زیادہ دخل نہین۔ برخلاف اُسکے آخر الذکر دونون جماعتین تمام تر انتظامی اور کارکن جماعتین ہین۔ کونسلون مین اگرچہ غیر سرکاری عنصر کو اکثریت حاصل ہو مگر اُن کے اختیارات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے رو سے اس قدر محدود ہین کہ اگر کارکنان حکومت کے مصالح اُن کی راے سے مختلف ہون تو اُن کی اکثر بہتر سے بہتر تجاویز بھی عمل پذیر نہین ہوسکتین کسی حکومت کے نظام مین دو چیزین سب سے زیادہ اہم ہوتی ہین ایک مالیہ اور دوسری جمعیت عمال۔ ان دونون پر عملاً کونسلون کا کوئی اقتدار نہین۔ بجٹ کا بڑا حصہ اُن ابواب سے تعلق رکھتا ہو جو براہ راست گورنر کی انتظامی کونسلون کے تحت مین ہین اور جسکے متعلق کونسل قانونی حیثیت سے بالکل بے بس ہو۔ البتہ وہ قلیل جزو جسپر وزرا کا تصرف ہو کونسل کی راے سے متاثر ہوتا ہو گو وہان بھی گورنر کے اختیارات سند بخشی کونسل کی خواہشات کو ہر آن رد کر دے سکتے ہین اور عمال سرکاری کا جہانتک تعلق ہو کونسل کو بہت ہی کم اُن پر اثر اندازی کا موقع ہو حتی کہ منتخب شدہ وزرا بھی اپنے عہدون پر تقرری کے لیے گورنر کی نگاہ کرم کے محتاج ہین۔

میونسپلٹیون مین اراکین بورڈ کو نہ صرف بجٹ پر حدود قانون میونسپلٹی کے اندر پورا قابو ہو بلکہ عملہ کلیۃً بورڈ کے اختیار مین ہو۔ اس وجہ سے وہ بہت کچھ اپنی خواہش کے مطابق میونسپلٹی کے نظم و نسق کو چلا سکتے ہین اور اب اکثر مقامات پر ڈسٹرکٹ بورڈون کی حالت بھی میونسپلٹیون کی سی ہوگئی ہو۔ اسی لیے ان دونون شعبون کو لوکل سلف گورنمنٹ یا مقامی حکومت خود اختیاری کا لقب ملا ہو۔ پس طالبان سوراج کے لیے خصوصاً اُن اصحاب کے لیے جو آزادی کامل سے کم درجہ کا سوراج فی الحال قبول کرنے کے لیے تیار ہین، ان دونون شعبون مین دخیل ہونے کی کوشش کسی طرح تحریک ترک موالات کے منافی نہین ہوسکتی۔

اسمین شبہ نہین کہ حالات موجودہ مین میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ بھی چونکہ حکومت کے ماتحت شعبے

ہین اِس لیے اُن کی شرکت نفس ترک موالات کے مخالف ہو لیکن یہ بات فراموش نہونا چاہیے کہ ہماری تحریک ترک موالات جس منزل پہ ہو اسمین کامل ترک موالات کا مشورہ نہین دیا گیا ہو، ورنہ ڈاکخانہ، تارگھر اور ریل کا مقاطعہ بھی لازم ہوتا اور محاصل کی ادائی بھی فی الفور بند کر دی جاتی۔ درحقیقت ابھی تو تحریک کے صرف ابتدائی مدارج طے کرنے کی کوشش کی ہو۔ رفتہ رفتہ اسمین نئے نئے شعبے اضافہ ہوتے جائینگے تا آنکہ ایک وقت ایسا آجائے کہ کل شعبہ جات حکومت کا مقاطعہ ممکن ہو سکے۔

---

بعض احباب نے لکھنؤ مین ایک انجمن اُردو کی بنا ڈالی ہو۔ اِس قسم کی کئی انجمنین یہان پہلے بھی بن چکی ہین مگر بدقسمتی سے کسی نے کوئی مفید کام نہین کیا اور شاید عملاً اب کسی کا وجود بھی نہین ہو۔ ایسی مجالس کے قیام کی ضرورت سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا۔ بلکہ در اصل ہماری زبان کو پھلنے پھولنے کے جو قدرتی مواقع حاصل ہین اُن کے لحاظ سے ابتک ایسی کثیر التعداد جماعتون کو نہ صرف وجود مین آجانا چاہیے تھا بلکہ بہت کچھ کام کر چکنا چاہیے تھا۔ لیکن اتفاق سے جو لوگ بالعموم انجمن سازی کے عادی اور مجلسی کامون کو بہ کامیابی انجام دینے کے راز سے واقف ہین انھین اپنی زبان کی طرف سے قابل افسوس بے التفاتی ہو اور جو اصحاب اُردو کے دلدادہ اور اُسکے نشو و نما کے لیے حتی المقدور ساعی رہتے ہین اُن کو اجتماعی صورت مین منضبط ہو کر کام کرنے کا سلیقہ نہین، ایک مشکل یہ بھی ہو کہ ادبی خدمت کے لیے شعرائے گرامی قدر کے مجتمع ہونیکی ضرورت ہو اور اگرچہ اِس حقیقت کو ظاہر کرتے ہوے دل دُکھتا ہو اور بہت سے شاعر دوستون اور بزرگون کی ناراضی کا بھی اندیشہ ہو لیکن واقعہ یہ ہو کہ شعرا کی جماعت کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام کرنا ابتک ناممکن العمل پایا گیا ہو۔ اسی وجہ سے مین نے اِس انجمن کے بنا کارون کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ابتدا مین اپنے دائرۂ عمل کو بہت وسعت نہ دین بلکہ جتنے ہمخیال و ہمرنگ اصحاب مل سکین اُنھین کو جمع کر کے کام شروع کیا جائے جب کچھ عملی کام ہو جائے تو دائرۂ عمل کو وسعت دی جا سکتی ہو۔ اور موقع ہوا تو ایسے لوگون کو بھی شریک کر لیا جائے گا جو شرعی حیثیت سے خواہ کتنی ہی اختلاف رکھتے ہون مگر اصولاً متفق الخیال ہون۔ لیکن جن اصحاب کے ہاتھ مین ابتدائی کام تھا اُنھون نے شروع ہی سے تمام عناصر کو یکجا کرنا ضروری سمجھا چنانچہ اس انجمن کا جو پہلا جلسہ ۲۰ اپریل کو رفاہ عام مین ہوا تھا اُسمین قواعد و ضوابط کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو

اگر خدانخواستہ کہین باقاعدہ نشست کرنے لگی تو پھر انجمن کا وجود مین آنا ہی متوقع نہین ہو سکتا بہر حال اگر اس انجمن کو کچھ کام کرنا ہے تو اس کی جماعت کا رکن کا انتخاب کرتے وقت اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی المقدور مخالف اور متضاد عناصر کو یکجا نہ کیا جائے۔

جن اصحاب کے ذمہ مقاصد و اصول ہاے انجمن کے انضباط کا کام چھوڑا گیا ہے ان مین سے بعض کو میری یہ ناچیز رائے معلوم ہے لیکن دوسرے حضرات کی آگاہی کے لیے چند باتین یہان لکھنا بے موقع نہ ہوگا۔

(۱) قیام انجمن کا مقصد جہان تک مین سمجھا ہون زبان اردو کی خدمت ہے کسی رئیس کے دربار تک تقرب حاصل کرنا یا کسی صاحب کے نمود و تشہیر کا آلہ بننا ایک علمی و ادبی مجلس کے شایان شان نہین لہذا اس وباے عام سے انجمن کے دامن کو بچائے رکھنا چاہیے۔ رئیسون اور شہرت طلبون سے مالی امداد بہت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے اکثر مجالس اس بیماری کا شکار بن جاتی ہین۔ اس لیے متنبہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۲) انجمن کے نظام کو حتی الامکان ایسے اسلوب سے ترتیب دیا جائے کہ وہ صرف اسی قدر کام اپنے سر لیا جائے جس پر فوراً یا زیادہ سے زیادہ قریب مین عمل ممکن ہو مطمح نظر کو شروع ہی سے وسعت دیدینے کا اکثر نتیجہ طول الامل و قلت العمل کی صورت مین نمودار ہوتا ہے۔ کام کو پھیلانا اگر مال اور ذرائع فراہم ہو جائین تو وقت پر ممکن ہے۔

(۳) ملک مین دو مجلسین اردو کی خدمت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہین۔ ایک انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دوسرے دار المصنفین۔ لکھنؤ کی انجمن اردو کو ایسے طریقہ پر چلانا چاہیے کہ ان مین سے کسی انجمن سے تصادم نہ ہو۔ بلکہ ممکن ہو تو ان کے منتظمین کو بھی اپنے مشورون مین شریک رکھا جائے۔

(۴) تعلیم یافتہ مستورات کو اگر اس انجمن مین شریک کرنا منظور ہے جیسا کہ اب تک ظاہر کیا گیا ہے تو قواعد و ضوابط مین ابتدا ہی سے اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ ان کے اصول کار پر اثر نہ پڑے۔ ورنہ سب سے پہلے دانایان اطراف ہی کو اس انجمن مین شریک ہونا دشوار ہو جائے گا۔

---

ہمارے دیرینہ کرم فرما منشی نوبت رائے نظر لکھنوی نے اپریل کے دوسرے ہفتہ مین انتقال کیا۔ نظر صاحب ایک پختہ مشق اور خوشگو شاعر تھے، ادیب و انشا پرداز بھی۔ اور اخبار نویس بھی۔ یہ تینون صفت

کم لوگون مین جمع ہوتی ہین اور لکھنؤ مین تو شاید نظر صاحب کے سوا کوئی دوسرا شخص ان حیثیات کا جامع نہین تھا۔

اتفاقات زمانہ نے اور ایک حد تک خود انکی آزاد و بیفکر، قانع و ساکن طبیعت نے اُن کو زیادہ اُبھرنے کا موقع نہین دیا۔ تاہم وہ مدت العمر خاموشی کے ساتھ ادب اُردو کی خدمت مین مصروف رہے اور اگر ان کا تمام سرمایۂ نظم و نثر یکجا فراہم کر دیا جائے تو امید ہی کہ آگے چلکر لوگ اُسکی پوری قدر کرین گے نظر صاحب کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ ایک لڑکی تھی جسکی مفارقت کا داغ با محبت باپ کے لیے ایک زخم کاری بن گیا اور بالآخر اُسی غم نے ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ورنہ اُنکی عمر ابھی زیادہ نہ تھی اُن کے داماد اور نواسے میری دلی ہمدردی قبول فرمائین۔

جہاز ہمایون، در بحر عرب
یکم مئی سنہ ۱۹۲۳ء

ظفر الملک

**جسٹس محمود مرحوم**

کتاب الطلاق ۱۲/
کتاب الشفعہ ۱۲/
شرح قانون شہادت

**مولوی عزیز مرزا بی اے**

خیالات عزیز عار
دکرم اُردسی عہ

**خواجہ غلام الثقلین مرحوم**

روزنامہ سیاحت عار
فلسفیانہ اسلام ۱۲/

**منشی محمد لطیف مرحوم**

اکبر عہ
اورنگ زیب عہ
لارڈ کلایو عہ
رہجیت سنگھ عہ

**مسٹر عنایت اللہ بی اے**

دعوت اسلام للعہ
ارض مقدس ۱۲/
ولغی ۸/

**مسٹر ظفر عمر بی اے**

نیلی چھتری عہ
بہرام کی گرفتاری عہ
چوروں کا کلب عہ

**مولوی محمد علی ایم اے**

سیرۃ خیر البشر عار
النبوت فی الاسلام عہ
مبحث قرآن عہ

**پروفیسر نواب علی ایم اے**

تذکرۃ المصطفیٰ عار
معارج الدین عہ
صحف سماوی ۱۲/
شمع سخن ۱۰/

**مفتی انوار الحق ایم اے**

تذکرۃ الحبیب عہ
حقایق اسلام عار
اثبات واجب الوجود عہ
تاریخ ابو البشر عہ
قوت خیال ۶/

**پروفیسر الیاس برنی ایم اے**

اسرار حق ۸/
معارف ملت عہ
مناظر قدرت عہ
جذبات فطرت عہ
علم المعیشت عہ

**سید ہاشمی فرید آبادی**

مشاہیر یونان ۲ جلد عہ
تاریخ یونان قدیم عار

**مرزا محمد ہادی بی اے**

امراؤ جان ادا عہ
شریف زادہ ۱۰/
خونی عاشق عار
خونی مصور عہ
خونی شہزادہ عار
مثنوی امید و بیم ۴/

**ڈاکٹر اقبال ایم اے**

ملت بیضا [illegible]
مکمل ترانہ ۲/
شکوہ ۲/
جواب شکوہ ۴/
نالۂ یتیم ۲/
فریاد امت ۳/
بلال ۱/
اکبری اقبال ۳/
شمع و شاعر ۲/
خضر راہ ۴/

**مولوی ظفر علی خان بی اے**

معرکۂ مذہب و سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول [illegible]
ڈراما جنگ روس و جاپان عہ
جنگل میں منگل عار
فلسفہ ابن سینا ۴/
معاشرت ۸/
اپریل فول ۱۰/

**منشی احمد علی بی اے**

تاریخ تمدن ۲ جلد عہ
شعرائے لکھنؤ عہ

**مولوی عبد [illegible] بی اے**

فلسفۂ جذبات عار
بحر المحبت للعہ
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد
مکالمات برکلے عہ
[illegible] انسان ۸/

**خواجہ عباد اللہ اختر بی اے**

مشاہیر اسلام ۱۲/
دمشق عہ
بغداد عار
صدیق اکبر عہ
ترجمہ شرح دیوان حافظ عہ

**مسٹر سجاد حیدر بی اے**

خیالستان عار
زہرا ۱۲/
ثالث بالخیر ۸/

**مسٹر انیس احمد عباسی بی اے**

زلیخا ۱۲/
نازنین روسیا عہ
اجرہ کی کامیابی ۱۲/
احمد کتبہ نما عار

**مولوی عبد الحق بی اے**

قواعد اردو عار
انتخاب کلام میر عار

**مولوی معشوق حسین خان بی اے**

مبادی سائنس ۱۲/
بجلی کے کرشمے عار
محاربات صلیبی عہ

**مولوی سید سلیمان ندوی**

ارض القرآن جلد دوم عہ
حیات امام مالک عہ
خلافت اور ہندوستان ۸/
بہادر خواتین اسلام ۴/
اہل السنۃ والجماعت ۸/

**پروفیسر عبد الباری ندوی**

سلوی علم انسانی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات ۶/

**مولوی محمد حلیم انصاری**

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ
الاسلام والنصرانیہ ۱۲/
اسلام اور سوشلزم ۱۲/
جواہر قرآنی عہ
فتح اندلس عار
فلاح دارین عہ

**خواجہ حسن نظامی**

سیپارۂ دل عار
روزنامہ ممالک اسلامیہ عہ
میلاد نامہ عہ
محرم نامہ عہ
یزید نامہ عہ
محفل میں کیا دیکھا ۱۲/
کرشن جیون عار
کم توعمری عہ
بیوی کی تعلیم عہ
بیوی کی تربیت عہ
آداب خطوط نویسی ۱۲/
خطوط حسن نظامی ۱۲/
جگ بیتی کہانیاں ۸/
فاطمی دعوت اسلام عہ
چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

**مولوی عبد الرشید بی اے / مولوی اکرام الخیر**

صبح زندگی عہ
شام زندگی عہ
شب زندگی ۲ جلد عار
نوحۂ زندگی ۱۲/
منازل السائرہ عہ
الزہرا ۱۲/
عروس کربلا عہ
جوہر قدامت عہ
یاسمین شام عہ
موؤدہ ۸/

رجسٹرڈ نمبر اے ۸۷۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۴ | ماہ جون سنہ ۱۹۲۳ع | جلد ۲۴

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

قیمت فی پرچہ ۵

پرنٹر و پبلشر:۔ اسحاق علی علوی

# مطبوعات جدیدہ

**ترکی دلھن** حسن وعشق کے دلفریب کرشمے ہجر ووصال کے سچے جذبات رنج وغم کی دلچسپ تصویرون کے ہمراہ اگر تعلیم نسوان اور پردہ کی خوبیان دیکھنا ہون تو ظفر احمد صاحب ظفر سہارنپوری کا جدید ناول ترکی دلھن دیکھیے۔ قیمت

**اسوۂ صحابیات** مولانا شبلی مرحوم کے شاگردون مین جن لوگون نے اپنی زندگی علمی خدمات کے لیے وقف کردی ہو مولانا عبدالسلام ندوی وہ قابل بزرگ ہین جن کی خاموش و مسلسل علمی کوششون نے اسوۂ صحابہ اور انقلاب امم جیسے زبردست تصانیف سے ملک کو روشناس کیا ہو انھی بزرگ نے اب اسوۂ صحابیات جیسی گران بہا تصنیف سے ملک کو مرہون منت فرمایا ہو۔ حقیقتاً اسوۂ صحابہ کے لبعد اسوۂ صحابیات کے متعلق کسی معقول و مستند تصنیف کی حاجت تھی اور اسوۂ صحابہ کے مصنف کے علاوہ شاید کسی اور کو اُس کا حق بھی نہ تھا کہ وہ اسوۂ صحابیات پر قلم اُٹھاتا۔ قیمت عہ

**حیات جاوید** جناب محترمہ بیگم ڈاکٹر محمود صاحبہ نے شہید کربلا حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے جانگداز واقعہ کو نظم کیا ہو اس حیثیت سے کہ یہ صنف نسوان کے ایک فرد کی تصنیف ہی ضرور قابل تعریف ہی۔ ہر مسلمان کو جو حضرت جوہر کے اس مصرع پر ایمان رکھتا ہو ع اسلام زندہ ہوتا ہی ہر کربلا کے بعد + اسمین بہت کچھ عملی سبق کا مواد ملے گا۔ قیمت ۵/

المشتہر:۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

نمبر ۴۴ جلد ۲۴ — ماہ جون سنہ ۱۹۲۳ء

## فیہ ما فیہ

(از "[illegible]")

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ اُردو اپنی مختصر زندگی مین ادبیات اُردو سے متعلق بعض نہایت قابل قدر مضامین شایع کر چکا ہی، انہی مین وہ مبسوط تنقیدی مضمون بھی ہی، جو شعر العجم پر پروفیسر محمود خان شیرانی کے قلم سے تین نمبرون مین نکل چکا ہی، تنقید کا ماحصل یہ ہی، کہ شعر العجم مین تالیف کی ہر قسم کی کمزوریان بکثرت موجود ہین، تناقض بیانی، ضعف روایت، نقل اسناد مین بے احتیاطی، تاریخی لغزشین، وغیرہ، عقیدت مندون کا گروہ ملول ہی کہ خواہ مخواہ ایک محقق یگانہ کو غلط اعتراضات کا ہدف بنایا گیا ہی، حریفون کی جماعت مسرور ہی، کہ "محمود" وقت کے ہاتھون خوش عقیدگیون کا ایک صنم کدہ اعظم ""سومنات ادب"" مسمار ہو کر رہا۔ کچھ لوگ اس تنقید کا رد لکھ رہے ہین کچھ لوگ تردید کی فکر مین ہین۔

---

نظر حقیقت سے دیکھا جائے تو دونون فریق راہ راست سے دور نظر آئین گے، حریفون کا فخر و ناز اور عقیدت کیشون کا حزن و ملال، دونون بیجا ہین، معترض صاحب کی بہت سی گرفتین بجائے خود قابل گرفت، اور متعدد اعتراضات باد رہوا ہین۔ دوسری طرف شبلی معصوم نہ تھے، کسی نے اگر انکی لغزشون پر ٹوکا تو اُس مین چڑھنے اور چین بجبین ہونے کی کیا بات ہی؟

اصل یہ ہی کہ جو غلطیان اور کمزوریان آج شبلی کی تحقیق مین ثابت ہو رہی ہین، انکی ذمہ دار شبلی کی شخصیت نہین، بلکہ بشریت ہی، وہ لاکھ محقق و نکتہ رس سہی، بہر حال بشر تھے، اور خطا و نسیان، نقص و ذہول، لوازم بشریت ہین۔ فلاطون نے غایت غور و فکر کے بعد اپنا فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا، لیکن ابھی اسکی سیاہی بھی نہین خشک ہونے پائی تھی کہ ارسطو نے دھجیان اڑا دین۔ کل شام تک مدارس کے در و دیوار کینیٹ و ہیوم کا کلمہ پڑھ رہے تھے، آج صبح دیکھا، تو اُن کی تصانیف کے اوراق نخاس مین ردی کے مول بک رہے تھے! ایک وہ دن تھا، کہ فیثا غورث کے نظام ہیئت سے انکار کرنا، علم و حکمت سے انکار کرنا تھا، ایک یہ دن ہی کہ مدرسہ کا بچہ بچہ اس بلند پروازی پر ٹھٹھا کرتا ہی!

---

سائنس ہو یا فلسفہ، تاریخ ہو یا طب، فنون لطیفہ ہون یا نافہ حکمت یونان ہو یا اجتہاد یورپ، علوم ہند ہون یا فنون چین، کمالاتِ مصر ہون یا تحقیقات عرب،

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ (ہر عالم سے بڑھکر ایک اور عالم ہی)

کا ازلی و ابدی قانون کسی حال مین ٹوٹ نہین سکتا، اور زمانہ و اجل کی دستبرد سے اِن مین کسی شے کو بھی مفر نہین۔ بڑے سے بڑے متبحر عالم، بڑے سے بڑے محقق، بڑے سے بڑے کامل فن، کی کاوش و جانفشانی کے نتائج، اپنی عمر معین کے خاتمہ کے بعد بالآخر ناقص، غلط، و مغالطہ پرور ہی نظر آنے لگتے ہین كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اور "شے" کے دائرہ اطلاق مین علوم، فنون، سب ہی کچھ آجاتے ہین، اِس کشمکش اور اُلجھن سے اگر بچنا ہی، تو اسی علم کی جانب رجوع کرنا چاہیے، جس کی تعلیم کے لیے بڑے سے بڑے کتبخانون کی بجاے صرف لوحِ دل کا مطالعہ کافی ہی اور جس کے نتائج پر موسیٰؑ و عیسیٰؑ، سری کرشن و گوتم بدھ، جنید و عطار، نانک و کبیر، گاندھی، و ٹالسٹاے سب متفق ہین، ؎

این خبر ہا وین روایات محق | صد ہزاران پیر بر وے متفق
یک خلافے نے میان این عیون | آنچنا نکہ ہست در علمِ ظنون
آن تحری آمد اندر لیل تار | این حضور کعبہ و وسط نہار

---

گذشتہ چند ماہ مین مرکزی خلافت کمیٹی کے حسابات سے متعلق اخبارات مین بڑی سرگرم بحث

جاری رہی۔ بحث کا آغاز ایک رپورٹ کی اشاعت سے ہوا، جس پر تین یا چار ارکان مرکزی کمیٹی کے دستخط تھے اور جسمین کارکنون پر سخت غفلت، بے احتیاطی، بلکہ دبی زبان سے بددیانتی تک کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔ کارکن جماعت چند ہفتہ تک خاموش رہی اور جو طبقہ شروع سے خلافت کمیٹی کا مخالف تھا، اُس نے اِس خاموشی سے پورا فائدہ اُٹھایا، چنانچہ موالاتی جماعت کے تمام اخبارات (بشمول اینگلو انڈین و لبرل اخبارات) نے ملک مین اِس سرے سے اُس سرے تک آگ لگا دی، اور کارکنان مجلس مرکزی کی خیانت مجرمانہ کی ہر آواز بلند منادی کی، لیکن کچھ عرصہ کے بعد بالآخر جب عہدہ داروں کی جانب سے جواب شایع ہوا، اور ایک ذمہ دار کارکن نے لکھنؤ اور بمبئی، و کلکتہ مین حساب و کتاب کے تمام کاغذات تنقیح اور جانچ کے لیے سب کے سامنے پیش کر دیے، تو فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَأْفِكُوْنَ کا سمان ایک بار پھر نظرون کے سامنے پھر گیا اور دلون کو وہ منظر یاد آگیا، جب عصائے موسوی نے اژدہا بنکر جادو کے تمام سانپون کو نگلنا شروع کر دیا تھا، دنیا مین شاید ہر کذب و ناراستی کا یہی انجام ہوتا ہے، بادیانت معترضین نے اپنے اعتراضات واپس لیے، مرکزی انجمن کے ارکان نے پوری تنقید و تنقیح کے بعد کارکنون کو سند اعتماد دی، کلکتہ کا جو انگریزی روزنامہ کلمۂ چینی مین سب سے پیش پیش تھا، اُس نے حسابات کی جانچ پڑتال کے بعد اپنی سابقہ عبارت پر معذرت چاہی۔

---

راقم سطور نے بذات خود حسابات کی جانچ مطلقاً نہین کی، اس لیے اپنی ذاتی ذمہ داری پر نفیاً یا اثباتاً ہر طرح کے اظہار رائے سے وہ معذور رہا، لیکن دنیا کے اِس مسلّم و متعارف اصول کی بنا پر کہ جب تک کسی شخص پر کوئی جرم ثابت نہو جائے اُسے بے قصور سمجھتے رہنا چاہیے اگر وہ کارکنون کو بددیانتی و غبن کے الزامات سے بری سمجھے، تو شاید عند اللہ و عند الناس غیر مسئول رہے، لیکن کارکن حضرات کی خدمت مین بصد خلوص نیاز یہ عرض ہے کہ وہ اپنی اس نمایان کامیابی پر نازان نہون ابھی اُنھین ایک اور امتحان دینا ہے، جو اِس امتحان سے کہین زیادہ سخت و نازک ہوگا ابھی اُنھین اُس محاسب کے سامنے جواب دینا باقی ہے، جسکی میزان عدل مین ایک ذرہ کے عشر عشیر کی برابر بھی گھٹ بڑھ ہونا ممکن نہین وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

ابھی انھین اُس محتسب کو مطمئن کرنا باقی ہو جسکی گرفت کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہو، اور جس کے سامنے قلب بشری کے گہرے سے گہرے اسرار دخفایا آئینہ ہین۔ اَمْ يَحْسَبُونَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ اُسی کے فضل وکرم سے دعا ہے کہ اس آخری امتحان مین ہم سب کا پردہ ڈھکا رہے اِس آخری احتساب مین ہم مین سے کسی کی رسوائی نہ ہو اور اُس کی رحمت ومغفرت اِس نازک گھڑی مین ہم سب کی غفلتون اور کوتاہیون، ہم سب کی خطاکاریون اور بداعمالیون، ہم سب کی خیانتون اور چوریون کی پردہ پوش رہے۔

---

اسلام مین امانت ودیانت کے احکام نہایت سخت ہین، سرور عالم صلعم کا وصف امانت اسقدر ممتاز تھا کہ بڑے سے بڑے دریدہ دہن وگستاخ مخالفین کو اسکے اعتراف مین تامل نہ تھا صدیق اکبر رض کی دیانت ضرب المثل تھی، شیر خدا رض کی احتیاط کے نظایر سے کتب آثار لبریز ہین۔ فاروق اعظم کو حسابات کے صاف رکھنے مین جو غلو تھا، اُس کا شاہد حضرت خالد کا واقعہ معزولی ہو۔ یہ واقعہ، ہمارے زمانہ مین عہد فاروقی کے مورخ نے تفصیل سے لکھا ہو، اقتباسات ذیل خاص طور پر سبق آموز ہونگے :-

"خالد کی عادت تھی، کہ وہ کاغذات حساب دربار خلافت کو نہین بھیجتے تھے، اِس لیے ان کو تاکید لکھی کہ آیندہ سے اِس کا خیال رکھین۔ خالد نے جواب مین لکھا کہ مین حضرت ابوبکر کے زمانہ سے ایسا ہی کرتا آیا ہون"

غور کرو خالد رض پر خدا نخواستہ خیانت کا جُرم عاید نہین" وہ ایک جلیل القدر صحابی ہین سیف اللہ کے لقب سے ملقب ہین، اسوقت سپہ سالاری افواج اسلامیہ کے ممتاز وذمہ دار عہدہ پر فایز ہین تمام مملکت اسلام ان کی جانبازی کی شہادت دے رہی ہو۔ علاقہ شام کو انھین کی قوت شمشیر مسخر کرچکی ہو، بااینہمہ محض اِس جُرم پر، کہ حسابات باضابطہ نہین بھیجتے۔ حضرت خلیفۃ المسلمین کے دربار سے حکم پہونچتا ہے کہ

"تم اسی شرط پر سپہ سالار رہ سکتے ہو کہ فوج کے مصارف کا ہمیشہ حساب بھیجتے رہو۔ خالد نے اس شرط کو نامنظور کیا اور اس بناپر وہ سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کردیے گئے" الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۱۳

۱۷ھ ہجری مین یہ واقعہ پیش آتا ہو کہ حضرت خالد ایک شاعر کو دس ہزار روپیہ انعام مین دیتے ہین۔ بارگاہ خلافت مین اطلاع پہنچتی ہو حضرت ابو عبیدہؓ کے نام فرمان پہنچتا ہو کہ

"خالد نے یہ انعام اپنی گرہ سے دیا، تو اسراف کیا، اور بیت المال سے دیا، تو خیانت کی دونون صورتون مین معزولی کے قابل ہین"

خلیفہ کا قاصد، مجمع عام مین اس سپہ سالار اعظم کو معزول کرتا ہو اور وہ اس طرح کہ قاصد نے معزولی کی علامت کے طور پر انکے سر سے ٹوپی اُتار لی اُنکی ٹوپی کھینچ لی اُنکے عمامہ سے اُنکی گردن باندھی۔"

آگے چلکر عہد فاروقی کا مؤرخ لکھتا ہو کہ

"یہ واقعہ کچھ کم حیرت انگیز نہین کہ ایسا بڑا سپہ سالار جسکا نظیر تمام اسلام مین کوئی شخص موجود نہ تھا، اور جس کی تلوار نے عراق وشام کا فیصلہ کر دیا تھا، اس طرح ذلیل کیا جارہا ہو اور مطلق دم نہین مارتا، اس واقعہ سے ایک طرف تو خالد کی نیک نفسی اور حق پرستی کی شہادت ملتی ہو اور دوسری طرف حضرت عمر کی سطوت وجلال کا اندازہ ہوتا ہو" (صـ ۱۳۳)

اِن دونون نتائج سے بڑھکر اِس امر کا ثبوت ملتا ہو کہ اسلام نے امانت ودیانت کا معیار کس قدر بلند رکھا تھا! لیکن آج عمر فاروق، و خالد سیف اللہ دونون کے نمونہ عنقا ہین۔

---

اسلام سے متعلق جو شدید ترین غلط فہمیان پھیلی ہوئی ہین، اُن مین سے ایک خیال بھی ہو کہ اسلام تمام قدیم مذاہب کا دشمن اور بجز اپنے سب کو جھوٹا ٹھہرانے والا ہو۔ اور لطف یہ کہ اِس غلط فہمی مین دوست و دشمن، اپنے اور بیگانہ دونون گرفتار رہین یعنی غیر مسلمون کی طرح اکثر مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتے ہین۔ حال مین اِس کا اظہار افریقہ کے ایک دشمن اسلام، پادری شا، اور ہندوستان کے ایک ہمدرد اسلام، بابو بھگوان داس، دونون کی جانب سے ہوا ہو۔ پادری شا نے سرور عالم کی شان مبارک مین اپنی خباثت نفس کا اظہار کیا، اِس پر مسلمانون کی طرف سے لے دے ہوئی، شا نے اپنی بریت مین ایک مضمون لکھا۔ اسکے ضمن مین اپنے اس خیال کو بھی ظاہر کیا ہو کہ اسلام و بانی اسلام حضرت مسیحؑ کے منکر ہین۔" بابو بھگوانداس نے حال مین ہندو مسلمانون کے اتحاد پر بعض مضامین اخبار لیڈر مین شائع کرائے ہین، تجاویز اتحاد اس خیال پر مبنی ہین کہ گویا اسلام ہندو مذہب کا مخالف ہو۔ یہ دو نمایان مثالین

حال مین پبلک کے سامنے آئی ہین، ورنہ یہ خیال تو نہایت قدیم اور ساتھ ہی عالمگیر بھی ہی،

---

لیکن حقیقت یہ ہی کہ یہ خیال تمامتر بے بنیاد اور خود اسلام کی تصریحات کے قطعاً منافی ہے،
اسلام کا دعوی، صراحت و تکرار کے ساتھ یہ ہی کہ وہ کسی معنی مین بھی کوئی جدید مذہب نہین، بلکہ
مذاہب قدیم کی تصدیق کرنے والا، اور ادیان سابقہ کے حق مین ایک مہر استنا دہی۔ کلام مجید کے آغاز
ہی مین، یعنی سورۂ بقر کے رکوع اول مین مومنین کی شناخت یہ بتائی گئی ہی کہ وہ وہ لوگ ہین، جو اسے پیمبر

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ | نہ صرف تھارے الہامات پر ایمان رکھتے ہین بلکہ تم سے پیشتر جو جو الہامات نازل ہو چکے ہین، سب پر ایمان رکھتے ہین۔ |

مومنین کے لیے حکم ہی کہ وہ قرآن ہی کی طرح تمام کتب سابقہ کی بھی تصدیق کرتے رہین۔

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (نساء۔ ع ۲۰) | اے مومنو، ایمان لاؤ خدا پر، اور اُس کے رسول پر، اور اُس کتاب (قرآن) پر، جو اس نے اپنے رسول (محمدؐ) پر اتاری ہی، اور اُن کتابون پر جو اس سے پیشتر (دوسرے ہادیون پر) اتر چکی ہین۔ |

آقاے دوعالم صلعم کا ایمان جسطرح اپنی رسالت پر تھا، اُسی طرح اپنے پیشروون کی رسالت پر بھی تھا
اور عام مومنین بھی اسی ایمان پر مامور ہین۔

| | |
|---|---|
| اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ (بقر ع ۴۰) | یہ رسول (محمدؐ) اس کتاب پر ایمان رکھتے ہین، جو اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہے اور عام مسلمان بھی یہ سب کے سب (یعنی رسول خدا اور عام مومنین) خدا اس کے فرشتون اس کی کتابون اُس کے پیمبرون سب پر ایمان رکھتے ہین، |

اُن کو یہ کہنے کی تاکید ہے، کہ

| | |
|---|---|
| لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (بقر ع ۴۰) | ہم اُن تمام انبیاء مین کسی طرح کا فرق نہین سمجھتے (اس لیے کہ سب کی دعوت ایک ہی ہی) |

دوسرے مذاہب کے پیرو کہا کرتے ہین کہ صرف ہمارا دین سچا، صرف ہماری کتاب الہامی اور صرف ہمارا ہادی برحق ہی۔ مسلمانون کو جو تعلیم دی گئی وہ اسکے بالکل برعکس ہی۔ انھین حکم ہوا کہ تم سب انبیا کو برحق تسلیم کرو، تمھارا دین توخالص توحید وخدا پرستی کا ہی۔ اور تمام ہادیان طریقت اسی مسلک کی دعوت دیتے آئے ہین۔ پس تم کیونکر کسی سے انکار کرسکتے ہو۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(بقر ع ۱۶)

اے مومنو (مخالفین سے) کہدو کہ ہمارا ایمان توخدا پر ہی اور جو کتاب ہم پر اُتری (یعنی قرآن) اُس پر اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب پر اُترا اُس پر، اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ پر اُترا اُس پر، اور جو کچھ دوسرے پیغمبرون پر اُن کے پروردگار کے ہان سے اُترا، اس سب پر، ہم تو ان مین سے کسی مین جُدائی نہین سمجھتے اور (یہ اس لیے کہ) ہم اُسی خدائے واحد کے فرمان بردار ہین۔

یہی مفہوم خفیف تغیر الفاظ کے ساتھ ایک دوسرے مقام پر بھی ارشاد ہوا ہی،

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(آل عمران ع ۹)

اے پیمبر ان سے کہدو کہ ہمارا دین تو یہ ہی کہ ہم ایمان رکھتے ہین اللہ پر اور ہم پر جو کتاب اتری ہی اس پر اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اولاد یعقوب پر اُترا تھا اُس پر اور جو کتابین موسیٰ و عیسیٰ اور دوسرے پیمبرون کو اُن کے پروردگار کی جانب سے عطا ہوئین اُن سب پر، ہم ان پیمبرون مین کسی مین فرق نہین کرتے اور ہم تو خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین،

ہر دو آیات کے آخری ٹکڑے مین یکسانیت ایمان انبیا و عدم تفرقہ کا گویا فلسفہ بیان کردیا ہی یعنے ہم کو تفریق و تفرقہ کی حاجت کیا، ہم تو خدائے واحد کے ماننے والے ہین ونحن لہ مسلمون اور یہ سب کے سب اُسی کے داعی ہوکر آتے رہے ہین،

ان مین سے بعض کی تفصیلی سرگذشت کلام مجید مین بیان کی گئی ہی، اور بعض کے متعلق سکوت سے کام لیا گیا ہی،

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ - (نساء - ع ۲۳)

اے پیمبر (تمھاری طرح) تم سے قبل ہم کتنے پیمبر بھیج چکے ہین، جن کا حال تم سے بیان کرچکے ہین اور کتنے پیمبر ایسے ہین جن کا حال نہین بیان کیا ہی۔

قرآن مجید سب کے اسماء گرامی کا رجسٹر نہین ؛ حضرت خاتم المرسلین کو اجمالاً صرف اتنا بتا دیا گیا کہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن ع ۸)

تم سے پہلے کتنے پیمبر ایسے ہم بھیج چکے ہین جن کا حال تم کو سُنا چکے ہین اور کتنے ایسے ہین جن کا حال نہین سنایا ہی۔

لیکن مجملاً سب پر ایمان بغیر چارہ نہین۔

---

تصریحات بالا کے بعد کس کو ایک لمحہ کے لیے بھی اس حقیقت مین شبہ باقی رہ سکتا ہی کہ دنیا کے تمام ہادیون، تمام رہنماؤن، تمام رہبرون پر ایمان رکھنا اور اُن کی تصدیق کرنا، عام اس سے کہ اُن کے اسماء مبارک کا علم ہو یا نہو، اسلام مین جائز و بہتر ہی نہین، بلکہ عین فرائض مین داخل ہی؛ ٹھیک اسی طرح کہ جیسے کل ملائکہ پر ایمان رکھنا شرط اسلام ہی، درآنحالیکہ کلام مجید مین نام صرف دو ایک فرشتون کے وارد ہوے ہین۔

یہ شان مومنین کی نہین، گمراہون کی ہی، وہ ایک کتاب آسمانی پر اپنا ایمان رکھنا ظاہر کرتے ہین، اور باقی کی تکذیب کرتے رہتے ہین،

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ (بقر - ع ۱۱)

ان سے جب کہا جاتا ہی کہ خدا نے جو کچھ اُتارا ہی اُس پر ایمان لاؤ، تو یہ کہتے ہین کہ ہم تو اُسی کتاب پر ایمان لاتے ہین جو ہم پر اتری ہی اور اس کے سوا دوسری کتاب کو نہین مانتے حالانکہ یہ قرآن ہی کتاب حق ہی اور اُن پر اتری ہوئی کتاب کی تصدیق کرتا ہی

مومنین کی شان تو یہ ہے کہ وہ جملہ ہادیان طریق پر یکسان ایمان رکھتے ہین کسی کے درمیان تفرقہ روا نہین رکھتے اور اُس کے صلہ مین رضائے آلہی کا اجر عظیم حاصل کرتے ہین،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء - ع ۱۲)

جو لوگ خدا اور اُس کے رسولون پر ایمان لائے اور اُن مین سے کسی کو ایک دوسرے سے جُدا نہ سمجھا، تو ایسے ہی لوگ ہین، جنھین خدا پورا اجر عطا فرمائے گا، اور خدا تو غفور رحیم ہے۔

---

یہی نہین، کہ انبیا رسابقین کی تکذیب اسلام مین ممنوع ہے، یہی نہین کہ ہادیان گذشتہ کی تصدیق قانون اسلام مین واجب ہے، یہی نہین کہ سب کے احترام و ایمان کی تاکید کلام آلہی مین وارد ہوئی ہے، بلکہ اس حکم کی تکمیل و عدم تعمیل کو کفر و اسلام کے درمیان فارق و مابہ الامتیاز قرار دیا گیا ہے اور یہ فرمان ربّانی صاف الفاظ مین سُنا دیا گیا ہے، کہ جو لوگ بین بین کا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہین، یعنی چند انبیا کی تصدیق کرتے ہین اور چند کی تکذیب، وہ خاطی ہی نہین، مُجرم ہی نہین، گنہگار ہی نہین، بلکہ سرے سے حلقۂ اسلام سے خارج، اور حقیقی کافر ہین۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (نساء - ع ۲۱)

جو لوگ خدا اور اُس کے رسولون سے منحرف ہین، اور خدا اور اُس کے رسولون کے درمیان جُدائی ڈال دینا چاہتے ہین، اور کہتے ہین کہ ہم بعض پیمبرون کو مانتے ہین، اور بعض کے منکر ہین، اور چاہتے ہین کہ پیمبرون کے درمیان منافرت ڈال کر کفر و ایمان کے بین بین کوئی راستہ اختیار کرین، سو ایسے لوگ یقیناً کافر ہین اور کافرون کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دوسرے پیشوایان مذاہب کی تعظیم و تصدیق، عزت و احترام کا اس سے زیادہ مؤکد و قطعی حکم، اسلام کے سوا، دنیا کے کسی مذہب مین مل سکتا ہے؟ اس وسیع الخیالی، اس رواداری کی نظیر بجز قرآن کے کسی آسمانی کتاب مین دکھائی جا سکتی ہے؟ بیدردون کی سنگدلی کا کوئی نمونہ اس سے بڑھ کر خیال مین آ سکتا ہے کہ

ایسے مذہب کی جانب ناروا داری ڈ تنگ خیالی کا ایک لمحہ کے لیے بھی انتساب کیا جاسکے؟

---

کلام مجید کا ایک خاص معجزہ یہ بھی ہے کہ وہ جو حکم دیتا ہے اُسکے مصالح و اسباب بھی بیان کر دیتا ہے۔ ایمان بالانبیا کی یکسانیت کی جو اسقدر تاکید کی تو ساتھ ہی وجہ بھی ارشاد کر دی، کہ سب کی تعلیم متحد ہی ہے،

| | |
|---|---|
| شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (شوریٰ - ع ۲) | اُس نے تمھارے لیے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے، جسپر چلنے کا اُس نے نوح کو حکم دیا تھا، اور اے پیمبر تمھاری طرف بھی تو اسی راستہ کی ہم نے وحی کی ہے، اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا، اور اُس مین فرق نہ ڈالنا۔ |

جزئیات تعلیم مین اختلاف ہونا لازمی تھا؛ ہر قوم کی سیرت جداگانہ، ہر جماعت کے خصوصیات الگ، ہر سرزمین کے حالات علحدہ۔ تفصیلات تعلیم مین اختلاف ہونا بالکل قدرتی اور لازمی تھا۔ تاہم اصولاً تمام داعیان حق مین اتنا جزو دعوت مشترک رہا ہے، کہ

| | |
|---|---|
| نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ | ہم تو اُسی خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین۔ |

مذہب توحید کے ابوالآبا، اور مسلک اسلام کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہوئے ہین آج تک ہر پیامبر حق کی زبان اُنھین کے پیام توحید کا اعادہ کرتی آ رہی ہے، چنانچہ جب اُن سے اُن کے

| | |
|---|---|
| اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (بقرہ - ع ۱۶) | پروردگار نے کہا کہ ہماری فرمان برداری کرو، تو عرض کیا کہ مین پروردگار عالم کا فرمان بردار ہو لیا۔ اور اسی طریقہ کی بابت ابراہیم اپنے بیٹون کو وصیت کر گئے اور یعقوب بھی، کہ بیٹا، خدا نے تمھارے لیے اسی طریق اسلام کو پسند کیا ہے، پس تم اسی طریق اسلام پر مرنا۔ |

چنانچہ خلیل خدا کی ذریت صالحہ ہمیشہ اسی دعوت کی مبلغ، اور اسی تعلیم کی حامل رہتی چلی آئی ہے اور لاکھون انقلابات دہر پر بھی یہ حقیقت ازلی و ابدی تغیر و انقلاب کی دسترس سے بالاتر رہی ہے کہ

| | |
|---|---|
| وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ | ہم تو اُسی خدائے واحد کے آگے سر جھکانے والے ہین |

انسان کی بولیان بدلتی رہتی ہین، زبانین مختلف ہوتی ہین، مصطلحات قدیم ترک ہوتی جاتی ہین، اور جدید رائج ہوتی جاتی ہین۔ لیکن اگر آپ دل سے جویاے حقیقت ہین، اگر آپ حق رسی کی طلب صادق لیکر نکلے ہین، تو خدا کے لیے اختلافِ الفاظ و مصطلحات کے گورکھ دھندے مین نہ پڑیے اس بھول بھلیان مین ٹھوکرین نہ کھائیے، معنویت پر نظر رکھیے اور وہ ہر جگہ یکسان ملے گی۔ وضعِ لباس کے تغیرات سے دھوکا نہ کھائیے، یار کے "انداز قد" کو حافظہ مین رکھیے، تو ہر نقاب کے پیچھے وہی مستور ملے گا۔ محفل مین جام و ساغر، بہ لحاظ ساخت و پیمانہ، بیشک ایک دوسرے سے مختلف نظر آئین گے، لیکن براے خدا یہ فرمائیے، کہ اُن کے اندر کی "آتش سیال" تو مختلف نہین؟ ؎

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے ست
لیک تا حق می برد جملہ یکے ست

ہندو کہتے ہین کہ نرگن برہمن (وجود مطلق) کو جب اپنا اظہار مقصود ہوا، تو اُس نے سب سے پہلے ایشر (اپنے مظہر اتم) کو ظاہر کیا، اور اسی سے یہ کارخانۂ عالم پیدا کیا۔ تصوف اسلام کہتا ہے، کہ ذات احدیت کو جب مرتبۂ تنزہ و اطلاق سے درجۂ تعین و شہود مین آنا منظور ہوا، تو اس نے سب سے اول نور حقیقت محمدی کو پیدا کیا، اور اس کو خلقت کائنات کا واسطہ بنایا۔ غور کرنا، کہ دونون دعوون مین معنوی حیثیت سے کچھ بھی فرق ہے؟ پس کیسی بدنصیبی و محرومی اُس ہندو کی ہوگی، جسے محض یہ امر کہ مسلمان اپنے عقیدہ کو اس سے مختلف اصطلاحات مین ظاہر کرتا ہے، اُسے قبول اسلام و تصدیق رسالت حضرت سرورِ عالم سے باز رکھے!

---

اتحاد انبیاء کرام کے مسئلہ کو حضرت مولانا ے روم اپنے مخصوص حکیمانہ انداز کے ساتھ کس قدر دلنشین پیرایہ مین بیان فرماتے ہین ؎

چون بہ صورت بنگری چشمت دو است — تو بہ نورش بنگری کان یکتو است
لاجرم چون بر یکے افتد نظر — آن یکے بینی دو ناید در بصر

دو آنکھین تعداد مین دو ہین، لیکن بہ لحاظ نور، دونون واحد کے حکم مین داخل ہین۔ جس چیز پر نظر کرتے ہو اگرچہ دو آنکھون سے دیکھتے ہو، لیکن وہ شے ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔
آگے چلکر کچھ اور تشبیہین دیتے ہین ؎

(۱) چراغ ار حاضر آید در مکان — ہر یکی باشد بہ صورت غیر آن

فرق نتوان کرد نور ہر یکے — چون بہ نورش روے آری بیشکے

اطلب المعنی من الفرقان وقل — لا نفرق بین احد من رسل

(مکان میں اگر دس چراغ روشن ہیں، تو اگرچہ تعداد میں دس ہیں لیکن سب کی روشنی ایک ہے، روشنیاں دس نہیں)

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری — صد نماید یک شود چون بفشری

(صدہا سیب اور بہی لیکر جمع کرو، اور ان کا عرق نچوڑو، عرق ایک ہی ہوگا، سیکڑوں نہونگے)

در معانی قسمت و اعداد نیست — در معانی تجزیہ و افراد نیست

اتحاد یار با یاران خوش است — پاے معنی گیر صورت سرکش است

(تعدد و تفرق جو کچھ ہے، صورت و قالب میں ہے، معنی و بطن پر اگر نظر قائم رہے تو سب ایک ہی دکھائی دے گا)

---

نور آفتاب ایک ہوتا ہے، شعاعیں بیشمار ہوتی ہیں، جو روے ارض پر ایک ایک گھر کو منور کیے ہوے ہیں۔ نور حقیقت (توحید الٰہی) ایک ہے، ناقابل تقسیم و ناقابل تجزی۔ اس کے مظاہر و مشاہد، تجلیات و شئون غیر محدود ہیں عام افراد، جو کثافتوں میں سر بسر غرق ہیں تفریق و علیحدگی کے نمونہ ہوتے ہیں، باقی انبیا، جو یکسر لطافت و نورانیت ہیں، اُن میں دوئی و غیریت کہاں ؟

جان گرگان و سگان ہر یک جداست — متحد جانہاے شیران خداست

جمع گفتم جانہاشان من بہ اسم — کان یکے جان صد بود نسبت بہ جسم

ہمچو آن یک نور خورشید سما — صد بود نسبت بہ صحن خانہا

لیک یک باشد ہمہ انوارشان — چونکہ برگیری تو دیوار از میان

# خوابِ ہستی

کہتی ہے بُرا دُنیا تم کو کانون سے تم اپنے سنتے ہو
کیون ترک فرائض کرتے ہو مذہب کے اگر تم سچے ہو
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھُولے بیٹھے ہو

کہتے ہو زبان سے تم سب کچھ کرتے بھی ہو لیکن کام کوئی
وہ کام ہے کوئی کام بھلا جس کا نہ ہو نیک انجام کوئی
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھُولے بیٹھے ہو

رکھتے ہو اگر کچھ عقل بھی تم اللہ سے غفلت خوب نہین
فانی ہے بہار اِس گلشن کی دُنیا کی محبت خوب نہین
دنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھُولے بیٹھے ہو

سوچو تو سہی اپنے دل مین کیا فرض تمھارا ہے بندو
مانا کہ رسولِ برحق سے بخشش کا سہارا ہے بندو
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھُولے بیٹھے ہو

نفرت نہ کرو محتاجون سے مرعوب نہ ہو زردارون سے
لاؤ نہ جبین پر اپنی شکن خوش ہو کے ملو ناداروں سے
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھُولے بیٹھے ہو

ہر روز اُٹھاتے ہو صدمے کرتے ہو حسینون سے اُلفت
کھاتے ہو دلون پر تیر نظر ہے ان کی جفاؤن سے رغبت
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

دوزخ مین بناتے ہو مسکن جنت مین نہ جانے پاؤ گے
یہ قول ہمارا یاد رہے محشر مین بہت پچھتاؤ گے
دنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

مغرور رہو تم عشرت پہ عبث بیکار ہے گرمی دولت کی
دُنیا کے بکھیڑون کو چھوڑو گر تم کو ہوس ہو جنت کی
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

معبود کو اپنے پہچانو جو دونون جہان کا مالک ہو
غافل نہ ہو اُس کی طاعت سے وہ کون و مکان کا مالک ہی
دُنیا سے ہے تم کو دلچسپی
اللہ کو بھولے بیٹھے ہو

## صدرالدین سرشار کسمنڈوی

کس کے آنے کی خبر آئی ہے کیون چمن محو خود آرائی ہے
پھر سمائی ترے کوچے کی ہوا پھر ہمین شوق جبین سائی ہے
آئینہ خانہ کی اب خیر نہین حسن سرگرم خود آرائی ہے
وہ ہین اور مشغلۂ سیر چمن مین ہون اور بادیہ پیمائی ہے
آنکھین در پر جو لگی ہین آصف کس کے آنے کی خبر آئی ہے

[illegible]

# فنِ خطّاطی

فنِ خطاطی جسکا دوسرا نام خوشنویسی ہی مشرقی فنون مین لحاظ قدامت اور اہمیت نہایت قابل عزّت فن ہی۔ اسکا شمار بھی فنونِ لطیفہ مین ہی اور اس فن کی گوناگون دلچسپیان بھی دیگر فنونِ لطیفہ کی طرح دل کو اپنی طرف کھینچنے مین کامیابی کی سند حاصل کر چکی ہین۔ ہر علم اور زبان کے حروف تہجی کے ساتھ خطّاطی یا خوشنویسی وابستہ ہی اور دُنیا کا کوئی حصہ اس سے خالی نہین نظر آتا اور مشکل سے کوئی ایسا انسان مل سکے گا جو حُسن اور اچھے خط و خال کا دلدادہ ہو اور اچھے خط کو بالطبع پسند نہ کرے بقول شخصی ع

"خط خوش ہر کہ دارد دلپذیر ست"

خطاطی ایک عجیب خداداد جوہر ہی۔ انسان کا ہاتھ بلا جوہر خطّاطی کے ایک گونگے کی زبان ہی۔ اس خیال کو افصح العرب مولائی حضرت علیؑ نے کسقدر بلیغ لفظون مین ظاہر فرمایا ہی "الخط لسان الید"۔ اچھی صورت کی طرح اچھا خط بھی اپنی طرف نظر کو کھینچتا ہی لیکن بحر تمدّن کی خود رو لہر اور ایجاد تحریر کی حکمت نے کسی خط مین اس جذبہ کو کمزور کر دیا ہی اور کسی خط کے شکل و شمائل مین سامان دلفریبی زیادہ کر دیے ہین۔ بعض خطوط خود ایسے ہین جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بعض پہاڑی یا بادیہ نشینون کے حُسن کی طرح نمود حُسن کے قابل نہین اور بعض ایسے ہین جو خوبرویان کشمیر و گجرات کی طرح حُسن کی بہار سے گھرے ہوے ہین اور مشرق کے رہنے والے اور مغرب کے تمدن مین ڈوبے ہوے دل کسی محبوب کے حُسن خداداد کی طرح یکسان طور پر اُس کے گرویدہ نظر آتے ہین۔ بہرحال کوئی خط بھی ہو اگر وہ اپنے حدود مین درست طور پر لکھا گیا ہی تو اُس مین کم و بیش گرویدگی کے جوہر ضرور پنہان ہوتے ہین اور ہر سرزمین کے حسن والون کی طرح ہر زبان کے خط کا ناز اپنے حُسن پر حق بجانب ہی۔ ہم کو اس مضمون مین خطّاطی کے عام تذکرے کے بعد صرف مشرقی فنِ خطّاطی پر کچھ لکھنا ہی اور وہ اسلیے کہ فنِ خطّاطی کی قدر کے لیے تہذیب ہمیشہ ہمیشہ مشرقی دُنیا کی رہین منت رہیگی کیونکہ اس فن کو مشرقی سرزمین کے رہنے والون نے آسمان کمال کے کنگرہ تک پہنچا دیا اور انساتی طباعی اور نگاہ کی قوت اور ہاتھ کی انگلیوں کا وہ وہ زور دکھلا دیا کہ آج دُنیا انگشت بدندان ہی یہ بھی عجیب بات ہی کہ اکثر خطوط کی ایجاد اور اس فن کے کمال کا سہرہ ہمیشہ اہل اسلام ہی کے سر رہا۔ خطوط کی ایجاد سے پہلے جانور اور طیور کی شکلون کے ذریعہ سے

خیالات ظاہر کرنے کا رواج تھا۔ اسلام سے پہلے عرب کے حصوں مین جسقدر خطوط ایجاد ہوچکے تھے اُنکی کوئی تاریخ نہین ملتی نہ اِس موجودہ فن خطاطی پر آجتک کسی اہل فن کو کوئی تاریخ لکھنے کی توفیق ہوئی ممکن ہو کہ دنیا کے کسی کتب خانے مین کوئی قلمی تاریخ اِس فن کی تدریجی ترقی کے متعلق موجود ہو لیکن مدتہای مدید سے مین ہندوستان کے بڑے بڑے کتب خانون مین ایسی کتاب ڈھونڈھ رہا ہون مگر نہین ملتی کچھ کتابین فن خطاطی کے قواعد کے متعلق ملتی ہین۔ اساتذہ فن کے کچھ خفی و جلی حرفون کے کتبے جابجا پائے جاتے ہین۔ چھاپہ کی ایجاد کے بعد ارژنگ چین اور پنجہ نگارین اور قطعات الجواہر اور نظم پروین وغیرہ وغیرہ جیسی کتابون کی صورت مین وہی خطون کے نمونے نظر فریب عنوان سے سامنے لائے جاتے ہین۔ تذکرۃ الشعرا کی طرح خوشنویسون کے تذکرے بھی لکھے گئے ہین اور اسمین بہت کچھ مولوی سید احمد صاحب نے دلچسپی ظاہر فرمائی۔ رسالہ زمانہ کانپور نے بھی مدتوں اپنے صفحات کو خوشنویسون کے تذکرہ سے زینت بخشی مگر بایں ہمہ آجتک اِس فن پر کوئی ایسی کتاب دنیا کے ہاتھ مین نہ دیکھی جو مختلف دور اور زمانہ کی طرز تحریر اور فن خطاطی کے تغیرات متروکات مختلف شیوہ ہاے خطوط کے حالات اور دیگر کارآمد تاریخی معلومات سے مالامال ہوتی۔

جہانتک منتشر افسانون سے سُراغ ملتا ہے وہ یہ ہو کہ معقلی اور کوفی خطوط اس وقت عرب مین رائج تھے جب اسلام گہوارۂ تمدن مین نشو و نما حاصل کر رہا تھا۔ پیشوایان اسلام کے خطوط کے نمونے اگر کہین دنیا مین زیارت کے لیے نکل آتے ہین تو وہ کوفی خط مین ملتے ہین۔

یہانتک تو پتہ چلا ہو کہ ۳۱۰؁ ہجری نبوی مین خطاط ابن مقلہ نے کوفی اور معقلی خط سے چھ خطوط ایجاد کیے جن کے نام یہ ہین (۱) ثلث (۲) ریحان (۳) محقق (۴) نسخ (۵) توقیع (۶) رقاع

اِس زمانہ سے بہت پہلے جبکہ اہل اسلام فتوحات کے علم لیے ہوے آگے بڑھ رہے تھے اور ایران فتح ہو چکا تھا عرب اور عجم مین رابطہ اتحاد قائم ہونے پر دنیاوی ضرورت نے قوت ایجاد کو حرکت دی۔ ایک مدت گذرنے کے بعد امیر تیمور گورگان بادشاہ صاحبقران کے عہد مین جو تقریباً ۸۰۰؁ کا زمانہ ہوگا ایک طبیعت دار ایرانی میر علی تبریزی نے اس وقت کے رائج خطوط میں سے خط تعلیق اور نسخ کو ترکیب دیکر ایک نیا خط ایجاد کیا جسکا نام نستعلیق رکھا تعلیق ایک ایسا خط ہو جس مین سوا خاص خاص حصون کے حروف کے نام حستے نوک قلم سے لکھے جاتے ہیں اور جسطرح تپ دق کے مریضوں میں صرف ہڈی کا ڈھانچہ ہی ڈھانچہ نظر آتا ہے یون ہی تعلیق کا خط ہوتا ہو۔ یہ خط اب رائج نہین یعنی خدا بخشے یہ تپ کہنہ کا مریض دنیا سے اُٹھ گیا خط نسخ کو

اِس نام سے سمجھنے مین عوام کو دقت ہوتی ہو اِس لیے اِس کا دوسرا نام عربی خط ہوگیا ہو۔ اِسکی مختلف قسمین ہین اور جسطرح مختلف حصۂ ملک کی ایک ہی زبان مین تھوڑا بہت فرق ہوتا ہو اِسی طرح اِس خط کے مختلف اقسام مین فرق ہو یاقوتی۔ نیریزی اور مصری وغیرہ اس کی مختلف قسمین ہین۔

نستعلیق اسی خط کو کہتے ہین جسمین آجکل اُردو اور فارسی کتابین بالعموم لکھی جاتی ہین۔ یہ خط نہایت نازک اور خوبصورت ہوتا ہو اور جب تک بہت ہاتھ سنبھال کر نہ لکھا جاے وہ حسن اور خوبصورتی جو اس خط کے شایان شان ہو پیدا نہین ہوتی۔ معلوم ہوتا ہو کہ جب فن خطاطی کی قدر تھی تو ایک طرف زود نویسی کی ضرورت دوسری طرف حرفوں مین خوبصورتی قائم رہنے کی آرزو نے کچھ عرصہ تک دنیا کے اکثر ہمدردان فن کو بےچین رکھا اور اُن کو ایسے خطوط کی ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے وہ روزمرہ تحریر و مراسلت کا کام بآسانی چلا سکین شاید یہی ضرورت خطوط شکستہ اور شفیعہ کو عالم وجود مین لائی۔

شفیعہ خط مین روانی قلم کے ساتھ نستعلیق کا عنصر غالب ہو گویا یہ معلوم ہوتا ہو کہ نستعلیق خط سکون کی حالت سے بےچین ہو کر کسی صحرا کی طرف دوڑتا ہوا آیا ہو۔ شکستہ خط مین نستعلیق اور نسخ دونون کی چاشنی ہو گویا یہ دونون خط عالم بیخودی مین دست و گریبان ہو کر ایک جادہ پر رواں دواں ہین شفیعہ اور شکست دونون کارآمد خطوط ہین مگر افسوس یہ ہو کہ اب اس کے لکھنے والے زمانہ کی بیقدری سے شاید ڈھونڈنے سے کہین خال خال ملین تو ملین۔ زیبائش اور حسن کی بہار دکھانے والے کچھ ایسے خطوط ہین جو کتابت کی دنیا مین بیکار ہین اِن نام نہاد خطوط مین ایک خط گلنار ہو کسی لفظ کو جلی حرفون مین اگر لکھین اور حرف کے کنارے باریک خط سے بنا لیے جائین اور درمیان کی جگہ پھول بوٹون سے بھر دی جاے تو اُس کا نام خط گلنار ہوتا ہو اِسی طرح خط ماہی ہے جسمین بجاے پھول بوٹون کے مچھلیون کی صورت سے حرف کی اندرونی جگہ بھر دیجاتی ہو۔ خط غبار مین وہی جگہ عبارت لکھکر یا باریک باریک نقطہ دیکر پُر کر دی جاتی ہو۔ خط توام مین دو صفحے آمنے سامنے جُڑے ہوے ہوتے ہین اور اِن صفحون پر ایسی ہوشیاری سے پھول بوٹے اور گلدستے بناے جاتے ہین۔ کہ دیکھنے مین بظاہر کوئی خط نہین معلوم ہوتا لیکن روشنی کی طرف دونون صفحون کو ملا کر دیکھنے سے پھول بوٹون اور جھاڑیون مین سے کوئی عبارت جو لکھی گئی ہو پیدا ہوتی ہو اِسی طرح اور بہت سے خطوط ہین مثلاً خط طغرا۔ سنبل۔ درمی۔ انیقہ۔ زلف عروس ریحان۔ پیچان وغیرہ وغیرہ حقیقی معنون مین یہ سب کوئی خط نہین مگر ایشیائی نازک خیالی اور طباعی کا پتہ ہر ایک قسم کے خط سے چلتا ہو اور یہ سب خطوط اس بات کو ظاہر کرتے ہین کہ اہل اسلام اور اہل ایشیا نے جس طرف اپنی

نازک خیالی کی باگ موڑ دی ایک نیا سمان دکھا دیا اور جس چمن مین اُن کے نقش قدم گئے قدم قدم پر ایک تازہ باغ کھل گیا اور دوسرے لوگ اس سے سبق لینے لگے اور ہر طرف یہ دُھوم ہی۔

چمن مین گل کھلائے کس کے نقش پائے رنگین نے　　　کہ گلچین بھر رہے ہین جھولیان خاک گلستان سے

اور علوم و فنون کا ذکر خارج از بحث ہی۔ صرف فن خطاطی کو دیکھا جائے تو اُس کے جس خارزار اور لق و دق جس بیہڑ سے بیہڑ بیابان اور صحرا مین یہ مسلمان نکل گئے اس مین ایک جان آگئی۔ خطاطی کا نقش بیشک مٹ گیا اور مٹتا جارہا ہی اور مسلمان خود اپنے بزرگون کے نام اور اپنے متقدمین کے کارنامون کو مٹا رہے ہین اور اس شہر خطاطی کی آبادبستیان ویران ہوچکین مگر اس صحرا اور اس ویرانہ سے کبھی جو اہل فن ابھی گزرتے ہوے نکل گئے ہین ان کے قدم کی ہر لکیر اور ہر خط سے یہ صدا آرہی ہی۔

کہ ازین راہ گذر کرد بشوخی وحشی　　　نبض جادہ طپید و سینۂ صحرا گرم ست

ایک روز میرا گذر ایک درویش اہل دل کی خانقاہ مین ہوا جہان زمین پر ایک بوریا بچھا تھا اور دیوارون پر پُرانے وقت کی یادگار کچھ کتبے آویزان تھے۔ فن خطاطی کے طبعی ذوق نے میری نظر کو کتبون کی طرف متوجہ کردیا۔ عالمگیر بادشاہ اور خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار کے کتبے میری نظر سے گذر چکے تھے۔ مجھے اچھی طرح یہ معلوم تھا کہ اگلے وقتون مین اس فن شریف کی تعلیم کا کسقدر زیادہ چرچا تھا اور اب کیا حالت ہی۔ ادھر یہ خیال دلمین درد بنکر کانٹا لگا رہا تھا اور ایک اہل دل کی بزم مین کچھ متبرک کلمات کچھ پُردرد اشعار اور کچھ نصیحت آمیز ابیات نہایت اعلی قسم کے خط مین لکھے ہوے بلحاظ جذبات تزکیۂ نفس کا کام دے رہے تھے۔ یہ احساس ہوتا جاتا تھا کہ دل کو دل بنانے مین یہ کتبے کس قدر مددگار ہین خوشنویسی اور خطاطی کا جادو ایک ایک کتبے سے پورا ہو رہا تھا۔ اسی حالت مین جبکہ زمانہ پیشین اور حال کا صحیفہ خط توام کی طرح میرے پیش خیال تھا فن خطاطی کے اندرونی جذبات کو عالم خاموشی مین ظاہر کرنیوالا ایک کتبہ مجھے خوشخط نستعلیق کی شان مین ان لفظون مین نظر آیا۔

از بسکہ در زمانہ یکے اہل درد نیست　　　اظہار درد خویش بدیوار می کنم

مین یہ پڑھ کر آبدیدہ ہوگیا اور مجھے اس قوم کے غیرت شعار دل پر حیرت ہوئی جو اپنے بزرگون کے ایجاد کیے ہوے یہ نازک فن کو یون مٹتا ہوا دیکھ رہی ہی اور زندہ ہی۔

اسی منزل پر مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہم مین اکثر اصحاب ایسے بھی ہین جو فن خطاطی کو ایک غیرضروری

فن سمجھ رہے ہین۔ موجودہ ہندوستان کا یہ ایک بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہو کہ خوشنویسی یا خطاطی کی کیا ضرورت ہو؟ اِس خیال کے نشو و نما کے متعلق طرح طرح کی روایتین یونانیون کے قدیم قصص کی طرح مشہور ہین۔ کوئی تو یہ کہتا ہو کہ ایک صاحب کو کسی خوشنویس نے کچھ خوشخط لکھ کر دیا اُس نے بجائے قدر کرنے کے یہ کہا کہ تم نے گھنٹون مین یہ لکھا اور بہت قیمتی وقت ضایع کیا ہو اسی کو ہم چند منٹ مین لکھ دیتے ہین اور دونون کے لکھنے کی غرض ایک ہو۔ خوشخطی و بدخطی تو ایک امتیازی بات ہو۔ بعض حضرات کے دل مین اِس تخئیل کا عکس کچھ ایسا پڑ گیا ہو کہ اب ایک گروہ دنیا مین ایسا نظر آتا ہو جو بدخطی اور ایسے لکھنے کو جو پڑھا نہ جاسکے حاصل فن سمجھتا ہو اور یہ فراموش کر کے کہ تقاضاے تحریر تک کتنے بندگان خدا کا بیکار وقت بدخطی کے حروف پڑھنے اور لفظون کو ٹٹول ٹٹول کر پیدا کرنے مین صرف ہوگا اور کتنے بیگناہون کو ذہنی اذیت اس کے پڑھنے مین غیر محدود مدت تک دنیا مین ہوتی رہیگی اپنی زود نویسی کے ساتھ بدخطی پر بے حد نازان ہین کہ العظمۃ للہ۔

× [ اُردو کانفرنس کے پہلے ہی جلسہ مین ایک بار رسم الخط کی بحث کے سلسلہ مین اس پر بھی زور دیا جا رہا تھا کہ سب جھگڑے مٹا کر ٹائپ والے اُردو حروف رائج کر دیے جائین لیکن اس رائے کو کامیابی نصیب نہوئی اُردو کا ٹائپ ایجاد ہو یا کچھ اور ارضی و سماوی آفت آئے۔ وقت کی قدر اچھی چیز ہو کوئی بھی کام کی بات ہو وہ قابل قدر ہو۔ یہ موضوع جس پر یہ مضمون لکھا گیا ہو اور فن خطاطی کے فوائد اور اسکے بقا کی ضرورت ایک ایسا فریضہ ہو جسکو کسی ایجاد پر قربان کر دینا ضروری نہین ]

فن خطاطی کی ضرورت ایک قدرتی ضرورت ہو۔ بچپن مین جب کسی زبان کی تعلیم دی جاتی ہو تو اُسکے حروف تہجی کو جسطرح زبان سے دُھرانے اور نظر سے شناخت کرنے کی مشق بہم پہنچائی جاتی ہے اسی طرح ہاتھ سے اس کی صورت کو کاغذ پر بنانے کی مشق کرائی جاتی ہو۔ یہی پہلی ضرورت ہو جس سے فن خطاطی کی ابتدا ہوتی ہو۔ اگلے وقتون مین بہتر سے بہتر حرفون کی تصویر بنانے کی مشق کی جاتی تھی مگر اب پیرانہ سالی کے جذبۂ عشق کی طرح اِس آرزو کا رنگ بھی ہلکا ہو گیا ہو۔ اگرچہ اِس زمانہ مین فن خطاطی کی مسخ صورت کا چربہ اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی تو خوشنویسی کا جنازہ نکل چکا ہوتا،

بظاہر معلوم ہوتا ہو کہ کوئی اب اچھی صورتون والے حروف کا قدردان نہین رہا نہ رئیسون مین کوئی ذوق باقی ہو۔ نہ پبلک مین قوت احساس۔ حکومت کی طرف سے کچھ مدد نہین ہوسکتی اس سبب

اُس فن کی ترقی کی ضرورت نہین سمجھی جاتی لیکن اس خیال کو اس جگہ یونہی چھوڑ دینا ایک گناہ ہے
مین اس کی ضرورت کے فلسفہ پر اہل درد کو توجہ دلانا چاہتا ہون یہ سچ ہی کہ اقتصادیات کے
اصول پر فن خطاطی کے گاہکون کی کمی سے اس فن کے نمونے بازار شہرت مین لانے کا ولولہ جاتا رہا۔
مگر اب یہ دیکھنا ہی کہ خطاطی کی ضرورت بھی دنیا کو ہی یا نہین۔ خطاطی سے مراد خط کے نقوش بنانا اور
عمدہ اور خوشنما طرز پر بنانا ہی۔ خطاطی کی ضرورت ہر علم و زبان کی بقا کے ساتھ ساتھ ہی اور رہتی دنیا
تک قائم رہیگی۔ خوشنما حروفون کی تصویر اُتارنا اور اُس کی مشق کرنا بھی مفید اور ضروری ہی۔

اس خیال کو پورے اثر کے ساتھ سمجھنے کے لیے نقاشی کی ضرورت اور اُس کے معین فنون
پر سب سے پہلے نظر کرلینا مناسب ہی۔ ڈرائنگ یا نقاشی کی ضرورت ایک مسلمہ ضرورت ہی۔ کسی کام
کے کرنے سے پہلے اس کا خیال دلمین پیدا ہوتا ہی پھر عمل کا آغاز ہوتا ہی۔ چنانچہ دنیا کے اکثر کامون
مین نقاشی ایک ایسی چیز ہی جو تخئیل اور عمل کے درمیان ایک ربط اتحاد پیدا کرتی ہی۔ پہلے ایک
مکان یا کوٹھی بنانے کا خیال پیدا ہوتا ہی پھر اُسکے انداز عمارت کا نقشہ چند لکیرون کے ذریعہ سے
کاغذ پر ظاہر کیا جاتا ہی پھر اُسی کی بنا پر کام شروع ہوتا ہی۔ کپڑا بننے دری اور قالین بنانے جامہ چھاپنے
ان کے مختلف کام کا خاکہ تیار کرنے لکڑی مٹی پتھر دھات اور طرح طرح کے کامون مین نقاشی کی ضرورت
پڑتی ہی۔ خطاطی دنیا مین پہلی نقاشی ہی۔ یہ دیکھنے مین آسان اور بے ضرورت مگر معمولی نقاشی
اور ڈرائنگ سے گذر کر اعلی درجہ کی مصوری سے بھی زیادہ مشکل اور طرح طرح سے کار آمد ہی۔ خطاطی خود
بھی بالذات مفید ہے۔ اور مفید ڈرائنگ و نقاشی و مصوری کی قوت مشق کی معین ہونے کی
حیثیت سے بالواسطہ بھی مفید ہی۔

یہ خود بھی بالذات مفید ہی اسکا ذکر آخر مین ہوگا اس کے بالواسطہ مفید ہونے کی دلیل یہ ہی کہ
فن خطاطی مین ہر حرف بجائے خود ایک انوکھی خیالی تصویر ہوتا ہی اور مصوری یا نقشے والے اچھی طرح جان سکتے
ہین کہ تخئیل کی تصویر کا اُتارنا کسقدر مشکل ہوتا ہی۔ حرف کی ایک خیالی صورت اور اس کا خیالی حسن کاتب تحریر
کے دماغ کے پردہ پر کھنچا ہوتا ہی اور وہ نہایت نازک حدود اور ایک منضبط نظام کے اندر پتلیون سے
اس تصویر خیالی کو کاغذ پر اُتارتا ہی۔ فن خطاطی کے مصور کی تخئیل مصوری اور اس کا حسن سلیقہ عام تخئیلی
تصویر اُتارنے والون سے بڑھا ہوا ہوتا ہی اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اُن کا پایہ اور اُس کا سلیقہ کچھ کمتر

ہونا ہر تو کیا اس کے تسلیم کرنے مین بھی کوئی تکلف ہو سکتا ہر کہ فن خطاطی کا کامل تھوڑی سی مشق اور تھوڑی سی توجہ اور ذرا سے تصرفِ خیال سے مصوری کے صنف مین وہ وہ جوہر دکھا سکتا ہر جو خود ایسے مصور کو حیرت مین لانے کے لیے کافی ہر اور خوشنویسون نے ہزارہا بار عمل کر کے اسے دکھا دیا اور ثابت کر دیا ہر لیکن کمتر مصور دنیا مین ایسے ملین گے جو باہمہ کمال اس پر نازان ہون کہ میر علی اور میر عماد کے کتبون کے مثل ایک حرف اپنے خیال اور مشق مصوری سے لکھدین۔ اس بنا پر یہ آرزو بیجا نہین کہ بچپن ہی سے فن خطاطی کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر بچون کو دی جاسے تاکہ اُن کے ہاتھ مین زور نگاہ مین استعداد اور دل مین ایک ایسی قوت احساس پیدا ہو جاسے کہ وہ ڈرائنگ اور نقاشی کو محض بچون کا کھیل سمجھتے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی مصوری مین تھوڑی مشق اور توجہ سے کمال حاصل کر سکین۔

خوشنویسی یا خطاطی حقیقتاً ایک بہت بڑی ریاضت کا نام ہر اور اس ریاضت مین تین اعضاے بدن یعنی دل۔ آنکھ اور ہاتھ مین اتحاد عمل جب تک نہین ہوتا کوئی قلم ایک اچھی صورت والا حرف نہین پیدا کر سکتا۔ یہ الفاظ حیرت کی نگاہ سے دیکھے جائین گے کیونکہ اب اس فن کا چرچا نہین رہا اور ہر صاف اور خوشخط لکھنے والے کی زیادہ سے زیادہ یہ تعریف کی جاتی ہر کہ یہ ایسا اچھا لکھا ہر کہ چھاپہ معلوم ہوتا ہر لیکن مین یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ ان الفاظ مین پچھلے زمانہ کے اُن خوشنویسون اور خطاطون کے جذبات و تمنا کا خون بھرا ہوا ہر جو برابر چھہ روز تک مشق خط کیا کرتے تھے اور ایک دن ترک مشق کرنے پر پھر لکھتے وقت حسرت سے کہنے پر مجبور ہوتے تھے کہ ایسا نازک فرق محسوس ہو رہا ہر کہ گویا اب وہ بات خط مین باقی نہین رہی۔ میر علی الکاتب اور میر عماد کے اصلی کتبے یعنی ایک قدرتی سانچہ مین ڈھلے ہوے حرفون کی تصویرین آج بھی اس دعوی کی تصدیق کے لیے تیار ہین۔

قوت تخیل جو دنیا مین ایک بڑی زبردست قوت ہر وہی خطاطی اور خوشنویسی کی فوج کی علمبردار ہر اسکے زیر اثر نظر کی مسمریزمی قوت ہاتھ کی انگلیون کو پکڑ کر کاغذ پر وہ صورت تیار کر دیتی ہر جو دل کو مطلوب ہوتی ہر۔

اب نفس خطاطی کی بالذات ضرورت اور فوائد پر نظر کرنا چاہیے۔ مطبع اور پریس کی طرح اسکی ضمنی ضرورتین صدہا جگہ ہین۔ یہ مانا کہ سلاطین وقت کے دربارون اور ایوان امارت کے فرامین سے اب خوشنویسی محروم ہو گئی مگر راج پاٹ مین کچھ لکھ کر پیش کرتے وقت اب بھی خوشنویسی کی پرسش ہو جاتی ہر کسی نوشتہ کی

بلاک یا ٹھپہ جب تک ابتدا ً خوشنویسی کا رہین منت نہ ہولے فوٹوگرافی اور مصوری خود کوئی نقش تیار نہین کر سکتی۔ اس مین مصوری اپنا ہنر دکھانے مین اُسکی محتاج ہی کہ پہلے کچھ لکھ کر اُسکے سامنے لایا جائے۔ غرض کہ تحریر کی دنیا مین خوب نظر دوڑا کر دیکھ لیا جائے جہان کہین خواہ وہ چھاپہ کا پتھر ہو یا بلاک ہو یا کسی نامراد کے لوح مزار کا کتبہ ہو یا کسی پرارمان کے عشرت کدہ کے پتھر پر کوئی یادگار تحریر ہو۔ یا جہان کہین بھی تحریر کے نقش اول کی ضرورت پڑیگی بغیر فن خطاطی کی پرستش کے چارہ نہین۔

مکان کی آرائش مین تصویرین، گلدستے اور طلائی کام مین لائے جاتے ہین شیر اور چیتے کی کھال اور ہرن کے سینگ جنگل سے اور مگر کے جسم کا ڈھانچہ دریا سے لاکر ایک محل سراسج کر درست کیا جاتا ہے لیکن کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہی کہ بہت سے اشعار اور بہت سے کلام ایسے ہین جو دل پر بہت کچھ اثر پیدا کر سکتے ہین۔ یہ کلام ہی مین اثر ہی کہ روتے ہوئے کو ہنسا دے اور ہنستے ہوے دل کو رلادے دل کو دل بنانے اور روحانی قوت بڑھانے کے لیے دلمین سوز و گداز اور اثر پیدا کیا جاتا ہی اور ایک وہ وقت آتا ہی کہ اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہین۔ ایک عزلت نشین کے مونس خلوت چند کلمات ہین چند آیات ہین، چند اقوال ہین اور چند اشعار ہین خواہ وہ کسی کمرہ مین آویزان ہون یا کسی صفحہ قرطاس پر ہون۔ مضامین و مطالب کا اثر حرفون کے حسن کے ساتھ ملکر وہی کام دیتا ہی جو موسیقی کے پردہ مین نظم و اشعار سے کام لیا جاتا ہی جسطرح موسیقی کی جان شاعری ہی۔ اسی طرح جذبات مضامین کی جان خطاطی ہی۔ یہی وجہ تھی کہ پچھلے وقتون مین منتخب اشعار اور منتخب اقوال نہایت خوشخط لکھ کر مکانون مین اور نشستگاہون مین آویزان کیے جاتے تھے۔ وہ دور تھا جب روحانیت کو ترقی تھی۔ اگلے لوگ اس سے کام لیتے تھے اور وہ کتبے کام دیتے تھے اب وہ زمانہ آگیا کہ کتبے اُتار کر پھینکدیے گئے خطاطی کی ضرورت سے انکار کرنے والے گروہ پیدا ہو گئے تو خطاطی بھی زبان حال سے یہ کہنے پر مجبور ہوئی ؂

جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا
ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

ممتاز حسین جونپوری

# تذکرۂ صوفیۂ کرام نمبر ۱

## حضرت داتا گنج بخش رح علی الہجویری اللاہوری رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ

الناظر کے قدیم قدردانوں کو یاد ہوگا، کہ ایک زمانہ میں ہمارے فاضل و عارف مقالہ نویس عبداللہ کے قلم سے متعدد صوفیاکرام کے تذکرے ان اوراق میں شایع ہوئے تھے۔ انھیں بزرگ نے اب اپنے رشحات قلم کی تجدید فیض کا ازسرنو وعدہ فرمایا ہے اور بہ طور قسط اول مضمون ذیل عنایت کیا ہے۔ انشاء اللہ اسی طرح اکابر طریقت کے تذکرے برابر نکلتے رہیں گے اور کچھ عرصہ میں اردو میں ایک معقول و مفصل تذکرۃ الاولیا، مدون ہو جائیگا۔ مضمون نگار صاحب کا نام نامی ناظرین الناظر کے لیے اجنبی نہیں لیکن خانقاہ طریقت میں جب وہ قدم رکھتے ہیں تو اپنی شخصیت کو فنا کر کے محض عبدیت الٰہی کے قالب میں جلوہ گر ہوتے ہیں ہم بھی اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کر سکتے، کہ ع ایک معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

(ایڈیٹر الناظر)

سرحلقہ جملہ اقطاب محرم جمیع ابواب معشوق بہ اوصاف معنوی شیخ علی بن عثمان بن علی الغزنوی قدس سرہ کمل اولیائے زمانہ سے تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ ہجویر آپ کا وطن ہے جو مضافات غزنی سے ہے' سلطان محمود غزنوی کے پہلے حملہ کے زمانہ میں شہزادہ مسعود کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں اقامت فرمائی اور داتا گنج بخش رح کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ ہی کے قدم میمنت لزوم کی برکت سے لاہور کے اطراف واکناف میں اسلام پھیلا۔ مراۃ الاسرار میں آپ کے پیر و مرشد کا نام نامی ابوالحسن خضری مرقوم ہے جو تصوف میں حضرت جنید رح کا مذہب رکھتے تھے۔ نفحات الانس میں ہے کہ کنیت وے ابوالحسن است عالم و عارف بود و مرید شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی ست" و بہ صحبت از مشایخ دیگر رسیدہ است غالباً مراۃ الاسرار میں سہو کاتب ہوا ہے۔ مراۃ الاسرار میں ہے کہ خواجہ احمد حمادی رح سرخسی جو اپنے زمانہ میں میانہ العباد کہلاتے تھے ان کا اور حضرت کا بہت ساتھ رہا ہے۔ ایک روز آپ نے پوچھا کہ اے خواجہ احمد آپ کے توبہ کا باعث کیا ہوا۔ کیا واقعہ گذرا جو آپ نے پہلے پہل توبہ کی اور تمام مشاغل دنیاوی سے کنارہ کشی فرمائی۔ خواجہ نے فرمایا۔ ایک زمانہ کا واقعہ ہے کہ سرخس سے میں نکل کر ایک بیابان میں پہنچا

جہاں اونٹ چرا کرتے تھے اس مقام پر مین نے ایک عرصہ تک قیام کیا۔ ہمیشہ بھوکا رہتا اور اپنا کھانا دوسرے کو دیدیتا تھا۔ ایک روز کیا دیکھتا ہون کہ جنگل سے ایک شیر نکلا اور ایک اونٹ کو لیگیا اور ایک اونچے ٹیلہ پر لیجا کر اُسے مارا۔ اور آواز دی۔ آواز کے سنتے ہی جنگل سے طرح طرح کے درندے گرگ۔ شغال و روباہ وغیرہ دوڑے اور اونٹ کا گوشت کھانا شروع کیا۔ جب یہ سب سیر ہو کر چلے گئے تو شیر خود آیا اور کچھ کھانا چاہا کہ دور سے ایک لومڑی دکھائی دی شیر لومڑی کو آتا دیکھ کر ہٹ گیا اور لومڑی کو کھانے دیا۔ جب یہ لومڑی کھا کر چلی گئی تو پھر خود آیا اور تھوڑا سا گوشت کھایا۔ حضرت داتا گنج بخش رح یہ سب تماشا دور سے دیکھ رہے تھے۔ جب شیر جانے لگا تو مجھ سے گویا ہوا کہ اے ابو احمد لقمہ پر ایثار کرنا کتون کا کام ہی۔ مردان دین کا ایثار یہ ہو کہ جان پر کھیل جائین۔ اُس سے یہ کلمات سُن کر مین نے تمام مشغلون سے کنارہ کشی اختیار کی۔

نفحات الانس مین ہو کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ علی الہجویری رح نے حضرت شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانی سے دریافت کیا کہ درویش را کمتر چیز چہ باید تا اسم فقر را سزاوار گردد حضرت شیخ المشائخ نے فرمایا کم سے کم تین چیزین (۱) پارہ راست تواند دوخت (۲) سخن راست تواند گفت و شنود (۳) پاے راست بر زمین تواند زد۔ آپ فرماتے ہین کہ ہمارے ساتھ درویشون کی ایک جماعت تھی۔ اپنے ٹھکانے پر پہونچکر ہم نے کہا آؤ ان کلمات کے شرح مین ہر ایک کچھ نہ کچھ بیان کرے ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق بیان کیا۔ لیکن جب شیخ علی الہجویری رح کی نوبت آئی تو اُنھون نے فرمایا کہ پارہ راست دوختن آن بود کہ بفقر دوزند نہ بزینت۔ سخن راست آن باشد کہ بحال شنو د و بمنیت یعنی از روے تحقیق ہونا چاہیے نہ کہ از روی تصور۔ و بحق وجد دران تصرف کنند نہ بہزل و بزندگانی مر آنرا فہم کنند نہ بعقل۔ و پای عدالت بر زمین مُردن آن باشد کہ بوجد بر زمین زنند نہ بلہو۔ شیخ علی الہجویری کے اِس کلام کو لوگون نے شیخ المشائخ ابو القاسم گرگانی کے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا۔ اصاب علی جبرہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت داتا گنج بخش علی الغزنوی ثم الہجویری ثم اللاہوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب دیوان تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب آپ کے دیوان کو مانگ کر لے گئے اتفاق سے صرف وہی ایک نسخہ تھا ان حضرت نے اُس دیوان کو اُلٹ پلٹ کر دیا۔ اور حضرت شیخ کا نام نکالکر اپنے نام سے اُسے مشہور کر دیا چنانچہ اس واقعہ کو آپ خود کشف المحجوب مین بیان فرماتے ہین۔ اِسی طرح آپ نے تصوف مین ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی جس کا

نام منہاج الدین تھا۔ ایک دوسرے صاحب اُس کو عاریتاً مانگ کر لے گئے اور سرقہ کرکے اپنے نام سے لوگون مین شایع کیا۔ افسوس ہو کہ یہ دیوان اور کتاب اب کہین نہین ہو۔ اس کے بعد پھر آپ نے ایک اور کتاب تصنیف فرمائی جو آج تک امہات کتب تصوف مین شمار کی جاتی ہو۔ اس کا نام کشف محجوب ہی۔ اس کتاب کے بعض مضامین پر انشاء اللہ تعالیٰ آگے بحث کی جائے گی،

ابو سعید ہجویری رحؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ تصوف کے طریقہ کی تحقیق کیا ہو اور اہل تصوف کے مقامات کی کیفیت، اُن کے اقوال و مذاہب۔ اُن کے رموز و اشارے۔ خدائے بزرگ و برتر کی محبت و حقیقت۔ دلون پر اس کے اظہار سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہو اور اسکی ماہیت تک پہونچنے مین عقول کے محجوب رہنے کا سبب کیا ہو۔ نفس اُسکی حقیقت سے کیون متنفر ہو اور روح کو اپنی پاکیزگی و صفائی سے کیا آرام پہونچتا ہو اور روح کی پاکیزگی کس شے مین ہو۔ ان سوالون کے جواب مین غالباً کشف المحجوب تصنیف فرمائی گئی ہے

آپ کہتے ہین کہ ہمارے زمانہ مین یہ علم حقیقت پرانا ہوگیا ہو ابنائے ملک نفسانی خواہشون مین مبتلا اور رضائے الٰہی کے راستہ سے بہکے ہوے ہین۔ عام علما نے جو طریقت کی صورت بیان کی وہ اصل کے خلاف ہو۔ عام کہتے ہین کہ ہم حق کو پہچانتے ہین اور خواص دلون کی آرزو و محبت نفوس اور میلان سر کو رویت کا شوق اور محبت کی سوزش سمجھ کر آسودہ خاطر ہین۔ مریدون نے مجاہدہ سے ہاتھ اُٹھا لیا ہو اور معلول ظن کا نام مشاہدہ رکھا ہو۔ زمانہ کی اس حالت کو بیان کرکے آپ فرماتے ہین کہ مین نے اس مضمون پر پہلے کئی کتابین لکھی تھین مگر وہ سب ضایع ہوگئین۔ جھوٹے مدعیون نے لوگون کو پھانسنے کے لیے اسمین سے بعض اقوال لے لیے اور باقی کو ترک کردیا اور ناپید کر دیا۔ بعض پڑھنے کے لیے بیٹھے مگر پڑھا نہین۔ بعض نے پڑھا مگر سمجھا نہین۔ دل مین کسی کے طلب کا درد نہین تھا۔ اگر ہوتا تو اپنی درمان کی ضرور جستجو کرتا ؎

فکل فی فوادہ وجع		لیطلب شیئاً یوافق الوجعا

چونکہ کسی کو درد طلب نہ تھا اس لیے ان کتابون کو ضایع کردیا،

مرقع پہننے پر آپ نے ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام اسرار الخرق والمؤنات ہو۔ اُس زمانہ مین مریدین مین اسکا رواج تھا مگر اب کہین نظر نہین آتی۔ اپنے حالات مین ایک جگہ حضرت تحریر فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ ادراز کا سفر پیش آیا وہان فقرائے ملامتیہ مین سے ایک کی صحبت مین بیٹھنے کا مجھے اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ انھین خوش پاکر مین نے سوال کیا کہ بھائی صاحب ان شوریدہ اور پریشان افعال سے آپ کا مقصود کیا ہو

اُنھون نے فرمایا کہ لوگون سے پیچھا چھوڑانا۔ مین نے کہا کہ لوگ بہت ہین اور عمر کم ہی۔ آپ اُن سے پیچھا نہین چھڑا سکتے پھر خود ہی کیون نہین انکا پیچھا چھوڑ دیتے۔ تا کہ ان تمام مشاغل سے آپ کو نجات مل جائے۔ یہ بیان کر کے آپ فرماتے ہین کہ ایسے لوگ بہت ہوتے ہین جو لوگون مین مشغول ہوتے ہین اور سمجھتے ہین کہ لوگ اُن کی طرف مشغول ہین۔

حضرت خود ایک مرتبہ کا اپنا واقعہ بیان فرماتے ہین کہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا جسکے حل کی مین نے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر شیخ بایزید بسطامیؒ کے مزار اقدس پر مجاوری شروع کی۔ آخر کار وہان حل نصیب ہوا۔ لیکن اس کے بعد پھر ایک واقعہ پیش آیا اور اُس کے حل کرنے کے لیے تین ماہ مین مزار شیخ بایزیدؒ پر مجاوری کرتا رہا مگر کوئی فائدہ نہوا۔ حل ہونے کی امید پر ہر روز تین دفعہ نہاتا اور تیس دفعہ وضو کرتا تھا۔ جب یہ سب کچھ کام نہ آیا تو وہان سے اُٹھا اور خراسان کا رُخ کیا حتیٰ کہ شہر کُش کے ایک گاؤن مین پہنچا۔ وہان ایک خانقاہ مین صوفیون کی ایک جماعت مقیم تھی میری حالت یہ تھی کہ ایک گدڑی بدن پر تھی اور ہاتھ مین عصا اور چمڑے کا ایک لوٹا اور بس اس جماعت نے مجھے بہت حقیر اور ذلیل سمجھا۔ مجھے ایک بالاخانہ پر جگہ ملی اور وہ جماعت صوفیہ اُس سے بلند تر دوسر بالاخانہ پر مقیم ہوئی۔ وہ خود اچھا اچھا کھانا کھاتے تھے حتیٰ کہ میرے ناک مین بو آتی تھی اور مجھے صرف ایک سوکھی روٹی جو پڑے پڑے سبز ہو گئی تھی۔ کھانے کو دی اور مجھپر طنز اور طعنے پھینکنے لگے۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو خربزے کھانے لگے اور میری حقارت اور اپنی خوش طبعی کے طور پر چھلکے میرے سر پر پھینکتے جاتے تھے۔ مین اپنے دل مین کہتا تھا کہ اے اللہ اگر مین ان لوگون مین سے ہوتا جو تیرے دوستون کا لباس پہنے ہوے ہین تو مین اُن سے الگ نہ ہوتا۔ جسقدر وہ لوگ مجھپر زیادہ طنز و طعنہ کرتے تھے اُسی قدر اپنے نفس کی تحقیر دیکھکر مین خوش ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک طعنون کا بوجھ اُٹھاتے اُٹھاتے وہ عقدہ جسکے حل کے لیے مین سرگردان تھا حل ہو گیا اور اس وقت مین نے جانا کہ بزرگون نے کس لیے جاہلون کی حرکتون کو روا رکھا ہی اور کس لیے اُن کے بوجھ اُٹھاے ہین۔

اپنے پیر و مرشد کے حال مین کشف المحجوب مین لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ مین آپ کو وضو کرا رہا تھا اور ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا کہ میرے دل مین آیا کہ جب سب کام تقدیر اور قسمت سے ہین تو کیون حصول کرامت کے لیے لوگ اپنے ہم جنسون مین سے پیر بنایا کرتے ہین میرے دل کے اس خطرے پر مطلع ہو کر آپ نے فرمایا

کہ ہر حکم کے لیے ایک سبب ہوتا ہے۔ جب خدائے بزرگ و برتر چاہتا ہے کہ سختی کرنیوالے اور ظالم بیہ کو ملک کا تاج عطا فرمائے تو پہلے اُسے توبہ بخشتا ہے اور اپنی ایک دوست کی خدمت مین مشغول کرتا ہے تاکہ یہ خدمت اُس کے لیے کرامت کا سبب ہو۔ پھر حضرت آگے تحریر فرماتے ہین کہ وفات کے وقت میرے پیرو مرشد حضرت ابو الفضل حسن ختلیؒ کا سر مبارک میری گود مین تھا۔ اپنے دوست مین سے ایک شخص سے میرے دلمین کچھ رنج تھا۔ شیخ علیہ الرحمۃ میرے اِس حال سے مطلع ہوگئے اور فرمانے لگے کہ بیٹا کیا اعتقاد کا ایک مسئلہ مین تمھین بتاؤن۔ اگر اپنے تئین اس پر مستحکم رکھوگے تو سب رنجون سے چھوٹ جاؤگے۔ یاد رکھو کہ ہر محل کے نیک و بد تمام احوال خدائے جل و علی کے پیدا کردہ ہوتے ہین۔ تمھین چاہیئے کہ خدا کے فعل پر خصومت نہ کرو اور دلمین کوئی رنج نہ رکھو۔

حضرت شیخ علی الہجویری داتا گنج بخشؒ نے جن مشایخ کو دیکھا اور اُن کی صحبت مین رہے اُن کے نام نامی یہ ہین حضرت شیخ ابو الفضل حسن ختلیؒ۔ ابو القاسم عبد الکریم قشیریؒ۔ ابو العباس احمد بن محمد شقانیؒ ابو القاسم علی بن عبد اللہ الکرمانیؒ۔ ابو احمد مظفر بن احمد بن حمدانؒ۔ ان بزرگون کے علاوہ حضرت شیخ نے کشف المحجوب کے باب ہفتم مین ان مشایخ کے نام گنائے ہین جو ان کے ہمعصر تھے اور جو یگانۂ قوم اور ارباب معانی مین سے تھے۔ اُن کی تعداد ۴۲ ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ حضرت شیخ ابو العباس احمدؒ سے میری بڑی دوستی تھی بلکہ بعض علوم مین وہ میرے اُستاد تھے۔ مینے اُن سے زیادہ شیخ کی تعظیم کرنیوالا اور موجودات سے قطع تعلق کرنے والا کوئی نہین دیکھا۔ آپ کا قول تھا کہ وہ نیستی جو دیدار مین ہو اس بہشت سے بہتر ہے جو حجاب مین ہو اور جب خدا وہ ہستی ہو جسپر عدم جائز نہین تو پھر اگر مین ایسا نیست ہو جاؤن کہ میری نیستی کو پھر ہستی نصیب نہو تو کیا مضائقہ ہے۔

آپ فرماتے ہین کہ ایک دن مین حضرت شیخ ابو القاسم علی بن عبد اللہ الکرمانی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور اپنی وارداتون کا تذکرہ کر رہا تھا تاکہ حضرت کھرے کو کھوٹے سے الگ فرما دین۔ آپ میرے حال کو بہت توقیر کے ساتھ سمع فرما رہے تھے۔ میرے دل مین یہ خیال گذرا کہ شاید ابتدا مین آپ کا گذر اس کوچہ مین نہین ہوا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ کو میرے باطن کا حال معلوم ہوگیا اور فرمایا یہ فروتنی و نیاز تمھارے لیے نہین ہے بلکہ اُس کے لیے ہے جس نے یہ حال تمھین بخشا تھا۔ اسمین تمھاری خصوصیت نہین ہے تمام طالبون کے لیے یہ عام ہے۔ مین یہ سُنکر چپ رہ گیا۔ شیخ نے پھر فرمایا کہ بیٹا اس طریق مین آدمی کو جہرت

اسی قدر نسبت حاصل ہو کہ جب اس طریقت کو اس سے متعلق کرتے ہین تو وہ اس کی یافت کے پندار کو اختیار کرتا ہو اور جب اُسے معزول کرتے ہین تو پندار کی صرف عبارت ہی عبارت باقی رہ جاتی ہو نفی و اثبات عدم و وجود دونون پندار مین داخل ہین۔ اِس قید سے آدمی کو کبھی رہائی حاصل نہین ہوتی۔ اِس لیے اُسے چاہیے کہ بندگی کی راہ اختیار کرے اور مردانہ دشتی اور فرمانبرداری کے سوا تمام نسبتین گم کردے۔

ایک مرتبہ حضرت داتا گنج بخش حضرت خواجہ ابو احمد مظفر بن احمد بن حمدانؒ کی خدمت مین بیٹھے تھے اور نیشاپور کا ایک مدعی بھی پاس بیٹھا ہوا اپنی عبارت مین یہ کہہ رہا تھا کہ فانی ہوگا اور پھر باقی۔ خواجہ مظفرؒ نے فرمایا کہ فنا پر بقا کی صورت کیونکر ہوسکتی ہو اس لیے کہ فنا سے نیستی مراد ہو اور بقا ہستی کی طرف دلالت کرتی ہو۔ فنا سے ہر ایک اپنے صاحب کے نفی کرنے والا ہوتا ہو پس فنا فنائے معلوم ہو۔ جب معلوم نیست ہوتا ہو تو عین باقی رہتا ہو نیست نہین ہوتا کیونکہ وہ شے دیگر ہو۔ اور یہ روا نہین ہو کہ حقیقتین فنا ہوجائین۔ فنا صفت کے لیے مخصوص ہو اور سبب کا فنا ہوجانا جائز رکھا گیا ہو پس صفت اور سبب جب فنا ہوجاتے ہین تو موصوف اور سبب باقی رہتا ہو جسکے ذات پر فنا کا اطلاق نہین کیا جاسکتا۔

حضرت خواجہ ابو احمد مظفر کے اِس بیان کی تشریح آپ یون فرماتے ہین کہ بندہ کا اختیار بندہ کی صفت ہو اور اپنے اختیار مین بندہ جناب باری تعالیٰ کے اختیار سے محجوب ہو۔ پس بندہ کی صفت اس کی اور حق کے درمیان مین حجاب بنجاتی ہو۔ جناب باری عزاسمہ کا اختیار ازلی و ابدی ہو اور بندہ کا اختیار حادث۔ جو شے ازلی و ابدی ہو وہ فنا پذیر نہین ہوسکتی اور حادث فانی وغیر باقی ہو۔ چنانچہ جب خدا جل جلالہ کا اختیار بندہ کے حق مین بقا پاتا ہو تو اُس وقت بندہ کا اختیار فانی اور اس کا تصرف منقطع ہوجاتا ہو۔

گرمی کے موسم مین ایک دن آپ پریشان حضرت خواجہ ابو احمد مظفرؒ کی خدمت مین آئے انھون نے فرمایا ابو الحسن کیا حال ہو۔ مین نے عرض کیا کہ مجھے سرود چاہیے۔ حضرت خواجہؒ نے اسی وقت ایک آدمی کو بلا بھیجا اور قوال اور نیز اہل عشرت کی ایک جماعت کو طلب فرمایا۔ عشق کی آگ۔ ارادہ کی قوت اور بلا مین پڑنے کی کوشش نے سماع کے چند کلمون کے بعد ہی مجھے بیقرار کردیا۔ اور کچھ عرصہ بعد جب جوش مین کمی ہوئی تو حضرت خواجہ نے مجھسے پوچھا کہ اس سماع مین تمھارا کیا حال ہوا۔ مین نے عرض کیا کہ بہت خوش ہون۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آنے والا ہو کہ اس سماع اور کوے کی آواز تمھارے لیے برابر ہوگی۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ سماع کی اسی وقت تک قوت ہوتی ہو جب تک مشاہدہ نہ ہو جب

مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو دلالت سماع کی ضرورت باقی نہیں رہتی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید فرمائی کہ سماع کو عادت وطبیعت نہ بنانا اور نہ اسپر قیام کرنا۔

شیخ ابوالقاسم گورگانی کا واقعہ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کی زیارت کا خیال ایک مرتبہ جبکہ میں طوس میں مقیم تھا پیدا ہوا۔ چنانچہ میں گیا اور انھیں مسجد کے حجرہ میں تنہا پایا۔ وہ میرا واقعہ ہو بہو ستون سے کہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ کس سے کلام ہو رہا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اس ستون سے جسے خدا نے میرے واسطے گویا کیا۔ اور اس نے مجھسے ایک سوال کیا جسکا جواب دیرہا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ سلانگ نامی ایک گاؤں میں جو علاقہ فرغانہ سے تھا ایک درویش سے ملنے تشریف لے گئے۔ انھوں نے آنے کا سبب پوچھا آپ نے کہا کہ آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں فرماتے ہیں کہ یہ سُن کر انھوں نے محبت کی نظر سے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ فلاں روز سے تمھیں دیکھ رہا ہوں اور جب تک مجھسے غائب نہ کرین میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فلاں دن میری توبہ کی ابتدا کا دن تھا۔ درویش نے فرمایا کہ اے بیٹا باہر سفر کرنا لڑکوں کا کام ہے بس اگر زیارت کرنے آئے ہو تو خلوص دل سے زیارت کرو۔ کیونکہ حضور قلب کے سامنے حضور جسم کوئی شے نہیں

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں صوفیوں کی مبتدی جماعت کو بعض مسائل سکھایا کرتا تھا میں ایک مرتبہ اونٹ کے صدقہ کا بیان کر رہا تھا کہ ایک جاہل آیا اس نے میرا بیان سُنا تو گھبرانے لگا اور تنگ آکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کہا کہ اے شخص جیسا کہ ہمیں زکوٰۃ دینے کے لیے علم حاصل کرنا چاہیے اسی طرح زکوٰۃ لینے کے لیے بھی۔ اگر کسی کے پاس مال ہو اور نہ حصول مال کی لیاقت ہو تب بھی حصول علم کا فریضہ اس سے ساقط نہیں ہوجاتا۔ نعوذ باللہ من الجہل۔

آپ صاحب عیال تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ مقدر نے اس آفت میں مجھے پھنسا دیا اور اہل وعیال کی صحبت میں دل وجان سے گرفتار ہوگیا اور ایک سال تک اس آفت میں غرق رہا یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہوجائے مگر خدائے جل وعلیٰ نے اپنی کمال مہربانی وبخشش سے دل بیچارہ کے استقبال کے واسطے عصمت کو بھیجا اور اپنی رحمت سے خلاصی عطا فرمائی والحمد للہ علیٰ جزیل نعمائہ

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ ابوالعباس شقانی کے پاس آیا وہ آیت پڑھ رہے تھے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ اور رو رہے تھے اور نعرہ مارتے تھے میں سمجھا کہ دنیا سے گذر جائیں گے

مین نے عرض کیا یہ کیا حال ہی فرمایا گیارہ سال ہوئے کہ میرا درد یہان تک پہنچا ہی اور اس جگہ سے مین نہین گذر سکتا۔

آپ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین مرو مین تھا۔ وہان حدیث کے ایک امام تھے جنھون نے کہا کہ مین نے سماع کی اباحت مین ایک کتاب لکھی ہی۔ مین نے کہا غضب ہوا جناب نے جو امام ہین ایک لہو کو جو گناہون کے اصل ہی حلال کیا ہی۔ اُنھون نے فرمایا اگر تم خود حلال نہین سمجھتے ہو تو کیون سماع سنتے ہو۔ مین نے عرض کیا اس کی کئی صورتین ہین یعنی اگر دل مین حلال کی تاثیر ہو تو سماع حلال ہی اور اگر حرام کی تاثیر ہو تو حرام ہی۔ اور اگر مباح کی ہو تو مباح ہی۔ جس چیز کو بظاہر اسباب گناہ کہا جاتا ہی اور باطناً اُس کی رفتار کئی وجھون پر ہی تو ایک چیز پر اُس کا اطلاق کرنا محال ہوتا ہی یعنی سماع مین جو کوئی صواب کو صواب دیکھے اور خطا کو خطا اُسکے کے لیے سماع حلال ہی۔ آپ فرماتے ہین کہ شیخ مسلم فارسی سے مین نے سنا ہی کہ ایک درویش سماع مین بہت بیقراری ظاہر کرتا تھا۔ ایک شخص نے اسکے سر پر ہاتھ رکھدیا اور کہا کہ بیٹھ جا جونہی بیٹھا روح پرواز کر گئی۔ مرید کو سماع کے غلبہ مین اسقدر حال چاہیئے کہ اس کا سماع گنہگارون کو گناہ سے چھڑا دے۔ آپ فرماتے ہین کہ مین نے اپنی آنکھون سے ایک درویش کو دیکھا ہی جو آذربائجان کے پہاڑون مین فکر مین ڈوبا ہوا یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا ؎

| | |
|---|---|
| واللہ ما طلعت الشمس ولا غربت | الا وانت فی قلبی و وسواسی |
| ولا جلست الی قوم احدثہم | الا وانت حدیثی بین جلسائی |
| ولا ذکرتک محزوناً ولا طرباً | الا وحبک مقروناً بانفاسی |
| ولا ہممت لشرب الماء من عطش | الا رایت خیالاً منک فی کاسی |
| ولو قدرت علی الاتیان زرتکم | سحباً علی الوجہ ومشیاً علی الراسی |

وہ درویش ان اشعار سے ایسا متغیر و متاثر ہوا کہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور روح پرواز کر گئی۔ آخر مین آپ فرماتے ہین کہ مین علی بن عثمان جلابی اس کو زیادہ دوست رکھتا ہون کہ اپنے مریدون کو سماع مین پڑنے دون تاکہ اُن کی طبیعت پریشان نہو کیونکہ اسمین بڑے خطرے اور بڑی آفتین ہین۔

صاحب مرأۃ الاسرار کی روایت کے بموجب آپ کا سنہ وفات ۴۶۵ھ (خمس وستین واربعمائۃ) ہی اور لاہور مین حضرت کا مزار مبارک ہی جو مرجع خاص و عام اور خود حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین سنجری

ثم الاجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہان چلہ کیا ہو۔

آپ کے چند کلمات طیبات درج ذیل کیے جاتے ہین تاکہ تازگی بخش ارواح طالبین ہون

آپ فرماتے ہین کہ ہمارے زمانہ مین علم حقیقت پرانا ہوگیا ہو خاصکر اس ملک مین کہ سب لوگ نفسانی خواہشون مین پھنسے ہوے ہین اور رضاے الٰہی کے راستہ سے الگ ہین۔ مدعیان زمانہ اور علماے دنیا نے طریقت کی صورت اُسکے اصل سے نرالی پیدا کردی ہو بس ہمت کرو اُس چیز کے لیے کہ خاصان حق کے سوا عوام کی دست رسی وہان تک نہین ہو۔ ابناے زمانہ پر افسوس ظاہر کرتے ہوے آپ فرماتے ہین کہ خداے جل و علی نے ہمین اس زمانہ مین پیدا کیا ہو جس مین لوگون نے حرص و لالچ کا نام شریعت تکبر و جاہ و ریاست کی طلب کا نام عزت اور علم۔ اور ریا کا نام خوف الٰہی۔ اور کینہ پوشیدہ رکھنے کا نام حلم۔ آپس مین لڑائی جھگڑے کا نام بحث و مباحثہ۔ لڑائی جھگڑائی اور کمینہ پن کا نام عطا۔ نفاق کا نام زہد خواہش نفسانی کا نام ارادت۔ ہزیان طبع کا نام معرفت۔ اور نفسانی حرکات قلب کا نام محبت۔ خدا کے راستے سے پھر جانے اور بیدین ہوجانے کا نام فقیری۔ جان بوجھکر انکار کرنے کا نام صفائی۔ زندقہ اور حق تعالے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فنا فی اللہ۔ پیغمبر خدا صلعم کی شریعت ترک کر دینے کا نام طریقت۔ اہل زمانہ کے آفت کا نام معاملہ رکھا ہو آپ فرماتے ہین کہ علم اسی قدر سیکھنا فرض ہو جس سے عمل درست ہو کیونکہ بیفائدہ علم سیکھنے والون کی حق تعالی نے مذمت فرمائی ہو۔ ویتعلمون مایضرھم ولا ینفعھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہو اعوذ باللہ من علم لاینفع۔ علم باعمل ہونا چاہیے پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہو کہ المتعبد بلا فقہ کالحمار فی الطاحون۔

آپ فرماتے ہین کہ موحد جبری القول اور قدری الفعل ہونا چاہیے تاکہ قدر اور جبر مین اسکی رفتار درست آئی۔ حضرت ابوبکر وراق ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ التوحید دون الجبر وفوق القدر

فقر و غنا کے باب مین آپ فرماتے ہین کہ غنا کا نام خاص خداے جل و علی کے لائق ہو لوگ اس نام کے مستحق نہین ہوسکتے اور فقر کا نام لوگون کے لیے ہے خداے بزرگ و برتر کے لیے روا نہین۔ مجازاً ایک شخص کو غنی کہا جاتا ہو مگر حقیقۃً وہ غنی نہین ہوتا۔ غنا وجود اسباب سے متعلق ہو ہم قبول اسباب غنا کی حالت مین اسباب کے محتاج ہین اور حق تعالی مسبب الاسباب ہو۔ غناے حقیقی حق تعالے کی صفت ہے یہ ہو کہ اسکو کسی کی حاجت نہین یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید۔ گویا اُسکی مراد کو

رفع نہین کرسکتا۔ نہ کوئی اُسکی قدرت کو روک سکتا ہو وہ حقیقت موجودات کو اُلٹ دینے اورخلق اضداد
پر قادر ہو ہمیشہ اُسی صفت سے رہا ہو اور رہیگا۔ غناے مجازی جو خلق کی صفت ہو اسباب زندگی کا
بافرصت وفراغت حاصل ہونا یا کسی بلا سے چھوٹنا یا کسی مشاہدہ سے آرام پاتا ہو۔ یہ سب حدث
وتغیر طلب وحسرت کا سرمایہ اور عاجزی اور خواری کا مقام ہو۔ یا ایھا الناس انتم الفقراء
الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید فقر ما سوا سے دل کی فراغت ہو اور غنا ما سوا کی طرف دل کا مشغول
ہونا جب فراغت حاصل ہوگی تو فقر غنا سے بہتر نہین اور نہ غنا فقر سے بہتر ہو۔ غنا متاع کی کثرت
ہو اور فقر متاع کی قلت۔ اور متاع سب ملک خدا ہو۔ جب طالب ملک کے ترک کی خواہش کی تو شرکت
درمیان سے اُٹھ گئی اور دونون اسمون سے فارغ ہوگیا۔ اس گروہ کی عبارتون مین عدم وفنا سے مراد
بُرے اسباب اور نا قابل تعریف صفات کو پسندیدہ صفات اور ستودہ اسباب کے طلب مین ترک کردینا ہو۔

صوفی اُس کو کہتے ہین جو اپنی معاملہ اور اخلاق کو مہذب بناے اور طبیعت کی آفتون سے کنارہ
کرے۔ یہ اسم بطور اسماء اعلام کے ہو۔ پھر آپ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے اس زمانہ مین بہت لوگون کو
تصوف اور اہل تصوف سے حجاب مین کردیا ہو۔ پس کوئی تو یہ خیال کرتا ہو کہ یہ طریق صرف ظاہری اصلاح
کی ورزش ہو اور باطن کے مشاہدہ سے کوئی تعلق نہین رکھتا اور کوئی یہ کہتا ہو کہ یہ ایک بے حقیقت
اور بے اصل رسم ہو یہانتک کہ علماے ظاہر نے تصوف سے انکار کیا ہو اور باطن کی صفائی کی خواہش
کو دل سے دور کردیا ہو اور گذشتہ بزرگون اور اصحاب کے طریق کو ترک کردیا ہو ؎

ان الصفا صفۃ الصدیق    ان اردت صوفیا علی التحقیق

صفائی کی جڑ خداے جل وعلی کے سوا سب سے دل کو ہٹا لینا ہو اور شاخ بیوفا دنیا سے علٰحدگی اختیار
کرنا ہو آپ فرماتے ہین کہ اس معاملہ مین تین قسم کے آدمی ہوا کرتے ہین۔ صوفی متصوف۔ اور مستصوف۔
صوفی وہ ہو جو اپنے آپ سے فانی ہو اور حق تعالی کے شوق مین باقی ہو۔ طبیعتون کی قید سے آزاد اور
حقیقتون سے وابستہ ہو۔ متصوف وہ ہو جو اس درجہ کے مجاہدہ کا طلبگار ہو اور طلب مین اپنے تئین
انکے معاملہ پر درست رکھتا ہو اور مستصوف وہ ہو جس نے مال۔ مرتبے اور دنیا کی نگاہ رکھنے کے لیے اپنے
تئین ان لوگون کے مانند بنایا ہو اور ان دونون کے معاملات سے بیخبر ہو۔

آپ تصوف کی تعریف یہ کرتے ہین کہ التصوف حقیقۃ لا رسم لہ۔ اس لیے کہ رسم معاملات بندہ سے

متعلق ہو اور اُسکی حقیقت خدا سے وابستہ ہو جب تصوف خلق سے مُنھ پھیرنا ہوا تو یقیناً اُس کے لیے کوئی رسم نہین ہوسکتی۔

آپ فرماتے ہین کہ رضا دو طرح کی ہوتی ہو ایک حق تعالیٰ کی رضا ہو بندہ سے اور دوسرے بندہ کی رضا ہو حق تعالیٰ سے رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ حق تعالیٰ کی رضا یہ ہو کہ بندہ کو نعمت اور ثواب کی کرامت کرنے کا ارادہ فرمائے اور بندہ کی رضا یہ ہو کہ خدائے بزرگ و برتر کے فرمان پر قائم رہو اور اُس کے حکم سے سرتابی نہ کرے۔ آپ فرماتے ہین کہ رضا قضا کے وارد ہونے سے پہلے درست نہین ہوتی حضرت سرور کائنات علیہ الف الف تحیات نے دعا فرمائی ہو کہ اللھم انی اسئلک الرضاء بعد القضاء یعنی اے اللہ (جل جلالہ) مجھے اِس صفت پر رکھ کہ جب تیری طرف سے قضا آئے تو اپنی وارد ہونے پر مجھے راضی پائے۔ رضا کا ارادہ عین رضا نہین اِس لیے قضا کی پہلی ہی رضا ظاہر کرنا بےمعنی ہو۔ اہل خراسان کہتے ہین کہ رضا احوال مین سے ہو اور اہل عراق کہتے ہین کہ رضا مقامات مین سے ہو۔

آپ فرماتے ہین کہ حال وہ حقیقت ہی جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے انسان کے دل مین آئے اور کسب سے دفع نہ کی جاسکے اور تکلف سے حاصل نہ ہوسکے اور مقام طالب کا راستہ اور اسکی قدمگاہ ہو اور راہ حق مین بندہ کی کسب کا درجہ ہو۔ حال خدا کی عطا ہو اور مقام مجاہدہ سے قائم ہوتا ہو۔ ایک گروہ حال کا دوام روا رکھتا ہو اور دوسرا نہین رکھتا۔ اول الذکر مین شیخ حارث محاسبیؒ کا گروہ ہو۔ اسی واسطے وہ رضا کو احوال مین شمار کرتے ہین ثانی الذکر مین حضرت جنیدؒ کا گروہ ہو۔ یہ لوگ کہتے ہین الاحوال کالبروق فان بقیت فحدیث النفس۔ یہ لوگ رضا کو مقامون مین سے شمار کرتے ہین۔

سکر و صحو کے بیان مین آپ فرماتے ہین کہ خدا کی محبت کے غلبہ کو سکر کہتے ہین اور مراد کے حصول کو صحو کہتے ہین۔ ایک گروہ کے لوگ جنمین حضرت بایزید بسطامیؒ بھی ہین سکر کو صحو سے افضل سمجھتے ہین۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ صحو آدمیت کے صفت کے اعتدال اور تمکین پر جو سالکون کا ایک مقام ہے حاصل ہوتا ہو اور یہ خدا کی طرف سے بہت بڑا حجاب ہو۔ اور سکر آفت کے جاتے رہنے صفات بشریت کے دور ہونے۔ تدبیر و اختیار بندہ کے اٹھ جانے۔ بندہ کے تصرف کے فنا فی الحق ہونے اور جو قوت بندہ مین اُس کی جنس کے خلاف ہو اسکی فنا ہونے سے حاصل ہوتا ہو دوسرے گروہ کے لوگ صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہین۔ اُن کے امام حضرت جنیدؒ ہین۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ سکر آفت کا محل ہو کیونکہ وہ احوال کی

پریشانی اور صحت کا چلا جانا اور اپنے سررشتہ کا گم کرنا ہو طالب اگر صحیح الحال نہین ہو تو تحقیق کا فائدہ حاصل نہین ہوتا اس لیے کہ اہل حق کا نزل تمام موجودات سے تنہا ہونا چاہیے ۔ لوگ اشیاء کو جیسے کہ وہ ہین نہین دیکھتے ، اس لیے اس کی ماسوا مین پھنسے رہ جاتے ہین۔ اشیاء کا دیکھنا دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو بقا کی نظر سے دوسرے فنا کی نظر سے ۔ بقا کی نظر سے دیکھنا یہ ہو کہ کل موجودات کو اپنی بقا مین ناقص پائے اور فنا کی نظر سے دیکھنا یہ ہو کہ کل اشیا کو خدائے بزرگ و برتر کی بقا کے مقابلہ مین فانی پائے اور دراصل ان دونون کا نقطۂ اتصال ایک ہی ہو یہ صرف ایک ہی مقصود کو دیکھنے کے دو پہلو ہین صحو و سکر کے بیان مین حضرت شیخ علی الہجویری داتا گنج بخش رح کی رائے جنیدیون کی رائے کے موافق ہو آپ کہتے ہین کہ صاحب سکر کے حال کا کمال صحو ہوتا ہو حضرت موسیٰ علیہ السّلام صاحب سکر تھے ایک تجلی کے برداشت کی طاقت نہ رکھی۔ اور ہوش جاتے رہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صاحب صحو تھے ۔ مکہ سے قاب قوسین تک عین تجلی مین تھے اور ہر لحظہ زیادہ ہوشیار اور زیادہ بیدار ہوتے جاتے تھے ؎

شربت الراح کاسا بعد کاس   فما نفد الشراب وما رویت

سکر سب فنا کی برداشت ہو اور بقای صفت کا عین ہو اور یہ حجاب ہو اور صحو سب صفت کے فنا مین بقا کا دیدار ہو اور یہ عین کشف ہو۔ سکر کی دو قسمین کی گئی ہین۔ مودتی اور محبتی۔ مودتی باعلت ہوتا ہو کیونکہ اس کا پیدا ہونا نعمت کے دیکھنے سے ہوتا ہو اور محبتی بے علت ہوتا ہو کیونکہ اس کا پیدا ہونا منعم کے دیکھنے سے ہوتا ہو۔ اسی طرح پر صحو کی دو قسمین ہین غفلتی اور محبتی۔ غفلتی بہت بڑا حجاب ہو اور محبتی امانت دار کشف ہو۔ غفلتی اگرچہ صحو ہو مگر سکر ہوتا ہو اور محبتی اگرچہ سکر ہو مگر صحو ہوتا ہو۔ درحقیقت یہ دونون سالکون کے قدمگاہ ہین اور سلطان حقیقت جب جلوہ دکھاتا ہے تو صحو و سکر کے دونون ایک ہی وسیلے نظر آتے ہین ؎

اذا طلع الصباح بنجم راح   تساوی فیہ سکران وصاح

آپ فرماتے ہین کہ ایثار کی حقیقت یہ ہو کہ صحبت مین اپنے ساتھی کا حق نگاہ رکھے اور اپنا حصہ اسی کو دیدے اور ساتھی کے آرام کے لیے خود رنج اٹھائے ۔ اسکی دو قسمین بیان کی جاتی ہین ایک وہ ایثار جو صحبت مین ہوتا ہو اور دوسرا جو محبت مین ہوتا ہو۔ ایثار صحبت تو وہ ہو جسکا ذکر ہوا۔ ایثار محبت وہ ہو جسمین رنج و اندوہ کا نام

نہ ہو اور سب راحت ہی راحت ہو۔

نفس اور روح کے بارے مین آپ فرماتے ہین کہ یہ دونون لطیف چیزون مین سے ہین۔ لیکن اصطلاح صوفیہ مین ایک خیر کا محل ہو اور دوسرا شر کا۔ جیسے کہ آنکھ بینائی کا مقام ہو اور کان شنوائی کا۔ نفس کی مثال شیطان کی سی ہو اور روح کی فرشتہ کی سی۔ اور نفس کی خلاف ورزی کی تلقین قرآن پاک مین فرمائی گئی ہو۔ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ۔ آپ فرماتے ہین کہ طلب علم معرفت سب طالبون پر فرض ہو۔ بندہ معرفت باری تعالیٰ پر مکلف کیا گیا ہو۔ پس جب بندہ خدائے جل وعلیٰ کی معرفت پر مکلف ہو تو اسکو اپنی معرفت بھی حاصل کرنی چاہیے۔ اپنی سے مراد انسانیت کی معرفت ہو۔ اس مین لوگون کے مختلف اقوال ہین۔ ایک گروہ کہتا ہو کہ انسان سے مراد صرف روح ہو اور یہ بدن اُس کی زرہ اور شکل ہو اور اس کا گھر اور جائے پناہ ہو تاکہ طبیعتون کے خلل سے حفاظت مین رہے۔ مگر یہ خیال باطل ہو اس لیے کہ انسان کا اطلاق مردہ پر بھی ہوتا ہو اور دیاریائی مین بھی جان ہوتی ہو مگر وہ انسان نہین کہا جاتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہو کہ یہ نام روح اور بدن پر ایک جگہ مین واقع ہوتا ہو اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہو تو یہ نام ساقط ہو جاتا ہو مگر یہ خیال بھی باطل ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہو۔ ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا۔ آدم کی بیجان مٹی کو بھی قبل روح انسان کہا ہو۔ ایک دوسرا گروہ ہو جو کہتا ہو کہ انسان ایک جزو لایتجزیٰ ہو اور اس کا محل دل ہو۔ مگر یہ خیال بھی باطل و محال ہو کیونکہ اگر ایک آدمی کو مار ڈالین اور اس کا دل باہر نکال لین تب بھی انسانیت کا نام اسپر عائد کیا جاتا ہو۔ ایک اور اہل باطل ولاعبون کا گروہ ہو جو کہتا ہو کہ کھانے پینے والا اور جو تغیر ہونے والا ہو وہ انسان نہین ہو سکتا۔ انسان سر الٰہی ہو اور یہ جسم اس کا لباس ہے۔ اس خیال کی غلطی بالکل بین ہو اس لیے کہ مجنونون کافرون اور فاسقون کو بھی انسان کہتے ہین۔ اور اُن مین کوئی سر الٰہی نہین ہو۔ اور سب تغیر پذیر اور کھانے پینے والے ہین۔ خود اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہو ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ پس انسان وہ ہو جو اس مخصوص صورت مین ہو اور تغیر پذیر ہو وہ ایسا حی ہو جو تندرستی اور بیماری قبول کرتا ہو کیونکہ موت اس اسم کو صورت معہودہ اور آلہ موسومہ (یعنے

جنون عقل) سے ظاہراً یا باطناً زائل نہین کردیتی۔ انسان کی کامل ترین ترکیب تین معنون سے
ہوتی ہی۔ ایک روح۔ دوسرا نفس۔ تیسرا بدن۔ اِن مین سے ہرایک کے لیے ایک صفت مخصوص
ہی۔ جو عین کی وجہ سے قائم ہی۔ روح کے لیے صفت عقل ہی۔ نفس کے لیے ہوا اور بدن کے لیے
حس اور آدمی کل عالم کا نمونہ ہی عالم سے یہ جہان اور آخرت کا دوسرا جہان دونون مراد ہین۔ اس جہان
کی نشانی پانی۔ خاک۔ ہوا اور آگ ہی۔ اور بلغم۔ دم۔ صفرا۔ اور سودا سے اُسکی ترکیب ہی اور اس جہان کی
نشانی بہشت۔ دوزخ اور میدان قیامت ہی۔ جان بہ باعث لطافت کے بہشت کے مانند ہی۔ اور نفس
بہ باعث آفت و وحشت کے بمنزلہ دوزخ کے ہی۔ اور جسم گویا میدان قیامت ہی۔ بہشت خدا کی رضا کی
تاثیر ہی۔ اور دوزخ اُس کی ناخوشی کا نتیجہ۔ مومن کی روح راحت و معرفت سے ہی اور اس کا نفس
حجاب و گمراہی سے مرکب ہی بس جبتک مومن دوزخ سے خلاصی نہ پائے اور بہشت مین نہ پہونچے
لقاے آلہی کی حقیقت سمجھ ہی نہین سکتا۔ اسی لیے کہا گیا ہی ع نفسك وتعال۔ طالب خدا کے
لیے عقل مدبر کامل ہی۔ اور روح چونکہ بمنزلہ بہشت کے ہے اس لیے اپنے معنوی شریک کی طرف
ہر مومن کو بلاتی ہی۔ اور نفس اپنے شریک معنوی کی طرف بُلاتا ہی۔ اس لیے لازم ہی کہ نفس کی مخالفت
کی جاے۔ اور روح و عقل کو مدد پہونچائی جاے۔ غرضکہ نفس کی مخالفت بڑا مجاہدہ ہی۔ آپ فرماتے
ہین کہ من طلب وجد اور من وجد طلب مین جو اختلاف ہی وہ محض ظاہر معنون مین ہی حقیقت مین
کوئی اختلاف نہین۔ اس لیے کہ مقصود مشاہدہ ہی جو ایک عطاے ربانی ہی۔ اگر مجاہدہ سے حاصل ہوا
تو کہنا چاہیے کہ توفیق آلہی نے مجاہدہ کی راہ بتائی۔ اور اگر بغیر مجاہدہ کے حاصل ہوا تو یہ سمجھنا چاہیے
کہ توفیق آلہی امید کے مجاہدہ مین ڈالے گی۔ لیکن یاد رہے کہ مجاہدہ مین مجاہدہ کی رویت آفت ہی
مجاہدہ کے نفی کرنیوالون نے عین مجاہدہ کے نفی مراد نہین لی۔ بلکہ رویت مجاہدہ کے نفی مراد لی ہی
بس جہانتک ہوسکے اپنے فعل کو درمیان مین مت لاؤ۔ اور کسی طرح نفس کی پیروی نکرو۔ کیونکہ
غرض نفس کی وصفون کا فنا کرنا ہی نہ کہ عین نفس کا اور اسی کو حقیقی فنا کہتے ہین ورنہ تمھارا
وجود حجاب مین ہو جاے گا ۔ وجودک ذنب لایقاس بہا ذنب۔

فنا و بقا کے لغت مین اور معنی ہین اور حال کی زبان مین اور معنی ہین۔ حال کی زبان مین بقا و فنا
سے یہ مراد ہی کہ جب جہل فانی ہی تو ضرور علم باقی ہوگا۔ جب گناہ فانی ہوتے ہین تو طاعت باقی رہنے والی ہی۔

ان الحسنات یذھبن السیئات - اسی طرح جب بندہ علم وطاعت کو حاصل کرتا ہو اور غفلت سے فانی ہوتا ہو تو دوسری بقا سے باقی ہوتا ہو اور یہ دوسری بقا بُری صفتون کو دور کرنے اور نیک صفتون کے قیام کرنے مین ہوتی ہی، لیکن اہل طریقت فنا وبقا کی اصطلاحون کو اہل ولایت کے کمال کے درجہ کے سوا اور کسی مین استعمال نہین کرتے - جو لوگ مجاہدات کے رنج سے آزاد - مقامون کی قید اور احوال کے تغیر سے فارغ اور طلب مقصود مین رسیدہ - قابل دید چیزون کو دیکھے اور قابل سمع چیزون کو سُننے ہوے اور دل کے جاننے کے لائق تمام باتون کو جانے ہوے - بھید کے سب بھیدون کو پائے ہوے ہین اُنھون نے اپنے بھیدون کے پانے مین اپنی یافت مین خود بینی کی آفت کو دیکھا اور سب سے مُنھ موڑ لیا - مراد مین اُن کا ارادہ فانی ہوا - رسیدہ ہونے کی وجہ سے دعوی کو ترک کر دیا عین مراد مین مراد سے بے مراد ہوے کل سے اپنی شرب کو الگ کر کے دنیاوی اشیا سے دل کو ہٹا لیا پس جب اس طرح پر بندہ وجود صفات کی حالت مین عادات صفات سے فانی ہو گیا تو مراد کی فنا مین مراد کی بقا سے باقی ہوا اس لیے قرب وبعد - وحشت ومحبت - صحو وسکر فراق ووصل طمس واصطلام رسم وعلم قوش ورقوم کی قید سے آزاد ہو گیا بعض لوگون کا یہ خیال ہو کہ کسی شے سے فنا اس چیز سے محجوب ہونے کے سوا درست نہین ہوتی - مگر یہ غلط خیال ہو - ایسا نہین ہو کہ کوئی شخص کسی چیز کو اگر دوست رکھتا ہو تو کہا جاے کہ وہ اُس سے باقی ہو - یا اگر اُسے دشمن رکھتا ہو تو کہا جاے کہ وہ اُس سے فانی ہو اس لیے کہ یہ دونون صفتین طالب کی ہین اور فنا مین نہ محبت ہو اور نہ عداوت اور بقا نہ جمع کی رویت ہو نہ تفرقہ کی - نہ فنا کے معنی ذات مین گم ہوتے اور وجود کے نیست ہونے کے ہین اور نہ بقا کے معنی بقاے الٰہی کے بندہ سے ملنے کے ہین اس لیے کہ کلیت کی فنا نہین ہو سکتی اور نہ کسی سرشت کے اجزا کا فنا ہونا اور اُن کا بالکل منقطع ہونا جائز سمجھا گیا ہو بندہ کے لیے فنا صرف خدا کے جلال کے دیکھنے اور دل پر اُس کی عظمت کے کشف ہونے سے مترتب ہوتی ہو - اس کے جلال کے غلبہ مین دنیا وعاقبت فراموش ہو جاتا ہو اور اُسکی بزرگی کے سامنے احوال ومقام حقیر نظر آنے لگتے ہین - اس حال مین نفس فانی ہوتا ہو اور اس فنا کے میدان مین بندہ زبان حق سے ناطق اور تن عاجزی وفروتنی کرنے والا ہوتا ہو سہ

نفی فنائی فنا فنائی　　وفی فنائی وجدت انت

محوت اسمی ورسم جسمی　　سئلت عنی فقلت انت

حضور و غیبت کے معاملہ مین آپ فرماتے ہین کہ حضور سے مراد حضور دل بہ دلالت یقینی ہے تاکہ غیبی حکم اس کے لیے عینی حکم کی طرح ہو اور غیبت سے مراد ماسوائے دل کا غائب ہونا ہے اس حد تک کہ اپنے سے بھی اور غیبت نہ بھی غائب ہو۔ جو اپنے سے غائب ہوا وہ حق کی درگاہ مین حاضر ہوا اور جو اپنے سے حاضر ہوا وہ حق کی درگاہ سے غائب ہوا لیکن جب جذبۂ الٰہی طالب کے دلکو مقہور کردیتا ہے تو غیبت حضور ہو جاتی ہے اور اضافت باقی نہین رہتی ابن عطاؒ حسینؒ بن منصور ابوبکر شبلیؒ ابو حمزہ بغدادیؒ اور سمنونؒ غیبت کو حضور پر تقدم دیتے ہین اور حارث محاسبیؒ جنیدؒ سہل تستریؒ۔ ابو حفص حدادؒ۔ ابو حمدون قصار۔ ابو محمد ون حریریؒ حصریؒ اور محمد بن خفیف حضور کو غیبت پر مقدم سمجھتے ہین۔

جمع و تفرقہ کی تعریف مین آپ بیان کرتے ہین کہ الجمع ما جمع باوصافہ والتفرقہ ما فرق بافعالہ یعنی ارادہ کا قطع کرنا اور خدائے تعالیٰ کے ارادہ کے ثبوت مین لوگون کے تصرف کو ترک کرنا ہے۔ مگر ان الفاظ کے استعمال مین لوگون نے مختلف راہین اختیار کی ہین۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ اُس کا تعلق توحید سے ہے۔ اور اُس کا ایک درجہ خدائے بزرگ و برتر کی صفات سے متعلق ہے اور دوسرا بندہ کی صفات سے اول الذکر مین بندہ کا کسب منقطع ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی صفتین قدیم ہین اور اُسی سے مخصوص ہین۔ ایک دوسرا گروہ ہے جو علم سے متعلق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ الجمع علم التوحید والتفرقہ علم الاحکام۔ مگر اہل تصوف عموماً لفظ تفرقہ سے مراد مکاسب اور لفظ جمع سے مراد مواہب لیتے ہین۔ حق تعالیٰ کی خصوصیت بندہ کے لیے جمع ہوتی ہے اور بندہ کی عبودیت حق تعالیٰ کے لیے تفرقہ کہلاتی ہے۔ لیکن جمع دو طرح پر ہے ایک جمع سالم دوسری جمع تکسیر جمع سالم یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ غلبہ حال۔ قوت وجد اور قلق شوق مین ظاہر کرتا ہے اور خود بندہ کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے ظاہر حال پر اپنا فرمان جاری فرماتا ہے اور نگاہ رکھتا ہے کہ بندہ اسے ادا کرے اور جمع تکسیر یہ ہے کہ بندہ ہونے کی حیثیت سے بیہوش و مجنونون کی طرح۔ یعنی معذور ہو۔ لان التفرقہ نفسل والجمع وصل۔ بعض لوگ کلام کو مشکل اور دقیق بنانے کے لیے جمع الجمع کا لفظ بھی استعمال کرتے ہین حضرت شیخ علی الہجویریؒ فرماتے ہین کہ بہتر یہ ہے کہ تو جمع الجمع نہ کہے جب جمع ایک مرتبہ تفرقہ سے جمع ہوئی اور پھر اپنے احوال سے تجاوز نہین کرتی تو پھر جمع الجمع کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ یہ لفظ تہمت کے محل مین استعمال ہوا ہے اس لیے کہ جو جمع کے محل مین ہوا اُسکو نیچے سے اوپر پیچھے اور باہر دیدار نہین ہوتا۔ چنانچہ جب معراج مین حضور سرور کائنات صلعم کو دونون جہان دکھائے گئے تو آپنے

کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ کیونکہ آپ (صلعم) جمع مین جمع تھے اور جو جمع کے محل مین ہو وہ تفرقہ کو نہین دیکھتا ما زاغ البصر وما طغیٰ۔

آپ فرماتے ہین کہ معرفت دو طرح پر ہے۔ ایک علمی اور دوسری حالی۔ علمی معرفت دنیا و آخرت کی سب نیکیون کی بنیاد ہے۔ معرفت دل کی حیات ہے اور ما سواے سے انحراف کرنا ہے۔ علما و فقہا کہتے ہین کہ خداے بزرگ و برتر کی معرفت سے مراد صحت علم ہے اور مشائخ طریقت فرماتے ہین کہ حق تعالیٰ کی معرفت صحت احوال مین ہے اور یہ معرفت علمی معرفت سے زیادہ افضل ہے اس لیے کہ حال کی صحت اسی وقت ممکن ہے جب علم کی صحت حاصل ہو جاسئے یعنی جب خدا پر علمی دلائل کا علم نہ ہو وہ عارف ہرگز نہین ہو سکتا اگر عالم ایسا ہو سکتا ہے جو عارف نہو۔ اہل اعتزال کے نزدیک خداے بزرگ و برتر کی معرفت صرف عقل سے ممکن ہے مگر اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک عقل کی صحت اور نشانی کو دیکھنا معرفت کا ذریعہ ہے نہ کہ علت۔ اور علت محض خداوند تعالیٰ کا ارادہ اور عنایت پر منحصر ہے۔ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے جب لوگون نے معرفت کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا عرفت اللہ باللہ وعرفت ما دون اللہ بنور اللہ جب خداوند جل علاء نے بندہ کو اپنی تعریف سے واقف فرمایا تو اس نے پہچانا مگر اس شناخت کے ذریعہ سے نہین جو سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ اُس کے ذریعہ سے جسمین بندہ کا وجود عاریت کے طور پر ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ الہام سے معرفت ممکن نہین اس مین بندہ کا یقین کبھی زیادہ ہوتا ہے اور کبھی کم لیکن اصل معرفت مین کمی بیشی نہین ہوتی اس لیے معرفت کی زیادتی بھی نقصان مین داخل ہے۔ آپ فرماتے ہین کہ خداوند تعالیٰ کی شناخت پر تقلید کرنی نہین چاہیے۔ اور اُس کو اُس کے کمال کی صفتون سے پہچاننا چاہیے۔ عارف کے لیے سبب کا ثبوت معرفت مین کفر ہے اور ماسوا کی طرف توجہ کرنا شرک مین داخل ہے من التفت الی الاغیار فمعرفتہ اشاد۔ اللہ جل تعالیٰ جسطرح چاہتا ہے بندہ کو اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے اور در معرفت اس پر وا کرتا ہے حتیٰ کہ معرفت مین اس درجہ تک بندہ پہنچ جاتا ہے کہ عین معرفت اُس کو غیر دکھلائی دیتی ہے اور معرفت کی صفت اُس کے لیے آفت ہو جاتی ہے۔
حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہین ایاک ان تکون بالمعرفۃ سادعیا۔ معرفت کی حقیقت صرف خداے بزرگ و برتر کو تمام اشیا مین متصرف ماننا اور جاننا ہے

آپ فرماتے ہین کہ توحید تین قسم کی ہے ایک تو خدا کی توحید ہے خدا کے لیے اور یہ بیگانگی ہے

اس کا علم ہے۔ دوسری خدا کی توحید مخلوق کے لیے ہے اور یہ بندہ کے لیے توحید پر خدا کا حکم ہے اور بندہ کے دل میں توحید کا پیدا ہونا اور تیسری لوگوں کی توحید خدا کے لیے ہے اور یہ لوگوں کا علم ہے خدائے جل وعلیٰ کی وحدانیت پر۔ چونکہ توحید کسی شئے کی وحدانیت پر حکم کا نام ہے اور علم کے سوا کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لیے اہل سنت والجماعت نے تحقیق کی مدد سے خدائے جل وعلیٰ کی وحدانیت پر یقین کیا ہے جو کوئی توحید کو بندہ کا فعل کہتا ہے تو چونکہ بندہ کا فعل خدا کے کشف کے واسطے علت نہیں ہو سکتا بلکہ ایک طرح کا حجاب ہوتا ہے۔ اور بندہ اپنی صفات کے لحاظ سے غیر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی صفت کو حق جانیگا تو صفت کے ساتھ موصوف کو بھی حق جاننا پڑے گا۔ اس وقت موحد۔ توحید اور احد تینوں ایک دوسرے کے وجود کی علت ہو جائیں گے۔ جو نصاریٰ کے ثالث ثلاثہ کے مشابہ ہوگا جو باطل محض ہے اس لیے کہ جب تک کوئی صفت طالب کے لیے اپنی فنا سے توحید میں مانع ہوتی ہے۔ اس وقت تک وہ محجوب رہتا ہے اور جب تک محجوب ہے موحد نہیں ہوتا۔ الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل حقیقت یہ ہے کہ خدا کی توحید بندہ کے اسرار میں سے ایک سر ہے اور عبارت میں ظاہر نہیں ہوتی۔ عبارت اور عبارت بنانے والا غیر ہوتا ہے اور توحید میں ثبوت غیر ثبوت ماسوا کہلایا جاتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اہل تصوف میں سے بعض کہتے ہیں کہ قول و تصدیق و عمل ایمان ہے ان لوگوں میں حضرت فضیل بن عیاضؒ۔ بشر حافیؒ۔ خیر نساجؒ۔ سمنون محب۔ ابو حمزہ بغدادی اور محمد جریری ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ بعض لوگ جن کی جماعت زیادہ بڑھی ہے کہتے ہیں کہ ایمان سے مراد صرف قول اور تصدیق ہے۔ ان میں حضرت ابراہیم ادھمؒ۔ ذوالنون مصریؒ۔ بایزید بسطامیؒ۔ سلیمان دارانیؒ۔ حارث محاسبیؒ جنید بغدادی۔ سہیل بن عبداللہ تستریؒ۔ شقیق بلخی۔ حاتم اصمؒ۔ اور محمد بن فضیل بلخی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ایمان کی اصل تصدیق قلبی ہے اور اسکی فرع امر الٰہی کی رعایت کرنی ہے۔ ایمان میں جبر و قدر کو دخل نہیں اس لیے کہ طریق توحید ماسوا جبر و فوق القدر ہے۔ ولا مرہبین الا مرمین۔ ایمان کی حقیقت نگاہداری توکل ہے۔ وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین۔

آپ فرماتے ہیں کہ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری۔ اور دوسری باطنی۔ جس طرح بدن کی پاکیزگی اگر نہو تو نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر دل کی پاکیزگی نہو تو معرفت درست نہیں ہوتی۔ طہارت ظاہری یعنی بدن کی طہارت پانی سے ہوتی ہے۔ اور دل کی طہارت توحید سے ہوتی ہے۔ جو طہارت ظاہری پر

ملامت کرتا ہے فرشتے اُسے دوست رکھتے ہیں اور جو طہارت باطنی یعنی باطن میں توحید پر قیام کرتا ہے، خدائے تعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہے پس لازم ہے کہ ظاہری اور باطنی دونوں طہارتوں میں موافقت رہے۔ یعنی وضو کے لیے ہاتھ دھوئے تو دل کو دنیا کی دوستی کو دھو ڈالے۔ جب پانی سے دہن صاف کرے تو لازم ہے کہ دہن کو غیر کے ذکر سے خالی رکھے اور جب نتھنوں میں پانی ڈالے تو شہوات کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ اور جب منھ دھوئے تو لازم ہے کہ تمام اشیا مالوفہ سے منھ پھیر کر خدای بزرگ و برتر کی طرف منھ کرے۔ اور جب ہاتھ دھوئے تو تمام نصیبوں سے کنارہ کرلے اور سر پر مسح کرے تو اپنے امر کو خدائے جل و علی کے سپرد کردے اور جب پاؤں دھوئے تو حکم الٰہی کی موافقت کی نیت کرے۔ جب یہ کرے گا تو ظاہر و باطن دونوں کی پاکیزگیاں اُسے حاصل ہو جائیں گی۔

حدیث شریف میں ہے کہ "الندم توبۃ" یعنی پشیمانی توبہ ہے۔ اس قول میں توبہ کی سب شرطیں موجود ہیں۔ جب دل میں ندامت ہوتی ہے اندوہ و غم ہوتا ہے نفس کو ذلت ہوتی ہے اور اعادہ گناہ سے احتراز ہوتا ہے۔ توبہ کے متعلق مشائخ کے اقوال مختلف ہیں حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں "التوبۃ ان لا تنسی ذنبک" اور حضرت جنید فرماتے ہیں کہ "التوبۃ ان تنسی ذنبک" اول الذکر میں دوام شرمساری مقصود ہے اور آخر الذکر کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنیوالا محب ہوتا ہے اور محب کے لیے مشاہدہ ضروری ہے اور مشاہدہ میں گناہ کا ذکر کرنا جفا میں داخل ہے۔ اہل تصوف کے نزدیک توبہ تین طرح پر ہوتی ہے۔ ایک خطا سے صواب پر وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ دوسرا صواب سے زیادہ صواب کی طرف۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے تُبْتُ اِلَيْكَ۔ تیسرا اپنی خودی سے حق تعالیٰ کی طرف جیسے حضرت سرور کائنات صلعم فرماتے ہیں انی کنت لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ

آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں داخل ہونے کے واسطے حسب ذیل شرطیں چاہئیں:۔

(۱) ظاہری پلیدی سے صفائی اور نجاست باطنی یعنی شہوات سے پاکی

(۲) کپڑے کی پاکی ظاہری یہ کہ اسمیں نجاست لگی نہ ہو اور باطنی یہ ہے کہ حلال کا ہو۔

(۳) جگہ کا پاک ہونا۔ ظاہر میں حادثوں اور آفتوں سے اور باطن میں فساد و گناہ سے۔

(۴) قبلہ رخ منھ کرنا۔ ظاہر میں کعبہ کی طرف منھ کرنا اور باطن میں عرش اور سر عرش کا مشاہدہ کرنا۔

(۵) قیام - ظاہر گو قدرت کے حال مین اور باطناً روضۂ قرب مین - پہلا شریعت ہو دوسرا حقیقت -

(۶) خلوص نیت اور توجہ -

(۷) ہیبت وفنا کے مقام مین تکبیر کہنا - وصل کے محل مین قیام کرنا - ترتیل وعظمت سے قرآن پڑھنا - دل کی عاجزی سے رکوع و سجود کرنا - اجتماع کے موافق تشہد کہنا اور فنا کی صفت سے سلام کہنا - کان رسول اللہ صلعم یصلی وفی جوفہ ازیز کازیز المرجل

آپ فرماتے ہین کہ نماز امر ہے نہ کہ آلہ حضور و غیبت - امر کسی چیز کے لیے آلہ نہین ہوتا حضور کی علت عین حضور ہوتی ہو اور غیبت کے علت عین غیبت

آپ فرماتے ہین کہ روزہ کی حقیقت امساک ہو یعنی پیٹ کو اکل و شرب سے بچانا - آنکھ کو شہوت کی نظر سے بچانا - کان کو غیبت کے سننے سے - زبان کو بیہودہ بکنے سے تن کو دنیا کی پیروی اور شرع کی مخالفت سے بچانا ہو - اذا صمت فلیصم سمعک وبصرک ولسانک ویدک وکل عضو منک -

آپ فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو خواب مین دکھیا مین نے عرض کیا اوصینی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا احبس حواسک یعنی اپنے حواس کو خدا کی حبت مین مقید کر - حواس کو بند کرنا پورا مجاہدہ ہو - کیونکہ کلیت علوم کا حاصل ہونا انھین پانچ دروازون سے ہوتا ہو یعنے سامعہ باصرہ - ذائقہ - شامہ - لامسہ سے ان مین سوائے لامسہ کے جس کا محل تمام اعضا مین ہو ہر اک کے لیے ایک ایک محل مخصوص ہو پس روزہ دار کو چاہیے کہ ان دروازون مین سے جو شے مخالف شریعت و فرمان الٰہی داخل ہونا چاہے اُسے روکے ورنہ رب صائم لیس لہ من صومہ الا الجوع والعطش

آپ فرماتے ہین کہ حج کے احکام یہ ہین کہ میقات مین احرام باندھے عرفات مین قیام کرے - اور زیارت کے وقت طواف کرے - یہ سُنت ابراہیمی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو مقام ہین ایک تن کا اور ایک دل کا تن کا مقام مکہ معظمہ ہو اور دل کا مقام خلت - لوگ عموماً تن کا ارادہ کرتے ہین لیکن جو کوئی دل کے مقام کا ارادہ کرتا ہو - وہ اشیا مالوفہ سے روگردانی - لذات کو ترک - ذکر غیر سے انحراف دنیا سے اعراض کرنے والا ہوتا ہو - پھر معرفت کے عرفا مین قیام کرکے الفت کے مزدلفہ کا ارادہ کرتا ہو وہان سے اپنے

بھید کو حرم الٰہی کے طواف کے لیے بھیجتا ہی۔ حرص و اندیشہ ہاے فاسد کے کنکریون کو منا مین پھینکتا اور نفس کو مجاہدہ کے مقام مین قربان کرتا ہو اس لیے مقام خلت مین پہنچکر قطعیت کے اندیشہ سے اسی طرح امان پاتا ہی جسطرح حرم کعبہ مین دشمن شمشیر دشمن سے امان پاتا ہی،

آپ فرماتے ہین کہ حج دو طرح پر ہوتا ہی ایک غیبت مین اور ایک حضور مین۔ جو کہ مین ہوتا ہی وہ غیبت مین ہوتا ہی۔ اور جو مشاہدہ مین ہوتا ہی وہ حضور مین ہوتا ہی۔ حج کا مقصود گھر کا دیدار نہین ہوتا بلکہ مشاہدہ حق ہوتا ہی۔ اور مشاہدہ حق یا قدرت حق وہ شے ہی جسمین دل کی زندگانی ہی جسے معرفت کے نام سے بھی موسوم کیا جائے تو مضائقہ نہین۔

آپ فرماتے ہین کہ مشاہدہ کی حقیقت دو طرح پر ہی۔ ایک یقین کی صحت کے ساتھ اور دوسرے غلبۂ محبت سے۔ جب دوست کی محبت کا غلبہ اس حد تک پہنچ جاتا ہی کہ محبت کی کلیت سب حدیث محبوب ہو جاتی ہی تو دوست کے سوا اُسے کچھ نظر نہین آتا۔ حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے ہین ما رایت شیئًا قط الا ورایت اللہ فیہ ای بصحۃ الیقین۔ اور حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہین ما رائیت شیئًا قط الا اللہ۔ یعنی بغلبات المحبۃ وغلیان المشاہدۃ صحت یقین سے پہچاننے والا غیر کو بیگانہ نہین دیکھتا اور محبت رکھنے والا غیر پر نظر نہین ڈالتا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ معراج کی رات آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہی کہ نہین دیکھا۔ لوگ اس اختلاف مین پڑ گئے مگر حقیقت یہ ہی کہ حضور صلعم نے ایک سے جو یہ فرمایا کہ مین نے دیکھا تو آپ کی مراد یہ تھی کہ مین نے بھید کی آنکھ سے دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ اہل باطن سے تھے اُن سے آپ نے اس طرح سخن فرمایا اور حضرت ستنا عائشہؓ اہل ظاہر سے تھین اُن سے آپ نے اہل باطن کی زبان کی زبان مین کلام نہین فرمایا۔ بھید کی آنکھ سے دیکھنے کے معنی حضرت جنیدؒ کی اس حکایت سے واضح ہونگے جنھون نے ایک بار فرمایا کہ اگر خدا وند تعالی مجھسے کہے کہ مجھے دیکھ تو مین کہون گا کہ مین نہین دیکھتا۔ اس لیے کہ آنکھ دوستی مین غیر اور بیگانہ ہوتی ہی اور غیریت کی غیرت مجھے دیدار سے باز رکھیگی اور بڑی بات یہ ہی کہ جبکہ دنیا مین اُسے آنکھ کے واسطے کے سوا دیکھا کرتا تھا تو عاقبت مین کیون واسطہ بناؤن

وانی لاحسد ناظری علیک		فاغض طرفی اذا نظرت الیک

مشاہدہ کی تعریف یہ بھی کی گئی ہی کہ المشاہدۃ قصور اللسان بحضور الجنان اس لحاظ سے زبان عاجز ہی کہ

واردات قلبی کو بیان کر سکے، سکوت مشاہدہ کی علامت ہے اور گویائی کسی چیز پر گواہی دینے کا نشان ہے اور اُن دونوں مین بڑا فرق ہے۔ لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک سے اسی مشاہدہ کی حالت کا پتہ ملتا ہے یعنی حضور پُر نور صلعم کا منشا رمبارک یہ ہوگا کہ زبان کو اس لائق مین نہین دیکھتا کہ میرے حال کو بیان کر سکے اور بیان کو اس کا مستحق نہین جانتا کہ میرے حال کو ظاہر کرے اس لیے تیرا کہا ہوا میرا کہا ہوا ہے اور تیری ثنا میری ثنا ہے ؎

تمنیت من اھویٰ فلما رایتہ　　　بُہت فلم املک لسانا و لا طرفا

"عبداللہ"

## علّامہ چانکیا کے اقوال

### عالم

ایک شہنشاہ اولوالعزم اسقدر عزت کبھی حاصل نہین کر سکتا جسقدر کہ ایک عالم متبحر کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ شہنشاہ اولوالعزم کی عزت اسکی سلطنت مین ہوتی ہے اور عالم متبحر کی ہر جگہ — !!

### شریف لڑکا

جھاڑی ایک خوشبودار درخت سے معطر ہو جاتی ہے اسی طرح ایک شریف الطبع سعید لڑکے کے وجود سے اُس کے خاندان کی عزت مین چار چاند لگ جاتے ہین — !

### شریر لڑکا

جسطرح ایک گھنا جنگل ایک چھوٹی سی چنگاری سے جل کر خاکستر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک بدطوار لڑکے کے وجود سے اُس کا خاندان تباہ ہو جاتا ہے — !!!

### بدمعاش آدمی

شریر آدمی سے ہمیشہ احتراز کرو خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو اُس کی مثال بعینہٖ اس سانپ کی ہوگی جسکے سر مین ایک چمکتا ہوا من ہو — !!!

لیکن کیا وہ اس حالت مین خطرناک نہین ہے؟

(سید محمد احمد عثمانی (علیگ)

# تنقید عالیہ

## جواب ہاتف

از مولوی سیّد ابو محمد ثاقب کانپوری

رسالہ تحریک کے فروری نمبر میں جناب شبیر حسن خان صاحب جوش ملیح آبادی کی "چھ شعری غزل" پر ہاتف صاحب کے چند اعتراض دیکھکر یہ تو کیونکر کہوں کہ مجھے ہنسی آئی، مگر اشک عبرت نے اس احساس سے ضرور منفعل کیا کہ کیا انسان اپنی محدود معلومات پر بھی بتقاضاے انسانیت کسی دوسری ہستی پر الزام دہی کا ارتکاب کرسکتا ہی، عام اس سے کہ خود اس کی رسائی ذہن اُس کے گرد قیام تک کی دسترس نہ رکھتی ہو۔

ایک یورپین فلاسفر کا قول ہی کہ تنقید جہان مقابل کی لغزشوں اور اغلاط کی پردہ در ہی وہین خود صاحب نقد کی حقیقت قابلیت کی بھی منکشف ہی، ہاتف صاحب نے حضرت جوش کے نتیجۂ طبیعت پر جو تنقید فرمائی ہی وہ قطع نظر اس کے کہ مذکورۂ بالا صورتون مین سے کسی ایک کے زیر اثر ہو، افسوس ہے کہ ارباب فن کے نزدیک ان ضروریات سے بھی خالی ہی جو لوازم نقد ہین اس لیے کہ دنیا مین تنقید کرنے کا دستور یہ ہی کہ جہان معایب فن معرض بحث مین آلین وہین محاسن خیال سے بھی خلق کو روشناس کیا جاے، اِسی لیے ہاتف صاحب کا آئین تنقید سے استغنا صرف ناواقفیت علوم و فنون کا مظہر ہے بلکہ اُس غیر معتدل رویہ کا بھی انکشاف کرتا ہی جو آپ نے نقایص فن یا محاسن خیال سے اعتراض کرتے ہوے محض اپنی فہم و ادراک کی لغزشون کی بنا پر اختیار کیا ہی، ورنہ سچ یہ ہی کہ حضرت جوش کا ذوق شاعری جس اسکول کا درس آموز ہی وہان ہاتف صاحب کا مدعی ابجد خوان ہونا بھی شاید خلاف واقعہ ہو، یہی وجہ ہی کہ حضرت جوش کے طبعی مدوجزر اور رشحات فکر کو ہاتف صاحب نے جس تاریک عینک سے دیکھا ہی وہ درحقیقت اُن کی نگاہ سے اسی قدر اوجھل رہنے کے حق دار ہین۔

لیکن انصاف یہی کہتا ہی کہ ہاتف صاحب کو نہ صرف اُردو زبان سے اتنا بعد ہی جتنا کہ اُن کے

---

۱؎ اِس تنقید کے بیباک الفاظ کے ذمہ دار خود ہاتف صاحب ہیں۔

نزدیک اہل پنجاب کو، بلکہ آپ کی شعر فہمی بھی اسی قدر قابل بحث ہی، ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ذیل کے اشعار کو بے معنی ثابت کرنے مین ہاتف صاحب اِس بیدردی و کم فہمی سے کام لیکر سخن سنج وسخن فہم جماعت مین قابل الزام ٹھہرتے۔

مجھے افسوس ہو کہ جب ہاتف صاحب کی مبادرت ذہنی اُن اشعار کے معانی و مطالب سے نا آشنا رہی تو اُنھون نے یہ کیونکر جان لیا کہ یہ اشعار درحقیقت صحت معانی کے لحاظ سے ہر اہل نظر کی نگاہ مین خالی از حُسن ہین

نکال لیتے ہین ظالم دلون کو سینون سے
خدا بچائے نہ پھر بھی مجھے حسینون سے

اس مسئلہ کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہین۔

"دل لینا، دل چرانا سب کہتے آئے ہین لیکن دل کو سینے سے نکال لینا شاید کسی نے نہین کہا، گویا معشوق نہ ہوا کوئی ڈاکٹر یا جرّاح ہوگیا"

اِس تنقید کو دیکھنے کے بعد ہر شخص کو ہاتف صاحب کی وسعت نظر کا قایل ہونا پڑے گا، یعنی اِس کا اعتراف کرنا ہوگا کہ حقیقت مین "دل نکال لینا" کسی نے نہین لکھا، مگر قسمتی سے دیوان داغ اور صنمخانہ عشق ملک مین اسقدر رائج ہوگئے ہین کہ ہر اُردو پڑھا لکھا شخص جسے ذرا سا بھی ذوق ہوا نھین اپنے مطالعہ مین رکھتا ہی اور جب وہ "صنمخانہ عشق" کی ورق گردانی کرتا ہی تو اُسے سیکڑون جگہ غزل مین یہی "دل نکال لینا" ملتا ہی، جس کے بعد ہاتف صاحب کی وسعت نظری قطعاً مشکوک ہو جاتی ہی۔

حضرت رئیس اکبر آبادی مرحوم جو اپنے وقت کے ایک باکمال استاد گذرے ہین تحریر فرماتے ہین

"سینے سے لے گئی وہ نظر دل نکال کے"

حضرت امیر مینائی مرحوم

"بیدرد لیجا ہے کلیجہ نکال کے"

حضرت بیدل کا واضح شعر ہے ؎

سینہ کاٹا دل نکالا عاشق ناشاد کا
او ستم ایجاد کیا کہنا ہے اِس ایجاد کا

اسی مطلع کے متعلق آپ پھر لکھتے ہین۔

"اول مصرعہ کا آدھا حصہ "یعنی" نکال لیتے ہین ظالم" پہلوے ذم پیدا کرتا ہے"

معلوم نہین ہاتف صاحب شعر کی تنقید کرتے ہین یا اپنے مذاقِ ماضی وحال کی شکوہ سنجی اس لیے کہ کسی علم دوست کی جودت ذہن اس مذموم پہلو کے سمجھانے سے قطعاً معذور ہے۔

اس کے بعد ہاتف صاحب نے وہ بے ربط اور حیا سوز فقرے لکھے ہین جن کے اعادے سے بھی قلم کو شرم آتی ہے اس لیے اُنھین ترک کیا جاتا ہے۔

حسین جو ملتا ہے تا دیر دیکھتا ہے مجھے
لگاؤ دل کو ہے دنیا کے مہ جبینون سے

اس شعر کے متعلق ہاتف صاحب کو بڑی سے بڑی شکایت یہ ہے کہ پہلے مصرعہ کو دوسرے مصرعہ سے کوئی تعلق نہین" لیکن افسوس یہی بے تعلقی ہاتف صاحب کی بے تعلقی فن اور شعر فہمی کا ثبوت ہے اس لیے کہ ارباب فن کے نزدیک مصرعون مین ارتباط اسی قدر کافی ہے کہ قائل کا مقصود حاصل یا وہ دعویٰ جو پہلے مصرع مین کیا گیا ہو ثابت ہو جائے، اور اس پر پہلے کی کسی نہ کسی صنعت کا اطلاق ہو سکے یہ بات ان دونون مصرعون مین موجود ہے

چنانچہ ہر سامع کا ذہن اس کا مطلب سمجھنے سے قاصر نہین، معمولی سے معمولی عقل کا آدمی بھی یہ جان سکتا ہے کہ صاحب شعر اس کا مدعی ہے کہ جو حسین جہان کہین مجھے ملتا ہے دیر تک دیکھتا رہتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے دل کو دنیا کے حسینون سے کچھ لگاؤ ہے

اب رہی یہ بات کہ دیر تک دیکھتے رہنے کی وجہ ہاتف صاحب کے نزدیک کسی عیب الخلقی کی بنا پر ہے اس کے متعلق سواے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ہاتف صاحب جوش کے آئینۂ خیال مین اپنے آپ کو دیکھنا چاہتے ہین، ورنہ اصل یہ ہے کہ یہی طرز بیان، شاعر کی انتہاے ندرت خیال پر دلالت کرتا ہے۔ جس نے کمال عشق کے ساتھ انتہاے جاذبیت حُسن کا وہ دعویٰ کیا ہے جو شاعر کو آئے دن حسینون کی محبت بھری نظرون کے التفات سے تجربۃً حاصل ہوتا رہتا ہے، یعنی ہر حُسن اُسے دیکھکر یہ محسوس کر لیتا ہے کہ اُس کے دِل مین وہی عاشقانہ کیفیت ہے جو حُسن کی مایۂ ناز آرزو ہے۔

حریم ناز سے صادر ہوا ہے حکم نیاز دیارِ حُسن کو روشن کرو جبینون سے

ہاتف صاحب کا اِس شعر کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ لفظی رعایتوں اور لفاظی کا گورکھ دھندا ہی جو شاید ناسخ و آباد کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لیے کہا گیا ہی" قطعاً ہاتف صاحب کی جبارت ہی مگر اسمین شک نہین کہ حضرت جوش نے جس لطفِ شعریت سے ارباب ذوق کو روشناس کرنا چاہا ہی وہ باوجود ان دلکش الفاظ کی رونمائی کے اتنا بے نقاب نہین ہوا جسے ہاتف صاحب کی آنکھ دیکھ سکے۔۱۲

جوش کا مطلب یہ ہی کہ محبوب کی بارگاہ سے عُشاق کے لیے یہ حکم ہوا ہی کہ میرے آستانے پر اتنی جبہ سائی کرو کہ سنگ آستان خود ایک جبین روشن بنجائے"

کیا اِس معنی کے اظہار کے لیے ہاتف صاحب ان الفاظ کے علاوہ اور الفاظ بتا سکتے ہین ؟

کلیجہ تھام کے وہ دو ریا د کرتا ہون
کہ صحبتین کبھی رہتی تھین نازنینون سے

ہاتف صاحب فرماتے ہین۔

"کلیجہ تھامنے کی خوب کہی، کیا بغیر کلیجہ تھامے یاد نہین کیا جا سکتا یہ تو ہاتھون پر ظلم ہی کہ بلاوجہ اُن سے کام لیا گیا، دوسرے مصرع مین لفظ کبھی بالکل حشو ہی جس نے پورا مصرع مہمل کر دیا، نازنینون سے صحبت رہنا عیاشانہ زندگی کا اچھا فوٹو ہی"

ہم چاہتے تھے کہ اِس کے ثبوت کے لیے کوئی مثال نہ دیتے لیکن شاید ہاتف صاحب اسمین ہماری کوئی کمزوری سمجھین اِس لیے داغ مرحوم کا صرف ایک شعر لکھا جاتا ہی۔

کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے
نہ سُنو اے خدا شیون کسی کا

اِسی طرح ہاتف صاحب نے حضرت جوش کے مقطع مین بھی اِس غلط فہمی سے کام لیا ہی لیکن اُنکی سوءِ تاویل کے مقابل کسی حُسنِ توجیہ کا اظہار طوالت ہی، اِس لیے مین اس پر اظہار خیال کے بجائے صرف اِس قدر کہنا چاہتا ہون کہ

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

ثاقب (کانپوری)

# سبدگل فروش

شعر سمجھنے سے جو لطف حاصل ہوتا ہے، ایک وجدانی کیفیت ہے، اُس کا بیان الفاظ مین نہین سما سکتا، معانی کی وسعت جانے دیجیے، زبان کی سلاست، وشستگی ترکیبون کی ندرت دلپسندی، بندش کی چستی و خوبصورتی، اور بحرون کا ترنم ہی کیا کم ہے جو کیف انگیز نہ ہو۔ اور پھر جب معانی کے وسیع میدان مین جولانی کی قدرت ہو، صنایع بدایع سے واقفیت ہو، مضامین کی بلندی اور نکتہ آفرینی تک دسترس ہو تو شعر، اُس کے لیے ایک قیامت ہے،

شعر و سخن کا انتخاب اور انتقاد ایک مشکل کام ہے۔ اشعار حسب مذاق منتخب کیے جاتے ہین، اور تنقید فن شعر کی رو سے۔ لیکن لطف شعر سے وہ ہی دل آشنا ہو سکتا ہے جو درد مند ہے بلکہ اس طرح جیسا کہ نشتر اُس چیز مین چبھتا ہے جو ملائم ہوتی ہے،

مجھ کو اپنی نقدان لیاقت کا اعتراف ہے اور اب بھی چوبیس سال کی عمر تک تو میرا مذاق اسقدر سلیم نہین ہوا ہے کہ کما حقہٗ شعر فہمی کر سکون۔ تاہم جو شعر پسند آتا ہے اپنے ذہن مین محفوظ کر لیتا ہون۔ اب تک کوئی بیاض مرتب نہین کی اس لیے بعض مقبول و محترم اُستادون کے جو اشعار یاد تھے قلمبند کر کے ناظرین الناظر کو دعوت فہم دیتا ہون تا کہ بقدر ذوق استفادہ و استلذاذ کرین۔

حضرت غالب کے قول کے مطابق تو مجھ کو اندیشہ کرنا چاہیے کہ انتخاب اشعار ایک قسم کے رسوا سامانی ہے لیکن مجھ کو اطمینان ہے کہ مصرع

بزم مین اہل نظر بھی ہین تماشائی بھی

ولی احمد خان

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر ۔۔۔ میر ۔۔۔ مذہب عشق اختیار کیا

مرے لمین ہے غالب شوق وصل و شکوہ ہجران ۔۔۔ غالب ۔۔۔ خدا وہ دن کرے جو اُس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

فقط اک دوستون سے تم بچے تھے ۔۔۔ مومن ۔۔۔ سو اب تم بھی نصیب دشمنان ہو

ہے اُسکی سادگی بھی تو کس کس بھبن کے ساتھ ۔۔۔ ذوق ۔۔۔ سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

عیش بھی اندوہ فزا ہو گیا — داغ — ہائے طبیعت تجھے کیا ہو گیا

فغان و آہ کی لذت جو دل ملے تو ملے — اکبر — نشان نگہتِ گُل جب کلی کھلے تو ملے

گلشن سے کہین بوئی دمساز نہین آتی — ثاقب — اللہ رے سناٹا آواز نہین آتی

بیگانہ ہوئی دُنیا رسم و رہِ اُلفت سے — اک میری طبیعت ہر جو باز نہین آتی

رکھکے مُنھ سو گیا اُن آتشین رخسارون پر — چین تھا دل کو تو نیند آگئی انگارون پر

تم نہ دیکھو کہ میرے چہرے پر — جوش — اک تمنا سی پائی جاتی ہے

کٹ گئی احتیاط عشق مین عمر — حسرت موہانی — ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا

ایمان شکن آنکھین دل مین ہین دل ان مین ہر — حفیظ — تبخانہ مین کعبہ ہے کعبہ مین ہر تبخانہ

یون گفتگو کی شان ہویدا سکوت مین — ہر جنبش نگاہ مین اک داستان رہے

مقام عشق مین لے دل وہ رنگ پیدا کر — اکبر — نظر زبان بنے عرض مدعا کے لیے

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون — غالب — بوسے کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون

شکوہ مین ترس مدعی، شکر مین ترک مدعا — ذوق — سوچ مین ہون کہ حال دل یون لکھون خدا کہ یون

ایک ہی بار ہوئین وجہ گرفتاری دل — حسرت موہانی — التفات اُن کی نگاہون نے دوبارا نہ کیا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — مومن — جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے — " — ورنہ دنیا مین کیا نہین ہوتا

---

## عمر خیام

از جملہ رفتگان این راہ دراز — باز آمد کو کہ بما ید در راز

زنہار درین سراچہ از روی نیاز

چیزے نگذاری کہ نمی آئی باز

## جامی

شاہ عربی قبلہ ارباب نجات — کائینہ ذات ابد مرأت صفات

از پیروی اوست علوی درجات — لازال علیہ زاکیات الصلوات

# غزلیات و منظومات

## غزل نعتیہ

(ہوشؔ بلگرامی)

کیا جانے اُنھین زاہد جو ہم سے رہین باتین
محفل کی نہین ہوتین خلوت کی ملاقاتین

جب ایک ہوئے دو دل بیکار رہین سوغاتین
یہ رنگِ تکلف ہے اُٹھوا دو مداراتین

بُلبُل نہ نظر کرنا اِس پھولون کے پنجرے پر
خالی نہین مطلب سے ظالم کی مداراتین

آخر ہے شب اِمین ہشیار رہو اے موسیٰ
ہر بار نہین آتین یہ نورفشان راتین

دیوار لحد خم ہے، چھت شق ہے زمین پھٹی
ٹوٹا ہوا یہ گھر ہے اور سر پہ ہین برساتین

اے ہجر کی بیتابی دن یاد ہین ایسے بھی
جب ایک ہی کروٹ سے ہوتی تھین بسر راتین

کچھ پیاس سے سرور کی شرماتے نہین بادل
اے کرب و بلا تجھ مین ہوتی بھی ہین برساتین

دلجو ہے ترا ضیغم سے مے دیکے مجھے ساقی
بے ہوشیون کی خاطر ہین ہوشؔ مداراتین

## غزل

زینت حسن بڑھانیکو ستمگارون مین
دل کے آئینے لگائے گئے دیوارون مین

یون تو گل دیکھنے کو دیکھے ہین گلزارون مین
پر نہ دیکھا جو ہے رنگ آپ کے رخسارون مین

جب نکھرتے ہین بدل جاتا ہے رنگ عالم
وہ جب آتے ہین بہار آتی ہے گلزارون مین

شب کو جب بزم مین تم اپنے بنے تھے ساقی
یہ تو پوچھو کہ کسے ہوش تھا میخوارون مین

موت سے بڑھ گئے تشہیر اسیری کے ستم
میرا صیّاد مجھے لے گیا بازارون مین

اسکی رحمت نے دم حشر جو دیکھا مضطر
اک ہمین پوچھا ہم ایسے تھے گنہگارون مین

حسن کھاتا ہے تری اُٹھتی جوانی کی قسم
ناز کرتا ہوا رنگ آتا ہے رخسارون مین

نام پہلے تو لیا پھر یہ تجاہل سے کہا
وہ محبت ہین زمانہ کے وفادارون مین

سیّد اجد حسین محبت

## غزل

کیا ہمکو سروکار غم و رنج و الم سے
نشہ کبھی گھٹتا نہین ساقی ترے دم سے

ہم دن کو کہین رات جو پوچھے کوئی ہم سے
مانوس ہین آنکھین جو سواد شب غم سے

ارمان ہے ہر آنکھ کو جلوہ ترا دیکھے
اسواسطے لوگ آتے ہین ہستی مین عدم سے

قبرون کے نشان کہتے ہین افسانۂ عبرت
یون باتین ہوا کرتی ہین یاران عدم سے

وہ ظلم کے شکوے پہ یہ کہدیتے ہین ہنسکر
زندہ ہو جو تم باز نہ آئین گے ستم سے

یون آنکھ ملی اُن کی ملا خاک مین دل بھی
انداز کرم بڑھ گئے انداز ستم سے

جائین گے قفس سے نہ رہا ہو کے چمن کو
راحت وہ ملی ہے ہمین صیاد کے دم سے

تم خود دل مضطر کو سنبھالو تو سنبھالو
ہم خاک سنبھالین یہ سنبھلتا نہین ہم سے

ویران تھا دل لے غم دلدار ہمارا
آباد ہوا گھر یہ مرے فیض قدم سے

دیدار بتان کی ہے جگر دل کو تمنا
بتخانے مین پہنچائے خدا کنج حرم سے

حکیم جگر صدیقی زمیندار لسوان

# هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانْ

یہ کہنے لگا مجھ سے اک معتدی
جہان مین ہے نیکی کا بدلا بدی
کچھ احسان مین نے کیا جسکے ساتھ
وہی میرے پیچھے پڑا دھو کے ہاتھ
غرض جس سے امید نیکی رکھی
اُسی سے بُرائی کی لذّت چکھی

---

تو مین نے کہا اُس سے ای خوشخصال
سراپا غلط ہے یہ تیرا خیال
ہر ممکن نہین ہو یہ حالت ردی
کہ نیکی کے بدلے مین پائین بدی
ہے قرآن مین صاف لکھا ہوا
کہ احسان ہی احسان کی ہے جزا

---

مگر جب کہ نیکی سے تیری غرض
تمنّٰی ہو، یا اکتسابِ عوض
تو خود اک بدی ہے وہ نیکی تری
ذرا غور سے سُن یہ باتین مری
پھر اس کے عوض مین بدی پاکے تو
نہین حق بجانب جو ہو ترش رو

---

مگر ادّعا تھا جو نیکی ہی کا
تو رکھتا خدا سے امیدِ جزا
جو ہے خلق سے چشم احسان تجھے
مسلمان کہینگے مسلمان تجھے
مرے دوست با امید احسان زغیر
مدان کمتر از سجدہ بُت بُدیر

جو بہر خدا آپ نے کی نہین
وہ نیکی حقیقت مین نیکی نہین

تمنا (عمادپوری)

# خریداران الناظر کی خدمت مین ایک مفید مشورہ

## یہ اعلان پھر درج نہوگا

علم طب مین ہزارہا کتب ایک سے ایک مفید او رمجربہ جو ہین لیکن طب نفیس جو طبیب صاحب جیتھاری کی تصنیف سے ہر اور جسکی تعریف بیسیون اخبارات طبی رسائل کے علاوہ حکماء حاذقین علماء صالحین وہ دیش کاملین اور ممتاز مشہور و معروف اصحاب نیز عام طبقہ اور صحت یاب مرضا نے فرمائی ہر بالکل صحیح ہر۔ ذی علم مصنف نے وہ مجربات ظاہر فرمائے ہین جو اطبا بصیغہ راز محفوظ رکھکر سینہ مین مدفون اپنے ساتھ لے جاتے تھے میرے نزدیک شاید کسی دوسری کتاب کو علم طب مین ایسی مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی ہو قدیم و جدید امراض کو دو ہفتہ مین کم و بیش صحت یابی ہو جاتی ہر۔ نیز اشتہاری ادویہ سے بے پرواہ کرنے والی نیم حکیم کے پنجہ سے بچانیوالی کاروباری اصحاب کو نفع عظیم پہنچانے والی ہر قیمت معہ محصولڈاک ایک روپیہ بارہ آنہ ہر (المعلن حاجی مولوی سید واجد علی قصبہ صمدن ضلع فرخ آباد) ذیل کا علاج درج ہر مطلق گئے گذرے مایوسی کی خمی لاغری اعتدالی نیز دیگر قسم کے امراض کا چند میونمین سے علاج ہفتہ عشرہ مین صحت امساک محبت مشتاقی وجین قوت باہ کے عجیب و غریب تجربہ شدہ چٹکلے۔ جریان احتلام سرعت دو ہفتہ مین کافور۔ بواسیر خونی بادی سوزاک قدیم و جدید آتشک طحال دمہ چار پانچ دن مین صحت عمر بھر کو آرام پتھری بلا اپریشن چند گھنٹہ مین ذریعہ پیشاب خارج۔ ذیابیطس سل فالج برص جذام گٹھیا وغیرہ کا شرطیہ علاج۔ طاعون ہیضہ ضعف معدہ (مصنف سے ذیل کے پتہ پر ملیگی) سیلان الرحم مایوسی اولاد خضاب و دیگر امراض کے تجربہ شدہ نسخے۔

**حکیم ڈاکٹر مولوی ابو سید محمود الحسن طبیب سرکاری مصنف طب نفیس مقام تحصیل جیتھاری براہ گاڈر وارا ریاست بھوپال**

## زندگی کی اہم ضروریات

حسن یوسف کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہین۔

1. جو شریف نوجوان عصمت دوشیزگان کی خواہش عقد رکھتے ہون
2. جن معزز والدین کو اپنی دختروں کیواسطے بلند پایہ بر کی ضرورت ہو
3. جو صاحبان اپنی زندگی مین کسی اہم انقلاب کے خواہشمند ہون
4. جو بیوائین اپنی معصومانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہون
5. جو لوگ امراض اور افلاس سے تنگ ہون
6. جو بلند ہمت اپنے خاندان کی دستگیری کرنا چاہتے ہون

**وہ حسن یوسف ملاحظہ فرمائین**

کیونکہ حسن یوسف ایک ایسی کتاب ہر جس مین علمی اور عملی طور پر ان تمام ضروریات و خواہشات کی کامیابی کے بہترین ذرائع بتلائے گئے ہین قیمت ایک روپیہ چھ آنہ ہر خریداران الناظر سے محصولڈاک فیس منی آرڈر جملہ ۶ر معاف کیے جاتے ہین

## حُسن یوسف

علم و عمل کا بہترین اور زبردست انتخاب

لٹریری دلچسپی رکھنے والے اشخاص خود داری خیو طبع او ر سیاسی زندگی بسر کرنیکے شائق نوجوان۔ ترک موالات کے تحت مین بیکار ہو جانے والے ملازمت پیشہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوے بزرگ اگر آپ اپنے خدمات اور احساسات کے لحاظ سے کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتے ہون تو ان کو حُسن یوسف سے مستفید ہونا چاہیے جو الفاظ کے پیکر مین ایک بہترین شفیق ایک سچا رہنما ایک حقیقی ہمدرد مہیا کیا گیا ہر اور کتابی صورت مین لا کر قیمت اسکی صرف ایک روپیہ چھ آنہ رکھی گئی ہر محصولڈاک وغیرہ خریداران الناظر کے واسطے معاف کیا جاتا ہر۔

خریداران طب نفیس کی تحریک پر یہ کتاب طبع ہوئی ہر جسکی فرمائشات کا سلسلہ تیزی کیساتھ جاری ہر ضرورت سمجھین جلد طلب فرمالین۔

**ملنے کا پتہ سید محمود الحسن طبیب سرکاری ڈاکخانہ جیتھاری گورنمنٹ بھوپال**

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

قیمت سالانہ للعہ

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۵ | ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵


فہرست مضامین






الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

قیمت فی پرچہ ۶

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

# زندۂ جاوید

حیات ملیت اسلامیہ کی تفسیر امام الشہدا حضرت حسین علیہ السلام کی سیرت پاک مین ایک روشن خیال خاتون الف۔ ف۔ کی تصنیف میری نظر سے گذری جو ایک پردہ نشین بیگم کی مضمون طرازی کا عمدہ نمونہ ہی۔

تمام کتب سیر مین شہادت امام مظلوم کی کوئی دوسری مثال نہین آپ نے اپنے جد امجد جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش مین پرورش پائی اور چونکہ آپ کے کوئی فرزند زندہ نہ رہے۔ اس لیے جناب حسنین رضی اللہ عنہما آپ کے بیٹون کی جگہ پر تھے۔ اس لیے حضرت حسین رض نے بھی تبلیغ حق مین بے مثل و بے نظیر غیرت وہمیت سے کام لیا اور شہادت امام مظلوم رض نے مہر عالمتاب توحید و حقیقت کو تمام دنیا مین تابان و درخشان کر دیا جو تا بقیام قیامت لامع رہیگا۔ امام ہمام نے میدان معرفت مین اپنی جان مال و اولاد کو قربان کر دیا اور خود حیات جاوید حاصل کر کے دین اسلام کو دنیا مین اعلےٰ زندگی عنایت فرمائی۔ رباعی

| | |
|---|---|
| شاہ است حسین بادشاہ است حسین | دین است حسین دین پناہ است حسین |
| سر داد و نداد دست در دست یزید | حقا کہ بنائے لا الہ است حسین |

اسی مضمون کو لائق مصنفہ نے "زندۂ جاوید" مین نہایت عمدگی و بیدار مغزی سے دلائل قطعی کے ساتھ نظم فرمایا ہی۔

نثر سلاست و فصاحت سے آراستہ اور نظم استحسان تخیلی سے پیراستہ ہی۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائین گے۔ قیمت بھی کچھ نہین صرف ۰۵ روپے من الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے مل سکتی ہی۔

نمقہ المفتخر الی لطف ربہ السرمدی
(افتخار الملت) عبداللہ المامون السہروردی

نمبر ۱۴۵ جلد ۲۵ — ماہ جولائی ۱۹۲۳ء

# فیہ مافیہ

(از:- "حلیمی")

طلسم ساز قدرت کی کارفرمائیان بھی عجیب وغریب ہوتی ہین۔ ابراہیم خلیل اللہ کی پیدائش آذر بت تراش کے گھر مین ہوتی ہو۔ موسیٰ کلیم اللہ کی پرورش و پرداخت فرعون کے آغوش شفقت مین ہوتی ہو۔ مصلح ہند کرشن جی کا جنم ظالم و غاصب راجہ کنس کے خاندان مین ہوتا ہو۔ خدا پرست وخدا ترس ٹالسٹائے کا نشو ونما شیطان پرست وشیطان سرشت مملکت روس کی آب وہوا مین ہوتا ہو۔ موت سے زندگی پیدا کرتے رہنا، بیجان کو جاندار بناتے رہنا، ضلالت کی تیرہ وتار گھٹاؤن سے نور ہدایت کی شعاعین طلوع کرتے رہنا اسکی قدرت وحکمت کا ایک مستقل ودائمی معجزہ ہو۔ اِنَّ رَبِّی لَطِیفٌ لِمَا یَشَاءُ

---

آج اقبال مند وکشور کشا، روشن خیال وعلم دوست یورپ، خصوصاً اُس کا پُر قوت ذی اقتدار وصاحب وجاہت طبقہ، جس طرح ہر نظام اسلامی کی بربادی کے درپے ہو، اس کا حال

سب پر روشن ہی، لائڈ جارج و لارڈ کرزن مین قول و قرار ہو چکا ہی کہ اسلامی حکومتون کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رہین گے، ٹائمس و ڈیلی میل کے دفترون مین سرگوشیان ہو رہی ہین کہ دنیا سے متمدن مین اسلامی تہذیب و شائستگی، تمدن و معاشرت کا نشان تک نہ باقی رہنے پائے، نولڈیکی و مار گولیتھ کے دلون مین ٹھن چکی ہی کہ روے زمین سے اسلامی عقائد و علوم کی بیخکنی کر کے رہین گے۔ عین اس موقع پر قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ ایک بار پھر اپنا ظہور کرتی ہی، اور انھین دشمنان حق و اعداء دین کے ٹھیک وسط مین چند ایسے افراد پیدا کر دیتی ہی، جن کے ہاتھون کم از کم علوم اسلامی کی گرتی ہوئی دیوار از سر نو استحکام و استواری حاصل کرنے لگتی ہی،

قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم۔ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون (یٰس ع ۵)

(غافل و گمراہ انسان استعجاب و انکار کے ساتھ) کہتا ہی کہ کون گلی سڑی ہڈیون کو از سر نو زندہ کریگا؟ (اے پیمبر) کہدو کہ وہی زندہ کریگا جس نے اول بار انھین خلق کیا تھا، اور جو ہر طرح پر پیدا کرنا جانتا ہی۔ اور وہ وہی (قادر مطلق) تو ہی جو ہرے بھرے درختون (کی رگڑ) سے تمھارے لیے آگ پیدا کرتا رہتا ہی جسے تم روشن کرتے رہتے ہو۔

---

پروفیسر نکلسن کا شمار اس وقت یورپ کے مشاہیر فضلا مستشرقین مین ہی۔ وہ کیمبرج یونیورسٹی مین فارسی زبان کے استاد ہین، اور ایک مدت سے علوم اسلامی کی خدمت مین پروفیسر براؤن کے دوش بدوش مشغول ہین۔ ان کی سب سے ابتدائی تصنیف غالباً اہل عرب کی علمی تاریخ (لٹریری ہسٹری آف دی ارلبس) ہی، اس کے بعد سے اُن کا قلم مسلمانون کے چمنستان علوم کی آبیاری مین مسلسل مصروف ہی، تصوف اسلام سے اُن کے قلب کو خاص لگاؤ ہی تعلقات

صوفیہ کا مطالعہ اُن کا محبوب مشغلہ ہو، اور اُن کے متعلق اُن کی تحقیقات کا سلسلہ دلی ذوق وشوق کے ساتھ جاری ہو، یہانتک کہ اُن کا قلب، باوجود فرنگی نژاد ہونے اور فرنگی آب وہوا مین نشوونما پانے کے، انوار ہدایت سے بیگانہ نہین رہا ہو، بلکہ نمایان طور پر حقائق اسلام سے متاثر ومانوس ہو چلا ہو، عربی زبان مین تصوف کی قدیم ترین تالیف، کتاب اللمع مصنفہ شیخ ابو نصر سراج انھین کی مساعی جمیلہ سے، بہمہ لوازم صحت وحسن طباعت کے ساتھ اور بہ اضافہ مقدمہ، فہرست مضامین، حواشی، فرہنگ وغیرہ، اہل طلب کے ہاتھون تک پہنچ سکی ہو، شیخ ہجویری (داتا گنج بخش لاہوری) کی کتاب کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ انھین کے قلم سعادت رقم نے کیا ہو اقبال کا پیام حیات، جو اسرار خودی کے اوراق مین ادا کیا گیا ہو، یورپ کے کانون تک انھین نے پہونچایا۔

---

دیگر تصانیف ومضامین کی تعداد کثیر سے قطع نظر کر کے تصوف سے متعلق نکلسن کی خدمات ذیل خاص طور پر قابل تذکرہ ہین:-

(۱) انتخاب غزلیات شمس تبریز[1]۔ مولانائے رومی کی تقریباً پچاس غزلون کا مجموعہ مع مقدمۂ انتقادی، حواشی، وفرہنگ وغیرہ بعد مقابلۂ نسخ متعددہ، تصحیح کامل و ترجمۂ انگریزی۔

(۲) صوفیۂ اسلام[2]۔ انگریزی زبان مین تصوف اسلام پر ایک جامع ومختصر رسالہ مہمات مسایل، مثلاً، طریقت، معرفت، عشق، وجد، کرامت، وصل وغیرہ پر اکابر صوفیہ کی تعلیمات کا خلاصہ۔

---

(1) Selections from the Odes of Shams Tabriz

(2) Mystics of Islam.

(۳) مطالعۂ تصوف اسلام[1]۔ اکابر صوفیہ کے کلام کے اقتباسات انگریزی زبان مین

(۴) تریاق الاشواق[2]۔ شیخ ابن عربی کی نظم ترجمان الاشواق اصل ترجمہ انگریزی و اضافہ حواشی وغیرہ۔

(۵) تصوف اسلام اور مسئلہ عینیت شخصی[3]۔ طالب و مطلوب کے رابطہ درمیانی سالک و ذات باری کے مابین وسیلۂ شخصی، اور تعینات مین اطلاق کی مظہریت کاملہ سے متعلق صوفیۂ اسلام کی تعلیمات کا ماحصل۔

---

ان مین سے ہر خدمت بجا سے خود معقول و قابل قدر تھی لیکن اب خدا سے کارساز نے اپنے اس بندہ کو مثنوی مولانا سے روم کی خدمت گذاری کے لیے انتخاب کیا ہو۔ مثنوی کو اسلامی لٹریچر مین جو اہمیت حاصل ہو، وہ کسی اہل نظر پر مخفی نہین۔ حد یہ ہو کہ مسلمان اگر قرآن مجید کے برابر کسی کتاب کو پیش کرتے ہین تو وہ یہی "قرآن پہلوی" ہو لیکن افسوس کا مقام ہو کہ اس وقت کانپوری اڈیشن کو مستثنی کرنے کے بعد اس کا کوئی مستند، صحیح، و کامل مطبوعہ نسخہ موجود نہین حالانکہ کتاب ٹرکی، ایران، ہندوستان نیز دیگر ممالک اسلامیہ مین گھر گھر پھیلی ہوئی ہو۔ نکلسن نے اس اہم ضرورت کو محسوس کر کے اُس کی تکمیل کی جانب قدم اُٹھایا ہو۔ مولانا کے کلام کے ساتھ اُنھین ابتدا ہی سے شغف رہا ہو۔ خدا نے اب یہ بات اُن کے دل مین ڈالدی ہو کہ اس آبحیات کو اس کی صاف خالص و بے آمیز صورت مین، شفاف و خوشنما جام بلورین مین رکھکر اہل ذوق کے سامنے پیش کرین۔

---

(1) Studies in Islamic Mysticism (2) Tarjuman ul Ashwaq (3) Idea of Personality in Sufi-ism.

مثنوی کے کُل چھ دفتر ہین۔ نکلسن دو دو دفترون کو ایک ایک جلد مین شامل کر کے متن مثنوی تین جلدون مین شایع کرینگے تین ہی جلدین انگریزی ترجمہ کی ہونگی متن و ترجمہ ملاکر ۶ جلدین ہوئین۔ دو جلدین انگریزی مین حواشی و توضیحات کے لیے مخصوص ہونگی، ایک جلد مین انگریزی زبان مین مثنوی پر مقدمہ، مولانا کی سیرت، کلام پر تبصرہ وغیرہ ہوگا۔ کُل ۹ جلدین ہُئین اور ہر جلد کم از کم پانسو صفحہ کی ہوگی۔ اِس ضخامت سے کام کے مہتم بالشان ہونے کا کسی قدر اندازہ ہوسکتا ہی۔ نکلسن مدت سے اِس کام مین مشغول ہین۔ راقم سطور کے نام اُن کا جو تازہ گرامی نامہ موصول ہوا ہی، اُس مین یہ فرحت افزا بھی درج ہی کہ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی، تو دفتر اول و دوم کا متن دسمبر سنہ رواں تک طبع کے حوالہ کردیا جائیگا اُسکے بعد جلد دوم مین ان دو دفترون کا ترجمہ ہوگا۔ اسی طرح نوبت بہ نوبت ایک ایک جلد متن و ترجمہ کی شایع ہوتی رہیگی۔ جو لوگ نکلسن کی پچھلی محنتون کے ثمرات سے واقف ہوچکے ہین صرف وہی سمجھ سکتے ہین، کہ مثنوی کا یہ ایڈیشن کس پایہ کا ہوگا!!

---

کلمہ گویان جسقدر اِس خبر سے مسرور ہون گے اسی قدر انھین رشک بھی ہوگا کہ جو کام خاص اُن کے کرنے کا تھا وہ ایک فرنگی، اور ایک مسیحی کے ہاتھ سے انجام پا رہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہی کہ کسی شے کا حصول محض اُس کی آرزو و خواہش کی بنا پر ممکن نہین اہل اسلام ہون یا اہل کتاب یہ قانون سب کے لیے یکسان ہی۔ اصل ضرورت سعی و عمل کی ہی، نتایج ہمیشہ بہ اندازہ سعی پیدا ہون گے، توفیق الٰہی بھی ہمیشہ بہ اندازہ ہمت ہی عطا ہوگی، خوش بخت ہی وہ فرد او رہ قوم

لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب (نساء۔ع ۱۸)

لیس للانسان الا ما سعیٰ

جسکے حصہ مین ہمت بلند، عزم استوار، وسعی کامل ہو بدنصیب ہو وہ فرد اور وہ قوم جسکی بلند پروازی تخیل، اور منصوبہ بازی، آرزو و تمنا تک محدود ہو، ام للانسان ما تمنیٰ؟

---

نکلسن اہل کتاب مین ہین۔ اور اہل کتاب کا ذکر جہان جہان قرآن مجید مین آیا ہو، وہان یہ صاف ارشاد کر دیا گیا ہے، کہ ان مین اچھے اور برے دونون طرح کے لوگ

| | |
|---|---|
| ولو امن اہل الکتاب لکان خیراً لھم منھم المومنون واکثرھم الفسقون | موجود ہین، گو اچھے کم اور برے زائد (آل عمران۔ع ۱۲) |

ایک دوسری جگہ اسی مفہوم کو ان الفاظ مین ادا کیا ہو، منھم اُمۃ مقتصدۃ و کثیرٌ منھم سآء ما یعملون (مائدہ۔ع ۹) لیکن ان مین سے جو اچھے ہین، اور حسن عقیدہ و حسن عمل کے لباس سے آراستہ ہین، ان کے اعمال صالحہ کو پوری مقبولیت حاصل رہیگی، اور انھین وہی سرافرازی نصیب ہوگی، جو ایک باضابطہ مسلمان کا حق ہو۔

| | |
|---|---|
| وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیک وما انزل الیھم خٰشعین للہ لا یشترون بآیٰت اللہ ثمناً قلیلاً اولٰئک لھم اجرھم عند ربھم (آل عمران ع ۲۰) | اہل کتاب مین ہو جو لوگ خدا پر ایمان لاتے، اور (اے مسلمانو) تمھاری کتاب (قرآن) پر، اور اُس کتاب پر جو خود اُن پر نازل ہو چکی ہو، اور جو خدا سے ڈرتے ہین، اور قلیل معاوضہ پر آیات الٰہی کو فروخت نہین کرتے رہتے ہین، ان کو اپنے پروردگار کے ہان سے پورا اجر ملے گا۔ |

دوسری جگہ یہ وعدہ موجود ہے کہ طبقۂ اہل کتاب مین سے جو لوگ امر حق پر

| | |
|---|---|
| من اہل الکتاب امۃ قائمۃ ........ ....... اولٰئک من الصالحین | قائم رہین گے، اور فلان فلان اعمال حسنہ مین لگے رہین گے، اُن کا شمار صالحین مین |

وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ واللہ علیم بالمتقین (آل عمران، ع ۱۲) | ہوگا اور اُن کا کوئی نیک کام رائیگان نہین کیا جائے گا اور خدا متقین سے واقف ہی ہے

باقی اگر اہل کتاب مین اچھون کے ساتھ بُرے بھی ہین تو خود مسلمانون کا سارا گروہ کب خالص ہی۔ اور تو اور، اُن کے مجاہدین تک بھی، سب کے سب معیار خلوص پر پورے نہین اُترتے۔ بہ ظاہر جہاد مین شرکت کرنے والے بہت بڑی تعداد مین ہوتے ہین۔ لیکن کسی کی نظر مال غنیمت پر ہوتی ہے، کسی کو کسی سے کوئی ذاتی انتقام لینا ہوتا ہے کسی کے پیش نظر شہرت و ناموری ہوتی ہے۔ اِن سب کا مقصود حصول دنیا ٹھہرا

منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ (آل عمران۔ع ۱۶) | البتہ ایک جماعت ایسی بھی ہوتی ہے جو خالصۃً رضائے الٰہی کیلیے اپنی جانین قربان کرتی ہے

خدا ہر کلمہ گو کو اسی خلوص وصدق نیت کی توفیق دے۔

---

نکلسن اور مولانائے روم کے تذکرہ مین ذہن قدرتاً ایک اور زندہ ہستی کی جانب منتقل ہوتا ہی، جس کا اِن دونون سے گہرا تعلق ہی۔ اِس سے مراد ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر اقبال سے ہی، نکلسن سے اس کا تعلق تو کھلا ہوا ہی۔ یعنی اسکے اسرار خودی کی تبلیغ فرنگستان مین نکلسن ہی کی وساطت سے ہورہی ہی۔ رہا مولانا سے تعلق سو گو بعض مدعیان سخن کو یہ حقیقت شاق گذرے، اُسکی نوعیت وہ ہی جو ایک مرشد کامل اور اُسکے مخلص مرید کے درمیانی تعلق کی ہوتی ہی، مولانا آفتاب تھے۔ اور اقبال بدر کامل ہین۔ آفتاب جسوقت نظرون سے چھپ جاتا ہی ماہتاب اسی سے اخذ نور کر کے دنیا کو منور کرتا ہی، اور جسوقت تک آفتاب سے براہ راست استفادہ نہین ہوسکتا، ماہتاب اپنی بساط بھر اُسکی پوری نیابت کرتا رہتا ہی۔ جو

بزرگوار شاعری کو قافیہ پیمائی کا مرادف سمجھے ہوئے ہین اُنھین بے شبہ اقبال کے کلام مین کوئی وسعت مخصوص نظر نہ آتا ہو گا لیکن جن لوگون کے عقیدہ مین

شاعری جزویست از پیغمبری

شاعری ایک صنفِ الہام کا نام ہی، اور حقیقی شاعر، ایک معنی کر کے "پیامبر" ہوتا ہی، وہ غالباً بہ آسانی اقبال کو دورِ حاضر کا "پیامبر" تسلیم کر لین۔

---

حدیثِ نبوی مین وارد ہوتا ہی کہ "میری اُمت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہونگے" بنی اسرائیل مین بہ کثرت انبیاء مبعوث ہوتے رہے، اور ظاہر ہی کہ ہر نبی جدید شریعت لیکر نہین آتا تھا، شریعت وہی قدیم رہتی تھی جدید نبی اسی کی تجدید اسی سبق کی تکرار، اور اسی بھولے ہوئے پیام کی یاد دلانے کے لیے آتا تھا۔ شریعت مصطفوی ہر پہلو سے کامل و مکمل ہی، نفسِ بشری کی جملہ ضروریات کی کفیل ہی، تعینات کائنات کے جمیع اشکال و مظاہر پر حاوی ہی، اسی لیے نئی جدید شریعت کی ضرورت باقی نہین رہی، اور رسالت ختم ہو گئی۔ لیکن اس کی ضرورت باقی ہی کہ ہر دور مین اسی "پیامِ آخرین" کا مقتضیات وقت کے مناسب حال اصطلاحات کے ذریعہ سے اعادہ کیا جاتا رہے۔ اس منصب نیابت نبوت پر فائز ہونے کے لیے عالم شریعت، عارف طریقت، شاعر، کسی کی تخصیص نہین، جو شخص بہتر طریقہ سے اُمت اسلامیہ کو اس کا یہ "پیامِ کہن" زبان یا زبانِ عمل سے یاد دلا سکے، وہی اس منصب کا سب سے زیادہ اہل ہی، چنانچہ کبھی یہ خدمت شہید دشت کربلا حسین علیہ السلام سید الشہدا نے انجام دی ہی، کبھی محی الدین عبد القادر جیلانی رح نے کبھی معین الدین سنجری اجمیری رح نے، کبھی ابو حامد غزالی رح نے کبھی جلال الدین رومی نے کبھی شیخ احمد سرہندی نے،

---

یہ تمام سیارہ آفتاب رسالت سے منعکس ہوکر چمکے لیکن ان مین سے ہر سیارہ بجاے خود ایک آفتاب ہے۔ اور اپنی نوبت مین اپنے گرد ماہتاب اور سیارون کا جمگھٹا رکھتا ہے مولانا رومؒ کا پرتو نمیں سات صدیون کے بعد خاک ہند پر پڑا، اور ذرہ کو آفتاب بنا دیا۔ فطرت نے اقبالؔ کے خمیر کو قبول فیض کے لیے انتخاب کر رکھا تھا، یہ دولت کسی اور کے نصیب مین کیونکر آسکتی تھی، نزول فیض ہوا، اور فرنگیون کی تربیت، بیرسٹری کا پیشہ، مغربیت، کے اثرات ان مین سے کوئی شئے سد راہ نہو سکی۔ بڑے بڑے فقہا و متکلمین، صوفیہ و زاہدان خلوت نشین مُنھ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے، اور یہ دولت ایک رند مشرب، فرنگیت مآب بیرسٹر کے حصہ مین آگئی۔ حبش کا باشندہ، اور وہ بھی غلام فصیح البیان ہونا الگ رہا، زبان صحیح تلفظ تک پر قادر نہین، نسباً شرفا و قریش سے بدرجہا فروتر وہ آیا اور دولت سرمدی سے مالا مال ہوگیا، اور سردارکونین کے ہموطن عزیز و قریب، رؤسا و شرفا، جون کے تون رہ گئے!

این سعادت بزور بازو نیست

---

اقبالؔ کا جو روحانی رابطہ حضرت مولاناؒ سے ہے، اسکا اظہار انھون نے اسرار خودی مین متعدد مقامات پر اور صراحت کے ساتھ کیا ہے۔ تہمید مین فرماتے ہین ؎

باز برخوانم ز فیض پیر روم ۔ دفتر سربستہ اسرار علوم

جان او از شعلہ ہا سرمایہ دار ۔ من فروغ یک نفس مثل شرار

آگے چل کر ؎

پیر رومی خاک را اکسیر کرد ۔ از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

موجم و در بحر او منزل کنم ۔ تا دُر تابندہ حاصل کنم

پھر فرماتے ہین سے

کیمیا پیدا کن از مشت گلے — بوسہ زن بر آستان کاملے
شمع خود را ہمچو رومی بر فروز — روم را در آتش تبریز سوز

تصنیف مثنوی ہی کی تحریک یون پیدا ہوئی، کہ مولانا نے عالم رویا مین آکر اُسکی تصنیف کا حکم دیا۔ ارشاد ہوتا ہے سے

شب دل من مائل فریاد بود — خامشی از یاربم آباد بود
این قدر نظارہ ام بیتاب شد — بال و پر بشکست و آخر خواب شد
روے خود بنمود پیر حق سرشت — کو بہ حرف پہلوی قرآن نوشت
گفت لے دیوانۂ ارباب عشق — جرعۂ گیر از شراب ناب عشق
نالہ را انداز نو ایجاد کن — بزم را از ہاے و ہو آباد کن
خیز و جان نو بدہ ہر زندہ را — از قم خود زندہ ترکن زندہ را

---

لوہا ایک بیجان و بے حس مادہ کا نام ہے، آگ مین پڑکر وہ بھی آگ بن جاتا ہے اقبال تو بہرحال سینہ مین دل اور منھ مین زبان رکھتے تھے، آتش رومی نے اُنھیں گرما یا اور سوز دل الفاظ موزون کی شکل مین ظاہر ہونے لگا۔ اسرار خودی و رموز بیخودی دونون اسی فیض الہام کے ثمرات ہین حیات قومی کی صحیح راہبر پیام آسمانی کی صحیح ترجمان، اور شریعت آخری کی صحیح مفسر۔ بنایا اگر ان الفاظ کو سُن کر جبین پر شکنیں ہو تو یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوگی۔ بلکہ عین سنت الٰہی کا اعادہ اور کلام ربانی کی تصدیق ہوگا کہ جب ما یاتیہم من ذکر من الرحمٰن محدث الا ان دگمراہون کے پاس کوئی جدید پیام حق،

الا کانوا عنہا معرضین (شعراء ع ۱) | دعوت ربانی پہنچتی ہے تو یہ ہمیشہ اُس سے انکار ہی کرتے ہیں،

زمانہ اس کا فیصلہ انشاء اللہ خود ہی کردیگا کہ ان الفاظ کی بنیاد مبالغہ پر ہے یا واقعیت پر

---

اسرارِ خودی کو شائع ہوے کئی سال ہو چکے اقبال کی آیات کمال کا ابتک یہ اشرف ترین صحیفہ تھا لیکن حال میں اقبال کی تازہ تصنیف پیام مشرق نے طلوع ہو کر بعض حیثیات سے اپنے پیشرو کی روشنی کو بھی کسی قدر ماند کردیا ہے اور اہل نظر کے لیے اب یہ فیصلہ کسی قدر دشوار ہو گیا ہے کہ یہ حیثیت مجموعی افضلیت کا طرۂ امتیاز دونوں میں کس کے زیب سر کیا جائے۔ اس بحث کا تفصیلی فیصلہ تو انشاء اللہ اپنے وقت مناسب پر ہو گا، سردست اس معدنِ حکمت کے چند جواہر ریزے ارباب ذوق کی نذر کیے جاتے ہیں

---

کتاب کا انتساب فرمان روائے افغانستان کے نام سے کیا ہے۔ تمہید کی کشتی میں حکمت و موعظت کے وہ وہ بیش بہا موتی لگا کر پیش کیے ہیں جن کی آب وتاب دین و دنیا، عبدیت و جہانبانی، دونوں کے راستوں کو روشن کردینے کے لیے کافی ہے

اے ترا فطرت ضمیر پاک داد　　از غم دین سینۂ صد چاک داد
تازہ کن آئین صدیق و عمر (رض)　　چون صبا بر لالۂ صحرا گزر
زندگی جہد است و استحقاق نیست　　جز بہ علم انفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیر کثیر　　ہر کجا این خیر را بینی بگیر
سید کل صاحب ام الکتاب　　پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید — رُتبِ زدنی از زبانِ او چکید

مرشدِ رومی، حکیمِ پاک زاد — سرِّ مرگ و زندگی بر ما کشاد

"ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود — زانکہ بر جندل گمان بردند عود"

سروری در دینِ ما خدمت گری ست — عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری ست

در ہجومِ کار ہائے ملک و دین — با دلِ خود یک نفس خلوت گزین

---

فلسفۂ حکومت، اصول سیاست، آئین جہانبانی، سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسوۂ صحابہ کی روشنی مین قدم اُٹھایا جائے، اور قلب محبت ذات اقدس خاتم رسل سے سرشار و سرمست ہو جائے ؎

آن مسلمانان کہ میری کردہ اند — در شہنشاہی فقیری کردہ اند

در امارت فقر را افزودہ اند — مثلِ سلمان در مداین بودہ اند

حکمرانے بود و سامانے نہ داشت — دست او جز تیغ و قرآنے نہ داشت

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست — بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب — ذرّۂ عشقِ نبیؐ از حق طلب

زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست — برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست

روح را جز عشقِ او آرام نیست — عشقِ او روزیست کو را شام نیست

---

اصل کتاب چار حصون مین منقسم ہے۔

(۱) لالۂ طور (صـ۳ تا صـ۸۸)، جو ۱۵۵ رباعیات کا مجموعہ ہے۔

(۲) افکار (ص۳۳ تا ص۱۲۴)، جسمین مختلف عنوانات پر حکیمانہ اظہار خیال ہی، مثلاً شبنم، بہار تہذیب، حکمت و شعر، بہشت، زندگی، دنیاے عمل، وغیرہ۔

(۳) مے باقی، (ص۱۲۷ تا ۱۶۴) مجموعۂ غزلیات ہی۔

(۴) نقش فرنگ (ص۱۶۷ تا ۲۰۰) اہل مغرب کے جواب مین ہی،

ان مین سے رباعیات و غزلیات کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

رباعیات

(۱) سفالم را مے او جام جم کرد　　درون قطرہ ام پوشیدہ یم کرد
خرد اندر سرم تبخانہ ریخت　　خلیل عشق دیرم را حرم کرد

(۲) چو در جنت خرامیدم پس از مرگ　　بچشمم این زمین و آسمان بود
شکے با جان حیرانم در آویخت　　جہان بود آن کہ تصویر جہان بود

(۳) گریز آخر ز عقل ذو فنون کرد　　دل خود کام را از عشق خون کرد
ز اقبال فلک پیما چہ پرسی　　حکیم نکتہ دان ما جنون کرد

غزلیات

(۱) آشنا ہر خار را از قصۂ ما ساختی　　در بیابان جنون بردی و رسوا ساختی
جرم ما از دانہ تقصیر او از سجدہ　　نے بہ آن بیچارہ می سازی نہ با ما ساختی
صد جہان می روید از کشت خیال ما چو گل　　یک جہان و آن ہم از خون تمنا ساختی
طرح نو افگن کہ ما جدت پسند افتادہ ایم　　این چہ حیرت خانۂ امروز و فردا ساختی

(۲) تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست　　با من میا کہ مسلک شبیرم آرزوست
از بہر آشیانہ خس اندوزیم نگر　　باز این نگر کہ شعلۂ در گیرم آرزوست

گفتند لب ببند و ز اسرار ما مگو — گفتم کہ خیر نعرۂ تکبیرم آرزوست

گفتند ہر چہ در دلت آید زما بخواہ — گفتم کہ بے حجابی تقدیرم آرزوست

(۳) صد نالۂ شبگیرے صد صبح بلاخیزے — صد آہ شرر ریزے یک شعر دلاویزے

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست — آن تیشۂ فرہادے این حیلۂ پرویزے

با پردگیان برگو کاین مشت غبار من — گردے ست نظر بازے خاکے ست نگہ خیزے

مطرب غزلے بیتے از مرشد روم آور — تا غوطہ زند جانم در آتش تبریزے

# خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز

(از جناب ملا واحدی)

سیدمن خواجۂ من خضر من مولاے من　　من بدامان معین الدین حسن دستے زدم

امام ارباب طریقت پیشواے اصحاب حقیقت مستغرق ذات ذوالجلال ناطق بہ لسان احوال طوفان ضلالت کی کشتی خواجہ معین الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز اولیا کبار و عارف صاحب اسرار مین سے تھے آپکے والد ماجد کا اسم مبارک غیاث الدین حسن سنجری تھا، آپ کے کمالات بہ کثرت اور خوارق عادات شمار سے خارج ہین۔ نکات حقائق توحید مین آپ کو ایک بہت عالی مقام حاصل تھا اور آپ بارگاہ حق کے مقربان خاص اور نشان ذو اختصاص مین سے تھے۔ آپ کی شان نہایت عظیم اور حال نہایت قوی تھا۔ آپ کے جمال حال پر جس کسی کی نظر پڑتی۔ وحدانیت حق اور رسالت جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرنے لگتا۔ ہندوستان مین آپ کی ذات بابرکت سے خلق اللہ مقید سے ذات مطلق کی طرف مائل ہوئی۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امۃ کے آپ بعینہ مصداق تھے ؎

از فیض او بجاے صلیب و کلیسیا　　در دار کفر مسجد و محراب و ممبر است
آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکان　　اکنون خروش نعرہ اللہ اکبر است

۶۳۳ھ بحساب تاریخ وفات مندرجہ کمالات الصادقین ۵۳۶ھ مین آپ دیار سجستان مین بمقام سنجر پیدا ہوے سیر العارفین مین ہے کہ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ایک باغ اور ایک پنچکی میراث مین ملی جس سے خاندان کی پرورش ہوتی تھی، صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہین کہ اس مقام پر ایک مجذوب بزرگ ابراہیم نام تھے۔ ایک روز خواجہ کے باغ مین اُن کا گذر ہوا۔ آپ نے نہایت تعظیم و تکریم سے ایک درخت کے نیچے بٹھایا اور ایک خوشہ انگور پیش کیا۔ مجذوب صاحب کی توجہ کچھ ایسی پڑی کہ دنیاے دنی سے دل سرد ہوگیا اور تمام مال و اسباب کو خیرات کرکے بحالت تجرید آپ نے سفر اختیار کیا۔ سمرقند و بخارا مین کچھ مدت رہے وہان حفظ قرآن فرمایا اور علم ظاہری حاصل کیا۔ لیکن اس علم ظاہری مین کشود کار جسکی تمنا تھی نہ ملی آخر عراق عرب کا قصد فرمایا اور قصبہ ہارون نواحی نیشاپور مین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی

قدمبوسی نصیب ہوئی اور اُن سے بیعت فرمائی، مگر انیس الارواح مین آپ خود تحریر فرماتے ہین کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بغداد مین شرف خدمت حاصل ہوا اور بیس سال آپ کی خدمت مین رہ کر سفر صوری و معنوی کی طرح طرح کی منزلین طے کین۔ اسی زمانہ مین حضرت خواجہ عثمانؒ نے آپ کو سعادت خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا۔ مولانا عبدالرحمن چشتی مراۃ الاسرار مین لکھتے ہین کہ آپ نے قصبہ سنجاب مین شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ العزیز سے بھی ملاقات فرمائی ہو اور ڈھائی مہینہ اُن کی صحبت مین بھی رہے، اور قصبہ جیل مین جو کوہ جودی کے دامن مین بغداد سے سات روز کے فاصلہ پر تھا وہان جاکر حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے ہین مگر غالباً یہ صحیح نہین ہو، اس لیے کہ حضرت بڑے پیر صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات ۵۶۱ھ مین واقع ہوئی ہو اور بیان مذکورہ بالا کے بموجب حساب لگایا جائے تو حضرت خواجہ بزرگؒ ۵۳۶ھ مین تولد ہوئے اور ۱۵ سال کی عمر مین والد کا انتقال ہوا جسکے بعد آپ گھر سے نکلے اور بیس برس اپنے پیر و مرشد کی خدمت مین رہے تو قطع نظر چند مدت کے جو پیر کی خدمت تک پہونچنے مین اور والد ماجد کی وفات کے بعد گھر مین گذری صرف یہی زمانہ ۵۷۱ھ تک پہونچا دیتا ہو مراۃ الاسرار کے الفاظ یہ ہین کہ "مدت پنجاہ و ہفت روز در صحبت وی (یعنی حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز) ماند و درمیان یکدیگر خیلی صحبت گرم و مہربانہ واقع شد" یہ زمانہ حضرت پیر و مرشدؒ سے کمالات باطنی حاصل فرمانے کے بعد ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہو کہ آپ کو باون سال کی عمر مین حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز سے خرقہ خلافت ملا ہے جو صاحب مراۃ الاسرار کے متذکرہ بالا بیان سے اختلاف رکھتا ہو۔ بہرحال کسی حساب سے حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کی ملاقات ممکن نہین معلوم ہوتی ہو۔

بغداد مین آپ کی ملاقات حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ سے ہوئی صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ ایک عرصہ تک آپ کی صحبت مین قیام فرمایا۔ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ سے بھی بغداد مین ملاقات ہوئی، مگر یہ زمانہ شیخ کے ابتدائے سلوک کا تھا، حضرت خواجہ بزرگؒ نے شیخ پر کچھ توجہ بھی فرمائی۔ اور خرقہ بھی عطا فرمایا ہو، اسی طرح شیخ شہاب الدین سہروردیؒ بھی مبدأ احوال مین آپ سے ملے ہین بغداد ہی مین مسجد امام ابو لیث سمرقندی مین خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حاضر ہو کر شرف بہ بیعت ہوئے۔ یہان سے حضرت خواجہ بزرگ ہمدان تشریف لے گئے۔ وہان حضرت شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز

ملاقات فرمائی۔ وہاں سے تبریز تشریف لے گئے اور حضرت شیخ ابوسعید تبریزی رح سے ملے اور اصفہان
مین حضرت شیخ محمود اصفہانی رح سے ملاقات فرمائی۔

تبریز سے آپ نے مہنہ کی طرف رُخ فرمایا اور مرقد مبارک حضرت ابوسعید ابوالخیر رح سے بہرہ مند ہوئے۔
اور پھر خرقان تشریف لے گئے اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح کے مزار پاک کی زیارت فرمائی اور اس
نواح مین تقریباً دو سال بسر کیے۔ پھر استرآباد تشریف لائے جہان شیخ ناصر الدین استرآبادی رحمۃ اللہ
علیہ سے ملاقات ہوئی، حضرت شیخ ناصر الدین رح بہت معمر بزرگ تھے ایک سو سات سال کی عمر تھی۔
اور دو تین واسطون سے حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رح تک آپ کا سلسلہ پہونچتا تھا اور حضرت
شیخ ابوالحسن خرقانی رح اور حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رح کو بھی آپ نے دیکھا تھا۔ کچھ دنون یہان رہ کر حضرت
خواجہ بزرگ رح نے ہرات کا قصد فرمایا۔ ایک عرصہ تک حضرت اس نواح مین رہے دن کو مشائخین بزرگان
کی زیارت فرماتے اور شب بقعہ متبرکہ شیخ عبداللہ انصاری رح مین بسر فرماتے اور اکثر صبح کی نماز
عشا کے وضو سے ادا فرماتے۔ جب لوگون کو آپ کے حالات کی اطلاع ہوئی اور جوق جوق آنے
لگے تو آپ نے سبزوار کا قصد فرمایا۔ یہان کا حاکم محمد یادگار نامی بڑا فاسق و فاجر ظالم مشہور تھا۔ خدائے
بزرگ و برتر نے اُس شخص کو آپ کے دست مبارک پر توبہ عطا فرمائی اور اپنی محبت کا جام پلا کر یادگار زمانہ
بنا دیا۔ صاحب سیر العارفین نے حصار شادمان مین اُس شخص کے مزار کی زیارت فرمائی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سبزوار سے حضرت خواجہ رح نے بلخ کا رُخ فرمایا اور وہان کے بزرگون کی زیارت فرمائی۔ اور حضرت
شیخ احمد خضرویہ رح کی روحانیت مبارک کی محبت کی وجہ سے کچھ عرصہ تک یہان مقیم رہے اور مولانا
ضیاء الدین حامد حکیم بلخی کو جو ارباب تصوف کے بالکل معتقد نہ تھے ہدایت فرمائی۔ آپ کی برکت سے
مولانا کا سینہ ظلمت اعتراض و خیالات دراز کار سے پاک ہوگیا اور نور معرفت و توحید کی تجلی پرتو فگن
ہوئی۔ مولانا ضیاء الدین کو تربیت فرما کر آپ نے وہین رہنے کا حکم دیا اور خود غزنی کی جانب متوجہ ہوئے
اور شمس العارفین حضرت شیخ عبدالواحد قدس سرہ سے ملاقات فرمائی۔ غزنی سے حضرت نے لاہور کا
قصد فرمایا اور مرقد مبارک حضرت پیر علی ہجویری داتا گنج بخش رح کے مزار اقدس کی زیارت فرمائی اور کسی قدر
یہان قیام بھی فرمایا۔ حضرت شیخ زنجانی رح اسوقت تک بقید حیات تھے آپ مین اور حضرت خواجہ رح مین باہم
بیحد محبت ہوگئی۔ کچھ عرصہ تک آپ کی صحبت مین رہ کر حضرت خواجہ بزرگ رح نے دہلی کا قصد فرمایا جہان کا

اس وقت راے پتھورا حاکم تھا۔ چند ماہ دہلی مین حضرت کا قیام رہا۔ صاحب سیر العارفین کہتے ہین کہ حضرت کی قیام گاہ اس مقام پر تھی جہان شیخ رشید مکی کی آجکل قبر ہے، ایک روز ایک ہندو بغل مین چھری دبا کر آپ کے شہید کرنے کو آیا حضرت خواجہ نے فراست باطنی سے سب حال دریافت کر کے فرمایا کہ اس چھری سے کیون نہین کام لیتے ہین موجود ہون۔ یہ سنتے ہی اسکے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور چھری کو پھینک کر آپکے پیرون پر گر پڑا اور شرف باسلام ہوا۔ صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ ازان روز بیکبار خلق روی آورد و بشرف اسلام بہرہ مند می گشت؛ کلمات الصادقین مین ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بتکدہ کی طرف تشریف لے گئے۔ سات بت پرست وہان مشغول بہ عبادت تھے جسوقت آپ کے جمال مبارک پر نظر پڑی بے طاقت ہو گئے، اور سر قدمون پر ڈالدیا اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے ہر ایک کا نام حمید الدین رکھا چنانچہ انھین ہفت اشخاص مین شیخ حمید الدین دہلوی بھی تھے۔ جب دہلی مین خلق کا اژدہام بہت ہونے لگا تو آپ نے یہان سے اجمیر کا قصد فرمایا۔ یہان اجمیر مین جیپال جوگی کا واقعہ پیش آیا جو راے پتھورا کا گرو تھا، جوگی مذکور حضرت کی کرامات اور کمالات کو دیکھکر بہ کمال صدق شرف باسلام ہوا، سیر الاولیا مین ہے کہ آپ نے راے پتھورا کے پاس ایک مسلمان کی سفارش کی تھی جو آپکے وابستہ دامنون مین سے تھا، راے مذکور نے انتہائی تکبر سے سخت جواب کہلا بھیجا کہ یہ شخص یہان آکر بیٹھا ہے اور غیب کی باتین منھ سے نکالا کرتا ہے آپ کے سمع مبارک تک یہ خبر پہونچی جسے سن کر کسی قدر طیش حضور کو آیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کے لشکر اسلام کے حوالہ کر دیا۔ قضا، کار اسی زمانہ مین معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کا اس طرف حملہ ہوا اور پتھورا زندہ اسکے ہاتھ گرفتار ہو کر مارا گیا،

اب ہندوستان مین سلطنت اسلام کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے، جب شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد قطب الدین ایبک اورنگ نشین دہلی ہوا، اس نے میر سید حسین مشہدی کو جو سید خنگ سوار کے نام سے مشہور ہین اجمیر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ سید صاحب کو آپ سے کمال عقیدت تھی۔ سیر العارفین مین ہے کہ اس گرد و نواح کے اکثر آدمی سید صاحب کی کوشش سے حضرت خواجہ بزرگ رح کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوے اور ہر چہار طرف سے اہل ہنود آپ کی کرامتین اور خوارق عادات دیکھ دیکھ کر جوق جوق آتے جاتے اور مشرف باسلام ہوتے جاتے تھے۔

لیکن آپ کی نظر مبارک یھدی اللہ من یشاء ویضل من یشاء کی طرف تھی اور کسی شخص کو ایک عقیدہ کے ترک کرنے اور دوسرے کو اختیار کرنے کے لیے اپنی طرف سے کچھ نہین فرماتے تھے صرف وہی جو اخلاص کی راہ سے حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوتا اُسی کو داخل زمرۂ اہل اسلام فرماتے اور احکام شریعت اسلام تلقین فرماتے تھے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا واللہ سمیعٌ علیم۔ یہ آپ کا عمل تھا۔ صاحب مراۃ الاسرار بہ تاکید فرماتے ہین کہ "ہر گاہ از خود اظہار این معنی نمی کرد دیر امر احمم نمی شد" ہر فرقہ والے سے آپ بتواضع کمال پیش آتے تھے خواہ وہ ہندو ہوتا یا مسلمان خویش ہوتا یا بیگانہ جمیع ملل وادیان کے پیرو آپ سے تولا رکھتے اور آپ کے مشاہدہ سے فیضیاب ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ کے انفاس مبارک کی برکت سے اسقدر صاحب ولایت پیدا ہوے ہین کہ ہندوستان کا تقریباً ہر شہر ان سے آباد ہو اور جس قسم کے تصرفات آپکے زمانہ حیات مین ذات مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے اب بعد ممات بھی اسی طرح صادر ہوتے رہتے ہین ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلان ہرگز نمیرد

سید حسین مشہدی المعروف بہ سید خنگ سوار کفار کے ہاتھ سے قلعہ بیٹلے مین شہید ہو کر وہین دفن ہوے اور قطب الدین ایبک بھی بیس سال حکومت کرکے ۶۰۷ھ مین رہگزای عالم جاودانی ہوا اور سلطان شمس الدین التمش اسکی جگہ اورنگ دہلی پر متمکن ہوا۔

اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری مین ہو کہ آپ کے کوئی اولاد نہین ہوئی لیکن صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہین کہ پیران چشت کے ملفوظات سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ آپ نے شادی کی تھی اور آپ کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے خلیفہ تھے فرماتے ہین کہ ایک رات حضرت نے جناب پیغمبر خدا صلعم کو خواب مین دیکھا کہ فرماتے ہین اے معین الدین تم ہمارے دین کے معین ہو لیکن ہماری سنتون مین سے ایک سُنت تم نے ترک کردی ہی، صبح ہوئی تو مقطع قلعہ بیٹلی جسکا نام ملک خطاب تھا اور آپ کا مرید تھا حاضر ہوا اور ایک راجہ کی لڑکی جو جنگ مین گرفتار ہو کر آئی تھی آپ کی خدمت مین پیش کی آپ نے

قبول فرماکر بی بی امۃ اللہ نام رکھا اور اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ان سے بی بی حافظ جمال تولد ہوئین۔ چندروز بعد سید حسین مشہدی المعروف بہ سید خنگ سوار کے چچا سید وجیہہ الدین حضرت امام جعفر صادق کے ارشاد کے بموجب حاضر ہوے اور اپنی لڑکی کو جسکا نام بی بی عصمت تھا آپکی حبالۂ عقد مین دیا اُن سے دو صاحبزادے تولد ہوے۔ ایک شیخ فخر الدین۔ دوسرے شیخ حسام الدین۔ آخر الذکر بچپن ہی مین ابدالون کے زمرہ مین شامل ہوکر غایب ہوگئے اور اُن سے کوئی اولاد نہ ہوئی اول الذکر صاحبزادے نے جو آپ کے محبوب ترین فرزندون مین سے تھے موضع ماندل مین جو اجمیر کے قریب ہی اقامت وسکونت اختیار فرمائی اور کسب زراعت مین مشغول رہے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ رح کی وفات کے بعد بیس سال اور زندہ رہکر قصبہ سروار مین جو اجمیر شریف سے دلہ کوس کے فاصلہ پر ہے وفات پائی اور وہین حوض کے نزدیک دفن ہوے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ حسام الدین سوختہ بن شیخ فخر الدین بھی جمیع کمالات انسانی سے آراستہ تھے اور حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز کے ہمعصر تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ رح کی صاحبزادی بی بی حافظ جمال بھی صاحب کمالات عالیہ اور بڑی عارفہ وکاملہ تھین آپ کی تربیت خود حضرت خواجہ بزرگ رح نے فرمائی تھی۔ اور حضرت کے مرقد مبارک کے پائین آپ کا مزار ہے متبرک وزیارت۔ شیخ حسام الدین سوختہ کے دو فرزند خواجہ معین الدین خورد اور خواجہ قوام الدین بھی عارف وکامل گذرے ہین۔ اول الذکر صاحبزادے کی اولاد مالوہ کی طرف چلی گئی اور وہین متوطن ہوئی اور دوسرے صاحبزادے کی اولاد اجمیر شریف ہی مین سکونت پذیر رہی؛

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہین کہ دوسری مرتبہ جب ۱۰۶۵ھ (ایک ہزار پینسٹھ ہجری) مین اجمیر شریف جانیکا اتفاق ہوا تو اُس وقت شیخ علاء الدین مسند سجادہ پر متمکن تھے اور نہایت خلق وزیور صلاح وبزرگی سے آراستہ تھے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز کا سلسلۂ نسب چند واسطون سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ مریم زمانی جہان آرا بیگم جو صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ غازی کی صاحبزادی تھین اپنی تصنیف رسالہ مونس الارواح مین حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ العزیز کی سیادت کو ثابت کرتی ہین۔ لیکن پیران چشت رضی اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف مین یہ مقام نظر سے نہین گذرا۔ بہرحال حسب فحوائے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ولادی من سلک طریقی آپ کے فرزند معنوی ہونے مین کوئی شبہ نہین کر سکتا۔
ملفوظات خواجگان چشت (قدس اسرارہم) سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت خواجہ بزرگ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ مین بھی دو مرتبہ دہلی تشریف لائی تھین۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار مین فرماتے ہین کہ خواجہ کی وفات چھٹی رجب ۶۳۳ھ مین واقع ہوئی۔ بعض کا قول ہی کہ اسی سال ذی الحجہ مین آپ نے وفات پائی ہی۔ مگر یہ صحیح نہین ہی۔ اجمیر شریف جہان آخری زمانہ مین آپنے اقامت اختیار فرمائی تھی وہین مدفون ہوے وانی الآن یخوار و یتبرک۔
خواجہ قطب الاسلام بختیار بن احمد بن موسی اوشی رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل العارفین میں آپکے کلمات طیبات کو جو فقرد صواب۔ اوراد و سلوک مین ہین درج فرمایا ہی۔ ان مین سے بعض ناظرین کے استفادہ کے لیے ذیل مین ترجمہ کیے جاتے ہین۔
آپ فرماتے ہین کہ پیر مشاطہ مرید ہی۔ مرید کو پیر جس چیز کی ترغیب دیگا اسکی تکمیل احوال کے لیے دیگا۔ آدمی منزلگاہ قدس مین تقرب نہین حاصل کر سکتا مگر نماز کی حالت مین اس لیے کہ نماز معراج مومنین ہی نماز ایک بھید ہی جو بندہ اسپنے پروردگار سے کہتا رہتا ہی آپ فرماتے ہین کہ عارف وہ شخص ہی کہ جبلکی عالم کو جانے اور عقل کے صد ہزار موتی باہر نکالے اور تمام دقائق محبت کا جواب دے اور ہر وقت بحر معنی مین شناوری کرتا رہے تاکہ اسرار و انوار آلہی کا کوئی موتی ہاتھ لگجائے عارف ہمہ وقت ولولۂ عشق مین رہتا ہی اور خدا سے جل وعلی کی قدرت کے تماشے مین متحیر رہتا ہے اگر کھڑا ہے تو دوست ہی کے خیال مین ہی۔ بیٹھا ہی تو اُس کا ذکر کر رہا ہی۔ سوتا ہی تو دوست ہی کے خیال مین متحیر ہے اور اگر بیدار ہی تو دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کر رہا ہی۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ محبت مین صادق کون ہی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی جو دوست کی بھیجی ہوئی بلا کو طوع و رغبت کے ساتھ قبول کرے۔ ایک مجلس مین مولانا بہاء الدین بخاری اور حضرت اوحد الدین کرمانی بیٹھے ہوے تھے صدقہ کا ذکر آیا تو آپنے فرمایا کہ جو کوئی بھوکے کو کھانا کھلائیگا۔ اللہ جل شانہ اسکے اور دوزخ کے درمیان سات حجاب پیدا کردے گا کہ ایک ایک پانسو برس کی راہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی قسم کھاتا ہی اپنی جان و مال کو ویران کرتا ہی اور اسکے گھر سے برکت کا ذخیرہ

اُٹھ جاتا ہے ایک مجلس مین شیخ جلال و شیخ علی سنجری و شیخ محمد اوحد چشتی اور دیگر بزرگ حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزین ایسی ہین کہ ان مین سے ہر اک کی طرف نظر کرنا عبادت ہے، اول ماں باپ کا چہرہ کہ اولاد کے لیے اس کا دیکھنا عبادت ہے، دوم مصحف۔ سوم علمای دین کی طرف نظر کرنا۔ چہارم خانۂ کعبہ کو دیکھنا۔ پانچوین اپنی پیر کے چہرۂ مبارک کو دیکھنا۔ یہ پانچون عبادت ہین۔ ایک مجلس مین شیخ برہان الدین چشتی۔ شیخ محمد صفاہانی اور دیگر درویش مسجد جامع بغداد مین حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کون سی چیز ہے کہ خداے جل وعلی کی قدرت مین نہین ہے؟ پس انسان کو چاہیے کہ اُسکے احکام کی تعمیل مین تقصیر نہ کرے۔ پھر جو چاہیگا وہ ہوگا۔ ایک دوسری مجلس مین شیخ اوحد الدین کرانی شیخ داحد برہان غزنوی۔ خواجہ سلیمان۔ عبد الرحمن اور چند کس دیگر درویش حاضر تھے آپنے فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہوتا ہے جو چیز اسمین آتی ہے اُسے جلا ڈالتا ہے آتش محبت سے زیادہ تیز کوئی اور آگ نہین، پھر یہ حکایت فرمائی کہ ایک شب حضرت رابعہ بصری کا غلبۂ شوق و اشتیاق عشق سے بے تاب ہوکر الحریق الحریق چلانے لگین۔ بصرہ کے لوگون نے سمجھا کہ شاید گھر مین آگ لگ گئی ہے جسے بجھانا چاہیے۔ اندر آسے تو کہین آگ کا نشان بھی نہ تھا، حضرت رابعہ آتش عشق کی سوزش سے الحریق الحریق کہ رہی تھین ان غریبون کو کیا خبر۔ اسی محل مین فرمایا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ جسطرح سانپ کیچلی سے نکل آتا ہے مین نے اسی طرح اپنی خودی سے باہر آکر دیکھا تو عاشق و معشوق وعشق تینون کو ایک ہی پایا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل سلوک کے نزدیک عجب وریا گناہ سے بدتر ہے ایک بار آپنے ہائے ہائے کرکے فرمایا کہ اس راہ مین بہت سے مرد عاجز رہ گئے ہین اور بہت سے عاجز مردون کے مقام پر پہونچ گئے ہین۔ کسی مسلمان بھائی کو بیحرمت وخوار کرنا اتنا نقصان پہنچاتا ہے کہ کوئی گناہ اتنا نقصان نہین پہنچا سکتا، پھر ایک بزرگ کا قول بیان فرمایا کہ اہل دنیا راہ دنیا مین معذور ہین۔ اور اہل آخرت دوستی حق کی مسرت مین مسرور ہین۔ لیکن اہل معرفت نورٌ علیٰ نور ہین۔ اور یہ ایک ایسا بھید ہے جسے صرف اہل سلوک جانتے ہین۔ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے اور عارف کا کمال یہ ہے کہ راہ دوست مین اپنے آپ کو جلا ڈالے۔ پھر فرمایا کہ آب روان کو نہین دیکھتے کہ کس طرح شور کرتا رہتا ہے اور جب سمندر مین جا ملتا ہے تو خاموش ہوجاتا ہے۔ یہی حال اہل عشق کا ہے کہ جب معشوق سے ملجاتے ہین اُس وقت خاموش ہوجاتے ہین۔ ایک مجلس مین نیک لوگون کی صحبت کا

ذکر ہوا۔ آپ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی الصحبۃ تؤثر درصحبت اثرہا ست۔ اگر کوئی بُرا آدمی بھی نیکوں کی صحبت میں بیٹھے گا تو امید ہے کہ نیک ہوجائے گا اور اگر نیک آدمی بروں کی صحبت اختیار کرے گا تو خود بد ہوجائیگا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ شبلی کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہوکر پوچھا کہ علامت شقاوت کیا ہو آپ نے فرمایا گناہ کرکے قبولیت کی امید رکھنا علامت شقاوت ہے۔ پھر ایک شخص نے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا کہ اس جہان میں سب سے زیادہ بزرگ شئے کیا ہو آپ نے فرمایا کہ وہ عالم کہ علم (الٰہی) کی باتیں کرے وہ مرد کی طرح سے پاک ہو اور وہ عارف کہ ہمیشہ دوست کا ذکر کرتا رہے۔

ایک مجلس میں مولانا بہاء الدین صاحب تفسیر اور شیخ اوحد کرمانیؒ اور چند اور درویش حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عارفوں کا توکل یہ ہو کہ خدائے بزرگ کے سوائے کسی اور پر بھروسہ اور التفات نہ کریں۔ درحقیقت متوکل وہ ہو کہ جو رنج و دوست خلق کی طرف سے اُسے پہونچے اسکی نہ کسی سے شکایت کرے اور نہ حکایت آپ نے فرمایا کہ اس راہ میں دو چیزوں پر قرار پکڑنا چاہیے۔ ایک ادب عبودیت ہے دوم تعظیم حق معرفت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دل ایسا ہونا چاہیے کہ اپنے احوال سے فانی اور مشاہدہ دوست میں باقی رہے اور حق تعالیٰ اس کے اعمال پر مستولی رہے۔ پھر آپنے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ اے غافل اس سفر کے لیے جو سامنے ہو (یعنی مرگ) توشہ تیار کر اور فرمایا کہ فاضلترین اوقات یہ ہیں کہ وسواس نفس سے تجھے نجات مل جائے اور لوگوں کو تجھسے امان رہے آپ نے فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ سے سنا ہو۔ فرماتے تھے کہ خدائے جل و علیٰ کے ایسے بھی دوست ہیں کہ اگر ایک لمحہ اس دنیا میں اس سے محجوب ہوجائیں تو نابود ہوجائیں۔ اور جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں سمجھنا چاہیے کہ خدائے بزرگ و برتر اُسے دوست رکھتا ہو اول سخاوت چون سخاوت دریا دوم شفقت چون شفقت آفتاب سوم تواضع چون تواضع زمین آپ نے ایکبار فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونیؒ سے میں نے سنا ہو کہ مرد مستحق فقر اسوقت ہوتا ہو کہ اس عالم فانی میں اُس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔

آپ نے فرمایا کہ محبت کی نشانی یہ ہو کہ اطاعت کرتا رہے اور ڈرتا جائے کہ کہیں نکال دیں۔ آپ نے فرمایا کہ عارف کا کمترین پایہ یہ ہو کہ صفات حق بدرجہ کمال اسمیں پیدا ہوجائیں فرمایا کہ سالہا سال

اِس کام کی مجاوری مین گذر گئے مگر سوائے ہیبت کے کچھ ہمارے نصیب مین نہ آیا۔ پھر فرمایا کہ عارف کی نشانی یہ ہی کہ خاموش و اندوہگین رہے۔ اور درویش وہ شخص ہی جو کوئی حاجت لائے محروم نہ جانے پائے۔ فرمایا کہ اِس جہان مین عزیز ترین یہ ہی کہ درویش درویشون کے ہمراہ مل کر رہے اور بد ترین چیز یہ ہی کہ درویش درویشون سے جُدا ہو جاے اور علامت عارف یہ ہی کہ موت کو دوست رکھے اور راحت و انس کو ذکر مولیٰ مین ترک کردے۔ پھر فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہین کہ بیواسطۂ استانی دوست کے کلام کو سُنتے ہین۔ فرمایا کہ علم ایک بحر محیط ہی اور معرفت اس بحر محیط کا ایک دریا ہے پس خدا کہان اور بندہ کہان۔ خدا کے لیے علم سزاوار ہی اور بندہ کے لیے معرفت۔ للہ در قائل۔

یارب چہ کشائندۂ ہر بند توئی بیرون زعبارت چہ و چند توئی

این عزت من بس کہ منم بندۂ تو وین دولت من بس کہ خداوند توئی

"عبداللہ"

# رقیب

لغت مین لفظ رقیب کے معنی نگہبان پاسبان اور اُن دو شخصون کے ہین جو کسی ایک ہی مطلوب کے طالب و شیدائی ہون بعض وقت دیگر حالات مین بھی یہ لفظ اطلاق پاتا ہو جیسے

"شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی"

"وہ تو میرا رقیب ہو"

"اگر تم میری رقابت مین ہو تو کیا کہنا"

"یہ آپ کی رقابت کا اثر ہو"

"وہ تو کشتۂ رقابت ہو"

اِس قسم کے فقرات مین کبھی کوئی مطلوب مراد ہوتا ہو اور کبھی کوئی اور حقیقت یا کوئی اور معاملہ بھی۔

ایک مطلوب اور دو طالبون کی صورت مین یہ لفظ اس واسطے اطلاق پاتا ہو کہ فرط محبت سے گویا دونون اس مطلوب کے اپنے اپنے رنگ مین خواہان نگہبان اور پاسبان ہوتے ہین ہر طالب اپنے نقطۂ الفت سے چاہتا ہو کہ اس کا مطلوب اُس کی حدِ نگاہ مین رہے کوئی دوسرا شخص اس کا طالب اور شیدا نہ ہو پوچھ سکتے ہو کہ کیا این حالات اس روش کی تعبیر رشک کہی جائے گی یا ایک حاسدانہ فعل سمجھا جاسے گا،

میری راے مین جب کسی شے کسی مقصد اور کسی مطلوب کے دو شخص طالب اور گاہک ہون تو ان دونون یا چند مین پہلا سوال ضرورت۔ شوق۔ تعلق واسطہ افادت اور رجحان کا ہوتا ہو بازار مین ایک شے یا ایک جنس نیلام ہوتی ہو ہر شخص بڑھ بڑھ کر بولی دیتا ہو بعض لوگ جو استطاعت نہین رکھتے وہ بولی دینے کے مشتاق و بیقرار ہوتے ہین مگر بوجہ عدم استطاعت جرأت نہین کرتے اس مجمع مین ہر بولی دینے والا اور نہ دینے والا رقیب ہی ہوتے ہین ہر شخص چاہتا ہو کہ کسی نہ کسی نقطۂ خیال سے یہ شے اُسے مِل سکے ہم اُسے رشک اور حسد نہین کہہ سکتے صرف اظہار تمنا

کہہ سکتے ہین رشک اور حسد مین فرق ہو رشک کرنے والا اگرچہ خود ایک شے کا طالب ہوتا ہی لیکن دوسرے کا زوال نعمت نہین چاہتا حاسد زوال نعمت چاہتا ہو حاسد کے دل و دماغ مین محبت اور الفت کا ولولہ نہین متموج ہو سکتا حاسد کبھی کسی حسین پر عاشق اور اس کا طالب نہین ہو سکتا ہمیشہ اسی فکر مین رہیگا کہ حسین نعمت حسن سے کسی نہ کسی طرح محروم ہو جائے دونون شیدا یا دونون طالب ایک مطلوب کے مقابلہ مین اظہار محبت کرتے ہین اور یہ بات کہ مطلوب اُن سے محبت کرے یا نہین چاہے زوال حسن کی متمنی نہین ہوتی۔

حسن کے رقیب حسین کی خیر ہر رنگ مین مناتے ہین اور اُس کے بدخواہ نہین ہوتے اگرچہ ان دونون کا منشا اخیر تک رہتا ہو کہ وہ اُن کے ہاتھ مین آجاسے ایک رقیب حسن کی کامیابی بھی دوسرے رقیب کو غدغہ مین نہین ڈالتی کیونکہ وہ اس حالت مین بھی طلب حسین سے باز نہین رہتا ہان اس مرحلہ پر کامران طالب پر رشک ضرور کرتا ہو سو یہ ایک دوسری بات ہو بیشک ایک رقیب دوسرے رقیب یا ایک شیدا دوسرے شیدا ئے حسن کی کامرانی سے خوش نہین ہوتا مگر نفس مطلب یا نفس حسن مین دونون کے درمیان کسی قسم کی مخاصمت اور تضاد نہین ہوتا۔ دو رقیبون کے درمیان صرف کامرانی اور ناکامی کا سوال ہوتا ہو نہ اصل مدعا کی بہتری اور خوبی و ناخوبی کا ایک طالب صادق باوجود کسی دوسرے رقیب کی کامرانی کے بھی اپنے مطلوب کے حسن اور خوبی کا ثنا خوان ہی رہتا ہو اس کا ضمیر شیدا اُسے کسی حالت مین بھی اجازت نہین دیتا کہ اس کی شان مین کچھ کہہ سکے۔

اگر کبھی رقیب خوش یا غم زدہ ہوتا ہو تو دوسرے رقیب کے مقابلہ مین نہ کہ مطلوب کے مقابلہ مین رقابت ہر رنگ مین دو متقابل رقیبون کے درمیان ایک رنج دہ تو ہوتی ہو وہ بھی دونون کے مابین نہ کہ نفس معاملہ اور نفس مقصد اور نفس خواہش کی بابت۔

اگر غور کی نگاہون سے دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دنیا کے اکثر معاملات مین رقابت ہوتی ہو، اور یہ بھی کہ دنیا کی منڈی بغیر رقابت کے ترقی پذیر بھی نہین ہوتی اگر ایک شے کے مختلف گاہک خریدار اور ایک مطلوب کے مختلف طالب نہون تو اُس شے کی قیمت کیونکر بڑھ سکتی ہو دنیا مین دراصل اپنے اپنے رنگ مین ہر شے کا نیلام ہو رہا ہو صرف طریق عمل کا فرق ہو اگر ساری منڈی مین

صرف ایک ہی گاہک اور خریدار ہو تو گرم بازاری کیسے ہو سکتی ہے، جب مختلف خریدار اور مختلف گاہک ہوں تو اس وقت یہ کہا جا سکتا ہے؛

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

رقابت بھی وہی کر سکتے ہیں اور رقیب بھی وہی بنتے ہیں جو احساس اور ادراک رکھتے اور اشیا کی ضرورت اور مقصد سے واقف ہوتے ہیں رقابت بھی ایک جرأت وقت شناسی اور مقصد پروری چاہتی ہے جو رقیب مقصد شناس نہیں ہے وہ معاملات پیش آمدہ کا وزن نہیں کر سکتا معاملہ فہم نہیں ہے۔ ضروریات موجودہ۔ اور زمانہ کی رفتار سے آشنا نہیں ہے وہ کیونکر ایک اچھا رقیب بن سکتا ہے اور کیونکر اُس کی رقابت تعریف اور خراج تحسین وصول کر سکتی ہے مختلف دوکاندار رقیب ہی ہوتے ہیں اُن میں تجارت اور کاروباری زندگی کی رقابت ہوتی ہے جس دوکاندار رقیب کے پاس سرمایہ نہیں اور جو دوکاندار رقیب ضروریات، دوکانداری سے واقف نہیں وہ کیونکر دوسرے دوکاندار کے مقابلہ میں فوق پا سکتا ہے۔

این خیال است و محال است و جنون

شاعروں میں بھی رقابت ہوتی ہے اہل فن میں بھی رقابت پائی جاتی ہے تاجروں میں بھی اور بیوپاریوں میں بھی اسکول کے ماسٹروں اور مکتبوں کے مدرسوں طالبعلموں میں بھی رقابت ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں بایں حالات رقابت کیا ہے ایک مقابلہ اور قسمت آزمائی۔

کسی مطلوب کے دو طالب بھی تو ایک قسم کا مقابلہ ہی کرتے ہیں وہ بھی تو عرصۂ الفت میں قسمت آزمائی ہی کرتے ہیں ان کی قسمت ان کا بھی تو اس کشمکش میں کچھ نہ کچھ فیصلہ ہی ہوتا ہے بعض اوقات رقیب اور رقابت کا برا اور تکلیف دہ مفہوم لیا جاتا ہے اور طنزاً یہ کہا جاتا ہے کہ

"میں تو خدانخواستہ آپ کا رقیب نہیں ہوں۔"

"میں تو کوئی رقابت نہیں رکھتا۔"

ان صورتوں میں گویا رقیب کو دشمن اور رقابت کو عداوت کے پہلو میں جگہ دی جاتی ہے بعض دفعہ یہ اطلاق درست بھی ہوتا ہے اور ایسی تعبیر میں کوئی مبالغہ بھی نہیں ہوتا مگر ہمیشہ یہی مفہوم لینا درست نہیں کیونکہ دنیا میں بہت سی رقابتیں اور بہت سے رقیب صرف قسمت آزمائی کے واسطے

مقابلہ مین آتے ہین یا اس خیال سے کہ جس میدان مین ایک دوسرا شخص سمند سعی سے کام لے رہا ہو اس عرصہ امتحان مین وہ بھی کوشش کر کے دیکھے۔ اگر کوئی رقیب اس دوڑ مین دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہو تو اُسے دشمن سے تعبیر نہین کیا جا سکتا کیونکہ ایک دوسرے سے بڑھنا انسان کا ایک فطرتی خاصہ ہو دنیا داری مین کیا معادی کارنامون مین بھی ہر متاعی ترقی کا خواہشمند رہتا ہو کون نہین چاہتا کہ کسی گھوڑ دوڑ مین اس کا گھوڑا نہ بڑھے دیکھو یہ مین کس شوق اور کس جوش سے ہر سوار بڑھنے کی کوشش کرتا ہو ان مین بھی ایک قسم کی رقابت ہی ہوتی ہو اور کوئی بُرا نہین مناتا کیا اُن دوڑنے والون کو کوئی شخص بھی ایک دوسرے کا دشمن کہہ سکتا ہو اور کوئی مبصر بھی اس قسم کی رقابت سے آزردہ خاطر ہو سکتا ہو ہان اگر اس رقابت مین حسد اور بغض دخیل ہو تو یہ دوسری بات ہو ورنہ محض رقابت سے سوء ظن کی کوئی وجہ نہین رقابتین چند صورتین رکھتی ہین۔

(الف) رقابت متشاکلہ۔

(ب) رقابت متقابلہ۔

(ج) رقابت متضادہ

(د) رقابت معاصرانہ

(ھ) رقابت بعدیہ

رقابت متشاکلہ وہ ہو جو ایک ہی قسم کے کاروبار یا ایک ہی قسم کے معاملہ اور مطلوب کے مقابلہ مین ہو جیسے دو کارخانے والے ایک ہی قسم کا کارخانہ ایک ہی قسم کے اغراض کے تحت جاری کرین۔

رقابت متقابلہ وہ ہو جو محض مقابلہ کی غرض سے ہو جیسے ایک دوکاندار ایک تاجر دوسرے دوکاندار اور دوسرے تاجر کے مقابلہ مین کارکن اور رقیب بنتا ہو،

رقابت متضادہ وہ ہو جسمین ایک قسم کی ضدیت بھی پائی جاے اس قسم کی رقابت مین دونون رقیب نقصان بھی اُٹھا کر معاملات شروع رکھتے ہین یہ رقابت کبھی کبھی سخت نقصان رسان ثابت ہوتی ہو،

رقابت معاصرانہ وہ ہی جو ایک ہی وقت مین ایک ہی قسم کے کاروبار یا ایک ہی قسم کے مقاصد کے سلسلہ مین شروع ہو یا بہ صورت مختلف کاروبار اور مختلف مقاصد کے جیسے دو شخص ملّی کا یا اینٹ کا کارخانہ اور بھٹہ ایک ہی وقت مین شروع کرین رقابت بعدیہ وہ ہی جو ایک شخص دوسرے کے بعد کوئی کام شروع کرے چاہے اس لحاظ اور اس خیال سے کہ اس قسم کے کاروبار مین وہ بھی اپنی قسمت آزمائی کرے یا بمقابلہ کسی پہلے شخص کے اپنی جدت طبیعت اور اپنے مزید معلومات سے کام لینے کے واسطے، ایک ہی قسم کے کام کرنا ایک ہی قسم کے اغراض کے تحت کاروبار پھیلانا بھی ایک رقابت ہی ہی مختلف شہرون مین جو مختلف کارخانے کاروبار اور اخبار و رسائل آئے دن اشاعت پاتے ہین یہ رقابت ہی تو ہی۔ اسی رقابتون مین اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس مین جلب منافع اور کثرت اشاعت و عام قبولیت کا خیال نہین ہوتا تو یہ ایک گپ زنی ہی، کچھ شک نہین کہ بعض اوقات افادت عامہ اور رفاہیت عامہ بھی ملحوظ رہتی ہی لیکن سرے سے ذاتی افادات کا منکر ہی ہونا درست نہین عام رفاہیت مین اپنی رفاہیت بھی شامل ہی۔ ہر بیوپاری۔ ہر تاجر۔ ہر دکاندار۔ ہر رسالہ کا مدیر اور ہر اخبار کا ایڈیٹر کوشش کرتا ہی کہ مقابلۃً اس کی خریداری اور بکری اور قبولیت اورون کے مقابلہ مین ترقی پائے اور ایسی خواہش انسانی فطرت کا خاصہ ہی نہین بلکہ ایک لازمہ بھی ہی، یہ دنیا ترقی کا ایک میلہ ہی۔ ہر متنفس ترقی کا زینہ طے کرنے کی آرزو رکھتا ہی۔ گھوڑ دوڑ مین کوئی کسی کو یہ نہین کہہ سکتا کہ میرے گھوڑے سے اپنا گھوڑا آگے نہ بڑھاؤ،

اگر کوئی رقیب اس رنگ مین اور اس ارادہ سے بساط رقابت بچھاتا ہی کہ اپنی جدت طبیعت اور اپنے انوکھے معلومات سے کسی صورت مین خود کو مستعد اور مفید ثابت کرکے مخلوق کو مزید فوائد پہنچائے تو وہ رقیب حاسد نہین شمار ہو سکتا جدید رقابت اور جدید رقیب کے وجود سے دوسرا فریق گھاٹے مین نہین رہ سکتا، ہر قسم کے مقابلہ سے دوسرا فریق بجائے خود جد و جہد کرتا اور خود کو مقابلتاً زیادہ تر لایق اور مستعد و مناسب حالات زمانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہی مقابلہ باہمی بشرطیکہ صداقت سے ہو اور محض ترقی کے خیال سے کیا جائے گویا ایک کمپیٹیشن ہوتا ہی۔ اگر کوئی مقابلہ مین آنے والا شخص ظاہراً خود خود کو قابل اور بازار کاروبار مین چلتا ثابت کرنے کی سعی کرتا ہی، تو دوسرا فریق بھی خود کو لوگون کی نگاہون مین اور بھی موزون ثابت کرنے کی کوشش مین رہتا ہی کیا اس قسم کی رقابتون کا تماشا ہم روز بازار دنیا مین

نہین دیکھتے اور کیا اس سے کوئی بشر انکاری ہو سکتا ہو اور کیا ایسی ضرورت نہین. دنیا کی منڈی ایسی صورت مین پُر رونق رہ سکتی ہو. کہ جب اُس مین مقابلہ کا م ہوتا رہے اگر کسی بازار اور کسی کاروبار مین مقابلہ کے خیال سے کام نہو تو کیا کچھ رونق ہو سکتی ہو مقابلہ کے لفظ سے دھوکہ نہ کھاؤ مقابلہ سے لڑائی اور پرخاش مراد نہین بلکہ بالمقابل کام اور قسمت آزمائی کرنا بالمقابل اپنی کوشش اور اپنے معلومات اور جدت طبع سے کام لینا،

دیکھو ایک حسین کے دو طالب کن کن حیل اور وسائل سے خود کو مطلوب کی نگاہون مین عزیز بنانے کی کوشش کرتے ہین اور کس کس طرح اپنی اپنی کامرانی کے تہیہ مین مصروف رہتے ہین دونون جانتے ہین کہ ایک ہی طالب کامران ہو سکتا ہو. یا دونون کی قسمت فریب دے گی لیکن کوشش سے باز نہین رہتے ہین ـ وہ دونون اگرچہ اپنی اپنی کامرانی کے خواہان رہتے ہین لیکن دونون نفس معاملہ کے مخالف نہین ہوتے قریباً یہی صورت دوسری رقابتون کی بھی ہو. بظاہر ہر جدید رقیب اور ہر جدید رقابت کبھی کبھی شبہہ مین ڈالتی ہو لیکن سوائے رقابت کے ترقی بھی نہین ہو سکتی، ہر شاعر چاہتا ہو کہ دوسرے شاعر کے مقابلہ مین اُس کا کلام برتر ثابت ہو، دیکھو شاعرہ مین ہر شاعر جب اپنا کلام پڑھتا ہو تو یہی امید رکھتا ہو کہ کل سامعین ہر قسم کی تحسین اُسی کے حصہ مین رکھین اور واہ واہ کا انعام صرف اُسے ہی ملے اور اُسی کے سر سہرا بندھے.

کیا کوئی ایسا شاعر بھی ہو جو دوسرے شاعر کے مقابلہ مین اپنا کلام پست رکھنے کی خواہش رکھتا ہو، اور یہ چاہتا ہو کہ اُس کا کلام خاص طور پر خراج تحسین نہ وصول کر سکے یہ ایک فطرتی خواہش ہو اور دوسرے الفاظ مین یہی ایک رقابت ہو جتنی علمی رنگ مین رقابت ہوتی ہو .......

....... اور جتنے رقیب علمی رنگ مین ہوتے ہین اُس قدر کسی اور رنگ مین نہین ہوتے کیا علم و فن کا صرف ایک ہی طالب ہوتا ہو یہ مطلوب تو وہ ہو جسکے ہزارون طالب ہین یہ وہ مطلوب ہو جس کے انداز و ناز کے تاثرات اور تصرفات مطلوب زندہ عدیم المثل سے کہین زیادہ اور موثر ہین جس کی کشش اور جذب ہر رنگ مین کشان اور بیتاب ہو جس کی محبت تمام دیگر محبتون کا سرچشمہ اور منبع ہو جو محبت اور الفت کا ہر پہلو سے نقاد ہو اُس کی رقابت ہر منظر مختلف رنگون مین اپنا کرشمہ اور اپنا اثر دکھاتی ہو جو اس کا مفتون نہین ہو وہ مجنون ہو جو اس کا جویان

نہین وہ گویا کسی حقیقت کا بھی خواہان اور جویان نہین کاش ہر قوم اور ہر ملت مین اس رنگ کے
رقیب پیدا ہون اور یہ رقابت ہر قدم اور ہر گروہ مین دن بدن ترقی پذیر ہو رقیب ادبی اور رقیب علوم
وفنون کی رقابت وہ رقابت ہے جو ہر پہلو سے برکت اور خیر ہی ہو۔ اور ہر شخص کو جس کا دل سے خیر مقدم کرنا
لازمی ہے علمی اور ادبی رقیب کا یہ فرض اولین ہے کہ اسکی رقابت محض ادبی رنگ مین ہو ادبی محاسن اور
ادبی حسنات اُس کی کوششون اور جد و جہد کا بنیادی اصول ہون ادبی رقبا کی رقابت ادبی رنگ
مین ہی زیب دیتی ہے۔ اور وہی ادبی رنگ مین مفید بھی ہوتی ہے۔

حسن ادب وہ حسن ہے کہ جسکی شان اور جسکی عظمت اور جس کے تاثرات اور جذبات یکتا حسینون
کے عشوہ و ناز اور انداز سے بھی کہین زیادہ تر دلربا اور دلکش ہین وہ قوم جو حسن ادب پر شیدا ہے وہ قوم
جسمین بعض لوگ محض حسن ادب کے لیے مین ایک دوسرے کے مقابلہ مین رقابت کے مدعی ہو کر رقیب
بنتے ہین وہی ادبی دربار سے خراج تحسین کے بھی مستحق ہین۔ حسن ادب ایک زندگی اور ایک وقار ہے
جس قوم مین ادبی زندگی نہ ہو جو قوم اور جس قوم کے چیدہ چیدہ افراد اس حسن کے کرشمون کرنون
اور تاثرات سے بے بہرہ ہون اور جو اس رنگ مین یا اس لئے مین میدان طلب اور عرصۂ ترقی مین مقابلتاً
ایک دوسرے کے رقیب صادق نہ ثابت ہون وہ قوم اور اس قوم کے افراد گویا اس مذاق اور اُس
لذت سے ناآشنا ہین جو ادبی رقیب اپنے دل و دماغ مین رکھتے ہین، ادبی پہلو سے اس رنگ مین بیگانہ
ہونا کہ کوئی ادیب یا کوئی ادب پرور نا قدر شناس یا کم در ہو جائے ایک حاسدانہ فعل ہے کہ کسی کا شباب
عالم تاب دیکھکر کڑھنا خود کو حاسد اور صفت انقلب بنا تا ہے۔ فتدبر۔

سلطان احمد

# حکومت کے وسائل آمدنی

## قدیم و جدید

حکومت کے مروجہ وسائل آمدنی کی بحث خالی از لطف نہ ہوگی۔ اس وجہ سے یہاں یہ مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ ہم یہ دکھانے کے خواہاں ہیں کہ قدیم اور جدید زمانہ میں حکومت کن وسائل سے روپیہ حاصل کرکے اپنے معمولی اخراجات کا اہتمام کرتی ہے۔ اس وجہ سے یہ مضمون تین بڑے حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ اول ہندوؤں کا زمانہ۔ دوم سلاطین اسلامیہ کا عہد۔ سوم انگریزی عملداری، بالفاظ دیگر اس مضمون کے ذیل میں ٹیکس جات اور محصولات سے بحث کی جائے گی۔

**(۱) ہندوؤں کا زمانہ** جس زمانہ میں ہندوؤں کی حکومتی شوکت انتہا کے درجہ پہ پہنچی ہوئی تھی، اس وقت ہندو مدبروں نے بہت سی مستند کتابیں فن حکومت پر لکھی تھیں، گو اب اُن میں سے بہت سی تلف ہو چکی ہیں۔ مگر تو بھی ایسی کتابیں اب تک موجود ہیں کہ جن میں حکومتی مسائل اور اقتصادی معاملات کا ذکر پایا جاتا ہے۔ دھرم شاستر والوں نے اپنی کتابوں میں ان باتوں کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا ہے۔ علاوہ ازیں مہابھارت اور رامائن کے بعض حصے راج نیتی یعنی فن حکومت کی بحث کے لیے مخصوص ہیں۔ علاوہ ازیں پورانوں میں بھی ان مسائل کا جا بجا ذکر آتا ہے کہ جن کے مطالعہ اور تجسس سے ہندوؤں کے خیالات اور تصورات بخوبی ماخوذ ہو سکتے ہیں،

**(الف) منوجی کا بیان** دھرم شاستر یعنی شریعت بنانے والوں میں منوجی کا پایہ سب سے بلند ہے۔ نہ صرف باعتبار تاریخی تقدم ہی کے یہ مرتبہ ہندو شایع کو دیا جاتا ہے بلکہ جامعیت کے لحاظ سے بھی اس کا پہلو اور کوئی مدبر نہیں دبا سکتا۔ راجہ کی آمدنی کے وسائل اور نیز شرح محصولات مختلفہ کی نسبت ذیل کے اقتباس منوسمرتی سے ماخوذ ہیں اس امر کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ ہندو شاستر کاروں نے رعایا کی کمائی میں راجہ کا ایک خاص حصہ معین کیا ہے۔ منو مہاراج کی ہدایات حسب ذیل ہیں:-

جیسے جونک اور بچھڑا اور شہد کی مکھی اپنی خوراک حاصل کرتی ہے ویسے ہی راجہ کو [illegible] آمدنی

ہم پہنچانا چاہیے۔ مواشی۔ جواہرات۔ سونے اور چاندی کا جو ذخیرہ مین جمع کی جائے ۱/۵ حصہ راجہ کو لینا واجب ہو انلج کا ۱/۶ یا ۱/۸ یا ۱/۱۲ حصہ زمین کی پیداوار کا مشقت کے اعتبار اور زمین کی حیثیت کے مطابق لینا چاہیے، درختون کے پھل کا ۱/۶ حصہ لینے کا راجہ مستحق ہو۔ علاوہ ازین گوشت گھی۔ خوشبوئیات۔ ادویات۔ سبزی۔ ترکاری کا بھی چھٹا حصہ راجہ کے لیے لینا واجبات سے ہو گھاس اور پتون مین بھی راجہ کا حصہ مقرر کیا گیا ہو۔ مزدورون کو مہینے مین ایک دن سرکاری کام مفت کر کے اپنے حصہ کا ٹیکس ادا کر دینا واجب ہو۔ اہل تجارت سے خاص ٹیکس لینے کی ہدایت ہو۔ ندی نالون اور دریاؤن کے گذر دن پر بھی راجہ محصول لینے کا مستحق ہو اور معدنی پیداوار مین بھی اُس کا حصہ مقرر کیا گیا ہو، غرض آبادی کا کوئی محصولات اور ٹیکس جات سے مستثنیٰ نہ تھا،

(ب) **کوٹلیہ کی ہدایات** | کوٹلیہ عرف چانک مہا راجہ چندر گپت موریہ کا وزیر اعظم تھا، اُس نے ۳۰۰ ق م مین ایک جامع کتاب لکھی تھی کہ جس کا نام ارتھ شاستر تھا۔ ۱۹۰۵ء مین اس کا اصل مسودہ شہر مدورہ سے برآمد ہوا تھا ایک مدراسی عالم نے اُس کی ان فصلون کا ترجمہ[۱] فوراً شایع کیا کہ جو حکومت کے محصولات اور ٹیکس جات کی بابت تھین، اُسی سے ہمارے معلومات ماخوذ ہین۔ وسائل آمدنی کی ذیل ذیل قلعہ جات۔ پرگنہ جات، معدنیات۔ باغات۔ جنگلات۔ چوپایے اور تجارت وصنعت۔ قلعہ کی ذیل مین محصول۔ جرمانہ۔ اوزان اور پیمانے۔ جیل خانے۔ کرنسی۔ پاس پورٹ (پروانہ ہاے راہ داری) آبکاری۔ بوچڑ خانے۔ تیل گھی۔ نمک پر محصول۔ علاوہ ازین۔ سنار۔ کاریگر اہل تجارت۔ اہل دربار اور قمار باز خاص ٹیکس ادا کرتے تھے تعمیر مکان۔ دروازہ کا محصول داخلہ بھی لیا جاتا تھا۔ علاوہ ازین سرکاری زمین کی پیداوار بطور لگان لی جاتی۔ مذہبی مقاصد سے خاص ٹیکس لیا جاتا تھا۔ کشتیون۔ جہازون اور گذرون سے جُدا گانہ محصول لیا جاتا تھا۔ باربرداری کا محصول اِسکے علاوہ تھا۔ سونے چاندی۔ لعل اور ہیرے کی کانون کا محصول۔ موتی نکالنے۔ اور مونگہ حاصل کرنے کا محصول الگ تھا۔ لوہے۔ تانبہ۔ نمک اور دیگر معدنیات پر خاص محصول لیا جاتا تھا۔ باغات کی پیداوار جیسے پھول۔ اور ترکاری اور سبزی ٹیکس سے معاف نہ تھی جنگلی پیداوار پر بھی ٹیکس تھا، ہاتھی۔ درندے۔ لکڑی اور خام پیداوار۔ گائے بھینس۔ بھیڑ بکری۔ گدھے۔ اونٹ گھوڑے اور خچر پر بھی

---

[۱] ملاحظہ ہو انڈین انٹی کویری ۱۹۰۵ء

ٹیکس لینے کی قرارداد ہو۔ تجارتی مال جا ہے براستہ خشکی گذرتا یا دریا اور نہر اور سمندر سے جاتا اُس پر
محصول لیا جاتا تھا۔ غیر ملکون سے جو مال آتا تھا اُس پر قیمت کا ۱/۲۰ حصہ بطور محصول لیا جاتا۔ پھول، پھل
سبزیات، لکا، جڑ، مولی، مرچ، تخم خشک، مچھلی، گوشت وغیرہ پر اُن کی قیمت کا ۱/۶ حصہ حکومت کا واجب تھا
سفید کپڑے، ماڑھی، ریشمی کپڑے، سنکھیا، دھات، معدنیات، خام پیداوار، شراب، نشیات، ادنی کپڑے
اور قالین پر اُن کی قیمت کا ۱/۱۰ سے ۱/۲۰ حصہ لیا جاتا تھا۔ آب باشی زمین کی پیداوار ۱/۶ حصہ۔ ہاتھ
سے پانی نکال کر سینچی ہوئی زمین کی پیداوار کا ۱/۴ دریاؤن سے ٹیپ کے وسیلہ سے سینچی ہوئی
زمین کی پیداوار کا ۱/۳ تالاب یا جھیل کے پانی سے سیراب کی ہوئی زمین سے ۱/۲ حصہ راجہ لیا کرتا
تھا مگر ویسے زمین دار پیداوار کا ۱/۶ اور ۱/۴ حصہ پیداوار کا سرکار کو دیا کرتے تھے۔

(۲) **مسلمان بادشاہون کے زمانہ کے محصولات** | علاء الدین خلجی سے پہلے مسلمان بادشاہ
محصول اور ٹیکس کس شرح سے لیا کرتے تھے؟ اِس کی بابت صحت سے بیان کرنا قریب قریب
محال ہو کیونکہ مسلمان مورخ اُس کی بابت خاموش ہین۔ سلطان علاء الدین نے ہندوؤن کو
پست کرنے کے لیے زمین کی پیداوار کا نصف خزانۂ عامرہ کا حصہ معیّن کیا تھا۔ علاوہ ازین چراگاہ
پر ٹیکس لگایا۔ اور دودھ دینے والے جانورون کا بھی خاص محصول لیا جاتا تھا۔ اُس نے یہ پالیسی
کسی مذہبی خیال سے اختیار نہ کی تھی۔ بلکہ حکمت عملی تھی کہ جسکا واسطہ فقط ملک داری سے تھا۔

(۱) **فیروز شاہ تغلق** | اپنے زمانہ کا نہایت منتظم حکمران تھا اور اعلیٰ پایہ کا مُدبر تھا۔ اُس نے محصولات
اور ٹیکس جات کا جو نظام قائم کیا تھا۔ وہ مابعد کے حکمرانون کے لیے ہدایت کا کام دیا کرتا تھا۔ ۱۳۵۱-۸۸ء
مین اِس بادشاہ کے خزانہ مین بالاوسط چھ کروڑ (۸۵) لاکھ تنکہ یعنی دس کروڑ روپیہ آتا تھا
اِس نے رعایا کی خوشنودی کے لیے ۱۳۷۵-۷۶ء مین چوبیس ٹیکس معاف کر دیے۔ اس بات کو فراموش
نہ کرنا چاہیے کہ جزیہ اسی بادشاہ نے رائج کیا تھا، برہمنون سے خاص ٹیکس دس، بیس۔ اور چالیس تنکہ
علی الترتیب سالانہ فی کس لیا جاتا تھا۔ جو محصول معاف کیے تھے اُن مین سے بعض حسب ذیل قابل ذکر ہین
منڈوی برگ (منڈیون کے محصولات) دلالت بازارہا۔ جزاری۔ (بوچڑخانون کا ٹیکس) امیری حرب
(گانے بجانے والون پر ٹیکس) گل فروشی (خوشبویات) حرینہ تنبولی چنگی غلہ (اناج کی چنگی) چند ٹھیاں
کتابی (دہی کھانے پر محصول) نیل گری۔ ماہی فروشی۔ ندافی (دُھنیے کا ٹیکس) صابون گری۔ ریسمان فروشی

(ریشم بٹنا) روغن گری۔ نخود بریان (بھڑبھونجے کا ٹیکس) تہ بازاری (منڈی کی دوکانون کا ٹیکس) چھاپہ (کنکوت) قمار خانہ۔ داربنگی (چودھریون کی دستوری) کوتوالی۔ احتسابی جرائم معاملات مگر از روے شریعت حسب ذیل ٹیکس رائج کرکے برقرار رکھے۔ خراج اراضی عشر (پیداوار زمین کا ۱/۱۰ زکوٰۃ ۱/۲ ۲ فی صدی۔ جزیہ ہنود۔ ترکات (لاوارث مال) خمس غنائم و معادن۔ مالکانہ زکوٰۃ کے ساتھ فی تنکہ ایک دانگ شہر مین آنے والے پر مال لیا جاتا تھا مستغل۔ دہلی کے مکان اور دوکان والون سے کرایہ زمین لیا جاتا تھا۔ روزی لدو جانورون سے مہینے مین ایک مرتبہ بیگار لی جاتی تھی جسے شمس سراج عفیف قابل اعتراض قرار دیتا ہی۔

بابر کی آمدنی (۲۶ لاکھ پونڈ سالانہ تھی۔ مگر اُس کے مقبوضات ہند فیروز شاہ کے مقابلہ مین بہت محدود تھے۔ شیر شاہ سوری نے زمین کی پیداوار کا ۱/۴ حصہ اپنا شاہی حصہ قرار دیا تھا۔

(۳) اکبر کی آمدنی۔ جلال الدین اکبر کی سلطنت نہایت وسیع تھی کہ جسمین ۳۲۰۰ شہر و قصبے ۱۲۰ بڑے بڑے شہر اور پانچ لاکھ گاؤن تھے۔ نظام الدین احمد کے بیان کی رو سے چھ ارب چالیس کروڑ تنکہ مرادی یعنی موجودہ سکہ کے مطابق (۴۸ کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی تھی۔ اکبر نے زمین کی پیداوار کا ۱/۳ جزو شاہی حق ٹھہرایا تھا جو نقد اور جنس دونون صورتون مین لیا جاتا تھا۔ علاوہ ازین یومی فوج یعنی بقاعدہ مقامی سپاہ کا خرچ بھی صوبون کی رعایا کے ذمہ تھا۔ اکبر نے حسب ذیل محصولات منسوخ کیے۔ اور جو برقرار تھے اُن مین تخفیف کر دی۔ اُس نے جزیہ بالکل موقوف کر دیا تھا لیکن اورنگ زیب نے اُسے بحال کر دیا۔ جزیہ۔ امیر بحری۔ کر (جانورون کا ٹیکس) گاؤ شماری۔ سرداختی۔ پیش کش (جو اعلیٰ عہدہ پر سرفراز ہونے کے وقت دی جاتی تھی) فروق و اقسام پیشہ۔ داروغگانہ تحصیل داری۔ فوطہ داری۔ سلامی وجہ کرایہ (کرایہ پر لینے دینے کا محصول) خریطہ صرافی۔ (سکہ کی جانچ پرتال کا محصول) نخاسی سن۔ کمبل روغن۔ ادھوڑی۔ (کیابی (کیبی اندازہ) وزانی (بیکا حساب) قصابی۔ (باھی۔ قمار بازی۔ قفلسازی راہ داری۔ بیگ۔ (گدی نشینی کی نذر) دودی (خانہ داری کا) رسم خانہ گلی۔ بلکٹی۔ ھٹینی۔ نسد چونہ گری۔ دلالی۔ ماہی گیری۔ حاصل درخت آل۔ سائر جہات۔

اکبر کے زمانہ کے محصولات اور ٹیکس جہانگیر اور شاہ جہان اور نیز اورنگ زیب کے زمانہ مین بھی رائج تھے۔ کچھ ان مین کمی بیشی حالات کے مطابق ہوتی رہی۔ بقول انگریز سوداگر سیاح ہاکنس

شاہجہانگیر کی آمدنی پچاس کروڑ روپے سالانہ تھی۔ شاہجہان کی آمدنی بقول عبدالحمید لاہوری بائیس کروڑ اور اورنگ زیب کی (۲۴) کروڑ روپے موجودہ سکہ کے مطابق تھی۔

ہندوؤن اور مسلمانون کے زمانہ مین سب سے بڑا وسیلۂ آمدنی محاصلات زمین تھا کہ جو پرانے زمانہ سے اب تک چلا آتا ہے۔ ہندو ۱/۶ سے ۱/۱۲ تک مسلمان نصف سے ۱/۳ تک لیا کرتے تھے انگریزی عملداری کے محصولات کا ذکر دوسرے مضمون مین آئے گا،

جے۔ آر۔ رائے

# الزابتھ کی ابتدائی زندگی

ہنری ہشتم اور این بولین کی مشہور و نامور دختر الزابتھ ۶ ر دسمبر ۱۵۳۳ء کو پیدا ہوئی - این ٹامس سوم ڈیوک نارفوک کی بھتیجی تھی - اس اعلیٰ خاندان ہاورڈ کے تمام افراد نے رسم اصطباغ میں شرکت کی جو الزابتھ کی ولادت کے چار دن بعد عمل میں آئی تھی ،

الزابتھ کی عمر ابھی ۲ سال آٹھ مہینے کی ہی ہوئی تھی کہ اُس کی ماں ایک الزام میں ماخوذ ہوئی ، خود الزابتھ پارلیمنٹ کے قانون سے این کی ناجائز اولاد قرار دی گئی - یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں بھی اُس نے کہیں اپنی ماں کا نام ہی نہیں لیا - نہ اُس کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کیے نہ اس ایکٹ کی منسوخی کے لیے کوشش کی - البتہ این کی معصومیت کے متعلق اپنے خیالات اس کے بیٹے کو جو کسی زمانہ میں ان کا دلدادہ تھا - نواب بنا کر ظاہر کیے اور اُسکے خاندان کے ساتھ ہمیشہ بہت عنایت کی -

اپ کے عہد سلطنت میں الزابتھ کا زیادہ تر قیام اُسکے بھائی ایڈورڈ کے ساتھ رہا جو مقام ہیٹ فیلڈ میں ایک اتالیق کی نگرانی میں رہا کرتا تھا - سنہ ۱۵۳۶ء میں پارلیمنٹ نے ہنری سے وصیت نامہ کے ذریعہ حقداروں کے وراثت کا معاملہ طے کرنے کے اختیارات چھین لیے - مگر ہنری نے ۱۵۴۴ء میں ایک ایکٹ پاس کرا کے ایڈورڈ کے بعد میری اور پھر میری کے بعد الزابتھ کے جانشین ہونے کا تصفیہ کر دیا - مرنے کے قبل ہنری نے وصیت نامہ کے ذریعہ ۱۵۴۴ء پاس شدہ ایکٹ کا اعادہ کیا اور الزابتھ اپنی سب سے چھوٹی ہمشیر سفوک کی ڈچس کی لڑکی کو خاموشی سے اپنی بڑی ہمشیر ملکہ اسکاٹلنڈ کے حقوق نظر انداز کر کے وارث قرار دیا -

اپ کے انتقال کے بعد الزابتھ جسکی عمر ۱۳ سال کی تھی متوفی کی بیوہ ملکہ کیتھراین کے ساتھ رہنے لگی کیتھراین نے چند ہی ہفتے بیوگی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنے پرانے عاشق ٹامس سی مور لارڈ امیر البحر سے شادی کر لی جو سامرسٹ محافظ سلطنت کا بھائی تھا - ٹامس سی مور بہادری میں نامور وضع و اطوار میں شایستہ ، اور صورتاً وجیہ آواز شیریں و دلکش مگر یہ معاملہ فہمی و عقل سے خالی تھا - الزابتھ

اور اس خوفناک آدمی کے تعلقات اچھے نہ رہے اس لیے کیتھرائن نے دوسرے سال کے اوائل مین الزابتھہ کو اپنے پاس سے روانہ کردیا۔ اُسوقت سے الزابتھہ زیادہ تر ہیٹ فیلڈ مین رہنے لگی،
اگست ۱۵۴۸ء مین کیتھرائن کا انتقال ہوا۔ اور امیر البحر نے الزابتھہ سے شادی کرنیکا تہیہ کیا مگر اس قسم کی بہت سی خودغرضانہ چالون کی وجہ سے اُسے مارچ ۱۵۴۹ء مین سولی دی گئی۔
یہ کسی طرح نہین معلوم ہوتا کہ الزابتھہ نے امیرالبحر کی بیوی کے مرنے کے بعد اس سے ملاقات یا علانیہ اس سے خط وکتابت کی تھی۔ وہ اُس کی درخواستون پر دو لفظ ہمت افزائی کے لیے کہدیا کرتی تھی تاکہ یہ الفاظ اُس کو سُنا دیے جائین۔ الزابتھہ بخوبی واقف تھی کہ امیرالبحر کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت نہین ملیگی۔ وہ اُس کے ساتھ صرف عشوہ وانداز کررہی تھی جو اسکے برابر تھا۔ اور آئندہ بھی ان نوجوانون کو جو اُسکے بیٹون کے برابر تھے اسی انداز سے ٹالتی رہی۔ ابھی سے ہمین نزاکت وعمق احساس کی غیر موجودگی کی ایک خفیف سی جھلک نظر آتی ہے جو اُس کی آئندہ زندگی مین بھی ایک نمایان خصوصیت رکھتی ہے۔ الزابتھہ کو جب امیرالبحر کے پھانسی دیے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو نہایت سادگی سے کہا "آج ایک بامذاق وحاضر جواب دنیا سے اُٹھ گیا جو نکتہ رس ودقیقہ سنج نہ تھا"۔ الزابتھہ ہی وہ عورت ہے جو پابند خواہشات دل نہوئی اگر حواس نے جرأت بھی کی تو اُس نے اُنھین سقیا بو کردیا۔ یہی وجہ تھی کہ نہ خود اُس نے کسی سے محبت کی نہ محبوب ہونا پسند کیا اس لیے کسی مرد اور عورت نے سرگرمی وشوق سے اُس کا تذکرہ کیا ہو نہ کرینگے۔ اس بدنامی کے بعد تھوڑے عرصہ تک وہ مشکوک حالت مین رہی۔ وہ اب اشرج۔ الفیلڈ۔ اور ہیٹ فیلڈ مقامات مین ایک مشہور ومعروف عالم اسکام کے ماتحت سرگرمی سے علم حاصل کرنے مین مشغول رہی۔
۶ رجولائی ۱۵۵۳ء مین جب ایڈورڈ کا انتقال ہوا الزابتھہ بیس سال کی تھی۔ اگرچہ میری کو وارث ثابت کرنے مین سراسر اسی کا فائدہ تھا مگر اُس نے جین کے مختصر زمانۂ حکومت مین اپنے کو ہوشیاری سے بچائے رکھا۔ کسی کی طرفداری نہین کی جب بغاوت کے فرو ہونے پر اُسکی حکومت ختم ہوگئی الزابتھہ فوراً میری کو خوشخبری سنانے کے لیے روانہ ہوئی اور اُس کے ساتھ ساتھ لندن مین داخل ہوگئی،

اُسکے حق مین مہلک اور قاتل تھی۔ واٹ کی بغاوت اگرچہ صاف طور پر اسی کی امداد کے لیے تھی مگر
الزابتھ نے اِس بغاوت مین نہ شرکت کی نہ امداد دی۔ نہ اس بغاوت مین آئندہ اس قسم کی شورشون مین اس نے
حصہ لیا اُسکی دانائی۔ دُور اندیشی اور بے عیب چال چلن نے آئندہ زمانہ مین میری اسٹوورٹ کے سخت سلوک کے
مستحق قرار دیا اِس لیے کہ میری کا چال چلن بعینہ اس قسم کی حالت مین بالکل مختلف تھا (یہ اس بات کی
طرف اشارہ ہے کہ جب میری ملکہ الزابتھ کے زمانہ مین قید تھی اسوقت اُس نے شورش پسندون کی ہمت افزائی
کی تھی ان شورش پسندون کے ساتھ سازباز کرنے کے الزام مین الزابتھ نے اُسے قتل کروایا تھا۔

رینارڈ۔ سفیر اسپین متعین انگلش کورٹ نے الزابتھ کا سر طلب کیا اس لیے کہ بادشاہ اسپین کی
شادی کے شرائط مین سے ایک شرط الزابتھ کا قتل کروانا تھا مگر میری نے یہ کہکر خاموش کر دیا کہ وہ
حتی الامکان بادشاہ اسپین کو خوش کرنے اور اُس کی تسلی کی کوشش کرے گی۔ ہنری ہشتم کے زمانہ
مین بادشاہ کا ایسا قصد کرنا بھی حکم قتل کے برابر تھا۔ مگر میری بالکل بے دست و پا تھی۔ وہ قوت و اقتدار
جو اُسکے باپ کو حاصل تھا وہ اُسے حاصل نہ تھا اب تو کونسل کی رائے کی ضرورت تھی۔ وہان ہر شخص آزادی
سے رائے دیسکتا تھا بلکہ اب تو ایک ممبر کے تحکمانہ الفاظ بھی سننا پڑتے تھے۔

بڑی بحث اور بعض بڑے بڑے امرا کی مخالفت کے بعد آخرکار الزابتھ کا ٹاور بھیجا جانا قرار
پایا۔ سسکس جسکی رگون مین شاہی خون دوڑتا تھا اور جسکے ذمہ الزابتھ کو ٹاور لیجانیکا کام تفویض
کیا گیا تھا۔ اُس نے روانگی مین اس خیال سے تاخیر کی کہ الزابتھ ملکہ میری سے ملاقات کرنے کی کوشش
کرے گی۔ جب میری کو اس کی خبر ہوئی تو بہت غضبناک ہوئی اور کہا "یہ لوگ اپنی جانون کے لیے ہرگز
والد مرحوم کے زمانہ مین اس طرح کرنے کی ہمت نہ کرتے۔ کاش وہ ہم لوگون مین صرف ایک ماہ کے لیے زندہ
ہوتے"۔ مگر یہ سب بے فائدہ تھا۔ خود مختار بادشاہت کا بہترین زمانہ ختم ہو گیا تھا۔

ناپاک اور زبون حرکت سے محفوظ رکھنے کے لیے سسکس نے ٹاور کے لفٹنٹ کو ہدایت کی کہ
وہ اسکے احکام کی تعمیل کرے اور بغیر اسکے تحریری حکم کے کوئی کام نہ کرے۔ ہاورڈ آف ایفنگھم۔ لارڈ امیر البحر
جس نے میری کو تخت پر بٹھانے کے لیے سب سے زیادہ سعی و کوشش کی تھی وہ الزابتھ کا نانا ہوتا تھا
اُس نے تاکید کی کہ الزابتھ کا کھانا خود الزابتھ کے نوکرون سے تیار کرایا جائے۔ ملکہ کو اختیار دیا جائے
کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے اِس تجویز کی اسقدر مخالفت و تحقیر کی گئی کہ وہ واپس لے لی گئی۔ مصنفون نے بھی

اِس بات کا تصفیہ کیا کہ کوئی شہادت یہ ثابت نہین کرتی ہو کہ الزابتھ نے کسی جُرم کا ارتکاب کیا ہو کشیدگی و ناراضی سے آخر ملکہ میری کو ماننا پڑا۔ اور الزابتھ قید سے رہائی پانے کے بعد وڈسٹاک بھیجدی گئی جہان وہ ایک اور سال تک سخت نظر بندی مین رہی۔ صرف یہ معقول بات تھی اس لیے کہ ایسے وارث سلطنت کو جسکی امداد کے لیے سازشین ہو رہی ہون کامل آزادی نہین دی جاسکتی۔ اکتوبر ۱۵۵۵ء مین الزابتھ کو سر ٹامس پوپ کی نگرانی مین ہیٹ فیلڈ جانے کی اجازت دی گئی۔ بقیہ عہد سلطنت مین تکلیف و ایذا، اور گیا تھلک مذہب کی دست درازیون اور سیاسی مسائل مین حصّہ نہ لینے سے وہ بالکل محفوظ رہی مگر جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسکے تخت نشین ہونے کا وقت آگیا تو اس بات کے ماننے سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ اُس نے ضروری اہم مسائل کے معلوم کرنے اور اُن سے واقف ہونے کی کوشش کی جن سے اُس کو سابقہ پڑنے والا تھا۔ وہ پہلے ہی پوشیدہ طور پر سیسل سے دوستی رکھتی تھی۔ یہ بات عیان ہو کہ جب وہ سلطنت پر متمکن ہوئی اسوقت اُس کے پاس ایک دستور العمل موجود تھا جو بہت فکر و غور کے بعد مرتب ہوا تھا۔

میری کی موت کا زمانہ قریب آگیا تو سفیر اسپین فیریا نے الزابتھ سے ملاقات کی اور یہ ظاہر کیا کہ اسکے آقا کی محنت و کوشش اور اثر سے ملکہ اور کونسل کو الزابتھ کے وارث سلطنت قرار دینے مین کامیاب ہوا مگر الزابتھ اِن چالون سے خوب واقف تھی اُس نے صاف طور پر اسپین کی سرپرستی قبول کرنے سے انکار کردیا اور اُس سے یہ کہدیا کہ اسکی امداد کے لیے قوم اور امرا اُس کے طرفدار ہین۔

(ترجمہ) محمد عبد المنعم سعیدی (علیگ)

# ناکام آرزو

اُس کے بس کی بات تھی۔ اور کم بخت دل پر بس چل ہی کس کا سکتا ہے۔ اُس رات کی صبح تھی جو اُس نے شباب کی مسرتوں کے نذر کی تھی۔ اور وہ۔ وہ تو کئی راتیں اس دلخوش کن مشغلہ میں بیٹھے بیٹھے گذار دیتا تھا۔ تنہائی میں لمبے اور طویل قہقہے لگاتا۔ اور کہتا "زندگی تو ایک مسرت ہے" اور کتنے ہیں جو ابتدا میں اُسے ایسا ہی پاتے ہیں۔ سنجیدگی اور متانت سے نہیں۔ کیونکہ شباب ان کمزوریوں سے دبلے نیاز ہے۔ بلکہ محض تفریحاً وہ جب کبھی انسانی زندگی کے مسئلہ پر غور کرتا۔ تو اس کے لبوں پر تبسم کی روشنی پھیل جاتی۔ جو بڑھتے بڑھتے ایک خندۂ استہزا کی شکل اختیار کر لیتی اور وہ اُن لوگوں پر تعجب کرتا۔ جن کی زندگی سرد آہوں سے مرکب ہے۔ اُس صبح کو جس نے اُسے بے فکریوں کے شغل سے بیدار کیا۔ وہ حسب معمول مسکراتا ہوا گاؤں کے چشمہ پر جا نکلا۔ کسی خاص غرض سے نہیں کیونکہ جوانی کے خوشگوار مشاغل ارادوں کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ بلکہ محض اس لیے کہ وہ اُس وقت کچھ کرنا نہ چاہتا تھا۔ صبح خوشگوار تھی چشمہ کی سطح نسیم صبح کے آغوش میں کھیل رہی تھی اور دیہات کا شاعر ایک گوشہ میں اپنے جذبات کو نغموں میں تبدیل کر رہا تھا۔ ٹھنڈی آہیں اُسکے لبوں پر آ کر موزونیت کی رنگینیوں سے بہرہ یاب ہو جاتیں۔ اور اسکی اشک فشانیاں دل کے اضطراب کی حرکتوں پر رقص کرنے لگتیں۔ اُس نے کئی بار شاعر کو دیکھا تھا اور ہر بار نفرت سے منھ پھیر لیا تھا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ مسرور روحیں غمزدہ دلوں سے گریز کرتی ہیں۔

ایک بلند قہقہہ گونجا۔ شاعر چونک پڑا۔ اور اُس کے جذبات لبوں پر آہیں۔ اور آنکھوں میں آنسو بن کر رہ گئے۔ اُس نے سر اُٹھایا۔ اور کہا "نوجوان آدمی اپنی مسرت کے اظہار کے لیے کوئی اور گوشہ تلاش کر" نوجوان بولا "بدقسمت انسان۔ میری مسرت تیرے لیے ایک پیغام ہے۔ اُس کو سُن۔ اور زندگی کو خوشی کے تبسم سے روشن کر دے"۔ شاعر کا سر جھک گیا وہ سوچنے لگا۔ اُس کے لیے یہ پیغام بالکل نیا تھا۔ اور اس دنیا میں کتنے ہیں جنھیں خوشی ایک اجنبی سے معلوم ہوتی ہے۔

نوجوان مسکرایا۔ اور بولا "بدبخت آدمی اپنے خشک ہونٹوں کو کہو کہ مسکرائیں"۔ شاعر نے پھر اپنا

جھکا ہوا سر اُٹھایا۔ اب اُس کے لبوں پر تبسم تھا۔ گو وہ تبسم دِ غمزدہ دل کی حسرت زا گہرائیوں سے
پیدا ہو کر ہونٹوں پر آتے ہی تاثیر بجا تا ہے۔ اب نوجوان نے سر جھکا یا۔ اس کا تبسم مرجھا چکا تھا اور ناکامی کی
مسکراہٹ تو اکثر دلوں کو پامال کر دیتی ہے۔ شاعر پھر مسکرایا اور گاتا ہوا پاس کے کھیتوں میں غائب ہو گیا۔

(۲)

وقت نے شاعر کو بوڑھا بنا دیا۔ اور نوجوان کو غمگین۔ اور وقت کی تبدیلیاں تو ہر گھڑی انسانی
زندگی کی تاک میں لگی رہتی ہیں۔ مگر چشمہ کی روانی وہی تھی۔ صاف و شفاف پانی کی نغمہ سرائیاں
اسی طرح سے رقصاں تھیں۔ بہار کے موسم کی تازگی اور خزاں کے موسم کی افسردگی ویسی ہی تھی۔ صبح
بھی خوشگوار تھی۔ اور شاعر عالم شباب کی اُن دنوں کا مرثیہ پڑھ رہا تھا۔ کہ نوجوان لڑکھڑاتا ہوا آیا۔ ایک آہ
کی خاموش آواز نے شاعر کو چونکا دیا۔ اُس نے سر اُٹھایا۔ اور اُس کی آنکھیں اور مہربانی کے آنسوؤں
سے تر ہو گئیں۔ وہ اُٹھا اور اپنے آغوش کو کھول کر پکارا "غمگین نوجوان، آ۔ اس گوشہ کو اپنی آہوں سے
آباد کریں"

نوجوان نے بے اختیار اپنے آپ کو شاعر کے کھلے ہوئے آغوش میں ڈالدیا۔ اور بولا "بوڑھے
آدمی، مجھے محبت کا گیت سُنا۔ اور میرے مشتاق کانوں کو شباب کی ناکامیوں کے نغموں سے بھر دے"
شاعر نے جواب دیا "محبت کا گیت پرانا ہو گیا۔ اور شباب کی ناکامیوں کی جگہ بڑھاپے کی افسردگیوں
نے لے لی۔ تو اصلیت چاہتا ہے۔ اور میرے پاس صرف اُن کی یاد ہے۔ اور بس" یہاں پر وہ مسکرا کر بولا "
نوجوان آدمی۔ اپنے مسرت کے قہقہوں کو یاد کر" نوجوان نے ایک آہ سرد بھری۔ اور کہا "میں مسرت کے
قہقہوں کو بھول گیا۔ وہ فانی تھے۔ فنا ہو گئے۔ غم کی آہیں ہمیشہ رہنے والی ہیں اُنھیں سُن۔ حسرت کے
آنسو ہمیشہ بہنے والے ہیں۔ اُنھیں دیکھ۔ شاعر کہنے لگا "افسوس۔ تو نے اپنی زندگی کو ایک مزار بنا دیا
جس میں تیری آرزوئیں مدفون ہو چکیں۔ اُنھیں امید سے زندہ کر۔ اور دنیا کو اپنے نغموں سے مالا مال کر دے"
نوجوان سوچ میں پڑ گیا۔ تمناؤں کی ناکامیوں نے اُسے مایوس کر دیا تھا۔ پروانہ شمع کا طواف کرتا ہے اور اپنے
جذبات کی تیزی سے مغلوب ہو کر شعلوں میں کود پڑتا ہے۔ مگر نوجوان سمجھ چکا تھا کہ اُس کی زندگی کا مقصد
صرف طواف کرنا ہے اور بس۔ ہر صبح اُس کے لیے ایک نئی مشغلہ کا پیغام لے کر آتی۔ اور اُس رات کے
بعد جو وہ کبھی قہقہوں میں گذارا کرتا تھا۔ اب سرد آہوں میں بسر کرتا۔ وہ اُٹھتا۔ اور چشمہ پر آجاتا۔ پانی کی بیتابی

لہرون کے کنارے پر اُس نے بیتابی کا سبق سیکھا تھا۔ اور وہان ہی وہ اُسے ختم کر دینا چاہتا تھا
شاعر بولا "تیری محبت جوان ہی۔ اُمیدون کے پانی سے اُس کی پرورش کر اور زندگی کو نامرادیون
کی تلخی سے تلخ نہ بنا" نوجوان مُسکرایا۔ اور پکارا "محبت آہ سے شروع ہوتی ہی اور آہ پر ہی ختم ہو جاتی ہی
اور بس۔ ابتدا ہو چکی۔ مین اب انتہا کا منتظر ہون۔ تو نے تو یہ راہین دیکھی ہین۔ مجھے گمراہ نہ کر" شاعر
جوش مین آگیا۔ اُس کا فرسودہ جسم لرزنے لگا۔ وہ بولا "جس آرزو کو لے کر تو یہان آتا ہی۔ وہ ابھی زندہ ہے
اُسے اپنی ناکامیون کے خیال سے مردہ نہ بنا اور اُن جلوون سے مایوس نہ ہو جنھون نے تیری زندگی
کو بیقراریون کی آگ سے مشتعل کر دیا ہی" نوجوان نے کہا "وہ آرزو موجود ہی۔ مگر امید جس کا تو باربار
ذکر کرتا ہی کب کی مر چکی۔ مین نے محبت کی اور اپنے جذبات کی تمام تیزیون کو حصول آرزو کے لیے
وقف کر دیا اور کون محبت کرنے والا ہوگا جو ایسا نہین کرتا۔ مگر جانتے ہو اُس کا انجام کیا ہوا۔ زہرہ نے
اپنی بے اعتنائیون سے میری تمناؤن کو کچل ڈالا۔ مین اُس کی دلنواز نگاہون کے انتظار مین دن
اور رات کی باقاعدہ گردشون سے مستغنی ہو گیا۔ مگر وہ کسی اور کے حصہ مین آئی۔ کہو اب کیا کہتے ہو"
شاعر نے ایک سرد آہ بھری اور یہ کہکر خاموش ہوگیا۔

کہتے ہین جن کی زندگی تبسمون سے شروع ہوتی ہی اور سرد آہون پر ختم ہو جاتی ہی۔

امیر حسن ناز

# ادبیات

## سبدِ گل فروش

(گذشتہ سے پیوستہ)

### شراب ناب

میران نیم باز آنکھون مین — میر — ساری مستی شراب کی سی ہے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو — غالب — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

لب میگون پہ جان دیتے ہین — مومن — ہمین شوق شراب نے مارا

لاؤن سبو، پیالہ بھرون، در کو قفل دون — داغ — کیا حکم ہے جناب مشیخت مآب کا

دشوار ہے رندون پہ انکار کرم یکسر — حسرت موہانی — اے ساقی جان پرور کچھ لطف و عنایت بھی

کیفیت چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا — سودا — ساغر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا مین

ان شوخ اداؤن سے ان مست نگاہون سے — اکبر — ملتی ہے تجھے اکبر تعلیم گنہگاری

بعد مُردن بھی تعلق رہا میخانے سے — ریاض — مرے حصہ کی چھلک جاتی ہے پیمانہ سے

پی لاکھ بار ساقی، کی لاکھ بار توبہ — جب کر چکا مین توبہ، توبہ ہزار توبہ

نشہ ہے آنکھ مین، کچھ نیند، کچھ انگڑائیان — دیگر — پھر کسی کو بزم مین یون جلوہ آرا دیکھتے

توبہ توبہ شیخ جی! توبہ کا پھر کس کو خیال — حفیظ — جب وہ خود کہہ دے کہ پی تھوڑی سی پی میرے لیے

زلف برہم نثار مستی چشم — کس ادا سے وہ آج سو کے اُٹھے

کوئی بزم واعظ سے کہتا گیا — داغ — ایسے جلسہ بے شراب اچھے نہین

تری شمیم نے گلزار کو کیا برباد — تری نگاہ نے کھولی دوکان بادہ فروش

اک لغزش بیجا پر مینوشون سے روٹھا ہے — مضطر — سنسان یہ سب بستی اے پیر مغان کر دی

ان کی نگہ مست کے جلوے ہین نظر مین — حسرت موہانی — بھولے سے بھی ذکر مے و مینا نہین آتا

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی غالب پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

# مرگ عاشقان

## مرگ مجنون

ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد غالب مجنون جو مرگیا ہے تو جنگل اُداس ہے

## مرگ میر

کب نیاز عشق ناز حسن سے کھینچے ہے ہاتھ میر آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

## مرگ غالب

اسد اللہ خان تمام ہوا غالب اے دریغا وہ رند شاہد باز

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید مرگیا غالب آشفتہ نوا، کہتے ہین

## مرگ مومن

کس پہ مرتے ہو آپ پوچھتے ہین مومن مجھے فکر جواب نے مارا

## عزم مرگ

عشق مین جان سے گذر جائین حسرت ثانی اب یہی جی مین ہے کہ مرجائین

## مرگ حسرت خیز

آہی جاتا وہ راہ پر غالب غالب کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

## مرگ آرزو

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی غالب موت آتی ہے پر نہین آتی

## مرگ ذاکر

ان کی گلی مین جبدم میرا گیا جنازہ حسرت سے دیکھتے تھے پردہ اُٹھا اُٹھا کر

ولی احمد خان۔ جے پور

# غزل نعتیہ

(بر غزل جوہر ماجد)

ہر لحظہ دعائین ہین، ہر لحظہ مناجاتین
اُس شاہ سے ہوتی ہین دن رات یونہی باتین

ادنی اسے اشارے مین تھے چاند کے دو ٹکڑے
اِک خاک کے پتلے مین اور ایسی کراماتین

صحرائے عرب مین جب خورشید حرا چمکا
وحدت کی ضیا پھیلی ظلمت کی گھٹین راتین

بلوا لو مدینہ مین تم اپنے غلامون کو
مُدت سے تمنا ہے ہو جائین ملاقاتین

جب نام نبی لیکر محشر مین جلیل آیا
زاہد کو بھی شرم آئی تھین ایسی مداراتین

جلیل اُناوی

## غزل

الفت مین جوڑتا ہی بُت بیوفا کے ہاتھ
باسط کی آبرو ہے تو ہے اب خدا کے ہاتھ

اے بُت دعا تو کرتا ہون مین اُٹھا کے ہاتھ
اب ہی قبول کرنا نہ کرنا خدا کے ہاتھ

ساقی سے شیخ کہتا ہی داتا بھلا کرے
تھوڑی سی بیچ ڈال کسی پارسا کے ہاتھ

اُلجھے تو ہون سر کون سر حشر فائدہ
اب فیصلہ ہی اُن کا ہمارا خدا کے ہاتھ

راہ طلب سے کنج قناعت مین لطف ہے
کسطرح مانگ لیتا ہی کوئی بڑھا کے ہاتھ

طالب ہوا خوشی سے نہ مغموم دل مرا
وہ لے لیا جو دیدیا تم نے اُٹھا کے ہاتھ

میخانے مین جھجکتے تھے رکھتے ہوے قدم
ساغر لیا ہی شیخ نے لیکن بڑھا کے ہاتھ

اُن کو بھی میری طرح نہین تاب دید کیا
آئینے پردہ رکھتے ہین کیون مسکرا کے ہاتھ

ہاتھون مین مل چکے ہین ہمارا ہی خون دل
اور مسکرا رہے ہین ہمین کو دکھا کے ہاتھ

گر ہی چکا تھا باسط بدمست دور مین
ساقی اگر سنبھال نہ لیتا بڑھا کے ہاتھ

باسط بسوانی

## غزل

نجانے کس طرح اس حسرت کدہ مین اعتبار اپنا
نہ دل اپنا نہ جان اپنی نہ ہم اپنے نہ یار اپنا

نہ گھر اپنا نہ لوگ اپنے نہ یہ ویران مقام اپنا
ہم اپنا جانتے ہین چیز کو ہوتا جو یار اپنا

کہین ارمان کے پھندے کہین دانے امیدون کے
تعضا کرتی ہی کس کس گھات سے ہمکو شکار اپنا

یون ہی عادت رہی ان کو اگر دامن جھٹکنے کی
خدا جانے کہان اڑ اڑ کے پہونچے گا غبار اپنا

کوئی قطرہ تو خم سے ڈھال لین بے اذن کیا ممکن
یہ میخانہ ہے ساقی کا یہان کیا اختیار اپنا

اگر قاصد حقیقت مین پیام وصل لایا ہے
تو کیون آنسو بھرے منھ دیکھتا ہے غمگسار اپنا

ضرورت کیا کسی کو اسطرف آکر گذرنے کی
الگ ہی بیکسی بستی سے ہے کوسون مزار اپنا

خطر کیا کشتی مے کو بھلا شور حوادث سے
ادھر گھبرا کے یا ساقی کہا بیڑا اٹھا پار اپنا

چھپائے گا کسی دن عرش تک اپنے کو دامن مین
دکھادیگا تماشا پھیل کر مشت غبار اپنا

خبر کیا غیب کی غمخوار کو ادریان یہ عالم ہے
کہا جاتا نہین اپنی زبان سے حال زار اپنا

نہین کرتا گوارا راہ رو کے دل پہ میل آنا
اڑا کرتا ہے رستہ سے الگ ہٹکر غبار اپنا

ہم اک مہمان ہین ہم سے دوستی کر نیکا کیا حاصل
نہین کچھ اس سرا مین اے شب غم اعتبار اپنا

کسی صورت سے جلد اپنچا دو تک اے شادچا ہونگین
وہ شاید راستہ مین کر رہے ہین انتظار اپنا

## غزل

غلغلہ جسکا ہے کچھ اس کی خبر آتی نہین
ہے جو آنکھون مین وہی صورت نظر آتی نہین

ضعف نے کیا دلمین یارب باندھ رکھا ہے اسے
اب تو ہونٹون تک بھی آہ بے اثر آتی نہین

آنے والون جانے والون کا بندھا ہے ایک تار
ہائے پھر بھی کوئی جانان کی خبر آتی نہین

خود ہنسے بھی سن کے میرا حال اور پھر یہ کہا
کون ہے جسکو ہنسی اس بات پر آتی نہین

ہمنفس اس تیغ ابرو کی صفائی کو نہ پوچھ
کب یہ سنتی ہے کہ سینے مین اتر آتی نہین

وادی گمگشتگی تو سامنے اے عقل ہے
راہ جب پائی تو پھر کیون راہ پر آتی نہین

حال دل کہنے لگا جب مین تو وہ کہنے لگے
آپ کو کوئی کہانی مختصر آتی نہین

ڈبڈبائی ہین مری آنکھین توکوئی بات ہو
مے کبھی ساغر مین ساقی خود سے بھر آتی نہین

آ کے میت پر وہ بولے اِن کا سونا دیکھیئے
یہ وہی ہین نیند جن کو رات بھر آتی نہین

میری آنکھون مین سمایا ہو محبت لیکن اُسے
دیکھ لون ایسی کوئی صورت نظر آتی نہین

آگیا عہدِ کہولت، اے تمنا! ہوشیار
رہرو دن کو نیند ہنگام سفر آتی نہین

تمنا (عمادی) پھلواروی

## فریاد قیس

ٹوٹنے پر عرش کی زنجیر ہے
عاشقون کی آہ مین تاثیر ہے

عاشقون کی بیقراری اور ہے
عاشقون کی آہ و زاری اور ہے

رات دن محوِ خیالِ یار ہین
حسرتِ جانان مین شب بیدار ہین

کام راحت سے نہ کچھ آرام سے
کام اُسکے ذکر اُس کے نام سے

جسطرف دیکھا وہ آیا روبرو
جس جگہ بیٹھے اُسی کی جستجو

صورتِ بلبل گلستان کو چلے
جب چلے تو کوی جانان کو چلے

دِل جمالِ یار پر قربان ہوا
جان لیوا وصل کا ارمان ہوا

جو ازل سے کشتگانِ ناز ہین
اُن کے دنیا سے جُدا انداز ہین

یک شبے مجنون بجلوہ گاہ ناز
گفت اے پروردگار بے نیاز

تو ہے داروے دلِ ہر خستہ حال
اے خدائے بیمثال و لازوال

جس کو جو لینا تھا وہ تجھسے لیا
جسکو جو دینا تھا تو نے ہی دیا

تو ہے خالق تو ہے مختار عمل
تو ہے رازق تو ہے تمام ازل

رنگ بھی گل کو دیا نکہت بھی دی
ناز خوبان کو دیے صورت بھی دی

کیون نہ ہو ہر وقت لب پر آہ سرد
عاشقون کو دل دیا اور دل مین درد

آنکھ کو آنسو جھین نالے دیے
ایک دل مین سیکڑون چھالے دیے

شمع کو دی حسن کی تو لے ضیا
سوز پروانے کو بخشا عشق کا

ایک سودائی کا تو مین نے خطاب اپنے دیوانے کو دے اتنا جواب

از چہ را نام تو مجنون کردئی
عشق لیلا در سرم چون کردئی

دل مرا لیلا پہ آیا کس لیے حسن پر مجھکو مٹایا کس لیے
عشق مین ناکام کیون تجھکو کیا در بدر بدنام کیون مجھکو کیا
دل مین کیون جوش محبت بھر دیا خون کیون میرا کلیجا کر دیا
عشق مین مجنون کیون ہوتا رہا حسرتون کا خون کیون ہوتا رہا
درد فرقت سے کے مجھے صدمے دیے کیون محبت نے مجھے صدمے دیے
وصل مین خوش ہو کے کب راتین کٹین کیون مری رو رو کے سب راتین کٹین
زلف لیلی کی بڑھی شورش بڑھی کیون سر شوریدہ کی شورش بڑھی
جوش سر مین کو چہ گردی کا دیا رو گ کیون صحرا نوردی کا دیا

گردئی حنا رمغیلان با شم
میرسانی تا بگردون نالشم

مین کہا تک عشق مین آہین بھرون کب تک آخر ہجر مین نالے کرون
جان کی دشمن ہے آفت ہجر کی کس طرح کاٹون مصیبت ہجر کی
یار کے تیر نظر نے جان لی درد دل درد جگر نے جان لی
جان سے عاجز ہون وہ جاتی نہین موت کا خواہان ہون وہ آتی نہین
چیر کر سینہ نکالون قلب کو ہاے مین کیونکر سنبھالون قلب کو
دل مین رنج و درد کا گھر ہو گیا ہجر کا دل روز محشر ہو گیا
عشق مین ناشاد یون کوئی نہو ہجر مین برباد یون کوئی نہو
دینے والے دے مجھے تو داد غم یا خدا سُن لے مری فریاد غم

ہاتفش گفتا کہ اے مرد غریب
در محبت کردم این غمہا نصیب

شکر کر مجنون کہ تو عاشق ہوا | محو شان جلوۂ حسن ازل ہوا
درد کی لذت ہوئی جسکو نصیب | عشق کی دولت ہوئی تجھکو نصیب
لطف غم شام و سحر تجھکو ملا | درد دل درد جگر تجھکو ملا
شمع عارض پر جو آیا دل ترا | سوز الفت نے جلایا دل ترا
بزم غم مین چار سو جلتا رہا | صورت پروانہ تو جلتا رہا
تو جلا ہمنے جلایا عشق مین | جل کے تجھکو لطف آیا عشق مین
دل سے تیرے گرد غم دھوتے رہے | ہم ترا کر تجھکو خوش ہوتے رہے
تجھکو غمگین پاکے خوش ہوتے ہین ہم | دل ترا تڑپا کے خوش ہوتے ہین ہم

خوش تماید گریۂ شب ہاے تو
ذوق ہا دارم بہ یا رب ہاے تو

ہو گیا بیخود خیال یار مین | مٹ گیا تو حسرت دیدار مین
یاد رخ مین سب سے بیگانہ ہوا | الفت گیسو مین دیوانہ ہوا
حسرت دیدار مین مضطر ہوا | حال تیرا عشق مین ابتر ہوا
شوق حسرت کا تجھے ہمنے دیا | رنگ الفت کا تجھے ہم نے دیا
تجھکو غم مین مبتلا ہمنے کیا | عشق مین جو کچھ کیا ہم نے کیا
منزل الفت مین تیرے ساتھ ہین | خلوت و جلوت مین تیرے ساتھ ہین
رہتے ہین ہم آنکھ کے تل مین ترے | ہین ہمیت آئینہ دل مین ترے
دل کے آئینے سے تو واقف نہین | کھول آنکھین دیکھ اے قیس حزین

عشق لیلے نیست این کار من ست
حسن لیلے عکس رخسار من ست

حکیم جگر صدیقی (زمیندار سیوان)

# معاصرین پر تبصرہ

(۱) زمانہ (کانپور) نمبر ۳ و ۴ اور نمبر ۵ بابت مارچ و اپریل اور بابت مئی حجم علی الترتیب ۸۰ و ۱۰۰ صفحات ایڈیٹر منشی دیانرائن نگم بی اے

ادب و زبان اُردو کا یہ دیرینہ خدمتگزار۔ دستور خدمات ادب و زبان مین مصروف ہی۔ ایک ہندو ایڈیٹر جس اہتمام جس استقلال اور جس ہمت و متانت سے اُردو خوان طبقہ کی ناقدری و سرد مہری کے باوجود اسے بیس سال سے نکال رہا ہی اسپر بہت سے مسلمان ایڈیٹرون کو رشک کرنا چاہیے۔

مارچ و اپریل کے ڈبل نمبر مین منشی نوبت رائے نظر کا مضمون خاص طور پر دلچسپ و پُر لطف ہے جسمین خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے مجموعہ حلوا اکبر پر تنقیدی نظر کی گئی ہین۔ بعض گرفتین بہت معقول ہین۔ البتہ بعض مین ہم نظر مرحوم کی زیادتی پاتے ہین۔ اسی نمبر مین بڑی علالت والا قصہ بھی جو منشی پریم چند کے انداز مین لکھا گیا ہی، قابل داد ہی۔

مئی نمبر کا سر عنوان خاطر منشی پریم چند کے مضمون راجپوت مسلمانون کی شدھی کو بنایا گیا ہی۔ اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ منشی صاحب موصوف ایک اعلی انشا پرداز ہی نہین بلکہ معاملات ملکی و قومی مین بھی بہت صائب الرائے، معاملہ فہم، دور اندیش واقع ہوے ہین۔ مضمون کے بعض فقرون سے ہم کو اختلاف بھی ہی لیکن بہ حیثیت مجموعی جس خوبی سے اظہار خیال کیا گیا ہی، وہ ہر آئینہ قابل ستایش ہی۔ کاش عام ہندو پبلک کو اپنے مخلص [illegible] اندیش ہم قوم کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی۔

(۲) ہمایون (لاہور) بابت مئی و جون۔ ایڈیٹران میان بشیر احمد بی اے بیرسٹر و حضرت تاجور نجیب آبادی ضخامت ۹۰ صفحہ۔

مولانا گرامی کا فارسی کلام اس درجہ کا ہی کہ ہمایون مین اگر بجز اس کے اور کچھ نہ ہو، تو بھی اُس کا وجود ملک کے لیے ضروری رہیگا۔ لیکن اسکے اوراق مین علاوہ مولانا ممدوح کے کلام کے بلند پایہ کے اور بھی کلام کی بہترین ہوتی ہین۔ مئی نمبر مین سید اعجاز حسین ایم اے کا مضمون علامہ اقبال اور حکیم یوسف حسن کا افسانہ حیات ثانی نہایت دلچسپ ہین۔ ہندوستانی زبان والا مضمون بھی بجاے خود سنجیدہ و معقول ہی، البتہ

جس جگہ اس مضمون مین ایک اُردو اکیڈمی کا خاکہ پیش کیا گیا ہو مضمون نگار صاحب واقعات کی دُنیا سے نکل کر شاید فسانۂ عجائب و الف لیلہ کی فضا مین چلے گئے ہین۔ جون نمبر مین سید سجاد حیدر صاحب کا مضمون ترقی اُردو کا حرف حرف لایق مطالعہ ہو خطوط اکبر بھی دلچسپ ہین البتہ مکتوب الیہ کا نام خدا معلوم کس مصلحت سے مخفی رکھا گیا ہو جس نے مکاتیب کے لطف مین نمایان کمی کر دی ہو۔

البتہ ان دونون نمبرون مین ایک خاص مضمون کی "علت غائی" ہماری سمجھ مین بالکل نہ آسکی اور وہ کرنل بھولاناتھ بہادر کا مضمون خلفاے راشدین ہو۔ اس مین ہم کو کوئی ایسی خصوصیت نہ بلحاظ معلومات اور نہ بلحاظ ادب نظر آئی، جو ہمایون کے صفحات مین اسکی اشاعت کی سفارش کرسکتا۔ بہ لحاظ معلومات، ہر اُردو خوان شخص الفاروق وغیرہ کو پیش نظر رکھکر بغیر کسی خاص تلاش و محنت کے اتنے واقعات جمع کرسکتا تھا۔ صحت زبان و فصاحت کے لحاظ سے الفاظ و ترکیبات ذیل ملاحظہ ہون:-

طرز رہایش" (ص ۳۲۵) "عربستان کو ردت اور سرکشی کے خس و خاشاک سے" (ص ۳۲۹) "ہر کوئی اُن کو عزت کی نگاہ سے" (ص ۳۲۹) "آپ منصف مزاج پر لے درجے کے تھے،" (ص ۳۲۹) "گویا منصف مزاجی بھی ایک قسم کی شراب خواری ہو" آپ کا انصاف اب سخت گیر ہوتا تھا" (ص ۳۲۹) "خالد بن ولید اسلام کا ایک بہت بھاری جنرل گذرا ہو" (ایضاً) "آپ کی زبان اور درہ سے غریب امیر حاکم محکوم جو کوئی سزاوار ہو باران رحمت کی طرح یکسان ترشح حاصل کرتے تھے (ایضاً) سبحان اللہ! "اسلام کے جہان آشوب توسیع کے اسباب" (ص ۳۷۳) "ہمارا استعجاب کسقدر ڈھیلا ہو جاتا ہو" (ص ۳۸۳) "سنسنی خیز مخترعات (ص ۳۸۲)

سنتے ہین کرنل صاحب بہادر کو فارسی شاعری مین ڈاکٹر اقبال سے ہمسری کا دعوی ہو بیشک اقبال کے مقابل کو ایسی ہی قابلیت کی ضرورت ہو۔ بہتر ہوتا، کرنل صاحب غریب ہمایون کے صفحات پر رحم فرماتے جو اس وقت صوبۂ پنجاب مین اپنے رنگ کا بہترین پرچہ ہو، اور اپنی قابلیت کے "ترشح" کے لیے کسی سنگلاخ سرزمین کو تلاش فرماتے۔

(۳) جامعہ (علی گڈھ) نمبر ۴ و نمبر ۵۔ حجم ۶۴ و ۹۴ صفحات۔ اڈیٹر مولوی نورالرحمن بی اے۔

جامعہ اسلامیہ (نیشنل مسلم یونیورسٹی) علی گڈھ کا یہ آرگن الحمدللہ تمام توقعات جو اس سے وابستہ تھین، ایک ایک کرکے پوری کرتا جا رہا ہو۔ ہر پچھلا نمبر اپنے ماقبل سے بہتر ہوتا ہو ابتک پانچ نمبر نکل چکے ہین اگر یہ رفتار ترقی یہی رہی تو انشاء اللہ عنقریب ہم اُسے اُردو مین چوٹی کا رسالہ کہ سکین گے۔

مسئلہ اشتراکیت، دول یورپ اور ٹرکی، اور نظام اشتراکی پر جو مضامین نکلے ہین وہ خاص طور پر پُر معلومات ہین حیرت ہوتی ہی کہ جامعہ کے طلبہ اسقدر پُر مغز مضامین لکھنے پر قادر ہوسکے مئی نمبر مین جرمنی کے ایک نامور فاضل کا ایک مضمون شایع ہوا ہی جو اُس نے خاص جامعہ کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ ان تمام خوبیون کے ساتھ کمی صرف اتنی ہی کہ پرچہ ذرا خشک ہوتا ہی۔ ٹھوس عالمانہ و سنجیدہ مضامین کے ساتھ، کسی قدر لائٹ لٹریچر (ادب لطیف) اور تفریح و تفنن کے حقوق کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہی۔

(۴) کانفرنس گزٹ۔ (علی گڈھ) بابت مئی ضخامت۔ ۵ صفحہ۔ طباعت و کاغذ پسندیدہ زیر نگرانی مولانا مولوی حبیب الرحمن خان شروانی۔

یہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کا ماہوار رسالہ ہی جسکا مقصد مسلمانون کی تعلیمی تحریک۔ اصول تعلیم، نظام تعلیم مروجہ ملک اور دیگر اہم تعلیمی امور پر تنقید کرنا ہی۔ ان مقاصد کے لحاظ سے یہ رسالہ بھی اچھا نکل رہا ہی، اور قومی ضروریات کے ایک شعبہ کو پورا کر رہا ہی۔ زیر نظر نمبر مین کئی مضمون پڑھنے کے قابل ہین۔

(۵) ہزار داستان (لاہور) نمبر ۴ بابت اپریل۔ اور نمبر ۵ بابت مئی ضخامت علی الترتیب ۸۰ و ۷۶ صفحات۔ ایڈیٹر حکیم احمد شجاع بی اے

لاہور کا یہ ادبی رسالہ محض افسانہ نگاری اور متعلقات افسانہ کے لیے وقف ہی اور یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہی، کہ اس دایرہ کے اندر رہ کر اُردو کی اچھی خدمت انجام دے رہا ہی۔ افسانہ عموماً دلچسپ ہوتے ہین رکیک زبان اور مبتذل خیالات سے ایک بڑی حد تک احتیاط برتی جاتی ہی۔

(۶) آئینہ (الہ آباد) نمبر ۱ بابت جون۔ حجم ۶۴ صفحہ ایڈیٹر ابوالمعالی سید حمید الدین احمد۔

الہ آباد سے ادب اُردو کا یہ جدید رسالہ نکلا ہی۔ ابھی صرف پہلا نمبر موصول ہوا ہی۔ ادیب کا نمونہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہی، لیکن ظاہری و معنوی ہر حیثیت سے ابھی ادیب سے اُسے وہی نسبت ہی، جو آسمان سے زمین کو ہی۔ بعض اوراق کی کتابت و طباعت بالکل مسخ ہو گئی ہی مضمون نگارون مین خواجہ حسن نظامی صاحب کا نام بھی نظر آتا ہی۔ سید مسعود حسن رضوی کا مضمون "سارے ہندوستان کی ایک زبان" رسالہ کی جان ہی۔ افسانہ متعدد درج ہین جن مین خود ایڈیٹر صاحب کا افسانہ صبح شباب

نسبتہً سب سے بہتر ہی۔ ابتدا مین ڈاکٹر تیج بہادر سپرو کی تصویر کے ساتھ نثر و نظم دونون مین اُن کی قصیدہ خوانی کی گئی ہی۔ ہمین بد قسمتی سے اس کا علم نہین کہ ڈاکٹر سپرو نے ابتک اُردو زبان و ادب کی غیر معمولی نہ سہی، معمولی خدمات بھی کون سی انجام دی ہین۔ اور نہ اس آئینہ مدح مین اُن کی خدمات ادبی کا کوئی عکس نظر آیا۔

(۷) تحریک (لاہور) بابت مارچ ۱۹۲۳ء ضخامت ۸۰ صفحہ۔ ایڈیٹر حکیم مظفر حسین اظہر۔ رسالہ "شعر، افسانہ، تاریخ، ادب لطیف، زبان، تنقید، اور ڈرامہ" مین تجدید و اصلاح کا مدعی ہی۔ رسالہ کی نوعیت و معیار کا صحیح اندازہ ایڈیٹر صاحب کے ایک ضروری پیغام "طلباء علوم کے نام" کے اقتباسات ذیل سے ہوگا:۔

"اگر آپ کے دل مین طلب و شوق اور سر مین سودا اور آپ کی طلب صادق و حقیقی ہی تو آپ کو خضر ملجائیگا اور قریب ہی ملجائیگا ........

اگر آپ قلم سے قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہین اور اپنے آپ کو ایک لائق مصنف کی حیثیت سے ملک کے روبرو پیش کرنے کے آرزومند ہین تو میرے پاس آئیے ......

اگر آپ کو مذاق سخن ہی اور آپ صحیح شعر کہنا چاہتے ہین تو میرے پاس آئیے۔ اگر آپ تراجم کے ذریعہ سے علم اور قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہین تو مجھ سے تعلق پیدا کیجیے .......

اگر آپ اُس عزیز شے کے طالب ہین جسے علم کہتے ہین تو میرے پاس آئیے اور اپنی مراد حاصل کیجیے۔" (ص ۱۳-۱۴)

اسکے بعد یہ فقرہ لکھنا شاید سہواً رہ گیا،

"کہ فطرت کی بازار مین ایسی عجیب و غریب جنس سب سے پہلی بار آئی ہے خریدار اگر اب بھی نقد جان لیکر آگے نہ بڑھے، تو اُن کے سرون پر ایسا سخت قہر الٰہی نازل ہوگا، جسکی کوئی مثال نہ پہلے مل سکتی ہی، نہ آئندہ ملیگی۔"

(۸) الفلاح۔ (جالندھر نمبر ۳ و نمبر ۴۔ بابت یکم مئی و ۱۵ مئی ضخامت ۳۲، ۳۲ صفحات ایڈیٹر غازی رحمت اللہ

انجمن اشاعت اسلام جالندھر کا یہ پندرہ روزہ رسالہ ہی جو حال مین نکلنا شروع ہوا ہے۔

مضامین اوسط درجہ کے ہوتے ہیں۔ مذہبی معلومات اچھے خاصے رکھتا ہو۔ آریہ سماج کے جوابات پر زیادہ توجہ رہتی ہو۔ فی الجملہ رسالہ مفید و قابل اعانت ہو۔

(۹) اشاعۃ القرآن (لاہور) بابت مئی ضخامت ۴۴ صفحہ ایڈیٹر ابو عیسیٰ نقیر حشمت العلی انجمن اہل قرآن کا ماہوار رسالہ ہو۔ فرقہ اہل قرآن بجز قرآن مجید کے اور تمام چیزوں کا منکر ہے احادیث صحیحہ کا بھی قائل نہیں۔ یہ رسالہ انھیں عقائد کا ترجمان ہو۔ ہمارے نزدیک اگر ایڈیٹر صاحب بجائے "رد اتی اسلام" کی تردید یا اختلاف اسلامی فرقوں سے مناظرہ و مباحلہ کرنے کے اپنی توجہ صرف معارف و اسرار قرآن کی توضیح و تشریح تک محدود رکھتے تو اسلام کی ایک بڑی مفید خدمت انجام دے سکتے تھے۔

(۱۰) التبلیغ (لکھنؤ) بابت اپریل ضخامت ۳۰ صفحہ ایڈیٹر مولوی سید محمد۔
رسائل و اخبارات کو کسی کی سرپرستی میں نکالنے اور اس سرپرست کے نام کو بڑے بڑے تعظیمی القاب کے ساتھ لکھنے کا مرض عام ہوتا جاتا ہو۔ یہ مذہبی و تبلیغی رسالہ بھی اسی مرض کا شکار ہو۔ سرورق پر سرپرست صاحب کا نام ان الفاظ میں درج ہو۔

حکیم الامۃ حضرت مولانا السید احمد صاحب قبلہ علامہ ہندی مدظلہ العالی" دنیا کو اسکا علم نہیں اور شاید علم کچھ مفید بھی ہو کہ سرپرست صاحب کو "حکیم الامۃ" و "علامہ ہندی" کے خطابات کس "سرکار" سے مرحمت ہوئے ہیں۔ مضامین اوسط درجہ کے ہوتے ہیں۔ زیر نظر نمبر میں صرف ایک مضمون "روح و مادہ" کے عنوان سے سرپرست صاحب کا درج ہو جس میں ہندوؤں کے عقائد متعلقہ روح و تناسخ وغیرہ کی تردید کی گئی ہو۔

(۱۱) الرفیق (کلکتہ) نمبر ۲۔ ضخامت ۲۰ صفحہ۔ تقطیع ۱۸×۲۲۔ ایڈیٹر سید عبدالوہاب تھانوی
اس رسالہ کو بھی ایک "یگانہ روزگار بزرگ" کی سرپرستی کا فخر حاصل ہو۔ یعنی "سبحان الہند" "علامہ" کیفی، چریا کوٹی۔ ناظرین کو اگر ان بزرگ کی "سبحانیت" و "علامیت" کا کوئی ثبوت ابتک نہ ملا ہو تو یہ ان کا قصور فہم خیال کریں، رسالہ پندرہ روزہ ہو اور سرورق پر اسے علمی، ادبی، اخلاقی، و تاریخی مضامین کا ذخیرہ بتایا گیا ہو۔ انسان کو اپنے متعلق بھی عجیب حسن ظن ہوتا ہو۔

(۱۲) الہلال (لکھنؤ) نمبر اول ضخامت ۱۶ صفحہ ایڈیٹر فتح اللہ آزاد۔

شاعری کی دنیا مین سرقہ مضامین ایک قدیم جرم تھا۔ اب دنیاے صحافت مین نئے نئے جرایم سرقہ تخلص، سرقہ نام مضمون نگار، سرقہ طرز انشا، سرقہ اسم رسالہ وغیرہ پیدا ہوگئے ہین مولانا ابوالکلام کے الہلال کی مقبولیت نے مطلع صحافت پر متعدد ماہتاب چمکا دیے۔ یہ جدید الہلال افق لکھنؤ سے طلوع ہوا ہی۔ ایڈیٹر صاحب نے اپنا تخلص بھی مولانا ابوالکلام کے تخلص پر آزاد ہی رکھا ہی۔ باب التفسیر بھی مرحوم الہلال کے تتبع مین قایم کیا ہی۔ دیکھنا ہی کہ یہ ملمع کتنے دن یا کتنی راتین قایم رہتی ہی۔

(۱۳) خادم کعبہ۔ (ہوڑہ) نمبر ۳ ضخامت ۳۲۔ ایڈیٹر سید الطاف حسین۔

"خادم کعبہ" کے نام سے ذہن قدرتاً خدمت کعبہ، تائید خلافت، وغیرہ کی جانب منتقل ہوتا ہی لیکن زیر نظر رسالہ کو ان مقاصد سے کوئی واسطہ نہین۔ وہ خود اپنے الفاظ مین "اُردو علم ادب کا باتصویر ماہوار رسالہ ہی اور ادبی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا مخزن"۔ زبان کی صحت کا نمونہ یہ ہے کہ سرورق پر طالبعلم کی جمع "طلبا ؤن" درج ہی۔ ایڈیٹر کے ساتھ ہی مالک رسالہ کا نام نامی بھی ٹائیٹل کو زینت دے رہا ہی۔ خدا مسلمانون پر رحم کرے،

(۱۴) ترچھی نظر (لکھنؤ) بابت مئی ضخامت ۴۴ صفحہ آنریری ایڈیٹر سید برکات احمد" مینجنگ پروپرائٹر" محمد مصطفیٰ خان مصطفا۔

نظم و نثر کی رنگینیون کا مجموعہ، جو چوک لکھنؤ سے شایع ہوتا ہی، اور لکھنؤ کے ایک خاص طبقہ کی دلچسپی کا کافی سامان رکھتا ہی۔

(۱۵) مشاہیر (بدایون) نمبر ۲ ضخامت ۳۲ صفحہ ایڈیٹر مولوی ظہور الحق مقتدری۔

ابتک اس رسالہ کے صرف دو نمبر نکلے ہین۔ مضمون نگارون کی فہرست مین مولانا عبدالحلیم شرر مولانا عبدالماجد بدایونی کے اسماء گرامی جلب نظر کے لیے کافی ہین۔ مضامین جو ابتک شایع ہوے ہین غنیمت ہین۔

# چھ مشہور دوائیوں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجربہ دوائیں گذشتہ ۱۴ سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اس لیے ان کی قدر و شہرت ناظرین کو مخاطب کرنیکی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لیے جو ہماری ادویات سے متنفر ہو گئے ہوں یقین دلانے اور آزمایش کے لیے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے نمونہ کا بکس بنایا ہے جسمیں اس قدر کافی ہے ایک ادویہ ہیں کہ آزمایش پورے طور سے ہو سکتی ہے!

## دواؤں کا نام

دمہ کی دوا۔ دمہ کیسا ہی زور میں ہو فوراً دباتی ہے۔ کوالا ٹانک ہر ایک کے لیے طاقت بڑھانے کی دوا مقوی باہ گولیاں جیسا نام ویسا فائدہ۔ عرق کافور ہیضہ اور گرمی کے دست کی ایک دوا۔ جلاب کی گولیاں شب کو سوتے وقت کھا لیتے سے صبح کو خلاصہ اجابت ہوتی ہے۔ عرق پودینہ سبز۔ درد شکم ریاحی درد کی دوا۔ پوری حالت فہرست بلا قیمت طلب کر کے دیکھیے ادویات ہر جگہ دوکانداران ادویہ فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے!

## جلاب کی گولیاں

کاروباری آدمی کے لیے بغیر کسی تکلیف کے دست لانے کی اکسیر گولیاں ہیں رات کو سوتے وقت دو گولیاں کھا لیجیے دوسرے دن خالص دست ہو جائیگا پیٹ میں گرمی اور مروڑ کچھ بھی نہیں ہوگی اور کھانے پینے میں کوئی احتیاط کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ یہ گولیاں کل میں بنتی ہیں اس لیے سب وزن میں برابر اور چمکدار ہیں اور کھاتے وقت کوئی تکلیف اور بدذائقہ نہیں معلوم ہوتیں۔ سفر کے لیے نہایت فائدہ کی چیز ہے قیمت فی ڈبیہ ۹ محصولڈاک ۲ ڈبیہ تک ۶/

# بدہضمی و بدہضمی کے دست کی ٹکیہ

غذا تحلیل نہونے کو بدہضمی کہتے ہیں جسمیں غذا کھانے کے بعد پیٹ کا بھاری رہنا پیٹ میں [illegible] جی متلانا کھٹی ڈکار آنا قوت ہاضمہ کے خراب ہو جانے سے ہوتا ہے جب یہ [illegible] غذا کچھ [illegible] تب پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی ہے اور پیٹ پھولتا ہے اور دست ہوتے ہیں اور اس سے جسم کمزور ہوتا ہے اور مرض لا علاج ہو جاتا ہے اس مرض کے ہونے کے اسباب یوں ہیں کہ ضعیفی کا عالم کسی خاص بیماری کے بعد ضعف کا ہونا کم کھانا پینی کا بیفائدہ ضائع ہونا زیادہ محنت فکر و تردد یا غم اور ان خرابیوں کی حالت میں جو کچھ ہضم ہونے کے وقت ہوتی ہیں ان باتوں کا غور کر کے ڈاکٹر برمن نے یہ بدہضمی کی ٹکیہ بنائی ہے جس سے غذا تحلیل ہوتی ہے اور بدہضمی کی خرابی دور ہوتی ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ایک سے تین شیشی تک ۶/

# اپنی صحت سے غافل نہ رہیے

اسمیں تو کوئی شک ہی نہیں کہ ایک تندرستی اور ہزار نعمت اگر تندرستی میں فرق ہے تو دنیا کی دولت بیکار ہے مگر افسوس کہ ایسے بہت لوگ ہیں جو اپنی صحت سے غافل رہ کر کسی مفید چیز سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے یہ عرق پودینہ کی ہری پتیوں سے بنا ہے بدہضمی پیٹ کا پھولنا متلی۔ نفخ۔ ریاح وغیرہ کے لیے نہایت ہی مجرب دوا ہے بچوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں ہے۔ ہر گرہست کو اس دوا سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

قیمت فی شیشی ۱۲/ محصولڈاک ۶/

ڈاکٹر گنگا رام جیبلی چوک لکھنؤ۔ ایجنٹ

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ۔ کلکتہ**

# زندگی کی اہم ضروریات

"حُسن یوسف" کے ذریعہ سے پوری ہوسکتی ہی

۱- جو شریف نوجوان باعصمت دوشیزگان سے خواہش عقد رکھتے ہوں (۲) جن معزز والدین کو اپنی دختروں کیواسطے بلند پایہ بر کی ضرورت ہو (۳) جو اصحاب اپنی زندگی مین کسی اہم انقلاب کے خواہشمند ہوں (۴) جو بیوائین اپنی معصومانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں (۵) جو لوگ امراض اور افلاس سے تنگ ہوں (۶) جو بلند ہمت اپنے خاندان کی دستگیری کرنا چاہتے ہوں۔

## وہ حُسن یوسف ملاحظہ فرمائین

کیونکہ "حُسن یوسف" ہی ایک ایسی کتاب ہی جسمین علمی اور عملی طور پر ان تمام ضروریات وخواہشات کی کامیابی کے بہترین ذرائع بتلائے گئے ہین۔ قیمت ایکروپیہ چھ آنہ۔ خریداران الناظر سے محصولڈاک فیس منی آرڈر جملہ ۶/ معاف کیے جاتے ہین۔

# حُسن یوسف

علم وعمل کا بہترین اور زبردست انتخاب

لٹریری دلچسپی رکھنے والے اشخاص خوددار اور غیور طبع افراد سیاسی زندگی بسر کرنے کے شائق نوجوان، ترک موالات کے تحت مین بیکار ہو جانے والے ملازمت پیشہ مذہبی رنگ مین ڈوبے ہوے بزرگ اگر آپ اپنے خدمات اور احساسات کے لحاظ سے کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتے ہون تو آپ کو حسن یوسف سے مستفید ہونا چاہیے جو الفاظ کے پیکر مین ایک بہترین شفیق ایک سچا رہنما ایک حقیقی ہمدرد مہیا کیا گیا ہی اور کتابی صورت مین لاکر قیمت اس کی صرف عہ رکھی گئی ہی۔ محصولڈاک وغیرہ خریداران الناظر کے واسطے معاف کیا جاتا ہی خریداران طب نفیس کی تحریک پر یہ کتاب طبع ہوئی ہے جن کی فرمائشات کا سلسلہ تیزی کیساتھ جاری ہی ضرورت سمجھین جلد طلب فرمائین،

**ملنے کا پتہ۔ سید محمود الحسن طبیب سرکاری ڈاک خانہ جی تھاری گورنمنٹ بھوپال**

# مشہور ٹسری صافے

بھاگلپوری ٹسری اور ریشمی صافے اعلیٰ درجے کے ذیل کے پتہ پر بکفایت نرخ پر مل سکتے ہین۔

مولوی کبیر احمد خان۔ برادر بھاگلپور سٹی

# برائے فروخت

ایک پریس آہنی ۲۶×۱۸ پیمانہ کا جو مطبع کی ضرورت سے فاضل ہی قیمت بالمشافہ یا خط وکتابت سے طے ہو جائیگی

**مینیجر الناظر پریس لکھنؤ**

### امیر مینائی مرحوم

- صنم خانۂ عشق عہ/
- مرآۃ الغیب عمہ/
- خیابان آفرینش ۶/
- محامد خاتم النبیین /۸
- مینائے سخن عہ/

### منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذین /۸
- حاجی بغلول /۸
- میٹھی چھری /۶
- پیاری دنیا /۸
- کایا پلٹ /۸
- طلسمی فانوس عہ/

### پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد عہ
- سیر کہسار ۔
- خدائی فوجدار عہ/
- جام سرشار /۵
- الف لیلہ بطرز ناول ۔

### منشی جوالا پرشاد برق

- مرتا لنی /۱۲
- مار آستین /۱۲
- بنگالی دولہن /۱۲
- نور تاپ /۱۲
- معشوقۂ فرنگ /۱۲

### مولانا عبد الحلیم شرر

- ابوبکر شبلی عہ/
- خواجہ معین الدین چشتی /۶
- صقلیہ میں اسلام /۱۲
- قیس و لبنیٰ عہ/
- مقدس نازنین عہ/
- ایام عرب جلد ۶/
- یوسف و نجمہ عہ/
- فتح اندلس عہ/
- ماہ ملک عہ/
- حسن کا ڈاکو عہ/
- دربار حرامپور ۲ جلد ۱/
- مفتوح فاتح عہ/
- جویائے حق ۲ جلد عہ/
- لعبت چین /۸
- عزیزہ مصر عہ/
- غیب دان دلھن عہ/
- فردوس بریں عہ/
- فلپانا عہ/
- رومتہ الکبریٰ عہ/
- الفانسو /۱۲
- شہید وفا /۸
- حسن انجلینا /۱۰
- ملک العزیز ورجنا /۱۰
- آغا صادق کی شادی /۱۰
- افسانۂ قیس /۳
- حسن بن صباح /۶
- فاتح بغداد /۴

### مرزا داغ مرحوم

- آفتاب داغ عہ/
- مہتاب داغ عہ/
- یادگار داغ ۶/
- انتخاب داغ عہ/
- فریاد داغ /۴

### مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

- دار الحکومت دہلی ۳ جلد عہ
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد عہ
- حرز طفلان عہ/
- نشاط عمر عہ/
- عصائے پیری عہ/
- شمع ہدایت عہ/
- لخت جگر ۲ جلد عہ/
- حسن معاشرت عہ/
- اقبال دولھن عہ

### نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن عہ/
- ترجمہ گیتانجلی ۶/
- کیوپڈ اینڈ سائکی /۸

### سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ عہ/
- بنت الرسول /۸
- سیرۃ الحسین ۶/
- جام کوثر /۵

### حکیم محمد علی خان مرحوم

- عبرت کامل عہ
- حسن سوکامل عہ
- نام پیاری کامل عہ/
- دیول دیوی عہ/
- گورا ۶/
- نیل کا سانپ عہ/
- جعفر و عباسہ عہ/
- اختر و حسینہ کامل ۶/

### منشی احمد علی شوق قدوائی

- ترانۂ شوق عہ/
- قاسم و زہرہ /۸
- میکفرن اور لوسی /۲

### شبیر حسین جوش ملیح آبادی

- روح ادب ۔
- مقالات زرین /۱۱
- آوازۂ حق /۸
- اوراق سحر /۵
- جذبات فطرت /۳

### منشی تیرتھ رام

- فسانۂ لندن ۲ جلد عہ
- وطن پرست ۔
- منزل مقصود ۶/
- روحوں کا خروج /۱۰
- خونی ہیرا عہ

### جلال لکھنوی مرحوم

- سفینۂ نہایت دلکش عہ/
- نظم نگارین عہ/
- سرمۂ زبان اردو ۶/
- رسالۂ تذکیر و تانیث /۸
- افادۂ تاریخ /۸
- قواعد المنتخب /۴

### خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو عہ/
- اصول اردو /۶
- جان اردو /۶
- قواعد میر /۶
- شاعری کی پہلی کتاب /۸
- شاعری کی دوسری کتاب /۸
- شاعری کی تیسری کتاب /۸
- اصلاح زبان اردو /۶
- گلدستۂ ظرافت /۶
- زباندانی /۶

### صفدر مرزا پوری

- مرقع ادب عہ/
- بزم خیال /۸
- مشاطۂ سخن عہ/

### مولوی محمد حسین محوی

- ازدواج الانبیا عہ/
- انسانی قربانیاں /۸

### حکیم احمد حسین الہ آبادی

- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول عہ
- 〃 〃 دوم عہ
- 〃 〃 سوم عہ
- 〃 〃 چہارم عہ/
- 〃 〃 پنجم ۔
- 〃 〃 ششم ۶/
- 〃 〃 ہفتم ۔
- جلد ہشتم و نہم زیر طبع ہیں
- 〃 〃 دہم عہ/
- 〃 〃 یازدہم عہ/
- سلطان صلاح الدین عہ
- سلطان نور الدین محمود عہ/

### مولوی احمد سعید مارہروی

- آثار اکبری ۳ ۔
- حیات صالح ۶/
- حیات خسرو عہ/
- امرائے ہنود عہ/

### مولوی سید ممتاز علی

- تذکرۃ الانبیا عہ/
- شیخ حسن /۱۲

### منشی نواب نواز علی خان

- سفرنامہ ابن بطوطہ عہ
- قسطنطنیہ عہ/
- ڈیوٹی عہ/

**الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

رجسٹرڈ نمبر اسے ۸۷۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم


# الناظر


ایڈیٹر ظفر الملک علوی

| نمبر ۱۴۶ | ماہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵ |
|---|---|---|


فہرست مضامین




الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر محمد اسحاق علی علوی

# مطبوعات جدیدہ

**سکھ قوم اور اُس کے بانی** - گرونانک اور سکھ قوم کے متعلق مسلمانوں کی جو رائے ہو اُسے مصور فطرت ادیب الشاعر حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے مخصوص و دلفریب انداز مین تحریر کیا ہو ۱

**حلال خور** - فرقہ حلال خور کی تحقیق۔ اُس کے عادات و خصائل۔ اُس کے آداب معاشرت اسکے مذہبی معلومات جمع کر کے خواجہ حسن نظامی صاحب نے مبلغین اسلام کی محنت کو ہلکا کر دیا ہو۔ داعیان اسلام کے لیے اسکا مطالعہ ناگزیر ہو۔ خواجہ صاحب موصوف کو اسی جرم کی پاداش مین بعض ستم ظریفون نے حلال خورون کے امام کا لقب دیا تھا جسکا جواب انھون نے صرف یہ دیا کہ "مین حلال خورون کا امام ہون حرام خورون کا نہین" غرض اسی قسم کی دلچسپ و دلفریب معلومات ولطائف سے تمام کتاب لبریز ہو قیمت ۸/

**روپیہ عالم سکرات مین** - خواجہ صاحب کا رخش قلم ہر میدان مین جولانی دکھاتا ہے اس مختصر کتاب مین آپ نے دکھایا ہو کہ کس طرح معدنیات سے ڈھلے ہوے سکے رفتہ رفتہ دم توڑ رہے ہین اور انکی جگہ کاغذ کے پرزون نے لی ہو۔ اسی دوران مین دولت سرمایہ پرستی اور سوشلزم پر بھی آپنے اظہار خیال فرمایا ہو۔ کتاب نہایت دلچسپ اور دیکھنے کی چیز ہو قیمت ۱/

**سے دور کا سلام** - سرور کائنات حضور پُرنور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ندی مسلمان کا خطاب - قیمت ۱/

**داعی اسلام** - اشاعت اسلام وحفاظت دین متین کی تدبیرین سوچنا اور اُن کو ملک وقوم روبرو پیش کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہو، خداوند جل وعلی کلام پاک مین فرماتا ہے ولتکن منکم ۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (آل عمران) اسی جذبہ سے متاثر ہو کر خواجہ حسن نظامی صاحب نے داعی اسلام تصنیف کی ہو جسمین انھون نے غور و فکر کے مطابق جو ذرائع اسلام کی تبلیغ کے بہتر سمجھے ہین وہ بھی خواہان اسلام کے روبرو ش کیے ہین۔ قیمت ۲/

## الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

# فصلی بخار و طحال کی دوا (نمبر ۹)

فصلی بخار اور طحال کے لیے یہ ایک ہی دوا ہے

آج کل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپ دیکھتے ہونگے
بنگال مین عموماً کونین جز رہتی ہے۔ اس لیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت
تک تو روک دیتی ہین مگر جڑ سے آرام نہین کر سکتی ہین ایسے بخار
کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز
مین ایکدم آرام کرنیکا خاص دعوی رکھتی ہے۔ اور عوام کے فائدہ کو مد نظر
رکھ کر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اسمین تین خاص صفتین ہین۔ (۱) یہ میلریا کے کیڑون کو مار دیتی
ہے۔ اس لیے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی
ہے۔ اور اُس کے خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے قیمت فی شیشی کلان عہ شیشی خورد ۱۰/
محصولڈاک شیشی کلان ۸/ اور خورد ۷/

# پرانے میلریا بخار کی گولیان

لرزہ بخار پرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھتا ہے جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہے
اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہے تھوڑی محنت سے کلیجہ کا پنے لگتا ہے سانس پھولتی ہے کھانے کی
خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہے کبھی مُنھ اور ہاتھ پیر دن
مین ورم آجاتا ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ
ہی خوراک مین بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ کی ۱۰/ محصولڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶/

# کونین کی گولیان

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی ٹکیان مین بنتی ہین اور سنہری پٹینٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین کونین
کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان پاس رکھیے اس مین نہ وزن کی ضرورت ہے نہ کھانے مین تلخ ہے۔ قیمت
پچیس گولیون کی ڈبیہ عہ محصولڈاک ۶/

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**

(ایجنٹ:۔ ڈاکٹر گنگا رام جیتلی چوک لکھنؤ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

نمبر ۱۴۶ جلد ۲۵ ماہ اگست ۱۹۲۳ء

## صبح حرم

سوتے سوتے جو رات آنکھ کھلی — کہہ رہا تھا یہ مُلہمِ غیبی

سونے والو اُٹھو سحر آئی — نیند بس خوب رات بھر آئی

اب نہیں ہے یہ وقت سونے کا — دم ہے اشکوں سے منھ کو دھونے کا

کاش غفلت سے باز آجاتے — ہوش میں آ گئے نیند کے ماتے

آخری شب میں چین سے سونا — وقت کی جان کا ہے بس کھونا

وقتِ دربارِ خاص ہولے ہے — اس گھڑی جاگتا ہی والے ہے

کس کو یہ وقت ہاتھ آتا ہے — سو میں اِک آدھ اس کو پاتا ہے

خیر اُٹھ بیٹھ آدھی رات رہی — کام دے گی دعائے نیم شبی

کھل گیا ہوگا اب تو بابِ حرم — لوٹ لے جا کے تو ثوابِ حرم

ہے یہی فرصت و سرور کا وقت — بزمِ خالق میں ہے حضور کا وقت

سنتے ہی یہ صدا میں اُٹھ بیٹھا — لے کے نامِ خدا میں اُٹھ بیٹھا

اُٹھتے ہی چل دیا وضو کے لیے — اپنی عقبیٰ کی آبرو کے لیے

کر چکا جب وضو ہوا تیار — تا کہ ہو جاؤن حاضرِ دربار
دل مین روشن ہوا چراغِ حرم — لے اُڑی پھر ہوائے باغِ حرم
کیا بتاؤن مین جا کے کیا دیکھا — چمنِ بزمِ کبریا دیکھا
صنعتِ حق عیان ہی چار طرف — سادگی کا سمان ہی چار طرف
در و دیوار و صحن و سقف و منار — سر سے پا تک ہین سب کے سب احجار
خانۂ کعبہ کی بنا پتھر — حجرِ اسود ایک کونے پر
نہ شجر ہے نہ کوئی گل بوٹا — نہ ہے فوّارہ آب کا چھوٹا
ارضِ مکہ بھی کیسی سادی ہے — غیرِ ذی زرع ایک وادی ہے
مگر اس سادگی مین لاکھ بناؤ — ڈھونڈھ کر اس کا تم جواب تو لاؤ
دینِ اسلام کا وہ پیارا باغ — اُسی وادی کی آنکھ کا ہی چراغ
رشکِ جنت ہے دامنِ کہسار — خشک وادی ہی غیرتِ گلزار
چل رہی ہی نسیم رحمت کی — بوئے گل ہی شمیم رحمت کی
نیک بندون کے دل جو ملتے ہین — آرزوؤن کے پھول کھلتے ہین
گلِ رحمت کی بھینی بھینی مہک — صبحِ قدرت کی ہلکی ہلکی چمک
کہین تہلیل کے بلند اشجار — سروِ تسبیح کی کہین ہے قطار
ذکر کے پھول چشم و دل کے چراغ — گلِ رنگینِ حمد لالۂ باغ
دے رہا ہے صدا ہر ایک نہال — جو یہان آ گیا ہوا وہ نہال
ہین نرالے تمام یان کے شجر — فصل بے فصل دیتے ہین جو ثمر
شامیانہ سحابِ رحمت کا — فرش پُرنور آبِ رحمت کا
نہر حمد و ثنا کی جاری ہے — ہر مصلّےٰ حرم کا کیاری ہے
نغمۂ طائران سے حمد عیان — ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائین گرم بیان
محو ہین ایسے حق پرستی مین — جھومے جاتے ہین جوشِ مستی مین
کیا مزے کی غذائے روحی ہے — صبح کیا ہے مئے صبوحی ہے

ٹپو رہا ہے ہر ایک وہ تسبیح — جس سے ہوتی ہے روح کو تفریح

کیا نوا سنجیان ہین وقت صباح — یعنی سُبحَانَ فَالِقُ الاِصبَاح

ساکنان نشیمن تشبیہ — ہمصفیران گلشن تنزیہ

کیا ملک کیا طیور کیا مردم — مل کے کہتے ہین کیفَ اَصبَحتُم

جوش چہرون پہ ہے مسرت کا — غازہ مل آئے ہین صباحت کا

رنگ ہر شے مین نور خالق کے — کچھ کچھ آثار صبح صادق کے

آسمان سے زمین تک اک نور — خاص شان نزول وقت ظہور

وقت پُر لطف اور دُھندلکا سا — کچھ اندھیرا سا کچھ اجالا سا

جبل بوقبیس کی جانب — ہوتی جاتی ہے رات کچھ غائب

جس جگہ تھا کبھی قمر کا چاک — ہے وہین دامن سحر کا چاک

وہ غلس مین ملا ہوا اسفار — نور ظلمات و ظلمت انوار

جھلملی وہ حرم کی قندیلین — جیسے تارے دم سحر جھپکین

چاندنی کی بہار پچھلے پہر — رحمت کردگار پچھلے پہر

لیبکے اِ ہی سے تا بہ مہ کا حضور — وحدہٗ لاشریک لہ کا ظہور

شب کعبہ ہے منبع الاسرار — صبح کعبہ ہے مطلع الانوار

صبح کی بات ہی یگانہ ہے — صبح کا وقت ہی سہانا ہے

مرحبا تیری شان صبح حرم — لاکھ صبحون کی جان صبح حرم

صبح روز ازل تمام ہے تو — سحر مسجد الحرام ہے تو

ابتدا سے یہ نور خالق ہے — انتہا تک تو صبح صادق ہے

شان رعب و جلال چھائی ہوئی — ساتھ ہی ساتھ رحمت آئی ہوئی

پوچھنا کیا ہے یان کی ہیبت کا — اِس جگہ سر جھکا ہی حضرت کا

---

ہ عربی کا مقولہ جو صبح کی ملاقات مین بولا جاتا ہے ۱۲

ہ معجزۂ شق القمر کا محل وقوع جبل ابوقبیس ہے اور وہی مکہ مکرمہ مین سمت طلوع آفتاب ہے ۱۲

حرمِ کبریا کا جلوہ ہے
کعبہ کیا ہی خدا کا جلوہ ہے

جس نے کی ہی عبادتِ کعبہ
وہی جانے حقیقتِ کعبہ

لطف قرآن کا ہی کعبے مین
حُسن ایمان کا ہی کعبے مین

کعبہ مسجود حکمِ قرآن سے
کعبہ مقصود امر یزدان سے

کبریائی کی شان کعبے مین
عَظمت کا نشان کعبے مین

سب کے سر در برو ے بیت اللہ
جھُک جاتے ہین خود بخود واللہ

زیرِ دیوارِ کعبہ سر بسجود
کہہ رہا ہے ہر ایک یا معبود

باادب بندہ ہاے طاعت مند
ہاتھ باندھے ہوے ارادت مند

کوئی محوِ نماز با اخلاص
کوئی مصروف ذکر، حالتِ خاص

عاجزی کا بیان قیام و قعود
بندگی کا نشان رکوع و سجود

شوق مین کوئی کر رہا ہے طواف
سجدہ گہ ہے کسی کی فرشِ مطاف[1]

ہین جو گردش مین آسمان و زمین
یہ بھی کرتے نہون طواف کہین

کوئی قرآن کی تلاوت مین
کوئی مشغول ہی عبادت مین

لوگ شب زندہ دار بیٹھے ہین
کچھ تہجّد گذار بیٹھے ہین

رات بھر شمعِ دل جلائے ہوے
صبح کعبہ سے لَو لگائے ہوے

رخ پہ آنسو ہین چشمِ پُر نم سے
دامنِ گل مین قطرے شبنم کے

دلِ عابد نسیم کا غنچا سا
دم زرا ہر نسیم کا جھُونکا

نیّتِ عابدان ہی ٹوا نوا ٹو دل
چاہ زمزم مین پڑ رہا ہی ڈول[2]

ذوق مین جس نے پی لیا پانی
دُودھ کا دے گیا مزا پانی

ہر بیمار ہے شفاے مرض
چاہو پی لو اسے برا ے غرض

عینِ حکمت خواصِ طب کو لیے
آب و تاب لِمَا شُرِبَ کو لیے[3]

---

[1] طواف کرنے کی جگہ کو عربی مین مطاف کہتے ہین ۱۲ [2] مشہور بات ہی کہ پہلا ڈول جو آخر رات مین زمزم سے نکلتا ہی اُس کا مزا دودھ کا ہوتا ہی ۱۲ [3] آبِ زمزم کی نسبت حدیث مین لِمَا شُرِبَ لَہٗ وارد ہوا ہی یعنی جس مقصد کے لیے بھی پیا جائے ۱۲

بھر گیا ہے مصلیون سے حطیم[1] | بلکہ سارا مقامِ ابراہیم[2]

آ رہی ہے صدائے فیضِ اتم | دے رہا ہے ندا سحابِ کرم

بارشِ عفو مین نہا جاؤ | زیرِ میزابِ رحمت آ جاؤ

ہے جو کعبہ سے یکسان حطیم | جزوِ کعبہ ہے خود ہلالِ حطیم

اس عبادت کو غور کر لین خود | پڑھتے ہین جو حدیث اَن تعبُد[3]

کھُلتے ہین رازِ عابد و معبود | سترِ اسرارِ ساجد و مسجود

داغِ عصیان کو کوئی دھوتا ہے | کوئی پردہ پکڑ کے روتا ہے

پردہ ہر دم ہوا سے ہلتا ہے | دل بھی خوفِ خدا سے ہلتا ہے

کعبے کا کیون سیاہ ہے پردہ | پردہ پوشِ گناہ ہے پردہ

کھینچ لیتا ہے سب گناہون کو | پر دکھاتا ہے کب گناہون کو

داغِ عصیان کے سیہ گاہی مین | مل کے رہ جاتے ہین سیاہی مین

جس نے جا کر پکڑ لیا پردہ | عمر بھر اُس کا پھر رہا پردہ

اُسکے وابستگان کا کس کو شمار | ایک عالم نہین ہے ہر دہ ہزار

دیکھ کر یہ سمان مین لوٹ گیا | جو مین پہونچا وہان مین لوٹ گیا

جی مین آیا نثار ہو جاؤن | صدقے بے اختیار ہو جاؤن

عفو مانگون زمین پر گر کے | رحم چاہون مین گرد پھر پھر کے

پاؤن بڑھنے لگے برائے طواف | ہو گئین دونون آنکھین فرشِ مطاف

گرد کعبے کے جب مین گھوم لیا | حجرِ اسود آ کے چوم لیا

کیا نرالا حجر ہے کالا سا | جس کے اندر ہے کچھ اُجالا سا

لیکے ہاتھون مین پردۂ کعبہ | ملتزم[4] سے لگا دل و سینہ

---

[1] کعبۂ مکرمہ کا وہ بیرونی حصہ جسکا احاطہ ہلالی ہے اُسے حطیم کہتے ہین [2] باب کعبہ کی سمت مقابل مین محل نشان قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام جسکی نسبت وارد ہوا ہے وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۱۲ [3] اشارہ طرف حدیث اَن تَعبُدَ اللّٰہَ کَانَّکَ تَرَاہُ الخ ۱۲ [4] درمیان حجر اسود اور باب کعبہ کے جو جگہ ہے اُسے ملتزم کہتے ہین جسکی نسبت فرمایا گیا کہ خاص محل اجابت ہے ۱۲

کانپ کر عرض کر رہا تھا کھڑا
جاری آنکھوں سے اشک کا دریا

کون مقصود ہے سوا تیرے
کون معبود ہے سوا تیرے

اور کچھ بھی نہیں دعا میری
چاہتا ہوں فقط رضا تیری

پردہ پکڑے ہوں میں ترے گھر کا
اور دامن شفیع محشر کا

راز داں ہے جو پردہ دار کا تو
پردہ رکھ لے گناہگار کا تو

کہہ رہا تھا یہی کہ چونک اُٹھا
ایسی حالت ہوئی کہ چونک اُٹھا

آئی کانوں میں اک صدا دلدوز
پُر اثر پُر جلال اور پُر سوز

خاص شانِ جمال ساتھ لیے
رحمتِ ذوالجلال ساتھ لیے

کرمِ ذاتِ ہُو کا پرتو تھا
بلکہ لَا تَقنَطُوا کا پرتو تھا

کیا بتاؤں یہ میں صدا کیا تھی
کیا کسی سے کہوں ندا کیا تھی

درد سے کوئی کہہ رہا تھا کہ یا[1]
اَرحَمَ الرّاحِمین اِرحَمنا

ساتوں مینار گونج اُٹھے اک بار
وجد میں آگئے در و دیوار

اِس صدا نے ہلا دیا مجھکو
کیا کہوں کیا دکھا دیا مجھکو

ذرہ ذرہ پکارتا تھا یہی
سَبَقَت رَحمَتی عَلٰی غَضَبی

چار جانب نگاہ جا دوڑی
ہو کے بیتاب آہ جا دوڑی

سوئے مینار گھوم کر دیکھا
جانب کعبہ جھوم کر دیکھا

بانگِ ترحیم تھی کہ رحمت تھی
صوتِ تذکیر[2] تھی کہ وحدت تھی

اسکے بعد آگیا عجب سماں
دی مؤذن نے صبح کی جو اذاں

اللہ اللہ بلندی تکبیر
عرش اعظم کی ہل گئی زنجیر

کشتۂ دین کی تھی شہادت گاہ
وحدتِ لا الٰہ الا اللہ

---

[1] طلوع صبح صادق سے کچھ ہی دیر پہلے مؤذنین منارہ ہائے حرم پر بآواز بلند یا ارحم الراحمین ارحمنا کی تکرار کیا کرتے ہیں تا اذان صبح اور عربی اصطلاح میں اُسے ترحیم کہتے ہیں ۱۲

[2] قبل ترحیم کے تکرار کلمۂ طیبہ کی مناروں پر مثل ترحیم کے کی جاتی ہے جسکو تذکیر کہا جاتا ہے ۱۲

| | |
|---|---|
| لا سے مقصود نفی شرکت پر | الف الّا کا دال وحدت پر |
| منزلِ شرع کا وہ رہبر راہ | نام پاک آپ کا رسول اللہ |
| ہوتے ہی پھر نماز کی تکبیر | مستعد ہو گئے صغیر و کبیر |
| اپنے مرکز پہ لوگ چار طرف | آ گئے دائرون مین باندھ کے صف |
| کعبہ یون تھا نماز والون مین | مہِ کامل ہو جیسے ہالون مین |
| یا خدا اس نماز کے صدقے | بندہ و رب کے راز کے صدقے |
| عمر بھر اِس نماز مین رکھنا | اسی سوز و گداز مین رکھنا |
| سب مصلون پہ ہو چکی جو نماز | روز روشن کا کھل گیا بس راز |
| پھر گیا پھر مصلیون سے مطاف | جسکو دیکھو وہ کر رہا ہے طواف |
| گرد پھر پھر کے سب صغار و کبار | اپنے مالک کے ہو رہے ہین نثار |
| پڑی مجھ پر شعاعِ مہر آکر | بولی افسوس مجھکو چونکا کر |
| صبحدم کی یہ ساری باتین ہین | دیکھ یہ دن ہین ایسی راتین ہین |

ہو چکی صبح دِن نکل آیا
پھر یہی دیکھنا جو کل آیا

"محمد ابوالاشرف مجددی"

# شذرات

علم طبیعیات کے ماہر رفتہ رفتہ سیاسیات مین بھی قابلیت کا ثبوت دے رہے ہین، سر جی سی بوس کے یہ الفاظ کہ موجودہ متمدن نظام حکومت سے طوائف الملوکی ہزار درجہ بہتر ہی، ابھی کانون مین گونج ہی رہے تھے کہ یورپ کے مشہور سائنس دان آئنسٹین نے لیگ اقوام سے علحدگی اختیار کر لی اسکے اسباب و علل خود اُس نے یہ بیان کیے ہین :۔

لیگ کی اسوقت تک کی کارروائیون نے مجھے یقین دلادیا ہو کہ دول متحدہ کے جتھون مین سے جو سلطنت جو طرز اختیار کرتی ہو خواہ وہ کتنا ہی بہیمانہ ہو لیگ اقوام اُس مین دخل دینے سے عاجز ہے مین کنارہ کشی کر رہا ہون اس لیے کہ لیگ کے دائرۂ عمل سے صرف وہ مقصد اصلی خارج ہی نہین جسکو تحریک بین الاقوامی کا گرانبہا لقب دیا گیا تھا بلکہ اُس کی تضحیک بھی ہوتی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
خدا کرے مستقبل مین لیگ اقوام ان ترش الفاظ کو جو مین نے اسکے لیے استعمال کیے ہین، غلط ثابت کرے

---

فطرت بشری کی ستم ظریفیان قابل داد ہین، باغی مصطفےٰ کمال کا نمائندہ جس سے دول اتحاد کے مدبر ملنا تک گوارا نہین کرتے تھے جسکے ساتھ لوزان مین طفلانہ تخویف و تحریص کا برتاو کیا جاتا ہو آج مظفر و منصور واپس آتا ہو،

سیاسیات مشرق کے واقفین اس حقیقت کو تسلیم کرنے مین یک زبان ہین کہ جنرل عصمت پاشا نے جس تدبر و حلم کا ثبوت دیا ہو وہ ایشیا کی برتری و ترقی کا پیش خیمہ ہو،
سر آغا خان فرماتے ہین کہ "یہ تاریخ کا پہلا موقع ہو کہ مسلمانون نے دول اتحاد سے مساویانہ صلح کی ہو" یہ ہی نہین بلکہ یہ پہلا موقع ہو کہ کسی ایشیائی مدبر نے یورپ کی متحدہ ڈپلومیسی کو شکست دی ہو،

---

صلح ہو گئی۔ ہندوستان مین جشن منائے گئے لیکن کیا واقعی مسلمانون کے مطالبات پورے ہو گئے۔ کیا فلسطین و عراق غیر مسلم اثر سے پاک ہو گئے کیا شام و حجاز مسلمانون کو واپس مل گئے۔ نہین!

ہرگز نہین! پھر یہ لایعنی شور و شغب کیون،

---

رئیس الاحرار بطل حریت مولانا محمد علی ہم مین مع دیگر رفقا کے واپس آگئے۔ ہم حیران ہین کہ اُنھین مبارکباد دین یا اُن کے ساتھ تعزیت کرین،
شوق و عقیدت کی فراوانی مبارکباد کا ہدیہ محقر پیش کرنیکی ہدایت کرتی ہی لیکن یرودا کی مقید روح موجودہ مُلکی صورت حال پر گریہ کنان سامنے آجاتی ہی اور ہم کو ہندو مُسلم اتحاد کی جوانا مرگی پر تعزیت کی ترغیب دیتی ہی۔

---

مولانائے ممدوح نے زندان فرنگ مین جسوقت قدم رکھا تھا اسوقت اتحاد و یگانگت کی حکمرانی تھی، لیکن آج جس تاریک و تنگ کوٹھری سے مولانا باہر تشریف لائے ہین ملک کی فضا اُس سے زیادہ مسموم ہی۔ اُنھون نے باہر قدم رکھتے ہی اسے محسوس کرلیا ہی اور اپنے ہر تار مین اس بات کو واضح کر دیتے ہین کہ مین چھوٹے جیلخانے سے بڑے جیلخانہ مین آگیا ہون،

---

کانگریس کے ارباب حل و عقد اُس خلیج پر پُل باندھنے کی کوشش کر رہے ہین جو کانگریس کے دونون فریقون کے درمیان روز بروز چوڑی ہوتی جاتی ہی مگر دیکھنا یہ ہی کہ یہ ممکن بھی ہی کہ نہین،
غور کیجیے تو اس وقت کانگریس مین دو گروہ ہین ایک آئینی ذرایع سے سوراج حاصل کرنا چاہتا ہی اور ایک ترک موالات کے ذریعہ سے آئینی ذرایع کے دلدادہ سوراج کو نوآبادیون کے مثل حکومت خود اختیاری سمجھتے ہین۔ تارکین موالات اُسے کامل آزادی سے تعبیر کرتے ہین۔ دونون کے مطامح نظر مین زمین آسمان کا فرق ہی۔ حیرت ہی کہ اس وسیع خلیج پر جو اُن کے خیالات کے درمیان واقع ہوگئی ہی کس طرح تختہ بندی کی جاسکتی ہی۔

---

ہم نے مانا کہ زیر بحث صرف کونسل مین جانا یا نہ جانا ہی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہین کہ عدم تعاون کے موجد کے بنا کردہ اصول کن اغراض کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے تھے کیا کونسلون مین بیٹھنے یا اُنکے

شکست کردینے سے ہندوستان اقتصادی غلامی سے آزاد ہو جائیگا۔ کیا وہ مسموم تعلیم جس نے ہماری روح کو کمزور ہمارے اخلاق کو خراب کر دیا ہی بدل جائیگی۔ کیا اپنے جھگڑے بجائے عدالت مین لیجانے کے کونسلون کے ممبر آپس مین طے کرادین گے۔ یہ سوالات ہین جو ہر ہندوستانی کے دل مین اس وقت پیدا ہو رہے ہین۔

---

کینیا جنوبی افریقہ کے ساحل پر ایک نو آبادی ہے جہان ہندوستانی۔ عرب۔ افریقی۔ اور یوروپین، آبادی کے اعداد حسب ذیل ہین۔

| | |
|---|---|
| یوروپین | ۹,۶۵۱ |
| ہندوستانی | ۲۲,۸۲۲ |
| عرب | ۱۰,۱۰۰ |
| افریقی | ۲۵,۵۰,۰۰۰ |

وہان "سفید و سیاہ" کا فرق اس حالت کو پہونچ گیا ہی کہ باوجود اس کے کہ سفید رنگ کے لوگون کی تعداد مشکل سے ساڑھے نو ہزار ہی مگر حق نمائندگی انھین کو زیادہ ملا ہی۔ ہندوستانی اسپر چراغ پا ہین۔ لیکن کیا وہ مسلمانون اور عیسائیون کو ہندوستان کے اندر انکی تعداد کے مساوی حقوق دینے پر تیار ہین، اگر نہین تو وہ کس منھ سے کہتے ہین کہ ان کے حقوق وہان نظر انداز کر دیے گئے ہین

تعداد نمایندگان حسب ذیل ہی:۔

| | |
|---|---|
| یوروپین | ۱۱ |
| ہندی | ۵ |
| عرب | ۱ |
| افریقی | ۱ |

اور ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے کہ افریقی ممبر کے نامزد کرنیکا بھی حق مشنری جماعت کو ہی،

---

حیرت اس بات کی ہی کہ ہندوستانی تو کچھ غل غپاڑہ کر کے اپنے احتجاج کو غیر قومون پر ظاہر

کردیتے ہین۔ لیکن عرب اور افریقی کیون خاموش ہین معلوم ہوتا ہو کہ غلامی کی مسموم فضا نے ان کے لبون پر مہر سکوت لگا دی ہو۔ اسے جزیرۃ العرب کو غیر مسلم اثر سے پاک کر دینے کا خواب پریشان دیکھنے والو ذرا اس احساس قومی کو غور و تعمق سے دیکھو اور پھر کہو ع

مجھ کو اُٹھنے دو روانہ تا نلہ ہو جائے گا

---

جناب شاستری کی ہمنوائی مین ماڈریٹ اخبار انتقام کے جذبات مین سرشار گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے ہم خیال اصحاب کو احتجاجی دعوت عمل دے رہے ہین ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے　　　جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

لوگ استعفے اور استعفونکی دھمکیان دے رہے ہین مگر کیا اس انتقامی جذبہ کا حشر بھی محصول نمک پر احتجاج جیسا ثابت ہوگا ایک ستم ظریف نے خوب کہا ہو کہ اعتدال پسندون کا انتقام بھی معتدل ہوگا لیکن ہمین یہ دیکھنا ہو کہ ایک محکوم قوم اعتدال پسند رہ کر استبدادی قوتون سے انتقام بھی لے سکتی ہو کہ نہین کیا آئرلینڈ کے مشہور محب وطن پارنل کی آئینی کوششین ناکامی کا مُنھ نہین دیکھ چکین۔ کیا وہی طریقہ قانون سازان ہند کے حیطۂ اختیار و اقتدار سے باہر ہو۔ ہمین تو مہاتما گاندھی کے الفاظ مین صرف یہ عرض کرنا ہو کہ ہندوستانیون کی آزادی کی جنگ کا فیصلہ غیر ممالک مین نہین بلکہ خود بھارت ماتا کی سرزمین پر ہوگا

---

بعض لیڈران مسلمانون کو مشورہ دے رہے ہین کہ علما کا کام ختم ہو چکا اب اُن کو بساط شطرنج سے علحدہ کردو۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ علما کو کیون دودھ کی مکھی کی طرح علحدہ پھینکا جا رہا ہے، واقفان رموز سیاست کو شاید اب یہ حقیقت تلخ معلوم ہونے لگی ہو کہ مسلمانون کی سیادت رفتہ رفتہ اُن کے ہاتھ سے نکل کر طبقۂ علما کے ہاتھ مین پہونچ گئی ہو۔ بہر حال اگر اسلام مین سیاست و مذہب کا چولی دامن کا ساتھ ہو تو وہ جیسے ۱۹۲۰ء مین تھا ۲۱ و ۲۲ء مین بھی ہو اور انشاء اللہ تا ابد رہے گا،

---

ہمین یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت ہوئی ہو کہ مسلم کلب لکھنؤ کے احیاء کا کام چند تعلیمیافتہ

نوجوانون نے اپنے ذمہ لے لیا ہی، لکھنؤ مین مسلم نوجوانون کا نہ کوئی کلب ہی اور نہ کوئی لائبریری ایسی حالت مین مُسلم کلب کو معرض وجود مین لانا قابل صد ستایش ہی۔ لیکن ہمین اندیشہ ہی کہ مسلمانون کا جوش بالکل سوڈا واٹر کا اُبال ہوتا ہی اور کہین یہ مردہ کو زندہ کرنے کی کوشش یکدم پھسپھسا کے بیٹھ نہ جائے بہرحال پبلک کو اس طرف توجہ کرنا چاہیے تاکہ مسلم کلب کے زندہ کرنے والون کی ہمّت بڑھے،

ہماری جناب صدر و معتمد صاحبان سے گذارش ہی کہ جب تک اتنا معقول چندہ نہو جائے کہ کلب مستقلاً اُس کی آمدنی سے چلایا جا سکے براہ کرم اس مردہ کو دفن ہی رہنے دیجیے ورنہ تجہیز و تکفین کا بار پبلک پر گران گذرتا ہی،

---

جولائی کا پرچہ مدیر الناظر کی غیر حاضری مین بدیر شایع ہوا، اور آج اگست کے پرچہ کی اشاعت بھی بتاخیر ہو رہی ہی جسکے لیے مین ناظرین کرام سے نادم ہون،

عرفت ربی بفسخ العزائم۔ جو جو ارادہ کیے قضا و قدر کے زبردست ہاتھ نے کسی نہ کسی طرح اُنکو فسخ کرنے پر مجبور کیا۔ بہرحال جبکہ عم مکرم حاجی ظفر الملک صاحب کی واپسی مین بمشکل ایک عشرہ باقی رہ گیا ہی۔ ستمبر کے الناظر کی طباعت کا انتظام کیا جا رہا ہی جسکی اشاعت مین اُن کی موجودگی سے انشاء اللہ العزیز تعجیل کی امید ہی سب سے بڑی دقت مضامین کی کمی ہی۔ فراہمی مضامین کے لیے باوجود اپنی کوتاہیون کے جو کچھ مین کر سکتا تھا وہ کیا۔ خطوط برابر لکھے مگر اکثر جواب یہی ملا کہ "انشاء اللہ جلد لکھون گا" ۔ عم مکرم سے روانگی کے وقت اکثر کرمفرماؤن نے قلمی اعانت کے وعدے کیے تھے مگر مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کرنا پڑتا ہی کہ باوجود پے در پے کوششون کے وہ وعدہ ہی وعدہ رہے اور مجھے اندیشہ ہی کہ وعدہ ہی رہینگے

ع - وہ وعدہ ہے کیا جو وفا ہو گیا

عم مکرم کا آخری گرامی نامہ جدہ سے آیا ہی۔ اُن کا ارادہ تھا کہ جہاز "شجاع" پر روانہ ہون مگر مکہ مکرمہ سے روانگی مین اتنی تاخیر ہوئی کہ جب وہ جدہ پہونچے تو "شجاع" روانہ ہو چکا تھا بہرحال اب جو جہاز جدہ سے روانہ ہوگا اُسمین یقیناً انکی واپسی ہو سکے گی۔ حج سے فارغ ہوتے ہی اُن کی طبیعت کسی قدر ناساز ہو گئی تھی تپ آنے لگی تھی مگر الحمد للہ کہ اب خیریت سے ہین اور جو ضعف و نقاہت بخار سے ہو گیا تھا وہ بھی مکہ مکرمہ کے یکماہہ قیام سے دور ہو گیا

(معاون مدیر)

# فرامین بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ

شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نور اللہ مرقدہ کے متعلق جو غلط روایات اور بے بنیاد الزامات جن سے بادشاہ ممدوح کو ایک متعصب فرمانروا ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اُن کی تردید علامہ شبلی کے موشگاف قلم سے کما حقہٗ ہو چکی ہے لیکن ان روایات والزامات کی عملی تردید اُن فرامین سے بھی ہوتی ہے جو اُس کے زمانۂ حکومت مین نافذ ہوے اور جن کا خاص تعلق اہل ہنود خصوصاً برہمنون اور اُن کے معابد کی حفاظت و نگہداشت سے تھا۔ ہندوستان مین اس وقت بھی اکثر قدیم الخاندان ہندوؤن کے پاس اس قسم کے شاہی نوشتے موجود ہین اور اگر کوئی محقق طلب صادق سے کام لیکر ان کی تلاش وجستجو مین سعی کرے تو یقیناً یہ کافی تعداد مین مل سکین گے،

اس موقع پر مین شاہنشاہ جنت مکان کے دو فرامین کا ذکر کسی قدر اختصار سے قلمبند کرنا چاہتا ہون۔ ایک وہ ہے جسکے اندر بنارس کے معابد ہنود کی محافظت اور برہمنون کے حقوق کی نگہداشت کے متعلق ہدایات مندرج ہین۔ مسٹر راجی راجن سین نے غالباً ۱۹۱۲ء مین اس فرمان کی بچشم خود زیارت کرنے کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رسالے مین اسکی شان نزول پر ان الفاظ مین روشنی ڈالی تھی :-

"مسرس سعید برادرس فوٹوگرافر بنارس نے مجھے شاہنشاہ اورنگ زیب کے ایک فرمان کا فوٹو دیا، کہ جسمین بنارس کے مندرون وغیرہ کی حفاظت کا ذکر تھا . . . . . . مجھے اصل فرمان کے دیکھنے کا موقع ملا۔ بنارس کے محلہ منگلا گوری مین گوپی اُپادھیا ایک برہمن رہتا تھا جسکے پاس نسلاً بعد نسل یہ نوشتۂ شاہی چلا آرہا تھا، اُس کے بعد اسکے نواسے منگل پانڈے کو اپنے نانا کے کاغذات ملے۔ یہ منگل ایک گھاٹیا برہمن ہے جو دریا کے گھاٹ پر اشنان کرنےوالون کی پوجا پاٹ کا منتظم ہے کسی موقع پر اُسے ضرورت پیش آئی کہ اس گھاٹ پر بیٹھنے کا اپنا حق ثابت کرے اور اس طرح یہ بیش قیمت نوشتہ روشنی مین آیا۔

موصوف آگے چلکر لکھتے ہین :-

یہ فرمان ۲ فیٹ ۱ ½ انچہ لمبا اور ا فٹ ۵ ½ انچہ چوڑا ہے اور بہت اچھی حالت میں ہے عبارت سیاہ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے۔ پیشانی پر طغرا سرخی سے لکھا گیا ہے طغرا کے بائیں طرف اورنگ زیب کی مہر ہے۔ پشت پر ایک مختصر چٹھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہزادہ سلطان محمد بہادر کے توسط سے یہ بھیجا گیا تھا۔

اس فرمان شاہی کی نقل حسب ذیل ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منشور لامع النور اورنگ زیب شاہ بہادر غازی

محمد اورنگ زیب شاہ
بہادر غازی ابن صاحبقران ثانی

لایق العنایت والمرحمت ابو الحسن بالتفات شاہانہ امیدوار بودہ بداند کہ چون بمقتضاے مراحم ذاتی ومکارم جبلی ہمگی ہمت والا نہمت وتمامی نیت حق طویت بامر رفاہیت جمہور انام وانتظام احوال طبقات خواص وعوام مصروف است واز روی شرع شریف وملت حنیف مقرر چنین است کہ دیرہاے دیرین برانداخت نہ شود وبتکدہ ہا تازہ بنا نیابد۔ ودرین ایام معدلت انتظام بعرض اشرف اقدس وارفع واعلی رسید کہ بعض مردم از راہ عنف وتعدی بہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس وبرخی اسکنہ دیگر کہ نواحی آن واقع است وجماعہ برہمنان سدنۂ آن حال کہ سدانت بت خانہا قدیم آنجا بآن ہا تعلق دارد مزاحم ومتعرض میشوند ومیخواہند کہ ایشان را از سدانت آن کہ از مدت مدید بانہا متعلق است باز دارند واین معنی باعث پریشانی وتفرقۂ حال این گروہ میگردد۔ لہذا حکم والا صادر میشود کہ بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدے بے حساب تعرض وتشویش بہ احوال برہمنان ودیگر ہنود متوطنہ آن محال نہ رساند تا آنہا بدستور ایام پیشین بجا ومقام خود بودہ بجمعیت خاطر بدعاے بقاے دولت وخدام داد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند۔ درین باب تاکید دارند۔ بتاریخ ۱۵ شہر جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ ہجری نوشتہ شد برسالہ نواب قدسی القاب، نوبادۂ بوستان خلافت ثمرۂ شجرۂ رفعت چراغ دودمان ابہت، فروغ خاندان شوکت، قرۂ باصرۂ دولت واقبال، طرۂ ناصیۂ حشمت

واجلال، گرامی نسب، سمی المکان الممدوح بلسان العبد والحر شہزادۂ نامدار کامگار و الاتبار محمد سلطان بہادر

عالمگیر
زیب شاہ بہادر
اورنگ

بہادر ابن محمد اورنگ
سلطان محمد

ذیل مین شاہنشاہ اورنگ زیب کے ایک مطول فرمان کی نقل پیش کی جاتی ہی جو فی الحال رئیس پڈرونہ ضلع گورکھپور کے قبضہ مین ہی اور جس کو ریاست مذکور کے استقرار حقوق کا قبالہ سمجھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(طغرا بخط عربی)

(مہر شاہی)

درین وقت فرمان والاشان شرف صدور یافت کہ مبلغ پنجہزار و پانصد روپیہ جمع موضع کھیتیا وغیرہ سی و سہ موضع در نسبت معمولہ پرگنہ سدہوہ سرکار جونپور رمضان صوبہ الہ آباد در درجہ انعام نانکار نانھو زمیندار پرگنہ کہ مالگذار است و شیوۂ رعیت گیری را شعار خود ساختہ در چبوترہ عمال و جاگیرداران حاضر می باشد از فصل خریف یونت ئیل حسب الضمن مقرر باشد کہ حاصلات مواضع مذکورہ را با متعلقان صرف معیشت نمودہ بدعاے بقاے دولت روزافزون اشتغال نماید و در سربراہی و ازدیاد آبادانی تعید باشد۔ باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال مواضع مزبورہ را بتصرف او واگذارند اصلا و مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و بعلت مالوجہات و سایر جہات و اخراجات مثل قلعہ و حربیانہ و ضابطہ و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحم نشوند کہ بفراغ خاطر در آبادانی پرگنہ مقید باشد۔ بتاریخ نہم شہر شعبان المعظم سنہ ۲۷ جلوس معلے تحریر یافت۔

شرح یادداشت واقعۂ شاہی روز سہ شنبہ بست و چہارم شہر ربیع الثانی ۳۵ جلوس والا موافق سنہ ۱۰۹۳ ہجری مطابق امرداد ماہ آلٰہی برسالہ توتن الدولۃ العلیہ السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت شان سعادت نشان جملۃ الملکی مدار المہامی اسد خان ذو نوبت واقعہ نویسی کترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حبیب اللہ قلمی میگردد کہ بعرض مقدس معلی رسید کہ ناتھو زمیندار پرگنہ سدہوہ سرکار جونپور صوبہ الہ آباد مالگذار در دولتخواہ سرکار والا است حکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ مبلغ پنجہزار و پانصد روپیہ جمع موضع کھیپیا وغیرہ سی و سہ موضع در بست علاقہ پرگنہ مذکور در وجہ انعام ناتھو را مرحمت فرمودیم واقعہ شاہی ۱۵ شہر ربیع الثانی ۲۵ مطابق یادداشت قلمی شد۔ . . . . . . . . . . .

(تفصیل مواضع)

پڈرونہ ضلع گورکھپور مین ایک تعلقداری ہی جسکی ایک مفصل تاریخ مولوی عبدالغفور فاروقی مرحوم مغفور نے شجرۂ شاداب کے نام سے مدون کی ہی جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اس ریاست کے ساتھ شاہان مغلیہ کے کیا کیا احسانات رہے ہین۔ مولوی صاحب مرحوم کسی زمانہ مین سب ججی کے عہدہ پر ممتاز تھے اور اِسی سلسلہ مین انھین ایک عرصہ تک ریاست پڈرونہ کا مینجر رہنا پڑا اور آپکے زمانۂ انتظام مین ریاست کے کاروبار مین نمایان ترقی ہوئی جسکا احساس موجودہ رئیس کو سُنا جاتا ہے بیحد ہی۔ ریاست کے پاس قدیم شاہی اسناد کا ایک کافی ذخیرہ ہی اور اُن مین زیادہ تر بادشاہ عالمگیر کے عہد کے ہین جنکے متعلق مرحوم مندرجۂ ذیل معتدل الفاظ مین فرماتے ہین:۔

شاہنشاہ عالمگیر مین ہرچند شاہجہان کی سی فیاضی اور اکبر شاہ کی سی یکرنگی ہندو اور مسلمانون کے ساتھ نہ تھی مگر پھر بھی اُن کا دروازۂ دولت ہند وخیر خواہون کے لیے بالکل بند نہ تھا . . . . . . . . . . معزز خاندان کے مہذب آدمی جن کے صلات عطاے شاہی سے بہرہ مند ہونے کے لائق تھے اور خوش نصیبی کے ساتھ بہرہ مند بھی ہوے، وہ ابتک شکر گذاری کے ساتھ شاہان سلف کو ادب کے ساتھ یاد کرتے ہین چنانچہ ہم نے ایک تحریر راے الیسری پرتاب راے کی دیکھی ہی جسمین اُنھون نے

شاہنشاہ عالمگیر کا نام ان الفاظ کے ساتھ لیا ہے ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی پیر دستگیر حضرت اورنگ زیب شاہ غازی"

ان واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو، اور انصاف کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دو پھر ایمانداری کے ساتھ اگر کہہ سکتے ہو تو کہو کہ

"عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا"

سید محمد فاروق (شاہ پوری)

سنہ ۱۹۲۰ء مین جبکہ تحریک ترک موالات اپنے شباب پر تھی اور کراچی کے تاریخی مقدمہ کی وجہ سے جگت گرو سری شنکر اچاریہ جی کا نام ہر ہندوستانی کی زبان پر تھا، سری شنکراچاریہ جی سے ایک ملاقات کے دوران مین ہندو مسلم اتحاد پر گفتگو آئی، سلسلۂ بیان مین معلوم ہوا کہ اسی قسم کے چند فرامین صاحب موصوف کے پاس بھی محفوظ ہین۔ اُنھون نے یہ بھی فرمایا کہ مین تمام ہندو پبلک کو اطلاع عام دیتا پھرتا ہون کہ مسلم فرمانرواؤن کی بے تعصبی کا ثبوت اگر انھین ملنا ہے تو میرے سجادہ نشین رہا پٹھ مین آکر ان فرامین شاہی کو بچشم خود ملاحظہ فرمالین۔ جہانتک مجھے معلوم ہوا ہے ان منشور سلطانی کا تعلق سلطنت میسور کے اُس مشہور فرمانروا سے ہے جسکو انگریز مورخین نے نہایت ہی متعصب لیٹرا اور سنگدل ظاہر کیا ہے۔ اسکولی تاریخون کے پڑھنے والون مین سے کون ہے جو نہین جانتا کہ اُس کے دماغ کے مختصر کیرے مین ٹیپو سلطان کی کسقدر بھیانک اور تاریک تصویر منعکس ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ کوئی صاحب ان فرامین شاہی کے نقول حاصل کرکے اس دستاویزی شہادت کو مکمل کر دیتے

(ایڈیٹر)

# ترکِ تعلق

(۱)

مغموم کا نام اکثر اخباروں، رسالوں اور کتابوں میں نظر آتا۔ اُسکے مضامین میں جدت، زبان کی صفائی، بیان کی خوبی غرض سب صفتیں موجود ہوتیں ناظرین کی نظریں اُس کے مضامین کا چھپنے سے انتظار کرتی رہتیں۔ اکثر نوشق مضمون نگاروں کا قاعدہ ہو کہ جب وہ علمی و ادبی میدان میں اترتے ہیں تو گمنام رہ کر دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مضامین کے متعلق پبلک کی کیا رائے ہو لیکن مغموم اس قاعدہ کا پابند نہ معلوم ہوتا تھا۔ اسکو مضمون نویسی کرتے، نظمیں لکھتے کم و بیش سات آٹھ برس ہو چکے تھے۔ وہ ہر مہینہ تین چار مضمون ضرور لکھتا۔ اس عرصہ میں اُس نے ادبی و علمی دنیا میں بہت کچھ مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ لیکن خدا جانے کیا بات تھی کہ وہ اپنی ہستی کو مغموم کے پردہ میں چھپائے ہوئے تھا۔ دنیا کا قاعدہ ہو کہ لوگ دوسروں کے رازوں کو معلوم کرنے کی اتنی ہی کوشش کرتے ہیں، جتنی اپنے رازوں کو چھپانے کی۔ لیکن مغموم کی ہستی معلوم کرنے کی جتنی کوششیں کیگئیں بیکار ثابت ہوئیں۔ اخباروں اور رسالوں کے ایڈیٹروں سے اُس کا پتہ پوچھا گیا اور اُنھوں نے نہایت خوشی سے اُس کا پتہ لکھ بھیجا۔ لیکن اُس پر جو خطوط بھیجے گئے اُن میں سے ایک کا بھی جواب نہ آیا

(۲)

مغموم کی نامعلوم ہستی کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ ایک دن میں ایک مشہور رسالہ میں مغموم کی ایک تازہ نظم پڑھ پڑھ کر اُس کا لطف اٹھا رہا تھا۔ کہ میرے ایک دوست مجھسے ملنے آئے۔ اُن کا نام تصدق حسین تھا۔ وہ میرے بہت بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ اور میرا اُن کا زمانہ طالب علمی میں ساتھ بھی رہ چکا تھا۔ میں نے اُن کو بھی مغموم کی تازہ نظم "نالۂ غم" پڑھ کر سنائی اُنھوں نے نظم کی بہت تعریف کی اور میرے مذاق سلیم کی داد دی۔ لیکن دبی زبان سے دو ایک چھوٹے اعتراضات بھی کیے۔ میں نے اُن اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی۔ غرض ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے، لیکن گفتگو زیادہ تر، مغموم ہی کے متعلق تھی۔ دورانِ گفتگو میں میرے دوست نے

سوال کیا کہ آپ مغموم سے واقف بھی ہین ؟ مین نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا کہ اکثر اُن کے مضامین نظر سے گذرتے ہین، نظمین، دیکھنے مین آتی ہین۔ لیکن باوجود انتہائی کوشش کے مین یہ نہین معلوم کر سکا کہ یہ ہین کون صاحب ؟ میرے دوست ایک خاص انداز سے مسکرا ئے۔ اور کہنے لگے "بھائی معاف کرنا، ایک خاص وجہ سے مین نے اسے صیغہ راز مین رکھا تھا مغموم اور تصدیق ایک ہی ہستی کی دو نام ہین۔ حیرت کی وجہ سے میرے ہاتھ سے رسالہ چھوٹ پڑا اور دیر تک اُن کا منھ تکتا رہا

(۳)

میرے دوست نے کہا تعجب کی کوئی بات نہین۔ مین تمام واقعات کو تمھارے سامنے بیان کیے دیتا ہون قریب چار برس کے ہوے جب مین ایک مکان کے قریب سے ہو کر گذر رہا تھا، شام ہو رہی تھی، سورج غروب ہونے کو تھا۔ مین حسب معمول تفریح کے لیے باغ کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن جب مین اُس مکان کے قریب پہونچا، تو مین نے سُنا کہ کوئی میری ایک نظم نہایت شیرین آواز اور خوش الحانی سے گا رہا ہی۔ مین اُس مقام پر ٹھہر گیا اور اُسکے سُننے مین ایسا محو ہوا کہ کچھ ہوش نہ رہا۔ جب گانا ختم ہوا مین وہان سے بادل ناخواستہ روانہ ہوگیا، اب مین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ روز شام کے وقت اُدھر سے گذرتا اور کان اُسی نغمۂ جانفزا کے سننے کے مشتاق رہتے۔ روز تو نہین لیکن کبھی کبھی وہ روح پرور آواز ضرور کانون مین آجاتی تھی،

"مین نے تفتیش کی کہ آخر اس پردۂ زنگاری کی آڑ مین کون ہی؟ بڑی کوشش کے بعد پتہ لگا کہ مکان ایک وکیل صاحب کا ہی، اور اُن کی صاحبزادی جو نہایت تعلیم یافتہ ہین، موسیقی مین بھی دخل رکھتی ہین۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کی شادی کی تجویز ہو رہی ہی۔ اور ایک خوش قسمت نوجوان کا انتخاب بھی ہوگیا ہی۔ تم جانتے ہو کہ مین ابتک مجرد زندگی بسر کر رہا ہون گو کہ امید کم تھی، لیکن مین نے بھی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ میری خوش قسمتی کہ مجھ کو ترجیح دی گئی اور پہلی نسبت چھوٹ گئی اس کے بجاے کہ مین خود وکیل صاحب سے ملنے جاتا، مین نے مناسب سمجھا کہ اپنی تصویر وکیل صاحب کے پاس بھیجدون۔

"تصویرین میرے پاس پہلے سے بھی موجود تھین۔ لیکن وکیل صاحب کے پاس بھیجنے کے لیے مین نے نئی تصویرین کھنچوانے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے شہر کے اعلیٰ ترین فوٹوگرافر کے پاس گیا،

(۴)

"فوٹو گرافر نے نہایت خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا، اور تصویر کھینچنے کے لیے مجھے دوکان کے پچھلے حصہ مین لے گیا۔ جب مین کرسی پر بیٹھا تو مجھ سے فوٹو گرافر نے کہا۔ "جناب آپ اپنی بائین ٹانگ اوپر کو اٹھا لیجیے اور ایک آنکھ بند کر لیجیے" مین نے اُسکو تیز نظر سے دیکھا اور دو چار سخت باتین بھی کہین۔ اِس پر اُس نے جیب سے ایک بڑا سا تیز چاقو نکالا اور کہا "یا تو میرے کہنے کے مطابق عمل کیجیے ورنہ یہان سے زندہ نکلنا غیر ممکن ہی"

"بھائی اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ واقعی جان بڑی پیاری ہوتی ہی۔ مین نے اسکی ہدایت پر عمل کیا۔ اُسکے بعد اُس نے مختلف مضحکہ خیز حالتون مین میری تصویر کھینچی۔ کیونکہ مین اُسکے حکم مانے پر بالکل مجبور تھا اور وہ جو کہتا تھا مجھے طوعاً و کرہاً وہی کرنا پڑتا تھا۔

"جب ظالم فوٹو گرافر اپنا کام کر چکا، تو اُس نے مجھے کرسی سے اُٹھنے اور اپنے گھر کا راستہ لینے کی اجازت دی۔ جب مین چلنے لگا تو اُس نے کہا کہ مجھے آپ پاگل نہ خیال کرین مین نے انتقام لے لیا ہی۔ اور انتقام کی سب سے عمدہ تدبیر یہی تھی۔ مین نے پوچھا کہ آخر مین نے تمھارا کیا نقصان کیا ہی؟" اُس نے جواب دیا کہ اس سے بڑھکر اور کیا نقصان ہوگا کہ تم نے میری لگی لگائی نسبت چھڑوا دی خیر اب تم وکیل صاحب کے ہان شادی کر لو گے تو دیکھون گا"

"مین وہان سے چلا آیا اور چاہا کہ کسی دوسرے فوٹو گرافر سے تصویر کھنچوا کر وکیل صاحب کے ہان بھیجون لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اِس واقعہ کے آٹھ گھنٹہ بعد میرے نام سے بارہ تصویرین وکیل صاحب کے پاس پہونچ گئین اور گو وکیل صاحب اسوقت اپنے کمرے مین اکیلے تھے لیکن دیر تک اُن کے کمرہ سے قہقہون کی آواز آتی رہی،

"تیسرے دن، مشاطہ نے مجھے وکیل صاحب کا یہ قطعی فیصلہ سنا دیا کہ اب میرے ہان سلسلہ جنبانی کرنیکی کی ضرورت نہین" بھائی اِس واقعہ کو قریب قریب تین ماہ گذر چکے ہین۔ جب سے نہ مین کوئی نظم لکھ سکا ہون اور نہ مضمون، اگر یہی حالت رہی تو شاید ادبی و علمی دنیا، مغموم کو بہت جلد فراموش کر دے گی۔ اب تک میری کوشش ہوتی تھی کہ ہر مضمون پچھلے مضمون سے بہتر اور ہر نظم دوسری نظمون سے بڑھی ہوئی ہو امید یہ ہوتی تھی کہ شاید یہ "کسی" کی نظر سے گذرے۔ لیکن اب تمام امیدون پر پانی پھر گیا ہی۔ خدا جانے آئندہ قلم مین قدرت، اور دل مین لکھنے کا جوش پیدا ہوتا ہو"

عاکی لکھنوی

# ایک غیب دان

یہ بات انسان کی سرشت مین داخل ہر کہ وہ ہمیشہ ان باتون کی ٹوہ اور تلاش مین رہتا ہی جو اُسکی دریافت اور حیطہ ادراک سے مخفی یا اوجھل ہین مخفیات کے علم کے واسطے وہ بہت کچھ ہاتھ پیر مارتا رہتا ہی صرف اپنی بابت ہی نہین دوسرون کی بابت بھی اُسکو تلاش رہتی ہی وہ ہمیشہ اسی تلاش اور ٹوہ مین رہتا ہی کہ لوگون کے سینون کو ٹٹول کر دیکھے کہ اُن مین کیا کچھ بھرا ہوا اور آنے والی گھڑیون مین کیا کچھ آنے اور ہونے والا ہی وہ خود بھی اپنی قسمت اور تقدیر کی دریافت مین بعض وقت سرگردان رہتا ہی اُن خیالات اور اُن تمناؤن کی سرسبزی کے واسطے وہ دور تک پہنچتا ہے جوتش اور نجوم سے کام لیتا ہی جفر اور رمل کا دروازہ بھی بے صبری کے ساتھ کھٹکھٹاتا ہی ہتھیلیون یا خطوط دست دیا اور خطوط پیشانی سے بھی کبھی استدلال کرتا ہی قیافہ اور استخارہ سے بھی کام نکالتا آخر تفاول بھی کرتا ہی غرض مختلف طریقون سے غیب دانی کا شائق یا کشتۂ غیب دانی ہی۔ نہ صرف عوام ہی اس تمنا کے تختۂ مشق رہتے ہین بڑے بڑے خواص اور علم والے بھی اس کے گاہک ہین منجم وہ لوگ بھی ہین جو اپنے وقت مین بادشاہون کے دربارون مین گران بہا مواجب پاکر غیب دانی کا دم بھرا کرتے ہین۔ جہان اس وقت تہذیب اور علم وفضل اور سائنس کا بھی شور دسنعت ہی وہان بھی اس قماش کے لوگ بہ کثرت پائے جاتے ہین وحشی نسلین بھی اس کی شایق رہتی ہین اُن کے دل ودماغ بھی اس ضرورت یا اس خبط سے خالی نہین ہین غریبون کے مقابلہ مین ہر ملک اور ہر قوم مین وہ لوگ زیادہ تر ان باتون کے جویان اور خواہشمند رہتے ہین۔ جو خصوصیت سے برکات دنیا سے متمتع ہوتے ہین جسطرح بعض لوگ ہمیشہ کیمیا گری اور سونا چاندی بنانے کے متوالے رہتے ہین اسیطرح اکثر لوگ کشتۂ غیب دانی بھی ہین جو لوگ غیب دانی پر یقین بھی نہین رکھتے وہ بھی کسی حد تک اس کے گاہک اور مشتاق رہتے ہین حکومتون نے جب کچھ اور ذریعہ غیب دانی کا نہ دیکھا تو جاسوسون اور خفیہ پولیس سے بھی کام لے لیا۔ کون سی اس وقت حکومت ہی جسمین یہ صیغہ ایک وسعت کے ساتھ کھلا نہین ہے سچ پوچھو تو حکومتون کا خفیہ پولیس رکھنا بھی ایک چلتا راز دار صیغہ ہی،

(خبط غیب دانی)

جسطرح بعض فلاسفرون نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہی اسی طرح بعض ادبی ارکان بھی اس سے غافل نہیں رہے اوبائے زمان نے چیستانون اور معماؤن سے غیب دانی کا چسکہ ڈالنے مین کسر نہیں رکھی بعض فلاسفرون کی یہ راے ہی کہ بعض مجانین جو بعض وقت ٹرین مارکر الاپتے رہتے ہین اُنکی قوتین بھی سمٹ کر کبھی کبھی غیب کی باتین کہ جاتی ہین جو درست بھی گاہ گاہ نکلتی ہین ان کی راے مین جب بوجہ جنون کے قوتین اور جذبات یکسو ہو جاتے ہین تو ان کے ادراک، مین بھی یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہی کہ وہ مغیبات پر بھی کچھ کہہ سکین اس سلسلہ مین مسمریزم والون کو رکھ لو وہ بھی قوتون کی اجتماعی ادراک ہونے کی وجہ ہی سے معمولون سے کچھ کچھ غیب کی باتین کہلوا لیتے ہین معمول اپنی قوتون اور ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر بولے جاتا ہی اور بسا اوقات ناظرین یہ کہنے پر تیار ہو جاتے ہین کہ بعض باتین اُن کی درست بھی نکلتی ہین،

بعض وقت بعض لوگ کوئی لکڑی یا کوئی تصویر کسی کی چھاتی پر جو خواب مین ہو رکھ کر یہ سنا کرتے ہین کہ اسکے اندرون سے کیا آواز آتی ہی ایسے لوگون کا یقین ہی کہ اس عمل سے بعض ہستیان جو معمول ہوتی ہین راز کی باتین کہدیا کرتی ہین۔

(راز)

اگرچہ بہت سی ہستیان اپنے راز کی باتین یا اپنے راز ساتھ ہی لیجاتی ہین لیکن بہت سے راز کھل بھی جاتے ہین اور یون دوسرے لوگ اس کوشش مین بھی رہتے ہین کہ کسی نہ کسی طرح راز کا انکشاف ہو سکے حکومتون کی جانب سے حروف اور الفاظ مقرر ہین راز کی باتین لکھی اور کہی جاتی ہین مگر بعض لوگ اُن پر بھی عبور کر لینے کی مشق رکھتے ہین راز کا دریافت کر لینا گویا ایک فتح شمار ہوتی ہی۔

(کانا پھوسی)

لوگ بہتیری کانا پھوسیان کرتے اور راز چھپانے کی کوشش مین رہتے ہین مگر یار لوگ بھی کچھ نہ کچھ اُڑا ہی لیتے ہین گویا دیوار ہم گوش دارد کی فلاسفی ادر پیش بینی پر بھی اصرار کرنے سے چوکتے نہین کتنی دنیا اور کتنی ایسی ہستیان ہین جو راز کا نکلنا پسند نہین کرتین اور اس پر بھی راز کی

باتین کبھی نہ کبھی طشت ازبام ہو ہی جاتی ہین رازدان بھی کھول ہی دیتے ہین۔

(ایک غیب دان کی خواہش)

دنیا یا انسانون کی منڈیون مین ایک ہی قسم کے لوگ نہین ہوتے جسطرح باغون اور جنگلون مین مختلف قسم کے درخت اور پودے ہوتے ہین یہی کیفیت انسانی پود اور انسانی نسلون کی بھی ہر کوئی کسی کام مین مصروف ہر تو کوئی کسی مین اگر ایک نمایش کرکے دیکھا جائے تو انسانی خیالات کے تنوع کا پتہ لگنا کچھ مشکل نہین،

ایک شائق غیب دان ہمیشہ اس فکر و تردد مین رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ غیب دانی سیکھ سکے جوتش اور نجوم بھی سیکھا جفر اور رمل مین بھی دست گاہ پیدا کی مگر بات نو ٹرہ چڑھی آخر مرمٹ کر ایک روز اسی خبط مین جو سوگیا تو خواب مین کیا دیکھتا ہر کہ ایک نورانی ہستی اُس سے ہنس ہنس کر یہ سندیسا دیتی ہر کہ آخر تمھاری آرزو سُنی گئی اور تمھین غیب دانی کچھ عرصہ کے واسطے دی جاتی ہر، یہ لو۔ اسے حضرتِ من سینہ کے ڈبہ مین حفاظت سے رکھو اور وقت پر کام مین لاؤ۔

(غیب کی باتین)

کلید غیب کے ملتے ہی غیب دان کا سینہ کھُل گیا جسطرف نظر پڑتی ہر اندرونی راز منکشف ہوجاتے ہین۔ اِس نعمت کے ملنے سے غیب دان کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی رہ رہ کر غیب دانی سے کام لینا شروع کیا نہ کچھ ہینگ لگی نہ پھٹکری یون ہی یہ کمال حاصل ہوگیا جس شخص کی نسبت خیال آتا جو شخص سامنے آتا اور دل چاہتا اسکی مخفی حالت کھُل جاتی،

(سنتے چلو)

(غیب دان) کہو تو مین تمھارے سینہ کی باتین بتلادون،

(کوئی) یہ کیسے ہو سکتا ہر سوائے رب العالمین کے اور کون غیب دان ہر،

(غ) یہ بھی کوئی بات ہر کہو تو سب کچھ بتادون

(ک) اچھا میرے دل پر نظر کرو اور بتاؤ۔

(غ) بہت اچھا۔ مین دیکھتا ہون کہ اِس وقت تمھارے دل و دماغ مین مختلف خیالات دورہ کر رہے ہین ایک تو تم میری نسبت ہی یہ سوچ رہے ہو کہ یہ کیسا پاگل آدمی ہر غیب کون جان سکتا ہر

دوسرے تمھین یہ خدشہ بھی لگ رہا ہی کہ کل کیا ہوگا تو مین تمھین بتا دون کل تمھارا قرض خواہ آئے گا اور اسکی اور تمھاری لڑائی ہوگی سمجھے،

(ک) پہلی بات تو درست کہی مگر ہے قیاس اور کل کی بات کل دیکھی جائے گی۔

(غ) اور بتلاؤن اس وقت تم اس فکر مین ہو کہ کس طرح قرضہ دور ہو بہتر ہی کہ قرض خواہ کو کوئی جُل دیا جائے،

(ک) یہ بھی ٹھیک

(غ) اور کیون کل تمھارے گھر مین ایک جھگڑا ہوا اور تم نے فلان ۔۔۔۔۔۔ کی نسبت سوچا کہ اگر وہ نہ مانے تو اُس کے ساتھ یون کیا جائے،

(فلان) ایں میری نسبت یہ بات۔ ایک ہی کہی،

یہ کہا اور دہم سے (ک) کو پکڑ لیا اور دونون گتھم گتھا ہو گئے

(غ) غیب دان یہ دیکھ کر حیران سا رہ گیا اور پچھتایا کہ کیون یہ راز بتا دیا،

ان ہی خیالات مین تھا کہ (ک) نے غیب دان کو پکڑ لیا اور کہا کہ او کم بخت تو خواہ مخواہ لوگون مین لڑائی ڈلواتا ہی تو کہان کا غیب دان آگیا اسیر فلان بھی اُس کا گلوگیر ہوگیا یہ دیکھ کر غیب دان پانون سر پر رکھ کر بگ ٹٹ بھاگا اور گھر مین جا چھپا،

گھر مین پہنچتے ہی دیکھا کہ بیوی چولھے پر بیٹھی رو رہی ہی سینہ اور دل پر جو نظر پڑتی ہی تو کیا دیکھتا ہی کہ بیوی کا دل ایک خاص صدمہ کی وجہ سے ماؤف ہی پوچھنے پر کچھ بتلاتی نہین مزید غور سے پتہ لگتا ہی کہ بیوی بعض باتون سے تنگ ہو کر میکے مین جانا چاہتی ہی،

(غ) کیون تو میکے جانا چاہتی ہی،

(ب) نہین۔

(غ) نہین کیون، مین تمھارے دل کی بات کہہ رہا ہون سچ کہو،

بیوی خاموش رہتی ہی غیب دان خاوند سر پر ایک چپت رسید کرتا ہی۔ غو غا سُن کر بیوی کا بھائی اور باپ آجاتے ہین اور گتھم گتھا ہو کر غیب دان کو زمین پر گرا دیتے ہین۔ غیب دان سر بغل مین لیکر بھاگتا ہی اور بازار مین جا کر دم لیتا ہی،

پولیس کا افسر بدحواسی مین بھاگتے ہوے دیکھ کر غیب دان کو بازار مین کھڑا کر لیتا ہی

(پ) کیا بات ہی اور کیا واقعہ ہی یون بھاگے جاتے ہو،

(غ) کچھ بات نہین مین تمھارے دل کی تختی پڑھ رہا ہون، تم فلان تفتیش مین فلان ملزم سے اتنا مال لے چکے ہو اور اب اس فکر مین ہو کہ کوئی شکایت نہ کر دے،

(پ) او بدحواس بدمعاش مجھپر یہ الزام لگانے سے تجھے شرم نہین آتی

(غ) مین تو تمھارے دل کی بات کہہ رہا ہون۔

پولیس افسر زور سے ایک تھپڑ جو مارتا ہی تو خود بدولت غیب دان دہم سے زمین پر گر جاتے ہین، پولیس افسر خاموشی سے اپنی راہ لیتا ہی غیب دان اٹھ کر اپنے ایک دوست کے گھر مین گرتا پڑتا پہنچتا ہی تو کیا دیکھتا ہی کہ میان بیوی دونون ایک میز کے گرد بیٹھے ہوے کسی خانگی معاملہ پر غور کر رہے ہین آپ کی پہلی نظر جو دونون کے سینہ پر پڑتی ہی تو ساری حقیقت کھل جاتی ہی۔

(دوست) کہان سے آئے اور کیون حیران کھڑے ہو،

(غ) مین حیران ہون کہ تم اس وقت خواہ مخواہ کس کشمکش مین پڑے ہو یہ کام نہین ہونیکا،

(دوست) تم کس طرح کہتے ہو،

(غ) مین دلون کی باتین جان سکتا ہون کیون سچ نہین ہی،

(دوست کی بیوی) سچ تو ہے مگر کیا تم اس قابل ہو کہ کسی شریف کے گھر مین آسکو بدبخت دیکھتے نہین ہو اسد میان دلون کی سب باتین جانتا اور دیکھتا ہی اور کسی پر ظاہر نہین کرتا تم گھر بہ گھر ہیری پھیری کرکے لوگون کی پردہ دری کرتے پھرتے ہو۔

(دوست) نکل جاؤ کم بخت تم ہی بڑے غیب دان آگئے۔

(غ) مین تو جو کچھ دلون مین دیکھتا ہون وہی کہتا ہون اور بے کم و کاست کیون جو کچھ کہا ہی ایمان سے کہو وہ درست نہین

(دوست) مصیبت تمھارے ایمان کے سر پنجہ اکومت غصہ مین آکر دوست کی بیوی نے اتنی گالیان دین کہ گویا گالیون کی ساری ڈکشنری ہی ختم کر دی کانپتے ہوے حضرت غیب دان جلدی جلدی گھر کی چار دیواری سے باہر نکلے تو دم مین دم آیا۔ راہ جاتے ایک ناواقف شخص مل گئے

مہ رو کے دل پر جو نظر پڑتی ہے تو بیساختہ بول اُٹھتے ہیں،

(غ) او جانے والے کس خیال میں جاتا ہے دیکھ اور سُن تو ورثہ لینے کے واسطے کیا کچھ سوچ رہا ہے اگر میں تیرے شر کا اور ثہ کو بتادوں تو کیا ہو بات سچی تھی (رہرو حیران ہوکر بولا تم کون ہو جو راہ چلتے دلوں کی تختیاں پڑھتے پھرتے ہو۔

(غ) تم کہو تو سہی کیسی پتہ کی کہی ہے،

(رہ رو غصہ میں آکر بکڑتا ہے اور دھپ مارتا ہے اور خود رفو چکر ہو جاتا ہے حضرت غیب دان اپنا سا منھ لیکر رواں رواں گھر کی راہ لیتے ہیں گھر میں جا کر دیکھتے ہیں نہ بیوی ہے نہ بال بچہ ہے کتے اور بلیاں گھر کا جائزہ لے رہی ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر گھٹنوں میں منھ دیکر بیٹھ گئے۔ نہ جائے رفتن نہ راہ ماندن۔

(اپنے)

آنے والے دن کی تختی پر جو دیکھتے ہیں تو اس میں کچھ اور ہی لکھا پاتے ہیں نصیبوں کو روتے اور واویلا کرتے ہیں اس اُدھیڑ بُن میں تھے کہ وہی غیب کی کلید دینے والی ہستی آگئی اور غصہ سے کلید واپس لیکر چلتی بنی۔

(ہوش آگیا)

دو تین دن کی غیب دانی نے وہ لطف دکھایا کہ اگر اور دو روز رہتی تو غیب دانی کے نشہ میں جان ہی جاتی پشیمان ہوکر سجدہ میں گر کر دعا کرتے ہیں،

(دعا)

اے رب العالمین اے سینوں کو سلامت روی سے ٹٹولنے والے اے دلوں کے پردوں کو سکون اور حوصلہ سے کھولنے والے اے سب اسرار کے جاننے والے اے عالم الغیب اے غیب کی چابیاں رکھنے والے، اے ستار اسرار غیب، اے سب مخفیات کے عالم اے سب رموز خفی وجلی کے اندازہ لگانے والے عالم الغیبی صرف تجھے ہی سجتی ہے اور تو ہی اس کا اہل اور بنانے والا ہے، تو نے انسانوں کو ہاں ہم کو جو علم غیب نہیں دیا ہے تو نے جو ہمیں بمصداق وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ایک خاص حد تک علم دیا ہے اسمیں بھی ایک حکمت ہے اسے مجھے دو روز میں ہی معلوم ہو گیا کہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں۔ ہماری زندگیاں اسی صورت میں

طمانیت سے گذر سکتی ہین کہ جب ہم ایک دوسرے کے مخفی حالات اور اسرار سے واقف نہ ہون یا ایک خاص حد تک واقف ہون اور ہم آئندہ کی باتین نہ جان سکین کیونکہ ہم محافظ اسرار نہین ہین ہم وہ بات نہین رکھتے جو تو رکھتا ہو تو ہمارے عیوب کو جانتا اور اُن پر نظر کرتا ہو لیکن ایک دوسرے پر افشا نہین کرتا، اے غیب دان تو ہماری وہ باتین جانتا ہو جن کے اظہار سے ہماری زندگیان تلخ ہو سکتی ہین اور ہم ایک دوسرے کے مقابلہ مین ذلیل ہوتے ہین اے ستار عیوب تیری ہی قدرت ہو کہ تو دیکھتا اور جانتا ہو اور پھر افشا نہین کرتا دلون کی تختیان تیری نظر مین رہتی ہین اور تو اُنھین پردۂ غیب مین رہنے دیتا ہو اگر ہماری طرح تو بے حوصلہ ہوتا اور زبان قدرت دلون کے حالات علانیہ کہتی تو آج ہم ایک سخت مصیبت مین گرفتار ہوتے، اے قدوسون کے قدوس اے ستار العیوب اے دلون پر نظر کرنے والے مین کبھی بھی غیب دانی کی کوشش نہین کرون گا اور اگر کسی کا راز زندگی مجھے کسی طرح معلوم بھی ہو جائیگا تو اُس کے اظہار سے حتی الامکان بچون گا،

سلطان احمد

دل کی پاکیزگی ہمارا عمدہ سے عمدہ خزانہ، بڑی سے بڑی عزت اور شریف سے شریف جائداد ہو اس کا نام شعاع معرفت ہو (گلیڈسٹن)

دوسرے کے دل کو فتح کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہو کہ تم اپنا دل اسکے کام مین لگا دو (گولڈ اسمتھ)

مین نے صرف ایک مدرسہ مین تعلیم پائی ہو اور وہ مدرسہ بھی "دنیا" ہو جسمین محنت اور مصیبت روڑے جُست وچالاک اُستاد درس دیتے ہین (ہگ مر)

دُنیا مین کانی سے زیادہ عداوت ہو کافی سے زیادہ بغض وحسد کافی سے زیادہ نفرت اور نا اتفاقی ہیں وہ لوگ جو نیکی و ہمدردی کی لاف زنی کرتے ہین سُن لین کہ وہ اس خلیج کے عرض کو بڑھانیکا موجب بنین بلکہ عملی طور پر اُنکی زندگی کا مشن یہ ہو کہ وہ نفرت کو گھٹائین اور محبت کو ترقی دین (کولرج)

"ہمایون"

# جنوبی ہند کی عظمت

سچ پوچھا جائے تو ہندوستان تاریخی نقطۂ نظر سے ایک معمہ ہی جو کبھی نہ حل ہوا ہے اور نہ آئندہ حل ہونے کی امید، قطع نظر اس کے کہ ہندوستان کو ایک بّرِ اعظم کہا جائے یا ایک ملک، خود اس کا نام ہی ایک تشریح طلب مسئلہ ہی آج لفظ ہندوستان کو جن وسیع معنی مین استعمال کیا جاتا ہی یہ بہت بعد کی ترقی ہی ورنہ حقیقت مین ہندوستھان یا ہندوستان کا لقب مسلمانون نے صرف اسی حصۂ ملک کو دیا تھا جسے ہندو مصنفین آریہ ورت لکھتے آئے ہین۔

زمانۂ قدیم مین سنسکرت کے ایک لفظ دکھشنا (جنوب) سے تمام جنوبی جزیرہ نما مراد لی جاتی تھی مگر آج دکھن کا ملک، صرف دریاے تاپتی سے دریاے تنگ بھدرا تک محدود سمجھا جاتا ہے، اور اس کے بعد جنوب مین تنگ بھدرا سے راس کماری تک "وتا ملکم" کا علاقہ ہی،

ابتداے تاریخ سے ہندوستان، بدقسمت ہندوستان کو بیرونی حملون کے خطرے ہی نے کبھی اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اپنی اندرونی پیچیدگیون کو سلجھانے کی طرف متوجہ ہوتا چنانچہ آج ایک ظاہر بین نگاہ شمالی ہند مین فوجون کی دھوم دھام، دربارون کا تزک و احتشام، عمارات کی شوکت و استحکام کو دیکھ کر ایسی خیرہ ہو جاتی ہی کہ وہ جنوبی ہند کو سکوت مردہ کا مرادف سمجھنے لگتی ہے مگر تاریخ کے بغور مطالعہ نے ثابت کر دیا ہی کہ یہ خیال حقیقت کے سراسر منافی ہی۔

آج یہ ایک مسلم حقیقت ہی کہ جو خصوصیت اور امتیاز جنوب کو حاصل ہی شمالی ہند کی تاریخ اس سے قطعی نا بلد ملیگی جس وقت شمالی ہند مین اٹھارہ پرانون کا زور شور تھا جنوب بھی علحدہ اپنے پران رکھتا تھا ابتدائی تین صدی عیسوی مین اس کی تہذیب و شایستگی نہایت عروج پر پہونچی ہوئی تھی تامل قوم کی تہذیب آرین لوگون سے بالکل جدا گانہ تھی اس نے اپنی تامل زبان مین علم ادب کا اچھا ذخیرہ بہم پہونچا لیا تھا جس مین رزم و بزم کی نظمون سے لیکر فلسفہ تک کے مضامین فراہم کر لیے گئے تھے،

شروع شروع مین شمالی ہند کے جو جلا وطن جنوب مین آ کر اقامت گزین ہو گئے تھے جب

اُنھون نے ذات پات کے مسئلہ کو اُٹھایا ہے تو ان کی سخت مخالفت کی گئی اس سے خیال ہوتا ہے کہ چھوت چھات کا یہ رواج جس پر اب جنوبی ہند مین کئی سو برس سے نہایت سختی کے ساتھ عمل درآمد ہو رہا ہے اسوقت بالکل ابتدائی اور ناکمل حالت مین تھا،

اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ فن سنگ تراشی مین جو ترقی جنوبی ہند نے کی ہے وہ دنیا کے کسی حصہ مین نہین پائی جاتی، چلوکیا خاندان کی یادگارون مین غار ہائے اجنٹا اب تک موجود ہین جو اُس وقت کی فن مصوری اور نقاشی کی اعلیٰ ترقی کا بزبان حال پتہ دے رہے ہین۔ یہ صنعت دکن مین فارس اور یونان سے لائی گئی تھی اور ایرانی سفیرون کی دکن مین آمد و رفت کی سند تاریخ سے بھی ملتی ہے۔ بقول چینی سیاح ہیوان سیانگ یہ غار چھٹی صدی عیسوی مین راجہ پلاکشن ثانی نے اپنی قوت مادی کے اظہار کے لیے بنوائے تھے اور اسی راجہ کی زبردست طاقت تھی جس نے شمالی ہند کے راجہ ہرش وردہن کی فوج کشی کے وقت جنوب کے واسطے سد باب کا کام دیا۔

ایلورہ مین کیلاش کا مندر، راشٹرکوٹ خاندان کے راجہ کرشن اول کے نام نامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ قابل دید عمارت دنیا کے نادر عجائبات مین شمار کی جاتی ہے سنگتراشی کا اس سے بہتر نمونہ مشکل سے پیدا ہو سکے گا، لہذا کوئی قوم جسقدر بھی اس پر فخر و ناز کرے کم ہے اور اُس کے بانی کی جسقدر بھی عزت و توقیر روا رکھی تھوڑی ہے راجہ امو گھ ورش اس خاندان کا سب سے زبردست راجہ مانا گیا ہے اُس نے ساٹھ برس سے زیادہ مدت تک حکومت کی، نوین صدی عیسوی کے اسلامی مورخین اسکو دنیا کی بڑی بڑی طاقتون مین چوتھے نمبر مین شمار کرتے ہین انہین خلیفۂ بغداد، فغفور چین اور شاہ روم (قسطنطنیہ) کی سلطنتین ایک دوسرے کی ہم پلہ تھین۔

جنوبی ہند مین اسکے علاوہ اور بھی بکثرت مندر پائے جاتے ہین جین اور بدھ مت کی دیکھا دیکھی ہندوؤن مین بھی دیوتاؤن کے مندر پہاڑون مین تراش کر بنانے کا رواج ہو گیا تھا چنانچہ اکثر وشنو اور شیو جی کے مندر چھٹی صدی کی یادگار موجود ہین ان مین سے ایک بادامی مین راجہ منگلیش چلوکیا کا بنوایا ہوا اور دوسرا تنجور مین راجہ راجہ چولا کی شاندار فتوحات کی یادگار ہے،

یہ سچ ہے کہ دکن مین بھی حکومتون کے باہمی تنازعات نے ناگوار صورتین اختیار کی ہین، بڑی بڑی جنگون کا سامنا ہوا ہے۔ لیکن جو بات وہان قابل تعریف تھی وہ یہ ہے کہ آپس مین وہ ایک

دوسرے کی ملکی آزادی، قومی عزت، خودداری و وقار کے خیالات کو مد نظر رکھتے تھے کسی کے مذہبی معاملات مین دخل دینا مندرون کو تباہ کرنا، یا صنعت و حرفت کے مٹانے کی کوشش کرنا بمنزلہ حرام سمجھا جاتا تھا قدیم تامل قوم مین غلامی کا نام و نشان تک نہ تھا چنانچہ میگستھینیز لکھتا ہے کہ تمام ہندوستانی آزاد ہین اور تمام ملک مین ایک بھی غلام نہین ملتا۔

جنوب مین تمام سلطنتون کے پاس بڑے بڑے بحری بیڑے تھے اور ہمیشہ مشرق سے چینی مغرب سے عرب اور رومی تاجر آتے رہتے تھے؛ یہ لوگ یہان سے موتی، گول مرچ، فیروزہ، اور ہندوستان کی دیگر کارآمد اشیا لیجاتے تھے، اور اُن کے عوض سونا، چاندی اور اپنے اپنے ملکون کی دستکاری کے نمونے دے جاتے تھے۔ اور یہ امر بھی قابل وثوق ذرایع سے ثابت ہے کہ تیسری صدی عیسوی سے قبل جنوبی ہند مین رومی رعایا کی بکثرت نوآبادیان قائم تھین ان مختلف قومون کی آمد و رفت کا اثر اُس زمانہ تہذیب اور شائستگی مین نمایان طور پر نظر آتا ہے،

ہم دیکھتے ہین کہ فن نقاشی اور مصوری کے ساتھ ساتھ سنسکرت علم ادب کی صنعت نے بھی خاصا عروج حاصل کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ فنون سنگتراشی، ڈرامہ نویسی اور موسیقی نے بھی بہت کچھ ترقی کرلی تھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت ڈرامہ کی دو قسمین تھین ایک وہ جو تامل یا دیسی کہلاتا تھا اُس مین ملک کی اندرونی حالت پر مختلف صورتون سے تبصرہ کیا جاتا تھا اُس مین حسن و عشق کی چاشنی بھی دی جاتی تھی، دوسرا ڈرامہ شمال کے آرین لوگون سے متعلق تھا۔ وہ بہت خشک اور غیر دلچسپ ہوا کرتا تھا۔ اُس کا میدان عمل محض شاہی خاندانون کے عروج و زوال تک محدود رکھا گیا تھا۔

جنوبی ہند کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا مذہبی پہلو ہے۔ اور اسی پر تفصیل سے بحث کرنا ہمارے مضمون کا اصلی مقصد ہے۔ دکن مین مذہبی حالت نے واقعات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بہت سی کروٹین بدلین۔ بدھ مت نے اول تو کئی صدی تک اچھی ہر دلعزیزی نہین پیدا کی اُسپر جین اور ہندو مذہب کی شدید جد و جہد نے اُس کو زیادہ اُبھرنے کا موقع نہ دیا۔ حتی کہ بارھوین صدی عیسوی کے بعد سے اُس کا وجود و عدم یکسان سمجھا جانے لگا۔ اِس مین شک نہین کہ جنوبی ہند مین مہندر (اشوک کے بھائی اور بعض نے بیٹا لکھا ہے) نے تبلیغ کا فرض خوب ادا کیا۔ چنانچہ جو کچھ بھی

کامیابی بدھ مت کو جنوب مین ہوئی وہ سب اسکی اور اُسکے چند اور شریک کار مبلغین کی کوششون کا نتیجہ تھی۔

یہ آج تک تحقیق نہ ہوسکا کہ جین مذہب جنوبی ہند مین کیونکر آیا اور کون لایا مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہو کہ بدھ مت کے دوش بدوش جین مذہب بھی جنوب مین رائج ہوگیا، لیکن اسمین شبہ کی بالکل گنجائش نہین کہ جین مذہب نے ابتدا ہی سے جنوب مین نہایت استحکام حاصل کرلیا تھا اور سو برس تک اُس کو قائم اور برقرار رکھا، ساتوین صدی مین جب بدھ مت کا زوال شروع ہوا تو جنوبی ہند کو ہندو دھرم سے دوچار ہونا پڑا۔ اور کئی موقعون پر اُسکو اپنے نئے مدمقابل کا نہایت سختی اور زور شور کے ساتھ سامنا کرنا پڑا۔

راجہ اموگھ درش جین مذہب کا پیرو اور جین مت کے ڈگیمبر فرقہ کا خاص مربی وسرپرست تھا ڈگیمبر فرقہ کے جینیون نے جتنی جلد ترقی کی۔ وہ نہایت حیرت انگیز ہو اُسکے فدائیون مین سے دو روحانی رہنما جان سین اور گونا بھدرہ قابل ذکر ہین اُنھون نے جنوب مین کئی راجاؤن کے عہد دیکھے اور بدھ مت کے زوال مین ان دونون کے خاص ہاتھ تھے۔

لیکن اِدھر بدھ مت کو زوال شروع ہوا اُدھر ہندو دھرم نئے سرے سے جنم لیکر کھڑا ہوگیا۔ ہندو مذہب مین قربانی کی رسم پر کثرت سے چھوٹے چھوٹے رسالے تصنیف کیے گئے ہندو دھرم کے پرانون مین جو طریقے اور رواج درج ہین وہ عام طور پر پسند کیے جانے لگے، اور ہر مقام پر بڑے بڑے عالیشان مندر وشنو، شیوجی یا کسی دوسرے دیوتا کے نام پر تعمیر کرائے گئے۔ غرض یہ کہ جین مت اور ہندو دھرم کا گو ایک مدت تک چولی دامن کا ساتھ رہا پھر بھی اُن مین سخت دشمنی قائم رہی اور اُس زمانہ کی جتنی لڑائیان اور معرکے ہم کو معلوم ہوے ہین اُن سب مین یہ عداوت صاف جھلکتی ہو۔

۱۱۶۰ء مین دکن ایک مذہبی انقلاب سے یک بیک بیدار ہو جاتا ہو۔ شیوجی کو ایک دوسرے حسی پہنا کر بہر شیو یا لنگایت کے نام سے ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی گئی جو آج بھی پوری جماعت کے ساتھ موجود ہو اُس وقت مین بجالا ایک جینی راجہ روبہ اقتدار تھا۔ اُس نے اس فرقہ کے دو بزرگون کی آنکھین نکلوا ڈالین۔ چنانچہ وہ اُس کی باداش مین قتل کردیا گیا، جیسا قاعدہ ہو کہ مقدس لوگون کا خون نئے مذہب کے درخت کی آبیاری کیا کرتا ہو۔ یہ فرقہ بھی خود بجالا کے ایک برہمن ترلہاد

کے ہاتھوں ترقی پکڑ گیا، اس فرقہ کے لوگوں کی ایک معقول تعداد کنارہی اضلاع مین اب بھی آباد ہو اور یہ لوگ شیو کے ایک خیالی مجسمہ کی پرستش کرتے ہین۔ ویدون کو مستند کتابین نہین تسلیم کرتے مسئلہ تناسخ کے قائل نہین، بچپن کی شادی کے خلاف ہین اور بیوہ کے بیاہ پر زور دیتے ہین اِن سب باتون کے علاوہ برہمنون سے سخت نفرت بھی کرتے ہین۔ حالانکہ خود اُن کے مذہب کا بانی ایک برہمن تھا،

اس جدید فرقہ کی رفتار نے جین مت کی ترقی کو یکایک روک دیا، کیونکہ تجارت پیشہ جماعتون مین اِس نئے فرقے نے ایک روح پھونکدی اور اُسکے بیشمار پیرو بن گئے، صرف یہی ایک جماعت تھی جو جین اور بُدھ مت کی قوت بازو سمجھی جاتی تھی، لہذا جین مت کو اس سے بہت بڑا نقصان پہونچا اور بُدھ مذہب بالکل قبر ہی مین جالیٹا، اکثر راجاؤن نے وشنو کو اوتار مانا ہو۔ اور اُسکی پوجا کو اپنے لیے فخر سمجھا، مگر بعد کے زمانے مین بعضون نے شیوجی کے مجسمہ کو بھی قابل پرستش تسلیم کیا ہو اُنھون نے بیل کی شکل کو اپنے خاندان کے لیے طرۂ امتیاز قرار دیا کیونکہ یہی اس دیوتا کی نشانی تھی،

سنہ ۱۱۰۰ء مین ترچناپلی کے قریب جنوبی ہند کا سب سے بڑا فلاسفر رامانج ظاہر ہوا اُس نے وشنو کے پردہ مین وحدانیت کی تبلیغ شروع کردی اِس عہد مین چولا خاندان کا راجہ کولانگا حکمران تھا، وہ شیوجی پر ایمان رکھتا تھا۔ اِس لیے یہ لوگ اسکی دست برد سے بچنے کے لیے میسور کے علاقہ مین چلے آئے۔ اور اُس کے مرنے تک جنوب مین قدم نہ رکھا۔ انھین کا یہ اثر تھا کہ ہوسالہ سلطنت کے راجہ وشنو یا تیگا نے شیومت کو خیرباد کہکر وشنو دھرم اختیار کرلیا۔

الغرض یہ مثالین شاہد ہین کہ جنوبی ہند مین مذہبی رنگ ابتدا سے تاریخ سے برابر بدلتا رہا ہو یہان کی مذہبی روح کبھی مردہ نہین ہوئی، جنوب کسی وقت بھی اپنی ترقی کے خیال سے غافل نہین رہا۔ بلکہ عمیق نظر سے دیکھنے والے جانتے ہین کہ وہ ہمیشہ صلح دامن کا گھوارہ اور روحانی طاقت کا علم بردار رہا ہو۔

اِس مقام پر سوامی ویکانند کا ایک خط جو اُنھون نے اپنے ایک چیلہ کو سفر مغرب سے قبل لکھا تھا۔ ناظرین کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگا، یہ خط کچھ عرصہ ہوا کہ پرابدھ بھارت مین شائع ہوا تھا اُس کا

اُردو ترجمہ حسب ذیل ہی،

"جنوبی ہند نے ہندو دھرم کو مسلمانون کے عہد مین بھی ایسا ہی پاک محفوظ رکھا ہی جسطرح ان سے پیشتر رکھا تھا، یہ جنوب ہی تھا جسمین شنکر آچاریہ جیسے بزرگ پیدا ہوے اور وہ بھی ایسی قوم مین جو ماتھے پر بال رکھنا اور رکھانے مین ناریل کا تیل ڈالنا اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی تھی، یہی وہ ملک تھا جس نے رامانجا کو پیدا کیا اور مادھومنی کا مولد قرار پایا۔ جدید ہندو مذہب بھی آج صرف اُنھین چند ہستیون کا زیر بارِ احسان ہی، ورنہ چیتن کے پیرو اُن مین ایک وشنو فرقہ ہی ایسا ہی جو مادھو فرقہ کا اصلاح یافتہ معلوم ہوتا ہی، قطع نظر اس کے شمالی ہند مین جو مذہبی مصلح مثلاً کبیر، دادو، نانک اور رام سانہی ہوے ہین تمام اُسی ایک شنکر آچاریہ کی صداے بازگشت تھے، رامانجا کے ماننے والے تم کو اجودھیا اور دیگر مقامات پر بکثرت ملین گے،

یہ جنوب کے برہمن شمالی ہند کے برہمنون کو حقیقی معنون مین برہمن تو کیا بلکہ پیرو بھی نہین سمجھتے، کیا تعجب جو کل اُن کو سنیاس سے بھی خارج کردین، یہ مدراسی لوگ اب بھی تمام اہم ترین مذہبی مقامات پر پھیلے ہوئے ہین، جنوبی ہند ہی کو یہ فخر حاصل ہی کہ جسوقت شمالی ہند کے لوگ مسلمان فاتحون کے مقابلہ مین اپنا مال ومتاع، جورو بچون اور اپنے خاندانی دیوتاؤن کو چھوڑ چھوڑ کر جنگلون اور پہاڑون مین چھپتے پھرتے تھے اُس وقت بھی اُنھون نے وجیانگر مین اپنی علیحدہ سلطنت نہایت مستحکم بنیادون پر قائم رکھی تھی،

"اسی جنوب مین وہ غیر معمولی ذہانت کا شخص سیان آچاریہ پیدا ہوا۔ جس نے نہ صرف راجہ بوکا کی گدی کو برقرار رکھا، بلکہ مسلمانون سے بھی اپنی جنگی قابلیت کا اعتراف کرا لیا، جسکے قابل قدر مشورون نے ریاست بجے نگر کو پہلے سے زیادہ مستحکم کردیا، اجس نے اپنی خداداد لیاقت اور غیر معمولی محنت وجانفشانی سے، چارون ویدون پر ایک ضخیم تفسیر لکھ ڈالی، اور جسکے حیرت انگیز ایثار و تحقیق کا نتیجہ ویدانت کا ایک رسالہ ہی تیج داسی۔ اسی شخصیت کے ہاتھون اس ملک مین سنیاسی مُدیا رن مُنی (سیان) وجود مین آیا۔

صوبہ مدراس اُس قوم کا مسکن ہی جسکی تہذیب دنیا مین سب سے زیادہ پُرانی ہی، اور جس کی ایک شاخ سومری نامی نے نہایت قدیم زمانہ مین دریاے فرات کے کنارون پر دور دور پھیلا رکھی تھی

جس کا علم نجوم، مذہبی فضل دہنر، اصول زندگی، رسم و رواج وغیرہ سیریا اور بابل کی تہذیب وشائستگی کیلئے حقیقی سنگ بنیاد تھے اور آگے چلکر اسی قوم کے مذہبی قصے کہانیاں عیسوی انجیل کے لیے اصل الاصول قرار دیے گئے،

ایک دوسری شاخ ان تامل لوگون کی ملابار ساحل پر پھیل گئی تھی، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حیرت انگیز مصری تہذیب اسی سرچشمہ سے نکلی تھی، بلکہ خود آرین لوگ بھی بہت سی باتون مین اسی تامل قوم کے احسانمند ہین، جنوب مین آج بھی وشنو اور شیوجی کے عالیشان مندر ان دونون فرقون کی عظمت وشان کا پتہ دے رہے ہین، ہندوستان کے سب سے بڑے وشنو مذہب نے بھی تامل کے ایک ذلیل ترین طبقہ ست کوپ مین جنم لیا جو ٹاڑکے پنکھے بناتا تھا اور ہمیشہ جوگی رہا لیکن آج تامل آور (پجاری) لوگ تمام وشنو فرقہ کا نہایت ادب واحترام کرتے ہین، اسوقت بھی ویدانت کے دویت، وسشٹ دویدا اور ادویت اصول اسی طرح قائم رکھے گئے، بلکہ انکی تعلیم وتلقین کا سلسلہ جتنا جنوبی ہند مین پایا جاتا ہے اور کہین نہ ملیگا، مختصر یہ کہ اب جتنی مذہبی تشنگی یہان غالب نظر آتی ہے کسی دوسری جگہ دشوار ہے"

جنوبی ہند کا مذہبی نقطۂ نظر ہمیشہ سب سے نرالا رہا ہے خصوصاً شمالی ہند کی تو ہمیشہ اُس نے اس معاملہ مین رہنمائی کی ہے، سوامی ودیکانند جی کا خط اس مسئلہ پر خاص روشنی ڈالتا ہے غرضیکہ سیاسی نقطۂ خیال سے جنوبی ہند کتنا ہی پیچھے کیون نہ رہ جائے مگر روحانی ترقیات مین شمالی ہند جنوب سے سبقت نہین لیجا سکتا،

مرزا مظفر حسین (علیگ)

# رموز زندگی

دلِ من روشن از سوز درون ست — جہان بین چشم من از اشک خون ست

ز رمزِ زندگی بیگانہ تر باد! — کسی کو عشق را گوید جنون ست

(علامہ اقبال)

# ساکنین خلا کے عجائبات

## تحقیقات فلکی کے تازہ ترین اکتشافات

یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے "خلا کے اندر کیا ہے؟" اور اُس کا مختصر جواب ارباب تحقیقات کی طرف سے یہ ملتا ہے "خلا کے اندر ستارے ہیں کہ جن کا دوسرا نام اجرام فلکی" اور "ما فی السما ہے" لیکن اشتیاق تجسس ایسے مختصر اور عامیانہ جواب سے اطمینان حاصل نہیں کر سکتا - اس وجہ سے تازہ ترین فلکی تحقیقات کی روشنی میں اجرام فلکی کا اجمالی تذکرہ امر ضروری ہے،

گذشتہ دس سال کی فلکی تحقیقات سے باوجود جنگ اعظم کے دہشت ناک انہماک سے عالم بالا کے ایسے اسرار منکشف ہوئے ہیں۔ کہ جن سے اہل علم بیگانہ تھے۔ یہاں پر یہ بیان کرنا خالی از لطف نہوگا کہ سائنس کے سب شعبوں سے زیادہ ترقی فلکیات میں عمل پذیر ہوئی ہے فلکی طریقۂ تحقیقات میں کوئی حیرت انگیز انقلاب واقع نہیں ہوا ہے۔ بلکہ مسلمہ اور کہنہ سال وسائل سے کام لیا گیا ہے آسمان میں بیشمار نکشتروں اور تاروں کے جھومروں کے ایک نہایت دور افتادہ مجموعۂ ستارگان بیٹل گیز بھی ہر دہ عرصہ سے صفر نور معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اقلیدسی اصطلاح میں نقطہ پکارا جاتا ہے، یا یوں کہیے کہ پچاس میل کے فاصلہ پر عظیم الجثہ دوربین کے وسیلہ سے جتنی روشنی دکھائی دیتی ہے اتنا یہ نکشتر نظر آتا تھا۔ مگر سنہ ۱۹۲۰ء میں امریکہ کی مشہور رصدگاہ واقع مونٹ ولسن میں اسکی از سر نو مساحت ہوئی تو اُس کا دائرہ یہ کے رخ پر بیس کرڑوڑ میل پایا گیا۔ ذرا غور فرمایئے۔ کہ جس ستارے کا قطر بیس کروڑ میل لمبا ہے۔ وہ آسمان میں کتنا بے اندازہ رقبہ گھیرے ہوئے ہے۔ یہ فقط ایک نکشتر ہے مگر خلا میں ایسے ستارے لاکھوں اور کرڑوڑوں کے شمار میں ہیں۔ اِس سے آپ خلا کی حدود کا بھی قیاس کر سکتے ہیں،

ستاروں کی روشنی کا اسپکٹروسکوپ کے وسیلہ سے تجزیہ کیا گیا ہے اور اُس سے بہت سی حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ستاروں کے اجزائے ترکیبی کی ماہیت اور اُن کی سطح کے درجۂ حرارت و برودت کی کیفیت بھی اسی وسیلۂ تحقیقات سے ظاہر ہو گئی ہے۔ اور یہ امر بھی عیاں ہوا ہے کہ آیا فلاں ستارہ اپنے ارتقا کے کس مرحلہ میں ہے۔ آیا وہ ابتدائی مرحلہ میں ہے یا عالم شباب میں آیا وہ اپنی زندگی

کی زحمت خیز مسافت طے کر چکا ہو یا عالم نزاع مین ہو! علاوہ ازین ذرون کی نوعیت اور برقی سالمات (الکٹرون) کی نسبت محققان طبیعیات نے جو تحقیقات کی ہو۔ اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ جب غائت درجہ کی حرارت پہونچے تو سیمابی مادہ کا استحالہ کس طور پر ہوتا ہو۔

ان وسائل تحقیقات سے حیرت افزا نتائج مرتب ہوے ہین۔ پروفیسر ریڈنگ ٹن نے جو فلکیات کے نہایت ممتاز ماہر ہین اپنے ایک لیکچر مین اُن کا مختصر ذکر کیا ہو۔ اجرام فلکی کی بابت یہ تصور کیا جاتا ہو کہ وہ سیمابی مادہ سے جو بادل کے نہایت عظیم تودون کی صورت مین آسمان مین محیط نظر آتا ہو۔ ارتقا پذیر ہوئے ہین۔ مگر بہت عالمون کا یہ بھی گمان ہو کہ سیماب مین عمل انقباض پیدا ہونے سے پہلے عناصر کی ابتدائی ہیئت ارتقا کی عالمگیر گرفت مین آئی تھی۔ اس گمان کی اس امر سے تائید و تقویت ہوتی ہو کہ بہت سے ستارون کے اندر ہیڈروجن کی ہلکی مقدار پائی جاتی ہو۔ اور ہیڈروجن ابتدائی عناصر مین شمار ہوتی ہو۔ ایک اور یہ امر معرض انکشاف مین آیا ہو کہ جب ابتدائی سیمابی مادہ مین انقباض پیدا ہوا۔ اور اجرام فلکی بننے لگے تو ہیولی کی مساوی مقدار ان کی ترکیب مین کام آئی۔ عالم بالا مین جو کروڑون ستارے چمکتے اور سیارے گردش کرتے پھرتے ہین اُن کی کثافت طبعی آفتاب سے ڈیڑھ گنا سے لے کر پانچ گنا تک اجرام فلکی کے سائز کے تناسب کے اعتبار سے پائی گئی ہو جو اس امر پر دال ہو کہ یہ کیفیت خاص طبعی قوانین کے عمل سے وقوع پذیر ہوئی ہو۔ کوئی امر اتفاقی نہین ہو۔ بہت سے ستارون کی کثافت پانی پر فائق ہو۔ ہمارا آفتاب اسی قبیل مین شمار ہوتا ہو اور بہت سے ایسے بھی ہین کہ اُن کا وزن خصوصی پانی سے کہین ہلکا ہو۔ اس ذیل مین بیٹل گینز اور دیگر ہزار ہا نو زائیدہ ستارے آتے ہین۔ مگر ایسے بھی لاکھون تارے ہین کہ جن کی ہیئت گیس سے مشابہ ہو جب تک وہ اس مرحلہ مین پھنسے رہتے ہین اُن کے حجم کا تخمینہ ریاضی کے تمام اعداد سے تجاوز کر جاتا ہو۔ نظام شمسی کا مرکز آفتاب۔ کرۂ ارض سے دس لاکھ گنا بڑا ہو۔ لیکن ستارہ بیٹل گینز کا حجم آفتاب سے ایک کروڑ گنا زیادہ ہو۔ اس سے آپ اندازہ کر لیجیے کہ آسمان کے ستارے حجم مین کیسے عظیم الوسعت ہین۔

ان نہایت وسیع قطعات سیماب کا درجہ حرارت و برودت بھی بیحد مختلف ہو۔ اور اس کا اندازہ اس روشنی سے کیا گیا ہو۔ کہ جو ستارون کے مادہ ابتدائی سے خارج ہوتی ہو۔ بیٹل گینز کا مادہ پیکر تین ہزار درجہ مئنی گریڈ ہو۔ لیکن یہ کیفیت اُس کے ایک دور افتادہ گوشہ کی ہو۔ ماہران طبیعات کا گمان

ہی کہ مرکزی درجۂ حرارت بیس لاکھ درجہ سے لیکر دو کروڑ درجہ تک مختلف ستارون مین پایا جاتا ہی اس سے آپ اندازہ کر لیجیے کہ اجرام فلکی کے اندر جتنی ضرورت ہے اُس کا مقابلہ اِس دُنیا کی گرم سے گرم چیز کے ساتھ قطعی نہین ہوسکتا۔۔ اب اِس امر پر غور کرنا مناسب ہی۔ کہ ستارون کے ہیولی کے بے قیاس تودون کے اندر اتصال و اتحاد کسطرح قائم رہتا ہی۔ اُس کی نسبت تازہ ترین تحقیقات سے یہ عیان ہوتا ہی کہ قوتِ کشش سے انقباض اور حرارت سے جو انتشار پیدا ہوتا ہی۔ اس کی بدولت اُن کا توازن داخلی قائم رہتا ہی جس حرارت سے کشش کی مزاحمت ہوتی ہی وہ دو قسم کی ہی اوّل وہ حرارت کہ جو سالمات کے تموج اور تلاطم سے پیدا ہوتی ہی، دوم ایتھر کہ جسکی حرارت سے کرۂ ارض ناآشنا ہی۔ مگر سوا نو کروڑ میل سے آفتاب کی حرارت ایتھر کی لہرون ہی کی وساطت سے ہمارے پاس آتی ہی، بڑے بڑے عظیم الجثہ ستارون مین ہر دو قسم کی حرارت قریب قریب مساوی الوزن پائی جاتی ہی۔ اور ان کے عمل باہمی کے وسیلہ سے ہر ستارہ کی کثافت اور اُس کا حجم برقرار رہتا ہی۔

ان متضاد طاقتون کے توازن باہمی کا تناسب قائم رہنا محال ہی۔ اگر ایتھر سے پیدا شدہ حرارت خارج ہوکر خلا مین نہ جائے۔ اِس نظریہ کی تقویت اس امر سے ہوتی ہی کہ مختلف ستارون کی روشنی ہمارے ہان آتی ہی اور یہ امر مسلمہ ہی کہ خلا سے روشنی کی حرکت و رفتار صرف ایتھر کے تموج ہی سے ممکن العمل ہی۔ علاوہ ازین یہ امر بھی غور طلب ہی۔ کہ اگر حرارت یون ہی خارج ہوتی رہے۔ تو بالآخر چند ہزار سال کے بعد اُس کا ذخیرہ تمام ہو جائے مگر بقول پروفیسر ریڈنگ ٹن جس عمل سے اُس کی کمی پوری ہوتی رہتی ہی۔ وہ ہربرٹ اسپنسر کے الفاظ مین "سالمات کا باہم دگر عمل اتصال اور حرکت کا اخراج" ہی۔ بالفاظ دیگر اس کا مفہوم یہ ہی کہ ستارون کے قلب مین جو قیامت خیز پہاڑ جل رہے ہین ان سے عناصر وجود مین آتے رہتے ہین۔ وہ ایک دوسرے سے اتحاد پیدا کرتے رہتے ہین کہ جس سے حرارت وجود پذیر ہوتی ہی۔ ہیڈروجن سے ہیلیم معرض ہستی مین آتی ہی کہ جس سے (۰٫۸) فی صدی حجم نابود ہو جاتا ہی اُس سے قوت یعنی ایتھر کی لہرین پیدا ہوتی ہی۔ اگر کسی ستارے کے وجود مین پانچ فی صدی ہیڈروجن ہو کہ جو ہیلیم مین تبدیل ہوتے وقت لطیف تر عناصر کی ہستی کی محرک ہوتی ہی تو اُس سے اُس نظریہ کی بخوبی تائید ہوتی ہی سالمات کے اندر جو حیرت انگیز قوت مقفل ہی وہ عالم و مافی العالم کی قوت متحرکہ کا منبع آخری ہی۔

جے۔ آر۔ رائے

# فی نعتہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالم قدس کی چھائی ہی فضا آنکھون مین
نقشہ روئی پیمبر ہے کھنچا آنکھون مین

پی گئے ان کو ہوا علم لدنی حاصل
پا گئے تھے جو علی آب بقا آنکھون مین

مین نے دیکھی ہی رسول عربی کی صورت
پتلیان ہین یہ مری قبلہ نما آنکھون مین

وصل یار رب علی روح محمد جو کہا
پھر گئی شکل رسول دوسرا آنکھون مین

نیچی نظرون کی قسم مست نگاہون کی قسم
مین بٹھالون گا انھین روز جزا آنکھون مین

مین کہون اور کہون انت احد اے احمد
تم جو آجاؤ کہین نام خدا آنکھون مین

آئی دینے کو مجھے نعت پیمبر کا صلہ
زر گل جھونک گئی باد صبا آنکھون مین

داور حشر کے آگے مجھے جب جانا ہو
کچھ نہو روے محمد کے سوا آنکھون مین

جذبہ عشق سے پرنم ہوئین آنکھین انکی
آج دیکھو اثر آہ رسا آنکھون مین

واہ کیا قرب ہے اے صل علی کیا کہنا
جم گئی سرخی خون شہدا آنکھون مین

اے نسیم سحری ان کو کہان ڈھونڈون مین؟
بول اٹھا ہاتف غیبی کہ ذرا آنکھون مین"

شب معراج سے ہی عرش برین چکر مین
ابتلک پھرتی ہے وہ گردش پا آنکھون مین

تیرے انوار سے روشن ہوا کاشانۂ دل
تیرے دیدار سے آئی ہے ضیا آنکھون مین

تم جو آئے مری بالین پہ دم باز پسین
آگئی جسم سے جان بہر فدا آنکھون مین

جب ترے روئی منور پہ نظر پڑتی ہے
عالم نور کی آتی ہے ہوا آنکھون مین

چاہیے فضلی مسکین کے لیے روز جزا
اے طبیب تسلی تھوڑی سی جا آنکھون مین

فضلی (امیٹھوی)۔

# لہو کی بوند

جلوۂ رُخ کو میں رنگینیٔ بستان نہ کہوں | پرتوِ حُسن کو آئینۂ حیران نہ کہوں
گردشِ چشم کو پیمانۂ رقصان نہ کہوں | وسعتِ وحشتِ خاطر کو بیابان نہ کہوں

لیلیٔ عشق ہوں آہوی صحرائی ہوں
بزمِ قدرت کے کرشموں کا شیدائی ہوں

بھر رہا ہے گلِ مقصود کو داماں میں کوئی | اشکِ گلگوں لیے بیٹھا ہے گریباں میں کوئی
لذت اندوزِ طرب محفلِ خوباں میں کوئی | محوِ اندوہ و الم فرقتِ جاناں میں کوئی

کوئی سرگرمِ فغاں ہے تو کوئی ہے دلشاد
لب پہ نغمہ ہے کسی کے تو کسی کے فریاد

تھا اسی فکر میں غلطاں کہ سرِ راہ گزر | مجھ کو اک شاخ پہ آیا گلِ صد چاک نظر
جا بجا داغ تھے سُرخی کے نمایاں جس پر | اور شبنم کے چمکتے تھے درخشاں گوہر

موجِ نکہت میں تھے گیسو کی طرح پیچ و تاب
اسکا ہر داغ تھا رعنائی میں گلشن کا جواب

منظر اک عالمِ عبرت کا دکھایا اُس نے | دیدۂ شوق کو مبہوت بنایا اُس نے
اپنا افسانۂ غم گو نہ سنایا اُس نے | جنبشِ لب سے مگر اتنا بتایا اُس نے

ساغرِ عیش نہ تصویر سبو کی ہوں میں
صفحۂ دہر پہ اک بوند لہو کی ہوں میں

زیر اب تک نہ ہوئی ہمتِ مردانہ مری | غیرتِ دل سے سبق لیتا ہے پروانہ مری
خاک کے ذروں سے لپٹا تھا کبھی دانہ مری | اُس کے ہر پھول میں ہے نکہتِ مستانہ مری

رہا محفوظ یہ گلچیں کی جفا سے اب تک
اُسکی شاخیں نہ جھکیں دستِ صبا سے اب تک

کشتۂ تیغ جفا سے مری توقیر کو پوچھ
رہبر ملک عدم سے مری تنویر کو پوچھ
بسمل خستہ جگر سے مری تفسیر کو پوچھ
گردش چرخ سے جا کر مری تاثیر کو پوچھ

شمع ملت کی مرے داغ میں تابانی دیکھ
میرے ذرات میں آئین جہانبانی دیکھ

محمود حسن محمود اسرائیلی

# فتح مکہ

فتح جس روز ہو گیا مکہ
زور کفر اور شرک کا ٹوٹا

موسم گل چمن میں پھر آیا
ماہ مکہ وطن میں پھر آیا

مژدہ باد صبا بگا ر آئی
باغ کعبہ میں پھر بہار آئی

ہر در و بام ہو گیا روشن
مہر اسلام ہو گیا روشن

آپ مکے میں جس گھڑی آئے
ساتھ میں دس ہزار غازی تھے

خانۂ حق بتوں سے صاف کیا
بعد ازاں کعبے کا طواف کیا

دیکھ کر فوج کی فراوانی
دشمنوں کی بڑھی پریشانی

بہت اہل قریش گھبرائے
سامنے ہاتھ جوڑ کر آئے

سب تھے حضرت کے دشمن جانی
سب کو حاصل ہوئی پشیمانی

آپ نے مسکرا کے فرمایا
بھائیو ہے تمھارا مطلب کیا

بولے کلی نژاد ہو کے خجل
قتل کر ہم ہیں قتل کے قابل

تجھ سے ہم نے نہ کچھ بھلائی کی
آپ اپنے لیے برائی کی

جوش دریائے رحم کو آیا
رحمۃ العالمین نے فرمایا

دل کو میں اپنے صاف کرتا ہوں
سب خطائیں معاف کرتا ہوں

شاد ہو شاد کر دیا میں نے
جاؤ آزاد کر دیا میں نے

اس سے بڑھ کر ہو اور کیا احسان
دشمنوں پر کیا بڑا احسان

رحم کی ہو گئی جہان مین دھوم — رہے دشمن نہ رحم سے محروم
سرکشون نے جھکا دیے اپنے سر — لائے ایمان خدائے واحد پر
ابن بوجہل عکرما دشمن — آپ کا سب سے بڑھ کے تھا دشمن
دل مین اُس کے سمایا خوف ایسا — جانب مصر مکے سے بھاگا
سر و پا کی رہی نہ اُس کو خبر — ہوا جا کر سوار کشتی پر
ساتھ اُسکے جو تھی نحوست بھی — دو قدم بھی نہ چل سکی کشتی
اہل کشتی نے اعتراض کیا — اُس کو ملاح نے اُتار دیا
ہو کے ناکام وہ جوان قریش — آیا مکہ مین خستہ و دلریش
شب کو بزم رسول مین آیا — اپنی بی بی کو ساتھ وہ لایا
ہو چکی تھین وہ پہلے داخل دین — اپنے شوہر کو سامنے لائین
پھر کہا دیکے یا رسول خدا — بخشدے عکرمہ کے جرم و خطا
آپ نے مسکرا کے فرمایا — مین نے بھی میرے حق نے بھی بخشا
یون دکھاتے ہین شان رحمت کو — یون بناتے ہین بگڑی قسمت کو
عکرمہ لایا آپ پر ایمان — ہو گیا دل سے تابع فرمان
ظرف عالی تھا حوصلہ تھا بڑا — دشمنون سے نہ انتقام لیا
رحم کی ہے یہی صفت پوری — رحم کھانے پہ ہو نہ مجبوری
جسطرح دوستون پہ رحم آئے — دشمنون پر بھی رحم فرمائے
رحم کا تجھکو حوصلہ ہے اگر — دوست دشمن کا امتیاز نہ کر
رحم حال جگر پہ کر یا رب — دیکھ لے لطف سے ادھر یا رب

حکیم جگر صدیقی (زمیندار لسوان)

(رسائل)

(۱) پیمانہ (اکبرآباد) جلد ۱ نمبر ۲ بابت ستمبر ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ تقطیع ۲۰×۳۰۔ ایڈیٹر ساغر نظامی سیمابی علیگڈھی قیمت سالانہ عـہ

خمخانۂ ادب کا یہ نیا پیمانہ بادۂ نظم ونثر کے وہ جرعہ پیش کرتا ہے جس کی لذت بادیہ پیمایان سخن کو مست کردیتی ہی جسکے ایک ایک صفحہ کا دور دماغ کو پرکیف بنادیتا ہی۔ یاران میکدہ مین مشاہیر شعرا کے اسما گرامی نظر آتے ہین۔ جناب مخمور وجناب ساغر کی نثر کے پرخمار چھینٹے بھی کچھ کم کیف انگیز نہین لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہی۔ کاغذ بھی برا نہین۔ ٹائٹل پیمانہ وساغر کے التزام مین بادۂ انگوری کے ہم رنگ ہی۔ دیکھیے یہ خمار کتنے دنون رہتا ہی۔

(۲) مشاہیر (بدایون) جلد ۱ نمبر ۴ بابت ماہ اگست ۲۳ء حجم ۳۰ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶۔ مدیر ظہور الحق مقتدری قیمت سالانہ عہ/

زیر نظر نمبر رئیس الاحرار مولانا محمد علی کے نام نامی پر محمد علی نمبر کے نام سے نکالا گیا ہی نظم ونثر کے مختلف چھوٹے چھوٹے مضامین کے علاوہ مولانا محمد علی، مہراج تلک، مہاتما گاندھی، مولانا حسرت موہانی مولانا ابو الکلام کے مختصر سوانح زندگی ہین ان کے علاوہ پیر لوٹی اور راسپوٹین کے جیسے باکمال قائدین کی بھی سوانح حیات ہین۔ کتابت۔ تصحیح۔ اور طباعت ان تمام محاسن کو خاک مین ملادیتی ہی۔ کیا اچھا ہوتا کہ مدیر صاحب اس کی طرف خاص توجہ فرماتے،

(۳) درویش (دہلی) یکم ستمبر ۲۳ء (پندرہ روزہ) حجم ۳۶ صفحہ۔ مدیر:۔ ملا محمد الواحدی قیمت سالانہ ۶/

مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے جادو طراز قلم کی گلکاریون کے نمونہ آریون کی خفیہ ریشہ دوانیون کا کچھا چٹھا۔ اگر دیکھنا ہو تو دہلی کا پندرہ روزہ درویش دیکھیے۔ تجلیات وخرافات کی دلچسپ سرخیان قابل دید ہوتی ہین۔ اسپر قیمت اس قدر کم ہی کہ حیرت ہوتی ہی۔ مضامین بھی برے نہین ہوتے طباعت کا انتظام بھی برا نہین۔

(۴) اتالیق (حیدر آباد دکن) جلد ۶ نمبر ۷ و ۸ حجم ۳۲-۳۲ صفحہ علی الترتیب۔ مدیر:۔ مولوی فاضل عبدالرب صاحب کوکب۔ قیمت سالانہ عہ

ادب و زبان کی ترقی کے ساتھ ساتھ حیدر آباد دکن مین عورتون اور بچون کی ترقی کو بھی نظرانداز نہین کیا گیا ہو۔ مختلف جرائد عالم وجود مین آچکے ہین۔ مگر جس خصوصیت کے ساتھ اتالیق بچون کی علمی ترقی اور اخلاقی نشو و نما مین مدد دے رہا ہو وہ اظہر من الشمس ہو۔ مضمون سب بچون کے لیے ہوتے ہین اس لیے زبان کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیے۔ زیر نظر نمبر مین ایک نظم "ریشم کی چوری" ہے جسے سرسری طور پر دیکھا تو زبان کے وہ نمونے نظر آے جنھین دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا اور اسلیے کہ مرتب صاحب موصوف کی خود فکر بھی زیادہ تعجب ہوا ملاحظہ ہو:۔

| | |
|---|---|
| ناز سے ملنے کے لیے وہ آئی | کام کرنے مین اُس کا ہاتھ بٹائی |
| ایک ہفتہ کے بعد ناز نے جب | کپڑے سینے نکالے تھے سب |
| اپنے گھر کے درخت بیری پر | اُڑ کے جا پہونچا اُسکی چوٹی پر |
| ہوئی تھی بدگمانی جس کے لیے | ناز بیگم امیر بیگم سے |

اسی نمبر مین "ہمدردی" پر "نامی" صاحب کی نظم ہو۔ اسمین شاعری و زبان دونون کو کند چھری سے ذبح کیا گیا ہو۔ جسکے دیکھنے سے "شعر گفتن چہ ضرور" والا ماجرا یاد آجاتا ہو۔ نثر مین البتہ اس قسم کا نمونے میری نظر سے نہین گذرے۔ بادصف اسکے بچون کے لیے اچھا ہے۔ کاغذ بھی اگر بہتر کر دیا جاے تو بہتر ہو جاۓ۔

(۵) دی مسلم (سنگاپور) جلد ا نمبر ۲ بابت ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق اگست ۱۹۲۳ء حجم ۳۰ صفحہ۔ مدیر۔ اعزازی ایس قدرت شاہ۔ قیمت دس شلنگ۔ تقریباً عہ سالانہ۔

علمبردارانِ تبلیغ جس جس مقام پر پہونچے ہین اُنھون نے ایک خاص رنگ قائم کر لیا ہو۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے جو عرصہ سے دوکنگ مین مقیم ہین انگلستان مین جو اثر پیدا کر لیا ہے وہ محتاج بیان نہین۔ اسی طرح ڈاکٹر مفتی محمد صادق شکیگو دار السلطنت ممالک متحدہ امریکہ مین خدمت اسلام انجام دے رہے ہین۔ حلقہ بگوشان اسلام کے لیے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ ان کی کوشش سے تقریباً ۹۰۰ انسان زمرۂ مسلمانان مین شامل ہو چکے ہین۔

اِن تمام باتون سے متاثر ہو کر عیسائی مبلغین بھی مسلمانون کو عیسائی بنانیکی جان توڑ کوشش کر رہے ہین نیویارک سے پادری ڈاکٹر ایس ایم زیومر "مسلم ورلڈ" کے نام سے ایک رسالہ مسلمانون کے مرتد کرنے کے لیے نکالتے ہین اور جزائر ہند و جزیرہ نماے ملایا مین مفت انجلیلین بانٹ رہے ہین فتنہ ارتداد کے انسداد کے لیے با ہمت اور جوشیلے مسلمانون نے ایک انجمن "انجمن اسلام" قائم کی ہی "دی مسلم" اسی انجمن کی زیر سرپرستی انگریزی مین شایع ہوتا ہی مضامین اسلام پر ہوتے ہین اور زیر نظر نمبر مین حاجی غلام سرور صاحب سرپرست انجمن مذکور کا ارتقا پر مضمون نہایت ہی عمدہ اور قابل دید ہی۔ مسلمانون کو اسکی طرف خاص طور پر توجہ کرنا چاہیے ہی،

(۶) تمدن (دہلی) جلد ۱۹ نمبر ۳ بابت جولائی ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ۔ اڈیٹر محمد عباس حسین قاری قیمت سالانہ عہ

تمدن نے موت و زندگی کے مختلف دور دیکھے ہین۔ کبھی وہ دہلی سے نکلتا تھا اور کبھی لکھنؤ سے ایک زمانہ مین وہ موقر رسائل مین شمار کیا جاتا تھا اور مشہور انشا پردازون کے نظم و نثر کے بے بہا جواہر اُسکے صفحات کو زینت دیتے تھے۔ قاری عباس حسین صاحب نے جو مختلف روزنامون مین عرصہ سے کام کرتے رہے ہین اب اسے پھر اپنے وطن اور تمدن کے مولد دہلی سے جاری کیا ہی زیر نظر نمبر مین مصور فطرۃ خواجہ حسن نظامی۔ مصوّر غم علامہ راشد الخیری اور سیاح جاپان و انگلستان جناب قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کے جیسے مستند مضمون نگارون کے اسماء گرامی اسکی ادبی قدر و قیمت کو دوبالا کر رہے ہین۔ خدا کرے اس مرتبہ تمدن کو حیات جاوید حاصل ہو،

(۷) تصویر وفا (لودھیانہ) جلد ۲ نمبر ۲ بابت جون ۱۹۲۳ء حجم ۳۲ صفحہ۔ اڈیٹر راجی داس گاجریہ

ٹائٹل پیج پر اڈیٹر کے نام کے ساتھ ساتھ مختلف کارکنون کے اسماء گرامی کے اظہار کے متعدی مرض مین یہ رسالہ بھی مبتلا ہی۔ اسکے مقاصد مین علمی ادبی۔ اخلاقی۔ تواریخی تمدنی طبی ظریفی۔ روحانی دلچسپیون کی اشاعت ہی معلوم ہوتا ہی سیاسی۔ اقتصادی۔ مذہبی۔ تصوفی اور اسی قسم کے اور الفاظ اس فہرست سے اتفاقاً نظر انداز ہو گئے ہین۔ با این ہمہ رسالہ ہر نوعیت سے عمدہ ہی مضامین بھی برے نہین۔ مولانا حسرت موہانی کی ایک مختصر غزل رسالہ کی جان ہی مگر اسکو بالکل ختم پر جگہ دی گئی ہی باوجود اتنے عظیم الشان اسٹاف کے ترتیب کی یہ کمزوری قابل گرفت ہی،

(۸) مظاہر جدید (دہرہ دون) جلد انمبر ا بابت اگست ۱۹۲۳ء حجم ۴۲ صفحہ۔ ایڈیٹر آغا عبد الرسول قادری ملول (علیگ) قیمت ۲؍

یہ رسالہ سائنٹفک مضامین کا عمدہ ذخیرہ ہے جسمین صنعت و حرفت پر بھی مضامین شایع ہوتے رہین گے۔ آغا عبد الرسول صاحب (علیگ) کی یہ کوشش قابل قدر ہے کہ علم طبیعیات علم الکیمیا۔ علم الحیوۃ پر مختلف چھوٹے چھوٹے مضامین لکھکر قوم کو ان اشیا کی قیمت بتلادی جائے جو بالکل فضول و بیکار سمجھکر نظری کردی جاتی ہین۔ یہی نہین بلکہ اُن اشیا کا بہترین مصرف بھی بتادیا جائے جو آجکل غیر مفید طریقون سے مستعمل ہین۔ ہندوستان کے بہی خواہ یقیناً آغا صاحب موصوف کی ہر قسم کی اعانت کرینگے،

"مظاہر جدید" کے زیر نظر نمبر مین مادہ کی ساخت، سالمات کی تعریف، اجزاے مادہ، اور انکی تعریف اور علم نباتات پر مضامین ہین جو خود جناب ملول کی جوہر فکر کا نتیجہ ہین۔ ہندوستان بھر مین دلگداز کے علاوہ جہانتک ہمارا علم ہے کوئی رسالہ نہین ہے جسکے مضامین تمام و کمال اُسکے ایڈیٹر ہی کے لکھے ہوے ہون۔ ہم ملول صاحب کو اُن کی اس جانفشانی پر مبارکباد دیتے ہوے اپنے اس نئے ہمعصر کا پرتپاک خیر مقدم کرتے ہین۔ ع

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

(کتب)

(۱) حضرت رشید: مولفہ سید آغا اشہر لکھنوی تقطیع ۲۰×۲۶ حجم ۱۴ جزو ناشر اصح المطابع لکھنؤ قیمت ۴؍

یہ حضرت رشید کے سوانح زندگی ہین جن کو بڑی تحقیق و تدقیق سے مولف مذکور نے جمع کیا ہے سید محمد مصطفےٰ مرزا عرف پیارے صاحب رشید لکھنؤ کے ان باکمال اساتذہ مین سے تھے جنھون نے لکھنؤ کی رہی سہی ادبی عظمت کو سنبھال لیا تھا۔ انجم و جاوید رشید و حمید کا نام اُردو کے اساتذہ باکمال مین لیا جاتا تھا مگر افسوس سہ

جو سپہر سخن پہ تھے تابان ؎ آج وہ آفتاب ہم مین نہین

اُنس و انیس کے خاندان کا یہ آفتاب جس نے شاعری کی گود مین پرورش پائی۔ جانعالم واجد علی شاہ

سنہ جلوس مین طلوع ہوا۔ عشق کی ریاضت نے غزل کو چمکایا۔ تعشق کی ندرت فکر اور رنفیس کی زبان نے معراج کمال کو پہونچایا۔ دادھیال اور ننھیال کے ذاکرین اہل بیت مین ممتاز و معروف تھے اس لیے بچپن سے مرثیہ گوئی کی مشق کی۔ شروع شروع غزل کی طرف طبیعت کا رجحان زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب خدائے سخن حضرت انیس کی مسند جناب نفیس نے خالی کی تو حضرت رشید نے اپنے آپ کو صرف اس کا اہل ہی نہیں ثابت کیا بلکہ مرثیہ میں رنگ تغزل بھر دیا جو ادب کی جان ہی۔ سلاست انکی لونڈی تھی اور محاورہ بندی اُن کی باندی۔ مرثیہ اس قدر عام فہم اور ثقل سے مبرا ہوتے تھے کہ اِدھر مصرع زبان سے نکلا اُدھر سامع کے دل مین تیر بنکر ترازو ہو گیا۔ وہ مرثیہ مین ساقی نامہ و مضمون بہار کے موجد ہین۔ اور لطف یہ کہ اس خوبی سے یہ مضامین اُن کے مراثی مین اُن کے دست و گریبان ہین کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین حضرت انیس کی طرح رشید کے رخش قلم نے رباعی کے میدان مین بھی خوب خوب جولانیان دکھائی ہین۔ صرف پیری کے مضمون پر جتنی دلفریب رباعیان ان کے قلم سے نکلی ہین اتنی شاید ہی کسی نے کہی ہون۔ اور لطف یہ ہی کہ ہر جگہ اس نئے انداز اور اس دلفریب پیرایہ مین ایک ہی مضمون کو پیش کیا ہی، کہ کسی طرح طبیعت نہین بھرتی۔ سلام و قصائد بھی اچھے اچھے کہے ہین مگر جو انتخاب غزلیات و قصائد یا سلام و مراثی کا جناب آشہر نے بطور نمونہ دیا ہی وہ کسی قدر کم ہے۔ ایک بڑی فروگذاشت ایک مولف کی حیثیت سے جناب آشہر سے ہو گئی ہی اور وہ جناب رشید کے کلام پر بے لاگ تنقید کی کمی ہی۔ ضرورت تھی کہ جہان جہان اُن کے کلام کے نمونے پیش کیے گئے ہین وہان اُن کے محاسن و معائب کو بھی عقیدت کے جذبہ کو تھوڑی دیر کے لیے بالائے طاق رکھ کر ملک کے روبرو پیش کیا جاتا امید ہی کہ جدید اڈیشن مین جناب مولف اس کمی کو دور کردینگے۔ باین ہمہ کتاب من حیث المجموع اچھی ہی اور اس حیثیت سے کہ حضرت رشید کی سوانح عمری ہے کتب خانون مین جگہ پانے اور دیکھنے کے قابل ہی۔ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے مل سکتی ہی۔

عزت علی علوی

### جسٹس محمود مرحوم
- کتاب الطلاق ۶/
- کتاب الشفعہ ۶/
- شرح قانون شہادت ۲ جلد

### مولوی عزیز مرزا بی اے
- خیالات عزیز ۶/
- وکرم اُروسی عہ/

### خواجہ غلام الثقلین مرحوم
- روزنامہ سیاحت ۶/
- فلسفیانہ نظر اسلام پر ۴/

### منشی محمد لطیف مرحوم
- اکبر عہ/
- اورنگ زیب عہ/
- لارڈ کلایو عہ/
- رنجیت سنگھ عہ/

### مسٹر عنایت اللہ بی اے
- دعوت اسلام
- ارض سنرین ۴/
- ولفی ۵/

### مسٹر ظفر عمر بی اے
- نیلی چھتری عہ/
- بہرام کی گرفتاری عہ/
- چوروں کا کلب

### مولوی محمد علی ایم اے
- سیرۃ خیر البشر
- النبوت فی الاسلام
- جمع القرآن

### پروفیسر نواب علی ایم اے
- تذکرۂ مصطفے ۶/
- معارج الدین
- صحف سماوی ۲ حصہ
- شمع سخن ۱۰/

### مفتی انوار الحق ایم اے
- تذکرۂ حبیب
- حقائق اسلام ۶/
- اثبات واجب الوجود
- تاریخ ابو البشر عہ/
- قوت خیال ۶/

### پروفیسر الیاس برنی ایم اے
- اسرار حق
- معارف ملت
- مناظر قدرت
- جذبات فطرت
- علم المعیشت

### سید ہاشمی فرید آبادی
- مشاہیر یونان و روما ۲ حصہ
- تاریخ یونان قدیم ۶/

### مرزا محمد ہادی بی اے
- امراؤ جان ادا
- شریف زادہ ۱۰/
- خونی عاشق
- خونی مصور
- خونی شہزادہ
- مثنوی امید و بیم ۴/

### ڈاکٹر اقبال ایم اے
- ملت بیضا ۵/
- مکمل ترانہ ۲/
- شکوہ ۲/
- جواب شکوہ ۴/
- نالۂ یتیم ۲/
- فریاد امت ۳/
- بلال ۱/
- اکبری اقبال ۳/
- شمع و شاعر ۲/
- خضر راہ ۴/

### مولوی ظفر علی خاں بی اے
- معرکۂ مذہب و سائنس
- خیابان فارس ۲ جلد
- [illegible]
- جنگل میں منگل ۶/
- فلسفہ ابن سینا ۶/
- معاشرت ۸/
- اپریل فول ۱۰/

### منشی احمد علی بی اے
- تاریخ تمدن ۲ جلد
- شباب لکھنؤ عہ/

### مولوی عبد الماجد بی اے
- فلسفہ جذبات ۶/
- بحر المحبت ۱۲/
- تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد
- مکالمات برکلے عہ/
- زود پشیمان ۸/

### خواجہ عباد اللہ اختر بی اے
- مشاہیر اسلام
- دمشق ۳ حصے
- بغداد ۶/
- صدیق اکبرؓ
- ترجمہ شرح دیوان حافظ

### مسٹر سجاد حیدر بی اے
- خیالستان ۶/
- زہرا ۱۳/
- ثالث بالخیر ۸/

### مسٹر انیس احمد عباسی بی اے
- زلیخا
- نازنین آرمینیا
- اچھوتی کامیابی ۸/
- [illegible]

### مولوی عبد الحق بی اے
- قواعد اردو ۶/
- انتخاب کلام میر

### مولوی عشق حسین خاں بی اے
- مبادی سائنس
- بجلی کے کرشمے
- محاربات صلیبی عہ/

### مولوی سید سلیمان ندوی
- ارض القرآن جلد دوم
- حیات امام مالک
- خلافت اور ہندوستان
- بہادر خواتین اسلام ۴/
- اہل السنۃ والجماعت ۸/

### پروفیسر عبد الباری ندوی
- مبادی علم انسانی عہ/
- برکلے کا فلسفہ عہ/
- مذہب و عقلیات ۶/

### مولوی محمد حلیم انصاری
- تمدن اسلام ۲ جلد
- الاسلام و النصرانیہ ۱۲/
- اسلام اور سوشل نظام ۱۲/
- جواہر قرآنی
- فتح اندلس ۶/
- فلاح دارین

### خواجہ حسن نظامی
- سیپارۂ دل
- روزنامہ ممالک اسلامیہ
- میلاد نامہ ۵/
- محرم نامہ
- یزید نامہ
- فضل نامہ گیارھویں ۱۲/
- کرشن جیون
- کم تو موت
- بیوی کی تعلیم
- [illegible] کی تربیت
- [illegible]یسی ۱۲/
- [illegible] ۱۲/
- جگ بیتی کہانیاں ۸/
- فاطمی دعوت اسلام ۲ حصے
- چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲/

### مولوی عبد الراشد الخیری
- صبح زندگی عہ/
- شام زندگی عہ/
- شب زندگی ۲ جلد ۶/
- نوحۂ زندگی ۱۲/
- منازل السائرہ
- الزہرا ۱۲/
- عروس کربلا
- جوہر قدامت
- یاسمین شام
- مودودہ ۸/

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

نمبر ۱۴۷ و ۱۴۸ | ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵

فہرست مضامین



الناظر پریس لکھنؤ مین چھپا

پرنٹر و پبلشر اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اردو کی بہترین کتابیں

### مرزا غالب مرحوم
- اردوئے معلی
- عود ہندی
- دیوان غالب مع یادگار ایڈیشن
- نکات غالب

### سر سید احمد خاں مرحوم
- تفسیر القرآن جلد
- خطبات احمدیہ
- آثار الصنادید
- مضامین تہذیب الاخلاق
- مکمل مجموعہ لکچر
- اسباب بغاوت ہند

### نواب محسن الملک مرحوم
- مضامین تہذیب الاخلاق
- مجموعہ لکچر
- آیات بینات ۳ جلد

### مولوی حسن اللہ عباسی
- تاریخ الاسلام
- الاسلام
- زادہ
- نشتر سخن

### مولانا آزاد مرحوم
- آب حیات
- دربار اکبری
- سخندان فارس
- نگارستان فارس
- نیرنگ خیال حصہ
- دیوان ذوق

### مولوی سید احمد دہلوی مرحوم
- فرہنگ آصفیہ جلد
- راحت زمانی
- تسخیر شوہر
- مہر افروز بیگم
- انشاء ہادی النساء
- لغات النساء
- علم اللسان

### مرزا حیرت دہلوی
- سیرۃ الرسول ۶ جلد
- کتاب شہادۃ جلد
- قصہ حاجی بابا اصفہانی
- روز الیمبرٹ کامل
- الف لیلہ دنیا زاد
- الف لیلہ شہرزاد

### مولانا حالی مرحوم
- حیات جاوید مجلد
- یادگار غالب
- حیات سعدی
- دیوان حالی
- مقدمہ شعر و شاعری
- مسدس حالی
- جواہرات حالی
- بیوہ کی مناجات

### مولانا شرر مرحوم
- حیات مانیس
- ایشیائی شاعری
- نورجہان بیگم
- ٹیپو سلطان
- حیدر علی سلطان
- اردو کی ڈالی
- اردو کا گلدستہ

### مولانا اسلم جیراجپوری
- حیات حافظ
- حیات جامی
- علوم عرب
- خواتین

### مولانا نذیر احمد مرحوم
- ترجمۃ القرآن بامقابل
- حمائل شریف مترجم
- مطالب القرآن
- الحقوق و الفرائض
- اجتہاد
- مبادی الحکمۃ
- رویائے صادقہ
- موعظہ حسنہ
- ابن الوقت
- ایامیٰ
- فسانۂ مبتلا
- مراۃ العروس
- بنات النعش
- توبۃ النصوح
- منتخب الحکایات
- چند پند
- مجموعہ نظم بے نظیر
- مکمل لکچر ۲ جلد

### مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
- سیرۃ الصدیق
- علمائے سلف
- اسلامی اخلاق

### مولانا شبلی مرحوم
- سیرۃ النبی جلد اول مجلد
- ” جلد دوم مجلد
- آغاز اسلام
- الفاروق
- سیرۃ النعمان
- الغزالی
- المامون
- سوانح مولانا روم
- سفر نامہ مصر و شام و روم
- مضامین عالمگیر
- رسائل شبلی
- مقالات شبلی
- موازنہ انیس و دبیر
- شعر العجم جلد اول
- ” جلد دوم
- ” جلد سوم
- ” جلد چہارم
- ” جلد پنجم
- مجموعہ کلام شبلی اردو
- کلیات فارسی
- اسلامی حکومت
- اسلامی مدارس
- مثنوی صبح امید

### مولانا ذکاء اللہ مرحوم
- تاریخ ہندوستان جلد
- تاریخ عہد انگلشیہ
- آئین قیصری
- کرزن نامہ
- صحیفۂ فطرت
- محاربات عظیم
- تعلیم الانتظام
- فلسفۂ اضلال
- اہل عرب کا جبر و مقابلہ
- معادن الحساب

### مولوی مرزا سجاد بیگ دہلوی
- الانسان
- الاستدلال
- حکمت عملی
- تسہیل البلاغت
- تمنائی دید

### مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن
- تزک تیموری
- حالات قسطنطنیہ
- تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ
- حالات عراق و عرب و عمان

**الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**

نمبر ۹

# فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار و طحال کے لیے یہ ایک ہی دوا ہی۔ آج کل سیکڑون اشخاص فصلی بخار و طحال کی دوا کے آپ دیکھتے ہونگے مگر ان مین عموماً کونین جزو رہتی ہی۔ اس لیے یہ دوا لین بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہین مگر جڑ سے آرام نہین کر سکتی ہین۔ ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار و طحال کی دوا چند روز مین ایکدم آرام کرنے کا خاص دعوی رکھتی ہی۔ اور عوام کے فائدہ کو مد نظر رکھکر قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہی اس مین تین خاص صفتین ہین (۱) یہ ملیریا کے کیڑ دن کو مار دیتی ہے اس لیے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہی (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہی اور اُس کی خرابیون کو مٹاتی ہی۔ (۳) یہ طحال کو گلاتی ہی قیمت فی شیشی کلان عہ شیشی خورد ۱۰/ محصولڈاک شیشی کلان ۸/ اور خورد ۷/

# پُرانے ملیریا بخار کی گولیان

لرزہ بخار پُرانا ہو جانے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت چڑھتا ہی جسم کا خون پانی سا ہو جاتا ہی۔ اور آدمی کا رنگ پھیکا میلا ہو جاتا ہی۔ تھوڑی محنت سے کلیجہ کا پننے لگتا ہی۔ سانس پھولتی ہی کھانے کی خواہش اور قوت بہت ہی گھٹ جاتی ہی۔ تلی کے بڑھنے سے پیٹ نکل آتا ہی کبھی مُنھ اور ہاتھ پیرون مین ورم آجاتا ہی اور زندگی وبال ہو جاتی ہی ایسی حالت مین یہ گولیان فائدہ کرتی ہین اور چار پانچ ہی خوراک مین بخار کا آنا بند ہو جاتا ہی۔ قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ کی ۱۰/ محصولڈاک ایک سے دو ڈبیہ تک ۶/

# کونین کی گولیان

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی ٹکیان ہین بنتی ہین اور سنہری پیٹنٹ ڈبیہ مین ہوتی ہین کونین کا استعمال کرنا ہو تو یہ گولیان پاس رکھیے اِس مین نہ وزن کی ضرورت ہی۔ نہ کھانے مین تلخ ہے قیمت پچیس گولیون کی ڈبیہ عہ محصولڈاک ۶/

## ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

## ایجنٹ:- ڈاکٹر گنگا پرشاد جیتلی چوک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

نمبر ۴۶ و ۴۷ جلد ۲۵ ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

## چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

سفر حج پر جانے سے قبل جب کبھی مین مسلمانان ہند کی حالت سے مایوس ہوتا۔ تو بے اختیار میرا دل چاہتا کہ ہجرت کرکے ارض مقدسہ حجاز مین چلا جاؤن اور بقیۃ العمر وہین بسر کردن۔ چنانچہ اس دفعہ جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی تمنائے زیارت نے اس ملک مین چین سے بیٹھنے نہ دیا اور باوجود مالی مشکلات اور خانگی موانعات کے درپیش ہونے کے مین ہندوستان سے چل کھڑا ہوا تو خیال تھا کہ حرمین شریفین کی زیارت کے ساتھ ہی ساتھ مین مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ مین آئندہ قیام مستقل کی کوئی صورت نکالون گا۔ چنانچہ اسی خیال کی بنا پر دونون مقامات مقدس کی معاشرتی وکاروباری زندگی کا بہ غور مطالعہ کرتا رہا اور دونون جگہ کے متعلق تبادلہ خیال بھی کیا۔ اور اب اُن نتائج کو جو مین نے اس تحقیق وتفحص کی بنا پر اخذ کیے ہین مسلمانان ہند کی آگاہی کے لیے حوالہ قلم کرتا ہون۔

مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ دونون مقامات پر آج جسقدر آبادی ہر وہ سب بیرونی لوگون کی ہر قدیم عربی خاندانون کا کہین وجود نہین۔ مکہ معظمہ مین صرف دو گھرانے اصل ملکی لوگون کے بتائے جاتے ہین ایک شریف صاحب کا گھرانہ اور دوسرا شیبیون کا خاندان جسکے سپرد کلید برداری خانۂ کعبہ کی خدمت ہر

ان مین سے بھی خاندان غیر شرفا کے متعلق تحقیق یہ ہر کہ یہ لوگ یمن سے آکر آباد ہوے ۔ اور شیبی اگرچہ بلا اختلاف خالص مکی ہین۔ لیکن سوڈانی عورتون کے مسلسل اختلاط نے ان کی نجابت خاندانی کا بھی خاتمہ کر دیا ہر۔

بیرونی لوگون مین تقریباً دُنیا کے ہر حصہ کے مسلمان ہین جن مین غالب تعداد اُن عربون کی ہر جو شام اور ارض مغرب سے آکر آباد ہوے تھے۔ عربون کے بعد تعداد کے لحاظ سے سوڈانیون اور حبشیون کا شمار ہے اور اسکے بعد ہندوستانیون کا نمبر آتا ہر۔

بخارا۔ جاوا اور چین کے بھی کچھ لوگ ہین۔ ترکون کی تعداد پہلے زیادہ تھی اب یہ بہت کم ہین اور جو ہین وہ بھی اپنے تئین عرب ظاہر کرتے ہین۔ البتہ مکہ معظمہ مین کچھ وہ ترک نظر آتے ہین جو سلطان وحید الدین کے ہمراہ مالٹا سے آئے تھے اور اب یہین پڑے ہوے ہین۔ اور باستثنا چند خاندانون کے جنھون نے اپنے بیرونی علائق کو ابتک خالص رکھا ہر۔ بیشتر حصہ آبادی مخلوط النسل ہر۔

حکومت کے تمام چھوٹے بڑے عہدے عموماً عربون ہی کے ہاتھو مین ہین۔ فوج اور پولیس مین البتہ حبشی و سوڈانی بھرتی ہین۔ اور چند ترک افسر بھی ہین۔

مکہ معظمہ قدیم الایام سے تجارتی مرکز ہر اور آج بھی تجارت کا بازار وہان خوب گرم ہر۔ تاجرون مین ہر طبقہ کے لوگ ہین۔ بڑی بڑی کوٹھیان عموماً شامی اور ہندی تاجرون کی ہین۔ اور چھوٹے چھوٹے دوکاندارون مین سب قومین بقدر آبادی نظر آتی ہین۔ حجازی عربون کی بسر اوقات یا تو مسجد الحرام کی متعلقہ خدمات سے ہوتی ہر یا چھوٹی دکانون اور پیشہ کے کامون سے۔ حمالی۔ خدمتگاری۔ وغیرہ کے کامون کی انجام دہی کے لیے سوڈانیون کی کثیر تعداد موجود ہر۔ اور شہر کے نامہ بری بھی اُنھین کامون مین مشغول رہتے ہین۔ ہر قوم کے متوکلین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہر۔ اور اسمین شاید طغراے امتیاز ہندوستانیون کو حاصل ہر۔ سائلون اور محتاجون کی یہان بہتات ہر اور ان مین مسجد الحرام کے متعلقین کے علاوہ بدو۔ سوڈانی اور ہندوستانی خاص طور پر نمایان ہین۔ شہر کے گلی کوچون مین پھرنے کے علاوہ خاص حرم شریف کے اندر بھی سائل ہر وقت گھومتے رہتے ہین۔ اور ایام حج مین مکانون پر بھی بہت سے شریف صورت اور خوش پوش سائل پھیرے لگاتے رہتے ہین۔ خوش پوش سائل تو گویا یہین کی خصوصیت ہے۔ ہمارے ملک مین جہان افلاس کی کوئی حد نہین عموماً خیرات مانگنے والے پھٹے پرانے چیتھڑے لگاے رہتے

ہین۔ مگر مکہ معظمہ اور نیز مدینہ منورہ مین جبہ و دستار والے بے تکلف دست سوال دراز کردیتے ہین ایک اجنبی آدمی کے لیے یہ منظر ابتدائً نہایت درجہ دردناک ہوتا ہے اور وہ بے اختیار ہوکر کچھ خیرات دیدیتا ہے مگر رفتہ رفتہ جب آنکھین اس نظارہ کی خوگر ہوجاتی ہین تو پھر کم اثر ہوتا ہے اور اثر ہو بھی تو ہر شخص کی جیب اس قدر سائلین کی کفالت نہین کرسکتی۔

ایام حج اس ملک مین گویا موسم درو ہے۔ کہ ہر شخص بقدر موقع و حسب صلاحیت اپنا سال بھر کا آزوقہ پیدا کرلیتا ہے۔ تاجرون کی دوکانداری پیشہ ورون کی مزدوری اور سائلین کی بھیک غرضکہ سب کو اس مبارک و مسعود زمانہ مین چمکنے کا موقع ملتا ہے۔ چونکہ ایام حج مین ہر ملک کے مسلمان یہان آتے ہین اس لیے دنیا کی ہر ضروری چیز یہان کے بازارون مین فروخت ہوتی ہے۔ اور بسبب اسکے کہ خود ملک حجاز مین نہ تو غلہ پیدا ہوتا ہے نہ کسی قسم کی صنعت و حرفت ہے۔ اس لیے تقریباً کل سامان باہر سے براہ جدہ آتا ہے اور اشیا خوردنی کے سوا بیشتر سامان ضرورت یورپ اور جاپان کی ساخت کا ہوتا ہے کپڑا البتہ کچھ ہندوستان کی ملون سے جاتا ہے اور کچھ شام و مصر سے۔ سبز ترکاریان اور تازہ میوے طائف شریف سے روزانہ آتے ہین۔ اس بلد مقدس مین جسے وادی غیر ذی زرع کا لقب حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے دیا تھا ما یحتاج زندگی اور اسباب معیشت کی فراوانی دیکھکر خدا کی قدرت نظر آتی ہے اور اگر دوسرے ممالک متمدنہ کی طرح یہان کے لوگون کی آمدنی و صرف کا اوسط نکالا جائے تو یقین ہے کہ ہندوستان اور دیگر ممالک مشرقیہ کے اکثر بڑے بڑے شہر اسکے سامنے شرما جائین گے۔

یہان کے مکانات عموماً کئی کئی منزلون کے ہوتے ہین۔ اور شہر مین کشادہ سڑکون کا وجود نہین اس لیے نہایت مختصر رقبہ مین ڈیڑھ لاکھ آدمیون کی بود و باش ہے۔ جسکے باعث ہر گلی کوچہ مین چہل پہل رہتی ہے۔ اہل مکہ لباس کے بارے مین بہت اہتمام کرتے ہین سخت گرمی کے باوجود تلے اوپر کئی کئی کپڑے پہنتے ہین اُن کے کرتے (توپ) ٹخنون سے نیچے بالکل گھٹنون سے ملے ہوے ہوتے ہین اور سفید کرتے کے اوپر دوسرا ریشمی یا رنگین کرتا پہننا یہان کی خصوصیت ہے کرتا پہن کر کمر مین رومال کے کئی پھیرے باندھتے ہین اس عادت کی بدولت لوگون کا بیان ہے کہ اس ملک مین کمر ٹیڑھے نہین ہوتے کرتون کے اوپر صدری یا کوٹ عموماً ریشمی یا رنگین کرتے کے مثل پہنا جاتا ہے اور اسکے اوپر ریشمی عبا ہوتی ہے۔ سر پر یا تو ٹوپی و عمامہ ہوتا ہے یا رومال ڈالکر اسپر خوشنما سماڈنیا کسنا پہن لیتے ہین۔

کھانے مین عربون کا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہی گو ان کے کھانے ہمارے مذاق کے مطابق نہین ہوتے گوشت یہان بہت کھایا جاتا ہی۔ چائے قہوہ اور تمباکو نوشی مین شاید ہی کسی ملک کے باشندے یہان کے ہمسر ہون۔

مکہ کا یہ تمدن اس قدر ہمہ گیر ہی کہ عربون کے سوا دیگر ممالک کے جتنے لوگ ہین وہ بھی عموماً انھین طریقون کے پابند ہین۔ جسکی وجہ سے بسا اوقات اجنبی آدمی کو ان مین تمیز نہین ہوسکتی۔ یہان کے لوگ اُن تمام قیود سے آزاد نظر آتے ہین جو ہمارے ملک کے مذہبی طبقہ مین مرغوب ہین ڈاڑھی منڈانے کا اگرچہ دستور یہان عام نہین لیکن ہندوستان کی سی لمبی ڈاڑھیان یہان قطعاً خلاف فیشن سمجھی جاتی ہین۔ ایام حج مین تو ہندوستان سے کثیر تعداد مین لمبی ڈاڑھیان آجاتی ہین لیکن حاجیون کے چلے جانیکے بعد جب کوئی ڈاڑھی والا ملے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ صوفی ہی یا نو وارد ہندوستانی کیونکہ صرف ہندوستانی و بخاری صوفیا ہی ابتک لمبی ڈاڑھی اور ٹخنون تک کرتے کی وضع کو نباہے ہوے ہین۔

عربی یہان کے لوگون کی مادری زبان ہی۔ اس لیے قرآن شریف کی آیتین تو ہر شخص کے نوک زبان رہتی ہین لیکن اسکے آگے علمی چرچا بالکل نہین ہی۔ کیونکہ یہان تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہین۔ پہلے ارباب علم حرم شریف کے اندر بیٹھ کر سبق دیا کرتے تھے اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت لوگ مستفیض ہوا کرتے تھے۔ اب یہ سلسلہ بھی براے نام رہ گیا ہی البتہ چند نام کے مدارس ہین جہان لڑکون کی ابتدائی تعلیم دیجاتی ہی۔ اعلیٰ تعلیم کا نام نہ لینا چاہیے ان مدارس مین مدرسۂ صولتیہ اور مدرسۃ الفلاح غنیمت ہین۔ مدرسۂ صولتیہ ایک ہندوستانی بزرگ کی یادگار ہی اور اب تک ہندوستان کے روپیہ سے اور ہندوستانی انتظام مین چل رہا ہی۔ مدرسۃ الفلاح جدہ کے ایک عرب تاجر کی فیاضی سے قائم ہے۔

علم کی کمی اور سامان معیشت کی فراوانی نے ملکر یہان کے باشندون کی اخلاقی و مذہبی حالت کو بالکل برباد کردیا ہی۔ شریعت کی پابندی یہان کے لوگون کے نزدیک ایک ایسی بدعت ہی جس کا کسی نہج سے تحمل نہین کیا جاسکتا۔

بے شبہ مسجد الحرام مین نماز پڑھنے والون یا طواف کرنیوالون کی کمی نہین ہوتی لیکن اس شہر کی وسعت اور اس حرم محترم کی تقدیس پر نظر کیجیے تو ایام حج کے بعد نمازیون کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہین رہتی اور جب ان نماز پڑھنے والون کی حیثیت پر غور کیا جاے تو صاف نظر آے گا کہ ان مین تعداد کثیر

اُن لوگون کی ہی جو صرف اسی غرض سے ہجرت کرکے یہان آبسے ہین۔

مسجد الحرام کے متعلق ایک بہت بڑا عملہ ہی جسکو اپنے فرائض منصبی کی ادائی کے لیے حرم محترم مین موجود رہنا پڑتا ہی لیکن لیسا اوقات آپ دیکھین گے کہ اُن مین کے بھی بعض اشخاص نماز کے اوقات مین اِدھر اُدھر کی گپین مارتے رہتے ہین۔ چونکہ حرم محترم مین مغرب کے سوا ہر وقت چارون مصلون پر یکے بعد دیگرے جماعت ہوتی ہی اس لیے لوگون کو ان پر شبہ کا موقع نہین ملتا۔ حرم شریف کے چارون طرف مکانات اور دوکانین ہین۔ ان کے رہنے والے بھی نماز پڑھنا اپنے اوپر لازم نہین سمجھتے۔ مطوفین اور اُن کے ملازمین کے لیے حرم شریف کے اندر نماز پڑھنے یا طواف کرنے کے لیے وضو بھی شاید ضروری نہین۔ اخلاقی ذمائم مین طمع و اسراف کی وجہ سے جسقدر زیادتی ہی اُس سے اگر قطع نظر کی جائے تو زنا اغلام اور اس سے بڑھکر عورتون کی عورتون کے ساتھ بدکاری یہان عام ہی۔

بیشک ہندوستان اور دوسرے ممالک کی طرح یہان چکلہ خانون اور زنان بازاری کا دستور نہین لیکن کم گھر ایسے ہون گے جن پر حقیقی معنون مین چکلہ کا اطلاق نہو سکے۔ مجھے بڑا دُکھ ہوا جب ایک ثقہ واقف کار بزرگ سے یہ معلوم ہوا کہ ہر شب جمعہ کو جنت المعلیٰ مین جہان بی بی آمنہ اور حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالے عنہا جیسی محترم خواتین کے مزار ہین بکثرت شہر کی عورتین جاتی اور اپنی حیا سوزیون اور حُسن فروشیون سے ہر گناہ ہے کہ کنی در شب آدینہ بکن" کی حرف بحرف تعمیل کر دیتی ہین۔ الامان والحفیظ۔

پردہ جس کا ہندوستان مین اس قدر چرچا ہی اور جسکے متعلق نہایت شد و مد سے ہمارے یہان گذشتہ تیس سال کے اندر مباحثہ و مناظرہ ہوتا رہا ہی یہان بھی اپنی ظاہری صورت مین موجود ہی یعنی بکثرت عورتین طرح طرح کے خوش وضع برقعون کے اندر ملفوف چلتی پھرتی نظر آتی ہین۔ مگر حیا جو پردہ کی حقیقت و اصل ہے مفقود ہی۔ یہان کے مکانات کی ساخت بھی پردہ کے تحفظ مین مانع ہی۔ اونچے اونچے مکان پاس پاس بنے ہوے ہین جنمین صحن ہوتے نہین۔ نتیجہ یہ ہی کہ روشنی اور ہوا کی ضرورت سے ہر شخص کو اپنے مکانون کی کھڑکیان کھلی رکھنی ہوتی ہین جس کے باعث پڑوسیون سے پردہ قائم نہین رہ سکتا،

ایام حج مین مین نے دیکھا کہ اچھے اچھے ہندوستانی گھرون کی بی بیان بھی اپنا رواجی پردہ قائم نہین رکھ سکتین اور عربی عورتون کی طرح اجنبیون سے پردہ کرنے پر قناعت کرتی ہین اور اکثر

میری ناچیز رائے مین صوفیا اور جماعت مصلحین مین سے جس شخص کو اللہ تعالی توفیق عطا فرمائین اسلام کے مرکز اصلی پر جا کر عربون کی اصلاح مین سعی کرنا چاہیے خود میرا خیال ہوا تھا کہ مکہ معظمہ سے ایک عربی اردو اخبار انھین مقاصد کو پیش نظر رکھ کر جاری کرون مگر حکومت موجودہ کے زمانہ مین شخصی آزادی چونکہ عنقا ہے اور عام امن کے باوجود کوئی شخص مامون نہین اس لیے مین اپنی موجودہ حالت پر قانع رہنا چاہتا ہون۔

ظفر الملک		(جہاز دارا در بحیرۂ عرب)

# سفر حجاز کی مختصر روداد

## پہلی منزل

دوشنبہ ۱۶ اپریل ۱۹۲۳ء کو رات کے دس بجے جب چار باغ اسٹیشن (لکھنؤ) پر اعزا واقربا سے رخصت ہوا تو تیسرے درجہ کے ایک ڈبہ مین بیٹھنے بھر کی جگہ ملی۔ دن بھر لوگون سے ملنے اور رخت سفر باندھنے مین مصروف رہا تھا اور مسلسل حرکت کے باعث خستگی وماندگی سے بدن چور چور ہو گیا تھا۔ اِس بنا پر قدرتاً جی چاہتا تھا کہ پاؤن پھیلا کر لیٹون اور سو جاؤن مگر درجہ مین مسافرون کی کثرت نے اِس کا موقع نہ دیا اور ناچار گھٹنون پر سر ٹیک کر جسقدر سونیکی کوشش ممکن تھی کی گئی۔ کانپور کے اسٹیشن پر کچھ مجمع چھپٹا تو مین نے فراغت کے ساتھ لیٹنے کی امید باندھی لیکن تھوڑے ہی وقفہ کے بعد سے رنگروٹون کی بھرتی ہونے لگی جسکے بعد پھیلے ہوے پاؤن پھر سکڑ گئے اور اسی عالم مین رات تمام ہونے کے بعد علی الصباح نماز فجر کے وقت جھانسی پہونچا۔ سامان گاڑی پر سے اُترکر اُس چبوترہ پر پہونچا جہان بمبئی کی گاڑی آکر ٹھہرتی تھی اور مین نے قریب کے نل سے پانی لیکر وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔ طلوع آفتاب کے بعد چاے کی تلاش مین اسٹیشن سے باہر نکلا تو مجلس خلافت جھانسی کے ایک کارکن ملے جو ریلوے مین ملازم ہین اور جن سے فتح گڈھ جیل مین ایک بار نیاز حاصل ہوا تھا جبکہ وہ میرے رفیق مجلس مکرمی سید محمد ہادی صاحب سکرٹری مجلس خلافت جھانسی سے ملاقات کرنے آئے تھے اور اُنھون نے مجھے پہچان کر از راہ کرم چاے کی ضیافت فرمائی اور کچھ دیر تک اسٹیشن پر میرے ساتھ ٹہلتے اور مقامی حالات سناتے رہے۔ جب وہ اپنے کام پر چلے گئے تو مجھکو تلاوت کلام مجید کا موقع ملا۔ اِس سے فارغ ہوتے ہی بمبئی جانے والا اکسپرس آگیا اور ایک نہایت ہی محفوظ اور کم مسافرون والے ڈبہ مین قلی نے میرا سامان پہونچا دیا۔ قلیون اور یکہ گاڑی والون کی جماعت سے ہمیشہ مسافرون کو شکایت رہتی ہے اور جھانسی اسٹیشن پر اس سے قبل متعدد دفعہ مجھے کافی پریشانی اُٹھانا پڑی تھی مگر اب کی بار مین گھر سے تہیہ کر کے چلا تھا کہ ہر مقام پر مُنھ مانگی اُجرت ادا کر دونگا تاکہ اِس سفر مین کسی سے جھک جھک نہو۔ چنانچہ جھانسی مین اِسی طرز عمل کی بدولت بہت فراغت سے رہا اور

اچھی جگہ بھی ملگئی، جس ڈبہ مین مین جھانسی سے سوار ہوا یہ تیسرے درجہ کی عام گاڑیون کے مانند نہ تھا بلکہ اس کی ساخت قریب قریب اُس قسم کی تھی جیسے ڈاک گاڑیون مین اول و دوئم درجہ کے متسل ڈبے ہوتے ہین جنھین شاید ریلوے اصطلاح مین "بوگی کیریج" کہتے ہین۔ ایک طویل گاڑی مین پانچ کمرے بنے ہوئے تھے جن کے ایک جانب آمد و رفت کے لیے برآمدہ چھوٹا ہوا تھا اور بیرونی جانب چورون سے محفوظ رکھنے کے لیے پائدان نہین لگائے گئے تھے۔ ایک طرف کے کنارے کا کمرہ ذرا چھوٹا رکھا گیا تھا اور جو گنجائش اس طور سے نکلی تھی اس مین پاخانہ تھا جسکا دروازہ سب کمرون کے دروازون کی طرح برآمدہ مین تھا۔ ڈبہ مین داخلہ کے لیے کنارہ کی طرف دونون جانب دروازے لگے تھے۔ رات بھر آرام سے سونے نہ پایا تھا اس لیے ریل چلی تو تھوڑی ہی دیر مین غافل ہو کر سو گیا، کئی گھنٹہ کے بعد آنکھ کھلی تو پاس والے کمرے مین ایک صاحب نہایت فصیح انگریزی مین اور کسی قدر بلند آواز سے سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے اور اپنے کسی مخاطب کے سامنے اہل ہند کی بدبختی۔ تحریک ترک موالات کی عدم کامیابی اور حکومت دفتری کی چیرہ دستی پر نوحہ خوان ہو رہے تھے۔ مین دیر تک استفادتاً اُن کی گفتگو کو توجہ سے سنتا رہا تا آنکہ مجھے خطرہ ہوا کہ میرا یہ فعل کہین اُن کی ناگواری کا باعث نہو اور وہ یہ شبہ نہ کرنے لگین کہ مین کوئی جاسوس ہون۔ لہذا مین نے اُن سے معذرت کرتے ہوئے سلسلہ مکالمت شروع کر دیا۔ یہ صاحب اگرچہ سرکاری ملازم تھے مگر خیالات آزادانہ اور فکر بلند رکھتے تھے اس لیے حکومت کی کمزوریون اور بدعنوانیون کے اعتراف مین ذرا دریغ نہ تھا۔ مہاتما گاندھی کی دل سے عظمت کرتے۔ تحریک ترک موالات کے اصولون کو نہایت پسندیدہ نگاہون سے دیکھتے اور اُسکی ناکامیابیون کے اسباب و علل کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے۔ ان سے ملکر بہت جی خوش ہوا اور دن مین متعدد بار مختلف مباحث پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ ۲ بجے دن کو بھوپال کے اسٹیشن پر گاڑی پہونچی تو ایک عزیز بھائی سے ملاقات ہوئی جن کو روانگی سے قبل تار دیدیا گیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ سے ریاست مین ایک ممتاز عہدہ پر مامور تھے مگر اب بد دل ہو کر مستعفی ہو گئے ہین اور عنقریب اپنے وطن واپس جانے والے تھے۔ تقریباً بیس منٹ تک اُن سے بات چیت ہوتی رہی۔ اسکے بعد ریل کے انجن نے سیٹی دی اور مین اُن سے رخصت ہو کر اپنے ڈبہ مین آبیٹھا۔ میرے کمرے مین دو صاحب الہ آباد کے رہنے والے جھانسی سے سوار ہوئے تھے اور بمبئی تک برابر ساتھ رہے۔ اُن کے ہمراہ ایک آٹھ نو سال کا لڑکا بھی تھا جسکو دیکھکر مجھے بار بار اپنے

بچون اور خصوصاً داؤد سلمہ کی یاد آجاتی تھی۔ بچون کے ساتھ مجھے طبعاً ایک خاص دلبستگی ہو اِس وجہ سے
جو بچہ بھی مجھکو ملجاتا ہو میرے لیے سامان تفریح اور موجب راحت قلب بنجاتا ہو۔ رات کو خوب اطمینان سے
سونے کا موقع ملا اور صبح کو نماز و تلاوت سے فارغ ہوتے ہی منزل پر پہونچنے کا انتظار شروع ہوگیا۔ وہ
الہ آبادی لڑکا اب چونکہ مجھسے کسی قدر مانوس ہو گیا تھا اس لیے اُسکی بچپین طبیعت کو زیادہ آزادی
ملی اور جب تک ریل وکٹوریہ ٹرمینس پر نہین ٹھہری وہ برابر اپنی شوخیون اور اضطراری حرکتون سے
میرے اور اپنے ہمراہیون کے لیے دلچسپی کا ذریعہ بنارہا۔ ۹ بجے کے قریب گاڑی بمبئی پہونچی اور ہم
لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہوے۔ قلی نے سامان اتار کر چبوترہ پر رکھا تو مین اُس صندوق کو حاصل
کرنے کی غرض سے آگے بڑھا جو بریک وان مین رکھا ہوا تھا۔ چند قدم چلا ہون گا کہ ایک پولیس کانسٹبل
سے مڈبھیڑ ہوئی جس نے فوراً ہی سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ آپ حاجی ہین؟ کہان سے آئے ہین؟
کہان ٹھہریئے گا؟ ان سوالات کے مختصر جوابات دیتا ہوا مین بریک وان تک پہونچا۔ جہان معلوم ہوا کہ
میرا صندوق پچھلے بریک وان مین ہو۔ واپس ہونا چاہتا تھا کہ ایک دوسرے کانسٹبل صاحب سر پر
آدھمکے اور وہی سوالات اُنھون نے بھی شروع کردیے۔ مین اس ملک کی پولیس کے کارنامون سے
بخوبی واقف ہون۔ اس لیے یہ خیال کرکے کہ مجھے اجنبی جانکر ستانا مقصود ہو مین نے کہا کہ آپ میری
فکر نہ کرین اپنی راہ لین۔ اور جب دیکھا کہ یہ بلا اِس طور پر نہین ٹلی تو انگریزی مین کسی قدر ترش ہوکر
اُس سے کہا کہ مین بمبئی سے خوب واقف ہون۔ اور کسی کی رہنمائی کا محتاج نہین۔ انگریزی دانی کے
اظہار کی یہان صرف یہ ضرورت تھی کہ کانسٹبل صاحب کے یہ ذہن نشین ہوجاے کہ کسی سادہ لوح ملاسے
سابقہ نہین ہو جسے وہ لوٹ سکے گا۔ جیسا کہ میرے لباس اور چہرے بشرے سے غالباً اس نے سمجھ
ہوگا۔ چنانچہ یہ نسخہ فوراً کارگر ہوا۔ اور وہ کانسٹبل کچھ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ اور جب ایک تیسرے کانسٹبل
صاحب نے میرے حال پر توجہ فرمانی چاہی تو اُس نے اُس کو بھی روک دیا۔ خدا خدا کرکے پچھلے بریک وان
پر پہونچکر بابو کو بلٹی حوالہ کی اور اپنا صندوق لے کے قلی پر لدوایا اور گاڑی پر سامان رکھ کے سوار ہوا۔
عین اُس وقت جبکہ گاڑی روانہ ہونے والی تھی ایک اور صاحب نازل ہوے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا
سامان ہو۔ کہا گیا کہ بستر۔ کپڑے۔ ناشتہ اور دیگر اشیاے خوردنی۔ حکم ملا کہ کھولکر دکھاؤ۔ مین نے پوچھا کہ
کیون آپ کون ہین جو میرا سامان دیکھین گے۔ مین متعدد بار بمبئی گیا تھا۔ اور کبھی کسی نے میرا سامان نہ دیکھا

اب کی دفعہ یہ نیا انداز دیکھکر خیال پیدا ہوا کہ

کوئی معشوق ہے اِس پردۂ زنگاری مین

دریافت کرنے پر اُس شخص نے اپنے کوٹ کا دامن اُٹھا کر اپنی پیٹی دکھائی جس سے ظاہر ہوا کہ محکمۂ جنگی کا سپاہی ہے۔ مین جانتا تھا کہ بمبئی مین اُترنے والے مسافرون پر یہ پابندی کبھی عائد نہ تھی اور میرے لیے آسان بھی نہ تھا کہ اپنے وزنی صندوق کو جو رسی کے جال سے کسا ہوا تھا اُلٹ پلٹ کر کھولتا اس لیے مین نے کہا کہ بستر اور کپڑون کا بورہ کھُلا ہوا ہے آپ شوق سے اس کا معائنہ کیجیے۔ اور ازار بند سے کنجی کھول کر پیش کی کہ بکس بھی کھولکر دیکھ لیجیے مگر اُس کو اصرار تھا کہ مین گاڑی پر سے نیچے اترون اور سب چیزون کو اپنے ہاتھ سے کھولکر دکھاؤن مین نے کہا کہ جس وقت سامان اسٹیشن کے چبوترہ پر تھا اور قلی موجود تھا تم کو سامان دیکھنا چاہیئے تھا۔ اب تو یہ میرے امکان کی بات نہین کہ اتنا بھاری صندوق گاڑی سے نیچے اتارون اور اُسے کھولون۔ اگر تم کو دیکھنا منظور ہے تو ہر چند کہ یہ امر خلاف دستور ہے مگر چونکہ مجھے اس بات کا اطمینان ہے کہ میرے سامان مین کوئی چیز لائق گرفت نہین اس لیے بخوشی اجازت دیتا ہون کہ تم سامان دیکھ لو۔ مگر وہ کسی طرح اس پر راضی نہوا۔ اور جب گاڑی والا گھوڑا بڑھانا چاہتا تھا تو وہ گھوڑا کو روک دیتا تھا۔ تب مین نے کہا کہ تم اپنے افسر کے پاس گاڑی لے چلو مین اُس سے بات چیت کرونگا مگر اُسے اصرار تھا کہ یہ کوئی قاعدہ نہین ہے سامان یہین دکھانا ہوگا مجبور ہو کر مین نے کہا کہ تم جو کہتے ہو اُس کی تعمیل سے مین قاصر ہون۔ اب جو تمھارا جی چاہے کرو۔ اس پر وہ بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ یہ کیا ضد کی بات ٹھیک نہین ہے تم سامان دکھاؤ۔ ورنہ بہت پریشان ہوگے۔ مین نے پھر کہا کہ خیر جو کچھ ہو۔ سامان دکھانے مین مجھے عذر نہین مگر یہ بکس میرے کھولے نہین کھُل سکتا اس لیے مین مجبور ہون۔ تمھارا جی چاہے کنجی لیکر کھولو اور دیکھ لو ورنہ جو تمھارے اختیار مین ہو کرو۔ وہ دیر تک اُلجھتا رہا مگر جب اُس نے دیکھا کہ کوئی دھمکی کارگر نہین ہوتی تو ذرا سیدھا ہوا اور پوچھنے لگا کہ کوئی نشے کی چیز تو نہین ہے۔ مین نے کہا نہین تب اُس نے پیچھا چھوڑا اور مین سیدھا سابو صدیق کے مسافر خانے پہونچا جو اسٹیشن سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہے۔ مسافر خانہ مین عبدالقادر سکندر مسلم حجاج مقیم لکھنؤ کے بیٹے حسن سکندر پہلے سے جس کمرہ مین ٹھہرے ہوے تھے اُسی کمرہ مین مجھکو بھی ٹھہرنے کی جگہ دی گئی جس سے معلوم ہوا کہ جہاز اکبر و زیانی دو روز پیشتر روانہ ہو چکے ہین۔ اب ۲۱ رکو رہا ہون، جانے والا ہے جسکے ٹکٹ برابر فروخت ہو رہے ہین۔ لہٰذا مین

تھوڑی دیر ٹھہر کر بازار ہوتا ہوا جناب مولوی عبداللہ احمد صاحب محافظ حجاج کی خدمت مین حاضر ہوا۔ وہ میرے دیرینہ کرمفرما ہین۔ اس وجہ سے بڑے تپاک سے ملے اور فوراً ہی پاسپورٹ بنوا دیا۔ اور مغل کمپنی کے ایک ملازم (بادلال) کو جو دفتر مین موجود تھا بلا کر میرے ساتھ بھیجا کہ ٹکٹ خریدنے مین میری رہنمائی کرے چنانچہ کمپنی کے دفتر مین جا کر ایک سو روپیہ کا ٹکٹ خرید لیا گیا۔

مین ۱۸۔ اپریل کی صبح کو بمبئی پہونچا تھا اور چونکہ پہونچنے کے دو ہی گھنٹہ کے اندر حصول پاسپورٹ اور خریداری ٹکٹ کے مراحل سے فراغت مل گئی تھی اس لیے دو ڈھائی دن ضروری سامان کی خریداری اور دوستون سے ملاقات کے لیے مل گئے اور جب اتفاق سے ۱۲؍ کے بجاے ۲۳ اپریل کو جہاز کی روانگی ہوئی تو دو دن فرصت کے اور ہاتھ لگے۔ چار پانچ دن کی اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر مین نے ضروری سامان بھی خریدا۔ مرکزی خلافت کمیٹی اور اخبار خلافت کے دفترون مین بھی حاضری دی اور اس مجلس ملی کے پیچیدہ معاملات کے متعلق معلومات بھی فراہم کی۔ اور ضمناً بمبئی کی تھوڑی سی سیر بھی ہو گئی۔ گو سابق کی طرح حقیقتاً اس کا کم موقع ملا۔ بمبئی اتنا بڑا شہر ہی کہ اسکی سیر کرنے کے لیے ہفتون بلکہ شاید مہینون کی اقامت درکار ہی۔ پھر آے دن کے تغیرات کی وجہ سے ایک ایسے شخص کو جو برسون کے بعد بمبئی آتا ہو ہمیشہ اسکی ضرورت ہوتی ہی کہ کوئی رفیق و رہنما سیر کے وقت ساتھ ہو۔ میرے پاس نہ اتنا وقت تھا اور نہ کوئی ایسا راہبر۔ اس لیے بمبئی کی شہری زندگی کے متعلق کچھ کہنے کا موقع نہین۔ البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہون کہ بمبئی کی سابقہ چہل پہل مین کوئی کمی محسوس نہین ہوئی۔ اور جدید عمارتون کو دیکھکر تو یہی خیال کیا جا سکتا ہی کہ یہ شہر جو ہندوستان کا عروس البلاد کہا جاتا ہی برابر ترقی کر رہا ہی۔

خلافت کمیٹی کے دفتر مین جب حاضری کا اتفاق ہوا تو دوپہر کا وقت تھا اور کوئی صاحب دفتر مین موجود نہ تھے۔ البتہ دفتر کے متعلقہ مہمانخانہ مین محترمہ بی اآن صاحبہ کے تشریف رکھنے کی خبر ملی۔ چنانچہ مین نے اپنی حاضری کی اطلاع کر کے محترمہ موصوفہ کی قدمبوسی اور رخصتی دعائین حاصل کین۔ اور وہان سے بمعیت چودھری عبدالغنی صاحب اڈیٹر روزنامہ خلافت اُن کے دفتر چلا گیا۔ وہان کئی گھنٹہ ٹھہرا رہا کیونکہ اتفاق سے مکرمی خواجہ غلام الحسنین پانی پتی تشریف لے آئے اور چونکہ وہ ایک سال سے زائد عرصہ تک عراق مین سفر کرنے کے بعد واپس آئے تھے اس لیے دیر تک عراق کے تمدنی و سیاسی حالات اُن سے سنتا رہا اور یہ معلوم کر کے بہت خوش ہوا کہ عراق کے عربون علی الخصوص علما و مجتہدین نے کمال ہمت

واستقامت سے برطانوی اقتدار کا مقابلہ کیا ہے اور نام نہاد شاہ عراق امیر فیصل کو ناکون چنے چبوا دیئے
ہین۔ ساتھ ہی یہ دریافت کر کے بہت صدمہ ہوا کہ جیسا اندیشہ تھا انگریزی قبضہ کی بدولت عراق کی مقدس
زمین پر وہ تمام شیطنتین مسلط ہو گئی ہین جو گویا تہذیب جدید کے لوازم مین داخل ہین اور جنھین قرآن کریم
نے مسلمانون پر مطلقاً حرام کیا ہے۔ برطانوی مدبرین و وزرا ازراہ تبختر کہا کرتے ہین کہ خدا نے دنیا مین تہذیب
پھیلانے کی خدمت ان کے سپرد کی ہے۔ لیکن معلمین تہذیب کے چند سالہ تصرف عراق نے اس ملک
مین بداخلاقیون کی جو فراوانی کر دی ہے اُس کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شخص یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ

اے خدا مجھے میرے دوستون سے بچا

یہ بالکل جُدا گانہ امر ہے کہ آجکل خود حق و انصاف کے معنی و مفہوم مین ایک تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے
اور جن باتون کو ہم مسلمان بداخلاقی سمجھتے ہین دانایان فرنگ کے لیے وہ روزمرہ کی معمولی باتین ہین جنپر
حرف گیری کرنے والون کو وہ بڑی خوشی سے بیوقوفون اور جاہلون کی فہرست مین داخل کر دینے کے لیے
تیار رہتے ہین۔

۱۸ اپریل کو جب مین مبئی پہونچکر مسافر خانہ مین ٹھہرا تو میرے کمرہ مین حسن سکندر اور مکہ معظمہ کے ایک
دوسرے مطوف کے بھتیجے سید احمد جعفری پہلے سے ٹھہرے ہوے تھے۔ سامان رکھکر مین ٹکٹ لینے گیا۔
وہان سے دو گھنٹہ کے بعد واپس آیا۔ تو اپنے بستر کے قریب ہی ایک اور صاحب کا سامان رکھا ہوا
دیکھا اُس شخص کی صورت اور وضع اور اُسکے لباس اور مختصر ساز و سامان کو دیکھ کر مجھے گمان ہوا کہ یہ کوئی خفیہ
پولیس کا آدمی ہے۔ سنہ ۱۹۱۹ء مین مہاتما گاندھی کی تحریک ستیا گرہ کی شرکت کے بعد سے برابر خفیہ پولیس چونکہ میرے
حرکات و سکنات کی نگران رہی تھی اس لیے خیال ہوا کہ اس سفر مین بھی میری معیت کے لیے ایک فرشتہ
معین کیا گیا ہے اور اگرچہ اس بات کا بجائے خود مجھکو اطمینان کامل تھا کہ مین کوئی مجرمانہ ارادہ نہین رکھتا
تاہم کوئی وجہ نہ تھی کہ مین ایسے شخص کے مقابلہ مین کسی قدر احتیاط نہ برتتا۔ چنانچہ مبئی کے قیام مین
جب کبھی رحمت شاہ نے مجھ سے گفتگو کرنا چاہی یا ضروری سامان کی خریداری مین شرکت کا خیال
ظاہر کیا تو مین نے ہمیشہ ٹالدیا۔ اور حتی الامکان اس کی موجودگی مین اپنے دوسرے ساتھیون سے
بھی زیادہ بات چیت نہ کی۔

۲۰ اپریل کو خبر ملی کہ دوسرے روز دوپہر کے بعد جہاز پر سب مسافرون کو سامان پہونچانا ہوگا

اس سے پیشتر جتنی دفعہ بحری سفر کا موقع ملا کبھی ایسا نہین ہوا تھا اس لیے پہلے کسی قدر تذبذب ہوا۔ مگر جب معتبر ذرایع سے اُس کی تصدیق ہو گئی اور اسکی ضرورت بھی سمجھ مین آگئی تو دوسرے روز مین بھی سامان باندھنے لگا۔ چونکہ حسن سکندر رحمت شاہ سے بھی معلم قرار پا گئے تھے اس لیے اُنھون نے میرے اور اُن کے سامان کے لیے ایک ہی بیل گاڑی والے سے طے کیا۔ جب سامان بالائی منزل سے نیچے آیا اور مین اپنے صندوق کو رسیون سے باندھنے لگا تو رحمت شاہ ازراہ ہمدردی اس محنت کے کام مین میرے معین بن گئے اسکے بعد حسن سکندر ہی کے مشورہ کی بنا پر رحمت شاہ تو بنڈی (بیل گاڑی) پر سامان کے ہمراہ آئے اور مین اُن کے ساتھ ٹرم کار مین بیٹھکر گودی (ڈاک یارڈ) پہونچا۔ گودی بعینہ جہاز کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو اسٹیشن کا مال گودام ریل سے تعلق رکھتا ہے۔ گودی کی وسیع عمارت کے سامنے سمندر کی طرف جو چبوترہ تھا ہمارا جہاز اُس سے چند گز کے فاصلہ پر لنگر انداز تھا اور اسکے اگلے پچھلے دونون حصون مین زینے لگے ہوئے تھے جن سے مسافر جہاز پر جا سکتے تھے، چاہیے یہ تھا کہ جیسے جیسے حجاج آتے جاتے اپنا اپنا سامان جہاز پر پہونچاتے جاتے لیکن ایسا نہین ہوا بلکہ پہلے تو جملہ حجاج اُس کھلے چبوترہ پر جمع ہو کر ایریل کی تیز دھوپ مین تقریباً دو گھنٹہ کامل تک سکھلائے گئے اسکے بعد جب مولوی عبداللہ احمد صاحب محافظ حجاج تشریف لائے تو ایک ڈاکٹر صاحب بغرض معائنہ طلب کیے گئے۔ پھر جب مولوی صاحب موصوف نے کمپنی کے کارکنون سے دریافت کیا کہ حجاج کو ٹھہرانے کے لیے گودی کیون نہین کھلوادی جو اُن کو دھوپ کی تپش سے نجات ملتی۔ تو معلوم ہوا کہ اتوار کا دن ہونیکی وجہ سے گودی نہین کھولی گئی اور خود کمپنی والون نے محض اس اعتماد پر کہ جب حجاج سامان چڑھانے جاتے ہین تو گودی کھلی رہتی ہے۔ کوئی خاص تحریک نہ کی۔ بہرحال اب کیا ہو سکتا تھا لیکن آئندہ کے لیے مجھے امید ہے کہ کمپنی کے کارکن ایسی غفلت نہ کرین گے۔ کچھ توقف کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور اگرچہ اُنھون نے کسی کا معائنہ نہین کیا لیکن اُن کا آنا حاجیون کے لیے موجب نجات ہو گیا۔ اس لیے کہ فوراً ہی جہاز پر جانے کی اجازت مل گئی۔ اجازت پاتے ہی دفعتاً تمام حاجی دوڑ پڑے اور ہر شخص کوشش کرنے لگا کہ سب سے پہلے وہی جہاز پر پہونچکر اپنے لیے بہترین جگہ انتخاب کرے اور اس غرض سے کہ انتخاب کرتے ہی اُس جگہ پر فوراً قبضہ بھی ہو جائے لوگ اپنے ہاتھون مین چٹائیان۔ کمل۔ دریان اور طرح طرح کے بچھونے لیے ہوئے تھے۔ بعض لوگ جو اپنا سامان کسی معتبر شخص کے پاس نہین چھوڑ سکتے تھے پورا سامان لیکر

چڑھ رہے تھے، غرضکہ اس وقت کا یہ ہنگامہ اچھا خاصہ تماشہ بن گیا تھا۔
مین اُس وقت تک نیچے ہی کھڑا رہا جبتک زینہ پر چڑھنے والون کا ریلا رہا جب بھیڑ چھٹ گئی تو مین بھی چٹائیان لیکر اوپر پہونچا۔ مولوی عبد اللہ احمد صاحب نے اپنے ایک ماتحت کو اس ہدایت کے ساتھ میرے ہمراہ بھیجدیا تھا کہ وہ مجھے کوئی اچھی سی جگہ تلاش کر دین مگر جو جگہ اُنھون نے تجویز کی وہ مجھے پسند نہ آئی اور مین نے خود اپنی راے سے ڈیک کے بالائی حصہ پر ایک جگہ منتخب کی، اور وہان اپنی چٹائی بچھا دی۔ تھوڑی دیر بعد جب سامان اوپر آیا تو رحمت شاہ نے بھی میرے پاس ہی اپنی چٹائی بچھالی۔ یہ امر اگرچہ میری مصلحت کے خلاف تھا لیکن پے در پے اتفاقات نے رحمت شاہ کو میرا ساتھی بنا دیا اس لیے مجھے چار و ناچار سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ جہاز پر سامان کی حفاظت کا انتظام بمبئی کی پولیس کے سپرد تھا جو ان معاملات مین محافظ حجاج صاحب کے تحت مین کام کرتی ہر اور جب سب حجاج کا سامان پہونچگیا تو حجاج اپنے اپنے جاے قیام پر واپس آگئے۔
دوسرے دن معائنہ طبی کا مرحلہ تھا۔ جسکے لیے سویرے ہی سے حجاج روانہ ہونا شروع ہوے۔ مین رات کو ایک دوست کے یہان مدعو تھا اور کھانے کے بعد دیر تک اُن سے بات چیت کرتا رہا۔ جسکی وجہ سے صبح کو سویرے نہ اُٹھ سکا، کچھ تو دیر مین اُٹھنے کی وجہ سے اور کچھ اس سبب سے کہ مجھکو پھلون کی خرید کرنا باقی تھی مین سب سے آخر مین روانہ ہوا۔ پھر بھی جب مین بھپارے کی جگہ پہونچا تو معائنہ طبی ختم نہ ہوا تھا۔ پہلے جب ہندوستان مین طاعون کسی قدر اجنبی تھا تو عموماً معائنہ طبی کے موقع پر حجاج کے کپڑون کو بھپارہ بھی دیا جاتا تھا مگر اب کہ یہ مرض مثل بخار اور درد سر کے ہندوستان کے عام امراض کی فہرست مین شامل ہو چکا ہر۔ بھپارہ دینے کی ضرورت نہین سمجھی جاتی۔ بھپارہ کا مکان ایک گودام کے مانند بنایا گیا ہر۔ مگر اس کی ساخت مین چونکہ اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہر کہ اندر بند کیے جانے والے ذی روح مال کو باہر کی کافی ہوا پہونچتی رہے۔ اس لیے باہر سے کھڑے ہو کر اندر کی کارروائیون کا تماشا دیکھنا آسانی سے ممکن ہر چنانچہ پیش آنے والے معائنہ کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے مین نے بھی کچھ دیر تک اس تماشہ کی سیر کی اور جب حجاج کی آخری جمعیت اندر جانے لگی تو مین بھی اُسی گودام مین داخل ہو گیا۔ اس مقام پر حجاج کے ساتھ تقریباً وہی سلوک کیا جاتا ہر جو گنتی کے وقت عموماً جیلخانون کی بارکون مین ہوتا ہر۔ پہلے تو جملہ حجاج کو ایک قطار مین بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ پھر

کہا گیا کہ سب لوگ اپنے اپنے پیٹ کھولکر کھڑے ہوں۔ اُسکے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور اُنھوں نے ہر شخص کی جانگہ ٹٹول کر دیکھی کہ کسی کے گلٹی تو نہیں ہے۔ پھر حکم ملا کہ سب لوگ اپنے ٹکٹ اپنے سینوں پر کھولکر رکھیں۔ اور ایک شخص نے آکر ان ٹکٹوں اور حجاج کے ہاتھوں پر مہریں لگائیں جسکے بعد گنتی شروع ہوئی۔ اور متعدد آدمیوں نے کئی کئی دفعہ شمار کیا۔ شمار ختم ہونے کے بعد ہدایت ہوئی کہ سیدھے جہاز پر چلے جاؤ۔ اُسی گودام کے ایک گوشہ میں عورتوں کے لیے ایک بند کمرہ ہے جسمیں ایک لیڈی ڈاکٹر صاحب معائنہ کرتی ہیں اور مجھے اپنی ایک عزیزہ سے معلوم ہوا کہ اُنھوں نے اُن کو دھمکی دیکر کچھ رقم بطور نذرانہ وصول کرلی۔

مین نے بعض لوگوں کو لکھدیا تھا کہ بمبئی کے قیام میں اگر وہ کوئی خط وغیرہ میرے نام بھیجنا چاہیں تو جنرل پوسٹ آفس بمبئی کے پتہ پر بھیجیں۔ مگر سامان کی فراہمی اور لوگوں سے ملاقات میں ایسا منہمک رہا کہ چار پانچ دن میں ایک دفعہ بھی ڈاک خانہ تک نہ جاسکا چنانچہ یہ معلوم کرلینے کے بعد کہ جہاز کی روانگی میں کسی قدر دیر ہے معائنہ طبی سے فارغ ہوتے ہی میں ٹریم کار پر بیٹھکر ڈاک خانہ گیا اور وہاں سے تقریباً نصف گھنٹہ کے اندر اندر واپس آکر جہاز پر سوار ہوا۔

## دوسری منزل

جہاز پر دس بجے تک کل حجاج جن کی تعداد تقریباً پانچسو تھی سوار ہوچکے تھے لیکن بندرگاہ کے کنارے پر پانی اتنا نہ تھا کہ جہاز روانہ ہوسکتا۔ دو ڈھائی گھنٹہ کے بعد جب جوار بھاٹہ آیا اور پانی چڑھا تو ایک بجے جہاز روانہ ہوا۔ اور جب تک بندرگاہ کا ارکاٹی جو جہاز کی رہنمائی کررہا تھا جہاز کو بندرگاہ کے باہر پہونچاکر اُتر نہیں گیا۔ جہاز کی رفتار سست رہی اور اکثر حجاج صحن جہاز پر سے بمبئی کی عمارتوں اور بندرگاہ کے جہازوں کو دیکھتے رہے۔ میں نے اپنے لیے جو جگہ منتخب کی تھی وہ صحن کے پچھلے حصہ میں اُس مقام پر تھی جہاں سامان اُٹھانے کے کرین Cranes یا آلات جر ثقیل لگے ہوتے ہیں چونکہ یہ حصہ بالکل کھلا ہوا تھا اور روانگی کے بعد فوراً ہی پردے بھی نہیں ڈالے گئے اس لیے سوار ہونے کے وقت سے عصر کے بعد تک آفتاب کی تپش میں رہے اور اُس مقام پر دوسرے بیٹھنے والوں کے لیے بدرجہ صبر آزما تھی۔ یہ مختصر جگہ قدرتی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی جسمیں وسط میں دونوں جانب کے کرین تقریباً سوا پانچ فٹ کی بلندی پر آویزاں تھے۔ ایک جانب میرا اور رحمت شاہ کا

بستر تھا اور دوسری جانب لاہور کے ایک ٹھیکہ دار صاحب معہ اپنی اہلیہ صاحبزادی اور ایک کمسن بھتیجے کے مقیم تھے یہ کل رقبہ چارون طرف سے محاط تھا۔ ایک سمت مین کرین کو حرکت دینے اور کرین کے رسون کو لپیٹنے والی کلین اس طریقہ سے لگی ہوئی تھین کہ اُن کے درمیان تقریباً ڈیڑھ گز مربع آہنی حوض چھوٹا ہوا تھا اور ان کلون کے نیچے کے تختے جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلسل چلے گئے تھے جہان جہان کھلے ہوے تھے ہمارے لیے سامان رکھنے کی جگہ فراہم کرتے تھے۔ دوسری سمت مین وہ آہنی پشتہ تھا جسپر کرین رکھے ہوے تھے ان پشتون کے نیچے کی جگہ خالی تھی اس لیے ہمین اپنا پانی اور سامان خوردنی رکھنے کے لیے ایک مناسب جگہ مل گئی اس پشتہ کے عقب مین لکڑی کی ایک بڑی جعفری بنی ہوئی تھی جسمین بھیڑین بند تھین تیسری سمت مین ایک طویل نل لگا ہوا تھا جسکے اندر وہ زنجیر تھی جو جہاز چلانے والے عقبی پنکھون کو مسلسل حرکت مین رکھتی ہے اور چوتھی سمت کی حدبندی بھی اسی قسم کی زنجیر سے تھی۔ بس فرق اس قدر تھا کہ جس جانب کو مین نے اپنے لیے منتخب کیا تھا اُدھر اُس نل کے اوپر ایک فٹ چوڑا آہنی پٹرا لگا ہوا تھا جسکے وسط مین ہم لوگون نے اپنے صندوق اور بورے ایسے طور پر رکھدیے تھے کہ دونون کنارے آمد و رفت کے لیے دروازون کے مانند کھلے رہتے۔ اور دوسری جانب جدھر ہمارے لاہوری ساتھی تھے زنجیر کے اوپر کوئی پٹرا نہ تھا۔ جب تک صحن مین دھوپ رہی طوطق طبقۃ اندرونی کے حجاج اپنی اپنی جگہ پر رہے یا جس رُخ دُھوپ نہ تھی وہان اپنے اپنے چولھے جلا کر کھانا پکاتے رہے مگر جیسے جیسے دُھوپ کم ہوتی گئی لوگ نیچے سے اوپر آتے گئے تا آنکہ شام تک صحن کے کسی کونہ مین آمد و رفت کا راستہ چھوڑ کر چپہ بھر جگہ نہ باقی رہی جہان کسی نے بستر نہ لگا لیا ہو۔ ہم لوگ چونکہ ایک محاط جگہ مین تھے جہان ہماری چٹائیون کے بچھ جانے کے بعد صرف ذراسی جگہ آمد و رفت کے لیے بچی تھی اس لیے ہمارے یہان کسی نے مداخلت پسند نہ کی اور ہم جتنی مدت جہاز پر رہے اس حیثیت سے نہایت امن مین رہے۔ دن بھر تمازت آفتاب سے جو تکلیف اُٹھائی تھی شام ہوتے ہی نہایت ٹھنڈی ہوا نے اس کی تلافی کر دی اور رات بڑے آرام سے بسر ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو پہلے صحن دُھویا گیا، اسکے بعد پردے باندھ دیے گئے تو پھر دھوپ کی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ صحن جہاز ہر روز دھویا جاتا ہو اور اُس وقت عموماً مسافرون کو تھوڑی سی دقت ہوتی ہے بعض لوگون کا سامان ذراسی غفلت

مین بھیگ جاتا ہی، میرے قریب دو جانب چونکہ سطح صحن سے تقریباً ۹ انچہ بلند پٹرے تھے اس لیے کل سامان بڑی حفاظت سے رکھا ہوا تھا اور سوائے بچھونے اور متفرق چھوٹی چھوٹی اشیا کے کسی چیز کو اُٹھانے کی حاجت نہوتی تھی، دو منٹ کے اندر بچھونے لپیٹکر رہین چلانے والی کل کے اوپر رکھدیے جاتے تھے اور متفرق چیزین اسی کی خالی جگہ مین، اور دھلائی کے وقت مین خود کبھی تو اونچے پٹرے پر کھڑا ہو جاتا تھا اور کبھی جہاز کے دوسرے کسی حصہ کی گشت لگانے چلا جاتا۔ سید احمد جعفری نے جو مسافرخانہ مین میرے ساتھ تھے اور اسی جہاز پر مکہ معظمہ جارہے تھے اپنے مقام پر گنجایش کم دیکھکر اپنی کریچ کی آرام کرسیان میرے یہان لاکر رکھدی تھین جنمین سے ایک تو وہ دوسرے دن لے گئے اور دوسری پر اُن سے اجازت لیکر ہم لوگ بیٹھتے رہے۔ اس ذریعہ سے مجھکو اور بھی راحت ملی۔

حجاج کے ٹکٹ بالعموم بغیر خوراک کے ہوتے ہین اور اُنھین کھانا پکانے کے لیے جہاز پر جگہ بھی دی جاتی ہی۔ اور لکڑی بھی ملتی ہی۔ ہمایون چھوٹا سا جہاز ہی اور اسی سبب سے اس کے باورچی خانے بھی چھوٹے ہین لیکن اسی نقص کو رفع کرنے کے لیے صحن کے مختلف حصّون مین کنارے کے رُخ پر تین چار انچہ کے بلند چبوترے بنا دیے گئے ہین جہان لوہے کی انگیٹھیان رکھکر کھانا پکا لیا جاتا ہی پہلے روز تو لوگ عموماً بمبئی سے روٹیان اور دیگر سامان خوردنی ساتھ لائے تھے مگر دوسرے روز سے ہر طرف چولھے جلنا شروع ہوے اور صبح سے لیکر شام تک باری باری سے لوگ کھانا پکایا کرتے تھے۔ میری جگہ باورچی خانہ کے عین مقابل تھی اور اگر برابر اسی مین کھانا پکتا رہتا تو دھوئین سے کافی تکلیف ہوتی، مگر اول تو وہان گنجائش کم تھی دوسرے دھوئین سے خود پکانے والون کا دم گھٹتا تھا اس بنا پر باورچی خانہ کے اندر پکانے کے بجاے لوگ زیادہ تر باہر کی چبوترون پر پکانا پسند کرتے تھے اور ایک دو دن کے بعد تو باورچی خانہ بالکل ہی خالی رہنے لگا۔

مین گھر سے تنہا چلا تھا اور بمبئی سے اگرچہ رحمت شاہ کا ساتھ ہو گیا تھا مگر مین نے اُن کے ساتھ کھانے پکانے کا انتظام گوارا نہ کیا، اسکے علاوہ چلتے وقت اعزا نے اس قدر ناشتہ ساتھ کر دیا تھا کہ اوپر معقول رقم محصول ریل کی مد مین مجھے صرف کرنا پڑی جسکے بعد سوائے اسکے کوئی صورت نہ تھی کہ مین اس رقم کی وصولی اور اس ناشتہ کے انبار کو ٹھکانے لگانے کے لیے جہاز پر تازہ کھانے

انتظام سے قطع نظر کرون چنانچہ جتنے دنون مین جہاز پر رہا یہ ناشتہ ہی کھاتا رہا۔ اور اُسکی مقدار اتنی تھی کہ اِسکے بعد بھی ایک معقول حصہ بچ گیا جو واپسی تک کام آتا رہا بلکہ بعض چیزین ساتھ واپس آئین۔

جہاز پر مسافرون کو کھانے کی فکر کے سواے کوئی شغل نہین ہو۔ عام جہازون پر لوگ عموماً اپنا وقت گذارنے کے لیے تاش وغیرہ کھیلا کرتے ہین۔ مگر حجاج کی جماعت مین اس کا رواج عام طور پر نہ تھا۔ جو لوگ خواندہ تھے وہ عموماً فرصت کے اوقات کتب بینی مین صرف کرتے تھے۔ ورنہ باہم بات چیت کرکے یا لیٹے لیٹے وقت گذرتا تھا کچھ عابد و زاہد لوگ بھی تھے جو زیادہ تر تسبیح و مصلی سے کام رکھتے تھے پانچون وقت اذانین ہوتی تھین اور متعدد چھوٹی بڑی جماعتون مین لوگ نمازین پڑھتے تھے۔

پینے اور کھانا پکانے کے لیے میٹھا پانی دن مین ایک بار ملا کرتا تھا۔ اس لیے ہر شخص کو اپنا اپنا برتن لیکر پانی بھروانے جانا پڑتا تھا۔ اور لکڑی بھی کبھی روزانہ اور کبھی دوسرے دن ملتی تھی جسکے لیے بھی لوگون کو جد وجہد کرنا پڑتی تھی۔ پانی اور لکڑی حاصل کرنے کے وقت اچھا خاصا ہنگامہ ہو جاتا تھا کیونکہ ہر شخص چاہتا کہ پہلے وہی حاصل کرلے۔ دینے والا ایک اور لینے والے بہت سے اور وہ بھی عجیب نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض اوقات جہاز کا منشی جو پانی اور لکڑی تقسیم کرتا تھا گھبرا کر بھاگ جاتا۔ اور تقسیم رُک جانے کی وجہ سے لوگون کو تکلیف ہوتی۔

مجھے کھانا پکانے کی تو کوئی فکر نہ تھی۔ اور پانی بھی بمبئی سے اتنا لے لیا تھا کہ کئی دن تک چلتا رہا۔ لیکن میرے ساتھی رحمت شاہ کو کھانا پکانے کی وجہ سے دونون چیزون کی ضرورت پڑتی تھی لہذا پانی اور لکڑی کے جو ٹکٹ ہر مسافر کو دیے گئے تھے وہ مین نے رحمت شاہ کے حوالے کردیے اور جب اُنھین ضرورت ہوتی تو وہ اپنے اور میرے ٹکٹ دکھا کر لکڑی اور پانی لاتے رہتے۔ مین چاے کا عرصہ سے عادی ہون اور جہاز پر تو ہر شخص کے لیے چاے کا استعمال ضروری ہو۔ اِس کے لیے مین نے آتے ہی جہاز کے بھنڈاری سے انتظام کرلیا تھا اور وہ جسوقت ضرورت ہوتی کیتلی بھر پانی گرم کر دیتا تھا۔ بھنڈار خانہ چونکہ جہاز کی پچھلی چھت کے بالائی حصہ پر تھا اس لیے مجھ کو چاے کا پانی گرم کرانے کے لیے دن مین کئی بار وہان جانا پڑتا تھا مگر دو ہی تین دن کے بعد سے رحمت شاہ نے مجھے اس سے بے نیاز کردیا۔ اب میرے پاس سواے اس کے کوئی کام نہ تھا کہ دن بھر نوشت وخواند مین مصروف رہون یا جہاز کے

ملاقاتیون سے بات چیت کرتا رہون۔

جہاز پر جتنے حجاج بمبئی سے سوار ہوئے تھے اُن مین بڑی تعداد تو بنگالیون کی تھی اور باقی مختلف صوبجات کے لوگ تھے۔ مگر ان مین یہ دیکھکر مجھے بہت تکلیف ہوئی کہ تعلیم یافتہ مسلمانون کی نہایت قلت تھی۔ انگریزی دان طبقہ کا نمائندہ تو میرے سوا کوئی دوسرا تھا ہی نہین لیکن عربی فارسی جاننے والے بھی انگلیون پر شمار ہو سکتے تھے۔ البتہ جاہل اور ناخواندہ لوگون کی کثرت تھی۔ انگریزی خوان جماعت کے لیے جہان مسجد کی حاضری اور پنجوقتہ نماز معاف ہے۔ وہین معلوم ہوتا ہے کہ حج کا فریضہ بھی اُن کے ذمہ عائد نہین کیا گیا۔ گویا قرآن شریف صرف جاہل مسلمانون ہی کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے تعلیمیافتہ اور خصوصاً انگریزی خوان مسلمانون کو اس کی حاجت ہی نہین۔ اِس بے نیازی کا کیا ٹھکانا ہے!

مذاق کے مطابق جہان ملنے والے نہ میسر آئین وہان خلاف مذاق لوگون ہی مین انتخاب کرنا پڑتا ہے اور اگرچہ میری نوشت و خواند کی مصروفیتین کچھ کم نہ تھین۔ تاہم چند گھنٹے روزانہ نئے احباب کے نذر کرنا پڑتے تھے۔ رحمت شاہ اب چوبیس گھنٹے ساتھ رہتے تھے اس لیے مجھکو اُن کے بشرے اور حرکات و سکنات پر زیادہ غور کرنے کا موقع ملا۔ اور جب مین نے خود ان کے بیان کردہ حالات سنے اور ایک حد تک انکی تصدیق اُن کاغذات سے بھی ہو گئی جو اُن کے پاس موجود تھے اور جو مین نے ایک مناسب موقع پر ان سے مانگ کر دیکھے تو میری بدگمانی جاتی رہی۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی غربت مزاج اور نیک نفسی کے باعث مجھکو اُن سے ایک طرح کا اُنس ہو گیا۔ اور اُس غریب نے حتی المقدور میری خدمت بھی کی۔

ہمارے پڑوسی نظام دین صاحب جولاہور مین ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہین نیکدل اور خوش اخلاق آدمی تھے اور اُن کا کمسن بھتیجا غلام حسین اپنی بھولی باتون اور بچپن کی شوخیون سے ہم سب کا دل بہلایا کرتا تھا۔ اِن لوگون کا تو خیر ہر وقت ساتھ ہی رہتا تھا۔ مگر ان کے علاوہ اور بھی متعدد حجاج ہماری صحبت مین شریک ہو جایا کرتے تھے جنمین ضلع پرتابگڈھ کے ایک صاحب سردار خان سے خاص لطف ہو گیا تھا۔

۱۲ر اپریل کو رات مین جہاز کراچی پہونچکر بندرگاہ مین لنگرانداز ہو گیا۔ صبح سویرے جہاز کی صفائی سے فارغ ہو کر خلاصیون نے پردے کھول دیے اور کرین اوپر کو اُٹھا دیے اور دن بھر گیہون اور آٹے کے بورے جو کشتیون پر لاد کر لائے گئے تھے۔ جہاز کے اندرونی تہ خانے مین بھرے گئے اِس سے اندر کے مسافرون کو بھی کسی قدر تکلیف ہوئی اور جو لوگ صحن مین فروکش تھے وہ تو دھوپ کی گرمی سے بلبلا اُٹھے

لیکن چونکہ کھانے پینے کی مختلف چیزین بیچنے والے جہاز سے متصل بہت سی کشتیون پر سوار تھے اور
اُن مین سے بعض بعض آدمی جہاز کے اوپر بھی پہونچ گئے تھے اس لیے مسافرون کو ایک اچھا مشغلہ
ہاتھ آگیا تھا اور ہر شخص خریداری مین یا اُس کا تماشا دیکھنے مین مصروف نظر آتا تھا۔ شام تک سب
سامان بھی لاد دیا گیا اور کشتیان بھی مال بیچکر چلی گئین۔ دوسرے دن طلوع آفتاب کے بعد جہاز گودی
کے کنارے پہونچا دیا گیا اور کراچی کے مسافر سوار ہونے لگے۔ مین نے جلدی جلدی چند خطوط لکھے اور ایک
صاحب کے معرفت پولیس سارجنٹ کے حوالے کیے جس نے یقین ہے کہ ڈاک خانہ مین ڈالدیے ہون گے۔
صحن کی چھت پر چونکہ اب تک پردے نہین پڑے تھے اِس لیے آج بھی کافی تکلیف رہی اگرچہ نئے
حجاج کی دیکھبھال سامان کی خرید اور خطوط نویسی وغیرہ مشاغل کی وجہ سے کم محسوس ہوئی ظہر کے بعد جہاز
روانہ ہوا اور عصر کے وقت تک کراچی کا کوئی پتہ نشان باقی نہ رہا۔ دوسرے ہی دن صبح کو پردے پڑ گئے
اور جب تک جہاز پر قیام رہا پھر اس زحمت کا سامنا نہین ہوا۔

جہاز کراچی سے روانہ ہوا تو دوسرے دن مین نے الناظر کے لیے مضمون لکھنا شروع کیا۔ اتفاق سے
جہاز کے ڈاکٹر صاحب اس وقت میرے پاس سے ہوکر گذرے اور مجھے مصروف تحریر دیکھکر میری طرف
متوجہ ہوگئے۔ اور جب انھین یہ معلوم ہوا کہ مین ایک ناچیز قومی خادم ہون تو دیر تک مختلف معاملات قومی و
ملکی پر گفتگو کرتے رہے اُس وقت سے وہ میرے حال پر خاص کرم فرمانے لگے اور روزانہ ملاقاتین ہونے
لگین۔ اُنھون نے کراچی اور عدن مین انگریزی اخبارات خریدے اور مجھے بھی پڑھنے کو دیے۔ کراچی سے سنہ
پنجاب اور بلوچستان کے تقریباً ساڑھے چار سو حجاج سوار ہوے اور اگرچہ ان مین بعض بڑے بڑے معز
لوگ بھی تھے۔ مگر تعلیمیافتہ لوگون کی ویسی ہی قلت تھی۔ صرف ایک صاحب انگریزی دان تھے جو
پنجاب کے رہنے والے تھے اور بلوچستان کی ریاست لسبیلہ مین ملازم تھے۔ ان صاحب سے ڈاکٹ
واکڈے کے یہان ملاقات ہوئی اور پھر ان کے ذریعہ سے اکثر بلوچی سردارون سے نیاز حاصل ہوا۔

کراچی سے عدن تک چھ دن کا راستہ تھا۔ جہاز ہمایون چھوٹا تھا اس کی رفتار بھی کم تھی تیز ر
جہ تھے پانچوین ہی دن پہونچ جاتے ہون گے۔ مجھے اس اثنا مین اپنا مضمون بھی ختم کرنا تھا اور بہت۔
خطوط بھی لکھنے تھے۔ اس وجہ سے مین روزانہ کئی گھنٹے لکھنے مین مصروف رہتا تھا۔ فرصت کے اوقا
مین کبھی دوسرے مسافر میرے یہان آکر جمع ہو جاتے اور کبھی مین ڈاکٹر صاحب کے یہان یا مسٹر فضل

کر یہان چلا جاتا اور بلوچی سردارون سے اُن کے حالات سنتا رہتا تھا۔
سندھ کی ریاست میر پور خاص کے سابق رئیس کے چھوٹے بیٹے بھی کراچی سے سوار ہوے تھے
ان کو عدن پہونچنے سے قبل ایک تار بھیجنے کا خیال پیدا ہوا۔ سید احمد جعفری نے چونکہ اُن سے وعدہ
لے لیا تھا کہ وہ مکہ معظمہ پہونچکر ان کے چچا سید امین عاصم کو اپنا معلم بنائین گے اِس لیے سید احمد نے
ان کی خدمت گذاری یہین سے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اور وہی میرے پاس آکر تار کا سودہ لکھوا لیگئے۔
جہاز پر مارکونی کمپنی کا وائرلس اپریٹس (بے تار کے تار بھیجنے والا آلہ) لگا رہتا ہے اور اسی کے ذریعہ یہ تار
بھیجنا مقصود تھا۔ چونکہ تار بابو انگریز تھا جو ہندوستانی زبان سے بہت تھوڑی واقفیت رکھتا تھا
اس لیے سید احمد صاحب کو ایک ترجمان کی حاجت ہوئی۔ اور وہ مجھے اِس خدمت کے لیے پکڑ لے گئے
اسکے بعد جو کچھ اس انگریز سے گفتگو ہوئی تھی اُنھون نے خواہش کی کہ مین خود چل کر میر صاحب کو سمجھا دُن
میر بنی بخش صاحب ہندوستانی بھی سمجھتے تھے مگر فارسی مین گفتگو کرنا زیادہ پسند کرتے تھے چنانچہ
تار کے متعلق ضروری بات چیت ختم ہوجانے کے بعد اُن سے دیگر امور پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اور
جب ان کو اثنا سے گفتگو مین یہ معلوم ہوا کہ مین لکھنؤ کا رہنے والا ہون تو پھر وہ واجد علی شاہ اور اُن کی
اولاد کے حالات اور لکھنؤ کی بعض عمارتون خصوصاً قیصر باغ کے بارہ مین مجھسے سوالات کرتے رہے۔ لکھنؤ
کے ساتھ اُن کو اِس قدر دلچسپی تھی کہ پھر جب کبھی اُن سے ملاقات ہوتی تو وہ لکھنؤ ہی کا تذکرہ چھیڑ دیتے۔

جیسے جیسے جہاز کراچی سے دور اور عدن سے قریب ہوتا جاتا تھا گرمی بڑھتی جاتی تھی۔ ۱۹ مئی
کو رات کے دس بجے جہاز بندرگاہ عدن مین لنگر انداز ہوا۔ تو دیر تک مسافر دور سے شہر کی روشنیون کا
نظارہ کرتے رہے۔ صبح سویرے ہی کشتیون پر سامان بیچنے والے آگئے اور ہر شخص شغل خرید مین منہمک
ہوگیا۔ مین نے بھی کچھ پھل اور آلو خریدے۔ چونکہ رحمت شاہ سے اب ربط ہوگیا تھا اکثر کھانے مین بھی
شرکت ہونے لگی تھی اِس لیے ترکاری پکوا لینا آسان تھا۔ عدن مین مچھلی بہت خریدی گئی میان
نظام دین اور رحمت شاہ دونون نے مچھلی خریدی اور اپنے اپنے طور پر پکا کر مجھے بھی کھلائی۔ دس بجے
دن کو جہاز روانہ ہوکر دوسرے دن اُسی وقت جزیرۂ کامران کے سامنے ٹھہر گیا۔ یہان قرنطینہ ہے
اس لیے ایک رات کے لیے جہاز چھوڑنا پڑا۔ جملہ مسافر ضروری بچھونے اور کھانے کا سامان لئے ہوے
کشتیون پر سوار ہوکر جزیرہ کے ساحل پر اُتر گئے۔ ساحل سے تقریباً دو سو قدم کے فاصلہ پر قرنطینہ کا

کمپ ہی۔ نمازی کمپنی کا ایک جہاز اُسی وقت جاوا کے حجاج کو لیے ہوئے پہونچا تھا۔ پہلے ہمایون کے مسافر اُتارے گئے پھر دوسرے جہاز کی باری آئی۔ اور دونون جہازون کے مسافر جداگانہ کمپون مین ٹھہرائے گئے۔ کمپ کے اندر داخل ہونے سے پہلے ایک مکان مین بلائے گئے جہان ہر شخص سے کہا گیا کہ اپنے کپڑے اُتار کر دہ لنگی باندھے جو قرنطینہ ہی کی ملک تھی۔ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیون مین لوگ مکان کے اندر جاتے۔ کپڑے اُتارتے۔ لنگیان باندھتے اور پھر ایک مقام پر لیجا کر اُن کا شمار ہوتا اسکے بعد وہ ایک ایسے کمرہ مین بھیجدیے جاتے جہان چھت مین فوارہ دار نل لگے ہوے تھے اور تھوڑی دیر کے لیے نل کھولدیے جاتے۔ بعض لوگ تو نلون کے نیچے کھڑے ہو کر غسل کر لیتے تھے۔ بعض پر تھوڑا ہی سا پانی پڑجاتا تھا اور بعض جو ادھر اُدھر کنارون سے لگ کر کھڑے ہوتے بالکل نہین بھیگتے تھے۔ اتارے ہوے کپڑے اور بستر ہر شخص سے لے لیے جاتے تھے اور ایک بڑے آہنی ظرف مین رکھکر اُنھین بھپارہ دیا جاتا تھا۔ غسل خانہ سے نکل کر ہم لوگ اسی بھپارہ والے کمرے مین پہونچے جہان ہمارے کپڑے اور بستر ہمارے حوالے کیے گئے۔ عجلت مین بعض لوگون کے کپڑے اور بچھونے گڈمڈ ہو گئے۔ چنانچہ میان نظام دین کی ایک صدری اسی مین تلف ہو گئی۔ اشیاے خوردنی اور دیگر سامان جو ہم اُس کمرہ مین چھوڑ آئے تھے جہان کپڑے اُتارے گئے تھے وہان سے ملازمین قرنطینہ نے اُٹھا کر باہر رکھ دیا اور جب ہم لوگ اپنے کپڑے پہن کر باہر آئے تو ہر شخص نے اپنی اپنی چیز پہچان کر اُٹھالی۔ اس موقع پر بعض لوگون کو شکایت رہی کہ انکی چیزین اُنھین نہین ملین۔ مجھے یہان ایک خاص واقعہ پیش آیا۔ میرے دونون بازوؤن مین تعویذ کے طور پر سو سو روپیہ کے نوٹ بندھے ہوے تھے۔ جسوقت مین نے کپڑے اُتارے تو دونون تعویذ کھول کر ہینڈ بیگ مین رکھ دیے۔ کچھ دیر بعد سردار خان صاحب نے اپنا روپیہ میرے سپرد کیا تو مین نے بیگ کھول کر اُس کو بھی رکھدیا۔ جب غُسل خانہ کی طرف جانے لگا تو مجھے خیال آیا کہ عینک اور خلال تر ہو جائے گی۔ لہذا پھر بیگ کھولا اور یہ دونون چیزین بھی رکھدین۔ اسکے بعد جب مین نہا چکا اور اپنے کپڑے پہن کر اپنا سامان اُٹھا رہا تھا تو دفعتاً سردار خان صاحب ایک طرف سے آئے اور ایک تعویذ دکھا کر مجھسے پوچھنے لگے کہ کیا یہ آپکا ہے۔ مین نے دیکھا تو کہا ہان یہ میرا ہی ہے۔ اُنھون نے کہا کہ مین نے کھول کر دیکھ کر خیال کیا کہ آپ ہی کا ہوگا۔ اُسمین پانچ سو روپیہ کے نوٹ تھے۔ خدا معلوم یہ کس وقت میرے بیگ سے نکل کر سردار خان صاحب کے کپڑون مین جا گرا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ورنہ غربت مین اتنی بڑی رقم

ضایع ہو جانے کی وجہ سے میرے لیے کافی دقتوں کا سامنا ہوتا۔ غسل سے فارغ ہو کر سب لوگ کیمپ مین پہونچ گئے۔

کیمپ کے چارون طرف بلند جالی دار کٹہرا لگا ہوا ہی۔ اور وسط مین فوجی بارکون کی طرح چھپر اور ٹین کی متعدد بارکین بنی ہوئی ہین۔ جن کے درمیان کافی فاصلہ چھوڑا گیا ہی اور اُن کے دونون جانب ڈھکے ہوے برآمدے بنائے گئے ہین۔ اِن بارکون مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بڑی بڑی کھڑکیان ہین جنمین دروازے نہین لگائے گئے تاکہ ہوا کی کسی وقت روک نہ ہو سکے۔ بارکون کے درمیان جو راستے بنائے گئے ہین اُن کے وسط مین جہان چوراہے ہین گیس کی بتیان لگی ہوئی ہین جن سے میدان اور قریب کی بارکون کے برآمدون مین روشنی رہتی ہی۔ اور بارکون کے اندر لالٹینین روشن کی جاتی ہین۔ احاطے کے دو جانب آہنی جالی سے متصل پختہ پاخانے غسل خانے اور وضو خانہ بنا ہوا ہی جنمین پانی کے نل لگے ہوے ہین۔ مغربی سمت مین ایک وسیع بارک نماز کے لیے بنی ہوئی ہی جسمین چٹائیان اور دریان بچھی ہین بارکون مین کسی قسم کا فرش نہین ہی۔ جنوبی جالی کے قریب ایک پختہ بارک کسی قدر بلند اور آراستہ ہوئی ہی جسمین اول درجہ کے مسافر ٹھہرائے جاتے ہین۔ اور اُس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک سائبان مین پانی کا ذخیرہ ہی جالی کے جنوبی مشرقی گوشہ پر لکڑی کا ذخیرہ رکھا گیا ہی۔ اِن دونون کے درمیان مختصر سا بازار ہی جہان ضروری اشیائے خوردنی فروخت ہوتی ہین۔ دوکانون کے باہر ایک تختی پر چیزون کا مقررہ نرخ لکھا ہوا ہے۔ روٹی۔ پراٹھے۔ چائے۔ شربت۔ لمنیڈ۔ برف۔ کھجور۔ شکر۔ سگریٹ۔ تمباکو۔ دیا سلائی وغیرہ مناسب قیمتون پر فروخت ہوتی ہین۔ بکری۔ مرغیان۔ مچھلی اور انڈے بھی ملتے ہین اور اِن چیزون کی قیمتیں عموماً کم ہین۔

سہ پہر کو ظہر کے وقت ہم لوگ کیمپ مین داخل ہوے۔ اگرچہ آفتاب کی تپش ناقابل برداشت تھی لیکن سمندر کی تازی ہوا کے باعث گرمی کی تکلیف بہت کم محسوس ہوئی اور رات کے وقت اس سہانی فضا مین سمندر کی ٹھنڈی ہوا نے جو لطف دیا اُس سے تو ہر شخص نہایت ہی شادان و فرحان تھا میرے کرمفرما سردار خان صاحب تو جہاز کی قید اور گرمی سے اس قدر تنگ آگئے تھے کہ اگر اُن کو عید تک اس قرنطینہ مین رہنے کا موقع دیا جاتا تو وہ اسے بہت خوشی سے منظور کر لیتے۔ اگرچہ قرنطینہ مین یہان بھی یہ قید لگی ہوئی تھی کہ تار دن کی چار دیواری کے باہر کوئی حاجی نہین جا سکتا تھا حتی کہ دوسرے جہاز کے حجاج سے بھی ملاقات نہین ہو سکی۔ مگر یہ مقام ایسا صاف اور ستھرا اور ہوا دار تھا کہ ہر شخص نے اُس کو

پسند کیا۔ یہ قرنطینہ ترکی عہد کی یادگار ہے اور جنگ کے زمانہ سے انگریزی قبضہ مین آگیا ہے۔ قرنطینہ کی بارکون سے کچھ فاصلہ پر انگریزون کی مختصر فوج کا پڑاؤ ہے اور اُسکے آگے تقریباً ایک میل پر عربون کی بستی ہے جسکا انتظام ایک ہندوستانی مجسٹریٹ سے متعلق ہے۔ یہ صاحب شام کو ہمارے کیمپ مین بھی تشریف لائے اور اتفاق سے مجھے مل گئے تو دیر تک قرنطینہ کے انتظامات اور دیگر امور پر گفتگو ہوتی رہی صبح سویرے ہی سے لوگون نے جہاز پر واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ کچھ دیر مین معلوم ہوا کہ ڈاکٹری معائنہ ہوگا۔ چنانچہ مختلف بارکون کے لوگ بارکون سے باہر میدان مین جمع کرکے قطار در قطار بٹھائے گئے اور جب تک کل حجاج کا معائنہ نہو لیا کوئی اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پایا۔ گنتی اور معائنہ ختم ہوتے ہی سب لوگ اپنا سامان لیکر کنارہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہان جو بڑی بڑی کشتیان کھڑی ہوئی تھین اُن پر سوار ہو کر تقریباً دس بجے تک جہاز پر واپس پہونچ گئے۔ کامران جانے کے لیے جہاز سے جس وقت حجاج کشتیون پر سوار ہوئے تھے تو جہاز کے کرانی (کلارک) صاحب نے زینہ کے اوپر کھڑے ہو کر کل حاجیون سے ٹکٹ لیے۔ اور اُس وقت پہلی دفعہ جہاز والون کو معلوم ہوا کہ ۸ آدمی بے ٹکٹ کے سفر کر رہے ہین۔ یہ سب مدراس کے رہنے والے نوجوان تھے جنھون نے خدا معلوم کیسے بمبئی مین روانگی سے قبل جہاز کے اندر اپنے تئین چھپا دیا تھا۔ بعض لوگون کا خیال تھا کہ جہاز کے ملازمین مین سے کسی کی شرکت سے یہ کارروائی کی گئی۔ بہرحال جب حال کھلا تو جہاز کے عمال چکرا ئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اپنی غفلت کو طشت از بام کرنا اُنھین منظور نہ تھا۔ اس لیے اُنھون نے ان لوگون سے کچھ تعرض نہ کیا۔ جہاز پر بہت سے ایسے مسافر تھے جو اپنی غربت و مسکینی کا اظہار کرکے دوسرے حجاج سے کھانا اور خیرات حاصل کرتے تھے۔ یہ لوگ بھی اُنھین مین شریک رہتے تھے اور کسی کو گمان بھی نہوا کہ یہ بغیر ٹکٹ سوار ہوئے ہین۔ حج کا فریضہ صرف اُنھین لوگون پر عائد ہوتا ہے جن کو خدا نے اتنی استطاعت دی ہو کہ وہ ضروری مصارف برداشت کر سکین۔ لیکن ہندوستان سے ہر سال کثیر تعداد مین ایسے لوگ بھی حج کے لیے ضرور جاتے ہین جن کے پاس صرف جہاز کا کرایہ ہوتا ہے۔ اکثر لوگون کو تو بمبئی اور کراچی کے صاحبان خیر ٹکٹ دلا دیتے ہین۔ اگر وہ اُن ذلتون اور حقارتون کا احساس کر سکتے جو ان مساکین کی بدولت دنیا بھر کے مسلمان حجاج کی نظرون مین عموماً اور ارض حجاز کے باشندون کی نگاہون مین خصوصاً ہندوستانی مسلمانون کی ہوتی ہے اور ان دشواریون کا اندازہ کر سکتے جو اُن کی واپسی کے انتظام مین درپیش آتی ہین تو مجھے یقین ہے کہ یہ اصحاب

اِس تھوڑے سے ثواب کو حاصل کرنا ضروری نہ خیال فرماتے اور محض جانے کا ٹکٹ دلاکر اپنی ذریۂ زیارت کو ختم نہ ہو جانے دیتے۔

مین ان مفلس و نادار لوگون کو الزام نہین دے سکتا جو فرض نہونے کے باوجود اپنے مذہبی جوش اور مخلصانہ شوق سے مجبور ہو کر سفر حجاز کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہین۔ بلکہ حقیقتاً ان کی مذہبی دلدادگی نہایت درجہ قابل قدر ہے لیکن جن لوگون نے اس سفر کو ایک قسم کی تجارت بنالیا ہے اور جن کی تعداد کچھ کم نہین ہوتی وہ یقیناً حد درجہ قابل ملامت ہین، تاجران بمبئی و کراچی اور دوسرے مقامات کے جو صحاب خیر لوگون کو حج کرانے کا ثواب حاصل کرنا چاہتے ہین اُنھین چاہیے کہ آمد و رفت کے کرایے اور زاد راہ و دیگر مصارف ضروریہ کی کفالت اپنے ذمہ لین تاکہ ان غریبون کو بھی ارض مقدسہ مین جاکر ہر قسم کی مصیبتون سے نجات ملے اور ہم مسلمانان ہند بھی تحقیر و رسوائی سے محفوظ رہین۔ مین اس مسئلہ پر اخبار مین علیحدہ لکھون گا مگر یہان بھی یہ عرض کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ اس بارہ مین سب سے زیادہ علماے مذہب کو توجہ کرنا چاہیے۔

۶ مئی کو جب جہاز کامران سے روانہ ہوا تو اکثر حجاج نے احرام باندھنا شروع کردیے۔ ہم لوگون نے اس وقت تک انتظار کرنا مناسب سمجھا جب تک یلملم کی پہاڑی نہ آجائے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز اور دیگر مستند علماے ہندوستان کی ہدایات کا یہی منشا ہے جہاز کے کپتان سے جاکر دریافت کرلیا تھا اور اُس نے کہا تھا کہ ۷ مئی کو شام کے ۴ بجے یلملم کی پہاڑیان دکھائی دینے لگین گی اور اُسی وقت جہاز سیٹی دیگا۔ اسکی اطلاع اپنے ساتھیون اور دوسرے ملاقاتیون کو کردی تھی اور وہ سب لوگ ظہر کے بعد سے سیٹی کے لیے ہمہ تن گوش بنے ہوے تھے مگر جب عصر کا وقت تنگ ہونے لگا اور سیٹی نہ بجی تو انتظار سے تنگ آکر پھر کپتان کے پاس دوڑا ہوا گیا معلوم ہوا کہ صبح سے مخالف باد تند جو چل رہی ہے اسکے بدولت جہاز کی رفتار کم ہوگئی ہے اور اب نصف شب مین یلملم پہونچنے کی سیٹی دی جائیگی چنانچہ سب لوگون نے اطمینان سے مغرب کے بعد غسل سے فراغت حاصل کی۔ اور کپڑے اُتار کر احرام کی لنگیان باندھ لین۔ صرف سُنّت الاحرام پڑھ کر نیت کرلینا باقی رہ گیا چنانچہ ٹھیک گیارہ بجکے پچاس منٹ پر جہاز نے ایک طولانی سیٹی بجائی اور ہم لوگون نے سوتے سے اُٹھ کر جلدی جلدی وضو کیا اور دو رکعت سنّت ادا کرکے احرام کی نیت کرلی۔

ایک دن قبل سے جو ہواے تُند چل رہی تھی وہ شام ہوتے ہوتے بہت تیز ہوگئی تھی اور جہاز کو

بہت حرکت دے رہی تھی۔ رات کو تو اس کا اثر چنداں نہیں محسوس ہوا مگر ۲ مئی کی صبح کو جہاز کی جنبش زیادہ ہوگئی تو ہر طرف لوگ متاثر ہونے لگے جس کو دیکھو دوران سر مین مبتلا اوڑھے لیٹے اچھے خاصے بیمار کی صورت بنا لیتا ہی۔ بعض لوگون کو متلی اور قے بھی ہو رہی تھی حتیٰ کہ اکثر جہاز کے ملازمین بھی جو عموماً بحری سفر کے عادی ہوتے ہین پریشان نظر آتے تھے۔ چونکہ آج جہاز جدہ پہونچنے والا تھا اس لیے مین نے صبح ہی کو اُٹھ کر سامان درست کر لیا تھا صرف بستر نہیں باندھا تھا۔ یہ دن ایسا تھا کہ منزل پر پہونچنے کی خوشی مین سارے جہاز پر چہل پہل ہونا چاہیے تھی۔ مگر جہاز کی جنبش کے باعث سب لوگ پڑ گئے تھے اس وجہ سے چہل پہل کی جگہ بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میری طبیعت بفضلہ اچھی رہی گو سر کسی قدر بھاری معلوم ہوتا تھا۔ بہرحال خدا خدا کر کے دوپہر کو ۱۲ بجے جہاز بندرگاہ جدہ مین لنگر انداز ہوا تو لوگون کے دم مین دم آئے۔ نمازی کمپنی بمبئی کا وہ جہاز جس پر جاوی حجاج سوار تھے اور جو کامران سے ہمارے جہاز کے بعد روانہ ہوا تھا ہمایون سے پیشتر بندرگاہ مین پہونچ گیا تھا اسلیے پہلے اُسی کے مسافر اُتار کر قرنطینے پہونچائے گئے۔ توقع تھی کہ شام تک ہم لوگ بھی جہاز سے اُتر جائین گے مگر معلوم ہوا کہ جدہ مین کشتیان زائد نہیں ہین اس لیے صرف ایک جہاز کے مسافر اُتارے جائین گے اور ہمین ایک شب اور جہاز پر رہنا ہوگا۔ جن لوگون کی طبیعتین جہاز کی جنبش سے زیادہ خراب ہوئی تھی اُنھین تو خواہش سکون مین یہ تعطل چنداں گران نہین گذرا لیکن مجھے کافی افسوس ہوا۔ بہرحال رضینا بالقضا کہکر رات کو سو رہے۔ ابھی صبح نہ ہوئی تھی کہ کسی نے بیدار کر دیا۔ آنکھ کھولکر دیکھا تو ایک شخص سر پر مسلط تھا۔ مین نے سفر بحری کے اثنا مین عربی کے ضروری اور کارآمد جملے یاد کر لیے تھے مگر ان کے استعمال کا ابتک کوئی موقع نہیں ملا تھا اس لیے مجھے قدرتاً اس شخص سے گفتگو کرنے مین قدرے دقت محسوس ہوئی۔ بہرحال وہ میری ٹوٹی پھوٹی عربی سے خواہ کچھ نہ سمجھا ہو مگر مین نے اُس کی گفتگو کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ وہ کشتی والا ہی اور ہم لوگون کو اپنی کشتی پر سوار کرانا چاہتا ہی۔ چنانچہ مین نے اُس سے کہا کہ بعد نماز فجر ہم لوگ سوار ہو سکین گے۔ اُس نے اپنا نام محمد بتا کر مجھسے کہا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جانا تو مجھے پکار لینا۔ اِس قدر بات چیت ہو جانے کے بعد مین نے اپنے دوسرے ساتھیون کو جگایا۔ ہم سب لوگون نے ساتھ وضو کر کے اول وقت نماز فجر ادا کی۔ اور محمد کو بلا کر سامان کشتی پر پہونچانا شروع کیا۔ چھوٹی چھوٹی چیزین ہم نے خود رکھدین اور وزنی اشیا محمد نے اپنے ایک ساتھی کی معیت مین

اُٹھائین اور مین معہ اپنے بڑے بیٹے اور اُن کے ساتھیون کے کشتی پر سوار ہو گیا۔ ہم سب دس آدمی تھے یہ امر ہمکو جہاز ہی پر معلوم ہو چکا تھا کہ کشتی والے کو کرایہ ساحل پر پہونچکر اُس شرح سے دیا جائیگا جو حکومت کی طرف سے معین ہو۔ اور نیز اس امر کی بھی اطلاع ملگئی تھی کہ کشتی قرنطینہ مین ہم لوگون کو اُتار کر ہمارے سامان سمیت وہین کھڑی رہے گی۔ لہذا قرنطینہ مین ایک رات بسر کرنے کے لئے تقریباً اُسی قدر ضروری اشیا ہمین سے علحدہ کرلی تھین جو کامران مین ساتھ گئی تھین۔ کشتی پر سوار ہو جانے کے بعد اب فکر ہوئی کہ کشتی جلد روانہ ہو تاکہ دھوپ کے تیز ہونے سے پہلے ہم لوگ قرنطینہ پہونچ جائین۔ مگر ہمارا کشتی بان دوسرے مسافرون کی فکر مین جہاز پر جاکر غائب ہو گیا تھا۔ انتظار سے تنگ آکر مین پھر اوپر گیا تو معلوم ہوا کہ ایک کشتی پر کم سے کم پچیس آدمی ہون تب کشتی روانہ ہو سکتی ہے۔ بہرحال کچھ مزید وقفہ گذرنے کے بعد محمد تقریباً ڈیڑھ درجن حاجیون کو لیکر آیا اور اُن کو سوار کرکے کشتی روانہ ہوئی۔

جدہ کا قرنطینہ دو مختصر جزیرون مین ہے جو شہر سے تقریباً چار اور پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہین۔ دور والے جزیرہ مین پہلے دن کے جاوی حجاج اُتارے جا چکے تھے۔ اس لیے ہم لوگ قریب کے جزیرہ مین اُتارے گئے کشتی کا سفر ایک گھنٹہ کے اندر طے ہو گیا۔ جزیرہ مین داخل ہوے تو وہان کوئی سرکاری میزبان نہ نظر آیا۔ ایک ضعیف العمر شخص نے ہم لوگون کو پانی کے ٹکٹ دئے جسکی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس تکیہ کا مجاور ہے۔ آگے بڑھے تو متعدد پختہ بارکین دکھائی دین جن کے گرد تارون کی بلند دیوارین تھین مگر امتداد زمانہ سے یہ تار زنگ آلود ہو کر بالکل کمزور ہو گئے اور جالیان جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھین۔ ہم سے پہلے جو کشتیان پہونچ گئی تھین اُن کے مسافر اتر چکے تھے اور اُنھین کی مدد و رہنمائی سے ایک بارک پر ہم لوگون نے بھی قبضہ کیا۔ تھوڑی دیر مین اور لوگ بھی پہونچ گئے اور ساری بارکین بھر گئین۔ ہم لوگ چونکہ پہلے آئے تھے اس لیے ایک کونہ مین جہان تین طرف سے ہوا آتی تھی کافی جگہ پر ہمارا قبضہ ہو گیا تھا۔ اور اپنا سامان وغیرہ رکھکر پہلا کام جو مین نے کیا وہ یہ تھا کہ سارے قرنطینہ کا ایک چکر لگایا۔ جزیرہ اتنا چھوٹا ہے کہ شاید پندرہ منٹ کے اندر کل احاطہ اور تعمیرات کا سرسری ملاحظہ ہو گیا۔ کامران کی طرح یہان بھی ایک بھپارہ کی جگہ بنی ہوئی تھی مگر اس جگہ کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ برسون سے یہان انسان کا گذر نہین ہوا۔ کل چار بارکین مسافرون کے قیام کے لیے تھین اور ہم لوگون کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ لہذا بارکون مین خوب ٹھسا ٹھس بھر چکنے کے بعد جو لوگ بچے اُن کو اپنے لیے خود جگہ پیدا کرنا پڑی۔ بارکون کے شمول مین

ایک کمرہ اسپتال کا تھا۔ جو بند پایا گیا اسکے سامنے کے برآمدہ اور پاس کے خالی کمرہ مین جو لاشین چیرنے کی جگہ تھی کچھ لوگون نے قبضہ کیا۔ کچھ بھپارہ گھر کے سامنے والے سقف برآمدہ مین ٹھہرے اور کچھ اشخاص خود بھپارہ گھر کی عمارت مین داخل ہو گئے، غرض جسکو جہان جگہ ملی اپنا اپنا بستر جما دیا۔ ایک طرف ایک دوکان تھی۔ جو پہلے تو بند تھی مگر جب تھوڑی دیر بعد کھُلی تو معلوم ہوا کہ روٹی، کھجور، شکر، تمباکو، تربوز، خربوزہ وغیرہ یہان نسبتاً گران قیمت پر مل سکتے ہین۔ اور پکے ہوے چاول اور گوشت اور مچھلی بھی ملتی تھی مگر اِن کی صورت ہی دیکھ کر انسان کی بھوک بھاگ جاتی جو لوگ جنس ساتھ لائے تھے اُنھون نے تو خیر کھانا پکا لیا۔ باقی جو لوگ بے سرو سامان تھے اُن کو اسی دوکان سے کام نکالنا پڑا۔ ہم لوگ اپنے ہمراہ ضروری اشیاء خوردنی لائے تھے تاہم کچھ روٹیان اور کھجور یہان بھی خریدی۔ جہاز سے روانہ ہوتے وقت میرا احرام نجس ہو گیا تھا اِس لیے کہ جہان کشتی کھڑی تھی وہین جہاز کی نالی کا پانی گر رہا تھا اور اسکی چھینٹوں سے سارے کپڑے تر بتر ہو گئے تھے۔ مین نے اوڑھنے کی لنگی کو تو اُسی وقت سمندر مین دھو کر کشتی کے اندر سکھا لیا تھا مگر پھر بھی طہارت کی طرف سے اطمینان نہوا اس لیے جزیرہ مین پہونچکر باری باری دونون لنگیان پاک کین۔ یہان ہوا اور دُھوپ دونون کے درمیان سخت مقابلہ تھا ہوا اس قدر تند و تیز چلتی تھی کہ آدمی اُڑا جاتا تھا اور کسی دوسری جگہ ایسی ہوا چلے تو لوگ سردی کے مارے کانپ جائین مگر یہ جگہ شہنشاہ شمس کے دار السلطنت (خط استوا) سے قریب ہے اس لیے ہوا کی کچھ نہ چلی اور تمازت سے ریت کے ذرات گرم لوہے کے مانند تپنے لگے۔ اور جب کبھی ہوا کے جھونکے سے ریت اُڑ کر کسی شخص پر پڑ جاتی تھی تو وہ بیتاب ہو جاتا تھا جو لوگ بارکون کے اندر تھے اُنھین تو خیر ہوا اور دُھوپ کی اس جنگ سے کوئی تکلیف نہین ہوئی مگر جو لوگ برآمدون مین پڑے ہوے تھے اُنھین کافی پریشانی ہوئی۔ خدا خدا کر کے دن گذرا اور شام ہوئی تو تپش آفتاب سے نجات ملی۔ رات کے لیے سارے کیمپ کے وسط مین ایک گیس کی بتی تھی اور بارکون کے اندر ایک ایک لالٹین جس سے اگرچہ ساری بارک مین روشنی نہین پہونچتی تھی تاہم بہت کچھ سہارا رہا۔ شدت ہوا کے باعث رات ٹھنڈی تھی اِس لیے بارکون کے اندر بھی کھڑکیان بند کر کے سونا پڑا۔ صبح کو نماز فجر سے فراغت پاتے ہی کشتیون کی طرف اپنا اپنا سامان لیکر حجاج دوڑے اور مسافرون کے بیٹھتے ہی کشتیان روانہ ہو گئین ہماری کشتی کسی قدر دیر مین چلی اِس لیے کہ میان نظام دین صاحب کے ہمراہ مستورات تھین جن کو سوار کرانے مین تھوڑی احتیاط کرنا پڑتی تھی۔ لیکن ہمارا کشتیبان بہت ہوشیار تھا۔ ساحل کے قریب پہونچے تو ہم ان متعدد

کشتیون سے آگے تھے جو ہم سے پہلے روانہ ہوئین تھین۔ جدہ پہونچنے سے پہلے محمد نے ہم لوگون سے بخشش طلب کی تو ہر شخص نے خوشی خوشی اُس کو انعام دیا۔

جدہ کا بندرگاہ عام بندرگاہون کی طرح نہین ہر عموماً ہر جگہ ساحل کے کنارے سمندر کی گہرائی بہت کم ہو جاتی ہر لیکن بندرگاہ بنانے والے جہازون کو ساحل کے متصل لانے کی غرض سے کہ مسافرون اور مال کے اُتارنے چڑھانے مین بڑی آسانی ہو جائے۔ کنارون کی ریت کو ہٹا ہٹا کر اتنا عمق کر لیتے ہین کہ اگر ہر وقت نہین تو کم سے کم جوار بھاٹا آنے کے وقت تو جہاز ساحل تک پہونچ سکے۔ جدہ کے ترکی حاکمون نے شاید اس سبب سے کہ حفاظت ساحل کے لیے اُن کے پاس کافی قوت موجود نہ تھی اس بندرگاہ کے کنارون کو عمیق کرنے کی ضرورت نہین سمجھی بلکہ صرف کشتیون کی آمد و رفت بھر کا ایک راستہ بنا لیا ہر جسکی نشانی کے لیے جگہ جگہ ستون نصب ہین۔ چونکہ یہ راستہ بہت کشادہ نہین ہر اس وجہ سے اکثر اوقات کشتیان بھی ریت مین پھنس جاتی ہین۔ چنانچہ چند کشتیون کے سوا عموماً ہر کشتی ریت مین پھنستی تھی۔ اور بلّیون کی مدد سے نکالی جاتی تھی۔ محمد کی ہوشیاری کی بدولت خود ہماری کشتی اس زحمت سے محفوظ رہی۔ ورنہ ساحل تک پہونچنے مین بہت دیر ہو جاتی۔ بہرحال اسی کو ۸ بجے کے قریب ہماری کشتی جدہ کے کنارہ پہونچ گئی الحمدللہ علی احسانہٖ منزل پر پہونچنے کے بعد ہر شخص چاہتا ہر کہ جلد سے جلد مع سامان کے اُتر جائے۔ عورتون کی معیت کے باعث ہماری مختصر جماعت کو یہان بھی تعجیل مناسب نہین معلوم ہوئی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ سامان ابھی کشتی ہی پر رہے گا اور مسافرون کو اُتر جانا چاہیے تو پھر دوسرون کے ساتھ ساتھ ہم لوگ بھی اُتر گئے۔ اعیان حکومت نے ہر شخص سے عہ فی کس کے حساب سے کشتی کا کرایہ وصول کر کے ہمین اپنا سامان لینے کے واسطے محصول خانے کی طرف جانے کی ہدایت کی۔

ظفر الملک

# انس بن مالک

متفق ہین بخاری و مُسلم — کہ انس رضؓ تھے رسولؐ کے خادم
جان و دل سے تھے محوِ خدمتِ شاہ — تھے سفر مین حضر مین وہ ہمراہ
کی بسر عمر ظلِ حضرتؐ مین — رہے بارہ برس وہ خدمت مین
پر انس رضؓ کا یہ قول ہے سچا — سیّدِ پاک نے کبھی نہ کہا
اے انس رضؓ کام کیون کیا ایسا — کام کیون اس طرح نہ تو نے کیا
کارِ خدمت جو کچھ انس رضؓ نے کیا — سب وہ سرکار کو پسند آیا
کی برائے انس رضؓ بلطف و عطا — بہرِ اولاد و مال و عمر دعا
ایک سو تیئس ۱۲۳ انس رضؓ کے لڑکے تھے — ایک سو بائیس ۱۲۲ سال زندہ رہے
اُن کے خرمون کے جتنے تھے اشجار — پھلتے تھے ایک سال مین دو بار
صحبتِ پاک کرتی ہے — زندگی تابناک کرتی ہے
نہ پڑین شمس کی شعاعین گر — لعل ہو جائے کس طرح پتھر
بزمِ ساقی سے ہو جو بیگانہ — ہو نہ لبریز مے سے پیمانہ
جس سے حسنِ کمال ہو حاصل — دہر مین ہے وہ صحبتِ کامل
جس سے دونون جہان مین راحت ہے — کاملون کا وہ فیضِ صحبت ہے

اے جگر کاملون کی خدمت کر
صحبتِ نیک کا ہے نیک اثر

حکیم جگر صدیقی (زمیندار لاہور)

# خطاب

حکومتون کا اپنے متوسلین و منتسبین کو خلعت و انعامات کے علاوہ خطابات سے سرفراز کرنے کا دستور بہت پُرانا ہے۔ یونانی خطاب دیتے تھے۔ رومی خطاب دیتے تھے ہندو خطاب دیتے تھے مسلمانون مین تو عہد رسالت ہی مین صدیق عتیق۔ فاروق۔ ذوالنورین۔ اسداللہ۔ سیف اللہ۔ امین الامتہ۔ وابستگان دامن شفاعت کے لیے ذریعۂ افتخار دارین ہو گئے تھے۔ خلافت عباسیہ بوجہ اپنی جلالتِ قدر کے بڑے بڑے تاجداروں تک کو خطاب عطا فرماتی اور وہ تبرکاً سر آنکھون پر رکھتے تھے۔ محمود غزنوی کو اسکی فتوحات کی وجہ سے تاریخ جا ہے اسکندر اعظم کا ہمسر ہی کہے مگر وہ اپنے عمامۂ تفاخر مین یمین الدولہ کے طُرّے کو پایان عمر تک سرمایۂ نازش سمجھتا رہا۔ ہندوستان کی اسلامی سلطنتون مین بھی ابتدا ہی سے یہ طرز نوازش بہت عام تھا۔ سلطنت مغلیہ کے آخری زمانہ مین تو خطاب باری کا طوفان اس درجہ زورون پر تھا کہ ایک ظریف رُکنِ حکومت کے شوخ نگار قلم کو لکھنا پڑا "خانی در ہر خانہ ورائی در ہر بازار"

انگریز بھی اپنے ملک مین بہت بڑے خطاب بخش تھے مگر جب یہان آے تو سوداگر کا روپ بھر کر آئے تھے اس لیے جب تک ترازو کی جگہ تاج نے نہ لے لی تقسیم خطابات کے لیے ہاتھ نہ اُٹھ سکا۔ اگرچہ کلکتے کا گودام علی وردی خان مہابت جنگ کے مرتے ہی سلطنت کا گہوارہ بن گیا تھا مگر ہمین مطلق علم نہین کہ صاحبان عالی شان کمپنی بہادر نے اپنی ساری تجارتی زندگی مین یعنی ۱۸۵۸ء سے قبل کسی ایک ہندوستانی کو بھی اپنی طرف سے کوئی باضابطہ خطاب عطا کیا ہو۔[1]

---

[1] تاریخ کی نظر کاہ ورق گردانی کے بعد ایک مثال ملتی ہے اور وہ بھی اس کیلیے کا مستثنےٰ ثابت نہین ہوتی۔ نواب مبارک علی خان ہمایون جاہ نے جو میر جعفر کے پوتے کے پوتے۔ مرشدآباد کے پنشن خوار۔ نواب۔ اور نظامت بنگالہ کی تربت کے مجاور تھے ۱۸۳۲ء مین اپنے ایک معتمد ڈبلیو چینیری (W. Chinery) کے ہاتھ ملکہ وکٹوریہ کے چچا شاہ ولیم چہارم (۱۸۳۰ تا ۱۸۳۷ء) کی خدمت مین کچھ تحف و ہدایا بھیجے۔ جس کے بدلے مین شاہ ولیم نے نواب کو گرانڈ کراس آف دی رایل ہنوویرین گلفک آرڈر (Grand Cross of the Royal Hanoverian Gulphic order) کا خطاب و خلعت روانہ کیا۔ نواب صاحب بہادر خلعت پہن کر اور تمغہ لگا کر بہت کچھ محظوظ و مفتخر ہوے۔ دربار کیا۔ انعام اکرام دیا۔ مگر تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ تمغے کے جواہرات کلکتے کے بازارون مین بکتے پھرے۔

اوروں کو خطاب دینا تو بڑی بات ہے ۱۸۵۸ء سے پہلے تک انگریز جو میدان پلاسی جیت کر اپنے آپ کو ہندوستان کا مالک مطلق سمجھنے لگے تھے خود اپنی ذات کے لیے خطاب چاہتے تو اکبر اعظم کے بے اختیار پوتے کے مفلوج و مرتعش ہاتھ ہی کی طرف تکتے تھے۔ انگریزی تاریخیں تو ایسی کوئی بات کیوں لکھنے لگی تھیں جس سے اُن کا اپنا پہلو ذرا بھی دبتا نظر آئے۔ فارسی تاریخوں سے پوچھو کہ کرنل ثابت جنگ بہادر کون تھے؟ یہ ہندوستان میں برطانوی قصر شاہنشہی کے معمار اول تھے جو لارڈ کلایو (Clive) ہونے سے پہلے ثابت جنگ بننا ہی اپنے لیے باعث عزت سمجھتے تھے۔ اور سنو۔ دلیر جنگ بہادر یہ کون تھے؟ یہ اڈمیرل واٹسن تھے۔ اور سنو۔ امیرالدولہ فتح جنگ بہادر یہ کون تھے؟ یہ کمپنی کی افواج کے کمانڈر ان چیف جنرل گاڈرڈ تھے۔ اور سنو۔ کرنل کیلیو (Calliaud) یہ کیا تھے؟ یہ کرنل سیف جنگ بہادر تھے۔ دو اور بھائی تھے جن کے ماں باپ نے تو ان کے نام محض ہنری اور جارج (ونسی ٹارٹ) رکھے تھے مگر ہندی فاتح کے قلموں کی زبانیں پہلے کو شمس الدولہ نصیر الملک بہادر اور دوسرے کو ہوشیار جنگ بہادر کے ناموں سے پکارتی تھیں۔ جانتے ہو خود بدولت ناظم بنگالہ کس خطاب سے مخاطب تھے؟ عمادالدولہ جلادت جنگ وارن ہسٹنگز بہادر جنرل لیک فاتح علی گڈھ و بھرت پور کا نام جن الفاظ کو مدتوں اپنا سرتاج بنائے رہا وہ شاہ عالم کے بخشے ہوئے خطاب ہی کے اجزا تھے یہی نہیں بلکہ کمپنی بہادر کا ناظم اعلیٰ جب کبھی اپنے کسی متوسل کی عزت افزائی خطاب کی شکل میں چاہتا تو اُس کے دینے کی خواہش پیش خوار شاہ عالم یا اطاعت شعار نواب ناظم ہی سے کی جاتی۔ مثلاً جب مرشدآباد کے جگت سیٹھ خوشحال چند کی جگہ اُس کا عزیز ہرک چند بٹھایا گیا تو جگت سیٹھ کا خطاب دربار دہلی ہی سے منگایا تھا یا مثلاً جب موجودہ مہاراجہ قاسم بازار سرمانند رچندر نندی کے مورث اعلیٰ کانتا بابو (کرشنا کانت نندی) کو نوازنے کی ضرورت ہوئی تو وارن ہسٹنگز بہادر نے اُس کے بیٹے ترلوکی ناتھ کو مرشدآباد کے نواب ہی سے مہاراجہ بہادر کا خطاب دلوایا تھا۔

گورنمنٹ برطانیہ اب جو خطابات دیتی ہے وہ محض بہ جلدوے کارگذاری ہی نہیں ہوتے بلکہ بہت سی صورتیں ایسی ہیں جنھیں پیش نظر رکھ کر خطابی تقسیم عمل میں آتی ہے۔ اگر ہمیں بدمزاقی کا الزام نہ دیا جائے تو اِن سب صورتوں کے لیے کسی قدر تکلف دا ور دستے کام لیکر ذیل کے عنوانات قائم کریں:۔

صلۂ خدمت ۔ ملازمین و متوسلین حکومت کی جا و بیجا جان فروشیوں کی داد دہی۔

ثمرۂ لیاقت ۔ صاحبان علم و فن کی ہمت افزائی و قدر فرمائی۔

طرۂ ریاست۔ والیان حکومت وریاست اور ارباب دولت کی علوم پرستی کا اظہار یا اُن کی مہمان نوازی ووفا شعاری کا اعتراف۔

ہدیۂ محبت۔ ممالک غیر کے بادشاہون، شاہزادون اور اعیان سلطنت سے تبادلۂ اخلاق۔

معاوضۂ اعانت۔ کسی غیر سلطنت یا ریاست کے کسی ایسے مدار علیہ یا رکن رکین کی تالیف وتدہین جسکے کسی فعل یا ترک فعل سے اُس سلطنت یا ریاست کے کاروبار مین نفع یا نقصان واقع ہوا یا ہوتا یا ہوسکتا ہو اور وہ نفع یا نقصان برطانوی مقبوضات یا برطانوی اغراض ومقاصد پر کوئی مفید یا مضر اثر ڈال چکا یا ڈالتا یا ڈال سکتا ہو۔ نیز ہر اُس غیر اور بے تعلق شخص کی عزت افزائی جو برطانوی اغراض ومقاصد کی حفاظت و اشاعت مین امداد واعانت پر مجبور ومکلف نہ ہونے کے باوجود مدد دے چکا، یا دے رہا یا دے سکتا ہو۔

یہ تو سب کو معلوم ہی کہ سرکار جو خطابات عطا کرتی ہی اُن مین سب سے اونچا "سر" ہی لیکن اصلیت شاید سب کو معلوم نہ ہو کہ "سر" اصل مین کوئی خطاب نہین بلکہ محض ذریعۂ اظہار اعزاز خطاب ہی، جو شخص اپنے نام سے پہلے "سر" لکھنے کا استحقاق رکھتا ہی ضرور ہی کہ وہ نایٹ (یا بیرونٹ) کا خطاب رکھتا ہو اور جو شخص نایٹ کا خطاب رکھتا ہی وہ یقیناً اپنے نام سے پہلے سر لکھنے کا استحقاق رکھتا ہی، چنانچہ سر سالار جنگ اعظم سے لیکر سر عمر حیات خان ٹوانہ تک جتنے سر ہین سب کے سب نایٹ ہین۔

ایسی حالت مین ضرور ہوا کہ پہلے نایٹ کی تشریح وتعریف کی جائے۔

## نایٹ (Knight)

مغربی قرون وسطےٰ کے دور تاریک مین جبکہ زور حق کا مرادف سمجھا جاتا تھا جبکہ جان ومال کی حفاظت نیروئے دست اور قوت بازو ہی کے سر تھی اور جبکہ کسی شخص کا زبردست ہونا ہی اِس امر کا ثبوت تھا کہ اُسے کمزور کے جان ومال اور عزت وآبرو پر ہر قسم کا اختیار حاصل ہی یورپ مین بہادری کا ایک نظام تھا جسے شولری (Chivalry) کہتے ہین۔

کوئی شخص جو جسم مین طاقت اور دل مین ہمت رکھتا تھا اپنی شجاعت کے جوہر اُس وقت تک نہین دکھا سکتا تھا جب تک وہ اِس نظام کے ماتحت بہادرون کے زمرے مین شامل نہ ہولے اور بہادرون کے زمرہ مین وہ صرف اُسی وقت شامل ہو سکتا تھا جب وہ باقاعدہ نایٹ بنا لیا جائے[1] نایٹ بنجانے کے بعد اُسے

---

[1] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا (مطبوعہ لندن ۱۹۰۱ء) جلد ۹ صفحہ ۲۱۳۔

اپنی زندگی جنگجوئی کے مصائب۔ نام آوری کی خواہش اور صنف نازک کی خدمت کے لیے وقف کرنی پڑتی تھی[1]۔

نائیٹی[2] کی رسم یورپ کی بربریت و بُت پرستی کی یادگار[3] تھی جو مسیحیت کے غلبے کے بعد بھی بادنی التغیر قایم رہی۔ جو شخص نائیٹون کے گروہ میں شامل ہونا چاہتا لازم تھا کہ وہ ایک معتد بہ زمانے تک کسی بڑے نایٹ یا رئیس کی خدمت میں پہلے خادم کی حیثیت سے اور اُس کے بعد سلاح دار کے طور پر رہ چکا ہو کم از کم اکیس سال کی عمر کے جوان کو نایٹ بنایا جاتا تھا۔ خاص حالات مستثنیات میں تھے[4]۔ مخصوص رسوم کی بجا آوری کے بعد اُس سے چند عہد لیے جاتے۔ اُس کے بعد کوئی پُرانا نامی نایٹ اس کے ہاتھ میں تلوار دے کر کہتا: "مین تجھے نایٹ بناتا ہون۔ اپنے عہد پر قائم رہنا"، اُس وقت سے یہ نوساختہ نایٹ سرفروشی و نبرد آزمائی اور پرستاری صنف نازک کے لیے کمر بستہ رہتا۔

یورپ میں نائیٹی کی یہ حالت تھی کہ یکایک گیارھوین صدی کے آخر میں وہ زبردست طوفان اُٹھا جس کے تلاطم سے مغربی نظام رسمی و عملی کی کوئی عمارت دیر یا جلد خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا ہونے سے نہ بچ سکی۔ اِس زبردست طوفان کو جس نے مغرب کے پاپائی تنور سے ابل کر سارے مشرق کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تاریخ جس نام سے یاد کرتی ہے وہ ہے "حروب صلیبیہ[5]"۔ جب حروب صلیبیہ کے ہیجان عظیم سے نے

---

[1] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا (مطبوعہ لندن سنہ ۱۹۱۰ع) جلد ۳ ص ۳۱۹

[2] جس طرح ڈاکٹر سے ڈاکٹری اسسٹنٹ سے اسسٹنٹی۔ اور مجسٹریٹ سے مجسٹریٹی بنا لیے گئے ہیں اسی طرح ہم نے نایٹ سے نائیٹی بنا لیا تو قابل معافی ہیں۔

[3] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹

[4] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۹ صفحہ ۲۱۳ و جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

[5] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

[6] وہ مذہبی لڑائیاں جو مغرب کی تثلیث پرست اقوام نے بیت المقدس کو مسلمانون کے قبضے سے نکالنے کے لیے گیارھوین صدی عیسوی کے عشرۂ آخر سے لیکر تیرھوین صدی کے عشرۂ ثامن تک لڑین۔ ان لڑائیون کو صلیبی (کروسیڈ) اس لیے کہتے ہین کہ چلنے سورما مقدس جھنڈے کے تلے جمع ہو کر مسلمانون سے لڑنے جاتے وہ پوپ کے حکم سے صلیب کا تمغا اپنے سینون پر لگاتے تھے۔ یہ اقوام یورپ کو یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا تھا کہ ارض مقدس جہان خدا کے بیٹے نے (عیاذاً باللہ) نشو و نما پائی۔ تبلیغ مذہب کی اور بالآخر شہادت حاصل کی۔ جہان نیکو کار زائر اپنے نجات دہندے کی قبر پر اپنا دکھ درد کہنے اور برکت پانے جاتے ہین وہ بیدین مسلمانون کے نجس ہاتھون میں ہے۔ پطرس راہب نے سنہ ۱۰۹۳ع میں زیارت سے پلٹ کر زائرین کے مصائب پوپ اربن ثانی کے

پاپائے اعظم کی معصوم زبان سے جہاد کا اعلان کرایا اور مسلمان دشمنان دین کے ناپاک ہاتھوں سے پاک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) سامنے اس آب ورنگ سے بیان کیے کہ تقدس مآب کی سوکھی آنکھوں مین پانی آگیا۔ چنانچہ پاپائے موصوف نے مارچ ۱۰۹۵ء مین شہر پیاسنزا واقع اٹلی مین ایک مجلس منعقد کی جس مین حضرت مسیح کا پیام جو لطرس راہب کے معرفت وصول ہوا تھا عیسائی دنیا کو سنایا۔ پھر نومبر ۱۰۹۵ء مین بمقام کلیرمانٹ واقع فرانس ایک دوسرا اجتماع عظیم ہوا جسمین پوپ صاحب کی برق ریز اور صاعقہ بار تقریر سننے کے بعد مسیحیت نے یک زبان ہوکر فیصلہ کیا کہ ارض مقدس اور روضۂ مبارک کو بیدینون سے چھڑانے کے لیے جو لڑائی کی جائے وہ عین خدا کی مرضی کے مطابق ہے۔ اس طرح ۴۹۰ھ مطابق ۱۰۹۶ء مین وہ آگ بھڑک اُٹھی جس کے شعلے تین صدی تک تین براعظمون کے خرمن امن وعافیت کو خاک سیاہ کرتے رہے۔ ذیل مین صلیبی لڑائیون کی ایک مختصر سی فہرست درج کی جاتی ہے:-

| نمبر شمار | ابتدا | انتہا | پوپ جسکے حکم سے یا جسکے عہد مین لڑائی ہوئی | ائمۃ الکفر | عمدائے اسلام فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ | اسباب ونتائج |
|---|---|---|---|---|---|---|
| پہلی لڑائی | ۱۰۹۶ء<br>مطابق<br>۴۹۰ھ | ۱۰۹۹ء<br>مطابق<br>۴۹۲ھ | اربن ثانی<br>وپاشل ثانی | گاڈفرے آف بوبیلون (جسے مورخین عرب کندفرے کہتے ہین)، بالڈوین برادر گاڈفرے (جسے عرب بغدوین بردوین یا بردویل کہتے ہین) بوہیمانڈ (جسے عرب بیمند یا بیموند کہتے ہین) ٹینکرڈ (جسے عرب طنکری کہتے ہین)، ہیو آف ورمانڈوا برادر فلپ شاہ فرانس۔ رابرٹ آف فلانڈرس۔ رابرٹ آف نارمنڈی برادر ولیم ثانی شاہ انگلستان ریمنڈ آف ٹولوس وغیرہ وغیرہ<br>بقول سید امیر علی یہ سات لاکھ انسانون کا سیلاب عظیم تھا جو مغرب سے مشرق پر ٹوٹ پڑا اور بے خبر اور باہم آویز مسلمانون کو بہالے گیا | سلجوقی سلطان<br>داؤد قلج ارسلان | صلیبیون نے انطاکیہ، اڈلسہ (رہا) عکہ اور آخر کار بیت المقدس مسلمانون سے چھین کر یوروشلیم مین ایک عیسائی سلطنت قائم کرلی۔ ان لڑائیون مین صلیبیون کی بہیمیت بلکہ سبعیت کے حالات پڑھ پڑھ کر جا ہے عیسائیت کی پیشانی پر شرم کا پسینہ نہ آئے مگر انسانیت کے جسم پر تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ بداخلاقی۔ بداعمالی بے ایمانی اور غارتگری وقتل کی بدترین شکلین تو ہر وقت صلیبی لشکر مین عام تھین انطاکیہ اور معرۃ النعمان کی لڑائیون مین مردار صلیبی لشکر مین سربازار بکتا اور انسانی گوشت ہر چولھے پر پکتا تھا۔ اُس مقدس شہر مین جہان مسیحی خداوند مصلوب ہوا گلی کوچون مین اسلامی خون کی بیچ بیچ ندیان بہ گئین بلکہ خود اس متبرک ہیکل مین جسے سلیمان نے بنایا اور جسمین آسمانی بادشاہت کے شہزادے نے دربار عام |

سر زمین کو نکالنے کے لیے لڑائی کرنا ایک مقدس فرض مذہبی قرار دیا تو مسیحی کلیسیا نے منجملہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸)

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | | کرکے دنیا کو امن و نجات کی دعوت دی ستر ہزار سے اوپر مسلمان مسجد اقصےٰ کے صحن مین بہ یک وقت ذبح کیے گئے جو صلیبی سوار مسجد کے جلو خانے تک گئے اُن کے گھوڑے گھٹنون گھٹنون تک اسلامی خون کے دریا مین غرق تھے |
| دوسری لڑائی | ۱۱۴۶ء مطابق ۵۴۱ھ | ۱۱۴۹ء مطابق ۵۴۴ھ | یوجینس ثالث | کنرڈ ثالث شہنشاہ جرمنی ولوئی سابع شاہ فرانس ۹ لاکھ سے اوپر فوج لیکر مشرق کو آئے۔ لوئی شاہ فرانس کے ساتھ اُسکی مشہور ملکہ ایلینا بھی تھی جسکی سوانحت واتحاذ اندان کے حالات مولانا شرر لکھنوی سے پوچھو | عماد الدین اتابک زنگی ابن آق سنقر کے سپوت اور نامور بیٹے سیف الدین غازی اور نور الدین محمود (جنھیں پُرانے یورپی مورخین سفاڈینوس اور نوراڈینوس لکھتے ہین) | عماد الدین اتابک زنگی نے ۱۱۴۴ء مین ایڈلسہ (رہا) عیسائیون سے فتح کرکے محافظ فوج وہان چھوڑی ۱۱۴۶ء مین جب اتابک کی شہادت ہوئی اُس کا فرزند رشید نور الدین محمود تخت حلب پر جلوہ آرا ہوا تو ایڈلسہ کے عیسائی باشندون نے اسلامی محافظ فوج اور شہر کے مسلمانون کو شہید کر دیا نور الدین نے شہر کو پھر فتح کیا اِس پر یورپ سے یہ طوفان آیا مگر خاسر و خایب واپس گیا۔ |
| تیسری لڑائی | ۱۱۸۷ء مطابق ۵۸۳ھ | ۱۱۹۲ء مطابق ۵۸۸ھ | گریگوری ثامن وکلیمنٹ ثالث وسلسٹائن ثالث | فریڈرک اول باربروسا (سرخ ریش) شہنشاہ جرمنی فلپ آگسٹس شاہ فرانس، اور رچرڈ اول شاہ انگلستان بذات خاص فوجین لے کر آئے۔ کاونٹ ہنری (جسے مورخین عرب کندھری لکھتے ہین) اور اُسی کے پائے کے بہت سے امراے عظام بھی ساتھ آئے۔ | سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی رح | ۱۱۸۷ء مین حضرت سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیت المقدس کو پھر فتح کر لیا اِس خبر نے پرستاران صلیب مین ہلچل ڈالدی اور تین جلیل القدر بادشاہ بے اختیار فوج لیکر آئے۔ مگر یہ تثلیث بھی بیت المقدس کو سلطان فاتح کے ہاتھ سے نہ لے سکی اور پانچ سال کی جان فروشی و جان ستانی کا نتیجہ کچھ نہوا فریڈرک پہلے ہی ڈوب مرا تھا |

اورطاقتون سے اِس فرقے کی طاقت سے بڑی کام لیا۔ صلیبی لڑائیون ہی نے ناپٹلی مین ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸)

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | | فلب کچھ عرصے کے بعد گھر واپس گیا۔ رچرڈ دونون سے زیادہ وضع داری نباہتے گیا گر تاہم آخر صلح کرلی جسکے رو سے صور عکہ اور یافہ صلیبیون کے پاس رہا باقی کل شہر جنمین عیسائیون کے مقامات مقدسہ تھے مسلمانون کے قبضے مین رہے۔ |
| چوتھی لڑائی | ۱۱۹۶ء مطابق سنہ ۵۹۳ھ | ۱۱۹۸ء مطابق سنہ ۵۹۵ھ | سلسٹائن ثالث و انوسنٹ ثالث | تیسری صلیبی لڑائی کا بچا کھچا لشکر جو مشرق مین موجود تھا۔ | سیف الدین ابوبکر ملک العادل برادر سلطان مرحوم | حضرت سلطان صلاح الدین سے صلح ہو چکی تھی مگر ان کی وفات کی خبر سنتے ہی عیسائیون نے اپنی عادت کے مطابق عہد توڑ دیا اور بیروت پر قبضہ کرلیا۔ مگر ملک العادل برادر سلطان مرحوم نے یافہ و بیروت چھین لیے۔ آخر صلح ہوگئی اور صلیبی پلٹ گئے۔ |
| پانچوین لڑائی | ۱۲۰۲ء مطابق سنہ ۵۹۹ھ | ۱۲۰۴ء مطابق سنہ ۶۰۱ھ | انوسنٹ ثالث | مارکوئیس آف مانٹ فیراٹ (جسے عرب مرکیس لکھتے ہین) بالڈوین کاونٹ آف فلانڈرس (جسے عرب کند افلند لکھتے ہین) اگالفرے آف ولہارڈون حاکمان آسٹریا ڈنیس و شامپین وغیرہ | | صلیبی بمقام وینس جمع ہوے مگر بجاے اِسکے کہ سیدھے ارض مقدس آتین قسطنطنیہ کو (جس پر ہنوز عیسائی بادشاہ قابض تھا) فتح اور تباہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ |
| چھٹی لڑائی | ۱۲۱۶ء مطابق سنہ ۶۱۳ھ | ۱۲۲۱ء مطابق سنہ ۶۱۸ھ | ہنوریس ثالث | شاہ ہنگری۔ ڈیوک آف آسٹریا ڈیوک آف بویریا۔ اور جرمنی کے دوسرے چھوٹے بڑے شاہزادے ڈھائی لاکھ فوج لیکر آے۔ | سیف الدین ملک العادل اور انکی وفات کے بعد انکے بیٹے کامل اور معظم اور اشرف۔ | شام کے ساحلی مقامات تباہ کرنے کے بعد مصر پہونچے اور دمیاط کا محاصرہ کیا۔ مسلمانون نے نیل کے پھاٹک کھول دیے صلیبی سیلاب مین گھر گئے اور صلح کرکے جلد واپس گئے۔ |

مذہبی شان پیدا کر دی[1]۔ چنانچہ اعلان جہاد کے بعد نائٹی مسیحیت کا ایک رکن قرار پائی اور عہد ظلمت کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹)

| ساتوین لڑائی | سنہ ۱۲۲۸ء مطابق سنہ ۶۲۶ھ | سنہ ۱۲۲۹ء مطابق سنہ ۶۲۷ھ | گریگوری تاسع | فرڈریک ثانی (جسے ابوالفدار نے فذریک لکھا ہی) شہنشاہ (جسے عرب مورخین امبرور یا امبرطور لکھتے ہین جو ایمپرر کا معرب ہی) جرمنی (جسے عرب المان لکھتے ہین) | ملک الکامل | بجائے شمشیر سے کام لینے کے اس نے زبان سے کام لیا اور ناصرالدین ملک الکامل (سلطان صلاح الدین کے بھتیجے) کی کمزوری اور بدعقلی سے فائدہ اُٹھاکر ایک معاہدۂ صلح کی رُو سے بیت المقدس لے لیا۔ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| آٹھوین لڑائی | سنہ ۱۲۳۹ء مطابق سنہ ۶۳۷ھ | سنہ ۱۲۴۰ء مطابق سنہ ۶۳۸ھ | گریگوری تاسع | لوئی شاہ فرانس خود نہ آسکا اپنی طرف سے امراے فرانس بھیج دیے جن مین ممتاز امرا کے نام یہ ہین:- اموری کاونٹ آف مانٹ فیراٹ- ڈیوک آف برگنڈی بھیوبالڈ شاہ نوار | ملک الناصر داؤد بن معظم | صلیبی عکہ مین پہونچے وہان سے یافا آئے اور قصد کیا کہ غزہ تک حملہ کرین گے۔ |
| نوین لڑائی | سنہ ۱۲۴۸ء مطابق سنہ ۶۴۶ھ | سنہ ۱۲۵۴ء مطابق سنہ ۶۵۲ھ | انوسنٹ رابع والکزنڈر رابع | لوئی تاسع (سینٹ لوئی) شاہ فرانس (جسے مورخین عرب ایدا فرنس لکھتے ہین) | | سینٹ لوئی نے مصر کو جو انحطاط بغداد کے بعد مسلمانون کا مرکز امید تھا تباہ و برباد کرنے کی غرض سے دمیاط پر چڑھائی کی اور فتح بھی کر لیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ |
| دسوین لڑائی | سنہ ۱۲۷۰ء مطابق سنہ ۶۶۹ھ | سنہ ۱۲۷۲ء مطابق سنہ ۶۷۱ھ | گریگوری عاشر | لوئی تاسع (سینٹ لوئی) شاہ فرانس چارلس آف انجو شاہ صقلیہ آئے جب لوئی مر گیا تو انگلستان کا شہزادہ ایڈورڈ جو آگے چلکر شاہ ایڈورڈ اول بادشاہ انگلستان (سنہ ۱۲۷۲ تا سنہ ۱۳۰۷ء) ہوا شریک ہونے آیا مگر جلد واپس گیا۔ | | یہ لشکر سلطان ٹیونس کو عیسائی کرنے کے لیے آیا تھا مگر بہت سے بُرا نے عیسائیون کو خاک مین ملاکر پلٹ گیا۔ |

یہ تھین وہ مذہبی لڑائیان جو اسلام کو "مذہب شمشیر" کا طعنہ دینے والی قومون نے محض اس غرض سے لڑین کہ امن کے شاہزادے کی اُس قربان گاہ کو جس پر وہ گنہگارون کے گناہون کا کفارہ دینے کی خاطر مصلوب ہوا تھا مسلمانون کے قبضے سے نکالین۔ جہان تک تاریخ پر ہماری نظر تھی ہمین یہی علم تھا کہ صلیب کی چھوٹی بڑی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ پر دیکھیے)

[1] نیوپاپولرانسائیکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ و ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفۂ ٹی آئی ارچر وسی ایل کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس صفحہ ۱۹۹۔

پُرانے مراسم و مواثیق میں حسب موقع تبدیل و ترمیم کے بعد کلیسا کے زیر عاطفت نایٹ بنائے جانے لگے جن کا رتبہ اولیاے مذہب کے مساوی تسلیم کیا گیا[۱] - نایٹی کا امیدوار روزہ رکھتا - غسل کرتا اور مقتدایان مذہب کے روبرو اپنے گناہوں کا اقرار کرتا[۲] - وہ اُن الفاظ کا بھی اعادہ کرتا جو بپتسمہ دیتے وقت

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) لڑائیوں کی تعداد اسی قدر ہے اور یہی خیال تھا کہ یہ سب لڑائیاں تیرھویں صدی عیسوی کی تیرہ و تار قبروں میں دفن ہوچکیں اور اب اس تہذیب کے زمانے میں مذہب کی خاطر تلوار اُٹھانا ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہے مگر رچرڈ اول اور ایڈورڈ اول کی وراثت کے منتظم یعنی برطانیہ عظمیٰ کے وزیر اعظم مسٹر لائڈ جارج ہمیں یقین دلاتے رہے کہ ان لڑائیوں کے شمار میں بقدر ایک کے اضافہ ہوا ہے اور آخری لڑائی وہ ہے جو جنرل ایلنبی کی تلوار سے ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بیت المقدس فتح ہوجانے پر ختم ہوئی - مسٹر لائڈ جارج ایک طرف تو خود عیسائی ہونے کی وجہ سے صلیبی سورماؤں کی یادگار ہیں دوسری طرف وہ اس سلطنت کی زبان و دماغ تھے جو سب سے زیادہ مسلمان گردنوں کو اپنے ربقۂ انقیاد میں رکھنے کی غیر موجبہ وجہ سے "بزرگ ترین مسلم سلطنت" کہلاتی ہے - ان حالات میں اُن سے زیادہ کون معتبر اور طرفین کا واقف حال ہوسکتا ہے ہم خود تو بھولے بھالے اور سیدھے سادھے تھے - ایسے کہ

خود اُٹھا لاتے تھے جو تیر خطا ہوتا تھا

مگر اس معتبر اور واقف حال رکن سلطنت کے سمجھانے سے کیوں نہ سمجھیں اور یقین دلانے سے کیوں نہ یقین کریں کہ بیسویں صدی کی سب سے بڑی لڑائی جو برطانیہ - فرانس - اٹلی - امریکہ - یونان و بلجیم وغیرہ کی متفقہ عیسائیت نے خلافت اسلامی کے وارثان جایز ترکان آل عثمان سے لڑی صلیبی ہی تھی - اس یقین کے بعد کیا یہ یقین بے بنیاد ہوگا کہ صلیب پرستاران فرنگ نے اس لڑائی سے پہلے بھی جس جس بھیس اور جس جس دیس میں مسلمانوں سے معرکہ آرائی کی ہے وہ بھی صلیب ہی کی معرکہ آرائی تھی چاہے وہ معرکہ آرائی

اسکندریہ میں ہو یا الجزائر میں

بوشہر میں ہو یا بلقان میں

بلاسی میں ہو یا پلونا میں

تل الکبیر میں ہو یا تھسیلی میں

طرابلس میں ہو یا طرابلس میں

غزنین میں ہو یا غرناطہ میں

قندھار میں ہو یا قرطبہ میں

کابل میں ہو یا کریمیا میں

اور　　میسور میں ہو یا مراکش میں

---

[۱] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ - مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹

[۲] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰

کیے جاتے ہین[۱]۔ پھر اُس سے طرح طرح کے عہد لیے جاتے[۲]۔ اُس کے بعد نایٹ بنانے والے پادری اُس کے دینی باپ کی تلوار اُس کے ہاتھ مین دے کر خدا۔ حضرت مریم۔ اور سینٹ میکائیل یا سینٹ جارج کے نام پر کسے نائٹ کا خطاب دیتے[۳]۔ نایٹ بناتے وقت تلوار کے پھل کے چپٹے حصے سے امیدوار کی گردن چھوکر یہ الفاظ کہے جاتے "مین خدا اور سینٹ میکائیل (یا باپ۔ بیٹے۔ اور روح القدس) کے نام پر تجھے نایٹ بناتا ہون۔ وفادار رہ۔ بہادر رہ اور خوش نصیب رہ[۴]"

جو محبت نایٹ کو حضرت مریم سے ہوتی وہ متبرک سمجھی جاتی اور اُس کی شان اُس اطاعت مین نظر آتی جسے وہ...... خاصۃً اُس نازنین کے مقابلے مین ظاہر کرتا جو اُس کے دل کی مالک ہوتی۔ ...... نایٹ غیر شخص کی منکوحہ پر بھی عاشق ہو سکتا تھا۔ اس مین کوئی مضایقہ نہ تھا[۵]۔

اگر افسانے کو تاریخی مواد مین شامل سمجھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیون کے نزدیک نایٹ کا عہدہ کسی بے دین (مسلمان) کو حاصل نہین ہو سکتا تھا۔ ایسے شخص کو یہ رتبہ عطا کرنا ایسا تھا جیسا کسی مزبلے کی عفونت کو حریر و دیبا مین لپیٹنا[۶]۔

حروب صلیبیہ کے زمانہ مین نایٹی کے جو تین زبردست اور قابل اعتنا جنگجو طبقے قایم ہوئے جنھون نے ایک طرف تو مسلمانون کی خون ریزی کر کے دینی برکت اور دوسری طرف فتوحات نقدی وارضی پا کر دنیوی ثروت حاصل کی اُن کے نام یہ ہین:-

۱۔ نایٹس ہاسپٹلرس۔ Knights Hospitalers

۲۔ نایٹس ٹمپلرس Knights Templars

۳۔ ٹیوٹانک نایٹس Teutonic Knights

---

[۱] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۴۸ و ۴۹
[۲] نیو پاپولر انسائکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰۔
[۳] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ۔ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۵۰۔ یہ سینٹ میکائیل اور سینٹ جارج وہی ہین جن کے نام پر خطابی سے مخصوص طبقے قائم ہوئے جن کے حالات آگے چلکر پڑھوگے۔
[۴] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۳ صفحہ ۳۲۰
[۵] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس لکھنو صفحہ ۵۰۔
[۶] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر و کنگسفورڈ مطبوعہ اشام اودھ پریس لکھنو صفحہ ۱۹۹

ہر ایک کا تھوڑا تھوڑا حال سنو۔ Knights Hospitalers

## نائٹس ہاسپٹلرس

یہ ایک نہایت مشہور مذہبی فوجی طبقہ تھا جسے نائٹس آف سینٹ جان۔ ہاسپٹلرس آف سینٹ جان۔ نائٹس آف روڈس اور نائٹس آف مالٹا بھی کہتے تھے۔ عربی تاریخوں میں فرقہ اسبتار[51] اسی طبقہ کا نام ہے۔

شہر اِمقلی واقع اٹلی کے چند تاجروں نے ظاہر لاعزاز دین اللہ ابو ہاشم علی بن حاکم[52] خلیفہ مصر کی اجازت سے تقریباً سنہ ۱۰۲۳ء[53] میں غریب اور علیل عیسائی زائروں کی خدمت کیلیے بیت المقدس میں یوحنا اصطباغی کے نام پر ایک ہسپتال اور ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جب حروب صلیبیہ کا طوفان بپا ہوا تو مریضوں اور ضعیفوں کی خدمت کرتے ہی کرتے یہ مرتاض راہب دفعتہً جنگجو سپاہی ہو گئے اور جہاں ہاتھ پڑا وہاں قطعات ملک پر قبضہ کر بیٹھے۔ یہانتک کہ سنہ ۱۱۱۸ء[54] میں انھوں نے ایک زبردست فوجی طبقے کی صورت اختیار کر لی اب خدمت خلق کے علاوہ اُنکا بڑا فرض "بیدینون" کے مقابلے میں کلیسا کی حمایت قرار پایا[55]۔ یہ طبقہ پونے دو سو برس تک سلمانوں کے مقابلے میں صف آرا رہا۔ جب سلطان خلیل ملک الاشرف ابن منصور قلاؤن نے عکہ کو (جو سو برس سے عیسائیوں کے قبضے میں تھا) سنہ ۱۲۹۱ء میں فتح کر کے لاطینی سلطنت کے کھنڈر کی اینٹیں تک نکال پھینکیں تو یہ طبقہ عکہ سے نکل کر پہلے جزیرۂ قبرس پر اور وہاں سے بھی نکالے جانے پر سنہ ۱۳۰۹ء میں روڈس پر قبضہ کر کے تقریباً دو سو برس تک وہاں جما رہا۔ جب عثمانی سلطان سلیمان ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۵۲۲ء میں اسے روڈس سے بھی نکالا تو عرصے تک اٹلی و فرانس کے بہت سے مقامات کی خاک چھاننے کے بعد چارلس پنجم شہنشاہ جرمنی و شاہ فرانس (سنہ ۱۵۱۶ء تا سنہ ۱۵۵۶ء) نے اُسے سنہ ۱۵۳۰ء میں تین جزیرے مالٹا۔ گوزو اور کامینو اس شرط پر دیے کہ وہ ہمیشہ "بیدینون" سے برسرپیکار رہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اس طبقے نے اپنی مدت حیات تک اس شرط کو اپنے مقدور بھر پورا کیا اور اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط تک ترکوں سے برابر دست و گریبان رہا۔

اب یہ طبقہ دوسرے عالم میں اپنے بانیوں کی جہانی سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے اس عالم میں اس کے نام لیوا آرڈر آف سینٹ جان آف جیروسلم اور سینٹ جانس ایمبولنس ایسوسی ایشن رہ گئے ہیں۔ آخر الذکر کی فہرست اراکین میں بہت سے اہل ہند کا نام اور اُس کے صندوق خزانہ میں "بیدینون" کا روپیہ ہے۔

اِس طبقے میں تین درجے یعنے نایٹ (مسلح سپاہی) ائمہ مذہب (پادری اور خدام (بیماروں اور زائرین کے خدمتی) ہوتے تھے۔ سردار اعلیٰ کا لقب گرانڈ ماسٹر تھا۔ مذہبی امور کا نظم و نسق ایک مجلس کے ہاتھ میں تھا جسے چپٹر کہتے تھے۔ گرانڈ ماسٹر اس چپٹر کا صدر ہوتا تھا۔ اِس طبقے کے نایٹ سیاہ لمبا چوغہ پہنتے اور سینے پر طلائی ہشت گوشہ مالٹائی صلیب لگاتے تھے[56]۔ گرانڈ ماسٹر کے ماتحت ایک عہدہ نایٹ کمانڈر بھی ہوتا تھا۔

---

[51] اسبتار ہسپتال کا معرب ہے جن مقامات میں عربی بولی جاتی ہے وہاں آج بھی ہسپتال کو اسبتار یا اسبتال ہی کہتے ہیں۔ [52] مصر کا ساتواں فاطمی خلیفہ جس نے سنہ ۴۱۱ھ مطابق سنہ ۱۰۲۰ء سے سنہ ۴۲۷ھ مطابق سنہ ۱۰۳۶ء تک حکومت کی [53] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچرد کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۲ [54] و [55] و [56] و [57] و [58] نیو یونیورسل انسائیکلوپیڈیا جلد ۸ صفحہ ۱۳۶ [59] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچرد کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۳ خطابی نائٹوں کے تقریباً ہر طبقے میں بھی گرانڈ ماسٹر ہوتا ہے اور تقریباً ہر مجلسی طبقہ کو اب بھی چپٹر ہی کہتے ہیں اور بعض طبقوں میں اب بھی نایٹ کمانڈر ہوتے ہیں۔ نائٹوں کے اکثر طبقوں میں اب بھی چوغہ داخل خلعت ہے اور ہشت گوشہ الٹائی صلیبیں اب بھی تمغوں میں داخل ہیں جیسا کہ آگے پڑھوگے۔

# Knights Templars
# نائٹس ٹمپلرس

برگنڈی کے ایک سورما ہیوڈی پین نے جو بارھوین صدی کے اوائل مین زیارت بیت المقدس کو آیا تھا[۵۱] جب دیکھا کہ ہاسپٹلر نایٹ تیمارداردن کے مرنجان مرنج لباس کی جگہ فوجی وردی پہنکر خادم سے مخدوم اور مملوک سے مالک ہوگئے تو اُس کے دہان آزمین پانی بھر آیا اور اپنے آٹھ رفیق نائیٹون کی مدد سے اُس نے سنہ ۱۱۱۸ء[۵۲] ہی مین اس طبقے کی بنیاد ڈالی۔ بالڈون ثانی شاہ یورشلم[۵۳] نے خاص شہر مقدس

---

[۵۱] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر و کنگسفورڈ، مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ صفحہ ۱۲۲

[۵۲] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۶۲

[۵۳] فتح فاروقی کے بعد بیت المقدس پر صلیبی قبضے کا منظر دیکھنے کا اتفاق آج بیسوین صدی ہی کو نہین ہوا ہو بلکہ اس سے پہلے بھی یہی بارھوین اور تیرھوین صدیان یہی خواب پریشان دیکھ چکی ہین۔ غیر مسلم پرچم کو کنیسۂ صہیون کے منارۃ الفتح پر اُڑتے ابھی کے دن گذرے ہین۔ اس سے پہلے بھی تو صلیبی جھنڈا ایک دفعہ کوہ موریا پر پورے نوے برس اور دوسری مرتبہ کوہ زیتون پر دس برس لہرا لہرا کر تار تار ہوچکا ہو۔ تم پڑھ چکے ہو کہ صلیبی لڑائیان سنہ ۱۰۹۶ء مین شروع ہوئین، یہ وہ زمانہ تھا کہ خلافت عباسیہ کے قوی مضمحل ہوچکے تھے۔ بغداد کے تخت پر ایک شاہزادہ سالہ بچہ برائے نام بیٹھا تھا۔ شام و عراق مین سلاجقہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ مصر مین بھی فاطمیین کی حکومت مین گھن لگ چکا تھا اور اُن مین اور ترکان سلجوق مین اختلاف مذہب کی ہیزم کشی نے عداوت کی وہ آگ جلا رکھی تھی جسکے شعلے آسمان تک جاتے تھے۔ ادھر یہ حالت اور اُدھر مسیحیون کا تازہ اتفاق اور تازہ ترجوش۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المقدس جسپر دو تین سال قبل مصر کی محض برائے نام حکومت ہوگئی تھی (دیکھو سید امیر علی صفحہ ۳۲۷ نوٹ اور مختصر الاول ابن العبری صفحہ ۳۴۲ نوٹ) ۲۳ شعبان سنہ ۴۹۳ھ مطابق ۱۵ جولائی سنہ ۱۰۹۹ء کو صلیبیون کے قبضے مین آگیا اور وہان ایک مسیحی حکومت "یورشلم کی لاطینی بادشاہی" کے نام سے قائم ہوئی جو نوے سال تک رہی۔ اس نئے تخت پر چھوٹے بڑے نو عیسائی بادشاہ بیٹھے جن کی فہرست درج ذیل ہو:-

۱- گاڈ فرے آف بوئیلون (جسے عربی مورخ کندفرے لکھتے ہین) — سنہ ۱۰۹۹ء تا سنہ ۱۱۰۰ء
۲- بالڈوین اول (جسے عرب بغدوین، بردوین یا بردویل لکھتے ہین) — سنہ ۱۱۰۰ء تا سنہ ۱۱۱۸ء
۳- بالڈوین ثانی — سنہ ۱۱۱۸ء تا سنہ ۱۱۳۱ء
۴- فلک آف انجو — سنہ ۱۱۳۱ء تا سنہ ۱۱۴۳ء
۵- بالڈوین ثالث — سنہ ۱۱۴۳ء تا سنہ ۱۱۶۲ء
۶- الماری (جسے مورخین عرب المری لکھتے ہین) — سنہ ۱۱۶۲ء تا سنہ ۱۱۷۳ء
۷- بالڈوین رابع (مجذوم) — سنہ ۱۱۷۳ء تا سنہ ۱۱۸۳ء
۸- بالڈوین خامس (طفل بنجسالہ) — سنہ ۱۱۸۳ء تا سنہ ۱۱۸۶ء

مین ہیکل سلیمانی سے شرقی جانب خانقاہ کے لیے زمین عنایت کی[۵۱]۔ اس طبقے والون نے مسجد اقصی کو اپنا گرجا قرار دیا[۵۲]۔ اسی وجہ سے انھین ٹمپلرس (اہل معبد) کہنے لگے۔ عرب مورخین اسی طبقے کو فرقہ دادیہ کہتے ہین۔

ابتدا ہی سے جنگجوئی اور ملک گیری اس طبقے کا مطمح نظر اور "بے دین" مسلمانون کے مقابلے مین رہبِ مقدس اور مقبرۂ مبارک کی حفاظت و صیانت مقصدِ حیات تھا۔ چنانچہ عرصۂ دراز تک ہر جگہ مسلمانون کے مقابل صف آرا رہا۔ ۱۲۹۱ء مین جب ہاسپٹلرس کی طرح یہ بھی سرزمین قدس سے نکالا گیا تو جزیرہ قبرس ہی مین آیا۔ اس طبقے کی طاقت و دولت اور نخوت و رعونت یورپی طاقتون کی نظر مین خروع ہی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

۹ - ملکہ سبیلا بہ شرکت گے ڈی لوسگنان شوہر خود ۱۱۸۶ء تا ۱۱۸۷ء

حضرت سلطان صلاح الدین یوسف ایوبی رحمۃ اللہ علیہ و رضی اللہ عنہ نے ۲۸ رجب ۵۸۳ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۱۸۷ء کو بیت المقدس فتح کرکے اس لاطینی بادشاہت کا استیصال کر دیا۔ تھین یاد ہو کہ مسیحیون نے (۴۹۳ھ مین) شعبان کے مہینے مین بیت المقدس مسلمانون سے چھینا تھا جمعے کا دن تھا کہ اُنھون نے مسجد اقصی کو گرجا بنا کر اس کے گنبد پر صلیب چڑھائی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ شعبان ہی کے مہینے مین (۵۸۳ھ) جمعے کے دن مسجد اقصی کے گنبد پر سے صلیب اُتاری گئی اور سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے جمعے کی نماز مسجد اقصی مین ادا کی۔ قاضی دمشق امام محی الدین بن زکی نے ایک نہایت پرجوش اور وجد آور خطبہ پڑھا۔ اس دفعہ بیت المقدس مسلمانون کے قبضے مین ۴۵ سال تک رہا۔ تا آنکہ ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۲۹ء مین فریڈرک ثانی شہنشاہ جرمنی نے ناصر الدین ملک الکامل (برادر زادہ سلطان مرحوم و مغفور) سے ایک صلحنامہ کے رُو سے یورشلم بیت اللحم اور ناصرہ مع اور چند شہرون کے لے لیے۔ دس سال عیسائی اس صلحنامہ سے فائدہ اُٹھانے پائے تھے کہ ۶۳۷ھ مطابق ۱۲۳۹ء مین ملک الکامل کے بھتیجے ملک الناصر نے پھر یورشلم کو مع کل از دست رفتہ شہرون کے واپس لے لیا۔ اُس وقت سے کل سرزمین قدس چھ سو بیاسی برس تک مسلمانون کے قبضے مین رہی یہان تک کہ باغی شریف مکہ نے ۲۱ جون ۱۹۱۶ء کو مکہ معظمہ پر اپنا قبضہ کرکے آزادی عرب کا اعلان کیا اور اس طرح عربون کی غداری نے صلیبیون کے لیے فتح بیت المقدس کا راستہ صاف کر دیا۔ ۲۹ جون ۱۹۱۷ء کو جنرل ایلنبی نے محاذ بیت المقدس کی کمان اپنے ہاتھ مین لی اور جنوب سے بڑھ کر ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو بیر شبع پہونچ گیا۔ نومبر کے مہینے مین ساحلی مقامات غزہ اور عسقلان اور یافہ لے کر ۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کو حبرون۔ ۸ دسمبر کو بیت اللحم اور ۹ دسمبر کو یورشلم کے پھاٹک پر آ پہونچا اور ۱۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو شہر مین داخل ہوا۔

۵۱ نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۱۴ ص ۶۲

۵۲ ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس لکھنؤ ص ۹۵

کھٹکتی تھی۔ چنانچہ یوروپی طاقتوں ہی کے ہاتھوں چودھوین صدی کے آغاز مین اس کا قلع قمع ہوگیا۔[51]
اِس مین بھی تین درجے نایٹ۔ مصاحب اور خدام تھے۔ بعد مین پادری بھی شامل کیے گئے۔
اس کے سردار اعلیٰ کا لقب بھی گرانڈ ماسٹر ہی تھا جو بوجہ تقدس طبقہ بادشاہ ملک کا ہمسر سمجھا جاتا تھا،[52]
اور باعتبار جلال وجبروت یورپ کے بڑے سے بڑے تاجدار کو خاطر مین نہ لاتا تھا۔[53]
نایٹ سفید جوغہ پہنتے اور سُرخ ہشت گوشہ مالٹائی صلیب قلب پر لگاتے تھے۔[53]

## Teutonic Knights ٹیوٹانک نائیٹس

فریڈرک ڈیوک آف سواہیا۔ فریڈرک اول باربروسہ شہنشاہ جرمنی کا بیٹا تھا جو باپ کے ساتھ
تیسری صلیبی لڑائی مین شریک ہوکر مشرق مین آیا جب جون ۱۱۹۰ء مین فریڈرک باربروسہ مرا تو یہ باپ
کی جگہ جرمن لشکر کا سردار مقرر ہوا اور ۱۰ اکتوبر ۱۱۹۰ء کو زمرۂ محاصرین مین شریک ہونے کے لیے عکہ پہونچا۔[54]
دوران محاصرہ مین اُس نے ہاسپٹلرس اور ٹمپلرس کی دیکھا دیکھی مرنے سے تین مہینے پہلے اکتوبر ۱۱۹۰ء
مین اِس طبقہ کی بنیاد ڈالی جس کے ارکین صرف اپنے اہل وطن ہی مقرر کیے۔
ظاہر ہے کہ طبقے کا مقصد ومنشا وہی تھا جو صرف ہاسپٹلرس اور ٹمپلرس کا بلکہ ہر صلیبی بہادر کا تھا یعنی بیدینون
کے مقابلے مین مذہب کلیسیا کی حفاظت وصیانت۔[55] اِس مقدس مقصد کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اس طبقہ
نے دولت وحکومت مین بڑی ترقی کی۔[56] پہلے اِس کا صدر مقام بھی عکہ ہی تھا جب ۱۲۹۱ء مین اور طبقون
کی طرح یہ بھی ارض مقدس سے نکالا گیا تو پہلے وینس مین اور وہاں سے ۱۳۰۹ء مین میرین برگ مین آیا۔
یہین پندرھوین صدی کے آغاز مین بدرہوا اور یہین محاق شروع ہوکر آخر مین پھر ہلال ہوگیا۔ پولینڈ سے
لڑائی ہونے کے بعد مشرقی پروشیا طبقے کے ہاتھ سے نکل کر گرانڈ ماسٹر کی ذاتی ملکیت ہوگیا۔ آخر مین
یہ طبقہ اپنے سابقہ جاہ وجلال کا محض لفافہ ہی لفافہ رہ گیا تھا۔ نپولین نے اس لفافے کو بھی پھاڑ کر
پُرزے ہوا مین اُڑا دیے۔ اب آسٹریا کے ایک نواب زادے کو برائے نام اس طبقے کا سردار لکھا جاتا ہے۔[57]

---

[51] و [52] و [53] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ ص ۱۲
[54] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۴ صفحہ ۲۰۴
[55] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۴۷
[56] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر ولنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۹
[57] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ ص ۴۷

اس طبقے مین بھی نایٹ (مسلح سپاہی) اہلہ مذہب (پادری) اور خدام (بیمارون اور زائرون کے خدمتی) تھے بلکہ ایک درجہ اخوان کا زیادہ تھا۔ سردار اعلی کا لقب بھی گرانڈ ماسٹر ہی تھا[۵۲]

ناٹون کا لباس سیاہ تھا جسپر وہ سفید چوغہ پہنتے اور نقرئی کنارون والی سیاہ صلیب لگاتے تھے[۵۳]۔

یہ نائیٹون کے وہ ممتاز طبقے تھے جو اُس زمانہ مین جبکہ مذہبی آندھیان زور و شور سے چل رہی تھین مذہبی آسمان کے نیچے اور مذہبی زمین کے اوپر قائم ہوے۔ یہین اُنھون نے "بیدینون" سے جدال و قتال جاری رکھکر اپنا مقصد آفرینش پورا کیا۔ یہین وہ دولت و حکومت حاصل کی جسکے باعث آگے چلکر محسود اقران و اماثل ہوے۔ جب یوروپ کے تاجدار انھین ارض مقدس مین پھلتا پھولتا دیکھکر اپنے اپنے ملک کو سدھارے تو انہی کے نمونون پر اُنھون نے اپنے یہان بھی نائیٹون کے طبقے جاری کیے۔ مگر وہان کا زمین و آسمان ہی اور تھا۔ وہان "بے دین" کہان تھے جن سے سرگرم جنگ رہ کر اُنکی گرمی بازار رہوتی۔ اِسکے علاوہ حکومت کو کب منظور تھا کہ ایک مستقل اور جُداگانہ خودسر اور جنگجو فوج بنا کر آستین مین سانپ پالے۔ لہذا بجاے اِسکے کہ یہ طبقے بدمزاج۔ کھردرے۔ جنگجو اور مذہب کے دلدادہ سپاہیون پر مشتمل ہوتے جنکا کام سر دینا اور سر لینا ہوتا۔ خوش مزاج چکنے چپڑے صلح پسند اور سوسائٹی کے زلیفتہ رئیسون سے مرکب ہوے جن کا کام دل دینا اور دل لینا تھا۔ صلیبی نایٹ اپنی دلبری سے میدان رزم کو گرماتے تھے۔ خطابی نایٹ اپنی دلبری سے مجلس بزم کو گرمانے لگے۔ باقی ہر اعتبار سے یہ نایٹ اپنے پیش رودٔن کی عکسی تصویر تھے یعنی وہی چوغہ وہی صلیب وہی گرانڈ ماسٹر وہی کمانڈر وہی مصاحب یہ پہلی نایٹی کا محرک مذہب تھا اب اُسکی جگہ فیشن ہوا پہلے انتقام تھا اب اقتدار ہوا یون سمجھو کہ صلیبی نایٹی ایک گرجا تھی جسکے نقشے اور نمونے پر یوروپ نے اپنے اپنے ڈرائینگ روم کی بنا ڈالی اور جب وہ گرجا ٹوٹا تو تو اُسی کے ملبے اور عملے سے ڈرائینگ روم کی عمارت مکمل کی اور اُسی کے فرنیچر اور سامان آرائش سے اسے سجایا۔ چنانچہ نگاہ تعمق فوراً بتا دے گی کہ وہی گرجا کی متبرک تصویرین ہین جو دیوارون پر لٹکتی ہین وہی

---

[۵۲] ترجمہ تاریخ حروب صلیبیہ مصنفہ آرچر و کنگسفورڈ مطبوعہ شام اودھ پریس لکھنؤ ص ۱۲۹

[۵۲ و ۵۳] نیو یاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۴

صلیبین ہین جو گوشون مین کھڑی ہین وہی قربان گاہ کی شمعین۔ وہی مالائین۔ وہی متبرک بانی اور عشاے ربانی کے پیالے ہین۔ جو کانس پر چنے ہوے ہین۔

دولت برطانیہ نے خطابی نایٹی کے جو طبقے وقتاً فوقتاً قائم کرکے صلیبی زمانہ کی یاد تازہ کی انکی تعداد جہانتک ہمین معلوم ہر دس ہی۔ ان مین سے دو تو بہت قدیم انگلستانی طبقے ہین۔ ایک اسکاٹلینڈ کے شمول کے بعد اُسکی خاطر سے اور ایک آئرلینڈ کے الحاق کے بعد اُس کی خاطر سے بڑھایا گیا ہی ہندوستان بڑا خوش نصیب ہر کہ اُسکے ساتھ سلطنت کو جو دوہری محبت ہر اُس کا اظہار دو طبقون کی شکل مین ہوا ہے۔ اہل ہند کو شکر گذار رہنا چاہیے کہ کھانے کو چاہے روٹی ملی یا نہ ملی مگر پہننے کو تو ایک چھوڑ دو دو چوغے ملے باقی چار طبقے تمام ممالک محروسہ زیر قلمرو برطانیہ و نیز ممالک خارجیہ کے لیے عام ہین۔

ہم نے جو یہ کہا ہر کہ ہندوستان کے نام سے دو طبقے قایم کیے گئے ہین اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ محض اہل ہند کے لیے مخصوص ہین اور ہندوستانیون یا اُن انگریز حکام کے سوا جو ہندوستان مین ملازم و موجود ہین اور کوئی شخص ان مین شامل ہی نہین ہو سکتا بلکہ واقعہ یہ ہر کہ ہر وہ یوروپین جس نے ملازمت تجارت۔ سیاحت یا اور کسی خفیہ یا علانیہ غرض سے ہندوستان مین قدم رنجہ کیا ہو یا ولایت ہی مین اسے ہندوستان سے کوئی مادی یا ذہنی۔ واقعی یا خیالی قریب یا بعید تعلق ہو یا رہ چکا ہو اور نیز ہر وہ ایشیائی جس نے کالے کوسون گھر بیٹھے اپنے آپ کو زیر عنوان "معاوضۂ اعانت" مستحق خطاب ثابت کیا ہو ان دونون طبقون کا رکن بنایا جاتا ہر چنانچہ خدیو مصر سلاطین زنجبار و مسقط و عمان ولا ہج وجوہور۔ شاہزادہ سلطان مسعود مرزا یمین الدولہ ظل السلطان ایران۔ ہز اکسلنسی حسین قلی خان مختار الدولہ ایران ہز مجسٹی شہنشاہ کوریا۔ اور اس قسم کے بہت سے مغربی و مشرقی جن کے نتھنون مین کبھی ہندوستان کی ہوا اور جن کے دماغ مین کبھی ہندوستان کے دھندلے سے خیال کا بھی گذر نہین ہوا اور نہ ہوگا وہ ستارۂ ہند اور کشور ہند کے نایٹ گرانڈ کمانڈر اور نایٹ کمانڈر بن چکے ہین۔

یہ بھی سن لو کہ ان دس طبقون مین سے نو پورے ہین اور ایک ادھورا۔ نو بھرے ہین اور ایک خالی! تفصیل سب کی آگے آتی ہر۔

**The Most Noble Order of the Garter** شریف ترین طبقۂ گارٹر

انگلستانی نایٹی کا طبقہ ہر۔ اس کی اصلیت کے متعلق دو قصے مشہور ہین۔ ایک یہ کہ رچرڈ اول

شاہ انگلستان (۱۱۸۹ء تا ۱۱۹۹ء) نے جو اہل انگلستان کی طرف سے تیسری صلیبی لڑائی مین گیا تھا محاصرہ عکہ مین اپنے سرداروں کے گھٹنون پر چمڑے کے تسمے بندھوا دیے تھے۔ تاکہ ممالک غیر کے محاصرین سے تمیز کیے جا سکین[۱] - اس طبقہ کی بنیاد انھین مسلم نواز صلیبیون کی یاد تازہ کرنے کو ڈالی گئی ہے۔

دوسرا قصہ (جس سے طبقے کے عجیب نشان خصوصی اور عجیب ترین سجع کی لم صاف سمجھ مین آجاتی ہے) یہ ہے کہ ایڈورڈ سوم شاہ انگلستان (۱۳۲۷ء تا ۱۳۷۷ء) کے عہد مین ایک رات کسی جلسے مین ایک امیر کبیر کی زوجۂ محترمہ (کاونٹس آف سالسبری) ناچ رہی تھین کہ ان کا موزہ بند پنڈلی سے کھل پڑا۔ بادشاہ نے فرط تعلق سے وہ موزہ بند اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر خاتون کے ساق سیمین پر باندھ دیا۔ موزہ بند اُٹھاتے وقت بادشاہ کی ہمہ بین آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ رشک و رقابت کی آگ بادشاہ بیگم کے چہرے پر نفرت و حقارت کی چنگاریان اُڑا رہی ہے۔ لہذا موزہ بند باندھتے وقت بادشاہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

"اسے جو برا سمجھے اُس کا برا ہو"[۲]

چنانچہ سرگرم رقص خاتون کا وہی موزہ بند آج تک طبقے کا نشان خصوصی اور خدمتگزار حسن بادشاہ کے الفاظ اُس کا سجع ہین۔ مورخین کا اتفاق ہے کہ اس کا قیام بہ حیثیت طبقہ شولری (نائیٹی) ۱۳۴۸ء مین ہوا۔ اب یہ طبقہ تثلیث مقدس حضرت مریم۔ سینٹ ایڈورڈ۔ اور سینٹ جارج کے مربع حصار حمایت مین چین کرتا ہے۔ سینٹ جارج[۳] جو انگلستان کے محافظ دلی اور صلیبیون کے مربی خاص ہین (جنکے نام پر بارٹ بنائے جاتے تھے) اس طبقے کے حامی و سرپرست ہین اسی لیے جہان اس کا نام آرڈر آف دی گارٹر (طبقہ موزہ بند)

---

[۱] و [۲] نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۹۴

[۳] یہ بزرگ شہر لدا کے رہنے والے تھے جو یافہ کے قریب ہے۔ رومی شہنشاہ ڈایوکلیشن (۲۸۴ء تا ۳۰۵ء) کے زمانے مین مارے گئے۔ ۴۹۴ء مین پوپ گلاشیس نے انھین رومی کلیسیا کے ولیون مین شامل کر لیا۔ ان کی وفات سے تقریباً سات سو برس بعد صلیبی لڑائیان شروع ہوئین ان لڑائیون مین ان کی روح نے صلیبی بہادرون کو مسلمانون کے خلاف بہت کچھ مدد دی چنانچہ پہلی لڑائی مین کبھی وہ انطاکیہ کے میدان مین صلیبی بہادرون کے جوش کو اُبھارتی پھرتی تھی (دیکھو حروب صلیبیہ مطبوعہ گداز پریس لکھنؤ صفحہ ۷۳) کبھی یورشلیم مین کوہ زیتون پر محافظان روضۂ مسیح کا دل بڑھاتی تھی (دیکھو حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۷۹) اسی بنا پر صلیبیون نے انھین اپنا مربی خاص قرار دیا اور یورپ واپس جا کر ان کی باقاعدہ پرستش رائج کر دی (دیکھو نیو پاپولر انسائیکلوپیڈیا جلد ۹ صفحہ ۱۷۳) انگلستان نے بھی اس صلیبی امداد کی وجہ سے انھین اپنے ملک کا محافظ دلی قرار دیا ہے طبقہ گارٹر اور طبقہ سینٹ میکائیل و سینٹ جارج انھی کے نام پر رائج ہوا ہے۔

ہر وہاں آرڈر آف سینٹ جارج (طبقۂ دلی جارج) بھی ہر۔

ممالک غیر کے بادشاہ اور شہزادے ہمیشہ اسی طبقہ مین نایٹ بنائے جاتے ہین۔ اس مین صرف ایک ہی درجہ ہوتا ہر۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف دی گارٹر کا خطاب ملتا ہر جسکا مخفف کے جی ۱ (K. G.) ہر اگرچہ خطابی قاعدے کے مطابق خطاب یافتہ کے نام سے پہلے سر اور بعد مین کے جی لکھا جانا چاہیے لیکن اس طبقے مین شامل ہونے والے یا تو ہز مجسٹی فلان یا ہز رایل ہائی نس یا ہز ہائی نس یا مارکوئیس یا ارل یا ڈیوک یا وائی کاونٹ یا بیرن فلان فلان ہوتے ہین۔ اس لیے اُنھین اس چھوٹے سے "سر" کی پروا نہین ہوتی۔

طبقے کا خلعت حسب ذیل ہر:۔

۱۔ گلوبند۔ طلائی زنجیر جسمین چھبیس کڑیان ہوتی ہین۔ ہر کڑی کے بعد یکے بعد دیگرے موزہ بند اور عقدِ محبت کے شکل کی۔ موزہ بند کے شکل کی ہر کڑی پر سجع منقوش۔ درمیانی کڑی مین تمغہ لٹکتا ہر۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی قرص۔ بیچ مین سینٹ جارج کی تصویر جسمین جواہرات جڑے ہوئے۔

۳۔ ستارہ۔ ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب سے مرکب۔ وسط مین سینٹ جارج کی مخصوص سُرخ صلیب۔ دور پر موزہ بند کی شکل جسمین سجع منقوش۔ ٹھیک قلب کے اوپر لٹکایا جاتا ہر۔

۴۔ چوغہ۔ گہرے نیلے مخمل کا جاروب کش دامنون والا۔ جسکے سینے پر بائین جانب یعنی ٹھیک قلب کے اوپر ستارہ مع سینٹ جارج کی صلیب کے کڑھا ہوتا ہر۔

۵۔ موزہ بند۔ نیلگون فیتے کا جسکا حاشیہ سُنہرا اور متن مین سجع منقوش ہوتا ہر۔ دونون سرون پر طلائی بکسوے۔ بیچ مین طلائی آویزہ۔ بائین پنڈلی پر گھٹنے کے نیچے باندھا جاتا ہر۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہر۔ عہدہ دار ہمیشہ مقتدایان مذہب عیسوی ہی ہوتے ہین مثلاً:۔

---

ف ۱ ہمارے ایک انگریزی دان صوفی دوست نے اعتراض کیا کہ نایٹ کا پہلا حرف تو نون ہونا چاہیے یہ کاف کیون ہر۔ ہم نے سمجھایا کہ پہلا حرف کاف ہی ہر جو کتابت مین آتا ہر مگر تلفظ مین خاموش ہر۔ اس پر وہ اپنے انداز خاص مین نیم باز آنکھون سے ہماری طرف دیکھ کر مسکرائے اور سر ہلا کر فرمانے لگے "پالیا ہر۔ پالیا ہر۔ جاتا کہان ہر یہ کاف بھی صوفی ہر کہ ہر تو موجود مگر معدوم ہر"

ف ۲ جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

| | | |
|---|---|---|
| ونچسٹر کا بشپ | مستقل پریلیٹ | Prelate |
| اکسفورڈ کا بشپ | مستقل چانسلر | Chancellor |
| ونڈسر کا ڈین | مستقل رجسٹرار[1] | Registrar |

**معزز ترین طبقۂ باتھ** The Most Honourable Order of the Bath

یہ بھی انگلستانی نائٹی ہی کا طبقہ ہے۔ باتھ انگریزی مین غسل کو کہتے ہین۔ نائٹ بنتے وقت جو رسمین ادا کرنی پڑتی تھین چونکہ اُن مین ایک خاص رسم غسل کی بھی ہوتی تھی لہذا اس طبقے کے نائیٹون کو نائٹس آف دی باتھ (بہادران غُسل) کے نام سے موسوم کیا گیا[2]۔

یہ طبقہ ۱۳۹۹ء مین قایم ہوا۔ اس لیے کہ ہنری چہارم شاہ انگلستان (۱۳۹۹ء تا ۱۴۱۳ء) نے اپنی تاجپوشی کے دن چھیالیس اُمرا کو نایٹ بنا کر اس طبقے مین شامل کیا تھا جب سے شاہان انگلستان اپنی تاجپوشی۔ شہزادون کی ولادت وازدواج اور ایسی ہی تقریبون پر امراد معززین کو اس مین شامل کیا کرتے ہین[3]۔

**خطاب:۔**

درجۂ اول۔ نایٹ گرانڈ کراس[4] آف دی آرڈر آف دی باتھ جسکا مخفف جی سی بی (G. C. B) ہے نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی۔سی۔بی (G. C. B) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ دوم۔ نایٹ کمانڈر[5] آف دی آرڈر آف دی باتھ جسکا مخفف کے۔سی۔بی۔ (K. C. B) ہے نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے۔سی۔بی (K. C. B) لکھا جاتا ہے۔

---

[1] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

[2] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲۔ جب اس طبقے کی بنیاد پڑی ہے تو عیسائیون کو طہارت وصفائی سے قطعاً بیگانگی تھی۔ وہ برسون تک غسل نہین کرتے تھے اور مہینون تک منھ ہاتھ نہین دھوتے تھے۔ سینٹ برنارڈ ٹمپلرس کے محامد گناتے ہوے لکھتا ہے "وہ کمتر منھ ہاتھ دھوتے ہین۔ کنگھی نہ کرنے سے اُن کے بال چکٹے اور گرد وغبار سے خاک مین اٹے رہتے ہین" یہی وجہ تھی کہ غسل کو اس قدر متہم بالشان رسم سمجھا گیا۔

[3] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ ص ۷۰۶

[4] نایٹ گرانڈ کراس یعنی صلیب اعظم کا بہادر

[5] کمانڈر کا عہدہ ہاسپٹلرس مین بھی ہوتا تھا دیکھو ص ۴۳ [5]

درجہ سوم۔ کمپینین[1] آف دی آرڈر آف دی باتھ جس کا مخفف سی۔ بی (C.B) ہے چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اِس لیے صرف نام کے بعد سی۔ بی (C.B) لکھا جاتا ہے۔

**خلعت :۔**

۱۔ گلوبند۔ طلائی زنجیر جسمین سترہ کڑیاں ہوتی ہین۔ نو کڑیان تاج انگلستان کی اور باقی آٹھ گلاب[2] اور تھسل[3] اور شیمراک[4] کی شکل کی۔ درمیانی کڑی مین تمغہ لٹکتا ہے۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی مالٹائی ہشت گوشہ صلیب۔ ایک تاج اوپر اور دو ادھر اُدھر صلیب کے گوشون مین چار شیر ببر (جو مذہب تثلیث کا سہ آتشہ مقطر ہے) ثلاثہ واحد مین شامل ہین[5]۔

۳۔ ستارہ۔ جس کے وسط مین مالٹائی صلیب اور تین انگلستانی تاج ہین۔ سینے پر لٹکایا جاتا ہے۔ بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اسکے ماتحت گرانڈ ماسٹر[6] ہوتا ہے۔ آج کل اس طبقے کے گرانڈ ماسٹر ڈیوک آف کناٹ ہین۔ اِس طبقے کا گرجا جہان رسم نائیٹی ادا ہوتی ہے کلیساے ہنری ہفتم واقع ویسٹ منسٹر ایبی (لندن) ہے اور ویسٹ منسٹر کا ڈین ہی طبقے کا ڈین بھی ہے[7]۔

## The Most Ancient Order of the Thistle قدیم ترین طبقہ تھسل

اسکاٹ لینڈ کی نائیٹی کا طبقہ ہے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ اخایوس شاہ اسکاٹ لینڈ نے جو دسوین صدی کے وسط مین حاکم تھا اتھلسٹن شاہ انگلستان (۹۲۵ء تا ۹۴۰ء) پر فتح پانے کے دن سے اگلی رات آسمان پر ایک چمکتی صلیب دیکھی جو ہو بہو ویسی تھی جس پر سینٹ اینڈریو مصلوب ہوے تھے، یہ طبقہ اسی واقعے کی یادگار مین قایم ہوا ہے مگر اصل یہ ہے کہ ۱۶۸۷ء سے قبل اس کے وجود کا پتہ نہین چلتا۔ اُس سال جیمس دوم شاہ انگلستان (۱۶۸۵ء تا ۱۶۸۹ء) نے اس طبقے کے قواعد مرتب کرائے[8]۔

---

[1] کمپینین یعنی مصاحب کا عہد ٹمپلرس مین ہوتا تھا۔

[2] و [3] و [4] گلاب انگلستان کا مخصوص پھول اور تھسل اسکاٹ لینڈ کا اور شیمراک آئرلینڈ کا مخصوص پودھا ہے۔

[5] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۶۸

[6] جیکس ریفرنس بک ص ۲۰۸۔ دیکھو ص ۳۴۳

[7] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۵ صفحہ ۶۷ و ۶۸

[8] نیو پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۹۴

یہ طبقہ اینڈریو ولیؔ کی خاص حمایت مین ہی اسی وجہ سے اس کا نام آرڈر آف سینٹ اینڈریو بھی ہی۔ اسمین صرف ایک ہی درجہ ہی۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف دی تھسل کا خطاب ملتا ہی جس کا مخفف کے۔ ٹی۔ (K. T.) ہی۔ اس کے ارکان بھی "سر" سے اُسے پکارے جاتے ہین۔

خلعت حسب ذیل ہی[۵۲]:-

۱- گلوبند- طلائی جسمین سولہ کڑیان تھسل کی ہوتی ہین۔ وسط مین تمغہ لٹکتا ہی۔

۲- تمغہ- سینٹ اینڈریو کی تصویر اپنی مخصوص صلیب لیے ہوے۔

۳- ستارہ- سینٹ اینڈریو کی نقرئی صلیب جسکے گوشون مین سے شعاعین نکلی ہین۔ وسطی حصہ سنہرا جسمین تھسل بنا ہوا اور اُس کے گرد سجع جس کے الفاظ یہ ہین: "کوئی بے خطری سے مجھے مشتعل نہین کر سکتا" ستارہ قلب پر لٹکایا جاتا ہی۔

بادشاہ وقت طبقہ کا بادشاہ ہوتا ہی۔ اس طبقے کا ڈین بھی اسکاٹ لینڈ کے کسی گرجا کا پادری ہی ہوتا ہی۔

## The Most Illustrious Order of St. Patrick
## نامی ترین طبقہ سینٹ پیٹرک

آئرلینڈ کی نائیٹی کا طبقہ ہی جسے جارج سوم شاہ انگلستان (۱۷۶۰ء تا ۱۸۲۰ء) سے ۵ فروری ۱۷۸۳ء کو قائم کیا۔ یہ طبقہ سینٹ پیٹرک کی حمایت مین ہی جو آئرلینڈ کے ولی و مربی مانے جاتے ہین۔

اس مین بھی صرف ایک ہی درجہ ہوتا ہی۔ شامل ہونے والے کو نایٹ آف دی آرڈر آف سینٹ پیٹرک

---

[۵۱] یعنی ایدریاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور پطرس حواری کے حقیقی بھائی حضرت عیسیٰ ع کے بعد مدتون مختلف ممالک مین وعظ و تلقین فرماتے رہے۔ عام روایت کے مطابق یہ بھی مصلوب ہوے (نیو یونیورسل انسائیکلوپیڈیا جلد اول صفحہ ۲۰۷) ان کی روح کی نسبت بھی یہ افترا و بہتان اُٹھایا جاتا ہی کہ صلیبی لڑائیون مین مسلمانون کے خلاف دلچسپی لیتی تھی چنانچہ انہی کی روح نے ریمنڈ آف طولوس کے پادری پطرس بارتھولومی کو خواب مین بشارت دی تھی کہ انطاکیہ مین پطرس ولی کے گرجے مین وہ اصلی برچھی مدفون ہی جس سے رومی سپاہی نے حضرت مسیح کا پہلو صلیب پر چڑھانے کے بعد زخمی کیا تھا۔ اس برچھی کی برکت سے صلیبیون کو بے دینون پر فتح حاصل ہوگی (حروب صلیبیہ مطبوعہ دلگداز پریس صفحہ ۱۷) افترا و بہتان ہم نے اس لیے کہا کہ جب خود استاد (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے ہادی انام یعنی بانی اسلام (روحی فداہ) کی بشارت دی ہی تو شاگرد (حواری) کو اسلام اور اہل اسلام سے اس قدر بغض اور بیت المقدس سے اسلامی قبضہ اُٹھانے جانے کے متعلق اس قدر کد و کوشش ناممکن ہی۔

[۵۲] و [۵۳] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲

کا خطاب ملتا ہی۔ جسکا مخفف کے۔ پی۔ (K. P.) ہی۔

خلعت حسب ذیل ہی[۱]۔

۱۔ گلوبند۔ طلائی جسکی کڑیان رباب کی شکل کی ہوتی ہین۔ وسط مین ایک طلائی رباب ہوتا ہی جسمین تمغہ لٹکتا ہوتا ہی۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی قرص۔ جسکے دور مین شیمراک کا ہار اور طبقے کا سجع ہوتا ہی۔ سجع کے الفاظ یہ ہین "کون جدا کرے گا"[۲]۔

۳۔ ستارہ۔ جسکی شعاعین نقرئی ہوتی ہین۔ بیچ مین سینٹ پیٹرک کی سرخ صلیب۔ نیچے سجع اور تاریخ قیام طبقہ۔ ستارہ قلب پر پہنا جاتا ہی۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اور گرانڈ ماسٹر[۳] آیرلینڈ کا لارڈ لفٹنٹ۔

The Most Distinguished Order of St. Michael & St. George

ممتاز ترین طبقہ سینٹ میکائیل و سینٹ جارج

یہ طبقہ ۱۸۱۸ء مین باشندگان جزایر یونانیہ و مالٹا اور نیز اُن اشخاص کے لیے جو بحیرہ روم مین مناصب جلیلہ پر فائز ہین قایم ہوا تھا۔ ۱۸۶۸ء مین کل مستعمرات برطانیہ کے باشندون کے لیے اسمین توسیع کی گئی[۴]۔

خطاب[۵]:-

درجہ اول۔ نایٹ گرانڈ[۶] کراس آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج۔ مخفف جی سی ایم جی (G. C. M. G)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی ایم جی (G. C. M. G) لکھا جاتا ہی۔

درجہ دوم۔ نایٹ کمانڈر آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج مخفف کے سی ایم جی K. C. M. G

---

[۱] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۲

[۲] یہ استفہام غالباً آیرلینڈ کو انگلستان سے علٰحدہ کرنے کے متعلق ہی۔ اگر ایسا ہی تو اس کا جواب سن فینر جماعت کے اراکین اچھی طرح دے سکتے ہین۔

[۳] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۲ دیکھو ص ۳۴ ؁۹ و ص ۱۵ ؁۷

[۴] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[۵] وھیٹکرس المنیک بابت ۱۹۲۰ء

[۶] دیکھو ص ۱۵ ؁۴ ؁۷ دیکھو ص ۳۴ ؁۹ و صفحہ ۱۵ ؁۸

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی ایم جی (K.C.M.G) لکھا جاتا ہے۔

درجہ سوم۔ کمپینین آف دی آرڈر آف سینٹ میکائیل اینڈ سینٹ جارج مخفف سی۔ ایم جی (C.M.G)[۱]

چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی ایم جی (C.M.G) لکھا جاتا ہے

خلعت[۲]:۔

۱۔ گلوبند۔ طلائی جسمین بائیس کڑیان ہوتی ہین۔ چھ کڑیان تاج پوش انگلستانی شیر کی شکل کی۔ کڑیان مالٹائی صلیب کی شکل کی چار حروف ایس ایم (سینٹ میکائیل) کی شکل کے اور باقی چار حروف ایس جی (سینٹ جارج) کی شکل کے بیچ مین ایک قرص جس پر سینٹ مارک کے دو پردار شیر آمنے سامنے کھڑے ہوے۔ دونون کے ایک ہاتھ مین انجیل اور دوسری مین سات تیرون کا مٹھا۔

۲۔ تمغہ۔ طلائی صلیب چار دہ گوشہ۔ ایک رخ پر میکائیل فرشتے کی تصویر جو شیطان کو پیرون سے روندتے ہین۔ دوسرے رخ پر سینٹ جارج کی اسپ سوار تصویر جو دیو کے نیزہ مارتے ہین۔ صلیب پر تاج انگلستان۔

۳۔ ستارہ۔ سات شعاعین وسط مین سینٹ جارج کی سرخ صلیب جسکے اوپر سینٹ میکائیل کی تصویر۔

۴۔ چوغہ۔ نیلی ساٹھن۔ قرمزی ریشمین استر۔ بائین طرف ستارہ کڑھا ہوا۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہے اُس کے ماتحت گرانڈ ماسٹر[۳] جو آج کل پرنس آف ویلس ہین۔

طبقے کا پریلیٹ نوآبادیون مین سے کسی مقام کا بشپ ہوتا ہے۔

## The Most Exalted Order of the Star of India عالی ترین طبقہ استارہ ہند

ہندوستان کی خاطر جو دو طبقے خاص طور پر وضع کیے گئے ہین اُن مین پہلا طبقہ یہ ہے جو ۲۳ فروری ۱۸۶۱ء کو قایم ہوا[۴]۔

---

[۱] دیکھو صفحہ ۲۰۵ سلہ

[۲] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

[۳] دیکھو ص ۳۹۴ و ص ۲۰۵ سلہ و ص ۲۰۴ سلہ

[۴] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

## خطاب[1] :-

درجہ اول۔ نایٹ گرانڈ کمانڈر[2] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا۔ مخفف جی۔سی ایس آئی (G. C. S. I)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی۔سی۔ایس۔آئی۔ (G. C. S. I) لکھا جاتا ہے۔

درجہ دوم۔ نایٹ کمانڈر[3] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا۔ مخفف کے۔سی ایس۔آئی (K. C. S. I)

نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے۔سی۔ایس۔آئی (K. C. S. I) لکھا جاتا ہے۔

درجہ سوم۔ کمپینین[4] آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا مخفف سی۔ایس۔آئی (C. S. I)
چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی۔ایس۔آئی (C. S. I) لکھا جاتا ہے۔

## خلعت :-

۱۔ گلوبند۔ جس کی کڑیان سرخ و سفید گلاب اور نیلو فر کے پھول کی شکل کی ہوتی ہین۔ وسط مین تاج انگلستان جسمین تمغہ لٹکتا ہے۔

۲۔ تمغہ۔ بادشاہ کی تاج دار تصویر اور سجع "آسمانی روشنی ہماری رہنما"

۳۔ ستارہ۔ طلائی بادن[5] شعاعون والا۔ جسکے اندر ایک پانچ شعاعون والا ستارہ۔

۴۔ چوغہ۔ ہلکی نیلی ساٹھن کا جسمین سفید ریشم کا استر۔ بائین جانب ستارہ کڑھا ہوا۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ اور دیسرائے ہند گرانڈ ماسٹر ہوتا ہے۔

The Most Eminent Order of the Indian Empire
## رفیع ترین طبقہ کشور ہند

یہ دوسرا طبقہ ہے جو اہل ہند اور دوسطہ داران ہند کی قدر افزائی کی خاطر وضع اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو قائم کیا گیا[6]۔

---

[1] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳
[2] و [3] دیکھو ص ۴۳ [9] و ص ۵۱ [8] و ص ۵۴ [7]
[4] دیکھو ص ۲۷ [10] و ص ۵۵ [10]
[5] دیکھو ص ۴۳ [9] و ص ۵۲ [8] و ص ۵۴ [7] و ص ۵۵ [7]
[6] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

## خطاب[۱] :-

درجہ اول۔ نایٹ گرانڈ کمانڈر[۲] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف جی۔ سی۔ آئی۔ ای (G. C. I. E.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد میں جی سی آئی ای (G. C. I. E.) لکھا جاتا ہے۔

درجہ دوم۔ نایٹ کمانڈر[۳] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف کے۔ سی۔ آئی۔ ای (K. C. I. E.)

نام سے پہلے "سر" اور بعد میں کے سی آئی ای (K. C. I. E.) لکھا جاتا ہے۔

درجہ سوم۔ کمپینین[۴] آف دی آرڈر آف دی انڈین ایمپایر۔ مخفف سی آئی ای (C. I. E.)

چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہیں ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی آئی ای (C. I. E.) لکھا جاتا ہے۔

## خلعت :-

۱- گلوبند۔ طلائی۔ جس کی کڑیاں ہاتھی۔ مور۔ نیلوفر اور گلاب کے شکل کی ہوتی ہیں۔ وسط میں تاج انگلستان۔

۲- تمغہ۔ طلائی گلاب جسکے وسط میں بادشاہ کی تصویر۔

۳- ستارہ۔ پانچ طلائی اور پانچ نقرئی شعاعیں۔ وسط میں بادشاہ کی تصویر۔

۴- جوغہ۔ ارغوانی ساٹن۔ سپید ریشمی استر۔ بائیں جانب ستارہ کڑھا ہوا۔

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ اور وسیرائے ہند گرانڈ ماسٹر[۵] ہوتا ہے۔

## The Royal Victorian Order طبقۂ شاہی وکٹوریہ

یہ طبقہ ۲۱ اپریل ۱۸۹۶ء کو اُن اشخاص کی منزلت افزائی کے لیے قایم کیا گیا ہے جنھوں نے بادشاہ وقت کی غیر معمولی یا مہتم بالشان یا ذاتی خدمات کی تقدیم کی ہے۔

---

[۱] دیکھو ص ۵۷ سلہ
[۲] و [۳] دیکھو ص ۴۲ سلہ ص ۵۱ سلہ ص ۵۴ سلہ ص ۵۷ سلہ
[۴] دیکھو ص ۲ سلہ ص ۵۵ سلہ ص ۵۷ سلہ
[۵] دیکھو ص ۳۴ سلہ ص ۵۲ سلہ ص ۵۴ سلہ ص ۵۵ سلہ ص ۵۷ سلہ
[۶] ہیکس پوزلس بک صفحہ ۲۰۰

**خطاب[1] :-**

درجہ اول - نایٹ گرانڈ کراس[2] آف دی رایل وکٹورین آرڈر - مخفف جی سی وی او (G.C.V.O)
نام سے پہلے "سر" اور بعد مین جی سی وی او (G.C.V.O) لکھا جاتا ہی -

درجہ دوم - نایٹ کمانڈر[3] آف دی رایل وکٹورین آرڈر مخفف کے سی وی او (K.C.V.O)
نام سے پہلے "سر" اور بعد مین کے سی وی او (K.C.V.O) لکھا جاتا ہی -

درجہ سوم - کمانڈر[4] آف دی رایل وکٹورین آرڈر - مخفف سی وی او (C.V.O)
چونکہ خطاب یافتہ نایٹ نہین ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی وی او (C.V.O) لکھا جاتا ہے

درجہ چہارم و پنجم - ممبر آف دی رایل وکٹورین آرڈر - مخفف ایم وی او (M.V.O)
صرف نام کے بعد ایم وی او (M.V.O) لکھا جاتا ہی -

**خلعت[5] :-**

۱ - تمغہ - سفید چینی شدہ ہشت گوشہ مالٹائی صلیب - وسط مین قرمزی بیضاوی حلقہ جس مین بادشاہ کا نام سنہرا لکھا ہوا - اوپر شاہی تاج فیتے کے ساتھ سینے کے دہنے جانب لٹکایا جاتا ہی -

۲ - ستارہ - نقرئی ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب -

بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہی -

The Most Excellent Order of the British Empire

## خوب ترین طبقہ کشور برطانیہ

نایٹی کا یہ جدید ترین طبقہ ہی جسے بادشاہ حال نے ۱۹۱۷ء مین اُن متوسلین و متوسلات سلطنت کی افزائش جاہ و مرتبت کے لیے قائم کیا جنھون نے برطانیہ یا مقبوضات برطانیہ کے اندر خدمات جلیلہ انجام دی ہین - اس طبقے مین ذکور و اُناث دونون کے لیے خطاب بخشی کا اہتمام[6] ہی -

---

[1] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[2] دیکھو ص ۱۵ سطر ۵ و ص ۴۹ سطر ۲

[3] و [4] دیکھو ص ۳۳ سطر ۹ و ص ۱۵ سطر ۸ و ص ۴۹ سطر ۲ و ص ۵۲ سطر ۸ و ص ۵۸ سطر ۱۶

[5] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

[6] جیکس ریفرنس بک ص ۸۰۳

## خطاب[۱]:-

درجۂ اول { برائے ذکور نایٹ گرانڈ کراس[۲] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر } مخفف - جی۔بی۔ای (G. B. E.)
{ برائے اُناث۔ ڈیم گرانڈ کراس[۳] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر }

نام سے پہلے "سر" یا "ڈیم[۴]" اور بعد میں جی۔بی۔ای (G. B. E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ دوم { برائے ذکور نایٹ کمانڈر[۵] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر مخفف کے۔بی۔ای (K. B. E.)
{ برائے اُناث۔ ڈیم کمانڈر[۶] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر مخفف ڈی۔بی۔ای (D. B. E.)

نام سے پہلے "سر" یا "ڈیم" اور بعد میں کے۔بی۔ای یا ڈی۔بی۔ای لکھا جاتا ہے۔

درجۂ سوم۔ برائے ذکور و اُناث۔ کمانڈر[۷] آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر۔ مخفف سی۔بی۔ای (C. B. E.)

چونکہ خطاب یافتہ نایٹ یا ڈیم نہیں ہوتا اس لیے صرف نام کے بعد سی بی ای (C. B. E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ چہارم۔ برائے ذکور و اُناث۔ آفیسر آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر۔ مخفف او۔بی۔ای (O. B. E.)

صرف نام کے بعد او۔بی۔ای (O. B. E.) لکھا جاتا ہے۔

درجۂ پنجم۔ برائے ذکور و اُناث۔ ممبر آف دی آرڈر آف دی برٹش ایمپائر۔ مخفف ایم۔بی۔ای (M. B. E.)

صرف نام کے بعد ایم۔بی۔ای (M. B. E.) لکھا جاتا ہے۔

## خلعت:-

۱۔ تمغہ۔ نقرئی صلیب۔ وسط میں قرمزی حلقہ جس میں برطانیہ کی تاجدار تصویر اور سجع "اللہ اور حکومت کے لیے[۸]"

---

[۱] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

[۲] و [۳] دیکھو ص ۵۱ [۳] و ص ۵۴ [۵] و ص ۵۹ [۲]

[۴] ڈال کو بالکسر پڑھنا چاہیے۔ بالفتح پڑھتے ہی خطاب کی تاثیر فوراً الٹ جائے گی۔

[۵] و [۶] و [۷] دیکھو ص ۴۳ [۵] و ص ۵۱ [۶] و ص ۵۴ [۵] و ص ۵۷ [۳] و ص ۵۸ [۲] و ص ۵۹ [۳]

[۸] جیکس ریفرنس بک صفحہ ۸۰۳

۲۔ستارہ۔جو درجہ اول و دوم ہی کو دیا جاتا ہو۔ نقرئی ہشت گوشہ یعنی دوہری صلیب۔ بادشاہ وقت طبقے کا بادشاہ ہوتا ہو۔

## Knights Bachelor مجرّد نایٹ

یہ وہ نایٹ ہین جو متذکرۂ بالا طبقون مین سے کسی کے تحت مین نہین آتے اگرچہ سب سے نیچے ہین جہان تک ہمین معلوم ہوسکا مجرّد نایٹ کے سوا نہ اِن کا کوئی لمبا چوڑا خطاب ہو نہ طبقہ نہ خلعت ہو نہ تمغہ۔ انگریزی حروف ابجد کے وہ پھول بھی جو خطاب یافتہ نام کو "گلستان در بغل" بناتے ہین اِس بوم شورہ زار مین نہین کھلتے۔ شاید اسی لیے اِن لوگون کا نام نائٹ بیچلر ہو یعنی یہ نائیٹی کے پورے درجے پر فائز نہین ہین۔ پھر بھی ہمارے بہت سے برادران ملک و ملت انُس ادھوری عزت ہی کو لاکھون کھو کر لیتے ہین۔ ہندوستان کے خطابی سرون کی مکمل فہرست دیکھو اور نہ صرف سرسری طور سے بلکہ غور سے پڑھو تب ظاہر ہو کہ ان مین کتنے خالی "سر" ہین اور تب ہی یہ واضح ہو کہ بہت سے ہندوستانی جن مین بڑی ناک والے رؤسا بھی ہین اور اونچی کرسی والے حکام بھی۔ پھولی گون والے وکلا بھی ہین اور بھاری جیب والے تجار بھی۔ اسی زنجیر کی کڑیان اور اسی ہار کی لڑیان ہین جو انگلستانی بُت تراشون اور تصویر سازون نقالون اور ارغن نوازون کے ساتھ مسلسل و منسلک کردیے گئے ہین یقین نہ ہو تو خریدار ہین سے یہ چند دلنے حاضر ہین:۔

| پیشہ | نام | | |
|---|---|---|---|
| بُت تراش سنگ تراش۔ | سر جارج فریمپٹن۔ | بُت تراش و سنگ تراش | نائٹ بیچلر |
| مُصوّر۔ | سر جان لیوری۔ | مُصوّر | 〃 |
| | سر ایڈون لٹنیس۔ | مصوّر و بُت تراش | 〃 |
| | سر ڈیوڈ مرے۔ | مُصوّر | 〃 |
| | سر ولیم تھارنی کرافٹ۔ | بُت تراش و سنگ تراش | 〃 |
| گانیوالے بجانیوالے دُھن قایم کرنیوالے گانا سکھانیوالے | سر اے سی میکنزی۔ | معلم و مرتب نغمہ | نائٹ بیچلر |
| | سر فریڈرک برج۔ | ارغن نواز ویسٹ منسٹر ایبی | 〃 |

لے نیو بائیولر انسائیکلو پیڈیا جلد اول ص ۳۴۳ و ۳۴۵

| | | | |
|---|---|---|---|
| | سر سی وی اسٹینفورڈ۔ | معلم نغمہ | نایٹ بیچلر |
| | سر ایڈورڈ ایلگر۔ | معلم و مرتب نغمہ | ״ |
| | سر ہنری جے ووڈ۔ | معلم نغمہ | ״ |
| ناٹک مین روپ بھرنے والے اور ڈراما لکھنے والے | سر اسکوائر بینکرافٹ۔ | لندن کا بہترین ایکٹر | نایٹ بیچلر |
| | سر فرینک آر بنسن۔ | مشہور و معروف ایکٹر | ״ |
| | سر جان ہیر۔ | لندن کے نامی تھیٹرون کا مشہور ایکٹر و ڈراما نویس | ״ |
| | سر آرتھر پنیرو۔ | مشہور ایکٹر و ڈراما نویس | ״ |
| | سر جانسٹن فوربس رابرٹسن۔ | نامی ایکٹر | ״ |

بڑے خطابون یعنی نایٹی کے دسون طبقون کی تفصیل تو پیش کی جا چکی۔ اب چند چھوٹے موٹے امتیازی خطابات کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

| خطاب | مخفف | تاریخ قیام | اہلیت و وجہ حصول | تمغہ |
|---|---|---|---|---|
| ڈسٹنگوئشڈ سروس آرڈر The distinguished Service order | ڈی ایس او D.S.O. | ۶ ستمبر ۱۸۸۶ء | عہدہ داران افواج بری و بحری کو جنکا تذکرہ مراسلت فوجی مین ہو چکا ہو بجلدوے خدمات جلیلہ | طلائی [illegible] کے ایک رخ پر تاج انگلستان [illegible] پر بادشاہ وقت کے نام کے حروف۔ تمغہ قلب پر لٹکایا جاتا ہے۔ |
| امپیریل سروس آرڈر The Imperial Service order | آئی ایس او I.S.O. | ۲۶ جون ۱۹۰۲ء | عہدہ داران دیوانی کو بجلدوے قدامت و جلالت خدمات | طلائی قرص جس کے ایک طرف "بادشاہ و شہنشاہ" اور دوسری طرف "بجلدوے خدمات وفادارانہ" اور تاج انگلستان۔ تمغہ قلب پر لٹکایا جاتا ہے۔ |
| آرڈر آف مرسی Order of mercy | او۔ مر O. Mer | ۱۸۹۷ء | بجلدوے رفع مصائب و تکالیف عامہ | طلائی سرخ صلیب جس پر تاج انگلستان اور پرنس آف ویلس کی کلغی وسط مین تصاویر |
| آرڈر آف میرٹ Order of merit | او۔ ایم O. M. | ۲۶ جون ۱۹۰۲ء | اشخاص جلیل القدر کو بجلدوے خدمات حربی و علمی و ادبی۔ | ہشت گوشہ سرخ صلیب جسکے ایک رخ پر "بجلدوے قابلیت" اور دوسری طرف بادشاہ شہنشاہ اور تاج انگلستان۔ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| کمپینین آف آنر<br>Companion of Honour | سی ایچ<br>C. H | سنہ ۱۹۱۷ع | | |
| وکٹوریہ کراس<br>Victoria Cross | وی سی<br>V. C. | ۲۹ جنوری سنہ ۱۸۵۶ع | عہدہ داران فوجی کو بجلدوے شجاعت | برنجی صلیب۔ جسکے وسط مین تاج انگلستان اور اُس پر قائم شیر۔ یہ صلیب قلب پر لٹکائی جاتی ہے۔ |
| رایل ریڈ کراس<br>Royal Red Cross | آر آر سی<br>R. R. C. | ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۸۳ع | طبقۂ اناث کو بجلدوے تیمارداری سپاہیان مریض و مجروح | طلائی سُرخ صلیب۔ جسکے ایک گوشے پر ایقان۔ دوسرے پر امید۔ تیسرے پر امداد چوتھے پر سنہ ۱۸۸۳ع۔ وسط مین ملکۂ وکٹوریہ کی تصویر۔ صلیب قلب پر لٹکائی جاتی ہے۔ |
| ملٹری کراس<br>Military Cross | ایم سی<br>M. C. | یکم جنوری سنہ ۱۹۱۵ع | ادنیٰ عہدہ داران فوج کو بجلدوے خدمات جلیلہ | نقرئی صلیب جسکے ہر گوشے پر تاج انگلستان وسط مین "جارج شاہ وشہنشاہ" |

## خان بہادر

ولایتی طبقے اور خطاب تو سب ختم ہو چکے۔ کنٹری خطابون مین ہم صرف خان بہادر کا تذکرہ کرنا چاہتے ہین۔ اگرچہ یہ اس قابل تو نہ تھا کہ کے۔ جی اور جی۔ سی۔ بی اور جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کے پہلو مین جگہ پاتا لیکن اس کو کیا کیجیے کہ لکھوکھا جاہ پرست ہستیون کے زعم مین کاخ رفعت کا یہی سنگ بنیاد اور نخل عزت کا یہی ثمر بیش رس ہے۔ ہم اپنے تشنگانِ تمغہ اور گرسنگانِ خطاب دوستون کو مایوس کرنا نہین چاہتے لہذا کمخواب مین کمل کا پیوند لگانا پڑتا ہے۔

خان بہادر کی وقعت کا اندازہ اگر گزون سے کرنا چاہو تو خیال کی آنکھ پر تصور کی دوربین لگا کر دیکھو۔ ایک وسیع میدان مین ہز مجسٹی شہنشاہ جارج پنجم کا دربار منعقد ہے۔ بارگاہ شاہی کے داہنی سمت سے ایک لمبی قطار شروع ہوتی ہے جسمین ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلیس بہادر کے تخت کے بعد شاہزادگان والا شان سُفراے دول خارجہ اور اعلیٰ اراکین حکومت چوکیون پر بیٹھے ہین۔ اُن کے بعد برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے ڈیوک اور مارکویس اور ارل اور وایکاونٹ اور بشپ اور بیرن اور بیرونٹ مع اپنے اپنے فرزندون کے

اپنے اپنے درجے کے مطابق اور اُن کے بعد کل طبقون کے نایٹ مع اپنے اپنے فرزندون کے اپنے اپنے رتبے کے موافق کرسیون پر بیٹھے ہین۔ اُن کے بعد نایٹی کے کل طبقون کے غیر نایٹ اراکین اور اُن کے بعد ہندوستان کے اراضی نہین بلکہ عرضی راجے مہاراجے۔ نواب سب تپائیون پر بیٹھے ہین اور قطار کی لمبائی ہزارہا گز تک پہونچ چکی ہی۔ اب کہین جا کر بیچارے خان بہادر گروہ کے کھڑے ہونے کا نمبر آتا ہی بشرطیکہ وہ ایسے دربار مین شامل بھی کیا جائے۔ اور بشرطیکہ کوئی اُس سے زیادہ حقدار اُس سے پہلے نہ کھڑا ہو جائے۔ قطار کی لمبائی دیکھتے ہوے ہمین یقین ہی کہ خان بہادر کو بادشاہ سے اُس سے زیادہ بُعد و فصل ہی جتنا اُسے خدا سے ہی۔

خان بہادر کو سینے پر لٹکانے کو ایک طلائی تمغہ اور نام کے ساتھ لگانے کو دو لفظ[1] ملتے ہین بس فقط تمغہ ستارے کی شکل کا ہوتا ہی جسمین دو متحد المرکز چھوٹے بڑے دایرے اور بیچ مین بادشاہ کی تاجدار تصویر ہوتی ہی۔ دونون دایرون کے فصل مین الفاظ "خان بہادر" انگریزی مین لکھے ہوتے ہین ستارے کے سر پر تاج انگلستان ہوتا ہی۔

## تاج انگلستان

مختلف طبقون کے گلوبندون۔ تمغون اور ستارون کی ترکیب و تشکیل مین تاج انگلستان کو اس قدر دخل ہی کہ اُس کی تشریح نہ کرنے سے مبحث کے تشنہ رہ جانے کا خوف ہی۔

تاج انگلستان جسے ولیم فاتح نے سنہ ۱۰۶۶ء زیب سر کیا تھا سونے کا ایک سادہ حلقہ تھا جسپر پتیان بنی ہوئی تھین جب سے اب تک اُسمین بہت سی تبدیلیان ہو چکی ہین۔

فی زماننا وہ سونے کا ایک چوڑا حلقہ ہی جسکے دور پر جا بجا موتی اور جواہرات قرینے سے جڑے ہوے ہین۔ حلقے کے بالائی لب پر چار بالتوالی صلیبین اور چار سہ برگے یکے بعد دیگرے کنگرون کی طرح اونچے اُٹھے ہوے ہین۔ ہر صلیب کے اوپر سے مقابل صلیب کے اوپر تک ایک طلائی قوس ہی جسپر موتی جڑے یا بنے ہین۔ دونون قوس سر پر تقاطع کرتے ہین۔ مقام تقاطع پر کلغی کی جگہ ایک صلیب کا مجسمہ

---

[1] یہ لفظ بسا اوقات مخفف ہو کر دو حرف ہی رہ جاتے ہین یعنی K. B. خ۔ ب۔ اگر اُردو کے اِن دو حرفون کو بے معنی رکھنا ہو تو اختیار ہی علیحدہ علیحدہ رہنے دو لیکن یہ دونون حرف باہم مل کر ایک با معنی لفظ بھی بناسکتے ہین معنی کے لیے عربی کے کسی طالبعلم یا عربی کے لغت سے مدد لو۔

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کلغی والی صلیب چَو رُخی ہی یا یک رُخی۔ اگر چَو رُخی ہی تب تو ایک تاج کی ذرا سی تصویر آٹھ صلیبون کا مجموعہ ہو گئی لیکن اگر صرف ایک ہی رُخ صلیب کی شکل کا ہی تو ہر تاج مین کم سے کم پانچ صلیبون کے ہونے مین تو شک ہی نہین۔

## صلیب

خطابون کے متعلق اتنے سفید صفحے سیاہ ہو چکے لیکن ابھی اُس چیز کا تذکرہ باقی ہی جو تمغون کی جان اور خطابون کی شان ہونے کی وجہ سے "سبب تالیف کتاب" کہی جاے تو بیجا نہ ہو گا لہٰذا ناظرین کو جہان اتنی تکلیف دی ہی تھوڑی تکلیف اور دو۔

عیسائی کہتے ہین کہ جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم سے آتش زیر پا ہوے تو یہودی

"سردار کاہنون اور قوم کے بزرگون نے یسوعؔ کے خلاف مشورہ کیا کہ اُسے مار ڈالین اور اُسے باندھکر (متی ۲۷ب اور ۲) قلعے کو لے گئے (یوحنا ۱۸ب ۲۸) اور پیلاطس حاکم کے حوالے کیا (متی ۲۷ب ۲) پیلاطس نے ..... یسوعؔ کو کوڑے لگوا کر (مرقس ۱۵ب ۱۵) سپاہیون کے حوالے کیا (لوقا ۲۳ب ۲۵) تاکہ صلیب[1] دی جاے (متی ۲۷ب ۲۶) پس وہ یسوعؔ کو لے گئے اور وہ اپنی صلیب آپ اُٹھاے ہوے اُس جگہ تک باہر گیا جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہی جسکا ترجمہ عبرانی مین گلگوتھا ہی (یوحنا ۱۹ب ۱۷) پہر دن چڑھا تھا جب اُنھون نے اُس کو صلیب پر چڑھا دیا (مرقس ۱۵ب ۲۵) تیسرے پہر کے قریب یسوعؔ نے بڑی آواز سے چلا کر کہا۔ ایلی۔ ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا ...... یسوعؔ پھر بڑی آواز سے چلایا (متی ۲۷ب ۴۶ و ۵۰) کہ تمام ہوا اور سر جھکا کر جان دے دی۔ (یوحنا ۱۹ب ۳۰)"

[1] زمانہ قدیم مین جب کسی شدید و قبیح جُرم مین کسی کی جان لینی ہوتی تو اُسے صلیب پر چڑھا کر مارتے تھے۔ یہ سزا رومیون مین عام تھی ایک موٹی سی لکڑی زمین مین گاڑ کر اُس پر (یا کسی سیدھے درخت کے تنے پر) ایک دوسری کسی قدر پتلی اور چپٹی لکڑی زمین سے دو قد آدم اونچی باندھ یا جڑ دی جاتی۔ یہی صلیب تھی۔ مرنے والے کے جسم کو کھڑی لکڑی سے اور اُس کے ہاتھون کی کلائیون کو آڑی لکڑی کے سرون سے کس کر باندھتے اور ہاتھون کی ہتھیلیون اور پاؤن مین لوہے کی لمبی لمبی کیلین ٹھونک دیتے۔ مصلوب سخت جان ہوتا تو برچھیان بھونک بھونک کر مارتے۔ ایسی تصویرین اور بُت جنمین مسیح صلیب پر چڑھے دکھلاے جاتے ہین تیسری صدی عیسوی ہی سے بناے جانے شروع ہو گئے تھے جن کا رواج کیتھولک گرجون مین آج تک ہی۔ اِن تصویرون اور بُتون مین مسیح صلیب پر مردہ لٹکے ہوے تمام جسم برہنہ صرف کمر پر ذرا سا کپڑا لپٹا ہوا۔ دو دو کیلین دونون ہاتھون کی ہتھیلیون مین اور ایک دونون پاؤن مین (جو ایک دوسرے پر رکھے ہوے ہین) ٹھونکی ہوئی پہلو مین

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قتل کیے جانے کی شہادت تم نے متی، مرقس، لوقا، اور یوحنا کے الفاظ مین سُن لی (ذالک قولھم بافواھھم) مگر اِس کے خلاف ہمارے ہاتھ مین اتنی صاف، صحیح اور زبردست شہادت ہی (والحمد للّٰہ علیٰ ذالک) جس سے بڑھ کر صاف صحیح اور زبردست شہادت اِس کرۂ ارض پر تو کیا کرۂ اثیر کے کسی سیارے مین بھی نہین اور اُس شہادت کی بنا پر ہمارا ایمان ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نہ قتل کیے گئے نہ صلیب دیے گئے۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴)

زخم جس سے خون جاری ہی بنائے جاتے ہین"

"صلیب کو ابتدائی عیسائیون ہی نے اپنا نشان قرار دے لیا تھا قسطنطین (شہنشاہ روم ۳۰۶ء تا ۳۳۷ء) کے زمانے سے اُسے معزز ترین نشان مسیحیت سمجھنے لگے قسطنطین ہی نے اُسے اپنے پرچم پر منقوش کرایا اُس نے ہر عیسائی کے مکان کے دروازے پر صلیب بنوائی تاکہ یہودی اور عیسائی مکان مین تمیز ہو سکے اُسی کے زمانے مین گرجے صلیب کی وضع پر تعمیر ہوئے۔ اس کی مان ہیلنا کو فلسطین مین وہ اصلی صلیب ملی جس پر مسیح مصلوب ہوئے تھے" اصلی صلیب کی تعظیم و تکریم و تقدیس کے متعلق عیسائیون مین عجیب عجیب روایات مشہور ہین۔ یوروشلیم سے کوئی دو میل جانب غرب ایک گرجا ہے جسے کنیسۂ صلیب کہتے ہین مشہور ہی کہ یہ گرجا ٹھیک اُس درخت کی جڑ پر بنایا گیا ہی جس سے اصلی صلیب بنائی گئی تھی۔ اس گرجے کے اندر دیوارون پر عبارات و تصاویر کے ذریعہ سے یہ قصہ ظاہر کیا گیا ہی: "لوط (علیہ السلام) جب شہر سدوم سے بھاگ کر آئے تو اپنے ساتھ ایک شاخ یا جڑ لائے جسے اُنھون نے یہان نصب کیا اور وہ سرسبز ہو گئی۔ ابراہیم (علیہ السلام) کو علم تھا کہ اس درخت کی لکڑی سے وہ صلیب بنائی جانے والی ہی جو دنیا کی نجات ابدی کا باعث ہو گی۔ لہٰذا وہ اُسے روزانہ پانی دیا کرتے تھے مگر شیطان (جو چاہتا تھا کہ مشیت الٰہی پوری نہو اور انسانون کو نجات ابدی حاصل نہو) ابراہیم (علیہ السلام) کی غیر موجودگی مین درخت کو کاٹ پھینکنے کی کوشش مین لگا رہتا تھا۔ جب وہ کلھاڑی لے کر درخت کاٹنا چاہتا معاً ابراہیم (علیہ السلام) اپنے علم کے ذریعے سے واقف ہو کر وہان آجاتے اور اُسے مار بھگاتے۔" اصلی صلیب کی یہ بھی کرامت سمجھی جاتی تھی کہ اُس مین سے بے تعداد ٹکڑے کاٹ لیے جائین تب بھی اُس کی اصلی جسامت مین کمی نہین ہوتی اور اُتنی کی اُتنی ہی رہتی۔ اسی لیے ہر گرجے والے کو دعویٰ تھا کہ اُس کے گرجے کے تبرکات مین اصلی صلیب کا ٹکڑا ہی چنانچہ ہزارہا حاجتمند وہان جا جا کر مرادین مانگتے تھے۔ کروڑہا عیسائیون کا یقین ہی کہ جسم پر یا ہوا مین صلیب کی شکل بنا دینے سے انسان خبیث ارواح و اثرات سے محفوظ رہتا ہی۔ رومن کیتھولک عیسائی عبادت کرتے وقت صلیب کی شکل بار بار ہوا مین بناتے جاتے ہین صلیب کو چومتے ہین۔ اُسکے سامنے سر جھکاتے ہین۔ بپتسمہ دیتے وقت بپتسمہ یاب کی پیشانی پر نشان صلیب زمانہ قدیم سے بنایا جاتا ہی جس کا سبب ایک قدیم مصنف یہ لکھتا ہی کہ "گوشت پر مُہر لگائی جاتی ہی تاکہ روح محفوظ رہے" یہی مصنف لکھتا ہی: "ہر کام کے آغاز سے پہلے۔ ہم جب کسی مکان مین آئین یا وہان سے جائین۔ جب سفر کے لیے کپڑے پہنین۔ جب غسل کرنے جائین جب کھانا کھانے بیٹھین جب مکان مین شمعین لائی جائین جب بیٹھین یا لیٹین۔ غرضکہ جو کام ہم کرین پہلے صلیب کا نشان اپنی پیشانی پر بنا لیتے ہین۔"

اُس وقت جزیرۃ العرب میں اور نہ جزیرۃ العرب میں بلکہ خود مدینہ طیبہ ہی میں یہودی بھی بہ کثرت موجود تھے اور عیسائی بھی۔ یہودی نہایت مغرورانہ تبختر سے کہتے تھے کہ ہم نے مسیح ناصری کو جس نے خدا کے بنی اور بنی اسرائیل کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا صلیب پر چڑھا کر مار ڈالا۔ عیسائی اُسی قدر مظلومانہ تفاخر سے کہتے تھے کہ ان یہودیوں نے زندہ خدا کے بیٹے مسیح (متی ب ۱۶) اور اسرائیل کے بادشاہ (یوحنا ب ۴۹) کو صلیب دے دی۔ قرآن کریم نے دونوں کی موجودگی میں برملا اور علی الاعلان اپنے صاف اور صریح اسلوب میں اس واقعہ کی ایسی تردید و تبکیت کی کہ کسی کو جواب میں لب ہلانے کی ہمت و جرأت ہی نہ ہو سکی۔

وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما (سورہ نساء ۲۲)

اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب قصہ قتل بذریعہ صلیب ہی صحیح نہیں تو پھر صلیب کی تعظیم و تکریم و تقدیس کیسی؟ یہی وجہ تھی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے یہاں جس چیز پر صلیب کی تصویر بنی ہوئی ملاحظہ فرماتے اُسے فوراً مٹا دیتے۔

اِنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يترك فى بيته شيئاً فيه صليب الا نقضه

حضرت عدی بن حاتم جب حاضر خدمت ہوئے تو پہلے چونکہ وہ عیسائی تھے لہٰذا اُن کے گلے میں اس زمانہ ہی کے وقت صلیب پڑی تھی حضور نے فرمایا "اے عدی اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینکو" عدی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ عیسائیوں کی صلیب کی تمثال ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ یہ بت ہی ہے۔

## خطاب والوں سے خطاب

بزرگو۔ بھائیو۔ عزیزو۔

خطابوں اور تمغوں کے متعلق تم وہ سب باتیں سُن چکے جو ہمیں معلوم تھیں یا معلوم ہو سکیں۔ خطابوں کی ابتدائی اور ارتقائی تاریخی حالت۔ اُن کی ماہیت۔ اُن کی غایت۔ اُن کے تمغوں اور ستاروں کی شکل و صورت۔ اُن میں صلیبوں اور تصویروں کی کثرت۔ صلیب کی عبادت۔ قصۂ صلیب کے خلاف خدا کے

علیم و خبیر کی شہادت۔ اور تمثال صلیب سے رسولِ بشیر و نذیر کی نفرت۔ یہ سب باتیں بے کم و کاست تمھارے سامنے تمام محبت کے طور پر پیش کی جا چکین۔ اب تم اپنے دلون کو ٹٹولو کہ اُن مین اللہ۔ اللہ کے رسول۔ اور اللہ کے دین کی محبت ہے یا ان خطابون۔ تمغون اور گلوبندون کی۔ کیا تم یہ جواب دو گے کہ تمھارے دل کے تنگ گوشہ مین دونون محبتین جمع ہین؟ مگر تمھارا یہ جواب صحیح نہ ہوگا کیونکہ ایک ہی وقت مین ایک ہی جگہ ظلمات و نور اور ظل و حرور جمع نہین ہو سکتے۔ اچھا پھر کیا یہ جواب دو گے کہ تمھارے سینے مین ایک کی جگہ دو دل ہین؟ لیکن مین تم سے کہتا ہون کہ یہ بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (اتل ما اوحی ۲۱۔ سورہ احزاب)

لہذا اب مذبذبین بین ذالک بننے کا وقت نہین۔ لازم ہے کہ یا تو اللہ۔ اللہ کے رسول اور اللہ کے دین کی محبت سے اپنے دل قطعاً خالی کر دو یا خطابون سے اپنے نام۔ گلوبندون سے اپنے گلے اور تمغون سے اپنے سینے۔

مسلمانو۔ کیا تم اپنے خطابون کو خطاب دہندون کی دی ہوئی عزت سمجھ کر رکھتے ہو؟

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا (والمحصنٰت ۵۔ سورہ نساء)

پھر کیا تم اپنے خطابون کو ان کی رضامندی کے لیے رکھتے ہو؟

اللہ و رسولہ احق ان یرضوہ (واعلموا۔ سورہ توبہ)

یا کیا تم اپنے خطابون کو اُن کے ڈر سے رکھتے ہو؟

اتخشونھم۔ فاللہ احق ان تخشوہ (واعلموا۔ سورہ توبہ)

اگر ان سب باتون کو سننے اور سمجھنے کے بعد بھی تم جو مسلمان باپون کے بیٹے اور مسلمان بیٹون کے باپ ہو

صلیبون کے ہار گلے مین ڈال کر

صلیبون کے تمغے اور ستارے قلب پر لگا کر

اور صلیبون کے جوغے جسم پر پہن کر

فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون (ومن یقنت ۲۲۔ سورہ یٰس)

وطبع علیٰ قلوبھم فھم لا یفقھون (واعلموا ۱۰۔ سورہ توبہ)

اور قطعت لھم ثیاب من نار (اقترب للناس ۱۷۔ سورہ الحج)

مین ہَم اور ہُم کی دوہری ضمیرون کا مرجع اپنے آپ کو بنانا ہی چاہتے ہو تو

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

فترَبَّصوا اِنَّا مَعَکُم مُتَرَبِّصون

(واعلموا سورہ توبہ)

"مُلّا"

مضمون بالا اُس زمانہ مین رقم کیا گیا تھا جبکہ تحریک ترک موالات کل اہل ملک کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور خطاب یافتہ ہندوستانیون مین ترک خطاب کی تبلیغ جاری تھی۔ ملّا صاحب نے اپنے دلولۂ دینی مین مضمون تو حسب عادت بڑی تحقیق و تلاش کے بعد لکھ ڈالا مگر گمنامی کی خواہش یا صدر درجہ کے انکسار کے باعث یا بعض شکی مزاجون کے نزدیک سرکاری مہمان بنائے جانیکے اندیشہ سے اُس زمانہ مین اُس کی اشاعت کی نوبت نہ آئی اب جو یہ مضمون شایع کیا جارہا ہی تو اس کی غایت تبلیغ نہین ہی کیونکہ تحریک کی موجودہ سرد بازاری مین ایسے خیالات مضحکہ انگیز سمجھے جاتے ہین۔ بلکہ مین اسے ضروری جانتا ہون کہ مُلّا صاحب کی محنت رائگان نہ جائے اور ادب اُردو داُن کی اِس قیمتی تحریر سے محروم نہ رہے۔ اسی خیال سے مین نے اس مضمون کو علیحدہ رسالہ کی صورت مین طبع کرا لیا ہی تاکہ وہ قدردانانِ اُردو بھی اس سے لطف اندوز ہو سکین جن کے آستانۂ عالی تک النساظر کی رسائی نہین ہی اور اگر کوئی شخص یا جماعت آج بھی بھولے سے تبلیغ تحریک کا کام انجام دے رہی ہو اور کوشاں ہو کہ لوگ خصوصاً مسلمان خطاب یافتہ اپنے اعزازاتِ صلیبی سے دستکش ہو جائین تو اُن کے لیے یقیناً موقع ہی کہ اِس رسالہ کی جسقدر کاپیان چاہین ۸ر فی جلد کے حساب سے النساظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کر لین۔

ایڈیٹر

# ضرورت بعثت نبی عرب (صلی اللہ علیہ وسلم)

مین یہ مناسب سمجھتا ہون کہ اپنے رہبر مطلق ہادی برحق شافع اُمت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مسعود کی ضرورت پر اپنے ٹوٹے پھُوٹے الفاظ مین روشنی ڈالنے سے پہلے نزول محمود سے پہلے کے حالات عرب۔ اُن کی تقسیم۔ اُن کا مذہب اور اُن کے طرز تمدن و معاشرت کا مختصر سا خاکہ کھینچ دون تاکہ اُس ذات والاصفات کے بعثت کی ضرورت خودبخود واضح اور صاف طور پر ذہن مین آجاوے۔

تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ خطہ عرب ابتدا مین تین بڑے گروہون کے مختلف اور لاتعداد قبیلہ تین بٹ گیا تھا اور وہ تین گروہ یہ ہین۔ عرب العاربہ۔ عرب البادیہ۔ عرب المستعاربہ۔ ان تینوں کا سلسلہ حضرت نوح کی تین اولادون سے شروع ہوتا ہے۔ عرب العاربہ۔ قدیم جغرافیہ عرب کی رو سے یمن حضرموت اور شمال مشرقی سواحل عرب مین پھیلے ہوے تھے۔ عرب البادیہ وسط عرب اور سرزمین حجاز مین اقامت گزین تھے۔ عرب المستعاربہ جن کو بنی اسمٰعیلیہ بھی کہتے ہین عراق کے متوطن تھے اور بعد مین یہ حجاز مین آبسے اور صفا و مروہ ان دونون پہاڑون کے درمیان سکونت اختیار کی۔

**مذاہب** عرب العاربہ جو جنوبی اور شمال مشرقی سواحل مین پھیلے ہوے تھے۔ متمدن اور شایستہ تھے انھون نے یہان سلطنتین بھی قائم کرلی تھین اور تجارت بسر اوقات کا ذریعہ تھا۔ ان مین عموماً چار مذہب پائے جاتے تھے۔ بت پرستی۔ ستارہ پرستی۔ نصرانیت اور یہودیت۔ عرب البادیہ اور عرب المستعاربہ عموماً بُت پرست تھے۔ مگر بعض صابئی مذہب بھی تھے۔ لیکن ان مختلف مذہبون کے ماننے سے اُن کی جبلی عادتین اور اُن کے اجدادی اعتقادات مین بہت کم تغیر ہوا تھا۔

**بُت پرستی** بُت پرستی جو ایک نہایت قدیم مذہب ہے۔ تمام جزیرۂ عرب مین یکسان رائج تھی۔ نصاریٰ اور ستارہ پرست بھی اپنے اپنے اعتقاد کے موافق اپنے تجویز کردہ بتون کو پوجتے تھے۔ اور کعبہ مین جو بت پرستی کا مرکز اعلیٰ تھا۔ ہر قبیلہ کو اپنے بُت رکھنے اور اُن کی پرستش کرنیکی آزادی تھی۔ سال مین ایک مرتبہ تمام قبائل عرب مکہ مین جمع ہوتے تھے اور اپنے اپنے بتون کی پرستش کیا کرتے تھے۔ بُت پرستون مین بھی ہر قبیلہ کا ایک علیحدہ بُت تھا۔ اور ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے بتون کو پوجنے کا مجاز نہ تھا۔ ان مین بڑے بڑے

بُت جن کی سب پوجا کیا کرتے تھے۔ وہ ہبل۔ لات۔ اساف۔ نائلہ۔ عقعق۔ تھے۔ اور اُن کے علاوہ مشہور قبائل۔ بنی کلب۔ بنی مدحج۔ بنی مراد۔ بنی ہمدان۔ بنی غطفان کے بُت وُد۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر عزیٰ وغیرہ بھی ممتاز بتوں مین تھے۔ دوسرے اور قبایل کے بُت اُن سے بہت چھوٹے ہوتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی قبیلہ کا شخص دوسرے قبیلہ کو ذلیل کرنے کی خاطر اُس کا بُت چُرالاتا تھا اور اپنی آستین مین چھپا لیتا تھا اور پھر ظاہر کرکے کہتا تھا کہ تمھارا بُت تم سے ناراض ہوکر ہمارے پاس آگیا ہے۔ اسپر آپس مین خوب لڑائی ہوتی تھی اور دونون طرف کے آدمی مارے جاتے تھے۔ غرض ماردھاڑ کے بعد اپنا بُت چھین لیتے تھے۔ حج سے فارغ ہوکر یہ قبائل ایک مقام عکاظ مین جمع ہوا کرتے تھے اور یہان میلا لگا کرتا تھا۔ یہان ہر شخص اپنے اپنے جوہر دکھاتا تھا اور گذری ہوئی مخالفتون کا بدلہ بھی اسی جگہ لیا جاتا تھا۔

صابئی مذہب والے اپنے مذہب کو نہایت قدیم مذہب سمجھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو شیثؑ اور ادریسؑ وغیرہ پیغمبرون کی امت بتاتے تھے۔ اُن کے ہان ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ حضرت شیثؑ کا صحیفہ کہتے تھے یہ لوگ دن مین سات وقت نمازین پڑھا کرتے تھے۔ مردہ کی بھی وہ نماز پڑھتے تھے، مسلمانون کی طرح ایک قمری مہینہ کا روزہ بھی رکھتے تھے مگر جو بُرائی رفتہ رفتہ ان مین پھیل گئی وہ یہ تھی کہ یہ ستارون کی پرستش کرنے لگے تھے اُنھون نے سات ستارون کے نام کے سات ہیکل بنوائے تھے اور کعبہ کے بتون کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ہر سال حج کی غرض سے کعبہ کو جایا کرتے تھے۔ نصرانی جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ کی اُمت کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد اُن کو خدا کا بیٹا اور اُن کی مان کو خدا کی بیوی۔ اور سب کو جدا اگر ملکر ایک خدا ماننے لگے تھے۔ اُنھون نے حضرت عیسیٰ اور مریم کی تصویرین خانہ کعبہ مین بنائی تھین جن کی یہ پرستش کرتے تھے۔ اور دوسرے بتون کی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ہر سال حج کی غرض سے خانۂ کعبہ جایا کرتے تھے۔

غرض کہنے کو تو قبائل عرب مختلف مذہب مین تقسیم تھے مگر تھے سب ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہوے۔ بُت پرستی جو اُن کا اجدادی مذہب تھا وہ ان مین کسی نہ کسی رنگ مین موجود تھا۔ البتہ یہود بت پرستی کو برا جانتے تھے۔ لیکن پتھرون کے سامنے قربانی اُن کے ہان بھی روا تھی۔ خدا کو مجسم خیال کرتے تھے۔ دنیادی ہر چیز پر اُسکے اختیار کو نہین مانتے تھے۔ روز قیامت کا مضحکہ اُڑاتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض عرب اس وقت پورے کا پورا بُت پرستی اور شرک مین ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو
مین کچھ بُرائی نہ دیکھتے تھے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ وہ اپنی پڑوس کے ان مذاہب کو جہان تجارت کی غرض سے
جاتے تھے اپنے مذہب سے جُدا اور مخالف نہ پاتے تھے۔ مصر۔ یونان جو اُس زمانہ مین نہایت متمدن
ممالک تھے۔ مشتری۔ زہرہ۔ اور آفتاب کی پرستش مین سرشار تھے۔ عیش وعشرت اور زناکاری اُن کے
ہان ثواب گنا جاتا تھا۔ عشق ومحبت کے دیوتا کا اُس وقت ان ممالک مین نہایت گرم رواج تھا۔ اپولو
(Apollo) کی شہوت رانی اور انڈرا کلس (Andraclus) کی شہ زوری کے قصّے عام طور پر
عبادت سمجھے جاتے تھے۔ اور دوسری طرف ایران خوارزمستان آگ تاپنے مین مو تھے زردشت اور یزدجرد
کا سکہ ملک مین بہت زور وشور سے چل رہا تھا عیش وعشرت زندگی کا لازمہ بن رہا تھا۔ شراب خواری
اور زناکاری بُری بات نہین سمجھی جاتی تھی بلکہ اسکو وہ لوگ خدا کی نعمت سمجھتے تھے۔ اور ایسا نہ کرنا
اُن کے نزدیک گویا کفران نعمت تھا اور چین وہندوستان اسوقت خدا اکٹھے کر رہے تھے۔ پیدا کرنے کا
ایک خدا۔ غارت کرنے کا ایک خدا۔ دولت دینے کا ایک خدا۔ پانی برسانے کا ایک خدا۔ غرض وہ نیچر کی
بکہ پوجا کرنے اور ایک ایک کام ایک ایک خدا کے سپرد کرنے مین منہمک تھے۔ مختصر یہ کہ جہان عربون کا
دورہ ہوتا وہان وہ کوئی بات ایسی نہین پاتے تھے جو اُن کے مذہبی اعتقادات کے خلاف ہو۔ اور ان
مخصوص ممالک ہی پر کچھ بُت پرستی وشرک کا مدار نہ تھا۔ بلکہ تاریخ ہم کو کوئی ایسی مثال نہین دے سکتی کہ کسی
زمانے مین دُنیا بھر مین کسی مذہب کے پیرو بت پرستی اور شرک اور اخلاق رذیلہ سے اپنا دامن بچا سکے ہون۔
انھی اثرات نے مِل جُلکر عرب کے اخلاق وعادات تباہ کر ڈالے البتہ اُن کو دوسرے ممالک کے
دورہ مین اتنا فائدہ تو ہوا کہ اُن کی تمدنی حالت کچھ سنبھل گئی اور ترقی معاشرت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔
عربون کی ابتدائی تمدنی حالت اُس وقت جبکہ مصر ویونان مین تہذیب وتمدن کی گرما گرمی تھی اس وقت
جبکہ بابل ونینوا کی حکومت کا آفتاب نصف النہار پر چھا گیا تھی۔
تاریخ بتاتی ہے کہ حجازی عرب رہنے کو وحشی درندون کے مانند جھاڑیان یا پہاڑون کی کھوئین کھانیکو
خرما اور بھیڑ بکریون کا گوشت پہننے کو جانورون کی کھالین۔ شکار کرنے کے لیے لمبی لمبی نوکدار لکڑیان
استعمال کرتے تھے۔

عرب المستعاربہ | عرب البادیہ کے بہ نسبت کم وحشی تھے رہنے کو جانورون کے اون سے ہوا در بنا تے تھے

اور اُن کو تان کر درختوں کے نیچے رہتے تھے کھانے کو دودھ گوشت اور خرما پہننے کے لیے اُنھیں جانورون کے اون کا ایک ہٹہ ہوتا تھا جو اُن کے جسم کو چھپا دیتا تھا البتہ سواحل عرب کے قبایل ان وحشیون کی نسبت زیادہ متمدن و مہذب تھے۔ ایک تو اُن کو سرسبز و شاداب زمینین رہنے کو ملی تھین جسمین تر و خشک میوے بکثرت پیدا ہوتے تھے۔ دوسرے ہمسایہ قومین جو یہان تجارت کی غرض سے آتی تھین ان کی بدولت کپڑے پہننے کو اور دوسری چیزین اور ضروریات رفع کرنے کو ملتی تھین انھون نے یہان مکانات بھی بنائے تھے۔ سلطنت بھی قائم کی تھی جو سبا کے نام سے مشہور ہے اور اس حد تک ترقی کی کہ دوسری طرف کے عرب ان کو آدمی نہین سمجھتے تھے اور چونکہ اُن کے نزدیک اُن روایات کا جو اس قوم کی نسبت مشہور تھین کسی آدمی میں ہونا ناممکن تھا اس لیے وہ اُن کو عجیب عجیب نامون سے یاد کرتے تھے چنانچہ ان مین کے اکثر قصے ابتک زبان زد ہین جیسے شداد کی بہشت قوم عاد و ثمود کے قد وغیرہ۔ غرض یہ قومین جو یمن مین آباد تھین اورون کی بہ نسبت بہت زیادہ متمدن تھین انھون نے اپنی انجینیری سے اپنی حکومت مین ایک تالاب بنایا تھا جس سے قحط سالی کے ایام مین اپنی کھیتی مین پانی لیتے تھے اس کی نسبت مشہور تھا کہ یہ تالاب ایک صدی تک قائم رہسکتا ہے پھر ٹوٹ جائیگا اور اس کے ٹوٹنے سے حکومت سبا کا خاتمہ ہو جائے گا چنانچہ بہت سے ملک یمن کے باشندے اس خوف سے یمن سے بھاگ کر حجاز مین آبسے اور دوسری طرف سے یہودی بابل کے حکمران بخت نصر کے ظلم سے یثرب مین جسکو اب مدینہ کہتے ہین پناہ گزین ہوے۔ حجاز مین متمدن اقوام کا آنا تھا کہ گویا ترقی کا دور شروع ہوا۔ اطراف کے اکثر قبایل نے ان کے رسم و رواج سیکھ لیے اور تجارت ہی کو اپنی معاش کا ذریعہ بنا لیا۔ اُدھر یمن مین وہ مشہور تالاب ٹوٹا۔ بڑے زور کی طغیانی آئی اور حکومت سبا کا خاتمہ ہو گیا۔ اور بچے کچھے باشندے بھی حجاز مین آبسے اور یون حجاز کی ترقی پر مہر لگ گئی ہستیل ارم کے بعد گویا عرب کی نئی زندگی شروع ہوئی اور ترقی کی راہین کھل گئین۔ یہودی صابی نصرانی۔ بت پرست غرض سبھی طرح کے قبایل خصوصاً حجاز مین کثرت سے پھیل گئے۔ اور اُن کا مرکز کیا عبادت اور کیا تجارت مین مکہ بن گیا۔ سال بھر تک یہ قبائل دوسرے ممالک سے سامان فراہم کرتے رہتے تھے اور حج کے موقع پر جبکہ تمام قبائل عرب ایک جا جمع ہوتے تھے آپس مین تجارت کرتے تھے اور بہت بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ جو میلہ عکاظ کے نام سے مشہور تھا ترقی پا کر اُنھین سلطنت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اور والی مکہ اُن کا امیر قرار پایا۔

**عادات واطوار و عام حالات**

یہ سب کچھ تو ہوا لیکن دیکھنا یہ ہی اوسوقت عرب کی عام حالت کیا تھی کس قسم کا قانون تھا باشندون کے اخلاق وعادات کیا تھے۔ کیونکہ اسی سوال کے حل کرنے پر ہمارے مقصد کا مدار ہی۔

تحقیق سے عرب کی قوم بہ نسبت اور قومون کے فطرتاً وحشی اور خونخوار واقع ہوئی ہی اور اس قدر ترقی کرنے کے بعد بھی گو اُن کی خونخواری نے شجاعت کا لباس پہن لیا ہی مگر بعض دفعہ بہ تقاضاے فطرت وحشت ظاہر ہو جاتی ہی۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ قوم اور قومون کی نسبت بہت زیادہ سادہ مزاج رکھتی ہی۔ اس زمانہ مین اس قوم مین اچھائیان بھی تھین اور برائیان بھی۔ مگر برائیون کی بہت کثرت تھی۔ ان مین جو اچھائیان تھین وہ بھی بیرونی اثرات سے برائیون مین پنہان اور دبی ہوئی تھین۔ جس سے کوئی خاص اثر خود اُن پر بھی نہین پڑ سکتا تھا۔ کم خرچ کفایت شعار ہونا اور اس پر راضی اور قانع رہنا ایک عمدہ وصف خیال کیا جاتا تھا۔ نہایت فیاضی سے مہمان نوازی کرنا اُن کا قومی خاصہ تھا مسافرون اور مہمانون سے مہربانی اور اخلاق سے پیش آنا اور اُن کی تعظیم کرنا ایک پاک فرض خیال کیا جاتا تھا اگر کوئی اس کو ترک کر دیتا تو اُسکو دل سے برا جانتے اور اسکی حقارت کرتے تھے ہمسایہ کے حال پر مہربانی اور اسکی خبرگیری کرنا اور اسکے مکان اور خاندان اور مال کی نگرانی اور حفاظت کرنا نیک آدمیون کے اوصاف مین سے تھا۔ قیدیون کو چھوڑانا اور محتاجون اور بیکسون کی مدد کرنا تمام نیکیون مین افضل اور جمیع اوصاف مین سب سے زیادہ قابل ستایش خیال کیا جاتا تھا۔ ایک شریف عرب کو اپنے وعدہ کا خیال بہت زیادہ رہتا تھا۔ گھوڑے کی سواری کی بچپن مین مشق کرائی جاتی تھی۔ فصاحت وبلاغت لطافت وظرافت بھی فضیلت کے دائرہ کی تکمیل کے لیے ضروری تھی شاعر نہایت اچھی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اُسکی بہت تعظیم ہوتی تھی۔ جہان ان مین یہ خوبیان تھین انتہا درجہ کی بداخلاقی اور فحش بھی پھیلا ہوا تھا۔ قصائد کے شروع مین اکثر دولتمندون کی لڑکیون عورتون اور بہنون کے نام لیے جاتے تھے۔ اور اُن کے عیوب علانیہ عام طور پر بیان کیے جاتے تھے بدکاری اور زناکاری سے نادم نہین ہوتے تھے۔ بلکہ ہر طرح کی غیر مہذب نظم مین ازراہ بے شرمی اسکو مشتہر کرتے تھے شراب اور منشی چیزون کا استعمال احسن سمجھتے تھے۔ قمار بازی ان کا ہر دلعزیز کھیل تھا۔ سود خواری ان کے ہان نہایت درجہ مرغوب تھی لونڈیون کو گانا بجانا سکھایا جاتا تھا۔ اور وہ حرام کاری کرنے کی مجاز تھین اور اُس حرام کاری کی آمدنی آقاؤن کا حق ہوتا تھا۔ رہزنی غارتگری روزمرہ کی باتین تھین انسانون کا خون

بلا خوف و تاسف ہر روز ہوا کرتا تھا۔ ٹوٹکون مین اور شگون لینے مین اُن کا بڑا اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت آتی تو یہ کنکریون پر کچھ پڑھ کر پھونکتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اُن کی مصیبت دور ہو جائیگی۔ اگر کوئی کسی کو مار ڈالتا تو خون کا معزز بدلہ خون ہی سمجھا جاتا تھا اور جو لوگ خون کے بدلے کچھ لے لیتے تھے وہ نہایت حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور برادری سے خارج کر دیے جاتے تھے اُن کا اعتقاد تھا کہ اگر خون کا بدلہ خون نہ لیا جائے تو مقتول کے سر کا اُلو ڑا تون کو اُسکی قبر پر چیختا پھرتا تھا۔ ہر شخص کے مرنے کے بعد قاعدہ تھا کہ اُس کا اونٹ بھی اُسکی قبر سے باندھ دیتے تھے۔ یہان تک کہ بھوک پیاس سے وہ مرجاتا جب کوئی مرجاتا تو برس روز تک اُس کا سوگ کرتے تھے۔ گھوڑ دوڑ مین بازی لگایا کرتے تھے۔ کسی غلام کو آزاد کرنے کے بعد بھی اُس کے مالک کو یہ اختیار ہوتا کہ جب چاہتا اس کو پھر اپنی غلامی مین لے لیتا ملزم کو خونجباری کی سزا مین جلتی ہوئی ریت پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ مردہ جانورون کا گوشت کھاتے تھے اور اُس کو بہت لذیذ خیال کرتے تھے۔ اقرار یا وعدہ پورا کرنے کے لیے بتون کی یا اپنے اجداد کی روحون کی قسمین کھاتے تھے۔ عورتین نہایت خراب اور ذلیل حالت مین تھین۔ گاجر مولی کی طرح جتنی جو چاہتا نکاح مین لے لیتا۔ طلاق کی رسم بھی اُن مین تھی جسکو چاہتے طلاق دیدیتے تھے۔ اور جب چاہتے پھر اپنے نکاح مین لے لیتے۔ مہر بھی باندھا کرتے تھے مگر طلاق دینے کے بعد عورتون کو مہر نہین دیا کرتے تھے۔ طلاق کی ایک میعاد مقرر تھی اُسی مقررہ میعاد تک عورت کو دوسرے کے نکاح مین جانیکا اختیار نہ تھا۔ اور جب میعاد ختم ہونے لگتی تو پھر اپنے ہی نکاح مین لے لیتے اور طرح طرح کے ظلم روا رکھتے تھے۔ طلاق دینے کے لیے کچھ شرائط مقرر نہین تھے۔ جب جی چاہتا طلاق دیدیتے۔ اور پھر جی چاہتا تو نکاح کر لیتے۔ اِس بات کو ذلت سمجھتے تھے کہ ایک عورت ایک بار کسی کی زوجیت مین آنے کے بعد دوسرے کے نکاح مین آئے۔

عرب جاہلیت کی بیہودہ اور خراب رسمون مین سب سے زیادہ یہ تھین۔ لڑکیون کا زندہ دفن کرنا۔ شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا اُس عورت کا مالک ہوتا اور اُس سے نکاح کر لیتا مگر بیٹے کے مرنے کے بعد باپ اُس کی بیوی سے نکاح نہین کر سکتا تھا۔ شوہر کے مرنے کے بعد اگر کسی عورت کا سوتیلا بیٹا نہو تو عصبہ یعنی رشتہ دار جو بیوہ کے سر پر چادر ڈالتا۔ اُس سے نکاح کرنے پر مجبور رہتا۔ عورتون کو اپنے گھر سے بدون پردہ و حجاب باہر نکلنے اور مردون کی مجلسون میں پھرنے یا اپنے جسم کا کوئی حصہ مردون کو

دکھانے مین کوئی عیب نہ تھا۔ اور نہ بے حیائی تصور ہوتی تھی، غرض انکی کتاب الاخلاق کا ہر ورق گندگی۔ خرافات۔ بے شرمی اور بے حیائی سے مملو تھا۔ گو ہم نے اُن کے عادات واطوار کا اُڑتا ہوا خاکہ کھینچا ہو مگر اہل بصیرت انہی واقعات سے نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اس زمانہ کے مرّوجہ مذاہب مین کوئی تو ایسی بات تھی جس سے ان باتون کا انسداد نہ ہوسکا۔ اور غالباً کوئی عاقل اس بات سے انکار نہین کرسکتا کہ عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اس کفر وضلالت کے اندھے کنوئین سے روشن سطح پر لانے کے لیے کسی ریفارمر کی ضرورت تھی۔ مگر ہم اس بحث کو اور واضح کرنا چاہتے ہین اور دیکھنا چاہتے ہین کہ اصول فطرت اور قانون قدرت اس بارہٴ خاص مین کیا راے رکھتا ہو۔ آجکل کہ علوم عقلیہ کا ہر طرف دور دورہ ہے،

**اصول فطرت اور قانون قدرت**

اور ہر چیز چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی میزان عقل مین تولی جاتی ہے اور ارتقائی ترکیب پر محض اصول فطرت سے پرکھی جاتی ہو اور مقدمات استدلال سے اس کی صحت جانچی جاتی ہو اور جبکہ سچائی کا یہی معیار سمجھا گیا ہو تو ہم بھی اس طریقہ کو نظرانداز نہین کرنا چاہتے۔

محققین نے ہم کو یہ خبر دی ہو کہ دنیا کی ہر چیز ترقی پذیر ہو۔ انسان۔ حیوان۔ درخت۔ مٹی پتھر وغیرہ سب کے سب گردش مین ہین اور اپنی راہین آگے کو بناتے جاتے ہین۔ اور بقول ڈارون کے ان چیزون کی ترقی انسانیت تک محدود ہو۔ لیکن انسانی ترقی کی کوئی انتہا نہین۔ انسان کو ابتدائی دور مین حیوانات پر کوئی شرف حاصل نہ تھا۔ بلکہ وہ بھی انہی جیسا اک حیوان تھا۔ مگر جیسا جیسا زمانہ بڑھتا گیا تجربہ اور مشاہدہ مین ترقی ہوتی گئی اور عقل وفراست سے دو چیزون کی مماسلت سے ایک تیسری چیز دریافت کرتا گیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اچھائی اور بُرائی کا علم بھی ہوتا گیا۔ اور چونکہ یہ قانون فطرت ہو کہ ہر چیز اپنی میلانی چیز کو پسند کرتی ہو۔ یعنی اپنا فائدہ اور بہتری چاہتی ہو۔ اس لیے جب ان مین سمجھ آئی آپس مین مل جل کر رہنے لگے اور صحبت کا چسکا پڑا تو انھین ایک ایسے اصول کی ضرورت ہوئی جس سے با امن وامان کی زندگی بسر کرسکین۔ اور جب کچھ اور زمانہ گذرا اور اُن کی سمجھ مین مزید ترقی ہوئی تو انھین ایک ایسے قانون کی ضرورت محسوس ہوئی جو اُن کی زندگی کو خوشگوار بنا دے۔ اس خیال نے اسی جگہ لا محالہ مذہب کی حد شروع ہوتی ہو، اپنے اس خیال کے پھیلانے کے لیے اُنھون نے اپنے گرد وپیش کی چیزون کا مطالعہ شروع کیا۔ بعض چیزین ایسی مہیب اور خوفناک دیکھین جن سے اُن کے بدن پر رعشہ آگیا اور بعض ایسی خوبصورت اور نورانی دکھائی دین کہ دل خوشی سے

بے اختیار ہو گیا مگر اپنی نادانی اور اُسکی اصلی حقیقت نہ جاننے کے باعث طرح طرح کے توہمات مین مبتلا ہو گئے اور ان توہمات مین بیحد خلط ملط آ گئی کہ خاندانی خصائص کی طرح اعتقادی نظریہ بھی نسل بعد نسلاً بطور توریث کے ایک سے دوسرے کو ملتا رہا۔ اور تجربہ اس مین ترمیم و تنسیخ کرتا رہا۔ ترمیم و تنسیخ دو طرح پر ہوتی رہی ایک عقلی۔ دوسری الہامی۔ عقلی مذہب کی داغ بیل تو سمجھ آنے پر ہی پڑ گئی تھی تجربہ روز بروز نئی نئی باتین بتاتا جاتا تھا جس سے اُن کے اعتقادی خیال یا مذہب مین پختگی آتی گئی۔ اور الہامی مذہب کی ضرورت اس وقت مسلم ہو گئی جب کہ بعض نہایت اہم مظاہر نے ان کی عقلون مین قصور ثابت کیا۔ اور چونکہ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب انسان اپنے مین کسی اپنے مخالف کے دفعیہ کی قوت نہین پاتا تو خارجی امداد اور اپنے سے بالاتر ہستی کی استعانت ڈھونڈھتا ہے۔ پس ایسے اسباب کا فراہم ہونا بھی منجانب قدرت ضروری تھا۔ چنانچہ انھین مین ایسے مصلح پیدا ہوتے گئے جو اُن کو اُنکی عقلون سے برتر باتین بتلاتے تھے۔ اور آسان راستہ دکھاتے تھے۔ اور چونکہ اجدادی رنگ گہرا چڑھا تھا اور وہ نہین چاہتے تھے کہ اُن کے کسی پہلے اعتقاد مین خلل پڑے اس لیے خلل پڑنے کی بہتر اور عمدہ راہ مین زیادہ توجہ نہین کی اگر بعضون نے پیروی کی بھی تو کچھ دنون کے بعد اپنے اجدادی اثر مین عجیب عجیب اور غلط راستے اختیار کر لیے اور امتداد زمانہ نے انھین پھر اسی سڑک پر لا ڈالا جس پر یہ پہلے چلا کرتے تھے۔ پس بالکل یہی حالت تھی عرب کی اور عرب ہی پر کیا منحصر تھا ساری دنیا کی یہی حالت تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بُری اور گئی گذری حالت مین کسی ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو ہاتھ تھام کر چاہ ذلت سے نکالتا اور ترقی کی سڑک پر ڈالدیتا اور بے شبہ اصول فطرت اور قانون قدرت کے رو سے اس سوال کا جواب نفی مین نہین دیا جا سکتا۔ پس یہان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اُمّی ب جو عرب کے ریگستان مین پیدا ہوا اور ایسی قوم مین پلا جو ابا عن جد بُت پرستی مین غرق تھی جس نے ان کو کفر و ضلالت سے نکالکر نور وحدت سے معمور کر دیا اور جس نے ساری دنیا کے سوتے ہوؤن کو جگا دیا بیشک وہ سچا اور سچا مصلح تھا۔ اور چونکہ اس وقت ساری دنیا کفر و ضلالت سے بھری ہوئی تھی۔ اس لیے اس کا وجود باجود نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کے حق مین باعث رحمت و برکت تھا۔

ابی وامی فداک یا رسول اللہ اور پھر غور کرو کہ کیا یہ معمولی انسان کا کام ہو سکتا ہے کہ عرب جیسی جاہل اور بے ڈھنگی قوم کی فطرت کو جو اپنے جبلی اعتقادات اور رسم و رواج کے آگے کسی بڑے سے بڑے

مصلح کی نہین سنتے تھے۔ تھوڑے ہی دنون مین ایسا پلٹ دے کہ اُن کے پہلے عادات واطوار سے کچھ نسبت ہی نہ رہے کبھی نہین۔ یہ اُسی شخص کا کام ہے جو درگاہ خداوندی سے خاص اس کام کے لیے مامور ہوا تھا۔ اور کیا بغیر ایسے شخص کے دنیا کفر وضلالت سے نہین نکل سکتی تھی؟ واقعات اس کے منافی ہین۔ یہ ناممکن تھا کہ سرکار دوعالم صلعم کی بعثت کے بغیر مخلوق معرفت کی سیدھی راہ پاسکتی جسم کو جان سے۔ دل کو دماغ سے۔ قالب کو روح سے اور فعل کو ارادے سے جو نسبت ہے وہی ہم کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے جیسے جان کے بغیر جسم بیکار۔ دماغ کے بغیر دل ناکارہ روح کے بغیر قالب فضول۔ اور ارادہ کے بغیر ارتکاب فعل ناممکن ہے۔ ویسے ہی یہ ناممکن تھا کہ بغیر سرکار دوعالم صلعم کے ہم نور وحدت پاسکتے اور اس خالق ارض وسما کی خوشنودی حاصل کرسکتے۔ اور لاریب اس ذات اقدس کے ظہور سے ایمان ذات وحدت باری مکمل ہوگیا جسکی بنا پر ارشاد ہوا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور اُس کے ساتھ ہی درحقیقت نبوت بھی ختم ہوگئی اور اب جو لوگ وحدانیت خدا کی ہدایت کرین گے یا کرتے ہین اس سے کچھ زیادہ نہین کرسکتے۔ مبارک ہین وہ لوگ جو اس سچی تعلیم سے بہرہ اندوز ہوچکے ہین۔ اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین اور بیشک شکرگذار ہے ہمارا روان روان بھی کہ اس ذات اقدس کے باعث وحدانیت کو پایا اور نجات اُخروی کے حقدار بنے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ الْمُطَہَّرِیْ　　شَفِیْعِ الْوَرٰی فِیْ یَوْمِ بَعْثٍ مُحَمَّدِیْ

محمد مرزا خان آزاد

## فی نعتہ

آنکہ برادبود درود اصل علیہ وآلہ　　ہست جناب مصطفےٰ اصل علیہ وآلہ
گلبن باغ فاستقم سرو ریاض قل کفیٰ　　گوہر بحر اصطفا اصل علیہ وآلہ
قاف وقار وعین علم کاف کمال دال دین　　شین شکوہ کبریا اصل علیہ وآلہ
امی افصح اللسان مخبر صادق البیان　　سالک مسلک رضا اصل علیہ وآلہ
قالب او ز فرط علم قلب وے از فروغ صدق　　مردہ یکے دگر صفا اصل علیہ وآلہ

# تازہ کلام حسرت موہانی

(۱)

ہرچند ہو کے جان سے بیزار جائے گا — پروان ضرور طالب دیدار جائے گا

گھسنے نہ پائے گا تری محفل مین پھر کبھی — ساقی یہان سے آج جو سرشار جائے گا

زنہار بزم یار سے عاشق رہے جو دُور — جب شوق اُٹھائے گا ناچار جائے گا

صبر و قرار و ہوش و خرد مال و جان و دین — ہو گا جو کچھ حضور مین درکار جائے گا

پروا نہ ہو گی اسکے دل بے ملال کو — صدمہ فراقِ یار کا بیکار جائے گا

تیری گلی مین بیٹھ کے اُٹھتے ہین ہم کہان — اور ہم اُٹھین بھی دل تو نہ زنہار جائے گا

دربان کے دو دُورباش کا حسرت کو غم کہان
اک بار وہ بُلائین تو سو بار جائے گا

(۲)

[illegible] ہو چکے تھے ازل مین فنا سے ہم — اس انتہا کو جانتے ہین ابتدا سے ہم

گویا وہ سب سُنا ہی تو دے گی وہان کا حال — کیا کیا سوال کرتے ہین بادِ صبا سے ہم

دنیا کی نامرادی پیہم کے عذر پر — محشر مین تم کو مانگ نہ لین گے خدا سے ہم

بنکر گدائے عشق گئے تھے مگر پھرے — سلطان ہو کے یار کی دولت سرا سے ہم

عرضِ کرم سے پہلے ہی بولے وہ روزِ وصل — شرمندہ ہون کہین نہ تری التجا سے ہم

اُس انجمن کے شوق مین جی کا زیان سہی — اک بار اُن کو دیکھ تو لین گے بلا سے ہم

کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوے آرزو — آنکھین جب اپنی ملتے ہین اُن کی ردا سے ہم

محروميان بھی جن کی ہین عنوانِ التجا — کہتے ہین وہ کہ ڈرتے ہین اہلِ وفا سے ہم

حسرت خیالِ غیر سے بیگانہ ہو گئے
مانوس ہو کے اُس نگہِ آشنا سے ہم

---

# عہد مغلیہ مین دستکاریان

یہ مسلمہ ہو کہ حیات انسانی کے تمام شعبون کی ترقی زمانے کی رفتار کے مناسبت سے ہوا کرتی ہو چنانچہ ازل سے ابتک اسی حساب سے ضروریات وقت کے مطابق انسان ترقی کرتا چلا آرہا ہو۔ البتہ دنیا کے مختلف حصص و ممالک کے تہذیب و تمدن کا مقابلہ کرنے پر کمی بیشی سے اُن کی پستی و بیش روی ظاہر ہو جاتی ہو۔ ہندوستان کی موجودہ حالت، بادی النظر مین اگرچہ دور ماضیہ سے مادیت مین کہین زیادہ ہو تاہم دوسرے ترقی یافتہ ممالک ہمعصر کی نسبت بہت پیچھے ہو۔

اس وقت جو ایجادات و اختراعات ہمارے پیش نظر و زیر استعمال ہین اُن کا شکریہ توجسقدر روا ہو، ہے لیکن یہ شکایت اس سے بدرجہا زیادہ ہو کہ ہندوستان سے بہت پیچھے رہنے والے ملک بعد مین ترقی شروع کرنے پر بھی نہایت عروج حاصل کر گئے، پس ظاہر ہو کہ ہمارے ملک کو جس شاہراہ ترقی پر چلایا جا رہا ہو وہ دراصل سراب ہو۔ ڈیڑھ سو سال مین جتنی منزلین سطے ہوئین اُن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہو کہ ابھی مقام مقصود تو کیا دوسرے ملکون کے مرتبے پر پہونچنے کے لیے بھی اس سے دوچند یا کم سے کم اتنا ہی عرصہ اور لگے گا۔ دور گزشتہ کے معلومات سے ظاہر ہوتا ہو کہ کسی وقت ہندوستان آسمان ترقی پر مثل ماہتاب تابان تھا۔ اور اُس زمانے کے تہذیب و تمدن مین نہایت بلند پایہ رکھتا تھا، مالی حالت فوجی طاقت صنعت و تجارت اور تہذیب و معاشرت، اس وقت کے اقتضا و احتیاج کے موجب بدرجہا ممتاز تھی، چنانچہ صنعت و حرفت کے ترقی پذیر ہونے مین ملک کے تمام رؤسا و امرا بلکہ سب سے زیادہ خود شہنشاہ کا ہاتھ تھا۔

جواہرات بیشتر ہندوستان کی کانون مین دستیاب ہوتا تھا۔ اور اسی ملک مین ماہر حکاک اُن کو مجلی و مصفیٰ کر کے حسب خواہش مختلف شکلون مین خوبصورت بنا دیتے تھے۔ بادشاہ اور اُن کے محلات کے لیے رسم قسم کا کپڑا شاہی کارخانون مین تیار کیا جاتا تھا۔ اور شاہی لوازمہ آرایش اور دیگر معمولی ضروریات کی اشیا بھی اعلی پیمانہ پر شاہی صناع بکثرت تیار کرتے تھے۔ یہ کارخانے بڑے پیمانہ پر قائم تھے جہان سے اس قدر سامان مہیا ہوتا تھا کہ شاہی مانگ پورا ہونے کے بعد اور لوگون کو بھی قیمتاً لجاتا تھا۔ شہنشاہ خود علاوہ

زرنقد کے اِن چیزون کو انعام و اکرام مین اس قدر عطا فرماتے تھے کہ ان کارخانون کا معتد بہ حصہ پیداوار صرف ہو جاتا تھا۔ دیگر اعیان حکومت، عمائدین سلطنت، امرا و راجگان اپنے اپنے علاقون مین سیکڑون دستکار پیشہ ور ملازم رکھکر اپنے ضروریات کے لیے عمدہ چیزین بنواتے تھے۔ اور اکثر نادر تحفے تیار کراکر شہنشاہ کی خدمت مین پیش کرتے تھے اور بر سر دربار بادشاہ کی خوشنودی سے فایز المرام ہوتے تھے۔ توزک جہانگیری مین شہنشاہ جہانگیر نے کسی جگہہ شاہزادہ خرم، وزیر آصف خان اور امیر الامرا اعتماد الدولہ کے پیشکشون کا ذکر کرتے ہوے کپڑون کے متعلق لکھا ہے کہ یہ نفیس قسم کے کپڑے اُنھون نے اپنے ہی کارخانہ مین تیار کرائے ہین۔

بہت لوگ شاہی کارخانون مین ہنر سیکھنے کے لیے بھرتی ہوتے تھے اور وہان سے نکلکر سردارون اور رئیسون کے یہان ملازم ہو جاتے تھے یا خود اپنے طور پر چیزین بناکر بازار مین فروخت کرتے تھے،

اسکے علاوہ غیر ممالک کے تجار بکثرت ہندوستان مین آتے تھے، اور افراط سے یہان کا مال باہر لیجاتے تھے۔ اشیا خوردنی و استعمالی خام و پختہ سب قسم کا مال وافر برآمد کرتے تھے۔ پیشگی سائی دے کر یا دستکارون اور ہنرمندون کو خود ملازم رکھکر چیزین تیار کراتے تھے۔ اور ہزارہا تھان کپڑون کے پردیس مین لیجاکر فروخت کرتے تھے،

رشیم اور سوت کی رنگائی، کپڑون کا بُننا، زری ریشمی اور سوتی کام، موٹا باریک اعلیٰ ادنیٰ جیسے کھادی یا ریزی اور تنزیب یا ململ پوت۔ کمخواب، کارچوبی یا زربفت چھینٹ اور دوسری قسم کا بیل بوٹہ دار کپڑا خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے کئی شہرون مین بکثرت تیار ہوتا تھا۔ ان کے گوناگون اور طرح طرح کے گل بوٹے دیکھنے والون کی نظرون کے لیے فریب تماشا تھے جو اصلیت کے مشابہ ہوکر مرقع باغ وبہار بن جاتے تھے،

کاغذ و اسلحہ سازی، چوبی دستکاری، فن تعمیرات، قالین و شکر بنانا وغیرہ ہندوستان مین بہت مروج تھا، زرعی پیداوار کی صنعت و حرفت کے دوش بدوش ایسی افراط سے تھی کہ ارزانی کے ساتھ باشندگان ملک کے لیے فراہم ہونے کے بعد سوداگران یورپ و ایران غیر ممالک کو لے جاتے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ صدی تک مغلیہ حکومت باامن و ترقی پذیر رہی، اس کے ظلّ عاطفت مین نظر توجہات سے مختلف صنایع و فنون علمی و مادی ہر قسم کے جو اس وقت کے تمدن کے ممد و معاون تھے پرورش پاتے اور بڑھتے رہے۔ اختراع و ایجاد دستیاد۔

ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہی کہ ہندوستان کے وسیع ملک کا بیشتر حصہ زرخیز ہی خصوصاً بنگال کا صوبہ مصر سے کہین زیادہ اچھا ہی، چاول، اناج اور زندگی کی دوسری ضروری چیزون کی پیداوار ہی نہین بلکہ تجارت کا بہت سا عمدہ سامان یہان تیار ہوتا ہی کیونکہ ریشم کپاس اور نیل کی پیداوار کافی ہی ملک کے بہت سے حصے غیر آباد ہین اور زمین کے قطعات مین کثرت سے کاشت کی جاتی ہی۔ اور ہنرمند لوگ اچھی اچھی صناعیان کرتے ہین۔ قالین، کمخواب، زری اور کارچوبی، تاش بادلہ اور کامدانی اور بہت سی قسم کے ریشمی اور سوتی کپڑے اور انواع واقسام کی سونے چاندی، لکڑی پیتل اور ہاتھی دانت کی چیزین بنائی جاتی ہین یہ سب چیزین اتنی افراط سے بنتی ہین کہ ملک کی ضرورت پوری ہونیکے بعد غیر ملکون کو برآمد کی جاتی ہین۔

یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہنا چاہیے کہ کرۂ زمین پر سونا چاندی سکون کی صورت مین خرید و فروخت کے ذریعہ سے دست بدست چلنے کے بعد ہندوستان مین بہت زیادہ پہونچ جاتا ہی۔ اور یہان ہی رہ جاتا ہی سونا چاندی ہندوستان مین ہی بہت نکلتا ہی اور غیر ممالک سے بھی کشتیان بھر بھر کر لایا جاتا ہی لیکن اسکے تبادلہ مین یہان سے اشیا خوردنی اور کپڑے اور دوسری نفیس چیزین خرید کر پردیسی خاصکر یورپ والے لے جاتے تھے، ہندوستان مین جو چیزین باہر سے لائی جاتی تھین مثلاً ازبک سے پچیس ہزار گھوڑے ایران و عرب سے بھی کئی ہزار گھوڑے، تانبا۔ لونگین اور جائفل اور دارچینی وغیرہ کی کثیر مقدار ہر سال جاپان، ملاکا۔ اور لنکا و یوروپ سے ڈچ لوگ لاتے تھے۔ ان کے معاوضہ مین بھی یہان سے ہندوستان کی عمدہ چیزین، کھانے پینے کا سامان خرید کر لے جاتے تھے۔ الغرض ہندوستان مین صنعت و حرفت، تجارت و زراعت وغیرہ اس قدر اعلیٰ پیمانہ پر تھی کہ ملک کی ضرورت ملک کی پیداوار زرعی و صناعی سے پوری ہو جاتی تھی، اس لیے ملک کی برآمد، درآمد کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہی کہ تیس چالیس ہزار گھوڑے، گرم مصالحہ، تانبا اور یورپ سے بانات لٹھا اور شیشہ کا آرائشی سامان ہی تھوڑی تعداد مین ملک مین درآمد کیا جاتا تھا، درآنحالیکہ کھانے پینے کا سامان افراط سے غیر ملکون کو برآمد کیا جاتا تھا اور پھر بھی ملک مین ہر شے ارزان میسر آتی تھی۔ سامان درآمد کی جو قیمت ہندوستان سے ادا کی جاتی تھی نہ صرف وہ ہی بلکہ اس سے کہین زیادہ قیمت پردیسی لوگ اپنے پاس سے خرچ کر کے ہندوستان سے اناج اور کپڑے اور دوسری قسم قسم کی چیزین خرید کر لے جاتے تھے۔ اس طرح درآمد کے خرید کرنے مین جو مدیہ ملک کا خرچ

ہوتا تھا وہ بھی یہان ہی رہ جاتا تھا بلکہ اور زیادہ روپیہ سامان برآمد کے فروخت کرنے سے دوسرے ممالک کا یہان آجاتا تھا غیر ممالک کے سیاح اور سفیر لوگ بھی شہنشاہی دربار سے جو رخصتانہ اور خلعت پاتے تھے اسکے ساتھ زر نقد بھی ہزارون کی تعداد مین ہوتا تھا، یہ سب روپیہ وہ لوگ یہان کی نادر و نفیس چیزین اور ضروری سامان خرید کر لیجانے مین صرف کر جاتے تھے۔

ولی احمد خان جے پور

# امید و بیم کی تصویر

زحمتِ انتظار سے آج یہ فیصلہ ہوا
آس ہر کچھ بندھی ہوئی دل ہر ذرا تھما ہوا

مذوق امید و بیم مین دل کا عجیب حال ہے
شوق کی لے بڑھی ہوئی جوش مگر گھٹا ہوا

شوق کی بیقراریان دل کی امیدواریان
شوق کا دل سے پوچھنا یار عزیز کیا ہوا

دلمین طرب کے ولولے اور کچھ اضطراب بھی
یعنی شراب قند مین تلخ عرق ملا ہوا

سر مین توہمات کا ایک عجیب مد و جزر
عزم کبھی بڑھا ہوا دل ہی کبھی گھرا ہوا

چشم براہ کب سے ہے آرزؤن کا جمگھٹا
دیدۂ منتظر مین ہر ایک برا جما ہوا

حوصلہ بھی بلند ہر شوق بھی تیز گام ہر
بیم کے دست برد سے دل ہر مگر بجھا ہوا

دخل کبھی شکوک کا فتح کبھی یقین کی
کشمکشِ امید و بیم معرکہ دعا ہوا

خون سے خشک ہر زبان لبن امنگ ہوتو ہو
چہرے پہ ہین اُداسیان رنگ بھی ہر اُڑا ہوا

جانے کو ہی خزان ضرور آنیکو ہی بہار بھی
طرز ہوا کچھ اور ہے ابر بھی ہے گھرا ہوا

فرط سرور مین کبھی دل کا یہ حوصلون کو حکم
منزل شوق مین ہے آج قدم بڑھا ہوا

وہم کی موشگافیان قابل قدر گو نہ ہون
اس کا مگر علاج کیا دل ہو ادھر جما ہوا!

فضل کی دیر ہو امیر سعی بلیغ ہو چکی
فضل نہو تو ہیچ ہے سب یہ کیا دھرا ہوا

امیر بدایونی

# تاج محل

(۱)

اے شاہجہان۔ اے شاہنشاہ ہندوستان تو اس بات سے بیخبر نہ تھا کہ دولت زندگی۔ عالم شباب
دولت و ثروت۔ قوت و طاقت سبھی آخر کار زمانے کے لاانتہا ابدی سمندر میں غرق ہوجاتے ہیں لیکن
پھر بھی تو نے چاہا کہ تیری روحانی محبت کے جذبات صادق صورت پذیر ہوکر دنیا میں دائم و قائم رہیں۔

عصائے شاہی بھی ایک ایک دن چوب خشک کی طرح ٹوٹ جاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے پھر
ریزہ ریزہ ہوکر خاک میں ملجاتے ہیں۔ مسجد۔ مندر۔ صومعہ و معبد بھی منہدم ہوجاتے ہیں لیکن پھر بھی تو نے چاہا
کہ ایک دل سے نکلنے والی آہ کی صدا زمین سے آسمان تک گونجتی رہے اور تیری محبت کا پیغام دلپذیر
کہیں لیجائے مگر تجھے یہ نہیں معلوم کہ کہاں؟

بیش قیمت ہیروں بے بہا جواہرات کی چمک دمک ماند ہوجاتی ہے۔ قوس قزح کے نظر فریب رنگ
بھی دیر تک قائم نہیں رہتے۔ اگرچہ غائب ہوجاتے ہیں تمام غائب ہوجانے دے لیکن ایک آنسو کے قطرے
کو رہنے دے۔ ایک آنسو کو جو صاف و شفاف ہے چمکیلا ہے۔ ایک آنسو کو جو زمانے کے دلفریب عارض پر ہے
ایک آنسو کو جسے لوگ تاج محل کہتے ہیں۔

(۲)

اے فانی ناچیز انسان تجھے یہاں زیادہ عرصہ قیام کرنا نہیں۔ اپنی دلی تمناؤں کے برلانے کی
فکر کرنے کی زیادہ مہلت نہیں۔ زمانہ زبان حال سے اس کی تصدیق کر رہا ہے۔

زندگی کے بہتے ہوئے چشمے میں تو ادھر ادھر تیر رہا ہے۔ موجوں کے تھپیڑے کھاتا پھرتا ہے۔ باد صرصر کا
کھلونا بنا ہوا ہے۔ آج تیرے پاس تمام لوازمات عیش موجود ہیں۔ کل تو بے سروسامان ہوجاتا ہے۔

جب باد بہار اپنا دلفریب راگ چھیڑتی ہے۔ تیرے باغ میں آتش گل کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ جونہی
تو پھولوں سے اپنے دامن کو بھر لیتا ہے۔ برس بہ آواز بلند وقت روانگی کی اطلاع دیتا ہے اور اس وقت تو
خاک بدامن رہ جاتا ہے۔

حیف۔ صد حیف۔ تو سبد گل کو الٹ دیتا ہے۔ گلہائے رنگین کو سر رہگذر پھینک دیتا ہے اور ذرہ آئینہ

کے قدمون کے نیچے پامال ہوتے رہتے ہین۔

(۳)

اے شاہنشاہ تونے خوبصورتی کا ہدیہ پیش کرکے زمانہ کو دھوکا دینا چاہا۔ تونے دھڑکتے ہوے دل سے ایک غیر فانی مجسمہ حسن و خوبی اسکے سامنے پیش کیا۔ زمانۂ انقلاب پذیر نے حیرت سے منھ پھیلا کر اُسکی طرف دیکھا۔ تونے موت غیر مجسم کو غیر فانی سفید پوشاک پہنائی۔

تجھے ماتم داری اور سوگواری کے لیے کافی وقت نہ ملا۔ اس لیے تونے اپنے اشکہاے مسلسل ایک سنگ مرمر کے پیالے مین بھر کر محفوظ کردیے۔

شب ماہتاب مین، گوشۂ خلوت مین تو اپنی زوجہ محبوب کا چھوٹا پیارا نام اُس کے کان مین آہستہ سے کہتا تھا۔ اس مختصر نام کی مختصر آواز آج تک زمانے کے کانون مین گونج رہی ہی۔

(۴)

اے شاعرانہ احساس رکھنے والے شاہنشاہ یہ تیرا نیا پیغامبر جسکا جواب نہ کبھی دیکھا گیا نہ سنا گیا فضاے آسمانی مین سر اُٹھاے کھڑا ہی اور تیرا پیغام غیر معلوم مقام پر لے گیا ہی ایسے ساحلون تک جہان نظر نہین پہونچتی۔ ایسے دربار جہان نگاہ انسانی کی رسائی نہین، شوق بھری نظرین بڑھتی ہین اور مایوس ہوکر پلٹ آتی ہین۔ اُس جگہ پر جہان کہ اب تیری محبوبہ شفق صبح و شام کے دلفریب رنگ مین جلوہ افگن معلوم ہوتی ہی شب ماہتاب مین گل یاسمین کی شام پرور خوشبو مین نمایان نظر آتی ہی۔

تیرے اس سنگی پیغامبر نے زمانہ جیسے دربان کو دھوکا دیا اور تیرا یہ پیغام دلپذیر "مین تجھے نہین بھولا ہون، مین تجھے نہین بھولا ہون، اے میری پیاری مین تجھے نہین بھولا ہون" پہونچا دیا ہی۔

(۵)

اے شاہنشاہ تو دنیا سے سدھار گیا۔ تیری وسیع مملکت خواب و خیال ہوگئی، تخت طاؤس مٹی مین مل گیا۔ تیرے بہادر سپاہی جنکے قدمون کے نیچے زمین کانپتی تھی زیر خاک پنہان ہوگئے۔

ان سب کی یاد کبھی کبھی دہلی کی گلیون کی خاک ہوا مین اُڑتی ہوئی دیکھ کر آجاتی ہے۔ گویے اب تیری تعریف کے گیت نہین گاتے۔ تیرے حرم سرا کی نوبت اب جمنا کی لہرون کے تال سُر سے بسا نہین بجتی۔

نازنین حرم کے چہاگل کی سامعہ نواز آواز کے بجاے ویران محل کے گوشون سے جھینگر کی کرخت آواز سُن پڑتی ہو جو ماتم عیش کی آواز بازگشت کا مزہ دے رہی ہو۔

لیکن تیرے خوبصورت۔ سفید۔ خوشنما۔ تازہ دم۔ نہ تھکنے والے پیغامبر نے سلطنتون کے عروج وانحطاط کا مطلق خیال نہ کیا ہستی انسانی کے کمال و زوال کی طرف سے بھی بے توجہ رہا ہو۔ اور تیرے پیغام محبت کو بہ آواز بلند کہ رہا ہو "مین تجھے نہین بھولا ہون۔ مین تجھے نہین بھولا ہون۔ اے میری پیاری مین تجھے نہین بھولا ہون"

(۶)

کون کہتا ہو کہ تو نہین بھُولا ہو غلط سراسر غلط۔ کسی کی یاد ہمیشہ کیونکر رہ سکتی ہو امتداد زمانہ کی وجہ سے دل سے خیال جاتا رہتا ہو جتنے دن گذرتے جاتے ہین اتنی ہی یاد کم ہوتی جاتی ہو۔

روح کو جو خلا مین پرواز کرنا چاہتی ہو بے حس خاک کا ڈھیر سر زیر زمین کیونکر چھپا سکتا ہے قبر سے صرف اتنا ہوتا ہو کہ مرنے والے کی یادگار ایک معنی کر کے قائم ہو جاتی ہو۔

روح کو کون روک سکتا ہو سپہر برین کے روشن ستارے اُسے اپنی طرف بصد اشتیاق بُلاتے ہین عالم باقی سے اُس کا بُلاوا ہو۔ غیر مرئی عالم نورانی مین اس کی طلب ہو اس پر زمانہ اثر انداز نہین ہو سکتا نہ وہ عرصہ ہستی کی پابند ہو۔ وہ بے روک ٹوک وسیع۔ بے پایان عالمون کی سیر کرتی رہتی ہو۔

(۷)

اے شاہنشاہ سلطنت سے تیرا جی خوش نہوا۔ دنیا کے عیش و آرام۔ ناز و نعم تیرا دل نہ بہلا سکے بقیہ تمام زندگی تجھے اطمینان قلب و سکون دل نہ حاصل ہو سکا۔

دل ناکام کی حسرتون نے تیری زندگی تلخ کر دی۔ یہی سبب تھا کہ اپنی زندگی کے آخری ایام مین تو شاہی شان شوکت پر بالکل اُسی طرح لات مار دی جسطرح ایک بچہ اپنے مٹی کے گھروندے کو اپنے پائون سے بگاڑ ڈالتا ہو تو اپنے کامون سے کہین افضل ہو۔ یہی سبب ہو کہ تو اپنے نشانات اور یادگارین چھوڑ کر عالم علوی کی طرف چلدیا۔ تو خدا جانے کہان پہونچ گیا اور یہ سب یہین کی یہین رہ گئین۔

(۸)

اُس محبت نے جو روحانی ترقی کا باعث نہو۔ اُس محبت نے جو اسفل سے اعلیٰ کی طرف نہ لیجاے۔

سرِ راہ ایک تخت بچھایا اور تجھے دنیاوی عیش و عشرت کا لالچ دیکر اُس کی طرف بُلایا۔ یہ محبت غبارِ راہ کی طرح تیرے پاؤن سے لگی تھی مگر تو نے پاؤن جھٹک کر مٹی کو مٹی مین ملا دیا۔ اُس منتشر خاک مین تو نے اپنی غیر فانی دلی محبت کا بیج بویا۔ تخم سے پودا اُگا جو ابدالآباد نسیم سحر کی بدولت جھُوم جھُوم کر یہ گیت گاتا رہے گا۔

"وہ مسافر چلا گیا۔ افسوس وہ چلا گیا۔ وہ اپنی محبوبہ کی تلاش مین ہی۔ تخت و تاج کی محبت دامن گیر نہو سکی۔ زمین و آسمان اُسے کوئی نہ روک سکا۔ عالمِ ارواح مین اُس کا خیر مقدم کیا گیا اور جب وہ روانہ ہوا ستارون نے اس کی ہمت افزائی کی۔

مین اُس کی یاد مین یہان پریشان و آوارہ ہون اور وہ تمام دنیاوی افکار سے آزاد بلندیِ چرخ پر پہونچ گیا ہی"

(رابندر ناتھ ٹیگور) ـــ باسط بسوانی

## غزل

جگر مجروح، مین مغموم، اور دل ناتوان میرا
سوا تیرے مرے اللہ اب کوئی کہان میرا

نہ سمجھے جیتے جی رنگِ سخن اہلِ جہان میرا
فنا کے بعد ہی شاید ہو کوئی قدردان میرا

خدا سمجھے تجھے صیاد اسے یہ ظلم آرائی
قفس کے سامنے لاکر جلایا آشیان میرا

کسی کی خانہ بربادی سے تجھکو فائدہ کیا ہی
اُجاڑا کس لیے صیاد تو نے آشیان میرا

رہا کرتا ہی ہر دن تذکرہ اہلِ محبت مین
بنا افسانۂ عبرت دلِ بے خانمان میرا

اُنھین کیا وہ بہارین عالمِ ایجاد کی لوٹین
جگر کے زخم دکھین اور نہ قلب نیمجان میرا

ابھی تو ابتدا ہے موسم گل ہے چمن والو!
ابھی سے آشیان تکتی ہی کیون برق تپان میرا

اُدھر بدلے جو تیور اشک اِدھر آنکھون مین بھر آئے
بھری محفل مین افشا ہو گیا رازِ نہان میرا

سمجھتا ہون مین اے صیاد ہر تنکے کو جان اپنی
رُلاتا ہے لہو یاد آ کے مجھ کو آشیان میرا

چمن والے مری ہستی اگر بیکار سمجھے ہین
مٹا دین شوق سے مجھکو جلا دین آشیان میرا

نظر آتا ہے ہر اک شعر عالم کی مستقل دُنیا
جُدا ہے سب سے لے سرشار اندازِ بیان میرا

سرشار کسمنڈوی

# خدا کا نور

یکے بعد دیگرے بادل پھٹنا شروع ہوئے۔ گہری کُہر کی نقاب رفتہ رفتہ ہٹنے لگی۔ بڑے بڑے پہاڑ نیلی فام آسمان کی پشت پر صاف نظر آنے لگے۔ ہمیشہ قائم رہنے والی برف سفید جمی ہوئی تھی اور پہاڑ کی اونچی چوٹیان زیادہ بلند دکھائی دیتی تھین لیکن ایک وسیع شعاع سنہری روشنی کی پہاڑ کے مشرقی ڈھال پر پڑنے لگی جس کی گرمی سے نرم کُہر پگھل گئی اور لالہ سُرخ کھل گیا۔ ........

دو سیاہ اور دھندلی شکلین اس روشنی کو دور سے دیکھ رہی تھین اور بہت دیر سے اس تک پہونچنے کی کوشان تھین رفتہ رفتہ ایک ساتھ روشنی مین پہنچین۔ وہ دونون حقیقی بھائی تھے لیکن روشنی مین قدم رکھتے ہی اُن کے تیور بدل گئے اور پیشانی پر بل پڑنے لگے۔ دونون نے ایک دوسرے سے غصہ مین پوچھا: "تیرا یہان کیا کام ہے؟" "یہ روشنی میری ملکیت ہے" دوسرے نے جواب دیا "اے بیوقوف! تو جھوٹا ہے نہین۔ یہ روشنی تیری نہین میری ملکیت ہے۔ دونون غصّے سے سُرخ ہو گئے برادری کا خیال تک جاتا رہا غصّہ اور دیوانگی مین ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ کس لیے؟ اس روشنی کے لیے جو درحقیقت ان کی ملکیت نہ تھی۔ لالہ اُن کے پاؤن مین دب کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور ایک خون کی ندی بہنے لگی۔ دفعتاً ایک سایہ اس کے درمیان حائل ہو گیا۔ یہ سایہ "موت" تھا دونون خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک نے دوسرے کو غور سے دیکھا دونون کی رنگت زرد پڑ گئی اور تیزی سے وہ بھاگ گئے۔ سایہ اُن کے ہمراہ ہو لیا۔ خون زمین مین جذب ہو گیا۔ اور لالہ پھر کھل گیا۔ خدا کا نور اسی طرح پہاڑ پر قائم رہا۔ ........

اس نور مین دو شہزادیان جو سر سے پا تک زر و جواہر مین لدی ہوئی تھین دکھلائی دین ان کے درمیان ایک پردار بچّہ تھا جس کو وہ گھسیٹتی لائین جو ناتوانی اور ضعف سے قریب مرگ تھا روشنی مین پہونچکر ایک دوسرے کے روبرو کھڑی ہوئین ایک نے دوسرے سے غصہ کے لہجہ مین کہا (بچہ کی طرف اشارہ کرکے) محبّت کو چھوڑ۔ دیکھ ہم اپنے منزل مقصود پر پہونچ گئے ہین۔ میری خوبصورتی کی وجہ سے یہ روشنی اور محبّت میری ملکیت ہین۔ دوسری نے جواب دیا۔ مکارہ جہان مین ہون وہان تیری خوبصورتی کیا حقیقت رکھتی ہے مین دنیا کی ملکہ ہون محبت میری حلقہ بگوش ہے اور یہ نور میری وراثت ہے سایہ پھر نمودار ہوا۔ دونون خوف سے

زرد ہو کر مثل روح کے پرواز کر گئیں مگر بچہ وہیں کھڑا روتا رہا۔

اور خدا کا نور اسی طرح پہاڑ پر قایم رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ایک تنہا تھکا ماندہ مسافر روشنی میں نمودار ہوا وہ ننگے سر تھا۔ آنکھیں آسمان کی طرف کیے ہوے۔ وہ ٹھہرا اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اُسکے چہرے سے تھکن کے آثار نمایاں تھے اس کے ہاتھ محنت کی وجہ سے سخت ہو گئے تھے اس کا چہرہ زرد تھا مگر خوبصورت۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا اے خدا تیرا ہزار ہزار شکر ۔ ۔ ۔ ۔ یہ نور تیرا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ بچہ روتا ہوا بڑھا اور اس کے قدم چوم لیے۔ بچے نے ہچکیاں لیتے ہوے دریافت کیا کہ اے شخص تو کون ہے کہ اس نور کی تلاش میں تو نے اس قدر محنت اُٹھائی اور بجاے رشک اور حسد کے شکر ادا کرتا ہے۔ مسافر نے مسکراتے ہوے جواب دیا۔ میں بے یار مددگار ہوں مجھ سے سب کو نفرت ہے دنیا میں میرے پاس کچھ نہیں حتیٰ کہ مجھے کوئی آفرین کہنے والا بھی نہیں ہے تنہا ہی میں نے اس نور کو ڈھونڈھا اور دریافت کیا اس لیے میں اپنے مالک کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ناامید نہ پھرایا۔ مجھ سے انسانوں کو سخت نفرت ہے کیونکہ میرا نام "سچائی" ہے۔

دوبارہ سایہ ظاہر ہوا۔ مگر اب کی دفعہ وہ سایہ نہ تھا بلکہ ایک نور تھا جس نے پہلے نور کو دوبالا کر دیا تھا۔ تھکا مسافر اس نور کو دیکھ کر اور طاقتور ہو گیا۔ اور محبت نے اپنے لڑکپن کے آنسو پونچھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دور بہت دور ایک شیریں آواز فرشتوں کے گانے کی سنائی دی۔ اور خدا کا نور پہاڑ پر اور زیادہ وسیع ہو گیا۔

حبیب احمد (صدیقی)

| | |
|---|---|
| اے دانۂ تسبیح خیالات دل دانا | سر حلقۂ مستان رخت دیدۂ بینا |
| یک توشہ کش وادی شوق تو توکل | یک گم شدۂ راہ خیال تو تمنا |
| جائے کہ شود سایہ فگن پرتو مہرت | خورشید شود مردمک دیدۂ حربا |
| در میکدہ ات درک فلاطون خم آبی | در انجمنت مغز خرد پنبۂ مینا |
| عیش ابد از مست تو یک خندۂ پرکار | عمر خضر از شوق تو یک آبلۂ پا |
| مشغول بذکر تو اگر نیست شب و روز | تسبیح حباب از چہ بود درکف دریا |
| گر کوہ کمر بستۂ حمد تو نباشد | تنہا نہ شود معتکف خلوت صحرا |

رزم اجمل خاں

# بنات النعش و کہکشان

مدت ہوئی کہ دنیا ایک زبردست خشک سالی کا شکار رہوئی آفتاب کی قیامت خیز تپش نے دریا اور کنوئین جھیل اور تالاب چشمے اور سمندر شجر و حجر سب خشک کر دیے۔ وحوش و طیور، چرند و پرند حتی کہ انسان بھی اس کے اثر سے نہ بچ سکے۔ درخت مرجھا گئے۔ خس و خاشاک انتہائے تپش سے جل کر سوکھ گئے یعنی تمام عالم زبان حال سے الامان و العطش پکار اٹھا۔

انھین گرم راتون مین ایک رات ایک دوشیزہ پیاس سے بیتاب ہوکر اپنی بیمار، تشنہ، دم توڑتی ہوئی ماں کے لیے پانی کی تلاش مین باہر نکلی۔ ہر چند تگ و دو کی مگر ناکام رہی آخر تھک کر ایک سوکھی گھاس کے فرش پر جس نے تخیل کی موانست سے اپنی طرف اُسے کھینچ بلایا تھا۔ دم کے دم آرام لینے کو لیٹ گئی۔ ابھی لیٹی ہی تھی کہ نیند کی پُر کیف شراب نے تھوڑی دیر کے لیے اُسے دنیا و مافیہا دونون سے بے خبر کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد آنکھ کھُلی اپنی غفلت پر نادم آنکھون مین آنسو ڈبڈبائے اُٹھی اور جلدی سے صراحی کو اُٹھا لیا۔ اس کی حیرت کی کوئی حد نہ تھی جب صراحی صاف و شفاف تازہ پانی سے لبریز ملی۔

شدت پیاس نے لب ہائے شیرین کو صراحی سے لگا دیا ہوتا اگر مریض ماں کا خیال دامنگیر نہ ہو جاتا۔ لڑکی نے صراحی کندھے پر رکھی۔ اور گھر کی سمت روانہ ہو گئی۔

پانی کے اس حیرت انگیز طریقے پر پانے کی خوشی، ماں کے خیال مین کامل استغراق، اپنی غفلت و تساہل پر ندامت اسکے تخیل کو اسقدر گھیرے ہوے تھے کہ راستہ مین پڑے ہوے کتے سے ٹھوکر کھائی اور صراحی سمیت زمین پر آ رہی۔

بے زبان کتا، زبان نکالے، اُس کے چارون طرف گھوم گھوم کر زبان حال سے پیاس کی شکایت اور بے زبانی کی التجا کر رہا تھا۔ لڑکی سے نا امید ہو کر صراحی اُٹھائی تاکہ بچا کھچا پانی کتے کو پلا دے۔ لیکے استعجاب کی کوئی انتہا نہ تھی کہ پانی کا کوئی قطرہ صراحی سے نہ گرا تھا۔ اُس نے تھوڑا سا پانی چلو مین لاکر کتے کو پلا دیا اور صراحی اُٹھائی تو وہ چاندی کی ہو گئی تھی گھر پہونچی، صراحی ماں کے پاس رکھی،

کٹورے مین پانی ناکر پیش کیا۔ ماں نے انتہائی الفت سے کہا کہ " بیٹا! مجھے تو مرنا ہی ہے تم اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لو۔"

پیاس ناقابل برداشت تھی لڑکی نے تعمیل حکم مین خشک ہونٹھ پانی سے لگائے بھی نہ تھے کہ ایک اجنبی گھر مین داخل ہوا اور پانی طلب کیا۔ لڑکی نے بغیر پیے کٹورہ اسکے ہاتھ مین دیدیا۔

بکایک سات بڑے چمکتے ہوے ہیرے پانی سے تڑپ کر حسین دوشیزہ کی گود مین آگرے اور صراحی مین سے ایک صاف و شفاف پانی کی نہر جاری ہوگئی جسکا ہر قطرہ ایک چمکتا ہیرا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ہیرے بلند ہوتے گئے یہانتک کہ منتہاے نظر پر پہونچ گئے۔

آجتک یہ وہین قائم ہین اور دنیا اُن کو بنات النعش اور کہکشان کے نام سے یاد کرتی ہے۔

(ٹولسٹائے) عزت علی علوی

# غزل

اُس پہ اثر ہو کس طرح نالون مین کچھ اثر بھی ہو
کیا وہ مری خبر کو آئے اسکو مری خبر بھی ہو

پانی بھی خون کی جگہ ضعف سے جسم مین نہین
رحم انھین کہان سے آئے آنکھ ہماری تر بھی ہو

جان پہ آ بنی تو بن گئی کشمکش نیاز سے
اُسکے حریم ناز مین اپنا کہین گذر بھی ہو

تم کہو اُٹھ یہان سے جا ہم کہین کیون کسی کا کیا
تم بھی رہو رقیب بھی ہم بھی ہون ہمگذر بھی ہو

مستی حُسن ان دنون رکھتی ہے اُن کو بے خبر
میری خبر کہان سے لین اپنی اُنھین خبر بھی ہو

شرم و حیا کا مدعا دل ہے کہ یہ ملے تو بس
شوخی و ناز کا سوال جان بھی ہو جگر بھی ہو

آصف خستہ کیون کرے شکوۂ بے توجہی
صدقے تری نگاہ کے ایک نظر ادھر بھی ہو

عبدالرحمن آصف

# انجام رشک

سلیم فطرتاً حسن پرست واقع ہوا تھا۔ وہ دولتمند تھا۔ نوجوان تھا اور چونکہ اسکی نشو نما مالابار کی سرزمین پر ہوئی تھی۔ لہذا اس مین وہ تمام جذبات موجود تھے جو ایک تندرست موپلا مین ہوتے ہین۔ وہ شریف خاندان کا چشم و چراغ۔ لیکن بُری صحبتون نے چند ہی روز مین اسکی رفتار زندگی کو انگشت نمائی کے قابل بنا دیا۔ اسکی ناشائستہ حرکات مین روز افزون ترقی ہونے لگی۔ اسکے والدین کی وہ سب امیدین منقطع ہوگئین۔ جو اسکی ذات سے وابستہ تھین۔ بیٹے کی آوارگی اُنھین خون کے آنسو رُلاتی تھی۔ وہ مجبور تھے۔ سلیم اب بچہ نہ تھا کہ ڈراتے دھمکاتے اور راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے۔ وہ جوان تھا۔ بھلائی اور بُرائی مین تمیز کر سکتا تھا۔ بااین ہمہ اُنھون نے اپنے گمراہ بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن اس کی آوارگی مین فرق نہ آنا تھا نہ آیا۔

اتفاقاً سلیم کے یہان ایک تقریب پیش آئی۔ برادری کی تمام عورتین اسکے مکان مین جمع تھین۔ باہر مردون کا ہجوم تھا۔ گھر والے انتظام مہمان نوازی مین سرگرم تھے۔ سلیم کا چہرہ آج متانت اور سنجیدگی کا مرقع تھا۔ وہ انتظامات خانہ داری مین غیر معمولی سرگرمی کا اظہار کر رہا تھا۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے وہ اپنے کمرے مین گیا۔ اس کا کمرہ زنانے مکان سے ملحق تھا۔ کمرے کے آخری حصہ مین ایک دروازہ تھا۔ جسکے بند کر دینے سے یہ کمرہ زنانے مکان سے الگ ہوجاتا تھا۔ آج چونکہ گھر بھر مین عورتین ہی عورتین تھین اس لیے بعض کمرے کے دروازے کے قریب بیٹھی تھین۔ اور بعض اس کمرہ مین آگئی تھین۔ سلیم کے دفعتہً آجانے کا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ کمرے مین جاتے ہی سلیم کی نظر ایک نا طورہ جمال پر پڑی۔ جو اُس کی چھوٹی بہن کے ساتھ بیٹھی ہوئی گفتگو مین مشغول تھی۔ نظر ملی۔ سلیم سنبھلتا ہی رہا اور وہ جلدی سے زنانے مکان مین چلی گئی۔ گویا ایک بجلی تھی کہ چمکی اور فضا مین ایک سنہری لکیر بناتی ہوئی غائب ہوگئی سلیم اگرچہ بدسرشت انسان تھا۔ لیکن آنکھین جھک گئین۔ اور اُلٹے پاؤن کمرے سے واپس آگیا شام کو اس نے اپنی بہن سے باتون باتون مین دریافت کر لیا۔ کہ وہ سراپا ناز قاضی عبداللطیف صاحب کے

گلشن زندگی کی ایک ناشگفتہ کلی ہے۔ اور اُس کا نام حسینہ ہے۔

مالابار مین قاضی صاحب کی کوئی معمولی شخصیت نہ تھی۔ شرافت علم اور دولت کے اعتبار سے اُن کا درجہ بہت بلند تھا۔ اور ہر شخص انھین عزت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ بچپن مین قاضی صاحب نے حسینہ کی نسبت اپنے بھائی کے لڑکے یوسف سے مقرر کردی تھی۔ سلیم کے والدین اور دیگر اعزا نے بہت کوشش کی کہ حسینہ کی شادی سلیم سے ہوجائے۔ لیکن قاضی صاحب نے انکار کردیا۔ پہلے تو بھائی کی ناخوشی کا خیال کرتے رہے۔ پھر صاف صاف کہدیا کہ مین اپنے لخت جگر کو ایک آوارہ اور جاہل شخص کے سپرد کرنے کے لیے ہرگز تیار نہین۔ اس گفتگو کے چند ہی روز کے بعد حسینہ کی شادی اُسکے چچازاد بھائی یوسف سے ہوگئی۔

یہ شادی سلیم کے لیے ایک سانحۂ عظیم سے کم نہ تھی۔ اُسکی رہی سہی امید بھی جاتی رہی دنیا اُسکی آنکھون مین تاریک ہوگئی۔ دل یاس وحسرت کا ظلمتکدہ بن گیا اور اُس کے غم وغصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اب قاضی صاحب کے خاندان کا وجود بھی اُس کو ناگوار تھا۔ چنانچہ اس نے ایذارسانی کی سیکڑون کوششین کین۔ مگر قاضی صاحب کی شخصیت کے مقابلہ مین ہر مرتبہ ناکام رہا۔ رشک کی آگ اندر ہی اندر اُس کے دل وجگر کو کباب کر رہی تھی۔ اور بیگناہ یوسف کی زندگی بھی اس کی نظر مین کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔

اِس واقعہ کے چھ مہینہ بعد مالابار مین ایک عظیم انقلاب ہوا۔ آبادیان ویرانہ بن گئین۔ بڑی بڑی عمارتین مسمار ہوگئین۔ توپون اور گولون کی گڑگڑاہٹ سے مالابار کی فضا گونجتی رہتی تھی۔ اسوقت سفلہ منش سلیم کو اپنی کامیابی کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ وہ ایک انگریز افسر کے پاس پہونچا۔ قاضی صاحب کو غدار بتایا۔ اور غریب یوسف پر ایسے ایسے جھوٹے الزام لگائے۔ کہ انگریز افسر کو غصہ آگیا۔ دوسرے دن یوسف کو بھی خبر پہونچ گئی۔ سلیم کی لگائی ہوئی آگ عنقریب اُس کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک سیاہ کرنے والی ہے پہلے تو وہ بہت پریشان ہوا۔ زندگی کے تمام جذبات جان کے دشمن نظر آنے لگے لیکن تھوڑی دیر بعد اسکی طبیعت مین ایک نمایان تغیر پیدا ہوا۔ اسکی آنکھین فرط غصہ سے سُرخ ہوگئین۔ اور دلمین انتقام کا جوش موجزن ہوگیا۔ وہ ایک بے اختیاری کے عالم مین اُٹھا۔ اور لپک کر کمرے سے تلوار اُٹھا لایا۔ اور خودبخود کہنے لگا: او بدمعاش ٹھہر جا۔ انتقام کا وقت قریب آپہونچا۔ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے۔ مین

اپنی گرفتاری سے پہلے تیرے ناپاک وجود کو دنیا سے پاک کردون گا"۔ یہ کہکر باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً ایک حسین نازنین کمرے سے دوڑتی ہوئی آئی۔ اور اسکے دامن سے لپٹ گئی۔ یوسف پر غیظ و غضب کا عجب عالم طاری تھا لیکن نازنین کے ان الفاظ نے اسکے جوش مین ایک افسردگی پیدا کردی "میرے سرتاج مجھے چھوڑکر کہاں چلے"۔

یوسف نے کہا "شاید تم مجھے بزدل بنادوگی۔ جاؤ خدا پر بھروسہ رکھو"۔

نازنین نے کہا "نہین۔ میرے شوہر مین آپ کو تنہا نہ جانے دون گی"۔ یوسف کچھ کہنے ہی کو تھا کہ دروازہ پر شوروغل کی آواز معلوم ہوئی۔ اور یوسف خدا حافظ کہتا ہوا اپنا دامن چھڑاکر باہر چلا گیا۔ دروازے پر فوجی سپاہی مسلح موجود تھے۔ بیچ مین سلیم کھڑا ہوا اپنی کامیابی پر مسکرا رہا تھا۔ یوسف کی نظر سلیم پر پڑی دل مین ایک شعلہ بھڑکا اور وہی شعلہ بجلی بنکر سلیم کی خرمن حیات پر گر پڑا۔ یعنی یوسف کی تلوار پوری قوت سے سلیم کے سینہ مین اتر گئی۔ تلوار ابھی سینہ سے جدا بھی نہوئی تھی کہ بندوق کی ایک آواز ہوئی۔ اور دو خون آلودہ لاشین زمین پر گر کر تڑپنے لگین جنمین سے ایک سلیم کی تھی اور دوسری یوسف کی۔

ابھی نظرین رقص بسمل کے تماشہ مین مصروف تھین کہ ایک حسین عورت بیتابانہ گھر سے باہر آئی۔ اور "ہاے میرا سہاگ لُٹ گیا" کہتی ہوئی یوسف کی لاش پر گر پڑی۔

تھوڑی دیر مین ہنگامہ فرو ہوگیا۔ رشک و رقابت کی شورشین مٹ گئین۔ صرف فوجی حلقہ مین تین لاشین پڑی تھین جن پر عبرت و حسرت برس رہی تھی۔

ہادی ویلوری (رکن حلقۂ ادبیہ کاپنور)

---

ابنای زمانه در پی شور و شر اند | اینها شتۂ نفاق و عین ضرر اند
مانندِ قطارِ شتر این فرقه دون | با یکدگر اند و در پی یکدگر اند

(عنایت نامۂ راسخ)

از صحبت دوستان این دورِ خلاف | رمزی گویم اگر نه گیری گزاف
چون شیشۂ ساعت اند پیوسته بهم | دلها همه پرغبار و روها همه صاف (شیفتۂ الفغانی)

# نظرے خوش گذرے

مین ۱۲ ستمبر کو بخیر و عافیت تمام لکھنؤ واپس پہونچا۔ مئی کا الناظر مجھے مکہ مکرمہ مین ملا تھا۔ جون اور جولائی کے پرچے دیر مین اور ایسے وقت شایع ہوے کہ مجھکو یہان پہونچنے کے بعد ملے۔ مین وہان حج سے فارغ ہونے کے بعد چونکہ ایک مہینہ سے زائد ٹھہرا رہا اس لیے پرچہ نہ پہونچنے کی وجہ سے متفکر تھا اور اندیشہ کر رہا تھا کہ شاید کسی مجبوری سے پرچہ کی اشاعت ملتوی رہی۔ روانگی کے وقت جو انتظامات ایک حقیر و بے مایہ شخص کے امکان مین ہو سکتے تھے کر دیے گئے۔ مگر وہ بھی ناکافی ثابت ہوے۔ اگست کا پرچہ میرے آنے کے وقت تیار ہو رہا تھا لیکن حضرت جلیبی کی سیاحت کے باعث مکمل نہ ہوا تھا۔ بہرحال ستمبر کی آخری تاریخون مین اُس کی تکمیل کرا دینے کے بعد مین یکم اکتوبر سے ہمہ تن توجہ بنکر مصروف کار ہوا۔ اور ارادہ تھا کہ ستمبر و اکتوبر کے پرچے اکتوبر کے اندر اندر شایع کر کے نومبر سے پرچہ کو اصل وقت پر لے آؤن گا۔ اِسی اندازہ سے کام بھی شروع ہو گیا تھا کہ دفعتہً پریسمین اور کاتب یکے بعد دیگرے ڈنگو بخار مین مبتلا ہو گئے۔ اور اس مجبوری مین ستمبر و اکتوبر کا مشترکہ پرچہ شایع کرنے کی ٹھانی۔ کئی کئی مہینے کے پرچے یکجا شایع کرنا مجھے بذاتہ نہایت ناپسند ہے اور رہا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے گذشتہ چودہ سال مین الناظر کا صرف ایک پرچہ دو مہینہ کا یکجا شایع ہوا ہے اور وہ بھی کب؟ جب حقیقتاً مین بجائے خود الناظر کو بند کر چکا تھا اور محض اپنے شفیق مکرم مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اُردو کے اصرار پر اُسے جاری رکھنے پر راضی ہوا۔ اُس وقت تک یہ مرض ہندوستانی رسائل مین اس قدر عام تھا کہ چھ چھ مہینے کے پرچے یکجا شایع کرنے مین مضائقہ نہین سمجھتے تھے مگر آج جبکہ خدا کے فضل سے ملک کے اکثر رسائل پابندی اوقات کا لحاظ کرنے لگے ہین یقیناً یہ امر نہایت درجہ رنج دہ ہے کہ الناظر کو جو پابندی وقت کیلیے کبھی خاص شہرت رکھتا تھا ایک نہین بلکہ مسلسل دو مشترکہ نمبر نکالنا پڑین کیونکہ اس پرچہ کی اشاعت مین اتنی دیر ہو رہی ہے کہ اگر آئندہ دونون پرچے ساتھ نہ شایع کیے جائین تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ عدم پابندی کے سلسلہ کو سال آئندہ تک جاری رکھنا منظور ہے۔ ناظرین کرام کو جو زحمت انتظار ہوئی اس کا معاوضہ تو کچھ ہو نہین سکتا اس لیے معافی کا خواستگار ہون۔

اکتوبر کے آخری عشرہ مین میرے عزیز حاجی شیخ نظیر حسین تعلقدار گدیہ نے انتقال فرمایا۔ مرحوم ابتدا سے الناظر کے قدردان رہے اور ذاتی سیرۃ کے لحاظ سے بڑی خوبیون کے آدمی تھے۔ تعلقدار تھے مگر اپنے طبقہ کے خلاف سادگی خلوص اور منکسر المزاجی کا نمونہ تھے۔ ظاہراً و باطناً مسلمان تھے اور اسلامی اخلاق وعادات کو قابل تقلید طور پر نباہتے رہے۔ شاعر تھے اور کتب بینی کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ اُن کی اکثر نعتیہ نظمین احباب مین تقسیم ہونے کی غرض سے چھپ گئی تھین۔ تاریخ گوئی مین خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور اپنے جوار اور حلقۂ اعزا و احباب مین اپنی خوبیون کی وجہ سے بہت محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت مین جگہ عطا فرمائین اُن کے صاحبزادہ عزیزی شیخ زین العباد سلمہ کو صحیح معنون مین اُن کا جانشین بنائین۔ اور اُن کے جملہ پسماندگان علی الخصوص اُن کے بھائیون شیخ مقبول حسین قدوائی و شیخ مشیر حسین قدوائی کو صبر جمیل عطا فرمائین۔ آمین۔

---

لکھنؤ مین جو انجمن اُردو بنانے کی تجویز تھی اور جس کے متعلق ایک جلسۂ عام گذشتہ مارچ مین ہوا تھا اور ایک عارضی کمیٹی قواعد و ضوابط وغیرہ کی ترتیب کے لیے بنا دی گئی تھی اسکی کارروائی چھ سات مہینے مین صرف اس منزل تک پہونچی ہو کہ اُس کمیٹی نے انجمن کا دستور العمل بنا دیا ہو اور توقع کے بالکل خلاف بغیر اسکے کہ کسی جلسۂ عام سے اُس دستور العمل کی منظوری حاصل کی جاتی عارضی معتمد صاحب نے اُس دستور العمل کو چھپوا کر لوگون کو خطوط کے ذریعہ سے انجمن کے کارکن بننے کی دعوت بھی بھیجدی۔ تعجب ہو کہ لائق معتمد صاحب کو اتنی سی بات بھی معلوم نہین کہ اُنھین اِس دستور العمل کے نفاذ کی کوشش کا کوئی حق نہین۔ اور جو اسلوب اُنھون نے اختیار کیا ہو اس کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہو کہ

این رہ کہ تو میروی بترکستان ست

صاحب موصوف کو باوجود زبان اُردو سے یک گونہ ناآشنا ہونے کے جسقدر ہمدردی اور توجہ اِس تحریک مین ہو اس کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ مگر زیادہ شکر گذاری کا موقع اُس وقت ہوگا جب وہ کسی مستحق شخص کے ہاتھون مین اس انجمن کی مستقل خدمت چھوڑ سکین گے۔ اِس لیے کہ جس قسم کی یہ انجمن ہو اور جہان وہ قائم ہو رہی ہو دونون پر نظر کرتے ہوے مین یہ صاف صاف عرض کر دینا چاہتا ہون کہ صاحب موصوف اس گون کے قطعاً نہین ہین۔ اگر صاحب موصوف لکھنؤ یونیورسٹی کے محدود دائرے

مین کام کر رہے ہوتے تو مجھے کچھ سروکار نہوتا لیکن اس شہر کے نام سے جو انجمن قائم کی جا رہی ہو اُسے اپنے شہر کی عظمت و شہرت کے لائق بنانے کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہو۔ بلکہ ایسی حالت مین خاموشی گناہ ہوگی۔ دستورالعمل پر چونکہ ابھی جلسۂ عام کی مہر منظوری ثبت نہین ہوئی ہو اس سیلیے مین اس کی اشاعت الناظر مین نہین کرنا چاہتا۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔

---

ہندوستان کا سیاسی مطلع حد درجہ غبار آلود ہو رہا ہو۔ مسلمانون کی حالت خصوصیت کے ساتھ نہایت نازک ہو اس لیے کہ اُنھین ہندوستان کے باہر جو اسلامی ممالک ہین ان کی بھی فکر دامنگیر ہے۔ خصوصاً جزیرۃ العرب کی جسے وہ اپنے ہادی دین (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب دستبرد اغیار سے محفوظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتے ہین۔

ہندوستان کے اندر یہ امر بطور اصول موضوعہ کے سمجھنا چاہیے کہ کسی قسم کی حقیقی ترقی اُس وقت تک ناممکن ہو جب تک اس ملک کے جملہ طبقے علی الخصوص دو بڑے فرقے یعنی ہندو اور مسلمان متحد و متفق نہون۔ اتحاد و اتفاق کے یہ معنی نہین کہ کوئی فرقہ اپنے مذہبی و معاشرتی قوانین کو بالاے طاق رکھ کر دوسرے فرقہ مین جذب ہو جائے بلکہ صحیح معنون مین اتحاد و اتفاق اُس وقت قایم ہو سکتا ہو جب ہندوستان کے کل فرقون کے درمیان کوئی ایسی مفاہمت ہو جائے جس کے ذریعہ سے ایک فرقہ دوسرے کے حقوق مین دست اندازی نہ کر سکے اور سب فرقے آپسمین رواداری اور ہمدردی کے ساتھ زندگی بسر کر سکین او اُن امور کے انصرام مین جو دونون کے متحدہ مقاصد سے تعلق رکھتے ہین فرقہ وار تعصبات کو دخل نہ دین۔ اب سے تین سال پیشتر مہاتما گاندھی کی رہنمائی مین ہندوستان کے مختلف فرقے جس اتحاد و یکرنگی کے سا کام کرنے پر آمادہ ہوے تھے اور تقریباً ڈیڑھ سال تک کام کرتے رہے اُس نے اِس بات کی حقیقت سے دوست دشمن سب کو آگاہ کر دیا ہو کہ ہندوستان کے مختلف فرقے متحد ہین تو حصول مدعا مین کوئی چیز سدراہ نہین بن سکتی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ سبق اتنی جلد بھلا دیا گیا کہ آج اس ملک کے طول و عرض مین ہر طرف باہمی جنگ و جدل کے سوا کوئی صورت خیر نظر نہین آتی۔

کانگریس جسکو گذشتہ چند سال کے اندر ہندوستان کی قومی پارلیمنٹ کا امتیاز حاصل ہو گیا ہے اور اُس کے محترم رہنماؤن نے اس وقت تک جو کوششین قومی اتحاد کو از سر نو قایم کرنے کے لیے کی ہین

وہ اگرچہ فی الجملہ بار در نہین ہوئین لیکن یہ امر بخوبی واضح ہو کہ اُنھون نے دیر یا جلد اس حقیقت کو سمجھ لیا ہو کہ ہندوستان کے اندر تمام ترقیون اور ہر قسم کی جد وجہد کی کامیابی کا راز اسی مین مضمر ہو اس لیے یہ امید بیجا نہوگی کہ وہ اپنی ان کوششون کو اسوقت تک برابر جاری رکھین گے جب تک کہ موجودہ نفاق وافتراق ختم ہوکر کم سے کم ویسا ہی اتفاق واتحاد قایم نہو جائے جو ۱۹۲۲ء کے ابتدائی مہینون تک نظر آتا تھا۔

لیکن کانگریس کی کوششون مین اُس وقت تک کامیابی ناممکن ہو جب تک خود کانگریس کے اندر اسکے رہنماؤن کے درمیان کامل اتحاد نہو۔ مولانا محمد علی لایق صد ستایش ہین کہ اُنھون نے دہلی کے اجلاس خاص مین اپنی اعلیٰ منزلت وقابلیت کو تمام دوسری باتون سے قطع نظر کرکے اسی ایک مقصد کے حصول پر صرف کیا اور اگرچہ اس وقت تک سوراج پارٹی کے رہنماؤن کی طرف سے کوئی بات ایسی نہین ظاہر ہوئی ہو جس سے یہ امید باندھی جائے کہ وہ جلد تر کانگریس کے اتحاد کو پھر قایم کرنے کے لیے کوئی قدم آگے بڑھائین گے تاہم یقین رکھنا چاہیے کہ مولانا محمد علی کی رہنمائی مین مہاتما گاندھی کے متبعین نے جس ایثار اور رواداری کا ثبوت پیش کیا ہو وہ رائگان نہ جائے گی۔

کونسلین جیسے ۱۹۲۱ء مین پُر ہوئی تھین ۱۹۲۴ء مین بھی پُر ہو جائین گی اور جیسی مایوس کن پہلے ثابت ہوئی تھین آئندہ بھی یقیناً ہون گی۔ لیکن جن بزرگون کے حوصلہ وہمت پہلے دوسرے اہم کامون مین لگے ہوے تھے اُن کو کچھ عرصہ تک ضایع ورایگان کرنے کے بعد اور اُس کے بعد یقین ہو کہ جو سچے سوراجی ہین وہ پھر اپنے اصلی کام کی طرف واپس آجائین گے۔ اور جو لوگ محض کونسل مین داخلہ کی غرض سے سوراجی بنے ہین اُن کی حقیقت بھی نمایان ہوجائے گی۔

مگر سوال یہ ہو کہ مولانا محمد علی اور اُن کے ہم مشرب تارکین موالات کو اس وقت تک کیا طرز عمل رکھنا چاہیے۔ اس کا جواب مولانا محمد علی کی اُس گفتگو مین موجود ہو جو احمد آباد مین اخبار ینگ انڈیا کے نمائندہ سے اُنھون نے کی تھی اور وہ یہ ہو کہ ناگپور مین جو تعمیری پروگرام مہاتما گاندھی نے پیش کیا تھا اور جسکی بردولی مین از سر نو تجدید کی گئی تھی اسی پر قوم کی ساری توجہ کو منعطف کرا دیا جائے اور اگر کوکناڈا کانگریس مین حقیقتاً یہ مسئلہ صاف ہو گیا اور یہ معرض التوا مین نہ پڑا تو یقینی ہو کہ سال آئندہ کی جد وجہد بہتر نتایج پیدا کرسکے گی۔

مسلمانون کو ملکی آزادی کی تحریک مین کانگریس کی تابعیت کرنے کے سوا چارہ نہین ہے۔ جو لوگ موجودہ نزاعات باہمی کو حیلہ بنا کر افتراق کے خلیج کو وسیع کرنے کے لئے نئی انجمنین بنانے کی جد وجہد کر رہے ہین اُنکے حالات سابقہ بتا رہے ہین کہ وہ قوم کی صحیح رہنمائی نہین کر سکتے۔ اور ایسی صورت مین کہ مسلم لیگ کا دفتر ہنوز قائم ہے اور اُسکے ارکان کی ایک مرتب شدہ فہرست بھی موجود ہے کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ تھوڑی سی توجہ کر کے اوسی کی پھر تنظیم نہ کر دی جائے شیخ عبد اللہ صاحب جس انجمن کا خواب دیکھ رہے ہین وہ اگر صورت پذیر بھی ہو جائے تو زیادہ مفید نہ ہو گی اسلیے کہ اُنکے ہمخیال حضرات گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل کر کے صرف ہندوؤن سے جنگ زرگری کر سکین گے اور اگر کہین جمعیت احرار کی اُنکی مڈبھیڑ ہو گئی تو جسطرح مسلم لیگ کو جواں ہی حضرات کی ساختہ و پرداختہ تھی چھوڑ بیٹھے۔ اس جدید انجمن سے بھی چندر روز بعد کنارہ کش ہو جائینگے۔ اس حقیقت سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ مسلمانون کو قلت تعداد کی وجہ سے ہندوؤن کے مقابلہ مین ہر جگہ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے اور اُسوقت تک یہی حالت قائم رہیگی جب تک مسلمان خود اپنی حالت نہ سنبھالین گے۔ مگر حالات کی اصلاح کا یہ طریقہ نہین ہے کہ سرکاری چھو بنکر ہندوؤن سے لڑائی کی جائے۔ بلکہ مسلمانون کی اصلی اصلاح یہ ہونا چاہیئے کہ وہ خدا اور اُسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تابعیت اختیار کرین جسکے بعد دنیا مین کسی بڑے سے بڑے سنگھٹن کا اندیشہ باقی نہین رہتا۔

## امیر مینائی مرحوم

- امیر اللغات ۲ جلد
- صنم خانۂ عشق
- مراۃ الغیب
- محامد خاتم النبیین
- ہمائے سخن

## منشی سجاد حسین مرحوم

- احمق الذی ۸/
- حاجی بغلول ۸/
- میٹھی چھری ۶/
- پیاری دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- طلسمی فانوس

## پنڈت رتن ناتھ سرشار

- فسانۂ آزاد ۴ جلد
- سیر کہسار
- خدائی فوجدار
- جام سرشار
- الف لیلیٰ بطرز ناول

## منشی جوالا پرشاد برق

- مرزا البنی ۱۲/
- مار آستین ۱۲/
- بنگالی دلہن ۱۲/
- پرتاب ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

## مولانا عبدالحلیم شرر

- قیس و لبنیٰ
- ایام عرب ۲ جلد
- فتح اندلس
- ماہ ملک
- حسن کا ڈاکو
- دربار حرام پور ۲ جلد
- مفتوح فاتح
- طاہرہ
- لعبت چین
- عزیزۂ مصر
- غیب دان دلہن
- فردوس بریں ۸/
- فلپانا
- رویتہ الکبریٰ
- الفانسو ۱۲/
- شہید وفا ۸/
- حسن انجلینا ۱۲/
- ملک العزیز ورجنا ۱۲/
- آغا صادق کی شادی ۱۰/
- افسانۂ قیس ۳/
- حسن بن صباح ۶/
- تاریخ بغداد ۴/
- جنید بغدادی
- ابوبکر شبلی
- ولادت فخر عالم ۸/
- صقلیہ میں اسلام ۱۴/
- درگیش نندنی ۱۰/

## مرزا داغ مرحوم

- انتخاب داغ
- مہتاب داغ
- یادگار داغ
- انتخاب داغ
- فریاد داغ

## مولوی بشیر الدین احمد دہلوی

- دار الحکومت دہلی ۳ جلد
- تاریخ بیجاپور ۳ جلد
- حرز طفلان
- نشاط عمر
- عصائے پیری
- شمع ہدایت
- لخت جگر ۲ جلد
- حسن معاشرت
- اقبال دلہن

## نیاز فتحپوری

- گہوارۂ تمدن
- ترجمہ گیتانجلی
- کیوپڈ اینڈ سائکی ۸/

## سیماب اکبر آبادی

- خدیجۃ الکبریٰ
- بنت الرسول ۵/
- سیّد الحسین

## حکیم محمد علی خان مرحوم

- المظاہر
- حسن سرور کامل
- عبرت کامل
- رام پیاری کامل
- دیول دیوی
- گورا
- جعفر و عباسہ
- اختر و حسینہ کامل

## منشی علی محمد شوق قدوائی

- ترانۂ شوق
- قاسم و زہرہ
- میلفرڈ ورلوسی

## جوش شبیر حسین ملیح آبادی

- روح ادب
- مقالات زریں ۱۱/
- آوازۂ حق ۸/
- اوراق سحر ۵/
- جذبات فطرت ۳/

## منشی تیرتھ رام

- فسانۂ لندن ۳ جلد
- دلہن پرست
- منزل مقصود
- روح کا خروج ۱۰/
- خونی ہیرا

## جلال لکھنوی مرحوم

- مضمونہائے دلکش
- نظم نگارین
- سرمایۂ زبان اردو
- رسالہ تذکیر و تانیث
- افادۂ تاریخ
- قواعد المنتخب

## خواجہ عشرت لکھنوی

- لغات اردو
- اصول اردو
- جان اردو
- قواعد میر
- شاعری کی پہلی کتاب
- شاعری کی دوسری کتاب
- شاعری کی تیسری کتاب
- اصلاح زبان اردو
- گلدستۂ ظرافت
- زباندانی

## صفدر مرزاپوری

- مرقع ادب
- بزم خیال
- مشاطۂ سخن

## مولوی محمد حسین محوی

- ازدواج الانبیا
- انسانی قربانیاں

## حکیم احمد حسین الہ آبادی

- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول
- دوم
- سوم
- چہارم
- پنجم
- ششم
- ہفتم
- ہشتم
- جلد نہم زیر طبع ہے
- دہم
- یازدہم
- سلطان صلاح الدین

## مولوی سعید احمد مارہروی

- آثار اکبری
- حیات صالح
- حیات خسرو
- امرائے ہنود

## مولوی محمد ستار علی

- تذکرۃ الانبیا
- شیخ حسن

## منشی نواز حسن علی خان

- سفرنامہ ابن بطوطہ
- قسطنطنیہ
- ڈیوٹی

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

**جسٹس محمود مرحوم**

- کتاب الطلاق
- کتاب الشفعہ
- شرح قانون شہادت

**مولوی عزیز مرزا بی اے**

- حیات عزیز
- وکرم اروسی

**خواجہ غلام الثقلین مرحوم**

- روزنامہ سیاحت
- فلسفیانہ تکمیل اسلام

**منشی محمد لطیف مرحوم**

- اکبر
- اورنگ زیب
- ایڈ کلایو
- رنجیت سنگھ

**مسٹر ظفر عمر بی اے**

- نیلی چھتری
- بہرام کی گرفتاری
- چوروں کا کلب

**پروفیسر فخر الدین مراد**

- تحفہ سائنس
- خونبہائے عشق
- حکایات شرلاک ہومز

**مولوی محمد علی ایم اے**

- سیرۃ خیر البشر
- النبوۃ فی الاسلام
- جمع قرآن

**پروفیسر نواب علی ایم اے**

- تذکرۃ المصطفیٰ
- معارج الدین ۱۲ر
- صحف سماوی
- شمع سخن ۱۰ر

**مفتی انوار الحق ایم اے**

- تذکرۃ الحبیب
- حقائق اسلام
- اثبات واجب الوجود
- تاریخ ابو البشر
- قوت خیال ۶ر

**پروفیسر الیاس برنی ایم اے**

- اسرار حق
- معارف ملت
- مناظر قدرت
- جذبات فطرت
- علم المعیشت

**سید ہاشمی فرید آبادی**

- مشاہیر یونان ۲ جلد
- تاریخ یونان قدیم

**مرزا محمد ہادی بی اے**

- امراؤ جان ادا ۱۲ر
- شریف زادہ ۱۰ر
- خونی عاشق
- خونی مصور
- خونی شہزادہ
- مثنوی امید و بیم

**ڈاکٹر اقبال ایم اے**

- ملت بیضا ۵ر
- مکمل ترانہ ۲ر
- شکوہ ۲ر
- جواب شکوہ ۴ر
- نالۂ یتیم ۲ر
- فریاد امت ۳ر
- بلال ۱ر
- اکبر و اقبال ۳ر
- شمع و شاعر ۲ر
- خضر راہ

**مولوی ظفر علی خان بی اے**

- معرکۂ مذہب و سائنس
- خیابان فارس ۲ جلد
- ڈراما جنگ روس و جاپان
- جنگل میں منگل
- فلسفہ ابن سینا
- معاشرت ۱۰ر
- اپریل فول ۸ر

**منشی احمد علی بی اے**

- تاریخ تمدن ۲ جلد
- شباب لکھنؤ

**مولوی عبدالماجد بی اے**

- فلسفہ جذبات
- پیام امن
- تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد
- مکالمات برکلے
- زود پشیمان ۸ر

**خواجہ عبداللہ اختر بی اے**

- مشاہیر اسلام
- دمشق
- بغداد
- صدیق اکبر
- ترجمہ و شرح دیوان حافظ

**مسٹر سجاد حیدر بی اے**

- خیالستان
- زہرا ۱۲ر
- ثالث بالخیر

**مسٹر انیس احمد عباسی بی اے**

- زلیخا
- نازنین آرمینیا
- ہاجرہ کی کامیابی
- احمد کیتھرینا

**مولوی عبدالحق بی اے**

- قواعد اردو
- انتخاب کلام میر

**مولوی معشوق حسین خان بی اے**

- بجلی کے کرشمے
- محاربات صلیبی

**مولوی سید سلیمان ندوی**

- ارض القرآن جلد دوم
- حیات امام مالک
- خلافت اور ہندوستان
- بہادر خواتین اسلام
- اہل السنۃ والجماعت ۸ر

**پروفیسر عبدالباری ندوی**

- مبادی علم انسانی
- برکلے کا فلسفہ
- مذہب و عقلیات ۶ر

**مولوی محمد حلیم انصاری**

- تمدن اسلام ۲ جلد
- [illegible] ۱۲ر
- اسلام در تحویل نظام ۱۲ر
- جواہر قرآنی
- فتح اندلس
- فلاح دارین
- بچے کی تندرستی ۱۲ر

**خواجہ حسن نظامی**

- سی پارۂ دل
- روزنامہ ممالک اسلامیہ
- میلاد نامہ
- یزید نامہ
- محفل نامہ گیارھویں ۱۲ر
- کرشن جیون
- کم تو موت
- بیوی کی تعلیم
- آنسوؤں کی طغیانی ۱۲ر
- خطوط حسن نظامی ۱۲ر
- جگ بیتی کہانیاں
- فاطمی دعوت اسلام
- چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲ر
- بیوی کی تربیت
- محرم نامہ

**مولوی عبدالرشید ... [illegible]**

- صبح زندگی
- شام زندگی
- شب زندگی ۲ جلد
- تحفۂ زندگی ۱۲ر
- منازل السائرہ
- الزہرا ۱۲ر
- عروس کربلا
- جوہر قدامت
- یاسمین شام
- موؤدہ ۸ر

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ا ۷۸۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الناظر

ایڈیٹر ظفر الملک علوی

| نمبر ۱۴۹ و ۱۵۰ | ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء | جلد ۲۵ |
|---|---|---|

فہرست مضامین



قیمت فی پرچہ ۱۲/

الناظر پریس لکھنؤ میں چھپا

پرنٹر و پبلشر:۔ اسحاق علی علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اردو کی بہترین کتابیں

## مرزا غالب مرحوم
- اردوئے معلیٰ
- عود ہندی
- دیوان غالب پاکٹ ایڈیشن
- نکات غالب

## سر سید احمد خاں مرحوم
- تفسیر القرآن جلد
- خطبات احمدیہ
- آثار الصنادید
- تہذیب مضامین الاخلاق
- مکمل مجموعہ لکچر
- اسباب بغاوت ہند

## نواب محسن الملک مرحوم
- تہذیب مضامین الاخلاق
- مجموعہ لکچر
- آیات بینات ۳ جلد

## مولوی حسان اللہ عباسی
- تاریخ الاسلام
- الاسلام
- نوادرہ
- نثر سخن

## مولانا آزاد مرحوم
- آب حیات
- دربار اکبری
- سخندان فارس
- نگارستان فارس
- نیرنگ خیال ۲ حصہ
- دیوان ذوق

## مولوی رشید احمد دہلوی مرحوم
- فرہنگ آصفیہ جلد
- راحت زمانی
- تسخیر شوہر
- مہافروز بیگم
- انشاء ہادی النساء
- لغات النساء
- علم اللسان

## مرزا حیرت دہلوی
- سیرۃ الرسول ۲ جلد
- کتاب شہادہ جلد
- قصہ حاجی بابا اصفہانی
- روز الیبرٹ کامل
- الف لیلہ دنیا زاد
- الف لیلہ شہرزاد

## مولانا حالی مرحوم
- حیات جاوید مجلد
- یادگار غالب
- حیات سعدی
- دیوان حالی
- مقدمہ شعر و شاعری
- مسدس حالی
- جواہر حالی
- بیوہ کی مناجات

## مولانا شرر مرحوم
- حیات انیس
- ایشیائی شاعری
- نور جہاں بیگم
- ٹیپو سلطان
- حیدر علی سلطان
- اردو کی ڈالی
- اردو کا گلدستہ

## مولانا اسلم جیراجپوری
- حیات حافظ
- حیات جامی
- علوم عرب
- خواتین

## مولانا نذیر احمد مرحوم
- ترجمۃ القرآن بالمقابل
- حمائل شریف مترجم
- مطالب القرآن
- الحقوق و الفرائض
- اجتہاد
- مبادی الحکمۃ
- رویائے صادقہ
- موعظۂ حسنہ
- ابن الوقت
- ایامیٰ
- فسانۂ مبتلا
- مراۃ العروس
- بنات النعش
- توبۃ النصوح
- منتخب الحکایات
- چند پند
- مجموعہ نظم بے نظیر
- مکمل لکچر جلد

## مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
- سیرۃ الصدیق
- علمائے سلف
- اسلامی اخلاق

## مولانا شبلی مرحوم
- سیرۃ النبی جلد اول مجلد
- ” جلد دوم مجلد
- آغاز اسلام
- الفاروق
- سیرۃ النعمان
- الغزالی
- المامون
- سوانح مولانا روم
- سفرنامہ مصر و شام و روم
- مضامین عالمگیر
- رسائل شبلی
- مقالات شبلی
- موازنہ انیس و دبیر
- شعر العجم جلد اول
- ” جلد دوم
- ” جلد سوم
- ” جلد چہارم
- ” جلد پنجم
- مجموعہ کلام شبلی اردو
- کلیات فارسی
- اسلامی حکومت
- اسلامی مدارس
- مثنوی صبح امید

## مولانا ظفر علی خاں
- تاریخ [illegible] جلد
- تاریخ انگلستان
- آئین قیصری
- کرزن نامہ
- معرکۂ فطرت
- محاربات عظیم
- تعلیم [illegible]
- فلسفۂ اسلام
- الجبرا مقابلہ
- معاملات حساب

## مولوی محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی
- الانسان
- الاستدلال
- حکمت عملی
- تسہیل البلاغت
- تمنائے دید

## مولوی انشاء اللہ خاں ایڈیٹر وطن
- تزک تیموری
- حالات قسطنطنیہ
- تاریخ مراکش مغرب الاقصیٰ
- حالات عراق و عمان

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

# مطبوعات جدیدہ

## تصانیف خواجہ حسن نظامی

باکو نامہ۔ جسمین سگرٹ سگار استعمال کرنے کے ملکی،
تصادی مذہبی اور طبی مضرات بیان کرکے اُن کے بجاے
قہ استعمال کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے قیمت ۳/

علیم القرآن
رآن آسان قاعدہ کا
دوسرا حصہ قیمت ۸/

چار درویشون کا تذکرہ
محی الدین ابن عربی اندلسی
شیخ سلیم چشتی ہندی
سیدی ادریس مینی اور
سید توفیق بک مصری چار مختلف ملک کے بزرگون کے حالات قیمت ۲/

چودھوین صدی کے تین شہید۔ خواجہ صاحب کے تین مضامین
مراکش طرابلس الغرب اور ایران کے دردناک واقعات کے متعلق قیمت ۲/

مسلمان بچونکے دس سبق بچون کی ابتدائی تعلیم مین مفید رسالہ ۳/

## متفرق

رباعیات حکیم عمر خیام معہ شرح و ترجمہ اردو۔ از مولوی
حافظ جلال الدین احمد صاحب جعفری زبینی مدرس عربی و
فارسی انٹرمیڈیٹ کالج الہ آباد۔ قیمت ۱۲/

دورِ فلک۔ منشی
صفدر علی صفدر مرزاپوری کا
جدید ناول قیمت ۸/

دیوان حسرت موہانی حصہ پنجم
مولانا حسرت کا تازہ
دیوان ملاحظہ فرمایئے۔ ۴/

خلافت موحدین۔ مولوی محمد نعیم الرحمن صاحب ایم اے
پروفیسر عربی گورنمنٹ محمڈن کالج مدراس نے علامہ عبد الواحد مراکشی
کی کتاب المعجب کا یہ ترجمہ اس لیے کیا ہے کہ اردو دان اصحاب کو اندلس کے
مغربی خلفا کے حالات سے واقفیت حاصل ہو۔ قیمت ۱۲/

## ضرورت ہے

دفتر الناظر مین جولائی لغایت دسمبر ۱۹۱۴ء کی جلد الناظر موجود نہین
رہی لہذا ناظرین الناظر مین سے جن صاحب کے پاس یہ جلد یا اُس کے
متفرق پرچے موجود ہون وہ از راہ کرم مجھے مطلع فرمائین مین خرید کرونگا
یا مستعار لیکر اپنا کام نکال لونگا۔ اور اس عنایت کے لیے پیش پیش
شکریہ عرض کیے دیتا ہون۔ خاکسار ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ

## بدن کے سفید داغ برص یا پھلبہری کی اکسیر فقیری جڑی

معزز ناظرین! مین دوسرون کی طرح فضول تعریف کرنا نہین چاہتا اگر اسکے تین دن کے استعمال سے سفید داغ بالکل نہ جاتے
رہین تو کل قیمت واپس اعتبار نہو ٹکٹ لگا کر اقرار نامہ لکھا لین قیمت بڑا ڈبہ سے /چھوٹا ڈبہ /
تحفہ درویش چیچک سیتلا ماتا کے داغون کو دور کرنے مین اکسیر اعظم ہے ہزارون مریض شفا پاچکے ہین قیمت للعہ
حسن افروز۔ اس کو منھ پر لگانے سے تمام قسم کے بدنما داغ دھبے چھائیان کیل مہاسے ترسے غائب ہوجاتے ہین کملاے
او کمہلائے ہوئے چہرے کو مخمل کی طرح ملائم اور گلاب کی طرح خوبصورت بنا دیتا ہے قیمت للعہ

مولانا شاہ ابو المسعود محمد عبد الحفیظ النعمانی نمبر ۱۶ در بھنگہ (بہار)

نمبر ۱۴۹ و ۱۵۰ جلد ۲۵ — ماہ نومبر و دسمبر سنہ ۱۹۲۳ع

# فیہ ما فیہ

(اثر: "چلپی")

تمدن جدید کے پرستارون کی زبان اس کا سب سے درخشان کارنامہ امن عامہ کو بیان کرتی ہو یعنی جہان جہان اسکی فرمانروائی ہو، وہان انسان کی زندگی محفوظ رہتی ہو کوئی کسی کا خون ناحق نہین کر سکتا، اور انسان کی موت عموماً عمر طبعی پہونچکر آتی ہو۔ اس دعوی کے اگرچہ تمام اجزا غلط ہین، یعنی واقعۃً تمدن جدید سے غیر طبعی موت کے اسباب بہت زیادہ پیدا ہو جاتے ہین، حوادث مہلک کی تعداد مین کئی گُنا اضافہ ہو جاتا ہو، خودکشی کے واقعات آئے دن پیش آنے لگتے ہین، لیکن ایک خاص صنف کے متعلق جو اعداد حال مین فراہم ہوے ہین، اُنھون نے خود دنیاے متمدن کو بھی چونکا دیا ہو۔ امریکہ، جو تاج تمدن کا روشن ترین گوہر ہو، اور تاریک خیال شرقیون کی نگاہ مین فی الواقع "نئی دنیا" کا حکم رکھتا ہو، وہان کی بار ایسوسی ایشن (انجمن وکلا) کے سامنے اس کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی ہو، اس مین یہ حقیقت بھی درج ہو کہ سال گزشتہ (سنہ ۱۹۲۲ع) مین قتل ناحق کے معلوم واقعات کا شمار ۵۰۵۴ تک پہنچتا ہو اور نامعلوم واقعات کا ذکر نہین۔ گھر کا معتبر نائی راوی ہو کہ عقلاء فرنگستان مہیب اعداد سے خوف زدہ ہوگئے ہین۔

یہ تعداد واقعات قتل کی تھی۔ ریوٹر کا تار مورخہ ۳ دسمبر واشنگٹن سے اطلاع دیتا ہو، کہ ۱۹۲۲ء میں امریکہ مین موٹر کار کے حوادث سے جسقدر اموات واقع ہوئین ان کی تعداد ۱۱۰۶۶ تھی! اور یہ تعداد بہ مقابلہ ۱۹۲۱ء کے بہ قدر ۹۴۹ کے زاید ہو! واضح رہے کہ یہ تعداد موٹرون کے حوادث سے صرف مرنے والون کی ہو، باقی جن لوگون کو ان حوادث سے زخم یا صدمہ پہونچے ہون اُنکا شمار نہین؛

---

یہ نمونہ ہلاکت نفوس کا تھا صحت و تندرستی کے اعتبار سے دیکھا جائے، تو حالت اس سے بھی ابتر نظر آئے گی۔ اسپتالون کی افزایش و ترقی بجائے خود امراض کی ترقی وافزایش کی دلیل ہو آتشک جیسے موذی و مُہلک مرض کا شیطانی تحفہ سرزمین ہند مین سرکار انگریزی ہی کے توسط سے پہونچا ہو، طب یونانی اس مرض سے آشنا تک نہ تھا۔ ضعف بصارت اور عینک کی محتاجی تمامتر انگریزی تعلیم و تمدن کی برکت ہو، دانتون کا مرض، تمدن جدید کی جدید ترین فیض رسانی ہو۔ ٹائمز لندن، کے تخمینہ کے بموجب انگلستان مین اس وقت صرف ۱۵ فی صدی اشخاص سے دانت محفوظ کہے جا سکتے ہین، باقی ۸۵ فی صدی کے مریض نکلین گے، اور ان مین کم و بیش ۵۰ فیصدی ایسے ہون گے جو دندان سازون کے رہین منت ہین!

---

مغرب، سب سے زیادہ زندگی و صحت پر حریص ہو۔ اس کا مطمح نظر صرف طول حیات و بقائے صحت ہو، کہ جتنے زیادہ عرصہ تک ممکن ہو وہ دنیا کی مادی لذات کا لطف اُٹھا سکے وہ لذت عاجل چاہتا ہو، مسرت آجل کا معتقد نہین۔ وہ نقد کا طلبگار ہو، نسیہ کا قایل نہین۔ اُسے "آج" کی خواہش ہو "کل" کی پروا نہین۔ صبر و شکر، قناعت و توکل، تحمل و ایثار، حشر و نشر، جنت و جہنم، عذاب و ثواب مذہب و روحانیت اسکے فرہنگ الفاظ مین بے معنی ہین۔ لیکن اس مقصد مین اسے جیسی کچھ کامیابی حاصل ہو رہی ہو، اس کا کسی قدر اندازہ اعداد بالا سے ہوا ہوگا۔ اِسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے ایک اور قوم بھی آباد ہو، جسے مدتون پیشتر یہ خبر دیدی گئی ہو کہ جو لوگ تہذیب و تمدن، فلسفہ و سائنس سیاسیات، مادیات، عیش و عشرت، رقص و طرب کے مشاغل مین پڑ کر ہماری یاد سے گریز کرینگے، ہم ان پر اسی دنیا کی زندگی

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی

تنگ کر دیں گے اور آخرت میں تو انھیں محروم و نابینا اُٹھنا ہی ہے،

---

یہی تمدن جدید، خانگی زندگی کے لطف و مسرت کے ازدیاد اور ازدواجی زندگی کے تحفظ مین جس طرح معین ہوتا ہے، اس کا اندازہ اگر ہزارون تجربات کے بعد، ایک بار پھر کرنا منظور ہو تو اعداد ذیل پر ایک نظر کرتے چلیں:-

| سال | انگلستان مین مقدمات طلاق و افتراق کی تعداد |
| --- | --- |
| سنہ ۱۹۱۳ء | ۱۲۶۷ |
| سنہ ۱۹۱۴ء | ۱۳۴۸ |
| سنہ ۱۹۱۵ء | ۱۳۷۳ |
| سنہ ۱۹۱۶ء | ۱۴۱۳ |
| سنہ ۱۹۱۷ء | ۱۷۰۸ |
| سنہ ۱۹۱۸ء | ۲۶۸۹ |
| سنہ ۱۹۱۹ء | ۵۷۶۳ |
| سنہ ۱۹۲۰ء | ۵۱۰۴ |
| سنہ ۱۹۲۱ء | ۳۳۶۴ |

سنہ ۱۹۲۱ء سے متعلق یہ تفصیل بھی سُن لینے کے قابل ہے، کہ مقدمات کی اس مجموعی تعداد مین نصف سے کچھ کم یعنی ۱۷۰۲ دعوی شوہرون کی جانب سے دائر ہوئے، اور نصف سے کچھ زائد یعنی ۱۷۵۹ دعوے بیویون کی جانب سے۔ گویا خواتین عصمت سرشت کا قدم ترقی کے اس دلکش میدان مین بھی مردوں سے کچھ آگے ہی رہا۔

یہ ہے اس قوم کی روداد حیات جو اسلام کے مسائل طلاق و تعدد ازدواج کو مدت سے مورد طعن و تمسخر بنائے ہوئے ہے، واتبعنٰهم فی هٰذه الدنیا لعنة و یوم القیٰمة هم من المقبوحین ہم نے اسی دنیا مین اُن کے پیچھے پھٹکار لگا دی ہے، اور قیامت مین تو ان کا بُرا حال ہونا ہی ہے۔

کلکتہ، بمبئی وغیرہ ہندوستان کے بڑی بڑی آبادیوں والے شہر بھی جسقدر تعلیم، تجارت، صنعت، شائستگی وتمدن مین ترقی کرتے جاتے ہین اُسی نسبت سے (چشم بدور) برکات تمدن سے بھی مستفید ہو رہے ہین۔ چنانچہ آخری اطلاعات کے بموجب شہر کلکتہ مین اس وقت ۳۰۰۰۰ زندہ ہستیان عصمت فروشی کی مستقل دوکان کھولے ہوے ہین اور ہر سال اوسطاً ۱۶۰۰ لڑکیون کا اس پیشہ مین جدید داخلہ ہوتا رہتا ہے بمبئی کی حالت اس سے بھی ابتر ہے۔ اور زر پرستی، زن پرستی ونفس پرستی کے ہنگامہ مین صبر وقناعت، تواضع وانکسار، تحمل وایثار، عصمت وعفت، حیا وغیرت، خدا ترسی وبے نفسی کے جذبات ایک ایک کرکے رخصت ہو رہے ہین۔ اس طرز معاشرت کا جو انجام ہونا یقینی ہے، اُس کے نظائر ایک دو نہین سینکڑون کی تعداد مین اوراق لیل ونہار پر اور مصر وبابل، یونان وروما کے کھنڈرون پر ثبت ہین۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ

(قصص۔ ع ۶)

ہم نے کتنی ہی ہستیان ہلاک کر ڈالین جو افراط معاش (وکثرت ساز وسامان) سے اِتر گئی تھین۔ اب یہ اُنھین قومون کے مکانات ہین جو ان کی ہلاکت کے بعد ایسے ویران ہوے کہ آباد ہی ہونے نہ آئے۔ مگر شاذ ونادر اور آخر کار اُن کے ساز وسامان، مال ومتاع کے ہم ہی وارث ٹھہرے

---

جاپان مین ہولناک زلزلہ آیا، اور گذر گیا۔ مہیب سیلاب آیا، اور نکل گیا۔ قیامت خیز آتش زنی ہوئی، اور ختم ہو گئی۔ لاکھون جسم تودۂ خاک بن گئے، لاکھون جانین سیل اجل کی نذر ہو گئین لاکھون ہڈیان جل کر خاکستر ہو گئین، بچہ بلبلا ئے، جوانون نے پچھاڑین کھائین، بوڑھون نے سر ٹکرائے دُولھنون کا سہاگ ختم ہوا، شوہرون کو جن کے ساتھ پھولون کی سیج پر ہمخوابی کی تمنا تھی اُنھین تنگ وتاریک گڑھون مین دفن کرنا پڑا۔ لاکھون یتیم ہوے۔ لاکھون کو رنڈاپا نصیب ہوا، اور لاکھون بے خانمان ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہوا، لیکن ایک متنفس نے بھی ان حوادث سے عبرت کا سبق حاصل کیا؟ ایک قلب نے بھی اپنے مین خضوع وخشوع پیدا کیا؟ ایک ہستی نے بھی تضرع وانابت کو اپنا شعار بنایا؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہماری یہ غفلتین ہمین کہان پہونچانیوالی ہین۔

ایک بہت بڑے ماہر نفسیات نے جس کی تشخیص نفسی مین خطا کا احتمال اور غلطی کا امکان نہین

ان اقوام کی ہسٹاریکالوجی (نفسیت) ان الفاظ مین بیان کی ہی :-

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی عفوا وقالوا قد مس اباءنا الضراء والسراء فاخذنٰھم بغتۃ وھم لا یشعرون

(اعراف - ۱۲)

اور جس بستی مین ہمنے پیمبر بھیجا، وہان والون کو ہم نے مبتلاے سختی ومصیبت بھی کیا، تاکہ یہ لوگ ہمارے حضور مین گڑگڑا ئین اسکے بعد ہم نے سختی کے بجاے آسانی پیدا کردی، تاآنکہ یہ لوگ خوب پھلے پھولے اور کہنے لگے کہ اس قسم کی سختیان اور راحتین تو اتفاقات زمانہ سے ہمارے بزرگون کو بھی پہنچتی رہی ہین اسمین حکمت الٰہی کو کیا دخل، پس انکی اس کجروی کی سزا مین ہمارے عذاب نے دفعتہً اُنھین دھر پکڑا، اور وہ اس سے خبر تک نہ تھے

---

غلامان آستانۂ خاتم النبین علیہ التحیۃ والسلام کے لیے ماہ ربیع الاول خاص برکت وسعادت کا مہینہ ہوتا ہی کہ اسی ماہ مبارک مین حسن مطلق نے تعین اول کا جامہ پہنا، چنانچہ ہر مخلص کلمہ گو اس ماہ میلاد کی مسرتون مین اپنی بساط کے لایق حصہ لیتا ہی۔ دہلی کا رسالہ نظام المشایخ اس مہینہ ایک خاص اہتمام کے ساتھ رسول نمبر نکالتا ہی، جو تمامتر مضامین نعت، میلاد، وسیرت مبارک سے لبریز ہوتا ہی یہی اہتمام اس نے اگلے سال بھی کیا، اور جس نظم کو اس نے سرعنوان رکھا ہی، فی الواقع اس کا ایک ایک مصرعہ ذوق وخلوص کے عطر مین ڈوبا ہوا ہی لیکن یہ دیکھکر کس قدر صدمہ ہوتا ہی کہ اسی قند خلوص کے پہلو مین زہر نفاق بھی جگہ پائے ہوے ہے۔ نثر کا پہلا مضمون رحمۃ للعالمین کے عنوان سے ابدی صاحب کی گردش قلم کا نتیجہ ہی، جو اپنے پورے نام اسید محمد حفیظ ابدی بی۔ اے، کے ساتھ اس سے پیشتر نظام المشایخ کے اوراق مین اپنے تئین روشناس کر چکے ہین۔ ناظرین نظام المشایخ، ممکن ہی کہ محض روشناس ہون لیکن لکھنؤ، فیض آباد، بارہ بنکی وغیرہ کی ایک بڑی اسلامی آبادی ان بزرگ کی مزاج شناس وسیرت شناس بھی ہی۔ بہت سے لوگ ممکن ہی کہ وضع ولباس سے شناخت مین تامل کرین، لیکن کچھ لوگ تو بہرحال ایسے ہین جو "رنگ ملبوس" کو نہین "انداز قد" کو پہچانے ہوے ہین! ؎

ہم سے کہان چھپینگے وہ ایسے کہان کے ہین!

مضمون مذکور چار صفحوں کی ضخامت کا ہی اس مین سے دو صفحہ تمہید کی نذر ہین۔ باقی دو صفحات مین سیرت مبارک کے واقعات ہین مضمون کا یہ حصہ لفظاً لفظاً نہین بلکہ تقریباً حرفاً حرفاً اردو کی مشہور و متداول کتاب سیرۃ النبی مصنفہ مولانا شبلی سے اٹھا کر رکھ دیا گیا ہی اور لطف یہ ہی کہ سیرۃ مولانا شبلی کا حوالہ صراحتہً تو کہی کنایۃً بھی کسی موقع پر نہین آنے پایا ہی اس سے بھی بڑھ کر کمال یہ کیا ہی کہ مولانا نے موصوف نے جن کتابون کے حوالے دیے تھے، بعینہ وہی حوالہ بہ قید باب وصفحہ اس مضمون مین منتقل کر دیے گئے ہین! یعنی صحیح بخاری باب الہجرۃ، ص۵۹۷ و جامع ترمذی ابواب الزہد حالانکہ جو لوگ مضمون نگار کی استعداد علمی و مذہبی سے واقف ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ بخاری و ترمذی کا پڑھنا اور سمجھنا تو الگ رہا۔ اس بیچارہ نے تو عمر بھر ان کی زیارت کا شرف بھی نصیب نہین ہوا ہی۔ خدا بخشے، عبد اللہ خان (کتبخانہ آصفیہ) حیدرآباد دکن کے تاجر کتب اپنی کتابون کے اشتہار کا عنوان رکھا کرتے تھے "علمی لوٹ"۔ وہ تو ایک اشتہاری سرخی تھی لیکن بہ لحاظ حقیقت "علمی لوٹ" کی اس مضمون سے بہتر کوئی مثال ہو نہین سکتی۔ علمی سرقہ کی مثالین اکثر ملتی رہتی ہین، لیکن علمی لوٹ کی ایسی مثال شاید ہی مل سکے۔

---

یہ مسئلہ کا علمی پہلو تھا۔ اگر مذہبی پہلو سے دیکھا جائے تو اس کے لیے موزون لفظ صرف صرف ایک ہی ہو سکتا ہی اور وہ "نفاق" ہی۔ محمد بن عبد اللہ (روحی فداہ) کو "خاتم النبیین"، تسلیم کرنا ایک مسلمان کے لیے اسی قدر ضروری ہی۔ جتنا "رحمۃ للعالمین"، اور جو شخص بغیر اول الذکر حیثیت کے تسلیم کیے یا ذات باری کے قدیم ہونے مین روح کو شریک کرکے اپنے تئین مسلمان ظاہر کرتا ہی وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہی۔ فتنۂ کفر، فتنۂ شرک، فتنۂ ارتداد، ان سب سے کہین بڑھکر فتنۂ نفاق ہی کہ منافقین کے لیے دوزخ کا بدترین طبقہ مخصوص ہی۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ خدا اس لعنت نفاق سے ہر کلمہ گو کو اپنے حفظ و امان مین رکھے،

---

حملۂ دیگر بمیرم از بشر | تا برآرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو | کل شئی ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم | آنچہ از وہم نایدآن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون | گویدم کانا الیہ راجعون (مثنوی)

## "عبد اللہ"

بہت مر چکے ہین وفا کرنے والے | پشیمان ہین کچھ کچھ جفا کرنے والے
جفا کار ظالم جفا کرنے والے | ملے خاک مین سب وفا کرنے والے
ہٹین وقت آخر دوا کرنے والے | مجھے رو رہے ہین دعا کرنے والے
نہ قبر دل پہ چل اے جفا کرنے والے | انھین مین گڑے ہین وفا کرنے والے
ہماری دُعا ہے تری زندگی ہو | ہمین زندگی سے خفا کرنے والے
جفا کار تمکو ہمین نے بنایا | سلامت رہین ہم وفا کرنے والے
بڑی آرزو سے وہ دل مانگتے ہین | یہ پوچھے کوئی اب ہین کیا کرنے والے
دکھائین گے شانِ وفا تم کو مرکر | جو زندہ رہین گے وفا کرنے والے
سمجھ لے سمجھ لے ذرا پھر سمجھ لے | کسی بات کا فیصلہ کرنے والے
دُعا دے رہا ہون دعا میری سُن لے | مرے واسطے بد دعا کرنے والے
درِ یار پر فرض ہے تجھ کو سجدہ | نمازِ محبت ادا کرنے والے
جہان آپ آگے بڑھے نقش پا سے | جھکے سجدۂ نقش پا کرنے والے
جفا کی نہ تمکو کوئی داد دیتا | جو زندہ نہوتے وفا کرنے والے
وہ کہتے ہین کعبہ مرا آستان ہے | کہان جا رہے ہین دعا کرنے والے
سُنے گا سُنے گا وہ اِک دِن سُنے گا | نہ مایوس ہو اے دعا کرنے والے

جگر کی دُعا ہے سلامت رہے تو
خیالِ دل مبتلا کرنے والے

حکیم جگر صدیقی زمیندار بسوان

# مثنوی مولانائے روم

## کی

## ایک جدید اُردو شرح

مثنوی مولانائے رومؒ کو جو خداداد وحیرت انگیز مقبولیت حاصل ہی، اُس کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہی کہ اس کے تراجم و شروح ابتک صدہا کی تعداد مین نکل چکے ہین، اور برابر نکلتے جاتے ہین۔ انگریزی، ترکی، عربی، فارسی، اُردو کوئی علمی زبان ایسی نہین جسمین اسکے متعدد ترجمہ اور شرحین نہ موجود ہون، لیکن تشنگان معرفت کو اب بھی تسکین نہین، اور اضافہ کا سلسلہ برابر جاری ہی۔

ہندوستان مین شاید سب سے زیادہ مقبول و مستند شرح ملا بحر العلوم فرنگی محلی کی خیال کی جاتی ہی، لیکن اول تو اس کی فارسی معمولی فارسی خوانون کی استعداد سے بالاتر ہی، دوسرے اب یہ شرح نایاب ہی۔ مدت ہوئی مطبع نولکشور (لکھنؤ) نے اِسے شایع کیا تھا، اِس کے بعد سے پھر کسی مطبع نے اِدھر توجہ نہ کی، ضرورت تھی، کہ عارف رومی کے پیام کو بحر العلوم کی وساطت سے اسلامی ہند کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دیا جائے۔

الحمد للہ کہ خدا نے اِس خدمت کا ولولہ شاہ غلام غوث، عرف غوثی شاہ قادری حیدرآبادی کے دل مین پیدا کر دیا، اور اُنھون نے تہیہ کر لیا ہی، کہ مثنوی کو مع شرح بحر العلوم کے اردو خوان طبقہ تک پہونچا دین گے۔ اکبارگی تمام و کمال کتاب کو طبع و شایع کرنا دشوار تھا، اِس بنا پر اُنھون نے فیصلہ یہ کیا ہی کہ ہر ماہ دو یا ڈھائی جزو شایع کرتے رہین گے۔ چنانچہ اس کنز مکتوم کا پہلا نمبر طبع ہو کر شایع ہو چکا ہی۔ شاہ صاحب پہلے اصل شعر مثنوی کا نقل کرتے ہین، اسکے نیچے اسکا منظوم اردو ترجمہ درج فرماتے ہین، اور اسکے بعد شرح کا اُردو ترجمہ۔ ترجمہ منظوم عموماً صاف، صحیح و سلیس ہی، اشعار ذیل سے اسکا اندازہ ہوگا:۔

| اشعار مثنوی | ترجمہ منظوم |
|---|---|
| (۱) ہر کسے از ظن خود شد یار من | ہر کوئی یار اپنے حسب ظن ہوا |
| وز درون من نجست اسرار من | پر نہ ڈھونڈھا بھید میرے سینہ کا |

| | |
|---|---|
| (۲) سِرِ من از نالۂ من دور نیست | بھید نالہ سے الگ میرا نہین |
| لیک چشم و گوش را آن نور نیست | نور، پر کان آنکھ کو اس کا نہین |
| (۳) چون قضا آید طبیب ابلہ شود | جب قضا آئے طبیب ابلہ بنے |
| آن دوا در نفع خود گمرہ شود | نفع کے بدلے دوا نقصان کرے |
| (۴) از قضا سرکنگبین صفرا فزود | ہان، قضا سے سرکہ بھی صفرا کرے |
| روغنِ بادام خشکی می نمود | روغنِ بادام سے خشکی بڑھے |
| (۵) اے ہمیشہ حاجت مارا پناہ | اے ہمیشہ میری حاجت کے پناہ |
| بار دیگر ما غلط کردیم راہ | بار دیگر مین نے پھر گم کی ہے راہ |

یہ نمونہ ترجمہ مثنوی کا تھا، اب ترجمہ شرح کا بھی نمونہ ملاحظہ ہو۔

"یہ گذشتہ تمثیل ہی، یعنی جیسا کہ جان ہمراہ تن ہی، مگر آنکھ سے نہین دیکھی جاتی ویسے ہی نالہ اور بھید جبتک باطن مین ہی حواس ظاہری سے ادراک مین نہین آسکتا" (صلا)

"مشہور رہی کہ موسم سرما مین جب آب باران کے قطرہ کو صدف لیکر مُنھ بند کرلیتی ہی، موتی پیدا ہوتا ہی۔ اگر پہلے قطرہ کے بعد دوسرے قطرہ یا اور کئی قطرون کی طالب ہوتی ہی، تو موتی پیدا نہین ہوتا یہ شعر 'بند بگسل' کی جانب اشارہ ہی۔ اس سے دنیا دار مراد ہین، جو فقط سونے چاندی ہی کی دُھن مین گرفتار ہین، اور یہ حرص اُن کے دم کے ساتھ ہی کیونکہ انھین قناعت نہین۔" (صھ)

"طریقہ سلوک دو طور پر ہی۔ پہلا یہ کہ عیبون سے پاک ہوجاے تاکہ معرفت الٰہیہ کے لیے تیار ہو اور اسکے بعد عشق پیدا ہو، معرفت الٰہیہ حاصل ہوجائے۔ دوسرا یہ کہ پہلے عشق حاصل ہو جسکے باعث تمام عیوب ظاہر ہوجائین گے۔ مولانا علیہ الرحمۃ پہلے طریق کو جسکا 'بند بگسل' سے تیسرے شعر تک مضمون ہی بیان فرماتے ہین، اور دوسرے طریقہ کو چونکہ یہ اُنھین زیادہ پسند ہی، اس لیے اسکے بعد اسی قول مذکور پر زور دیتے اور مبالغہ فرماتے ہین" (صنہ)

نظم کا نظم مین ترجمہ ایک نہایت دشوار کام ہی، جناب مترجم نے صحت معانی و سلاست کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی ہی، اور اکثر اس مین کامیاب بھی رہے ہین۔ تاہم کہین کہین اس 'محال' کو 'ممکن' بنانے مین ناکام بھی رہے ہین، مثلاً اس شعر کا کہ

تن ز جان و جان ز تن مستور نیست لیک کس را دید جان دستور نیست

ترجمہ یون نظم فرماتے ہین ؎

تن سے جان اور جان سے تن پنہان نہین پر کسی کو شوق دید جان نہین

دوسرے مصرعہ مین "دستور" کا ترجمہ ضرورت شعری سے مجبور ہوکر "شوق" کیا ہی، حالانکہ دونون کے معنی مین زمین و آسمان کا فرق ہی۔

اسی طرح اس شعر کا ؎

اے دوائے نخوت و ناموس ما اے تو افلاطون و جالینوس ما

ترجمہ یون کیا ہی ؎

اے ہمارے ننگ و عزت کی دوا ہے تو جالینوس و افلاطون بڑا

اس ترجمہ مین قطع نظر اسکے کہ مصرعۂ ثانی کی روح بالکل بدل گئی ہی، مصرعۂ اولی مین "نخوت" کا ترجمہ "ننگ" سے کرنا سمجھ مین نہین آتا۔ اُردو مین "ننگ و ناموس" ایک خاص محاورہ کی حیثیت سے ساتھ بولا جاتا ہی، لیکن تنہا "ننگ" کو نہ "ناموس" سے مناسبت ہی نہ "نخوت" سے اس مصرعہ مین بجائے "ننگ" کے "فخر" کا لفظ صحیح مفہوم ادا کر سکتا تھا۔

کہین کہین بعض اہم الفاظ کا ترجمہ چھوٹ بھی گیا ہی، مثلاً ؎

"گر خدا خواہد" نگفتند از بطر پس خدا بنمودشان عجز بشر

کا ترجمہ یہ کیا ہی ؎

پر نہ انشاء اللہ بولا کوئی بھی حق نے پس دکھلایا عجز آدمی

اس مین "از بطر" کا مفہوم بالکل غائب ہوگیا ہی، حالانکہ مصرعۂ اولی کی جان یہی لفظ تھا یعنی چونکہ ان اطبا، حاذق سے انشاء اللہ کہنا سہواً و اتفاقاً نظرانداز نہین ہوا، بلکہ از راہ خود بینی و خود اعتمادی اُنھون نے قصداً اس سے اعراض کیا تھا، اس لیے خدا نے اُن کی کوششون کو ناکام رکھا۔

امید ہی کہ اس سلسلہ کے آیندہ نمبرون مین مترجم صاحب زیادہ محنت و احتیاط سے کام لیکر اپنی مفید خدمت کو مفید تر بنائین گے۔ لیکن اُن کی خدمت کا سلسلہ اُسی وقت جاری رہ سکتا ہی جب شائقین تصوف اُن کی ہمت افزائی، اور اُن کی محنت کی قدر دانی کرین۔ مثنوی کی ایک ایسی مستند شرح کا معہ متن مثنوی کے

اُردو مین منتقل ہو جانا کوئی معمولی درجہ کا کام نہین۔ خداوند کریم جناب غوثی شاہ کو اس کارِ ثواب کے لیے جزاے خیر دے، اور اس کام کی تکمیل کے لیے توفیق ہمت و استقامت۔

قیمت سالانہ چار روپیہ، ششماہی دو روپیہ۔ اس قیمت پر چار سو صفحات کا (۲۰×۲۶) کی تقطیع، اور ۲۳ سطری مسطر کے ساتھ ملجانا ہرگز گران نہین۔ ملنے کا پتہ، مینیجر اختر دکن پریس، افضل گنج حیدر آباد دکن۔

عبدالماجد۔ دریاباد (بارہ بنکی)

# تازہ کلام حسرت

(مرسلہ بیگم حسرت موہانی)

نہ سہی گر اُنھین خیال نہین　　کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہین

یاد اُنھین وعدۂ وصال نہین　　کب کیا تھا یہی خیال نہین

ایسے بگڑے وہ سن کے شوق کی بات　　آجتک ہم سے بول چال نہین

مجھ کو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے　　خاطرِ یار بے ملال نہین

عفو حق کا ہے میکشون پہ نزول　　زیرشِ ابر برشکال نہین

ہمیہ کیون عرض حال دل پہ عتاب　　ایلچی کو کہین زوال نہین

سُن کے مجھ سے وہ خواہش پابوس　　ہنس کے کہنے لگے مجال نہین

دل کو ہے یاد شوق کا وہ ہُنر　　جس سے بڑھکر کوئی کمال نہین

آپ نادم نہون کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہین

# دنیا کے تمدنی مرکز

شفیق مکرم جناب مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی کے ساتھ دفتری اقتدار کے عاملین کو جو لطف و محبت ہر اُس کا اندازہ صرف اِس واقعہ سے کیا جا سکتا ہر کہ احمد آباد کے مقدمہ مین اُن کو دو سال کی سزا ملنے کے بعد بھی یہ اصحاب طمانیان کی نیند نہ سو سکے اور بالآخر ان کی عقل نکتہ رس نے اُن کی مدت اسیری کو دراز کرنے اور ملک و قوم کو اُن کی عظیم الشان خدمات سے ایک عرصہ مدید تک محروم رکھنے کے لیے خلاف ورزی ضوابط جیل کا مقدمہ چلا کر انھین دوبارہ سزا دلانیکی صورت نکالی حالانکہ خلاف ورزی ضوابط جیل اگر واقعی کوئی لائق تعذیر جرم ہر تو مین اپنے ذاتی مشاہدہ و علم کی بنا پر کہہ سکتا ہون کہ نہ صرف ہندوستان بھر کے تقریباً ایک لاکھ قیدیون کو بلکہ اُن کے ساتھ دس پندرہ ہزار عمال جیلخانہ کو نہ صرف سال مین ایک دفعہ بلکہ ہر روز کئی کئی بار سزایاب ہونا چاہیے۔ اپنی مصروفیتون اور پریشانیون کی وجہ سے ابھی تک مجھکو اس کا موقع نہین ملا کہ اپنے مشاہدات و تجربات زندان ناظرین الناظر اور دیگر اہل ملک کے مطالعہ کے لیے شایع کرتا۔ لیکن مین ببانگ دہل کہہ سکتا ہون کہ جیلخانہ کے جتنے ضوابط ہین اُن کو نہ محض عام قیدی بلکہ خود بڑے سے لیکر چھوٹے عمال تک روزانہ عمل سے حرف غلط ثابت کرتے رہتے ہین۔

مولانا حسرت یا دوسرے سیاسی قیدیون پر یقیناً دفتری اقتدار کے حکام کو ہر قسم کی جائز و ناجائز سختیون اور مظالم کا پورا حق حاصل ہر کہ اُن لوگون نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے جسم و جان کو مشق جفا کے لیے خود وقف کر دیا ہر لیکن اُن کو یہ واضح رہنا چاہیے کہ جور و تعدی اور ظلم و ستم نے دنیا مین کہین بھی ثمر نیک نہین دیا ہر اور نہ اُن کی خاطر فطرت کا یہ اٹل قانون بدل سکتا ہر کہ

گندم از گندم بروید جو ز جو

اگر وہ یہ توقع کرتے ہین کہ اپنی ناروا سختیون سے وہ حسرت جیسے فداکاران ملک و ملت کی آزاد روح کو مقید کر سکین گے تو این خیال است و محال است و جنون۔ مین جانتا ہون کہ دفتری اقتدار سے اسکی امید بے سود ہر کہ وہ اپنے رویہ کی اصلاح کرے گا۔ اور اِسی وجہ سے اب اس کو مخاطب کرنے

ہی کی ضرورت باقی نہین رہی۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمارے اہل ملک پوری طرح تمام واقعات وحالات سے باخبر ہوتے رہین۔ اسی نقطۂ نظر سے بیگم صاحبہ مولانا حسرت موہانی نے مولانا کے اُس بیان تحریری کو جو اُنھون نے اِس سنہ کے مقدمہ مین داخل کیا تھا اُردو اور انگریزی مین شائع کرادیا ہے جس سے اُن بے ضابطگیون کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے جو معمولی برقنداز اور چھوٹے چھوٹے اہلکاران محکمہ نہین بلکہ بڑی بڑی ماہوار پانے والے حکام تک کرتے رہتے ہین اور جن کو سزا کے بجاے عموماً ترقیات وخطابات کی صورت مین انعام واکرام دیا جاتا ہے۔

حال مین مولانا کی قیود مین مزید پابندیان اضافہ ہوگئی ہین اور اس بات کی پوری کوشش ہے کہ قید تنہائی کے ذریعہ سے اُن کے جسم ودماغ کو انتہائی مضرت پہونچائی جائے اِس تنہائی مین مولانا کو خدا معلوم کیسے دنیا کے فراہم شدہ اعداد وشمار سے دل بہلانے کا موقع مل گیا ہے اور اُنھون نے ارباب بصیرت کے لیے انھین اعداد وشمار کو مختلف اسلوب سے مرتب کیا ہے جسکی پہلی قسط درج ذیل کی جاتی ہے اور امید ہے کہ دلچسپی سے مطالعہ کیجائیگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

| (۱) لندن (انگلینڈ) | ۷۲۵۱۳۵۸ | (۱۲) اوساکا (جاپان) | ۱۲۵۰۰۰۰ |
|---|---|---|---|
| (۲) نیویارک (امریکہ) | ۷۲۰۰۰۰۰ | (۱۳) منیلا (فلپین) | ۱۲۵۰۰۰۰ |
| (۳) پیرس (فرانس) | ۲۹۰۰۰۰۰ | (۱۴) کلکتہ (ہند) | ۱۲۲۲۲۱۳ |
| (۴) ٹوکیو (جاپان) | ۲۸۶۰۰۰۰ | (۱۵) واشنگٹن (امریکہ) | ۱۱۴۳۰۰۰ |
| (۵) برلن (جرمنی) | ۲۵۰۰۰۰۰ | (۱۶) ہمبرگ (جرمنی) | ۱۰۵۰۰۰۰ |
| (۶) شکاگو (امریکہ) | ۲۱۸۵۳۸۳ | (۱۷) پیکن (چین) | ۱۰۰۰۰۰۰ |
| (۷) وائنا (آسٹریا) | ۲۰۳۱۰۰۰ | (۱۸) ماسکو (روس) | ۱۰۰۰۰۰۰ |
| (۸) پٹروگراڈ (روس) | ۲۰۰۰۰۰۰ | (۱۹) رایوڈیجنرو (برازیل) | ۱۰۰۰۰۰۰ |
| (۹) کینٹن (چین) | ۲۰۰۰۰۰۰ | (۲۰) ممبئی (ہند) | ۱۰۰۰۰۰۰ |
| (۱۰) فلیڈلفیا (امریکہ) | ۱۵۵۰۰۰۰ | (۲۱) بڈاپسٹ (ہنگری) | ۸۸۰۰۰۰ |
| (۱۱) قسطنطنیہ (ٹرکی) | ۱۲۵۰۰۰۰ | (۲۲) ہنگ کونگ (چین) | ۸۵۰۰۰۰ |

| نمبر | شہر | آبادی | نمبر | شہر | آبادی |
|---|---|---|---|---|---|
| (۲۳) | برمنگھم (انگلینڈ) | ۸۴۰۰۰۰ | (۴۶) | بالٹی مور (امریکہ) | ۵۵۸۴۸۵ |
| (۲۴) | بونس آئرس (آرجنٹائن) | ۸۳۶۰۰۰ | (۴۷) | ڈریسڈن (جرمنی) | ۵۵۰۰۰۰ |
| (۲۵) | میکاؤ (چین) | ۸۰۰۰۰۰ | (۴۸) | روم (اٹلی) | ۵۴۰۰۰۰ |
| (۲۶) | وارسا (پولینڈ) | ۷۹۰۰۰۰ | (۴۹) | بارسلونا (اسپین) | ۵۳۳۲۹۶ |
| (۲۷) | گلاسگو (اسکاٹلنڈ) | ۷۸۴۴۵۵ | (۵۰) | لیونس (فرانس) | ۵۳ ۰۰۰ |
| (۲۸) | لورپول (انگلینڈ) | ۷۴۶۰۰۰ | (۵۱) | مدراس (ہند) | ۵۱۸۰۰۰ |
| (۲۹) | پٹس برگ (امریکہ) | ۷۲۵۰۰۰ | (۵۲) | کولون (جرمنی) | ۵۱۶۰۰۰ |
| (۳۰) | سڈنی (آسٹریلیا) | ۷۲۵۰۰۰ | (۵۳) | برلیسلا (جرمنی) | ۵۱۱۸۹۱ |
| (۳۱) | نیپلس (اٹلی) | ۷۲۴۰۰۰ | (۵۴) | مارسیلز (فرانس) | ۵۰۰۰۰۰ |
| (۳۲) | منچسٹر (انگلینڈ) | ۷۲۴۰۰۰ | (۵۵) | کوپن ہیگن (ڈنمارک) | ۵۰۰۰۰ |
| (۳۳) | بوسٹن (امریکہ) | ۷۰۰۰۰۰ | (۵۶) | ہینگ چاؤ (چین) | ۵۰۰۰۰۰ |
| (۳۴) | شنگھائی (چین) | ۷۰۰۰۰۰ | (۵۷) | ملبورن (آسٹریلیا) | ۵۰۰۰۰۰ |
| (۳۵) | بروسیلز (بلجیم) | ۷۰۰۰۰۰ | (۵۸) | اوڈیسہ (روس) | ۴۷۸۵۰۰ |
| (۳۶) | سینٹ لوئی (امریکہ) | ۶۹۰۰۰۰ | (۵۹) | مانٹریل (امریکہ) | ۴۷۰۴۸۰ |
| (۳۷) | قاہرہ (مصر) | ۶۵۵۰۰۰ | (۶۰) | ڈیٹرائٹ (امریکہ) | ۴۷۰۰۰۰ |
| (۳۸) | بنکوک (سیام) | ۶۲۸۰۰۰ | (۶۱) | ہانگ کانگ (چین) | ۴۵۶۷۳۹ |
| (۳۹) | میونچ (جرمنی) | ۶۰۰۰۰۰ | (۶۲) | شفیلڈ (انگلینڈ) | ۴۵۴۶۵۳ |
| (۴۰) | کیوٹو (جاپان) | ۶۰۰۰۰۰ | (۶۳) | ٹیورن (اٹلی) | ۴۴۷۷۳۳ |
| (۴۱) | ملان (اٹلی) | ۶۰۰۰۰۰ | (۶۴) | حیدرآباد دکن (ہند) | ۴۴۶۰۰ |
| (۴۲) | لیپزگ (جرمنی) | ۵۸۸۰۰۰ | (۶۵) | لیڈز (انگلینڈ) | ۴۴۵۵۶۵ |
| (۴۳) | میڈرڈ (اسپین) | ۵۸۰۰۰۰ | (۶۶) | روٹرڈرم (ہالینڈ) | ۴۲۶۰۰۰ |
| (۴۴) | کلیولنڈ (امریکہ) | ۵۶۰۰۰۰ | (۶۷) | بفلو (امریکہ) | ۴۲۳۷۱۵ |
| (۴۵) | امسٹرڈم (ہالینڈ) | ۵۷۳۰۰ | (۶۸) | سان فرانسسکو (امریکہ) | ۴۲۰۰۰۰ |

| شہر | آبادی |
| --- | --- |
| (۶۹) فرینکفورٹ (جرمنی) | ۴۱۶۰۰۰ |
| (۷۰) ایلواسے (چین) | ۴۰۰۰۰۰ |
| (۷۱) پریگ (آسٹریا) | ۴۰۰۰۰۰ |
| (۷۲) لاڈز (پولینڈ) | ۳۹۴۸۵۰ |
| (۷۳) دہلی (ہند) | ۳۹۱۰۰۰ |
| (۷۴) بلفاسٹ (آئرلینڈ) | ۳۸۵۴۹۲ |
| (۷۵) میکسکو (امریکہ وسطی) | ۳۸۵۰۰۰ |
| (۷۶) ٹارنٹو (امریکہ) | ۳۷۶۰۰۰ |
| (۷۷) ملواکی ( " ) | ۳۷۳۸۵۷ |
| (۷۸) سنسناٹی ( " ) | ۳۷۰۰۰۰ |
| (۷۹) دمشق (شام) | ۳۶۰۰۰۰ |
| (۸۰) ڈسلڈارف (جرمنی) | ۳۶۰۰۰۰ |
| (۸۱) لزبن (پرتگال) | ۳۵۷۰۰۰ |
| (۸۲) برسٹل (انگلینڈ) | ۳۵۷۰۰۰ |
| (۸۳) سمرنا (ٹرکی) | ۳۵۰۰۰۰ |
| (۸۴) اسٹاکہم (ہالینڈ) | ۳۵۰۰۰۰ |
| (۸۵) پالرنو (سسلی) | ۳۴۲۰۰۰ |
| (۸۶) نیوآرلینس (امریکہ) | ۳۴۰۵۶۴ |
| (۸۷) اسکندریہ (مصر) | ۳۴۰۰۰۰ |
| (۸۸) نورنٹ ہیم (جرمنی) | ۳۳۲۶۵۱ |
| (۸۹) اڈنبرا (سکاٹلینڈ) | ۳۲۰۰۰۰ |
| (۹۰) لاس انجلاس (امریکہ) | ۳۲۰۰۰۰ |
| (۹۱) ڈبلن (آئرلینڈ) | ۳۰۹۲۷۴ |
| (۹۲) سنگاپور (ملایا) | ۳۰۳۳۲۱ |
| (۹۳) نیاپولسے (امریکہ) | ۳۰۲۵۴۰ |
| (۹۴) ریگا (روس) | ۳۰۰۰۰۰ |
| (۹۵) طہران (ایران) | ۲۹۰۰۰۰ |
| (۹۶) بوگوٹا (امریکہ جنوبی) | ۲۹۰۰۰۰ |
| (۹۷) برڈفورڈ (انگلینڈ) | ۲۸۸۵۰۹ |
| (۹۸) انٹورپ (بلجیم) | ۲۸۵۶۰۰ |
| (۹۹) اسٹٹ گارٹ (جرمنی) | ۲۸۵۴۴۰ |
| (۱۰۰) بخارسٹ (رومانیا) | ۲۸۲۰۰۰ |
| (۱۰۱) ہیگ (ہالینڈ) | ۲۸۰۵۱۵ |
| (۱۰۲) میگڈبرگ (جرمنی) | ۲۷۹۳۶۰ |
| (۱۰۳) ہل (انگلینڈ) | ۲۷۸۰۲۴ |
| (۱۰۴) ہنوور (جرمنی) | ۲۷۸۰۰۰ |
| (۱۰۵) جرسی شہر (امریکہ) | ۲۷۶۷۹۹ |
| (۱۰۶) سنٹیاگو (امریکہ جنوبی) | ۲۷۶۰۰۰ |
| (۱۰۷) مانٹی وڈیو (امریکہ) | ۲۷۰۰۰۰ |
| (۱۰۸) نیوکیسل (انگلینڈ) | ۲۶۶۶۰۰ |
| (۱۰۹) لکھنؤ (ہند) | ۲۶۴۰۰۰ |
| (۱۱۰) بورڈو (فرانس) | ۲۶۲۰۰۰ |
| (۱۱۱) ناٹنگھم (انگلینڈ) | ۲۵۹۹۴۲ |
| (۱۱۲) رنگون (ہند برہما) | ۲۵۰۰۰۰ |
| (۱۱۳) ٹنگڈاٹ (منچوریا) | ۲۵۰۰۰۰ |
| (۱۱۴) کنساس (امریکہ) | ۲۵۰۰۰۰ |

| شہر | آبادی |
| --- | --- |
| (۱۱۵) اسٹی ٹن (جرمنی) | ۲۵۰۰۰۰ |
| (۱۱۶) کیف (روس) | ۲۵۰۰۰۰ |
| (۱۱۷) کونگسبرگ (جرمنی) | ۲۵۰۰۰۰ |
| (۱۱۸) نان کنگ (چین) | ۲۴۰۰۰۰ |
| (۱۱۹) سیٹل (امریکہ) | ۲۲۸۰۰۰ |
| (۱۲۰) فلورنس (اٹلی) | ۲۳۳۰۰۰ |
| (۱۲۱) پورٹسموتھ (انگلینڈ) | ۲۳۱۱۹۵ |
| (۱۲۲) ٹریسٹ (آسٹریا) | ۲۳۰۸۶۰ |
| (۱۲۳) لیل (فرانس) | ۲۳۰۸۰۰ |
| (۱۲۴) لاہور (ہند) | ۲۳۰۰۰۰ |
| (۱۲۵) لیسٹر (آئرلینڈ) | ۲۲۷۲۲۳ |
| (۱۲۶) لوئی ولی (امریکہ) | ۲۲۵۰۰۰ |
| (۱۲۷) کرسچیانا (ناروے) | ۲۲۱۸۳۴ |
| (۱۲۸) ڈین ور (امریکہ) | ۲۲۰۰۰۰ |
| (۱۲۹) احمد آباد (ہند) | ۲۱۵۰۰۰ |
| (۱۳۰) ڈارٹمنڈ (جرمنی) | ۲۱۵۰۰۰ |
| (۱۳۱) کیل (جرمنی) | ۲۱۲۰۰۰ |
| (۱۳۲) بنارس (ہند) | ۲۰۹۰۹۵ |
| (۱۳۳) پورٹ لینڈ (امریکہ) | ۲۰۷۲۱۴ |
| (۱۳۴) لمبرگ (آسٹریا) | ۲۰۷۰۰۰ |
| (۱۳۵) کانپور (ہند) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۳۶) تبریز (ایران) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۳۷) نارکوف (روس) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۳۸) دی ہائی وائی (چین) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۳۹) یوکوہاما (جاپان) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۰) سیول (کوریا) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۱) پرنامبکو (جنوبی امریکہ) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۲) سین سالویڈر (جنوبی امریکہ) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۳) کیپ ٹاؤن (افریقہ) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۴) لیج (بلجیم) | ۲۰۰۰۰۰ |
| (۱۴۵) مین ہیم (جرمنی) | ۱۹۴۴۰۰ |
| (۱۴۶) زوریچ (سوئٹزرلینڈ) | ۱۹۰۱۱۶ |
| (۱۴۷) ایڈیلیڈ (آسٹریلیا) | ۱۹۰۰۹۴ |
| (۱۴۸) طفلس (جارجیا) | ۱۸۵۰۰۰ |
| (۱۴۹) مانڈلے (ہند برہما) | ۱۸۳۵۰۰ |
| (۱۵۰) آگرہ (ہند) | ۱۸۲۴۴۹ |
| (۱۵۱) کارڈف (انگلینڈ) | ۱۸۲۲۰۰ |
| (۱۵۲) اسٹراسبرگ (فرانس) | ۱۸۲۱۴۰ |
| (۱۵۳) ہلٹن (انگلینڈ) | ۱۸۰۸۸۵ |
| (۱۵۴) ناگاساکی (جاپان) | ۱۸۰۰۰۰ |
| (۱۵۵) ڈینزگ (جرمنی) | ۱۸۰۰۰۰ |
| (۱۵۶) الہ آباد (ہند) | ۱۷۵۷۴۸ |
| (۱۵۷) وینس (اٹلی) | ۱۷۵۰۰۰ |
| (۱۵۸) سالونیکا (یونان) | ۷۴۰۰۰ |
| (۱۵۹) بولونا (اٹلی) | ۷۲۶۳۹ |
| (۱۶۰) ٹولیڈو (امریکہ) | ۷۰۰۰۰ |

| نمبر | شہر (ملک) | آبادی |
|---|---|---|
| (۱۶۱) | مین لس (فرانس) | ۱۷۰۲۸۰ |
| (۱۶۲) | گوٹن برگ (ناروے) | ۱۶۸۰۰۰ |
| (۱۶۳) | گان (بلجیم) | ۱۶۶۰۰۰ |
| (۱۶۴) | ڈنڈی (اسکاٹلینڈ) | ۱۶۵۰۰۶ |
| (۱۶۵) | جوہانسبرگ (ٹرنسوال) | ۱۶۵۰۰۰ |
| (۱۶۶) | برمین (جرمنی) | ۱۶۴۰۰۰ |
| (۱۶۷) | ایبرڈین (اسکاٹلنڈ) | ۱۶۳۰۸۴ |
| (۱۶۸) | امرتسر (ہند) | ۱۶۲۰۰۰ |
| (۱۶۹) | اسٹونا (جرمنی) | ۱۶۱۵۶۰ |
| (۱۷۰) | ڈھولپور (ہند) | ۱۶۱۰۰۰ |
| (۱۷۱) | تاشقند (ترکستان) | ۱۶۰۰۰۰ |
| (۱۷۲) | کولمبو (سیلون) | ۱۶۰۰۰۰ |
| (۱۷۳) | ہالے (جرمنی) | ۱۶۰۰۰۰ |
| (۱۷۴) | کرائیڈن (انگلینڈ) | ۱۵۹۵۵۹ |
| (۱۷۵) | بنگلور (ہند) | ۱۵۹۰۳۰ |
| (۱۷۶) | اٹلینٹا (امریکہ) | ۱۵۴۸۳۰ |
| (۱۷۷) | ٹولوس (فرانس) | ۱۵۴۰۰۰ |
| (۱۷۸) | ہاوڑہ (ہند) | ۱۵۲۰۰۰ |
| (۱۷۹) | سنڈلینڈ (انگلینڈ) | ۱۵۱۱۶۲ |
| (۱۸۰) | روک لینڈ (امریکہ) | ۱۵۰۱۷۰ |
| (۱۸۱) | سارا ٹوف (روس) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۲) | کرانٹ دلا (منچوریا) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۳) | کٹانیہ (سسلی) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۴) | فیض (مراکو) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۵) | کوبی (جاپان) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۶) | جے پور (ہند) | ۱۵۰۰۰۰ |
| (۱۸۷) | والپرائسو (امریکہ جنوبی) | ۱۴۸۲۶۰ |
| (۱۸۸) | اولڈہم (انگلینڈ) | ۱۴۷۴۹۵ |
| (۱۸۹) | مسینا (سسلی) | ۱۴۷۱۰۶ |
| (۱۹۰) | بغداد (عراق) | ۱۴۵۰۰۰ |
| (۱۹۱) | نوائس (فرانس) | ۱۴۱۶۲۴ |
| (۱۹۲) | بیروت (شام) | ۱۴۰۸۰۰ |
| (۱۹۳) | الجیرس (الجیریا) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۴) | کابل (افغانستان) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۵) | قازان (روس) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۶) | ورجنی پگ (امریکہ) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۷) | روبے (فرانس) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۸) | گوٹیز (آسٹریا) | ۱۴۰۰۰۰ |
| (۱۹۹) | بریلی (ہند) | ۱۳۷۴۳۲ |
| (۲۰۰) | ہلسنگفورس (روس) | ۱۳۷۲۴۶ |
| (۲۰۱) | اکیس لاشپیل جرمنی | ۱۳۵۲۳۵ |
| (۲۰۲) | پٹنہ (ہند) | ۱۳۵۰۰۰ |
| (۲۰۳) | ہنوئی (انام) | ۱۳۵۰۰۰ |
| (۲۰۴) | ممفس (امریکہ) | ۱۳۳۸۶۰ |
| (۲۰۵) | نیوہیون (امریکہ) | ۱۳۳۶۰۵ |
| (۲۰۶) | برائٹن (انگلینڈ) | ۱۳۱۱۲۵ |

| شہر | آبادی |
| --- | --- |
| (۲۰۷) وینکوور (امریکہ) | ۱۳۰۱۱۴ |
| (۲۰۸) ناگپور (ہند) | ۱۳۰۰۰۰ |
| (۲۰۹) برنیبرک (جرمنی) | ۱۲۸۲۵۰ |
| (۲۱۰) ایتھنز (یونان) | ۱۲۸۰۰۰ |
| (۲۱۱) حلب (شام) | ۱۲۷۱۵۰ |
| (۲۱۲) پرسٹن (انگلینڈ) | ۱۲۷۱۱۳ |
| (۲۱۳) ٹولون (فرانس) | ۱۲۶۴۲۲ |
| (۲۱۴) جینوا (سوئٹزرلینڈ) | ۱۲۶۰۰۰ |
| (۲۱۵) ایسن (جرمنی) | ۱۲۵۰۰۰ |
| (۲۱۶) اماہا (امریکہ) | ۱۲۵۰۰۰ |
| (۲۱۷) پوزن (جرمنی) | ۱۲۵۰۰ |
| (۲۱۸) پوٹرنجیت (بلجیم) | ۱۲۴۱۲۰ |
| (۲۱۹) ڈربی (انگلینڈ) | ۱۲۳۴۳۳ |
| (۲۲۰) ترچناپلی (ہند) | ۱۲۲۱۸۰ |
| (۲۲۱) سری نگر (ہند) | ۱۲۲۰۰۰ |
| (۲۲۲) ناروچ (انگلینڈ) | ۱۲۱۴۹۳ |
| (۲۲۳) وولوچ ( " ) | ۱۲۱۳۰۳ |
| (۲۲۴) نیسے (فرانس) | ۱۲۰۲۶۰ |
| (۲۲۵) یارقند (ترکستان) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۲۶) بیٹویا (جاوا) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۲۷) سراخان (روس) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۲۸) سورت (ہند) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۲۹) باکو (روس) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۳۰) روسالو (امریکہ جنوبی) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۳۱) برسبین (آسٹریلیا) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۳۲) کراچی (ہند) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۳۳) میرٹھ (ہند) | ۱۲۰۰۰۰ |
| (۲۳۴) ریمس (فرانس) | ۱۱۶۰۰۰ |
| (۲۳۵) رووین (فرانس) | ۱۱۶۰۰۰ |
| (۲۳۶) پونا (ہند) | ۱۱۲۵۸۰ |
| (۲۳۷) قرطاجنہ (امریکہ) | ۱۱۲۰۰۰ |
| (۲۳۸) ارفورٹ (جرمنی) | ۱۱۲۰۰۰ |
| (۲۳۹) ڈیبٹ فورڈ (انگلینڈ) | ۱۰۹۴۹۸ |
| (۲۴۰) برلن (جرمنی) | ۱۰۹۳۴۶ |
| (۲۴۱) بانے (سوئٹزرلینڈ) | ۱۰۹۲۷۸ |
| (۲۴۲) مدورا (ہند) | ۱۰۵۵۰۰ |
| (۲۴۳) گوالیار (ہند) | ۱۰۵۰۰۰ |
| (۲۴۴) برج پورٹ (امریکہ) | ۱۰۲۰۵۴ |
| (۲۴۵) البنی (امریکہ) | ۱۰۲۰۰۰ |
| (۲۴۶) ہالی فیکس (امریکہ) | ۱۰۱۵۵۶ |
| (۲۴۷) فوچاؤ (چین) | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۴۸) اکائی فونگ (چین) | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۴۹) نجنی نووا گوراد (روس) | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۵۰) قرطاجنہ (اسپین) | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۵۱) کارلس رہو (جرمنی) | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۵۲) لین چاؤ (چین) تقریباً | ۱۰۰۰۰۰ |

| | | |
|---|---|---|
| (۲۵۲) سوانسی (انگلینڈ) | تقریباً | ۱۰۰۰۰۰ |
| (۲۵۳) بڑودہ (ہند) | | |
| (۲۵۵) اندور (ہند) | | |
| (۲۵۶) پشاور (ہند) | | |

نیم تنہائی کے ایک مشغلہ بیکاری کا نتیجہ شمار اعداد کا یہ مجموعہ بھی دلچسپی سے خالی نہین ہی ناظرین غور فرمائین کو دنیا کے ایسے ۲۵۶ شہرون مین سے جن کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہی ۱۲۲ یورپ ۷۲ ایشیا، ۴۳ امریکہ ۶ افریقہ، اور ۴ آسٹریلیا مین واقع ہین۔ گویا اس لحاظ سے یورپ کا پلا اور ایشیا کا دوسرا نمبر ہی۔ پھر ایشیا مین ہندوستان کو درجۂ امتیاز حاصل ہی کیونکہ ایشیا کے ۷۲ شہرون مین سے ۳۳ یعنی نصف کے قریب ہندوستان کے شہر ہین۔ باقی نصف مین ایشیا کے دیگر ممالک کا حصہ ہی۔ اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ ہندوستان مین بھی صوبہ متحدہ آگرہ واودھ اس باب مین باقی کل صوبون سے افضل ہی۔ اس لیے کہ ہندوستان کے ۳۳ شہرون مین سے سات شہر صرف اسی ایک صوبہ مین واقع ہین یعنی لکھنؤ، بنارس، کانپور، آگرہ، الہ آباد، بریلی، میرٹھ علاوہ برین ہندوستان مین ایسے ۲۵ شہر اور بھی ہین جنکی آبادی گو ایک لاکھ سے کم لیکن پچاس ہزار یا اس سے زیادہ ہی۔ ایسے ۲۵ شہرون مین سے بھی ۱۱ صوبہ متحدہ ہی مین واقع ہین یعنی مرزاپور، رامپور، مرادآباد، فرخ آباد، شاہجہان پور، فیض آباد، علی گڈھ، سہارنپور، گورکھپور، جھانسی اور متھرا۔ جس سے صاف ظاہر ہی کہ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ہمارا صوبہ سارے ہندوستان کی جان ہی۔

حسرت موہانی

اسرار وجود خام و ناپختہ بماند
وان گوہر بس لطیف ناسفتہ بماند
ہر کس بطریق عقل چیزے گفتند
آن نکتہ کہ اصل بود ناگفتہ بماند

---

قدر مے گل دل بادہ پرستان دانند
نے تنگدلان و تنگدستان دانند
از بے خبری بے خبران معذورند
ذوقے ست درین بادہ کہ مستان دانند

(خیام)

# مجاز سے حقیقت تک

۱

چہرہ سے نقاب اپنے ہٹا دے مرے گلفام
پھر دیکھ کہ کس طرح چمکتا ہے لبِ بام
مہتاب سے جاتی ہے بدل تیرگیِ شام
آتے ہین قدم چومنے کو چرخ سے اجرام
بجلی سی ابھی کوندنے لگتی ہر فضا مین
اک نور کا دریا نظر آتا ہے ہوا مین

۲

شانون پہ ذرا چھوڑ دے بل کھائے ہوے بال
پھر دیکھ کہ کیا حسن کا بچھتا ہے نیا جال
ہوتے ہین ہرن چین کے تری راہ مین پامال
نافون کا نہین رہتا ہر دنیا مین کہین کال
خوشبو کی ہر رَو دوڑتی اطرافِ جہان مین
جسطرح ہوا چلتی ہے گلزارِ جنان مین

۳

گر چشم فسون ساز کو آمادہ ادا پر
پھر دیکھ کہ پریان تری ہوتی ہین مسخر
سجدے مین ترے سامنے گرتے ہین فسون گر
کھلتے ہین اشارون مین ترے حسن کے دفتر
شہرت ہر تری پھیلتی جادو نظرون مین
ہوتی ہر قیامت سی بپا عشوہ گرون مین

۴

لا اپنے لبون پر تو ذرا رنگِ تبسم
پھر دیکھ کہ کوثر مین بھی ہوتا ہے تلاطم
مُردون کو سُناتے ہین ملک زمزمۂ قُم
ہوتے ہین سرافیل کے بھی ہوش و خرد گم
دنیا کو کبھی بادۂ کوثر ہین پلاتے
خُم بھر کے کبھی آبِ بقا کے ہین لنڈھاتے

۵

رکھ سامنے آئینہ ذرا اے بُتِ خوشرنگ
پھر دیکھ کہ ہوتا ہے وہ جلوے سے ترے دنگ
ہو جائے مقابل جو ترے حسن کا نیرنگ
تارون کی تجلی بھی ٹھہرتی نہین پاسنگ
چشمہ تری شوخی کا گر اک بار ابل جائے
آغوش سے آئینہ کے سیماب نکل جائے

۶

جنبش مین تو لا اپنے قدِ جلوہ فگن کو
پھر دیکھ کہ آتی ہے حیا سروِ چمن کو
بھولے گا ابھی کبک دری اپنے چلن کو
یاد آئے گی یہ چال نہ آہوئے ختن کو
شوخی ہر تری چال مین مستی بھی ادا بھی
ہر نقش قدم پر ترے جھکتی ہر ہوا بھی

### ۷

ہستی ہے تری حسن کا بے تھاہ سمندر
ہر ذرہ ترے جسم کا ہے چشمۂ خاور
رگ رگ میں تری روشنیاں رہتی ہیں مضطر
رکھے گا نہاں پردہ میں کب تک رخ انور
گیتی پہ نظر ڈال ذرا ناز و ادا سے
آتی ارنی کی ہے صدا ارض و سما سے

### ۸

ملبوس مجازی میں تو اب تک ہے ضیا پاش
لازم ہے کہ اب راز حقیقت کو کرے فاش
دیکھیں تجھے بے پردہ اب اے حسن ازل کاش
باقی نہ رہے صورت و معنی میں یہ پرخاش
دھوکا جو نظر کا ہے وہ اٹھ جائے نظر سے
قطرہ کا کھلا رشتہ ہو تابندہ گہر سے

### ۹

اے حسن جہان سوز دکھا جلوۂ عریان
تارے بھی ترے شوق کے رستے میں ہیں رقصان
ہے نور سحر دھن میں تری چاک گریبان
ہے باد صبا بھی تری منزل میں شتابان
گل کھول کے آنکھیں تری آمد کو ہیں تکتے
مرغان چمن یاد میں ہیں تیری چہکتے

### ۱۰

میں قطرۂ شبنم ہوں تو خورشید درخشان
یہ قطرہ ترے نور کے چشمے میں ہو پنہان
میں دستۂ خاشاک ہوں تو شعلۂ عریان
کر صورت گلدستہ تو اس دستہ کو خندان
گل ہو کے مری شمع رخ صبح دکھا جائے
ہستی مری مٹ کر تری ہستی میں سما جائے

(تسلیم)

درکوی خرابات جگر سوزی چند
بنشستہ بہ بند باد دل افروزی چند
در دست گرفتہ بادہ مطرب زگفت
ہم بگذرد و نماند این روزے چند

---

آنہا کہ کہن شدند و آنہا کہ نو اند
ہر یک بمراد خویش یک یک برسند
این سفلہ جہان بکس نماند جاوید
رفتند و روند و دیگر آیند و روند

(خیام)

# انگریزون کا پہلا قدم بہار مین

اگر ہم ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی کوششون کا پتہ لگانا چاہین تو ہمین یقیناً اُن خطوط کی طرف نظر دوڑانی پڑے گی جو اُس زمانہ کے افسرون نے ایک دوسرے کو یا اپنے صدر دفتر کو لکھے ہین۔ یہ خطوط تاریخی حیثیت سے نہایت اہم ہین۔ ان سے دیکھنے سے ہندوستان کی پرانی عظمت پرانی شوکت اور پُرانی دولت کا ایک دھندلا سا خاکہ کھنچ جاتا ہے۔ ایسے خطوط انڈیا آفس کے دفاترین محفوظ ہین اور اگر ہندوستان سے جاننے والے طالب العلم اُن کے مطالعہ مین وقت صرف کرین تو ہندوستان کے نقطہ خیال سے بہت سے اہم سیاسی نکتے بآسانی حل ہوجائین گے۔ ان خطوط سے کام لینے والے حضرات غیر ملکی ہین اور اس لیے وہ ایک غیر ملکی عینک لگا کر تمام معاملات کو دیکھتے ہین۔ اگر کوئی ہمارا آدمی ان خطوط کو دیکھے گا تو بہت سی تہ بتہ کی باتین معلوم ہوجائین گی۔

یہان انگریزون کی طرف سے باضابطہ ایجنٹ تو ۱۶۵۱ء مین موجود تھا لیکن سنہ ۱۶۲۰ء کے لگ بھگ ہی انگریزون نے تجارتی سلسلہ قایم کرنے کی کوشش کردی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی وقعت ہندوستان مین کچھ بھی نہ تھی اور یہان کے انگریز تاجرون کو ایک بڑی حد تک مسلمان حکام کے چشم و ابرو کے اشارون پر کام کرنا پڑتا تھا۔ انگریزون کی تجارت کا دارومدار مسلمان گورنر کی مہربانیون پر تھا۔ دوسری وقت اُس زمانہ مین یہ تھی کہ انگریزون کا تجارتی سلسلہ سورت اور آگرہ ہوکر خشکی خشکی قایم تھا اور اُن کا مال سمندر کے ذریعہ سے نہین آتا تھا۔ انھون نے ہوگلی مین فیکٹری تیس۳۰ برس کے بعد ۱۶۵۱ء مین قائم کی تھی اور اُس کے بعد سے اُن کی تجارت کو فروغ ہوا۔

پہلا شخص جو گویا بنگال کی حکومت کے قیام کا باعث ہوا ہے اس کا نام مسٹر ہیوجنیر تھا۔ یہ شخص ۱۶۱۴ء مین کمپنی کا نوکر ہوا اور اجمیر مین کام کرنے کے بعد ۱۶۱۸ء مین آگرہ آگیا۔ اسی شخص کو سرٹومس رو نے جو انگلستان کے سفیر ہوکر جہانگیر کے دربار مین آئے تھے ایک مصور کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔ اس کی مصوری کے نقوش سے تاریخ ناآشنا ہے لیکن بنگال کی حکومت کے لیے ہم اسے

پہلا قدم انداز کہہ سکتے ہین۔

مسٹر ہیوجینر کے آنے کی ابتدا یون ہوئی کہ بہار کے بنے ہوئے روئی کے کپڑے ہندوستان بھر مین بہت تیزی سے بک رہے تھے اس لیے سورت کے صدر اور کونسل نے مناسب سمجھا کہ جہان خود یہ کپڑے بُنے جاتے ہون وہین سے خریداری کی جائے اور اسی کام کے لیے آگرہ فیکٹری کے مدارالمہام مسٹر ہیوجینر کو حکم ہوا کہ وہ پٹنہ حاجی پور خود جائین، اور دریز، چھینٹ اور امبرٹی کی خریداری کرین۔ مسٹر موصوف ۵ رجون ۱۶۲۰ء کو آگرہ سے روانہ ہو گئے تھے اور ۳ رجولائی کو پٹنہ پہونچ گئے۔ اُنھون نے چھ سو میل کی مسافت ۲۸ دنون مین طے کر لی۔ مسٹر پٹر منڈی ایک دوسرے صاحب ۶ راگست کو روانہ ہوے اور ۲۰ رستمبر کو پٹنہ پہونچے کیونکہ ان کے ساتھ آٹھ لدی ہوئی گاڑیان تھین اور موسم برشگال پورے زور و ن پر تھا۔

مسٹر ہیوجینر کو مقرب خان صوبہ دار بہار نے بہت اچھی طرح سے اُتارا۔ خود مسٹر ہیوجینر نے جو خطوط لکھے ہین اُن سے پتہ لگتا ہو کہ مسٹر موصوف پر مقرب خان کا بہت رُعب غالب تھا۔ پھر بھی وہ شکریہ کے جذبات سے لبریز ہو رہے تھے افسوس یہ ہو کہ مسٹر ہیوجینر جسے ہم بنگال و بہار کی حکومت کا نمونہ کہنے والا کہہ سکتے ہین ایک نہایت جاہل آدمی تھا اور اُس کے خطوط مین قواعد کی معمولی پابندی یا علم ادب کی معمولی صلاحیت بھی معلوم نہین ہوتی ہو۔ مقرب خان کی تعریف مین ایک جُملہ یہ بھی لکھا ہو "آپ جانتے ہین کہ وہ معاملہ کے بہت صاف ہین"۔ یہ خط صدر مقام کو بھیجا گیا تھا اور اسمین تمام ان فرمائشات کا تذکرہ ہو، جو نواب کی طرف سے انھین موصول ہوئی تھین۔ نواب نے خود مسٹر ٹومس رو کو سمجھایا تھا کہ انگریز معمولی قسم کے کپڑے اور ذلیل تلوارون کی تجارت مین کیون پھنسے ہوے ہین۔ انھین لازم ہو کہ چین و جاپان کی قیمتی اشیاء کو لا کر ہندوستان مین بیچین۔ خود نواب نے ایک طویل فہرست شیشہ، پرلیس اور چمکدار کپڑون کی دیگر خریداری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ ایک حیرت انگیز بات ہو کہ نواب جاپان سے کیونکر واقف تھا اور کیا جاپان مین تجارت کی ترقی اُس وقت مین بھی ہو گئی تھی؟

نواب مقرب خان نے انگریزون کو اجازت دی کہ وہ ایک مکان شہر مین لیکر تجارت کر سکتے ہین، خود مسٹر ہیوجینر کے الفاظ یہ ہین "مین نے بڑے بازار مین کوتوالی کے پاس ایک مکان کرایہ پر لیا ہو

اور اُسکے لیے چھ روپیہ ماہوار دینا پڑین گے"۔

اگر آج وہائی لوئے لیڈی لا یا دوسرے انگریزی تجار سے کہا جائے کہ تمھاری تجارت کی ابتدا یون ہوئی ہے تو شاید وہ اسے ہتک عزت پر محمول کرین اُس وقت مسٹر ہیوجینر کے خواب و خیال مین بھی یہ بات نہ آئی ہوگی کہ چھ روپیہ بارہ آنہ کے مکان سے گورنمنٹ ہاؤس کی ابتدا ہوتی ہے افسوس یہ ہے کہ آج اس کا پورا پتہ نہین لگتا ہے کہ یہ فیکٹری کہان پر تھی لیکن اگر ہم "بورمی" صاحب کی لکھی ہوئی کتاب اور "رینل" صاحب کے نقشہ (۱۷۸۰ء) کو ساتھ ملاکر دیکھین تو ہمین یہ جگہ ملجائے گی۔ حکومت برطانیہ کو لازم تھا کہ اِس فیکٹری کی اصل جگہ کا پتہ لگا کر اس کو تاریخی حیثیت سے محفوظ کرلیتی۔ شاید وہ یہ سمجھتی ہے کہ ایک ذلیل مکان کو دیکھکر اُس کی وقعت مین بٹہ لگے گا۔

مسٹر ہیوجینر نے جتنے مراسلات سورت کو روانہ کیے ہین ان مین پٹنہ شہر کا تذکرہ بہت کم ہے ایک خط مین لکھتے ہین کہ "یہ شہر بنگالہ مین تجارت کا سب سے بڑا مرکز ہے"۔ ایک خط مین ایک آتش زدگی کا بھی تذکرہ ہے جس سے انگریزون کی دوکان جلتے جلتے بچی۔ ایک جگہ لکھتے ہین کہ "شہر سے مال مہندر وسرائے دریا کے ذریعہ سے پہونچایا جاتا ہے اور وہاں سے بیل گاڑیون پر لاد کر آگرہ روانہ کیا جاتا ہے"۔ اِس جملہ سے ہمین شہر کی جغرافیائی تبدیلی کا پتہ لگتا ہے کیونکہ آج کل مہندر وسرائے اور شہر کے بیچ مین ایک سڑک موجود ہے۔ اور وہان گاڑی براہ راست جاتی ہے لیکن اُس زمانہ مین معلوم یہ ہوتا ہے کہ گاڑی کا راستہ نہین تھا اور دریا کے بغیر کوئی راستہ نہین مل سکتا تھا۔

مسٹر ہیوجینر کے خطوط مین حاجی پور کا بھی کوئی تذکرہ نہین ہے۔ حالانکہ ابتدا اُ سورت سے جتنے حکمنامے آتے تھے اُن مین "ہوگری پور پاٹنہ" لکھا ہوتا تھا۔ سورت کے حکام حاجی پور اور پٹنہ کو ایک ہی جگہ سمجھتے تھے مسٹر پٹر منڈی کے ایک خط مین یہ لکھا ہوا ہے "مین اپنا کام ختم کرکے دریا سے حاجی پور پٹنہ گیا۔ یہ جگہ بہت پرانی ہے اور اگلے زمانہ مین یہان بہت سے لوگ آباد کرتے تھے لیکن اب پٹنہ جو حال ہی مین بنا ہے زیادہ مشہور ہوگیا ہے"۔ اِن جملون سے ہمین مسٹر موصوف کی تاریخ دانی کا پتہ لگتا ہے۔ انھین اتنا بھی معلوم نہین ہے کہ پٹنہ اُن کے آنے سے دو ہزار سال قبل آباد تھا۔

مسٹر ہیوجینر کے ایک خط سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ انگریزون کے آنے سے قبل یہان پر تگیسز کثیر تعداد مین موجود تھے۔ اور اُن کی تجارت انگریزون سے بہت بڑھی چڑھی تھی۔ وہ اِن ممالک مین

گرم مسالحہ، چین کے ریشمی کپڑے، ٹین، اور جواہرات لاتے تھے اور یہان سے جونپور کے قالین ریشمی کپڑے اور عمدہ ململ لیجاتے تھے۔ ان کی تجارت انگریزون کی طرح محض پُرانی تلوارون یا معمولی قسم کے سوتی کپڑون پر محدود نہ تھی۔ ان کی ایک باضابطہ تجارت گاہ پٹنہ مین موجود تھی اور اُن کا مال ملاکہ اور کوچین سے جہازات کے ذریعہ ہوگلی اور پیپلی کے بندرگاہون مین آتا تھا اور وہان تمام بنگالہ مین تقسیم ہوتا تھا ان کو ہوگلی اور پیپلی مین تجارت کی اجازت بنگالہ کے بادشاہ سے مل گئی تھی، ان تمام وجوہ سے اُن کو انگریزون پر تفوق حاصل تھا۔ انگریزون کا مال خشکی سے آنے کی وجہ سے گران پڑتا تھا۔ پرتگیز تجار کے جہازات نہایت تیز ہوتے تھے کیونکہ دھارے کی مدد سے پانچ چھ دنون مین وہ ہوگلی پہونچ جاتے اور دھارے کے خلاف سولہ سترہ دنون مین آجاتے۔

جسوقت مسٹر ہیوجیز پٹنہ پہونچے اُنھون نے ان تمام حالات کا مطالعہ کیا۔ اُن کی ہمت افزائی نواب کی طرف سے ہوچکی تھی۔ لیکن اُنھین ضرورت محسوس ہوئی کہ یہان باضابطہ قیام کرین، کافی روپیہ لگائین اور محنت وجانفشانی کرین تب کہین پرتگیز تجار کا مقابلہ ہوسکتا ہے۔ مسٹر موصوف نے جو خط ۳۰ نومبر ۱۶۲۰ء کو لکھا ہے اُسکے الفاظ یہ ہین "جن دواشیا سے یہ فیکٹری چل سکتی ہے وہ چھینٹ اور ریشم ہین لیکن اُن کا دستیاب ہونا اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک یہان باضابطہ طور سے قیام نہ کرلیا جائے یہان (Silk cloth) ریشمی کپڑے ([illegible]) دوسوتی (Fine sheeting) عمدہ لمدراز بھی نہایت اچھے دستیاب ہوتے ہین۔ یہ سب بیکنٹھ پور لایا جاتا ہے۔ یہان بنگالہ سے ٹسر بھی دستیاب ہوسکتا ہے"۔

مسٹر موصوف نے کمپنی سے درخواست کی کہ زیادہ روپیہ مالدہ، بہار اور بنارس مین چیزون کی خریداری مین لگائے۔ ان خطوط سے ہمین پتہ لگتا ہے کہ پٹنہ مین ریشم اور سوت دونون کے بہترین کپڑے دستیاب ہوتے تھے۔ اگر آج ہم پٹنہ بھر مین گھومین تو مشکل سے سو پچاس کاریگر ریشمی کپڑون کے ملین گے جو کارچہ مگر ابھی تک اپنی تجارت مین لگے ہوے ہین اُنھین پیٹ بھر کر رزق بھی نصیب نہین ہوتا ہے۔ اُسوقت انگریزون کی حیثیت زیادہ روپیہ لگانے کی نہین تھی اسی لیے جب مسٹر ہیوجیز نے دیکھا کہ نفع بیشمار ہوگا تو اُنھون نے صدر کونسل سے درخواست کی کہ زیادہ روپیہ اسی طرف کی تجارت مین لگایا جائے۔ آگرہ سے ایک مرتبہ تھوڑا سا مال انگریز لائے تھے لیکن یہ سب خود نواب کی سرکار مین

بک گیا اور انگریز دو ہزار چار سو پا کر مالامال ہو گئے۔ صرف اس سے بھی یہان کی دولت کا پتہ لگتا ہی۔ دوسرے ممالک کے تجار سارے صوبہ کے لیے مال لاتے ہین اور سب ایک دربار مین فروخت ہو جاتا ہے۔

مسٹر بارکر اور مسٹر ہیو جینیز کے خیالات۔ یہ بھی پتہ لگتا ہی کہ ململ اور دوسرے سوتی کپڑے "لکھا بار" سے جو پٹنہ سے ۴۰ میل پر ہی لائے جاتے تھے۔ یہان ایک ہزار تھان روزانہ بنے جاتے تھے اور مسٹر ہیو جینیز نے باوجود سرمایہ کی قلت کے پچاس ہزار روپے سورت کے حکام سے طلب کیے اور لکھا کہ کپڑے بیحد ارزان ہین کیونکہ کل اتنی رقم مین تیئس ہزار تھان دستیاب ہو سکتے ہین۔ تھان کی قیمت دو روپیہ فی تھان سے لیکر چھ روپیہ فی تھان تک تھی۔

یہ بھی ہماری پرانی تجارت جسکے لیے دوسرے ممالک کے لوگ ہمارے یہان آکر ہمارے بادشاہون کی خوشامدین کرتے تھے۔ ایک ہزار تھان کا بُنا جانا صرف "لکھا بار" مین ایک حیرت انگیز معمہ ہے۔ اُس زمانہ مین کوئی فیکٹری موجود نہ تھی۔ کام کارخانون مین کرگھ کے ذریعہ سے کام ہوتا تھا معلوم نہین ایک ہزار تھان کو بُننے کے لیے کتنے مزدورون کی ضرورت تھی۔ قیمت پر اگر ہم نظر کرین تو دو روپیہ کی حقیر رقم نہایت تعجب مین ڈالتی ہی۔ آج دو روپیہ مین ایک جوڑا کپڑا بھی نہین ہوتا ہی۔ "لکھا بار"، جسکا تذکرہ کیا گیا ہی خود ہمارے مکان کے قریب ہی ہمکو کبھی بھی معلوم نہ تھا کہ یہ جگہ بھی اتنی بڑی تجارتگاہ رہی ہوگی۔ ہمارا "لنکا شایر" ایک سنسان دیہات ہی جسمین چند جولاہے اب بھی اپنے باپ دادا کا نشان دیتے ہین۔ ابھی تک وہان کے کپڑے مشہور ہین لیکن اب بمشکل سے ایک تھان ملتا ہی اور وہ بھی ولایتی سوت کا۔ یہان ابھی حال تک روئی کی کاشت ہوتی تھی لیکن اسے بھی افیون کی کاشت نے تباہ کر دیا۔

ریشم کی تجارت مین انگریز تاجرون کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ یہان مال آگرہ سے ۳۵ فیصدی سستا ملتا تھا اور یہان انگریزون نے ریشم کا کارخانہ بھی کھولدیا تھا لیکن ان کو سورت کے حکام نے کافی مدد نہین پہونچائی اس لیے مسٹر ہیو جینیز نے کام چھوڑ دیا۔ اُس زمانہ مین ایک سیر ساڑھے تینتیس پیسون کے برابر ہوتا تھا اور چار روپیہ فی سیر کے نرخ سے تین سو من کے لیے پچاس ہزار روپیون کی ضرورت تھی۔ لیکن سورت کے پاس اتنے روپے کہان تھے کہ ایک ایک صوبہ مین پچاس

پچاس ہزار لگا دے۔ مجبوراً اُس کام کو ملتوی کر دینا پڑا۔
انگریزون کو ابھی صرف چند مہینے ہوے تھے کہ اُن پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کا مال جو سورت کو آگرہ کے ذریعہ سے جا رہا تھا لوٹ لیا گیا۔ اور ریشم کی تجارت مین بہت نقصان ہوا کیونکہ یہان وہ کافی روپیہ نہین لگا سکے اور ایران مین سستا ریشم ملنے لگا۔ دوسری دقت یہ ادرپیش ہوگئی کہ انگریزون کا بہی خواہ مقرب خان ۱۶۲۱ء مین واپس بلا لیا گیا اور اسکے بدلے مین شہزادہ پرویز آ گئے۔ شہزادہ صاحب انگریزون سے خوش نہ تھے اور اُنھون نے اُن کو اُن کی دوکان سے علٰحدہ کر دیا۔ خود مسٹر ہیوجینیر لکھتے ہین کہ "ہم لوگ مقرب خان کے چلے جانے سے بے یار و مددگار ہو گئے ہین۔ شہزادہ نے ان کو ایک بڑی رقم بحیثیت ٹیکس کے ادا کرنے کے لیے حکم دیا۔ انگریز ان حالات کا مقابلہ نہ کر کے چلتے بنے مسٹر ہیوجینیر لکھتے ہین کہ ہم لوگون نے اپنے پٹنہ کے مکانون کو اس خوشی سے چھوڑ دیا جس طرح کوئی وبائی جگہ کو چھوڑتا ہے"

انگریزون کی ہمت ٹوٹی نہ تھی۔ وہ اس فکر مین ہوے کہ سمندر کے راستہ سے مال بنگالہ مین لائین کیونکہ گو آگرہ مال بھیجنے مین سوا روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ من گاڑی کا کرایہ دینا پڑتا تھا اور یہ گاڑی چالیس دنون مین پہونچ جاتی تھی۔ گاڑی کے ساتھ چند پیادے بھی کر دیے جاتے تھے جن کو صرف چار روپے دو آنے دیدیے جاتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ آج کل کے حساب سے کتنا ہی سستا کیون نہ معلوم ہو اس زمانہ کے حساب سے اور جہاز کے مقابلہ مین بہت گران تھا۔ انگریزون نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اس فکر مین ہوے کہ بہار کے قبل بنگالہ مین کوئی جگہ بنالی جاے اور اس لیے تیس برس کے بعد (۱۶۵۱ء مین) ہم دیکھتے ہین کہ ایک فیکٹری اُن کو ہوگلی مین بنانے کی اجازت مل گئی۔ پٹنہ مین اپنا تجارتی سلسلہ اُنھون نے بعد کو قائم کیا اور ۱۶۵۸ء مین اُن کا ایک ایجنٹ پٹنہ مین موجود تھا۔ اُن کی کامیابی کا اصلی راز ہماری بدقسمتی مین مضمر ہے۔ اُن کا استقلال اُن کی تجارتی سمجھ، اُن کی محنت، اُن کی جانفشانی اُن کا ہمت نہ ہارنا بھی اُن کے آڑے وقت مین کام آئے۔
یہی مختصر سرگذشت بنگالہ اور بہار مین انگریزون کی پہلی کامیابی کی۔ مسٹر ہیوجینیر نے بنگالہ اور بہار کی حکومت کی پہلی نیو رکھی تھی افسوس یہ ہے کہ اس کا نام برطانی تاریخ مین کہین نہین ملتا ہے۔

محمود شیر

# نہ کچھ کہتا، نہ کچھ سنتا کوئی شہرِ خموشان مین

کہان قسمت! کہ پا کوبان پہونچ جاؤن گلستان مین
بہار اب کے بھی شاید اے جنون! گذرے گی زندان مین

ترا دیوانہ پا کوبان جو پہونچا ہے بیابان مین
گھٹا کہسار سے اُٹھی ہے پتھر بھر کے دامان مین

مزاج آزاد، دل آزاد، کچھ پروا نہین مجھکو
اسیری کیا اگر چُن دین مجھے دیوار زندان مین

کسی محروم قسمت کو ملی دولت، تو کیا حاصل
گُہر بھی اشک بن کر جذب ہو جائینگے دامان مین

جنون ہی ہے، یہ کوتاہی نہین ہے دستِ وحشت کی
اگر کچھ تار باقی رہ گئے اپنے گریبان مین

تجھے ہر سمت صبحِ وصل! ہم ڈھونڈھا کیے، اور تو
پڑی تھی منھ چھپائے دامنِ شبہاے ہجران مین

وہان گلچین نے توڑا گل، گری یان شاخ سے بلبل،
کہون کیا مین، پڑی افتاد یہ کیسی گلستان مین

جنون! اک راز ہے، اس کو چھپانا ہی مناسب ہے
نہین اچھا یہ غل، رہ رہ کے اے زنجیر زندان مین

کہان پہونچا ہے اب دستِ جنون، اللہ ہی جانے
وہ تو آغاز وحشت تھا، کہ اُلجھا تھا گریبان مین

بچا کر جان، وہ بھاگے گا مقتل سے، جو بزدل ہے
جو ہوگا مردِ میدان کھیت ہو جائیگا میدان مین

کرین گے کیا دوا میری، کرین گے کیا مری خدمت،
کہ میرے چارہ گر خود مُبتلا ہین فکر درمان مین

جنون کی کیا رہی وقعت؟ کہ اب یہ ہاتھ پھیلائے
گدائی کر رہا ہے کوچہ کوچہ چاکِ گریبان مین

"کسے را با کسے کارے نباشد" اس کو کہتے ہین
نہ کچھ کہتا، نہ کچھ سُنتا کوئی شہرِ خموشان مین

بڑی ہمت جو صیدِ ناتوان نے کی، تو یہ دیکھا
کہ اک ہلکی سی سُرخی آگئی ہے نوکِ پیکان مین

دعاے نوحؑ سے عالم مین جو طوفان آیا تھا
مری تردامنی نے باندھ رکھا اُسکو دامان مین

"چو خضرؑ از آبِ حیوان تشنہ باز آرد سکندر را"
جنون کی رہبری پر کیا بھروسا ہے بیابان مین

جو وہ نکلے تو یہ نکلے، جو یہ نکلے تو سب نکلین
مری سب حسرتین دل مین ہین اور دل اُنکے پیکان مین

دہن غنچون سے چھینا، لب گلون سے، زلف سنبل سے
گئے تھے سیر کو، کچھ تم نے چھوڑا بھی گلستان مین

اسی کو دیکھ لو، کھل جائیگا سب حال دل تم پر
جو طولانی سا اک خطِ نگہ ہے چشمِ حیران مین

سرِ محفل پتنگون مین خدائی کر گئی شب بھر
ترا دھندلا سا اک پرتو جو تھا شمعِ شبستان مین

تمنا! غور مضمون تک جو پہونچے گا، وہ سمجھے گا
بجائے خود ہے اک دیوان ہر شعر اپنے دیوان مین

تمنا عمادی

# بُلبُل

میرے دلمین درد اُٹھ رہا ہی، حلق مین کانٹے پڑے جا رہے ہین، تشنگی حد سے تجاوز کرتی جا رہی ہی۔ اے فضائے آسمان کے مکینو، چاند اور ستارو، اور اے مشام جان کو معطر کرنیوالی ہواؤ، تم سب اس حالت کے گواہ رہنا۔ کاش مجھے اسوقت شراب عشق کا ایک گھونٹ، صرف ایک ہی گھونٹ ملجائے جس سے مین اپنے حلق کو تر کر سکون اور گلون کے فراق مین نالہ و زاری کرنیوالے پرندے کے ساتھ ہمنوا ہو سکون۔ اے بلبل تیری صدائے دردناک نے میرے دل و دماغ پر ایسا اثر کیا ہی جسکو میرے حرکات و سکنات، میرا دل حتیٰ کہ میری زبان بھی بیان نہین کر سکتی بعض اوقات مجھے تیری خوش قسمتی اور آزادی پر رشک آتا ہی اس لیے کہ تو نے تمام علائق دنیوی کو گلون کی پاسداری پر قربان کر دیا ہی۔ کاش ایسی آزادی مجھے بھی نصیب ہو جائے جس سے مین دنیا کے بکھیڑون سے الگ تھلگ رہ کر اپنے باقی ماندہ نفوس کو قدرت کی کرشمہ سازیون پر نثار کر سکون۔

مجھے شراب چاہیے اور ایسی شراب مل بھی سکتی ہی جسکو پی کر مین تھوڑی دیر کے لیے دنیا و مافیہا کے بکھیڑون سے آزاد ہو جاؤن گا۔ مگر آہ! اس کا نشہ عارضی ہوگا اور اس کا سرور اُترتے ہی مین دوگونہ مصائب مین مبتلا ہو جاؤن گا۔ اے دردمند دل رکھنے والے بلبل میرا دل بھی تیرے دل کی طرح بیقرار ہی۔ مجھے ایسی شراب کی ضرورت ہی جو صرف ایک ہی گھونٹ مین مجھے بے خبر کر دے اور ایسی استغنا اور بے پروائی کی شان پیدا کر دے کہ عزیز سے عزیز دوست بھی مجھے متوجہ نہ کر سکے اور پھر ایسی حالت مین، مین تیرے ساتھ سیر صحرا مین مصروف ہو سکون۔

مجھپر ایسی دیوانگی مسلط ہو، اور ایسی محویت چھائی ہوئی ہو کہ غم کو خس و خاشاک سمجھون اور خوشی کی میرے دل مین تار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہو۔ غرض احساسات دنیوی سے ایسا لاپروا اور غافل ہو جاؤن کہ دیوانون کو مجھپر رشک اور حیرت ہو۔ آفتاب اپنی ضیا بار کرنین، عابدون پر زاہدون پر، رندون پر، مے خانون پر، عرب کے ریگستانون پر غرض دنیا کے چپہ چپہ پر یون ہی ڈالتا رہیگا۔ چاند کی نقرئی کرنین قبرستانون پر، شبستان عیش پر یون ہی پڑتی رہین گی۔ ستارے آسمان پر

اسی طرح روشن رہین گے اور بھولے بھٹکے مسافرون کی یون ہی رہنمائی کرتے رہین گے۔ پہاڑیون ہی
سربسجود ہوا کرینگے اور زمین اسی طرح سر بفلک ہوتی رہیگی۔ سمندر خشک ہوا کرینگے، زمین اسی طرح
گہوارۂ سیلاب بنا کرے گی۔ زمین اسی طرح گردش محوری مین رہیگی اور اسی گردش پیہم کے ساتھ
سلطنتون کے اوراق بکھرتے رہین گے۔ ظاہر پرست دنیا والے گردش زمانہ کو صرف زمانہ کے لیل ونہار
پر محمول کرتے رہین گے اور پہلو مین دل اور دل مین درد رکھنے والی ہستیان قدرت کی کرشمہ سازیون
کو غور بین نگاہون سے دیکھتی رہین گی اور کائنات کی اس رقص پیہم سے اثر پذیر ہوتی رہین گی
اور نتایج پر غور کرتی رہین گی۔ مگر اے بلبل تو ان کی طرح فانی نہین ہی۔ تو غیر فانی ہی، ہمیشہ تڑپتا رہیگا
اور دردمند دلون کو بیتاب کرتا رہیگا۔ تیری صدائے بازگشت دنیا کو محو حیرت کرتی رہیگی۔ مین تجھ سے
تیرے جذبات مستعار لیکر نہین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ خود ایسا جذبہ پیدا کردن جس سے مین تیرے ساتھ
پرواز کر سکون اور جسطرح تو قدرت کے مناظر سے متاثر ہوتا رہتا ہی اُسی طرح مین بھی تیرا ہم پرواز ہوکر
متاثر ہوا کرون۔

مین سوچتا ہون اور خیال کرتا ہون تو خیالات کے بحر بے کنار مین غرق ہوکر گم ہوجاتا ہون
دل و دماغ پریشان ہوجاتا ہی۔ مگر طبیعت کی اُفتاد میرے جذبات کو اُبھار کر اس بات پر آمادہ کرتی
کہ باوجود اس ضعف اور کمزوری کے مین تیرے ساتھ پرواز کر سکون۔ مگر ناممکن۔ تو کیا مین قوت متخیلہ کے
برق سیر جہاز کی مدد سے تیرے ساتھ پرواز کرکے، تیرا ہم آہنگ ہوکر تیرا ساتھ دے سکون گا۔ مگر افسوس!
تیری بلند پروازی اب بھی مجھے پیچھے چھوڑ دے گی۔

مین اسوقت ایسی جگہ بیٹھا ہوا ہون جو دراصل خوش قسمتون کا حصہ ہی یعنی میرے قریب ہی
ایک چشمہ بہ رہا ہی۔ آبشار سے وہ صدائین بلند ہو رہی ہین جن سے میری روح خوشی کے پرکیف جذبے
مسرور ہو رہی ہی۔ اشجار حالت وجد مین ہین اور مجھپر سایہ فگن۔ چاندکی کرنین جھومتی ہوئی شاخون اور
ہلتی ہوئی ٹہنیون مین سے ہوکر پانی کی چھوٹی چھوٹی موجون سے کھیل رہی ہین۔ بیشمار حباب پانی مین
اُٹھتے ہین اور ستارون سے چشمک زنی کرکے غائب ہوجاتے ہین۔ چاندنی کا عکس ہوا کے ساتھ مجھ تک
آتا ہی اور پھر گم ہوجاتا ہی۔ طرح طرح کے پھول چارون طرف کھل رہے ہین، مین ان کو دیکھنے کی کوشش
کرتا ہون مگر دیکھ نہین سکتا۔ ہان کبھی کبھی دل و دماغ کو فرحت دینے والی خوشبو ہوا کے ساتھ آجاتی ہی۔

اور ان تمام چیزون کا سمان میری آنکھون کے سامنے اس طرح پھر جاتا ہی جیسے کہ مین حقیقت مین ان کو اصلی حالت مین دیکھ رہا ہون۔

اس پر لطف منظر کے ساتھ تیری خوشگوار آواز نے میرے اوپر ایسی حالت طاری کردی ہی جسکو مین بیان نہین کرسکتا۔ اور تیری آواز نے میرے دل کے ساتھ ایک ایسا مقناطیسی کشش کا سلسلہ قائم کرلیا ہی کہ اُسکے سننے مین ہمہ تن مصروف ہون۔ اور اس بیخودی کی حالت مین موت کو محبت کی نظرون سے دیکھ رہا ہون۔ موت، گو بظاہر تلخ ہوتی ہی اور اس کے خیال ہی سے لوگون کو تکلیف محسوس ہوتی ہی۔ مگر مین اس وقت متمنی ہون کہ اے موت آ۔ اور جلد آ۔ اور اس وقت روح کو میرے جسم سے نکال لے پھر ایسا بہتر موقع تجھے کہان مل سکے گا۔ مین اس وقت ہر طرح تیرے استقبال کے لیے موجود ہون کیونکہ مین جانتا ہون کہ آئندہ زندگی مین ایسا خوش نصیب وقت میسر نہ آسکے گا۔ ہمین ایک نہ ایک دن مرنا ہی اور ضرور مرنا ہی۔ اے بلبل تو قدرت کی کرشمہ سازیون پر نواسنجی کرتا رہیگا اور فضاے باد مین ہمیشہ روح پھونکتا رہیگا۔ مین اس محویت کے عالم مین چاہتا ہون کہ میری روح جسم زار سے پرواز کرجاے اور ہمیشہ کے لیے دارالامن مین پہونچ جائے۔ مگر آہ۔ پھر یہ دلکش منظر خواب و خیال ہوجائے گا اور پھر اے بلبل یہ فانی کان تیری نواسنجیون سے کبھی آشنا نہوسکین گے۔

اے غیر فانی پرندے تیرے اوپر دنیا کی نیرنگیون کا کوئی اثر نہین ہوسکتا۔ بیرحم زمانہ تجھکو پامال نہین کرسکتا۔ یہ وہ شیرین اور دلکش آواز ہی جس کو مین آج کی بے ثبات اور فانی رات مین سُن رہا ہون اور غالباً یہ وہ ہی آواز ہی جس کو سُن کر گذرے ہوے لوگ ایسے محو حیرت ہوے کہ حشر ہی کے دن بیدار ہون گے۔ مین مشاہدات دنیوی سے ایسا بیزار ہوگیا ہون کہ مجھ کو ایک لمحہ سکون نصیب نہین ہوتا۔ کرب و بیچینی کی حالت مین بستر غم پر پڑا ہوا کروٹین بدلا کرتا ہون۔ اگر کوئی مونس و غمخوار ہی تو وہ ہی مصائب اور آلام۔ انھین خیالات غم کی فراوانی مین مولانا روم کا وصل و فصل والا شعر گنگنانے لگا۔ وصل و فصل کے فلسفہ پہ غور کرنے کے بعد فصل (جدائی) کے لفظ نے دل کے ساتھ تیر و نشتر کا کام کیا۔ خیال گذرا کہ اے بلبل آہ۔ کیا تو اب مجھ سے جُدا ہوجاے گا؟ خدا کرے یہ میرا صرف خیال ہی خیال ہو۔ مگر جب دیکھا کہ بلبل کا وہ شیرین نغمہ بہت مدہم آواز مین آرہا ہی تو معلوم ہوگیا کہ یہ خیال کا دھوکا نہین ہی بلکہ حقیقت مین بلبل مجھ کو داغ جُدائی دیکر جارہا ہی۔ اے لو اوہ ایک

درخت سے دوسرے درخت پر اور اُس درخت سے وہ سامنے والی پہاڑی کے درخت پر چلا گیا اور پھر خدا جانے وہاں سے کہاں غائب ہو گیا۔ آہ۔ اے بلبل جا۔ خدا حافظ۔ الوداع۔ الوداع۔

اس آخری لفظ کی تکرار سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں یہ کہتا ہوا رہ گیا کہ

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

محمد عبد الغنی قریشی

# دعاے شکر و رضا

ہوں گنہگار میں بے شبہ زمانے بھر کا — خدمت خلق بجا لایا نہ طاعت تیری

پھر بھی امید کرم تجھ سے نہ رکھتا کیونکر؟ — کہ ہے ارفع عوض و عدل سے رحمت تیری

کیسے لے آؤں میں قانون جہاں پر ایماں؟ — کیسے مانوں کہ بدلتی نہیں سُنّت تیری؟

ایک ادنیٰ سی تری شان ہے نَخلِ الوقی — قید اسباب سے آزاد ہے قدرت تیری

تجھ سے جو مانگا، دیا تو نے کرم سے اپنے — اور بے مانگے بھی ملتی رہی نعمت تیری

شکر احسان ہوا کس سے؟ کہ ہو مجھ سے ادا — ہاں یہ دشوار نہیں گر ہو اعانت تیری

اس پہ کیا بندۂ مُسلم کو مجال شکوہ — لے لی اک نعمت اگر تو نے مشیت تیری!

عاریت ہی سہی۔ دل کڑھتا ہے نعمت کھو کر — سونپ دی سونپنے کو یوں تو امانت تیری

اپنی بہبود ہی اسمیں کوئی مضمر ہو گی — شاید آفت ہی میں پوشیدہ ہو رافت تیری

لیکن ایماں مراموسیٰ سے نہیں کچھ بڑھکر — جس پہ روشن تھی کم و بیش حقیقت تیری

چین آ جائے مرے دل کو بھی مانند کلیم — نظر آ جائے اگر مجھ کو بھی حکمت تیری

صبر تا شکر بنے، شکر ہو تسلیم و رضا
ہاتھ آ جائے یوں ہی دولت قربت تیری

مُسلم

# طاہرہ

آج کل وضعداری مفقود ہی، تلون اور عدم استقلال لوگون پر ایسے غالب آئے ہین کہ اب تو یہی فیشن کے درجہ پر پہونچ گئے ہین۔ ہمارے قومی لیڈرون مین یہ خوبیان بدرجہ اتم موجود ہین اور ان کی ہی دیکھا دیکھی اُن کے پیرو انھین اختیار کر رہے ہین لیکن ہمارے مخدوم و مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مدظلہ اس رواج شوق سے مستثنیٰ ہین۔ اللہ اکبر! کیسے وضعدار ہین سیکڑون نہین تو بیسیون پچاسیون رسالے ہندوستان مین نکلے، بعض نے بڑی آب و تاب بھی دکھائی لیکن بدیر و جلد فنا کی آغوش مین وہ سب ایسے گئے کہ بہت سے تو لوگون کے صفحۂ دل ہی سے مٹ گئے اور بعض ایسے ہین کہ جن کی صرف یاد ہی باقی رہ گئی ہی۔ ہان! دلگداز اپنی اُسی آن بان سے دیدار مینائی و پرہیز سیکنی پر مٹا ہوا چُھلی چُھلیا کھیلتا ہی، کبھی وقت پر برابر نکلے جاتا ہی اور کبھی ایسی لوٹ لگاتا ہی کہ یہ مولانا ہی کا منھ ہی اور اُن کے چٹخارہ دار بانکے مضمولون کی ہی چاشنی ہی کہ اسکے شائق اُس کی یاد مین سر دُھنا کرتے ہین اور دل از دست دادہ عاشقون کی طرح تڑپ تڑپ کے رہ جاتے ہین۔

جب سے مولانا حیدرآباد سے آئے ہین۔ دلگداز بیقاعدہ ہو یا باقاعدہ نکل ضرور رہا ہے۔ خریدارون کے بارھون پرچے پورے ہوجاتے ہین عہر سالانہ چندہ مین ۱۹۲ صفحے دلگداز کے اور قریب قریب اتنے ہی صفحون کا ایک مولانا کا ناول ناظرین کے نذر ہو رہا ہی۔ البتہ غیر معمولی بیقاعدگی کی وجہ سے سنہ ۱۹۱۹ء اور سنہ ۱۹۲۱ء کے ناول خریدارون کو نہین مل سکے۔ سنہ ۱۹۲۲ء کے خریدارون کو طاہرہ نام کا تازہ بتازہ ناول مولانا نے نذر کیا ہی۔

مولانا شرر مدظلہ کا اُردو زبان پر اس قدر احسان ہی کہ آنیوالی نسلین اُن کا نام بڑے ہی ادب و احترام سے لیا کرین گی۔ اپنی مقبولیت کا سکہ مولانا نے اپنی زندگی مین ہی لوگون پر بٹھا دیا ہی باوجودیکہ بعض دیگر نامور مصنفون کی طرح حکومت کی جانب سے اُن کی مطلق صلہ افزائی نہین ہوئی لیکن جمہور جس اشتیاق سے اُن کی کتابون کے لیے چشم براہ رہتی ہی شاید ہی کسی اور مصنف کو یہ بات نصیب ہو۔ مولانا

اُردو مین ایک نئی طرز تحریر ایجاد کی جس کو آج ہر شخص اختیار کر رہا ہی۔ باوجود عالم متبحر ہونے کے آپ کی تحریر اس قدر سادہ ہی کہ ہزار ہنا وٹمین اُس پر نثار کر دی جائین۔ آپ نے مسلمانون مین اسلامی تاریخ کا مذاق پیدا کر دیا، اور معاشرتی بہبود کی خاطر بھی کئی ناول تصنیف کیے۔ غرضکہ یہ ذکر ایک مستقل عنوان چاہتا ہی۔ مجھے مولانا سے خاص عقیدت ہی اور مین اُن کو اپنا غائبانہ اُستاد سمجھتا ہون۔ مین دلگداز پڑھتے پڑھتے مدرسہ کے ایک چھوٹے طالبعلم سے ایم اے ایل ایل بی ہوا اور اب دنیا کی دوڑ مین ایک دو منزلین طے بھی کر چکا ہون۔ طاہرہ پر تنقید لکھنے سے مولانا کی شہرت یا اس ناول کی قدر افزائی پر کیا اثر پڑ سکتا ہی۔ چونکہ الناظر خالص ادبی رسالہ ہی اس لیے اس زبردست مصنف کی اس تازہ ترین کتاب پر ایک مختصر ناقدانہ نظر ڈالنے سے خود ہی فائدہ اُٹھانا مقصود ہی کہ بار بار اُن کے پلاٹ پر نظر ڈالنے اور عبارت پڑھنے سے مجھے بھی کچھ سواد خوانی حاصل ہو۔

طاہرہ ۱۶۰ صفحہ کا ناول ہی۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی ہی۔ اسکے کاتب وہی منشی علی حسین صاحب معکوس رقم ہین جنھون نے مولانا کے باقی ناول لکھے ہین اور جن کی تحریر آنکھون مین کھب گئی ہے۔ اس ناول مین کئی آپ بیتیان ہین۔ مولانا اپنے ابتدائی زمانہ مین کلکتہ رہے ہین اور وہان بھی اُنھون نے تحصیل علوم کیا ہی۔ مجھے معاً خیال ہوا کہ ابتدائی ۳ صفحے جس متکلم سے ادا ہوے ہین وہ ممکن ہی خود مولانا ہون لیکن مین نے آپ کے ابتدائی حالات پڑھے ہین اس مین اُن کے استادون مین لائق الدولہ [illegible] صاحب نہین نظر آئے۔ بہرحال ناول اس طرح شروع ہوا ہی۔ بیان کرنے والا مٹیابرج و کلکتہ [illegible] لائق الدولہ سے مضمون نویسی کے مسودات مین اصلاح لیتا تھا۔ لائق الدولہ ۶۰ سال کے بڈھے آدمی تھے۔ اُن کا صفائی کا خیال وہم کے درجہ تک پہونچا ہوا تھا۔ اُن کے اخلاق حمیدہ اور شستہ گفتگو نے راوی کو اتنا گرویدہ کر لیا کہ وہ اُن کے پاس گھنٹون بیٹھا رہا کرتے۔ اُنھون نے اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوے [illegible] اُن کو جو کچھ آتا ہی ایک بیگم صاحبہ کی بدولت ہی جو لکھنؤ مین رہا کرتی تھین۔ اس پر راوی کی اشتیاق [illegible] کہ اُن کے حالات بتائے جائین۔ آخر ایک روز لائق الدولہ نے وہ حالات بے کم و کاست بیان کیے جو ناول کے صفحہ ۴ سے شروع ہو کے ۱۶۰ صفحہ پر ناول کے ساتھ ختم ہو جاتے ہین۔ اس ناول کی افتاد دیکھ ایسی پڑی ہی کہ اسمین لائق الدولہ کی زبانی خود طاہرہ بیگم کی اپنی سرگذشت اور ولی اللہ کے خود بیان کردہ حالات سفر آگئے ہین۔ طاہرہ کی سرگذشت صفحہ ۱۰ سے ۱۰۱ تک ہی اور ولی اللہ کا سفرنامہ ۱۱۱ سے

۱۴۰ صفحہ تک ہے۔ باقی صفحون مین اور واقعات فسانہ ہین۔

لائق الدولہ ابھی نو سال کے تھے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ جو نواب نصیر الدین حیدر والی اودھ کی ڈیوڑھی پر منشی تھے ایک روز شاہی ڈیوڑھی پر چلے گئے۔ بچہ تو تھے ہی آنکھ بچا کے اندر پہونچ گئے نواب صاحب اُس وقت خواصون مین بیٹھے تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی اُٹھے اور اُن کے کپڑون پر پیک کی کُلّی کر دی۔ ناک مین شراب کی بُو آئی تو لائق الدولہ نے ناک سکوڑی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے ناک کیون سکوڑی۔ اُنھون نے کہا اور تم نے کُلّی کیون کر دی۔ اِس پر بادشاہ نے تلوار سونت کے کہا مار دون۔ اُنھون نے کہا مار دو۔ مار دو دیکھون کیسے مارتے ہو۔ بادشاہ کو ہنسی آ گئی اور پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے۔ اِس عرصہ مین سارے محل مین کھلبلی مچ گئی تھی۔ سب دم بخود تھے اور اُن کے والد بھی جس جگہ دم بخود کھڑے تھے۔ ڈرتے ڈرتے اُنھون نے کہا کہ یہ اور مین دونون خانہ زاد ہین۔ مین نہ لاتا تھا یہ زبردستی چلا آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ مین اِس کی دلیری سے بہت خوش ہوا۔ مین اِس کو رسالہ [illegible] کا رسالدار مقرر کرتا ہون۔ اُسی روز سے اُن کو رسالدار کی تعلیم دی جانے لگی۔ تمام لکھنؤ مین اِس کمسن رسالدار کا غُلغلہ مچ گیا۔ ہر شخص آکے دیکھتا۔ ایک روز دو میمین جا رہی تھین اُن کو نوابی طریقہ سے سلام کیا تو وہ محو تماشہ ہو کے انھین دیکھنے لگین اور پوچھنے پر جب معلوم ہوا کہ یہ رسالدار ہین تو بہت خوش ہوئین وہ اُن کو اپنے ساتھ طاہرہ کی ڈیوڑھی تک لے گئین۔ طاہرہ کو اُن پر سے اتنا اُنس بڑھا کہ یا تو [illegible] برس کا بچہ بھی اُن کے مکان مین نہ آ سکتا تھا یا ان کو بلا روک ٹوک اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ یہان وہ گھنٹون رہا کرتے۔ اِس عرصہ مین طاہرہ اُن کو کام کی باتین بتایا کرتین اور آخر انھین پڑھانا شروع کر دیا چونکہ طاہرہ بیگم انگریزی دان تھین ہندوستانیون سے الگ تھلگ رہتی تھین پردہ نشین تھین لیکن اُن کے پاس آنے والی صرف دو میمین تھین جو ریذیڈنسی سے متعلق تھین۔ اِس وجہ سے عام طور سے اُن کو کرانٹن سمجھا جاتا تھا۔ لائق الدولہ کی والدہ کو بڑا فکر ہوا کہ کہین میرے بچہ کو وہ کرانی نہ بنا دین اتفاق سے یہ ذکر بچہ نے طاہرہ سے کر دیا۔ اُنھون نے خلاف عادت اُن کی والدہ کو بطور مہمان مدعو کیا۔ وہ کچھ تامل کے بعد وہان گئین۔ اُن کی بڑی تواضع کی گئی اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ وہ پکی مسلمان ہین اور اُن کے بچہ کو راستہ سے ہی لگا رہی ہین تو وہ اپنے الفاظ پر بڑی محجوب ہوئین لیکن وہ پوچھنے لگین کہ آخر اِس اکل کھُرے پن کی کیا وجہ ہے کہ تم کسی ہندوستانی عورت سے نہین ملتی ہو۔ طاہرہ نے اُن کے اصرار پر

اپنی داستان اس طرح شروع کی کہ مین دس برس کی عمر مین یتیم ہوگئی تھی۔ میرے چچا مولوی عزیزاللہ نے مجھے اپنی کفالت مین لے لیا۔ اُن کے ایک لڑکا ولی اللہ پندرہ سال کا تھا۔ مولوی عزیزاللہ کو بچپن سے ایک انگریز نے پالا تھا کیونکہ اُن کے والد رزیڈنٹ کے خانگی ملازم تھے۔ وہ بھی رزیڈنٹ کے ملازم ہوے۔ انگریزون سے تعلقات کی وجہ سے عزیز اُن سے کھنچنے لگے۔ وہ بھی اس وجہ سے کسی سے نہ ملتے۔ اُنھون نے اپنے لڑکے کو فرنگی محل مین تعلیم دلوائی اور مجھے لیڈی مکنتاش رزیڈنٹ کے مددگار کرنل مکنتاش کی بیوی اپنے طور پر عربی فارسی اور انگریزی پڑھاتین۔ جب ہم جوان ہوے تو چچا نے ہمارا باہمی عقد کرنا چاہا لیکن ولی اللہ اپنی کٹھ مُلّانی تعلیم کی بدولت مجھسے شادی کرنے پر راضی نہوے کہ انگریزی پڑھ کے اور انگریزون سے گُل مل کے مین دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئی ہون۔ ان کے والد نہایت برہم ہوے۔ معلوم ہوا کہ ولی اللہ کی پیٹھ پر اُن کے اُستاد مُلّا محمد معین کا ہاتھ ہے۔ ہرچند اُن کے والد نے سمجھایا۔ خود کرنل مکنتاش نے بُلا کے نہایت فاضلانہ طریقہ سے دلائل کے ساتھ اُنھین رو براہ لانا چاہا کہ اسلام اتنا آزاد مذہب ہے کہ اتنی سی بات سے کوئی شخص بیدین نہین ہوجاتا کہ اُس کا میل جول عیسائیون سے ہے۔ بلکہ اسلام مین مسیحی عورتون سے نکاح بھی جائز ہے لیکن ولی اللہ نے نہ ماننا تھا نہ مانا کہ مولانا کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ کرنل صاحب نے ہندوستان سے باہر کے مسلمان علما کا طرزِ عمل بیان کیا۔ لیکن ولی اللہ کے سر پر ایسا بھوت سوار تھا کہ وہ اس گفتگو کے دوران مین ہی اُٹھ کے چلدیے۔ باپ نے آخر مجبور ہوکر کہا کہ یا تو تم کو یہ شادی منظور کرنی پڑے گی یا میرے گھر سے نکل جاؤ۔ چنانچہ ولی اللہ چپکے سے نکل گئے اور ایک خط کے ذریعہ بتا گئے کہ مین حسب الحکم گھر چھوڑ رہا ہون حج کو خشکی کے راستہ سے پاپیادہ جاؤن گا۔ اس اثنا مین کرنل صاحب کے کہنے کی تصدیق بھی ہوجائیگی۔ اُن کے ماں باپ کو اُن کے جانے کا اسقدر صدمہ ہوا کہ چند ہی روز مین کچھ دنون کے آگے پیچھے اس دار فانی سے چلدیے۔ چونکہ کرنل مکنتاش کی میم صاحبہ کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ اور عزیزاللہ مرتے وقت کرنل صاحب کے ہاتھ مین میرا ہاتھ دے گئے اس لیے اب مین اُن کی سرپرستی مین رہنے لگی۔ بڑی رقم میرے وظیفہ کی مقرر کردی۔ کئی سال اسی طرح گذر گئے۔ کرنل صاحب کو پنشن مل گئی۔ میری خاطر وہ کلکتہ ہی مین رہے اور ولایت نہین گئے۔ مجھے اپنے جانشین کی بیوی کے سپرد کر گئے۔ پانچ سو روپیہ ماہوار بدستور مجھے وہان سے ملتا رہا۔ کرنل صاحب مر گئے اور وصیت مین اپنا کل جمع جتھا پانچ لاکھ پونڈ مجھے دے گئے۔ اُن کی میم صاحبہ

جو بجائے ماں کے تھیں میری خواہش کے خلاف ولایت اپنے باپ کے پاس چلی گئیں۔ جب کرنل صاحب لکھنؤ میں ہی تھے اُنھوں نے میری شادی کرنا چاہی لیکن میں نے انکار کردیا کہ میں ولی اللہ کی تھی اُسی کے نام پر کنواری بیٹھی رہوں گی۔ میں نکاح نہیں کرنا چاہتی۔ میری دولت اور حسن کے شہرہ نے سارے لکھنؤ میں دھوم مچادی بڑے بڑے رئیسوں نے پیام دیے لیکن میں نے اِس قسم کا ذکر تک اپنے سامنے بند کردیا جس کی وجہ سے مجھے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ سب سے الگ تھلگ زندگی بسر کرتی ہوں۔ اور یہ وجہ میری انگریزوں سے ملنے کی ہے۔ اس داستان کے بعد میری والدہ کی آمد و رفت طاہرہ کے ہاں بڑھ گئی۔ جب طاہرہ کے چچا مرے اسوقت ان کی عمر ۱۵ سال کی تھی۔ اب ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی کہ اچانک ولی اللہ آگئے۔ اپنا سفرنامہ سُنا کے وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہوے اور اُنھوں نے سیاحت میں اپنے تمام شبہات جاتے رہنے کا ذکر کیا۔ اُنھوں نے اسلامی ممالک کے علما اور ہندوستانی علما کے اختلافات خیالات بتائے۔ طاہرہ کو ولی اللہ نے شادی کا پیام دیا۔ اُن کو دق کرکے اُنھوں نے منظور کیا۔ ولی اللہ نے اپنے استاد ملا صاحب کو بھی قائل کرکے ان کے فتوے سے انھیں رجوع کرایا۔ انھوں نے خود ہی نکاح پڑھایا۔ چند ماہ بعد طاہرہ اپنا سب کچھ بیچ کے خود اپنے شوہر سمیت مصر چلی گئیں جہاں وہ ملا محمد مرتضیٰ کی مرید ہوگئیں جنھوں نے ولی اللہ کو ایام سفر میں قائل کرکے ہندوستان واپس بھیجا تھا۔ وہاں سے طاہرہ نے تین حج کیے اور آخر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑ کے مرگئیں۔ اور اُن کی کل جائداد شرعاً تقسیم ہوگئی اور ولی اللہ نے عقد ثانی کرلیا۔

اِس ناول کا مقصد صرف اصلاح معاشرت ہے۔ ایک طرف تو یہاں کے ملاؤں کی ہٹ دھرمی دکھاتے ہوے اُن کی غلطی اسلامی ممالک کے علما کے طرز عمل سے ثابت کی ہے۔ دوسری طرف شادی بیاہ کے مسئلہ میں ہندوستانی ماں باپ کی مطلق العنانی کی سچی تصویر دکھائی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ مولانا جیسے ہی یہ امور معرض بحث میں لائے ہر طرف سے اُن پر نفرت کا اظہار کیا گیا چنانچہ بدرالنسا کی مصیبت اور میوۂ تلخ اس امر کی زبردست دلیل ہیں مسلمانوں کا ایک گروہ مولانا کا اسقدر مخالف ہوا کہ اُس نے آپ کی کتابوں کو پڑھنا ہی منزلہ کفر قرار دے دیا۔ لیکن اب زمانہ نے اتنی ترقی کی ہے کہ مولانا اپنی اِس بیباکی سے ان فرضی مسلوں پر قلم اُٹھاتے ہیں تو لوگ بلا تکلف پڑھے چلے جاتے ہیں اور پہلے کی طرح گویا بچھو کاٹ گیا ہے کتاب چھوتے ہی نہیں رکھ دیتے۔ مولانا نے میوۂ تلخ کی طرح اس ناول

ین بھی اس کے ممدوح کی اصلاح اسلامی ممالک کی سیر کے ذریعہ کرائی ہی۔ ولی اللہ اپنی ہٹ پر قایم
رہ کے گھر سے نکلتا ہی اور جو جدوہ اسلامی ممالک مین پھرتا جاتا ہی وہ اپنی غلطی محسوس کرتا جاتا ہی ولی اللہ
کے ماں باپ یہاں کے رواج کے مطابق اس بات پر اڑے ہوے ہین کہ شادی کے معاملہ مین لڑکے کو
بولنے کا کوئی حق نہین ہی یہ ماں باپ کا کام ہی۔ وہ جب اپنے کپتان صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے
ہین تو کہتے ہین جی ہمارے یہاں تو جو لڑکا یا لڑکی شادی سے پہلے ایک دوسرے سے مل لین ان کو
ہم شریف نہ سمجھنا کیسا بدکار سمجھتے ہین (صاحب) پھر قہقہہ مار کے۔ خوب جس طرح آپ کے یہاں سلطنت مین
بادشاہ رعایا کو کسی بات کی آزادی نہین دیتا اسی طرح معاشرت مین بھی آپ اپنے ہر ماتحت کو چاہے
وہ بیٹے بیٹی ہی کیون نہون آزادی دینا نہین گوارا کرتے اسکے بعد صاحب مولوی صاحب کی دلیل اسطرح
سنتے ہین تو جناب والا ایک نوعمر لڑکا اپنی ناتجربہ کاری کے زمانہ مین جب کہ جوانی کا جوش بڑھا ہوا
ہوتا ہی کسی لڑکی مین بجز حسن و جمال ناز و انداز عشوہ و ادا اور شوخی اور کرشمے کے اور کسی خوبی کو بھی
دیکھ سکتا ہی؟ وہ نہ اس کو دیکھتا ہی کہ لڑکی کے اخلاق و عادات اور صفات و اطوار کیا ہین۔ نہ اس کو دیکھتا
ہی کہ اسمین کوئی لیاقت اور قابلیت ہی یا نہین۔ نہ اس کا پتہ لگاتا ہی کہ لڑکی سلیقہ والی ہی یا پھوہڑ۔
بس صورت دیکھ کے فریفتہ ہوجاتا ہی پسند کرتے وقت جوش جوانی کی وجہ سے آنکھ ناک اور شکل صورت
کے سوا کسی اور خرابی پر نظر ڈال ہی نہین سکتا۔ ظاہری حسن کے سوا اور جتنی خوبیاں ہین اُن کو صرف ہم
دیکھ سکتے ہین اور ہماری ہی جستجو اور پسند سے اُسکو اچھی بیوی مل سکتی ہی۔

انگریزون اور ہندوستانیون کے نقطۂ خیال اس گفتگو سے بہتر کہین نہین مل سکتے۔ مولانا کا اصول
درمیانی معلوم ہوتا ہی کہ دونون انتہاؤن مین بین بین طریقہ کرنا چاہیے۔

اِدھر ولی اللہ کا عقیدہ یہ ہی کہ امی جان۔ یہ نہ کوئی رونے کی بات ہی اور نہ کوئی افسوس کرنے کی۔ نکاح
تو شرع مین بھی اور رواج کے طریقہ سے بھی خاص میرے اختیار کی چیز ہی۔ پھر اس مین اگر آزادی سے کام
لون تو برا ماننے کی کون بات ہی۔

جب ولی اللہ اچانک طاہرہ کے مکان پر حج کے بعد آ نکلے تو اُن کی آرزو کے خلاف طاہرہ اُنکے
سامنے نہین آتی۔ تو اُس وقت گفتگو کے سلسلہ مین کہتے ہین کہ اور اب جو نکہ نکاح کرنا چاہتا ہون جائز ہے
کیونکہ ہر مسلمان مرد جس عورت سے عقد کرنا چاہے اُس کی صورت عقد سے پہلے دیکھ سکتا ہی جیسا کہ فرمان حضو

رسالت مآبؐ سے ظاہر ہوتا ہے۔

اِس بحث کے دوران مین مولانا نے ضمناً یہ معاملہ صاف کر دیا ہے کہ فتوے کن لوگون کے لیے ہین۔ مولوی عزیز اسد اپنی بیوی سے کہتے ہین کہ اول تو صاحبزادے اپنے استاد کے سوا اور کسی کے فتوی کو کیون ماننے لگے اور صاف صاف یہ ہے کہ مجھے کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہین۔ فقہ کی کتابین مین نے بھی پڑھی ہین۔ بخوبی سمجھ سکتا ہون کہ کون بات جایز ہے اور کون ناجائز۔

اور اِسی قسم کی گفتگو ولی اللہ کرتا ہے جب وہ حج سے واپس آ کے طاہرہ کو پیام شادی دیتا ہے اور طاہرہ اصرار کیے جاتی ہے کہ پہلے میرے ساتھ نکاح کے جواز کا فتوی لاؤ۔

یہان کے ملاؤن کی تعلیم کا ولی اللہ پر یہ اثر تھا کہ اُس کے والد کے آقائے ولی نعمت نے جب اُسے سمجھانے کی کوشش کی تو اُس نے کہا کہ آپ جانتے ہین کہ ہم لوگ مسلمان ہین اور اپنے دین و مذہب کے خلاف کوئی کام نہین کر سکتے۔ یہ لڑکی جو میرے ساتھ منسوب ہے اُس کو میم صاحبہ نے اپنی تعلیم دے کر بالکل اپنے مذاق اور خیالات کا بنا لیا ہے۔ وہ انگریزی جانتی ہے۔ عورتون کی آزادی کا سبق لے چکی ہے۔ بھلا ایسی لڑکی کسی مسلمان کے دبائے دب سکتی ہے؟ بجائے اس کے کہ ہم دونون میان بیوی بن کے عیش و فارغ البالی سے زندگی بسر کرین رات دن آپسمین بحث ہوتی رہے گی جو بڑھتے بڑھتے ملال کے درجہ کو پہونچ جاے گی اور ممکن نہین کہ میری اُس کی زندگی عیش و آرام سے بسر ہو۔

ہر چند اُس کو اُنھون نے سمجھایا اُسکے والد نے کہا کہ آدمی بے دین و بے ایمان عقیدے کے بدلنے سے ہوتا ہے یا کسی سے ملنے جلنے اور کسی علم کے حاصل کرنے سے؟ مسلمانون کی اور اسلام کی زبان تو عربی تھی پھر اُنھون نے یونانی اور فارسی زبانین اور اُن کے علم پڑھے تو سب بیدین ہو گئے؟ یونانی پہلے بُت پرستون کی زبان تھی پھر عیسائیون کی ہو گئی۔ فارسی آتش پرستون کی زبان تھی۔ یہ تو ہنود کا مذہب ہوا کہ کسی کو چھو لیا اور بے دھرم ہو گئے۔ کسی غیر نے سنسکرت پڑھ لی اور اُن کے دین کی توہین ہو گئی۔

اب سفر کے دوران مین ولی اللہ کی آنکھین کھلین کہ اسلامی ممالک کے مسلمان یہودی اور عیسائی لوگون کو ناپاک نہین سمجھتے۔ یہودیون کی ہی بازارون مین دکانین دیکھین تو علما سے پوچھا تو اُنھون نے کہا کہ بجز مشرکین کے اور کسی مذہب کے لوگ ناپاک نہین ہین۔ اُن سے مناکحت و مواکلت جائز ہے۔

بغداد مین ولی اللہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ اکل و شرب اور کتابیہ عورتون سے شادی کرنے مین مسلمانون کے بڑے بڑے علما کو تامل نہین، نہ ناجائز تصور کرتے ہین اور نہ کسی قسم کی احتیاط برتتے ہین"

مصر مین جب ولی اللہ جناب سید مرتضیٰ سے استفسار کرتے ہین تو وہ فرماتے ہین کہ ہندوستان مین یہود و نصاریٰ کا مطلق وجود نہین ہو لہذا علماے ہند اُن کے متعلقہ مسائل شرع سے ناواقف ہین کتنی بڑی حیرت کی بات ہو کہ وہ ہنود کے یہان کا کھانا جائز سمجھتے اور بے تکلف کھاتے ہین حالانکہ وہ بُت پرست اور مشرک ہین جن کی نسبت قرآن مجید مین نجس کا لفظ آیا ہو اور نصاریٰ جو اہل کتاب ہین اُن کو ناپاک سمجھتے اور اُن کے ہاتھ کا پانی تک نہین پیتے۔

مولانا نے ان امور کو نہایت دلکشی سے اپنے ناول مین صاف کیا ہو۔ حج کے متعلق ولی اللہ کی زبانی فرماتے ہین کہ حج کا مقصد یہ تھا کہ دنیا بھر کے مسلمان ہر سال ایک جگہ جمع ہو کے باہم مبادلۂ خیالات کیا کرین۔ لیکن اس کے برعکس وہان عام یہ حالت ہو کہ ایک کو دوسرے کا حال بالکل نہین معلوم ہونے پاتا۔ ولی اللہ کا جو سفرنامہ بیان کیا ہو اُس سے مولانا کی جغرافیہ دانی کی داد دینی پڑتی ہو آپ نے حقیقت مین کمال کر دیا ہو۔ معلوم ہوتا ہو کہ خود آپ وہان کبھی ہو آئے ہین۔ یہ آپ کا خاص وصف ہے کہ جب آپ جغرافیہ پر قلم اُٹھاتے ہین تو پڑھنے والے کو یہی معلوم ہوتا ہو کہ مصنف ان مقامات کو پہلے خود دیکھ آئے ہین۔ اِس سفرنامہ مین معلومات کا خزانہ ہو جہان جہان کی ولی اللہ نے سیر کی وہان کا اگلا پچھلا مختصر تذکرہ بھی مولانا نے بیان کر دیا ہو۔ چنانچہ ایک جگہ ماژندران کے متعلق لکھتے ہین " یہ ماژندران کا مُلک ہو جس کو ایرانیون کی قدیم تاریخ دیوون کا مسکن بتاتی ہو۔ یہ شہر چونکہ بحر قزوین کی بندرگاہ ہو لہذا جہازون کے ذریعہ سے یہان تاتاریون اور روسیون کی بہت آمد و رفت رہتی ہو۔ کیا عجب کہ اگلے اہل فارس نے انھین لوگون کو دیوزاد تصور کر لیا ہو"

اِس سفرنامہ کا لُب لباب یہ ہو کہ ہمارے علما نہایت افراتفری (افراط و تفریط) مین مبتلا ہین۔ چنانچہ ولی اللہ کہتا ہو کہ دہلی مین حدیث کی تعلیم کی طرف بہت توجہ ہو جسکا نتیجہ یہ ہو کہ وہان والے حدیث کے توغل مین اکثر فقہ کی کتابون کی طرف سے بے پروا ہو جاتے ہین۔ برخلاف اس کے یہان (لکھنؤ) کے علما حدیث کی طرف سے اِس درجہ بے پروا ہین کہ فقہا کی پیروی مین حدیث کا لحاظ نہین کرتے۔ اور مین نے دونون کو اپنے خیال مین دائرۂ اعتدال سے خارج پایا۔ اس لیے کہ اب میرے اعتقاد مین حدیث

اور فقہ کو ساتھ ساتھ چلنا اور فقہ کو حدیث سے وابستہ رہنا چاہیے"

مولانا کے بچپن میں ایسے انگریز ہندوستان میں آتے رہتے تھے جن پر یہاں آکے ہندوستانی رنگ چڑھ جایا کرتا تھا اور جو ایشیائی السنہ میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اس ناول میں کرنل کمنتاش اور اُن کی میم ان انگریزوں کا ایک نمونہ ہیں۔ اُن کی میم صاحبہ نے طاہرہ کو فارسی عربی پڑھائی کیونکہ اُنھوں نے خود بڑی محنت کرکے فارسی اور عربی کی ادبی کتابیں پڑھ لی تھیں۔ پانچویں باب میں مولانا کپتان صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ "کپتان کمنتاش اپنے مکان کے برآمدہ میں ایک آرام کرسی پر لیٹے پر حقہ پی رہے تھے جس چیز کا اُن دنوں انگریزوں میں بہت رواج ہوگیا تھا" ہمارے زمانہ طالبعلمی میں ایک انگریز پروفیسر مسٹر گولڈ علی گڈھ کالج میں شروع شروع میں حقہ پیا کرتے تھے لیکن بعد میں اور انگریزوں نے ان کو برا بھلا کہہ کے یہ عادت چھڑوا دی تھی۔

جب مولوی عزیز اللہ اپنی بھتیجی طاہرہ کو اپنے مرنے کے وقت کپتان صاحب اور اُن کی میم کی سرپرستی میں دیتے ہیں تو انگریزی حکومت کا نصب العین اُن کی میم صاحبہ یہ بیان کرتی ہیں کہ یہ بھی آپ یقین رکھیں کہ ہمیں اختلاف مذہب کا بالکل خیال نہیں۔ ہم ہزاروں کوس اپنا وطن چھوڑ کے یہاں اس لیے نہیں آئے ہیں کہ لوگوں کے ایمان اور عقیدوں میں خلل ڈالیں۔ ہم ان کی خوشی اور فلاح کے خواہاں رہیں"

کپتان صاحب نے طاہرہ کو اپنی بیٹی کہہ لیا تو مرتے مرتے بیٹی سے زیادہ نبھایا۔ جو کچھ تھا اُسے دے کے اپنا وارث، چھوڑا۔ پنشن لے کے اسی کی خاطر انگلستان نہیں گئے۔ کلکتہ میں رہے۔ وہاں سے طاہرہ کی خبر گیری کرتے۔ جب پہلی مرتبہ طاہرہ نے اُنھیں بابا جان کہا تو "میم صاحب کو ہنسی آگئی اور کپتان صاحب نے خوش ہوکے کہا بس یہی ٹھیک ہے۔ تم مجھے بابا جان اور اپنی ماں کو ماما جان کہا کرو۔

اسمیں انگریزی اور ہندوستانی معاشرت کے میل جول کا نہایت ہی خوبصورت نمونہ نظر آتا ہے"

ہندوستانی معاشرت کے باطنی پہلو کہیں کہیں مولانا نے نہایت خوبی سے دکھائے ہیں۔ طاہرہ نے جب لائق الدولہ کی والدہ کو پہلی مرتبہ اپنے یہاں مدعو کیا تو وہ ہندوستانی شریف عورتوں کی طرح تنکا مار کے بولیں "یہی خیال تھا تو وہ خود میرے یہاں چلی آتیں، کچھ پاؤں گھس نہ جاتے" اور جب مشکل سے جانے پر رضامند ہوتی ہیں تو کہتی ہیں "اچھا میری طرف سے عرض کردینا کہ مجھے حاضر ہونے میں

عذر نہین مگر ایسا نہو کہ جب مین بلاؤن تو آپ کو آنے مین تامل ہو"

جب یہ اُن کے یہان مہمان جاتی ہین تو ڈولی مین جاتی ہین حالانکہ "دروازہ سامنے ہی ہے ڈولی کی ضرورت نہ تھی۔ دونون دروازون پر سے فقط آدمیون کا ہٹا دینا کافی تھا مگر عورتون کا پیدل جانا شریفون کی شان اور وضع کے خلاف تھا"

یہی وجہ ہو کہ مسلمانون کی عورتین زیادہ کمزور ہوتی ہین۔ ایسے بسم اللہ کے گنبد مین رہتی ہین کہ ذرا ہاتھ پاؤن نہین ہلتے۔ برعکس اس کے ہندوؤن کی عورتین نہایت محنتی اور جفاکش ہوتی ہین۔ باہر نکلتی ہین، سب کام کاج کرتی۔ حتیٰ کہ پانی بھرتی ہین۔ یہی وجہ ہو کہ وہ مضبوط ہوتی ہین۔ اگر ہماری عورتین ورزش کرین اور ان لغو رسم کی پابندی چھوڑ دین تو مسلمانون کا سب سے بڑا سنگٹھن یہی ہو۔ اور عملی غوار کی پہلی منزل یہی ثابت ہو۔

مولانا نے کیرکٹر بھی خوب کھینچے ہین۔ جب ولی اللہ غائب ہوجاتا ہو تو اُن کے والد کا پریشان پھرنا ایک ایک سے پوچھنا کہ آپ نے کہین میرا ولی اللہ تو نہین دیکھا عجب منظر ہو۔ ان کے غُصہ کا سمان اور اُن کا اپنے بیٹے کو اس غصہ مین ملا محمد معین صاحب کے پاس کھینچے لیے جانا عجب نظارہ ہے۔ عزیز اللہ پُرانے لوگ ہین جن کے خیالات پہلے دو ایک اقتباسات سے معلوم ہوگئے ہون گے

سب سے زیادہ لطف وہان آتا ہو جب میم صاحبہ ولی اللہ کی اس نامعقول حرکت سے طاہرہ کے دل ٹوٹنے کا ذکر کرتی ہین کہ "اگر یہین تک ہوتا کہ مین شادی کا سب سامان کر چکی تھی تو مضائقہ نہ تھا مجھے تو اندیشہ ہو کہ میری ننھی کو اس کا بڑا صدمہ ہوگا۔ وہ ولی اللہ کو دل دے چکی ہو اور اب اپنی آرزو میں نامراد رہی تو اس کا دل ٹوٹ جائیگا" مولوی صاحب نے پھر میم صاحب کے آگے ہاتھ جوڑ کے کہا خدا کے لیے میم صاحب کسی اور کے سامنے یہ بات زبان سے نہ نکالیے گا۔ ورنہ میری ناک تو ولی اللہ کی نالائقی سے کٹ ہی گئی۔ اب سارے خاندان کی ناک کٹ جاسے گی"

"میم صاحب (تعجب سے) کیون؟ مولوی صاحب بھلا اس سے بھی بڑی کوئی رسوائی ہوسکتی ہو کہ لڑکی کی نسبت یہ مشہور ہو کہ وہ کسی لڑکے کو چاہتی یا اُسے دل دے چکی ہو۔ چاہنا دل دینا۔ محبت کرنا بازاری فاحشاؤن کا کام ہو۔ شریف زادیون کو اس سے مطلب ہی نہین ہوتا کہ کس کے ساتھ بیاہی جائین گی اور کس کی دولھن بنین گی" آگے پھر میم صاحب کے مُنھ سے نکل جاتا ہو مگر ننھی کی خوشی کیلیے

اتنا ضرور چاہتی ہون کہ ولی اللہ جس طرح بنے راضی کر دیے جائین۔ مولوی صاحب۔ پھر آپ نے ننھی کا نام لیا۔ خدا کے لیے اُسے بدنام نہ کیجیے ورنہ مین مُنھ دکھانے کے قابل نہ رہون گا۔ نوکری کو بھی خیر باد کہون گا اور مُنھ کالا کر کے کسی طرف نکل جاؤن گا۔"

. طاہرہ ہندوستانی شریف لڑکی کا بہترین نمونہ ہے۔ خود اس کی گفتگو اُس کا سچا کیرکٹر ہے وہ سنرگف مین سے کہتی ہے "نہ مجھے یہ معلوم کہ اُس (ولی اللہ) مین کون سی خوبیان ہین اور نہ یہ جانتی ہون کہ اُس مین کیسی بُرائیان ہین۔ بغیر اس کے اچھے بُرے ہونے کے خیال کے مین یہ سمجھتی ہون کہ اُس کی ہو چکی اور اُس کے سوا اور کسی کی نہین ہو سکتی۔ مگر یہ ایسی بات ہے جو شاید آپ کی سمجھ مین نہ آئے گی۔ کیونکہ آپ کے یہان لڑکیان خود اپنے دولھا کو ڈھونڈھ نکالتی اور اپنی پسند سے شادی کرتی ہین اور ہمارے یہان لڑکیون کو ان کے والی جس کے ساتھ چاہتے ہین بیاہ دیتے ہین۔"

ولی اللہ ہیولا مزاج معلوم ہوتا ہے کپتان صاحب نے جو مدلل گفتگو اُس سے کی۔ اگر پتھر بھی ہوتا تو موم ہو جاتا وہ لڑکی کی خوبیان بیان کر کے خود اسی کی اُس مین خوش قسمتی ثابت کرتے ہین کہ اگر طاہرہ اس کی بیوی بن جائے۔ باپ سے جو گفتگو ہوتی ہے وہ اُس کے مزاج کا سخت اور بے حس ہونا ظاہر کرتی ہے۔ چنانچہ جب سید مرتضیٰ صاحب اُسے اپنے باطنی علم سے ہندوستان واپس جانے کا حکم دیتے ہین تو وہ طرح طرح کے عُذر تراشتا ہے۔ کئی روز اسی تامل مین گذر جاتے ہین حتیٰ کہ در و دیوار سے اُسے نکل جا نکل جا کی آوازین آتی ہین تب کہین جا کے وہ مصر سے نکلتا ہے۔ طاہرہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ اُس کے نام پر کنواری بیٹھی رہی۔ شادی کے بعد اُس کے ساتھ مصر چلی گئی۔ لیکن اسکے مرتے ہی جائداد بانٹ کسی اور عورت سے بلا اکراہ شادی کر لی۔ اس ناول کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے گو مولانا نے اِس کی کوشش نہین کی کہ وہ طاہرہ کی صرف دولت دیکھ کے پھسلا کہ اُس کی دنیوی فلاح و بہبود اس کے ساتھ شادی مین ہے۔ چنانچہ اس کا اظہار ولی اللہ ضمناً گفتگو مین کئی جگہ اچانک کر گیا ہے۔

مولانا کی زبان سبحان اللہ! اگر اُردو بولنے والے اِن کتابون کو پڑھین تو حقیقت یہ ہے کہ ان کی زبان درست ہو جائے۔ وہ وقت کچھ دور نہین ہے کہ ان کی کتابین یونیورسٹیون مین اُردو زباندانی کے لیے پڑھائی جایا کرین گی۔ عبارت آرائی کس سادگی سے مگر کس پایہ کی کرتے ہین کہ بے اختیار مُنھ سے واہ

نکلتی ہو۔ ایک جگہ لکھتے ہین "رات کا وقت تھا اور اندھیری رات کا ابتدائی حصہ۔ عالم پر تاریکی کا سیاہ برقعہ پڑا ہوا تھا۔ چاند کا کہین پتہ نہ تھا اور گلخن فلک مین تارے انگارون کی طرح دہک رہے تھے تا کہ غم فرزند کے حسرت زدہ عزیز اللہ اُن انگارون پر لوٹین اور ولی اللہ کی مان کا کلیجہ ان کی لپک مین جلے"

باوجودیکہ منشی علی حسین صاحب اس کے کاتب ہین لیکن خلاف معمول اس ناول مین بہت سی کتابت کی غلطیان رہ گئی ہین۔ مثلاً ذکر کرنا کی بجاے ذکرنا۔ طاہرہ کے بجاے طاہ۔ وصول کی بجاے وصو۔ یا بن کے حسرت نے لہجہ مین کہا۔ قدم قدم پر کی بجاے قدم پر قدم۔ کہین نبی اللہ لکھدیا ہو کہین ولی اللہ۔ کہین عزیز اللہ۔ یعنی نام مخلوط کردیے ہین۔ جانتے ہو کے بجاے جانتے ہو۔ کو کے نے اکثر جگہ محذوف ہوگئے ہین۔

اس آپ بیتی کے طرز کی وجہ سے ناول مین یہ نقص پیدا ہوگیا ہو کہ پڑھنے والے کو حیرت ہونے لگتی ہو کہ جو گفتگو عزیز اللہ اور کپتان مکنتاش مین ہوئی یا کپتان اور ولی اللہ مین ہوئی اُن کا من و عن علم طاہرہ کو کیسے ہوا۔ معلوم ہوتا ہو گویا اُسی کے سامنے یہ گفتگو ہو رہی ہو اور یا تو طاہرہ کو مذہبی احکام کا پابند دکھایا جاتا ہو حتیٰ کہ منٹگمری مین طاہرہ کو کپتان مکنتاش کی میم صاحب کے ساتھ انگلستان جانے سے اس بنا پر بھی رد کتی ہین کہ "جو مذہبی احتیاطین آپ بیان کرتی ہین وہان کر ہی نہ سکین گی"۔ یا گیارھوین باب کے شروع مین یہ حال ہو کہ طاہرہ کے متعلق مولانا لکھتے ہین کہ "ایک دن صبح کو مُنھ دُھو کے اور ناشتہ کرکے بیٹھی تھی"

اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ طاہرہ نماز نہ پڑھتی تھی۔ اسی طرح جب نبی اللہ فرضی بھائی آکے پہلی مرتبہ دق کرتا ہو تو طاہرہ گفٹ مین کی میم سے کہتی ہو کہ آپ صاحب سے کہہ کے اس کا پتہ چلائین۔ وہ وعدہ کرکے جاتی ہو۔

بارھوین باب کے شروع مین لکھا ہو کہ اس واقعہ کو ایک ہفتہ ہوگیا۔ دوسرے صفحہ پر اس کے بالکل برعکس لکھا ہو کہ (اس واقعہ کے) دوسرے دن مسز گٹ مین آئین۔ طاہرہ کے گھبرانے پر وہ کہتی ہین اور کہیئے تو مین اپنے صاحب سے ذکر کرکے پتہ لگاؤن کہ یہ کون شخص ہو اور حقیقت مین آپکا عزیز ہے یا نہین"۔ طاہرہ نے کہا "ضرور بس یہی مین چاہتی تھی" پہلا وعدہ گویا ہوا ہی نہ تھا۔

اسی طرح طاہرہ اور ولی اللہ کی عمر بتانے مین کسی قدر بے پروائی برتی گئی ہو۔ صفحہ ۱۹ پر اُن کی عمر دس اور پندرہ برس بتائی گئی ہو اور شادی کے تذکرہ کے وقت ۱۸ اور ۲۲ گویا پہلے ۵ سال کا فرق تھا اور اب صرف ۴ سال کا رہ گیا۔ مولانا نے اس ناول مین موسمون کا ذکر ہی نہین کیا کہین پتہ نہین چلتا کہ یہ ذکر کون سے موسم کا ہو رہا ہو۔ اور اس کے علاوہ ۱۴ برس کے بعد ولی اللہ واپس آتا ہو لیکن اس کا سفرنامہ اس طرح بیان ہوا ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ بہت کم عرصہ مین اس سفر کو ختم کر کے چلا آیا۔

یہ معمولی باتین ہین۔ نقائص نہین کہے جا سکتے۔ مولانا اس قدر کہنہ مشق ہین کہ اُن سے غلطی کا امکان بہت کم ہو۔ چونکہ وہ دلگداز کے خریدارون کی خاطر اس پیرانہ سالی مین جلدی سے سامان نذر تیار کرتے ہین اور اس عجلت مین اگر نہایت خفیف فروگذاشتین ہو جائین تو یہ بشریت ہو۔

اس عمدہ ناول کی قیمت ۱۲ہ ہو جو خریدارون کو مولوی صاحب سے لکھنؤ کے پتہ پر مل سکتا ہو۔

محمد ظفر

## غزل

ارے غافل فنا آموز درس زندگانی ہو　　نہ بھول اتنا بہار باغ دنیا پر کہ فانی ہو

جوانی ہو مگر کیسی الم افسزا جوانی ہو　　کہ اب ہر ہر نفس پیغام مرگ ناگہانی ہو

بہار شام غم منت کش رنگ جوانی ہو　　حقیقت مین یہ صبح زندگی کتنی سہانی ہو

یہ پھولون کی ہنسی یہ بلبلون کی نغمہ پردازی　　بیان داغ دل ہو حسرت دل کی کہانی ہو

دل بیتاب تجھکو کیا ہوا یہ بے حسی کیسی؟　　ابھی آغاز الفت ہو ابھی اُٹھتی جوانی ہو

جو پوچھین حال وہ میرا تو کوئی ان سے یہ کہدے　　کہ دل مین درد ہو اور درد مین سوز نہانی ہو

یہ شمع عشق ہو یا پھول ہو باغ محبت کا　　یہ داغ قلب ہو یا تیغ قاتل کی نشانی ہو

نکل پڑتے ہین آنسو جب کسی مرقد پہ جاتا ہون　　سمجھتا ہون دل مرحوم کی یہ بھی نشانی ہو

حواس ظاہری پر مجھ کو کیونکر اعتبار آئے　　تماشا تھا جو کل پیش نظر وہ اب کہانی ہو

حیات تازہ بخشی عشق نے دل کو مگر عالی　　سمجھتا ہون کہ یہ تمہید مرگ ناگہانی ہو

سلطان حسین آسمان حنفی

# اہلِ مکّہ کے اخلاق

۲۰ کیننگ روڈ۔ الہ آباد۔ مورخہ ۵ / دسمبر ۱۹۲۳ء

مکرّمی مولوی اسحاق علی صاحب دام فیوضہٗ ...............

آپ کا مضمون مین نہایت دلچسپی سے پڑھ رہا ہون۔ اور مجھے آپ کے زورِ قلم اور طرزِ تحریر پر رشک ہے۔ اہل مکّہ کے اخلاق کے متعلق جو آپ نے ایک جملہ لکھا ہے "یعنی زناکاری۔ اغلام وغیرہ" اُس نے مجھے بہت متحیر و متشوش کر دیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کا عینی مشاہدہ نہو گا۔ کیونکہ مین عربون کے ساتھ آپ سے زیادہ رہا ہون اور اس حیثیت سے رہا ہون کہ مین نے بحیثیت ترجمان و ڈپٹی اسسٹنٹ پولیٹیکل افسر خانقین و حلبجہ انمین محاکمہ و قضایا بھی کیے ہین۔ دو برس کا میرا تجربہ عراق کا یہ ہے کہ ان کے اخلاق مین مجھے کوئی معتد بہ خرابی نظر نہ آئی۔ الا ماشاء اللہ اشقیا و الواط مین جن سے دنیا مین کسی سوسائٹی کا طبقہ خالی نہین۔ آپ نے یہ سخت جملے یقیناً فاسقین کی زبانی نقل کیے ہون گے پس آپ نے قرآن شریف کے حکم پر عمل کیون نہ کیا جسکا حکم ہے کہ جب فاسق تھارے پاس کوئی خبر لایا کرے تو اُس کو طشت از بام کرنے سے پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ آپ کی یہ راے میرے نزدیک کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم کے زیر تحت آتی ہے۔ خدا کے واسطے عربون پر رحم کھائیے کب تک آپ ترکون کے خاطر عربون پر ظلم کرین گے۔ حسن اتفاق سے شیخ عبد القادر کا لڑکا حسن شیبی میرا آشنا سا اور میرا دوست آج کل الہ آباد ہی مین ہے اور میرا مہمان ہے مین نے اُس سے مکیون کے اخلاق کی ایسی مذمت نہین سُنی۔ البتہ شریف اور اُس کے حالی موالی تو وہ اُس کے نزدیک بھی بدترین مخلوق ہین اور میرے نزدیک اور دنیا کے نزدیک بھی۔ حسن شیبی کا تو یہ قول ہے کہ شریف در اصل سید ہی نہین اور مستعرب ہے۔ یعنی خاص مکہ کا نہین۔ باہر کا ہے۔ شریف جعفر جو ان شرفا کا اجداد تھا وہ مجہول النسب آدمی تھا اور اُس کے وطن کا پتہ نہ تھا وہ قسطنطنیہ سے بھیجا گیا تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اہل مکہ لالچی اور بد دیانتی مین سب عربون سے بڑھ کر ہین۔ مگر یہ خرابیان زیارت گاہون مین مخصوص ہین خود الہ آباد

مین پرانے والون کی یہی کیفیت ہو۔ اور اُن کو لالچی نیک بخت دبے عقل حاجیون نے بنایا۔ فقط

آپ کا پرانا نیازمند

سید مقبول احمد

مہربانی فرماکر اس خط کو اور اس کا جواب آپ الناظر مین شایع فرماکر مسلمانون کو اطمینان دلا دین ورنہ کم سے کم مین آپ سے کل ندا کے سامنے اس کا ثبوت چاہونگا۔

س ۔ م ۔ ا

---

سید مقبول احمد صاحب نے مجھ سے تہدیداً مطالبہ کیا ہو کہ ان کی تحریر کے ساتھ ہی اپنا جواب بھی شایع کر دون۔ مین نے جو کچھ لکھا ہو اسکے متعلق یہ دعویٰ تو نہین کیا جا سکتا کہ اس کی بنیاد تمام تر عینی مشاہدات پر ہو۔ مین نے سفر حجاز زیارت کی قصد سے کیا تھا اور اس حیثیت مین مجھ کو کوئی موقع اس کا نہ تھا کہ مین مکہ کے رند فاسقین سے فیض صحبت حاصل کرتا۔ مکہ معظمہ کی حاضری کے دوران مین جو باتین مین نے مشاہدہ کین یا ایسے لوگون سے سُنین جن کو مین واقف کار اور ثقہ جانتا ہون انھین پر میری تحریرون کی بنیاد ہو۔ ممکن ہو کہ عراق کے جس حصہ مین سید صاحب تھے وہان کی حالت بہتر ہو۔ حجاز مین بھی بدوؤن اور اہل مدینہ کی حالت یقیناً اہل مکہ و جدہ کی سی نہین۔ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ سید صاحب کا معیار اخلاق آجکل کے فیشن کے مطابق ہو۔

مین اپنے مضامین مین صرف اس اندیشے سے اُن محترم اصحاب کے اسماے گرامی نہین لکھتا جو میری بہت سی معلومات کا ذریعہ ہین کہ کہین میری تحریرین اُن کو ظالم شریف مکہ کے پنجۂ عقوبت مین نہ پھنسا دین لیکن مین یہ اطمینان دلا سکتا ہون کہ مین نے ثقہ اور واقف کار لوگون ہی کی روایات پر اعتماد کیا ہو۔

مین سنیچر کے دن مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ آنے والی شب جمعہ کو جنت المعلیٰ مین جا کر اُن ارواح طیبات پر فاتحہ خوانی کرون جو وہان مدفون ہین مگر ایک صاحب نے جو ایک بڑے بزرگ کے پوتے ہین اور مکہ معظمہ مین مستقلاً مقیم ہین مجھکو یہ کہکر

رہ کا کہ عورتون کے ہجوم و ہنگامہ کی وجہ سے کوئی شریف مرد وہان شب جمعہ کو نہین جاسکتا اسکے بعد ایک اور مقدس ہستی نے مجھسے وہان کی بدعنوانیون کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگرچہ وہ موقع تم جیسے شخص کے جانے کے لائق نہین تاہم اگر مشاہدہ عینی کا ذوق ہو تو ایک بار ہو آؤ۔ اور اُسکی تصدیق متعدد دیگر مقیم مکہ اصحاب سے ہوئی۔

اغلام و لواطت کے حالات بھی میرے ذاتی مشاہدہ کی چیز نہ تھے۔ مگر جن لوگون نے بیان کیے اُن پر مجھے کامل اعتماد ہے۔

آپ کا یہ خیال صحیح نہین ہے کہ مین ترکون کی دوستی سے متاثر ہو کر عربون کو بُرا کہتا ہون مین ترکون کے ساتھ صرف اس سبب سے محبت رکھتا ہون کہ وہ اسلام کی خدمت کرتے تھے اور کر رہے ہین۔ پھر عرب اور اہل مکہ جنمین خود محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے حضرات خلفاے راشدین گروہ مہاجرین اور ہزارون اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین پیدا ہوے جنھون نے اسلام کی بنیاد رکھی اور اُس کی تعمیر مین اپنا مال و جان سب کچھ تج دیا اُن کی محبت تو عین ایمان ہے۔ اسکے علاوہ باوجودیکہ ہندوستان میرا اور صدیون سے میرے اجداد کا مولد ہے لیکن مین اپنے اصلی وطن کو آج تک نہین بھولا اور جو ہاشمی خون میری رگون مین دوڑ رہا ہے اُس کے لحاظ سے مین عرب اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ اپنی جزئیت سمجھتا ہون۔ اور اسی خیال سے جب کبھی ہندوستان سے مہاجرت کا خیال پیدا ہوتا ہے تو ہمیشہ اُسی خطۂ مقدس کی طرف نگاہین دوڑتی ہین۔ جہان سے ہمارے اسلاف کبھی مہاجرت پر مجبور ہوے تھے۔

اگر آپ میری تجربات کو کسی مقصد سیاسی کے ماتحت سمجھتے ہین تو مین کہون گا کہ آپ میرے اوپر ظلم کرتے ہین۔ ہان اگر کسی دوست یا عزیز کو اُسکے عیوب سے آگاہ کرنا یا دوسرے ہمدردون کو اُسکی اصلاح پر توجہ دلانا دوستی و محبت کے منافی ہے تو یہ بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ اگر مین اس راے کو تسلیم کر لون تو عرب کیا معنی ہندوستان کے لوگون کا ذکر بھی الناظر مین نہ آنا چاہیئے۔

یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ عربون کے بعض اخلاقی ذمائم کی ذمہ داری حاجیون پر

عالم ہوتی ہے اور یہ بھی یقیناً درست ہے کہ زیارت گاہون کے لوگ عموماً اچھی اور
بد دیانت ہوتے ہین۔ لیکن کیا آپ کا اور میرا اور ہر ذی ہوش مسلمان کا یہ فرض نہین
ہے کہ کم سے کم مسلمانون کی عام زیارت گاہون مین اور علی الخصوص خانۂ کعبہ کے گرد و پیش
یہ حالات نہ رہین۔

دُنیا مین ہر شخص کی دلی تمنا اور انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے اور ہونا چاہیے کہ
اُسکی اولاد اور اُسکے عزیزون کی اولاد بہترین تعلیم و تربیت حاصل کرے اور پاکیزہ ترین
اخلاق کا نمونہ بنے۔ یہ کیون؟ اس لیے کہ لوگون کو جسقدر قرب و خصوصیت جس سے ہوگی اُسی قدر
اُس کی فلاح و بہبود کا زیادہ خیال ہوگا۔ مین دنیا کی ہر جگہ سے زیادہ حرمین محترمین کو
مقدس جانتا اور عزیز رکھتا ہون اس لیے اگر یہ دلی تمنا ہے کہ وہان کے لوگ دنیا بھر سے
بہتر ہون تو شاید کسی کو ناگواری کا حق نہین۔ لکھنؤ، الہ آباد، بلکہ دہلی و اجمیر کا بھی مکہ معظمہ
سے مقابلہ نہین کیا جا سکتا۔ اس لیے ان مقامات پر جو نقائص و معائب نظر انداز بھی
کر دیے جا سکتے ہون مکہ معظمہ مین اگر وہ ان سے کم درجہ پر بھی ہون تو یقیناً قابل تاسف
اور لائق ملامت ہین جسطرح دنیا کی تمام مساجد سے زیادہ حرم بیت اللہ الحرام کے اندر
نماز پڑھنے، تلاوت کرنے یا اعتکاف مین بیٹھنے کا ثواب ہے اُسی طرح دنیا کے تمام مقامات
سے زیادہ اُس "بلد امین" کے اندر ارتکاب معصیت سنگین ہے۔ اور اسی نسبت سے مین اہل مکہ
کے اخلاق و اعمال کا معیار بلند دیکھنا چاہتا ہون۔

آپ نے کمال کیا ہے کہ اپنے حسن ظن کو مستحکم کرنے اور میرے بیانات کی تردید کرنے
کے لیے عبدالقادر شیبی کے صاحبزادہ کی شہادت پر اعتماد کیا۔ اگر اس سے زیادہ معتبر شہادت
درکار ہو تو کسی مطوف کو بلا لیجیے۔ آپ نے تو تصفیہ قضایا کا کام کیا ہے۔ کتنے مجرم آپ کو
ایسے ملے ہین جنھون نے اپنے جرائم کا خود اقبال کیا ہو۔ شریف مکہ کے متعلق وہ یہان سمجھکر
جو چاہین کہین مگر مکہ معظمہ یا جدہ مین پہونچنے کے بعد وہ یہ بھی کہنے کی جرات نہ کرین گے
اور خود اپنے اور دیگر اہل خاندان شیبی کے متعلق ظاہر ہے کہ وہ کس قدر صدق بیانی کر سکتے
ہین۔ مطوفون کی جماعت کے اعمال و کردار سے لوگ بہت زیادہ واقف ہین لیکن وہ اپنے

عیوب کی پردہ پوشی نہ کرتے رہین تو جتنے لوگون کو آج وہ اپنے تقدس کا گرویدہ بنا سکتے ہین اُن کی تعداد شاید اتنی کم رہ جائے کہ اُن کے لیے فراغت کی زندگی بسر کرنا دشوار ہو جائے۔

ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اہل حجاز کے محاسن کا بیان سننے کے لیے تو مشتاق رہتی ہے مگر اُن کے معائب کے ذکر سے کبیدہ خاطر ہو جاتی ہے۔ اس مین وہ نیک اصحاب بھی ہین جو اپنے حسنِ خلق کی وجہ سے دنیا اور اہل دنیا کو عموماً اور اہل حجاز کو خصوصاً نیکیون کا مجموعہ سمجھتے ہین۔ اِن لوگون کا میرے دلمین بہت زیادہ احترام ہے اس لیے اُن کو اگر میرا انداز تحریر پسند نہ آئے تو مین شکایت نہین کرسکتا بلکہ دعا کرتا ہون کہ خداوند کریم مجھے بھی اس قابل کر دین کہ صرف نیکیون پر نظر رکھا کرے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو حالات سے پوری طرح واقف ہین اور دل سے اِن حالات کو بُرا اور قابل اصلاح بھی سمجھتے ہین لیکن اس اندیشے سے ایک حرف زبان پر نہین لاتے۔ شایع کرنا تو درکنار کہ کہین اُن کا حج نامقبول نہ قرار پا جائے۔ الحمدللہ کہ جب تک میری نیت سلامت ہے مجھے لومتہ لائم کی پروا نہین۔

ایک قابل اہل قلم و اخبار نویس سے حال ہی مین گفتگو آئی۔ وہ بھی چند سال ہوے حج کی غرض سے گئے تھے اُنھون نے میرے مضمون کی اجمالاً تصدیق کی اور اپنے عربی اخبار مین اس کا ترجمہ شایع کرنے کا خیال ظاہر کیا تاکہ اہل مکہ بھی اِن خیالات پر مطلع ہون۔ خدا کرے کہ میرے عرب بھائی ان حالات کی اصلاح پر خود متوجہ ہون اور جب خداوند تعالےٰ مجھے اُس سرزمین مقدس کی زیارت سے پھر سرفراز فرمائین تو مین اُن کے اخلاق و معاشرت کی قصیدہ خوانی سے شیرین کام ہو سکون۔

حجاز اور اہل حجاز کے متعلق ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ جو احباب میری تحریرات پر اظہار رائے فرمانا چاہتے ہون وہ تھوڑے صبر سے کام لین اور سلسلہ کو تمام ہو جانے دین۔

ظفر الملک

# سفر حجاز کی مختصر رُوداد

## تیسری منزل

کشتی کا کرایہ دے کر ہم لوگ اپنا اپنا سامان اُتروانے کی غرض سے محصول خانہ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ کہ دروازہ کے باہر ہی معلمین کے نمائندون کی پلٹن نظر آئی۔ اور جب مین نے اور میرے ساتھیون نے اپنے اپنے معلمون کے نام بتائے تو ایک صاحب نے جو اتفاق سے دونون معلمون کے وکیل تھے ہم لوگون کو علیحدہ کھڑا کر دیا اور جب تک اُن کو یقین نہین ہو گیا کہ ہم لوگون کے سوا اس جہاز پر اُن کے حاجی اور نہین ہین ہم لوگ وہین کھڑے رکھے گئے۔ جہاز اور قرنطینون کی اسیری کے بعد یہ گزنتاری زیادہ ناگوار نہین ہوئی مگر ہر شخص کو اپنے سامان کی فکر تھی اور شہر مین پہونچنے کی جلدی۔

تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد جب ہم محصول خانہ کے کنارے پہونچے تو کشتیون پر سے سامان اُترنے لگا ہمارے وکیل صاحب کے ایک ملازم نے ہم لوگون کا سامان اتروا کر محصول خانہ مین رکھوا دیا اور یہان سرکاری عمال نے جانچ شروع کی۔ اس وقت محصول خانہ مین جو ہنگامہ مچا ہوا تھا وہ دیکھنے کے قابل تھا۔ ہر مسافر چاہتا تھا کہ اپنا سامان دکھا کر جلدی سے باہر نکل جائے۔ جن لوگون کے پاس سامان کم تھا وہ اپنے کندھون پر رکھے ہوئے تھے اور زیادہ عجلت وہی کرتے تھے۔ ہم لوگون نے چھوٹی چھوٹی اشیا عورتون کے پاس چھوڑ دی تھین اور ایسی چیزین جن کو محصول خانہ مین دکھانا ضروری تھا حمالون کے ذریعہ سے محصول خانہ پہونچا دی گئین۔ جب حبشی نژاد مفتش کو جس کے سیاہ لباس کی چمک رنگت کی آب و تاب دوبالا کر رہی تھی اورون سے فراغت ہوئی تو وہ میرے سامان کی طرف متوجہ ہوا۔ میرے سامان مین ایک بچھونا تھا۔ ایک کپڑون کا بورا اور ایک اشیا، خوردنی کا صندوق۔ بستر اور بورے پر تو اُس نے کچھ توجہ نہین کی البتہ جب بکس کھُولا گیا تو اوپر ہی دودھ کے چند ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے ایک ڈبہ فوراً اُٹھا لیا اور جا کر قریب کے ایک گودام مین رکھ آیا اور واپس آکر اُس بکس پر اور میرے دیگر سامان پر کھریا سے ایک نشان بنا دیا۔ یہ کل کارروائی شاید ایک منٹ کے

اندر ہوگئی اور اُس کے بعد وہ تو دوسرے اشخاص کا سامان دیکھنے کی طرف متوجہ ہوا اور وکیل صاحب
کے ملازم نے مجھ سے کہا کہ چلئے سامان باندھیے اور باہر نکلیے۔ مین حیران تھا کہ معاملہ کیا ہے جب ڈبہ نکالا گیا
ہے تو مجھے اپنی سادہ لوحی سے یہ خیال گذرا کہ کسی دوسرے افسر کو دکھایا جاے گا۔ لہذا جب سامان
باندھ کر باہر نکلنے کے لیے مجھ سے کہا گیا تو مین متامل ہوا اور مین نے کہا کہ میرا ڈبہ تو واپس ملجاے۔
جس پر وکیل صاحب کے ملازم نے کسی قدر نفرت و حقارت کے لہجہ مین مجھ سے کہا کہ آپ خواہ مخواہ دیر کر رہے
ہین آپ تو بہت سستے چھوٹ گئے اور جلدی جلدی میرے سامان کو خود باندھنے لگا۔ اُس وقت ہجوم
اتنا تھا کہ کسی جگہ اطمینان سے کھڑا ہونا مشکل تھا۔ لوگ سیل دریا کے مانند دوڑتے ہوے چلے آرہے تھے
اور ذرا سی غفلت مین دھکہ کھاکر گرنے کا اندیشہ تھا۔ لہذا مین بھی خاموش ہو رہا اور سامان اُٹھواکر
باہر آیا۔ باہر نہایت تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی اس لیے کہ تقریباً دس بج گئے تھے۔ مین نے چاہا کہ چھتری
کھولکر لگاؤن تو معلوم ہوا کہ محصول خانہ مین چھتری کسی کے پانون سے دب کر ٹوٹ گئی ہے۔ اب مجھے
اپنے ساتھیون کا انتظار تھا۔ کچھ دیر کے بعد پھر محصول خانہ مین داخل ہونا چاہا تو ہجوم کی وجہ سے راہ نہ ملی۔
بڑی مشکل سے جب اندر گیا تو دیکھا کہ مستری نظام الدین صاحب ایک کونہ مین کھڑے ہین اور لٹھے کے
ایک تھان کے لیے مفتش صاحب اُن سے للعہ محصول مانگ رہے ہین۔ وکیل صاحب کے ملازم نے
ان کو مشورہ دیا تھا کہ مفتش صاحب کو کچھ نذرانہ دیکر اپنی جان چھڑا لیجیے مگر اسے اُنھون نے گوارا نہین کیا
لہذا جنس کے بورے اور گھی کے پیپے تو مفتش صاحب نے رکھوا لیے اور کہا کہ شام کو آکر ان کا محصول
دیکر لیجا ئیے گا۔ اور تھان کا محصول اسی وقت لے لیا۔ مین نے مستری صاحب سے کہا کہ جو سامان آپ سے
لیا جاتا ہے اُس کی رسید لے لیجیے تو اب کوئی رسید نہین دیتا۔ اور وکیل صاحب کے ملازم کا حکم تھا کہ گھبرانے
کی بات نہین ہے مین خود آپ کے ساتھ آکر سامان لیجلون گا۔ بڑی دقت و دشواری کے بعد ایک صاحب نے
رسید لکھ کر دی تو مین اُن کو اور بقیہ سامان اور عورتون کو ساتھ لیکر باہر آیا۔ یہان کل سامان ایک چھیّہ
ٹھیلے پر جسمین خچر جتا ہوا تھا بار کیا گیا اور ہم لوگ سامان کے ساتھ پیدل روانہ ہوے۔ وکیل صاحب کا
مکان محصول خانہ سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر ہوتے ہوتے ہم لوگ اُن کے مکان مین
فروکش ہوگئے۔ اس گاڑی کا کوئی کرایہ نہین دینا پڑا۔ اور وکیل صاحب سے یہ دریافت کرکے خوشی
ہوئی کہ حکومت ہاشمیہ کی ہدایت کے بموجب عمال جدہ نے یہ انتظام کر دیا ہے کہ حجاج کو جہاز پر سے

قرنطینہ لیجانے اور وہان سے ساحل تک پہونچانے کا جو کرایہ عثمانی کس کے حساب سے کشتی والے کا مقرر ہی اسی مین جمرک سے جائے قیام تک بار برداری کا صرف بھی شامل ہی۔ اس طریقہ سی حجاج کو بہت آسانی رہی ورنہ اجنبی مقام پر کشتی اور ٹھیلہ والے حاجیون کو دق بھی کرتے اور اُن سے من مانی اُجرتین بھی وصول کرتے۔

یہان بطور جملہ معترضہ یہ بیان کرنا دلچسپی کا موجب ہو گا کہ جاپان کے مختصر قیام مین موجی Moji سے نگاسکی Nagasaki جاتے ہوے ریلوے اسٹیشن پر بھی اسی قسم کا تجربہ ہوا تھا اور معلوم ہوا کہ وہان ریلوے کی طرف سے سامان اُٹھانے والے قلی ملازم ہین جن کی اُجرتین مسافرون کے ٹکٹ کی قیمت سے دی جاتی ہین اور مسافرون سے سامان ریل پر رکھنے کے لیے کچھ نہین ملتا ہندوستان کے بڑے بڑے اسٹیشنون پر بھی اسی قسم کا انتظام کر دیا جاے تو اجنبی مسافرون کو بہت آسانی وراحت ہو۔

. . . . .

وکیل صاحب کے جس مکان مین ہم ٹھہرائے گئے اس کی تین منزلین تھین بالائی منزل پر تو وکیل صاحب معہ اہل وعیال کے خود مقیم تھے۔ نیچے کی منزل مین دو کمرے تھے جسمین سے ایک کو وکیل صاحب نے اپنا دفتر بنایا تھا اور دوسرا کمرہ حاجیون کے لیے تھا۔ ابتداءً اسی کمرہ مین اُنھون نے ہم لوگون کو ٹھہرایا مگر یہ دیکھ کر کہ اس چھوٹے سے کمرہ مین ہم سب لوگ معہ سامان کے اگر رہے تو بہت دقت اور کشمکش رہے گی اُنھون نے مجھے اور میرے ساتھی رحمت شاہ کو وسطی منزل کے ایک کمرہ مین ٹھہرا!

جدہ کے مکانات عموماً ایک ہی نمونے کے بنے ہوے ہین۔ مربع یا مستطیل قطعات زمین پر تین یا چار منزلون کی عمارتین ایسی اہتمام کے ساتھ بنائی گئی ہین کہ ہر منزل مین تقریباً برابر دست کے کمرے نکل آئے ہین اور زینہ کے لیے جگہ چھوٹ گئی ہی۔ کل منزلون کے پاخانے تلے اوپر ہین مکان کے نیچے جو سنڈاس بنائی جاتی ہی سب فضلہ اُسمین جمع ہوتا رہتا ہی اور سال مین ایک بار ہر سے زمین کھود کر نکالا جاتا ہی۔ ہر منزل مین گنجائش کے لحاظ سے دو تین یا چار کمرہ ہوتے ہین جنمین سے کونے والے کمرون مین دو سمت سے ہوا آتی ہی اور اوپر کی منزل مین تین سمت سے۔ مغرب کی جانب چونکہ سمندر واقع ہی اس لیے ٹھنڈی ہوا اُس رُخ سے آتی ہی۔ مین ۱۰ اپریل کو جدہ پہونچا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا روزے بمبئی ہی سے شروع ہو گئے تھے۔ اور جہاز مین اکثر لوگون نے رکھے مگر مجھے خلوے معدہ کی حالت میں

چونکہ جہاز پر متلی ہونے لگتی ہے۔ اِس لیے مین نے قضا کیے تھے۔ صبح سویرے ہی کھانا کھانے کا
عادی ہون اور جہاز پر بھی یہ انتظام قایم رکھا گیا تھا۔ چنانچہ کشتی سے اُترنے کے بعد جب سامان
اتارا جا رہا تھا تو مین نے وہین ایک خوانچہ والے سے کچھ خرید کر ناشتہ کر لیا اور مکان پر آتے ہی
سب سے پہلی فکر پیٹ کی ہوئی۔ وکیل صاحب کے ایک ملازم چھوکرے کو ساتھ لیکر بازار گیا۔ روٹیاں
گرم و سرد دونون بافراط موجود تھین مگر کھانے کی سب دوکانین خالی نظر آئین۔ دریافت کرنے سے
معلوم ہوا کہ رمضان مین یہان دن کو کھانا نہین فروخت ہوتا۔ اگرچہ مسافرون کو اس سے تکلیف
ضرور ہے مگر رمضان کا یہ احترام نہایت قابل قدر ہے خداوند کریم سب مسلمانون کو اس کی تقلید کی توفیق
عطا فرمائین جمے ہوے دہی کے پیالے خوانچون مین بک رہے تھے اسی پر قناعت کی گئی۔ خمیری
روٹیان یہان کئی قسم کی بنتی ہین اور سب ذائقہ کے لحاظ سے عمدہ ہوتی ہین۔ بلکہ ہندوستان مین جہان
جہان بازار کی روٹیان کھانے کا اتفاق ہوا کہین ایسی خوش ذائقہ نہین بنتین رنگون مین جو روغنی
روٹی بکتی ہے وہ بھی اچھی ہوتی ہے مگر یہان کی روغنی جسپر تھوڑی سونف بھی چسپان ہوتی ہے اُس سے
بھی زیادہ مزہ دار ہے اور آبی تو بہت ہی افضل ہے۔ اور قیمت کچھ زیادہ نہین۔ معمولی روٹی کی قیمت پانچ پیسے
جو اتنی وزنی ہوتی ہے کہ میرے لیے ایک اور خوش خوراک لوگون کے لیے دو کافی ہین۔ کھانے کے ساتھ ہی
پانی کی فکر ہوئی۔ پانی مول لیا تو مٹی کے تیل کا ایک ٹین چار آنے مین ملا۔ اور یہ پانی بھی کچھ اچھا نہ تھا
دریافت سے معلوم ہوا کہ یہان میٹھے پانی کے کنوئین نہین ہین اور نہ کوئی چشمہ ہے بلکہ حکومت ترکی کے
زمانہ سے سمندر کا کھاری پانی کل کے ذریعہ سے پینے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ مگر بسبب اس کے کہ حکومت
ہاشمیہ نے یہان کا ایک انجن مکہ معظمہ منتقل کر دیا ہے اب کم مقدار مین پانی بنتا ہے اور عموماً شہر کے مستقل باشندے
گویا جو لوگ خاص اہتمام کر کے اُس کے خزانہ سے حاصل کرین۔ نصیب ہوتا ہے۔ شہر کے عامۃ الناس اور
مسافرون کے لیے پانی کے ذخیرے شہر سے باہر ہین۔ یہ بڑے بڑے تہ خانون کی صورت مین ہین جنمین
برسات کا پانی جمع کر لیا جاتا ہے اور وہان سے سوڈانی مزدور اور غریب بدو اُونٹون یا گدھون پر اد
اور بہت ہی غریب لوگ اپنے سرون پر لاد کر لاتے ہین۔ یہ پانی کل کے پانی سے گندلا ہوتا ہے۔ شہر مین چاہ
کنوئین ہین۔ ان کا پانی بالکل سمندر کے پانی کی طرح کھاری ہے۔ اور بعض اوقات پانی لانے والے دونون کو
مخلوط کر دیتے ہین جس کے باعث نہایت بدمزہ پانی پینا پڑتا ہے۔

کھانے اور پانی کی خرید کے لیے ضرورت پڑی کہ مقامی سکّے بدل کر لیے جائین۔ کیونکہ اگرچہ ہندوستان کی چاندی کی ریزگاری بھی چل جاتی ہی مگر جہاز ہی پر مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ اس مین خسارہ رہتا ہی۔ جدہ مین اُس وقت روپیہ کے پندرہ نکل کے قرش ملے۔ چنانچہ حسب ضرورت قرش اور ہللے لے لیے گئے۔ ایک قرش کے چار ہللے ہوتے ہین۔

کھانے سے فارغ ہوکر مین نے وکیل صاحب سے دیر تک گفتگو کی اور جب یہ معلوم ہوا کہ جدہ سے براہ راست ینبوع جانے کی قطعاً اجازت نہین تو مین نے مکہ معظمہ حاضر ہونے کا تہیہ کیا۔ وکیل صاحب کے بیان کے مطابق قافلہ سینچر کو روانہ ہونے والا تھا اس وجہ سے مین نے خیال کیا کہ اور ذرائع سے بھی ینبوع جانے کے لیے کوشش کرون۔ روانگی کے وقت ایک دیرینہ کرمفرما کی عنایت سے بمبئی کے ایک عرب تاجر نے جدہ کے ایک معزز تاجر کے نام تجارتی خط لکھدیا تھا اور یقین دلایا تھا کہ وقت ضرورت ہر قسم کی امداد ملجائے گی۔ اُن کا پتہ دریافت کیا تو وکیل صاحب سے معلوم ہوا کہ رمضان مین عموماً مغرب بلکہ عشا و تراویح کے بعد یہان کے معززین سے ملاقات کا وقت ہی۔ سہ پہر کو مین نے بازار کا ایک گشت لگایا۔ ضرورت بھی تھی چلتے وقت لکھنؤ یا بمبئی سے سامان تحریر تو ساتھ رکھ لیا تھا اور خط و طاسکے کاغذ بھی مگر مضامین لکھنے کے واسطے کاغذ موجود نہ تھا۔ جہاز پر ضرورت پڑی تو خیر خط کے کاغذ سے کام چلا لیا گیا۔ اس کے علاوہ شکستہ چھتری اور ٹوٹے ہوے جوتے کی بھی مرمت کرانا تھی۔

جدہ چھوٹا سا شہر ہی۔ چارون طرف شہر پناہ کی دیوارین ہین جسمین چار دروازہ چارون جانب ہین ساحل سے آنے والون کو مغربی دروازہ سے آنا پڑتا ہی دروازہ ہی پر جانب راست ڈاک خانہ اور تارگھر ہی اور جانب چپ محصولخانہ کا دفتر اسی سڑک سے چل کر مشرقی دروازہ (باب المکہ) پر پہونچتے ہین جہان سے قوافل مکہ معظمہ یا دیگر حصص ملک کی طرف جاتے ہین۔ سڑک کے دونون طرف بازار ہے جسمین [illegible] دوکانون کے سوا سب چھوٹے چھوٹے متفرق چیزون کے دوکان دار ہین۔ قہوہ خانے تو پھاٹک [illegible] ہوتے ہی ملتے ہین اُس کے بعد کھانے کی چند دوکانین ہین اور پھر متفرق اشیا کی۔ [illegible] دروازہ سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر چوراہہ ہی۔ یہان سے شمال و جنوب کے بازارون کا نظارہ ہوجاتا ہی۔ شمالی بازار زیادہ بارونق ہی کیونکہ تقریباً تمام تھوک فروش اور بڑے بڑے تاجرون کی دوکانین اسی بازار مین ہین۔ جنوبی بازار مین صرافہ اور کھانے کی دوکانین ہین۔ ان بازارون کے اطراف مین شہر

بسا ہوا ہے۔ شمالی بازار کے خاتمہ پر جو بڑے بڑے مکانات ہین اُسے گویا یہان کی سول لائنس سمجھنا چاہیے۔ فصیل کی شمالی سمت مین ایک دروازہ ہے جس کا نام باب الجدید ظاہر کرتا ہے کہ وہ حال ہی مین بنا ہے یہان سے ایک کشادہ سڑک نکلی ہے جو فصیل کے نیچے نیچے نصف مغربی سمت کو طے کرکے شمالی بازار کی سڑک سے جا کر ملجاتی ہے۔ اسی کے کنارے تمام قنصل خانہ ہین۔ دروازہ کے باہر سمندر کے کنارہ ایک وسیع میدان ہے جہان لوگ شام کو بغرض ہواخوری جاتے ہین۔ اور اسی میدان مین ایک جانب شریف مکہ کے ہوائی جہازون اور مختصر فوج کی بارکین بنی ہوئی ہین۔ یہ ہوائی جہاز مشق اور ممکن ہے کہ مرعوب کرنے کے لیے بھی روزانہ صبح کو اُڑلے جاتے ہین اور گھنٹہ دو گھنٹہ تک نو وارد مسافرون اور شہر کے عجائب پسند لوگون کو تماشا دکھا کر اپنی جگہ واپس جاتے ہین۔ اس عمارت کے مشرق جانب تھوڑے فاصلہ پر حضرت حوا علیہا السلام کا مزار ہے جس کی زیارت کے لیے ہر حاجی باب المکہ کی راہ سے جاتا ہے۔

بازار مین جا کر پہلے چھتری کی مرمت کرائی۔ پھر متعدد دکانون پر کاغذ کی تلاش کی۔ اول تو مرضی کے مطابق کاغذ کسی دکان پر نہ ملا۔ اور جب دو ایک کاغذ پسند کیے تو دام بہت مانگے گئے بازار مین عام طور پر اشیائے خوردنی کو چھوڑ کر کل مال یورپ کا ساختہ نظر آیا۔ شبہ ہوتا تھا کہ بمبئی کے کسی چھوٹے سے بازار مین کھڑے ہین۔ چند انگریز بھی دکھائی دیے جو یقیناً قنصلات سے تعلق رکھتے ہون گے۔ جوتے کی مرمت ایک بخاری سے کرائی۔ اُس کی دکان پر عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ اور وہ خود گھڑی سازون کا سا ایک میز سامنے رکھے اور ایک تپائی پر بیٹھا ہوا جوتہ بنا رہا تھا اُس نے نہایت خوش اخلاقی سے بٹھایا اور فارسی مین دیر تک بات چیت کرتا رہا۔ شام کو بازار مین ہم لوگون نے کھانا کھایا۔ اتفاق سے مالک دوکان ایک ایسا عرب تھا جو کئی بار ہندوستان ہو آیا تھا اور اس لیے اردو صاف بولتا تھا۔ اُس دوکان پر اور نیز دیگر دوکانون پر کئی قسم کا گوشت، سبزی، اور دال موجود تھی۔ کھانا ہمارے مذاق کے مطابق تو نہ تھا اس لیے کہ نہ اس مین کافی روغن تھا۔ نہ مصالح اور نہ مرچ۔ تاہم پیٹ پالنے کے لیے غنیمت تھا۔ اور کچھ زیادہ گران بھی نہین اس لیے کہ دونون آدمیون نے کئی قسم کے کھانے سے ۱۲ ار مین پیٹ بھر لیا اور آخر مین سابودانہ کی کھیر سے مُنھ بھی میٹھا کر دیا گیا۔ اس کے بعد قہوہ خانے مین بیٹھ کر چائے پی۔ چائے قہوہ اور تمباکو کا رواج یہان بہت ہے۔ قہوہ خانون مین کافی مجمع تھا۔ اور اکثر

لوگ حقے اور سگریٹ پی رہے تھے۔ یہاں کے حقے دیکھنے میں بہت شاندار ہیں کیونکہ بیچوان کا عام طور پر رواج ہی مگر خشک تمبا کو پیا جاتا ہی اس لیے اہل ہند کو اس میں مزہ نہیں مل سکتا۔

یہاں کے بازار میں تقریباً وہ تمام اجناس اور ترکاریاں ملتی ہیں جو ہندوستان میں عام طور پر مستعمل ہیں لہذا جو لوگ اپنا کھانا خود پکانا چاہتے ہیں اُن کو کوئی دقت نہیں ہوتی۔ نرخ نسبتاً گراں ضرور ہی مگر اس ملک کے موقع پر نظر کرکے مجھ کو زیادہ گراں نہیں معلوم ہوا۔ روپیہ کا تقریباً تین سیر گیہوں کا آٹا ملجاتا ہی خربوزے اور تربوز کے سوا بازار میں میوہ کوئی نہ تھا مگر کاغذی لیموں اور سبز پودینہ بافراط ملتا ہی۔ تربوز بعینہ اسی قسم کا ہوتا ہی جیسا فرخ آباد کا پنور میں ملتا ہی اور بہت ہی خوش ذائقہ ہوتا ہی۔

میرے دوست مستری نظام الدین صاحب مجھ سے جُدا ہوکر اپنے اور ہمراہیوں کے خورد و نوش کا انتظام کرنے کے بعد جمرک (محصول خانہ) گئے کہ جو سامان صبح کو رکھ لیا گیا تھا اُس کو محصول ادا کرکے لے آئیں۔ واپسی میں بازار میں ملے تو اُنھوں نے بیان کیا کہ چالیس روپیہ کے قریب اُن کو محصول دینا پڑا۔ اجناس اور گھی کے علاوہ اُن کے پاس تقریباً پانچ سیر تمباکو کشیدنی بھی تھی جس کی قیمت ہندوستان میں غالباً ایک روپیہ ہوگی اس پر آٹھ روپیہ محصول کے دینے پڑے۔ اسی طرح معمولی لٹھے کے ایک تھان پر جس کی اصلی قیمت دس گیارہ روپیہ سے زائد نہ ہوگی چار روپیہ محصول کے لیے گئے۔ اس حساب سے میں نے خیال کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ڈبہ دودھ کا لیکر مجھے بہت سستا چھوڑ دیا ورنہ کم سے کم تیس چالیس روپیہ مجھکو بھی دینا پڑتے۔

رات کو عشا کے بعد اُن عرب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا جن کے نام خط لایا تھا۔ وہ خود تو نہیں ملے مگر اُن کے بڑے صاحبزادہ اور ایک معتمد ملازم سے ملاقات ہوئی۔ وہ دونوں بہت اخلاق سے پیش آئے اور ہر امکانی امداد و اعانت کا وعدہ کیا مگر ینبوع کے راستہ سے مدینہ منورہ جانے کے معاملہ میں صاف اپنی معذوری ظاہر کی جس کے بعد مجھ کو بالآخر یہ طے کرنا پڑا کہ سیدھا مکہ معظمہ حاضر ہوں چونکہ صیام قریب الاختتام تھا اس لیے مجھے فکر ہوئی کہ اب جلد سے جلد مکہ معظمہ پہونچ جاؤں تاکہ جس قدر دن باقی رہے ہیں وہ وہیں بسر ہوں۔

دوسرے دن علی الصباح نماز فجر سے فارغ ہوکر حضرت حواؑ کے مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ یہ مزار ایک وسیع ریتیلے میدان میں ہی۔ مزار کے چاروں طرف چار دیواری ہی۔ حضرت حواؑ جس زمانہ میں تھیں روایات مشہور کے مطابق اُس وقت انسان کے ارتقاء عقلی نے موجودہ جسمانی انحطاط کی صورت اختیار نہیں کی تھی۔

اِس لیے اُس عہد کے انسانوں کی عمریں دراز اور جسامت طویل و عریض ہوتی تھی۔ اجودھیا فیض آباد میں ایک بڑی بھاری قبر کے متعلق کہا جاتا ہی کہ یہ حضرت شیث علیہ السلام ابن حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ مین اس کی زیارت کر چکا تھا اس وجہ سے حضرت حواؑ کی طولانی قبر کو دیکھ کر متعجب نہ ہوا۔ حضرت حواؑ کا مزار ہندوستان کی قبور کے مطابق نہین ہی بلکہ بیشی عرض کی وجہ سے صرف قبر کے دونون جانب بطور نشان دیوارین بنا دی گئی ہین جن کے درمیان مین حوض سا بن گیا ہی۔ پائین مزار مین ایک قبہ بنا ہوا ہی اور بیان کیا جاتا ہی کہ حضرت حواؑ کا فرق مبارک یہان مدفون ہی۔ باب المکہ سے نکلتے ہی بھکاری بچون عورتون اور مردون کا جم غفیر نظر پڑتا ہی۔ جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے یا بیٹھے رہتے ہین۔ اور زائرین کو دیکھتے ہی دعائین دے دے کر اور اشعار دعائیہ و آیات قرآنیہ پڑھ پڑھ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہین۔ اور جو لوگ اپنی جیب کی وسعت محدود پر نظر کرکے یا کسی اور سبب سے اُن کو بھیک دینے مین پہلوتہی کرتے ہین اُن کے ساتھ دور تک لگے رہتے ہین حتیٰ کہ بعض بیباک نیچے تو دامن پکڑ لیتے ہین۔ اندھے اور معذور فقیر الگ رستہ مین بیٹھے ہوے صدائین لگاتے رہتے ہین اور ان کی حالت یقیناً قابل رحم ہی۔ مزار کے اندر داخل ہونے کے بعد ہی جو پہلی جگہ فاتحہ خوانی کے لیے معین ہی وہان مجاورین کی معقول تعداد موجود تھی جنھون نے صدر مین ایک جانب چادر بچھا دی تھی کہ زائرین اُسی پر اپنے نذرانے رکھدین یہان پر وکیل صاحب کے خوردسال پوتے نے جو ہم لوگون کو زیارت کرانے لائے تھے مقررہ الفاظ مین سلام پڑھوایا اور اس کے بعد جب قبہ کے اندر جانے لگے تو باہر چند غریب بدوی عورتین جوتے رکھنے کے لیے بیٹھی ہوئی لین جن کے پاس جوتے امانت رکھ کے قبہ مین داخل ہوے۔ یہان ہجوم زائد تھا خصوصاً عورتون کی تعداد کثیر دیکھکر افسوس ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مجمع چھٹا تو ہم لوگ اندر حاضر ہوے۔ یہان ایک تابوت رکھا ہوا ہی جس کے ایک جانب چھوٹی سی کھڑکی لگا دی گئی ہی اور اسی مین سے شائقین کو زیارت کرائی جاتی ہی۔ مین نے باہر سے فاتحہ خوانی پر قناعت کی اور مجاورون کو کچھ دے دلا کر رخصت ہوا۔

زیارت سے واپس آنے کے بعد ہی مین نے وکیل صاحب کے بیٹے سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ مین آج ہی جانا چاہتا ہون اور چونکہ ہندوستان ہی مین ایک عزیز کی زبانی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان فاصلہ کم ہی اور گدھے پر سوار ہو کر جلد پہونچنا ممکن ہی اور ایک دن قبل بازار مین ایک صاحب سے شرح کرایہ وغیرہ بھی دریافت کر لی تھی اس لیے مین نے اُن سے درخواست کی کہ میرے لیے ایک گدھا

اور سامان کے لیے ایک اونٹ مہیا کردین۔ اور مین نے اُن سے یہ بھی عرض کیا کہ آپ انتظام نہ کرسکین تو مجھ سے کہدیجیے مین خود انتظام کرلون۔ یہ اس لیے کہ ایک صاحب نے بازار مین انتظام کردینے کا وعدہ کیا تھا۔ اُنھون نے وعدہ کیا اور دوپہر کو آکر تاکید کی کہ اپنا سامان تیار رکھون۔ سامان باندھ رہا تھا کہ پھر تاکیدی پیام پہونچا کہ اونٹ آتا ہی سامان تیار رکھیے۔ جمعہ کا دن تھا مگر مجھے اُس روز روانگی کے انتظامات مین نماز بھی نہ مل سکی۔ اور میری حیرت اور غصہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب عصر کے قریب وکیل صاحب کے دوسرے بیٹے نے آکر یہ اطلاع دی کہ اونٹ نہین ملا۔ مین اسی حالت مین خود باہر نکلا اور باب المکہ تک گیا جہان سے قوافل روانہ ہوتے ہین۔ معلوم ہوا کہ قافلہ جاچکا اور اب کوئی اونٹ نہین ہی۔ پھر گدھے والے کے پاس گیا تو اُس نے دیر تک فضول بحث و گفتگو مین وقت ضایع کیا۔ پہلے تو سرے سے انکار ہی تھا کہ بغیر وکیل کی وساطت کے گدھا نہین مل سکتا۔ مگر بعد کو وہ راضی ہوگیا تو اب کرایہ بہت مانگنے لگا۔ مین ہار کر گھر چلا آیا اور یہان وکیل صاحب کے بیٹے کو بہت ملامت کی۔ میرے رنج و غصہ سے وہ متاثر ہوکر اپنے باپ کو بلا لائے جو بہت چالاک آدمی ہین اُنھون نے مجھے سمجھا بجھا کر راضی کرلیا اور یہ طے پایا کہ مین اسی وقت گدھے پر روانہ ہوجاؤن اور سامان میرے ساتھیون کے ہمراہ دوسرے دن بھیجدیا جائے۔ اب مجھے یکسوئی خاطر نصیب ہوئی۔ تو اپنی اس غلطی پر بہت انفعال ہوا کہ وکیل صاحب کے بیٹے کو غصہ مین بہت سخت سست کہہ ڈالا تھا اور مین نے اُن سے اور اُن کے والد صاحب سے بہت تمام معذرت کی جس کے بعد قرارداد کے موجب مین نماز عصر سے فارغ ہوکر اُن کے صاحبزادہ کے ساتھ گدھے والے کے یہان گیا۔ اُنھون نے چودہ روپیے کرایہ طے کیا تھا اور اگرچہ میرے اندازے سے یہ بھی زائد تھا۔ مگر مین نے مجبوراً منظور کرلیا اور مختصر سامان جو ساتھ لیجانے کی غرض سے لایا تھا دونون جانب خرجیون مین بھرکر ساتھیون اور وکیل صاحب کے صاحبزادہ سے رخصت ہوا۔ اونٹ کا کرایہ چودہ روپیہ آٹھ آنے بتائے گئے تھے لہذا اپنے ساتھی مستری نظام الدین صاحب کو پندرہ روپیے دیدیے کہ جب آنے لگین تو میرے سامان کے اونٹ کا کرایہ دیدین۔ گدھے پر عمر بھر مین کبھی سوار ہونے کا اتفاق نہوا تھا اس بنا پر وکیل صاحب اور ساتھی دونون منع کرتے تھے مگر مین نے مکہ معظمہ جلد پہونچنے کے خیال سے ان کے مشورون کو رد کردیا۔ اور اب جو سوار ہوا تو محسوس ہوا کہ واقعی ٹیڑھی کھیر ہی۔ باب المکہ پر ایک عامل حکومت نے روک کر دریافت کیا کہ تمھارے پاس گنیان تو نہین ہین۔ اور میرے انکار کے باوجود اس نے میری کمر اور گردن وغیرہ ٹٹول کر دیکھی۔ اُس سے نجات ملی تو

گدھا لیکر تیزی سے بھاگا۔ سڑک یہان کی کسی قدر ڈھلوان تھی اور راستہ مین جگہ جگہ پتھر پڑے ہوے تھے پہلے تو مین ڈرا کہ کہین گر نہ جاؤن پھر ہمت کرکے اور جسم کو سادھ کر بیٹھا تو تھوڑی دیر کے بعد اندیشہ جاتا رہا۔ میرے ساتھ ایک شخص بطور رہنما کے تھا۔ تھوڑی دور آگے چلکر دو ایرانی زائرین بھی مل گئے وہ بھی اسی قافلہ کے رکن تھے مگر ذرا پہلے روانہ ہوگئے تھے۔ اب چارون گدھون نے ساتھ چلنا شروع کیا۔ اور تھوڑی ہی دیر مین مین نے محسوس کیا کہ مجھ کو اب کسی قسم کا خطرہ نہین ہے البتہ راستہ مین پتھرون اور اونٹ کی ہڈیون سے جب وہ ٹھوکر لیتا تھا تو مجھے خیال ہوتا کہ کہین گر نہ جائے۔ مغرب کا وقت آیا تو ہم لوگون نے ایک مقام پر جہان قہوہ خانہ بنا ہوا تھا ٹھہر کر نماز ادا کی۔ ابتدا مین تو ہم سب لوگ لبیک پڑھنے مین زیادہ مشغول رہے اور معمولی تعارف کے سوا کوئی بات چیت نہوئی۔ نماز مغرب کے بعد کچھ کچھ بات چیت ہونے لگی۔

دونون ایرانی قالین کے تاجر اور ایران کے اُس حصۂ ملک کے باشندے تھے جو دراصل عراق عرب کا کبھی ایک جزو تھا اور اس وجہ سے فارسی عربی دونون زبانین بولتے تھے۔ ان کے ملک مین ریل اور پختہ سڑکین نہین ہین اس لیے گدھے اور اونٹ کا وہان بھی رواج ہے اور یہ لوگ گدھے کی سواری کے عادی تھے۔ رات اندھیری تھی اس لیے مغرب کے تھوڑی ہی دیر بعد سے راستہ دکھائی دینا موقوف ہوگیا اور اب مین تمامتر گدھے کے رحم و کرم پر تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے تجربہ سے ظاہر ہوگیا کہ یہ گدھے اس راستے پر چلنے کے عادی ہین اور کوئی اندیشے کی بات نہین میرے ساتھیون کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ انھون نے کرایہ کچھ زائد ہی دیا ہے مگر میرا گدھا نسبتہً تیز تھا اور عموماً آگے ہی رہتا تھا۔ بائسکل پر چڑھنے والے کو گدھے کی سواری آسان ہوگی کیونکہ اسمین بھی جسم کا توازن قایم رہنا چاہیے

جدہ اور مکہ کے درمیان اگرچہ پختہ سڑک نہین ہے مگر کثرت آمد و رفت کی وجہ سے ریت پس کر ہموار ہوگئی ہے اور سوا اسکے کہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے پتھر یا اونٹون کی ہڈیان پڑی ہوئی ہین۔ راستہ کی صورت بالکل سڑک ہی کی سی ہوگئی ہے۔ راستہ کے دونون جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے بدوؤن کے جھونپڑے ملتے ہین۔ جہان قہوہ چاے اور پانی ملجاتا ہے اور راستہ اتنا پُرامن ہے کہ ایک دو آدمیون کو بھی کسی قسم کا خوف نہین ہوسکتا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہم بحرہ پہونچے۔ میرے ساتھیون نے تو عشا کی نماز بھی پڑھ لی۔ مگر مین صرف چاء اور تمباکو نوشی مین مصروف رہا۔ راستہ مین میرے ساتھی تو دو ایک بار گرے بھی

مگر مین بچا رہا۔ چونکہ وہ گدھے کی سواری کے عادی تھے اس لیے گرے تو چوٹ ذرا بھی نہ لگی۔ تقریباً دس نبجے رات کو بحرے پہونچے رات کا وقت تھا اس لیے اس مقام کو مین دیکھ نہین سکا صرف بازار سا نظر آیا۔ ایک قہوہ خانے مین ہم لوگ اُترے خرجیون سے سامان اُتار کر ایک کوچ پر رکھدیا گیا اور مین وضو کرکے نماز مین مصروف ہوا۔ میرے ساتھیون نے فوراً حقہ بھردیا اور کھانا لانے کی ہدایت کی۔ نماز سے فارغ ہوکر ہم تینون آدمی کھانا کھانے بیٹھے تو تازہ تازہ خمیری روٹیان اور تلے ہوے انڈے کھانے مین آئے۔ اُس کے بعد خربوزہ اور تربوز بھی آیا مینے خرابی صحت کی وجہ سے ہندوستان مین بھی تربوز بہت کم کھاتا ہون۔ اور کھانے کے بعد تو تمام عمر نہین کھایا تھا۔ مگر ان صاحبون کے اصرار سے مجبور ہوگیا اور غالباً یہ یہان کی آب وہوا کی برکت ہے کہ کچھ تکلیف نہین ہوئی۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہم لوگ اپنے اپنے کوچ پر سو رہے۔ سو رہے تھے کہ گدھے والے نے آکر جگایا اور جلدی جلدی سامان خرجیون مین رکھکر اور قہوہ والے کا حساب چکاکر ہم لوگ رخصت ہوے قہوہ والے کا حساب تو میرے دوستون نے طے کیا۔ مجھے ۲۰ قرش (تقریباً عہ) دینا پڑے۔ اس وقت ٹھنڈک تھی اور چونکہ جسم پر احرام کے سوا کچھ نہ تھا اور سر بھی برہنہ تھا اس لیے مجھے اتنی سردی معلوم ہوئی کہ مین کانپ رہا تھا۔ مین نے روزہ کی نیت کرلی تھی اس لیے تمباکو کے ذریعہ بھی جسم کو گرمانا ممکن نہ تھا۔ گدھا اتنی دیر آرام کرنے کے بعد تازہ دم ہوگیا تھا اور تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ اندھیرے مین ٹھیک طور پر کچھ معلوم نہین ہوسکا لیکن غالباً تھوڑی ہی دیر مین کسی قدر اُتار پڑا اور ایک سمت کو راستہ مُڑا۔ گدھا تیزی سے جو مُڑا تو مین جھٹکا کھاکر گر پڑا اور گرا تو ایسی جگہ جہان کچھ پتھر پڑے ہوے تھے کُہنی چھِل گئی اور پاؤن مین خفیف سی چوٹ آئی۔ سب لوگ رُک گئے اور مین گدھے والے کی امداد سے پھر اپنا بستر وغیرہ گدھے پر رکھکر سوار ہوا۔ چوٹ تو کافی آئی مگر اس واقعہ کی بدولت سردی کا اثر بھی زائل ہوگیا۔ جدہ سے چلے تو ہم صرف چار آدمی تھے مگر بحرے سے ایک شخص اور ساتھ ہولیا۔ یہان پہونچکر وہ گدھا چھوڑکر چلا گیا اور کوتل گدھا آگے آگے چلنے لگا۔ چونکہ اُس پر بوجھ نہ تھا اس لیے وہ سب سے تیزی کے ساتھ چلتا تھا اور اُسی کے پیچھے پیچھے ہمارے گدھے چلتے تھے۔ گویا وہ ہماری رہنمائی کررہا تھا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد گدھے والے نے کہا کہ ہم راستہ بھٹک گئے ہین جس کے بعد تلاش راہ مین بہت وقت ضایع ہوا۔ کیونکہ اس صورت سے رفتار کم کرنا پڑی۔ وہ خود پیادہ پا چلنے لگا۔ تھوڑی دیر ایک طرف جاتا تھا پھر زمین پر چوپایون کی طرح لیٹ کر زمین سونگھتا اور اس طرح گویا راہ کا پتہ

چلاتا تھا۔ بہت دیر کے بعد راستہ ملا۔ اس تلاش نے وقت بھی بہت لیا۔ اور گدھوں کو بھی بہت تھکا دیا۔ گدھے والے کے قبضہ مین اب دو گدھے تھے کبھی وہ ایک پر سوار ہوتا اور کبھی دوسرے پر اور جب ہمارے گدھے ذرا رُکتے تو اپنے لمبے بیت سے اُن کو مارتا چلتا۔ فجر کے وقت ایک قہوہ خانے مین قیام کیا۔ یہ ذرا بڑی جگہ معلوم ہوتی تھی کیونکہ کئی جھونپڑے بنے ہوے تھے اور ایک جانب چھوٹی سی مسجد بھی نظر آئی۔ قضاے حاجت کے بعد نماز ادا کی اور پھر سوار ہوے۔ رفتہ رفتہ آفتاب بھی نکل آیا بلکہ دھوپ کی تمازت اب تکلیف دینے لگی۔ اور خستگی و ماندگی کا جو عالم تھا وہ تو بیان ہی نہین کیا جا سکتا۔ بہر حال خدا خدا کر کے مکہ معظمہ کی پہاڑیان دکھائی دینے لگین۔ مکہ معظمہ کے قریب راستہ پہاڑیون مین سے بل کھاتا ہوا گذرا ہی جابجا اونچے ٹیلون پر توپین لگانے کے دُھس بنے ہوے ہین جو حکومت ترکی نے اس غرض سے بنا دیے تھے کہ اگر کوئی حملہ آور ہو تو مدافعت مین آسانی ہو اور اس مین ذرا شک نہین کہ چند صد یا زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سپاہی اس راستے سے گذرنے والی بڑی سی بڑی فوج کو بخوبی روک سکین گے۔ اگر اُن کے پاس ساز و سامان جنگ وافر ہو۔ یہ پہاڑیان گویا بلد الامین کی قدرتی محافظ ہین۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک جو ٹیلیفون لگا ہوا ہے اُس کے کھمبے بار بار سامنے آتے تھے اور اس سبب سے ہر موڑ پر خیال ہوتا تھا کہ شاید اب منزل مقصود پر پہونچ جائین گے۔ بالآخر کچھ ٹوٹی پھوٹی عمارتین نظر آئین۔ گدھے والے نے بتایا کہ ترکی زمانہ یہان کچھ فوج رہتی تھی۔ اب تو عمارت بھی بہت کچھ منہدم ہو گئی ہے۔ اس مقام سے کچھ پہلے ہی سے بڑی لڑکے مج قبول کہہ کہہ کر بھیک مانگتے ملے تھے جو اس بات کی علامت تھی کہ اب مکہ معظمہ زیادہ دور نہین ہو سکتا۔ صبح راستہ مین ایک عورت ایک سمت سے دوڑتی ہوئی ہم لوگون کی طرف آئی اور منت کہنے لگی کہ میرے گھر مین آگ جلانے کا کوئی بند و بست نہین دیا سلائی ہو تو دیدو۔ اُس کے ہاتھ مین ایک خالی ڈبیا تھی جسمین کوئی دیا سلائی نہ تھی اپنے ایرانی ساتھی کے بتانے پر مین نے اُس کو باتی دیا سلائی کی ڈبیہ پھینک کر دیدی تھی اُس وقت بھی یہ خیال گذرا تھا کہ منزل قریب آ گئی ہے۔ اُس کے بعد مسلسل کئی گھنٹہ تک چلنا پڑا۔ اس بنا پر بدوی لڑکون کو بھیک اور گدھے والے کے بوثوق کہنے پر پوری طرح یقین نہ آتا تھا۔ تھوڑی دیر اور چلنے کے بعد ایک بڑی عمارت نظر پڑی معلوم ہوا کہ یہ بھی ترکی فوجون کی قیام گاہ ہے اور اب عساکر حکومت ہاشمیہ اسی مین رہتے ہین۔ یہین سے مکہ معظمہ کی ابتدا سمجھنا چاہیے۔ آٹھ بجے کے قریب وقت ہو گیا تھا۔ دھوپ اس قدر تیز تھی کہ کم سے کم میرا تو بھیجا گھلا جاتا تھا۔ اس لیے یہ معلوم کر کے کہ اب چند ہی منٹ کے اندر ہم مکہ معظمہ پہونچ جائین گے

بہت مسرت ہوئی۔ چنانچہ کچھ دور آگے بڑھے تو داہنے جانب ایک سلسلہ عمارتون اور جھونپڑیون کا نظر آیا۔ جن مین متعدد قہوہ خانے بھی تھے۔ اور پندرہ منٹ کے اندر ہم شہر کے حدود مین داخل ہو گئے۔ اب دورویہ عمارات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور بازار نظر آنے لگا۔ مین نے تمازت آفتاب سے بچنے کی غرض سے شرقی جانب کی عمارات کے سایہ مین چلنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد ایرانی ساتھیون کے جدا ہونیکا وقت آیا کیونکہ ان کے معلم کا مکان دوسرے محلہ مین تھا۔ چنانچہ گدھے والا ہم لوگون کو روک کر ایک گلی مین چلا گیا اور وہان سے ایک اور شخص کو بلا لایا جس کی رہبری مین جلد ملاقات ہونے کی امید ظاہر کر کے ایک شب کی رفاقت پر اظہار مسرت کرتے ہوئے وہ لوگ ایک راستہ کی طرف چلے گئے اور گدھے والے کی معیت مین مین آگے بڑھتا تا آنکہ حرم شریف کے پاس پہونچ گیا اور دور ہی سے حرم محترم کے در و دیوار صحن و عمارات کو کمال عظمت و اشتیاق سے دیکھتا اور دل ہی دل مین دعائین مانگتا ہوا محلہ جیاد پہونچ گیا جہان ہمارے خاندان کے مطوف عبد القادر سکندر کا مکان ہے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ　　(ظفر الملک)

# نظرے خوش گذرے

بحمد اللہ کہ نومبر و دسمبر کا یہ مشترکہ نمبر اسی سال کے آخری دن شایع ہو رہا ہے اس کے بعد انشاءاللہ ہر پرچہ ماہ بماہ شایع کیا جا سکے گا بلکہ کوشش ہو گی کہ سابق کی طرح وسط ماہ مین یا اس سے قبل تیار ہو جائے۔ اگست نمبر مین مضامین کی قلت کا جو شکوہ کیا گیا تھا وہ بھی احباب کی توجہ و عنایت سے اب باقی نہین۔ اور یقین ہے کہ الناظر آیندہ سال ظاہری و معنوی دونون حیثیتون مین ترقی کرے گا۔ جہان تک میرا تعلق ہے مین اب سب طرف سے یکسوئی حاصل کر کے ہمہ تن الناظر اور اُس کے متعلقہ کاروبار ہی کی خدمت مین مصروف ہون اور کاروبار کے دیگر شعبہ جات سے زیادہ الناظر پر توجہ صرف کرنا چاہتا ہون۔

الناظر کی اشاعت پہلے بھی کبھی اتنی نہین ہوئی کہ اُس کی مالی حالت قابل اطمینان کہی جا سکتی مگر اسیری کے بعد سے تو رفتہ رفتہ اس قدر کم ہو گئی ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا شخص اتنی کم اشاعت کی حالت مین رسالہ کو جاری رکھنا پسند کرتا۔ مگر مین اس کے باوجود بھی اپنے سوا اور کسی کو اس بارہ مین مورد الزام نہین سمجھتا۔ اس لیے نہ دوستون سے شکایت کرنا چاہتا ہون نہ پبلک کی بدمذاقی کا دُکھڑا رو سکتا ہون بلکہ الناظر کو ہر حیثیت سے کامیاب بنانے کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے اُن کی فراہمی کے لیے حتی المقدور ساعی ہون

اور جانتا ہون کہ یہی میرا اصلی فریضہ ہے۔
الناظر کے متعلق مین اکثر اُن احباب سے مشورہ کرتا رہتا ہون جن سے سلسلۂ مکاتبت جاری ہے
لیکن مین بہت شکرگذار ہون گا اگر ایسے ناظرین الناظر جن کے دل مین الناظر کے متعلق کوئی خاص خیال ہو
مجھے اپنی راے سے مطلع فرماتے رہین۔ کم سے کم جو نقائص معلوم ہوتے ہون اُن کی اطلاع دینے سے بہت
فائدہ ہوگا۔

---

علی گڈھ کالج (مسلم یونیورسٹی) کے طلبا کا میگزین "اُردو کا پُرانا اور مشہور رسالہ ہے جو اب چند سال سے
باقاعدگی کے ساتھ شایع ہوتا اور مضامین کے لحاظ سے نہایت پسندیدہ ہو گیا ہے۔ اس کا تازہ نمبر تیار ہو کر چند اشخاص تک پہونچا
تھا کہ اس کی اشاعت خداوندان یونیورسٹی کی طرف سے روک دی گئی۔ جہانتک ہمین معلوم ہوا ہے اس پرچہ مین کوئی
سیاسی بم ملفوف نہ تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ تہذیب جدید کے دلدادگان کے درمیان جو معاشرت روز بروز مروج
ہوتی جاتی ہے اُس کے خلاف یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر مسٹر رشید احمد صدیقی کا قلمی جہاد بعض اصحاب اقتدار کے
اعتدال مزاجی کو فنا کر دینے کا سبب بن گیا۔ اللہ اللہ ایک طرف تو یہ آزادی و آزادانہ روی ہے کہ خدا و رسول کے
احکام کی تابعیت اور قوم و ملک کے رسم و رواج کی پابندی گویا مذہب تہذیب علی گڈھ مین بمنزلۂ کفر و شرک کے ہے
اور دوسری طرف یہ استبداد و ظلم کہ ذراسی خلاف مزاج بات برداشت نہین ہوسکتی اور پھر توقع یہ کی جاتی ہے کہ ایک طرف
مسلمان ہماری عزت کرین ہمین مخدوم قوم جانین اور ہمارے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرین اور دوسری طرف انگریز ہماری
قدر کرین۔ ہمین اپنے برابر سمجھین اور ہماری عزت و توقیر کرین۔
احباب علی گڈھ ذرا غور و تامل سے کام لیتے تو اس قسم کی مضحکہ انگیز اور بدنام کنندہ 'عقل' 'عقلیت' اُن سے سرزد نہ ہوتی۔
وہ جس طرز معاشرت کو پسند کرتے ہین آزادپسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اُس پر عمل پیرا ہون اور ہم سمجھتے ہین کہ باوجود ان کی راے
سے اختلاف رکھنے کے تمام صائب الراے اصحاب اُن کی عزت کرین گے لیکن یہ کیا پست ہمتی ہے کہ دوسرے جو آپ کی راے کے
مخالف ہین اور آپ کی معاشرت کو ناپسند کرتے ہین آپ اُن کے زبان و قلم کے اختلاف کو بھی برداشت نہین کر سکتے۔
سرسید احمد خان مرحوم بانی کالج کی سوانح عمری مولانا حالی مرحوم کے زندہ جاوید قلم کی لکھی ہوئی کالج کے کتب خانے اور
بکڈپو مین موجود ہے اور اگر آپ نے اُردو مین ہونے کی وجہ سے ابتک نہین پڑھی ہے تو اب اپنے اور اپنی آنے والی نسلون پر رحم فرما کر
اُسے ملاحظہ فرمایئے تاکہ آئندہ اس قسم کی تنگ نظری اور بدحواسی کی باتین آپ سے سرزد نہون۔

(ظفر الملک)

### امیر مینائی مرحوم
- امیر اللغات ۲ جلد عـہ
- صنمخانۂ عشق عہ/
- مراۃ الغیب ۸/
- محامد خاتم النبیین ۸/
- مینائے سخن ۸/

### منشی سجاد حسین مرحوم
- احمق الذی ۸/
- حاجی بغلول ۸/
- میٹھی چھری ۶/
- پیاری دنیا ۸/
- کایا پلٹ ۸/
- طلسمی فانوس عہ/

### پنڈت رتن ناتھ سرشار
- فسانۂ آزاد ۴ جلد
- سیر کہسار
- خدائی فوجدار عہ/
- جام سرشار عہ/
- الف لیلہ بطرز ناول

### منشی سجاد الرشید اشاق
- سرزالسی ۱۲/
- مارآستین ۱۲/
- بنگالی دلہن ۱۲/
- پرتاب ۱۲/
- معشوقۂ فرنگ ۱۲/

### مولانا عبد الحلیم شرر
- قیس ولبنی ۸/
- ایام عرب ۲ جلد عہ/
- فتح اندلس عہ/
- ماہ ملک عہ/
- حسن کا ڈاکو ۸/
- دربار حرام پور ۲ جلد ۱۰/
- مفتوح فاتح ۸/
- طاہرہ ۸/
- لعبت چین عہ/
- عزیزۂ مصر ۸/
- غیب دان دلہن عہ/
- فردوس بریں ۸/
- فلپانا ۸/
- رومۃ الکبریٰ ۸/
- الفانسو ۱۲/
- شہید وفا ۸/
- حسن انجلینا ۱۲/
- ملک العزیز ورجنا ۱۲/
- آغا صادق کی شادی ۱۰/
- افسانۂ قیس ۳/
- حسن بن صباح ۶/
- تاریخ بغداد ۴/
- جنید بغدادی ۴/
- ابوبکر شبلی ۴/
- ولادت فخر عالم ۶/
- صقلیہ میں اسلام ۱۴/
- درگیش نندنی ۱۰/

### مرزا داغ مرحوم
- آفتاب داغ عہ/
- مہتاب داغ، یادگار داغ ۸/
- انتخاب داغ ۸/
- فریاد داغ ۴/

### مولوی بشیر الدین احمد دہلوی
- دار الحکومت دہلی ۳ جلد
- تاریخ بیجاپور ۲ جلد
- حرز طفلان عہ/
- نشاط عمر ۸/
- عصائے پیری عہ/
- شمع ہدایت ۱۲/
- لخت جگر ۲ جلد
- حسن معاشرت ۴/
- اقبال دلہن ۸/

### نیاز فتح پوری
- گہوارۂ تمدن عہ/
- ترجمہ گیتا نجلی عہ/
- کیوپڈ اینڈ سائکی ۸/

### سیماب اکبر آبادی
- خدیجۃ الکبریٰ ۴/
- بنت الرسول ۵/
- سیرۃ الحسین ۴/

### حکیم محمد علی خان مرحوم
- المظاہر ۴/
- حسن سرور کامل
- حیرت کامل
- رام پیاری کامل عہ
- دیول دیوی ۹/
- گورا عہ/
- جعفر عباسہ ۱۲/
- اختر وحسینہ کامل عہ/

### منشی اعلیٰ فدا علی احمد شوق
- ترانۂ شوق ۸/
- قائم ورزش ۱۰/
- مباعرن اور لوسی ۲/

### جوش ملیح آبادی، شبیر حسین
- روح ادب ۸/
- مقالات زریں ۱۱/
- آوازۂ حق ۸/
- اوراق سحر ۵/
- جذبات فطرت ۳/

### منشی تیرتھ رام
- فسانۂ لندن ۲ جلد
- وطن پرست ۱۲/
- منزل مقصود عہ/
- کا فرزج ۱۰/
- خونی ہیرا ۸/

### جلال لکھنوی مرحوم
- مضمون ہائے دلکش عہ/
- نظم نگارین عہ/
- سرمایۂ زبان اردو عہ/
- رسالۂ تذکیر وتانیث ۸/
- افادۂ تاریخ ۸/
- قواعد المنتخب ۴/

### خواجہ عشرت لکھنوی
- لغات اردو ۴/
- اصول اردو ۶/
- جان اردو ۶/
- قواعد میر ۶/
- شاعری کی پہلی کتاب ۸/
- شاعری کی دوسری کتاب ۸/
- شاعری کی تیسری کتاب ۸/
- اصلاح زبان اردو ۴/
- گلدستۂ ظرافت ۶/
- زباندانی ۶/

### صفدر مرزا پوری
- مرقع ادب ۴/
- بزم خیال ۴/
- مشاطۂ سخن ۴/

### مولوی محمد حسین محوی
- ازدواج الانبیا ۴/
- انسانی قربانیاں ۸/

### حکیم احمد حسین الہ آبادی
- ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد اول ۸/
- " دوم ۸/
- " سوم ۸/
- " چہارم عہ/
- " پنجم ۸/
- " ششم عہ/
- " ہفتم ۴/
- " ہشتم ۸/
- " جلد نہم زیر طبع ہے
- " دہم عہ/
- " یازدہم ۸/
- سلطان صلاح الدین ۸/

### مولوی سعید احمد مارہروی
- آثار اکبری
- حیات صالح ۶/
- حیات خسرو ۴/
- امرائے ہنود ۴/

### مولوی سید ممتاز علی
- تذکرۃ الانبیا ۸/
- شیخ حسن ۱۲/

### منشی نوازش علی خیال
- سفرنامہ ابن بطوطہ ۸/
- قسطنطنیہ ۸/
- ڈیوٹی ۸/

**جسٹس محمود مرحوم**

کتاب الطلاق ۶ر
کتاب الشفعہ ۶ر
شرح قانون شہادت ۔ ہے

**مولوی عزیز مرزا بی اے**

حیات عزیز ۶ر
ذکر م اروسی عہ

**خواجہ غلام الثقلین مرحوم ایم اے**

روزنامہ سیاحت ۶ر
فلسفیا الکبر اسلام ۴ر

**منشی محمد لطیف مرحوم**

اکبر ۴ر
اورنگ زیب ۴ر
لارڈ کلایو ۴ر
رنجیت سنگھ ۴ر

**مسٹر ظفر عمر بی اے**

نیلی چھتری ۴ر
بہرام کی گرفتاری ۴ر
چوروں کا کلب عہ

**پروفیسر فخر الدین مراد**

تحریک سائنس ۔ے
خضر نامہ عشق عہ
حکایات [illegible] ۶ر

**مولوی محمد علی ایم اے**

سیرت خیر البشر ۶ر
النبوۃ فی الاسلام ۴ر
جمع قرآن عہ

**پروفیسر نواب علی ایم اے**

تذکرۃ المصطفے ۶ر
معارج الدین ۱۲ر
صحف سماوی ۔ے
شمع سخن ۱ر

**مفتی انوار الحق ایم اے**

تذکرۃ الحبیب عہ
حقائق اسلام ۶ر
اثبات واجب الوجود عہ
تاریخ ابو البشر عہ
قوت خیال ۶ر

**پروفیسر الیاس برنی ایم اے**

اسرار حق ۔ے
معارف ملت ۲ر
مناظر قدرت ۲ر
جذبات فطرت ۲ر
علم المعیشت ۔ے

**سید ہاشمی فرید آبادی**

مشاہیر یونان ۳ جلد عہ
تاریخ یونان قدیم ۶ر

**مرزا محمد ہادی بی اے**

امراؤ جان ادا ۱۲ر
شریف زادہ ۱۰ر
خونی عاشق ۴ر
خونی مصور ۴ر
خونی شہزادہ عہ
مثنوی امید و بیم ۴ر

**ڈاکٹر اقبال ایم اے**

ملت بیضا ۵ر
مکمل ترانہ ۲ر
شکوہ ۲ر
جواب شکوہ ۴ر
نالہ یتیم ۲ر
فریاد امت ۳ر
بلال ۱ر
اکبر و اقبال ۳ر
شمع و شاعر ۲ر
خضر راہ ۴ر

**مولوی ظفر علی خاں بی اے**

معرکۂ مذہب و سائنس عہ
خیابان فارس جلد اول ۲ عہ
ڈراما جنگ روس و جاپان عہ
جنگل میں منگل ۶ر
فلسفہ ابن سینا ۴ر
معاشرت ۱۰ر
اپریل فول ۸ر

**منشی احمد علی بی اے**

تاریخ تمدن ۲ جلد ۔ے
شباب لکھنؤ ۱۰ر

**مولوی عبد الماجد بی اے**

فلسفہ جذبات ۶ر
پیام امن عہ
تاریخ اخلاق یورپ ۲ جلد ۔ے
مکالمات برکلے عہ
زود پشیمان ۸ر

**خواجہ عباد اللہ اختر بی اے**

مشاہیر اسلام ۱۲ر
دمشق ۔ے
بغداد ۶ر
صدیق اکبر ۱۲ر
ترجمہ دیوان حافظ ۔ے

**مسٹر سجاد حیدر بی اے**

خیالستان للعہ
زہرا ۱۳ر
ثالث بالخیر ۸ر

**مسٹر انیس احمد عباسی بی اے**

زلیخا عہ
نازنین آرمینیا عہ
ہاجرہ کی کامیابی ۸ر
احمد کیتھرینا عہ

**مولوی عبد الحق بی اے**

قواعد اردو ۶ر
انتخاب کلام میر ۶ر

**مولوی معشوق حسین خاں بی اے**

بجلی کے کرشمے ۶ر
محاربات صلیبی عہ

**مولوی سلیمان ندوی**

ارض القرآن جلد دوم ۱۲ر
حیات امام مالک عہ
خلافت اور ہندوستان عہ
بہادر خواتین اسلام ۴ر
اہل السنۃ والجماعت ۸ر

**پروفیسر عبد الباری ندوی**

مبادی علم انسانی عہ
برکلے کا فلسفہ عہ
مذہب و عقلیات ۶ر

**مولوی محمد حلیم انصاری**

تمدن اسلام ۲ جلد للعہ
اسلام و [illegible] ۱۲ر
اسلام در رسول [illegible] ۱۲ر
جواہر قرآنی عہ
فتح اندلس ۶ر
فلاح دارین عہ
بچے کی تندرستی ۱۲ر

**خواجہ حسن نظامی**

سیپارۂ دل
روزنامہ ممالک اسلامیہ
میلاد نامہ
یزید نامہ
محفل نامہ گیارھویں
کرشن جیون
کم تو موت
بیوی کی تعلیم
آتالیق خطوط نویسی
خطوط حسن نظامی
جگ بیتی کہانیاں
فاطمی [illegible] اسلام
چٹکیاں اور گدگدیاں
بیوی کی تربیت
محرم نامہ

**مولوی عبد الرشید**

صبح زندگی
شام زندگی
شب زندگی ۲ جلد
نوحہ زندگی
منازل السائرین
الزہراء
عروس کربلا
جوہر قدامت
یاسمین شام
موعودہ

الناظر بک ایجنسی لکھنؤ